دیوانِ حافظ
رحمۃ اللہ علیہ
مترجم:
مولانا قاضی سجّاد حسین صاحب
پروگریسو بکس

دیوانِ حافظ
رحمۃ اللہ علیہ
مترجم:
مولانا قاضی سجاد حسین صاحب
پروگریسو بکس
۴۰۔بی اردو بازار، لاہور
www.maktabah.org

حافظ اور کلامِ حافظ

از

جناب کوثر چاندپوری

سرزمین ایران اپنی تاریخ، تہذیب اور ثقافت کے لحاظ سے ہمیشہ ممتاز رہی ہے، اور پاکستان سے اس کے روابط تاریخی حیثیت رکھتے ہیں، دونوں ملکوں کے درمیان تجارتی اور تہذیبی تعلقات کی قدامت سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا ایران کے باشندے علوم و فنونِ لطیفہ سے گہری دلچسپی رکھتے ہیں، فنونِ لطیفہ سے انہیں بڑی مناسبت ہے اس علمی سرزمین نے بہت سے عالم فلسفی شاعر صوفی اور آرٹسٹ پیدا کئے جن کو اپنی انفرادی خصوصیات کے لحاظ سے صفحاتِ تاریخ پر نمایاں مقام حاصل ہے۔ ایران کے عظیم شعرا میں فردوسی، خیام، سعدی اور حافظ کو جو قبولِ عام ملا ہے وہ ان کے باکمال ہونے کی ایک روشن دلیل ہے، ایران کے یہ چاروں فن کار دنیا کی تاریخِ شاعری میں ہمیشہ کے لئے اپنی جگہ محفوظ کر چکے ہیں شاعرانہ نکتہ سنجیوں، قدرتِ کلام اور اصنافِ شعر پر فن کارانہ گرفت کے اعتبار سے ایران کے یہ عناصرِ اربعہ ہر دور میں مقبول اور ہر دلعزیز رہے ہیں ان کے کلام کے تراجم نہ صرف اردو بلکہ انگریزی، فرانسیسی، جرمنی اور ترکی زبانوں میں بھی ہو چکے ہیں، پاکستان میں گلستاں، بوستاں اب تک پڑھائی جاتی ہے فردوسی کا شاہنامہ اور دیوانِ حافظ بھی اربابِ علم و تحقیق کی توجہ کا مرکز رہے ہیں اسی طرح رباعیاتِ خیام کی مقبولیت سے انکار ناممکن ہے، فردوسی مناظرِ رزم و بزم کی عکاسی کی بنا پر زندۂ جاوید ہے، خیام کی رندی و سرمستی اس کی رباعیات کے آبگینوں سے چھلکتی رہیگی، سعدی کی اخلاقی شاعری خراجِ تحسین حاصل کرتی رہیگی اس کے ساتھ ان کی غزل کے اشعار دلوں کی دھڑکنوں میں اضافہ کرتے رہیں گے اور حافظ اپنی غنائی شاعری اور اس سے زیادہ بقول میر مہدی[1] اپنے جذبۂ غیبی و خدائی کی بدولت ہمیشہ عوام میں مقبول رہیں گے۔ یہ کہنا کسی بے انصافی پر مبنی نہیں کہ حافظ ایران کے تمام شاعروں سے زیادہ شہرت اور مقبولیت کے مالک ہیں یہ شہرت جغرافیائی حدود کی پابند نہیں بلکہ نسیمِ صبح کی مانند ایران سے چل کر بغداد، رے، بنگال اور دکن تک جا پہونچی اس کے بعد اس نے فرانس، جرمنی، انگلینڈ اور ترکی کو بھی اپنی بادہ ریزی اور خنک لہروں سے سرشار کیا حافظ کا شمار ان خوش نصیب شعرا میں ہے جن کا کلام ان کی زندگی ہی میں قبولِ عام کے درجہ تک پہونچا ان کے اشعار سیہ چشمانِ کشمیر اور ترکانِ سمرقند کو بھی بیخود بنا دیا کرتے تھے وہ انہیں سن کر وجد کرنے لگتے تھے ؎

زشعرِ حافظِ شیراز می گویند و می رقصند
سیہ چشمانِ کشمیری و تُرکانِ سمرقندی[2]

عراق عرب اور غیر منقسم ہندوستان کے فرمانرواؤں نے خواجہ کے کلام کو جو خراجِ تحسین پیش

[1] دیوان حافظ۔ مرتبہ میر مہدی [2] دیوان حافظ، ص ۳

نغگی اور غنائیت کی وجہ سے بیحد پسند کیا اور آرزو کی کہ وہ ان کے دربار میں آئیں لیکن خواجہ دنیا کی تمام لذتوں، مسرتوں اور عیش و عشرت کو چمنستانِ مصلّیٰ کی فرحت افزا ہواؤں اور آبِ رکنا باد کی دلفریب لہروں پر نثار کر دینے کی جراتِ رندانہ رکھتے تھے اور جس فیاضی کے ساتھ خالِ ہندی پہ سمرقند و بخارا کو لٹا سکتے تھے اُسی دریادلی کے ساتھ تمام دولت اور بلندی کو نسیمِ خاکِ مصلّیٰ اور آبِ رکنا باد پر قربان کر دینے کی جرأتِ رندانہ رکھتے تھے ؎

نمی دہند اجازت مرا بہ سیر و سفر
نسیمِ خاکِ مصلّیٰ و آبِ رکنا باد[1]

لیکن جس طرح اربابِ فضل و کمال میں ایک خاص قسم کی نازک مزاجی کی جھلک پائی جاتی ہے حافظ میں بھی تھی چنانچہ وہ آزردہ اور بیزار ہو کر کبھی کبھی شیراز سے نکل جانے کی تمنا بھی کرنے لگتے تھے یہ جذبہ عام طور پر اہلِ شیراز کی بے توجہی اور ناقدرشناسی کی بناء پر پیدا ہوا کرتا تھا ؎

سخندانی و خوشخوانی نمی ورزند در شیراز
بیا حافظ کہ تا خود را بملکِ دیگر اندازیم[2]

انہیں یہ شکوہ بھی رہا ہے کہ وطن میں رہ کر ان سربلندیوں تک نہیں پہونچ سکے جن کو وہ اپنی منزلِ مقصود خیال کرتے تھے۔

رہ نبردیم بمقصودِ خود اندر شیراز
خرم آں روز کہ حافظ رہِ بغداد کند[3]

یہ جذبہ بیزاری بالکل لمحاتی اور ہنگامی ہوتا تھا جو ہوا کے جھونکے کی طرح آتا اور گذر جاتا تھا ایرانی اپنے قومی جوش اور حب الوطنی کے نقطۂ نظر سے ہر دور میں ناقابلِ شکست رہے ہیں اہلِ اوطان نے انہیں خوب روندا ہے لیکن جب موقع ملا ہے وہ دامن جھاڑ کر خاکِ مذلت سے اُٹھے ، اور اورنگِ سلطنت پر جا بیٹھے ، ان کی یہ خصوصیت تاریخ میں نمایاں حیثیت رکھتی ہے حافظ کے احساس میں جس وقت وطن کی محبت کروٹیں بدلنے لگتی تھی بیزاری کا وہ لمحاتی جذبہ ختم کر رہ جاتا تھا اور وہ اپنے مسقط الراس کے گن گانے لگتے تھے ؎

خوشا شیراز و وضعِ بے مثالش
خداوندا نگہدار از زوالش[4]

عجب اتفاق ہے کہ حافظ اپنی مقبولیت اور بے مثال ہردلعزیزی کے باوجود نہایت بے توجہی کا شکار رہے ہیں۔ تذکرہ نگاروں اور مورخین نے ان کے حالاتِ زندگی سے زیادہ اعتنا نہیں کیا جس کا نتیجہ یہ ہے کہ ان کے وارداتِ حیات تلاش کے بعد بھی مکمل طور پر دستیاب نہیں ہوتے علامہ شبلی نے شعراء فارس کے کلام پر بے لاگ تنقید کرنے کے ساتھ ہی ان کی زندگی پر روشنی ڈالنے کی بھی سعی کی ہے لیکن حافظ کے وہی کوائف و حالات انہیں مل سکے ہیں جو میخانہ عبدالنبی، تاریخ فرشتہ، حبیب السیر اور چند دوسری تاریخوں میں مذکور ہیں

---

[1] دیوان حافظ ص ۱۰ [2] دیوان حافظ ص ۲۹۳ [3] دیوان حافظ ص ۱۹۰

[4] دیوان حافظ ص ۲۵۵

اور جن سے حافظ کا صرف زمانۂ حیات ہی متعین کیا جا سکتا ہے
یا چند ماورائی قسم کے وہ افسانے مل جاتے ہیں جن کو خواب و خیال کی باتوں
سے زیادہ اہمیت نہیں دی جا سکتی۔ مسٹر براؤن نے شبلی سے زیادہ داد تحقیق
نہیں دی اکثر مقامات پر وہ شعر العجم کا ترجمہ ہی پیش کر دیتے ہیں ایران جدید کے بعض مصنفین
نے بھی اس میدان میں گامزنی کی ہے ان میں میر محمدی اور ڈاکٹر محمود یاہدا قابل ذکر ہیں میر محمدی صرف اس لئے کہ انہوں نے
حافظ کا سنہ ولادت سنہ ۷۲۶ھ متعین کر دیا ہے، سال وفات باتفاق رائے ۷۹۱ھ ہے ان سنین کے پیش نظر آسانی سے کہا جا سکتا
ہے کہ حافظ نے پینسٹھ سال کی عمر پائی اس عرصہ میں وہ مختلف مراحل سے گذرے سلطنت کی تبدیلی کے مناظر بھی دیکھے
میخانوں کو مقفل ہوتے دیکھا، محتسبوں کی چیرہ دستیوں کے تماشے دیکھے، دوسری طرف رندانِ قدح خوار کو پوری آزادی
اور بیباکی کے ساتھ جامِ شراب منہ سے لگاتے دیکھا، شراب خانوں میں ان کے جھگڑوں کا نظارہ کیا اور اکثر اصنافِ سخن میں
طبع آزمائی کی مخمس، رباعی، قطعہ، مثنوی، قصیدہ، غرض سب ہی کچھ کہا، میخانہ کے مصنف نے ان کے ساقی نامہ کو بہ تعریفاً کہا ہے
لیکن حافظ دراصل غزل کے بادشاہ تھے وہ جس جوش، صداقت، جذبات اور برجستگی سے اپنی داخلی و خارجی کیفیات کو
غزل میں پیش کرتے ہیں وہ انہیں کے ساتھ خاص ہے، ایران کی غزل پر سب سے زیادہ رنگین اور حسین نقوش جس
شاعر نے بنائے وہ حافظ ہی ہیں۔

میخانہ عہد النبی[1] میں جو حالات قلمبند کئے گئے ہیں ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ حافظ کا نام شمس الدین تھا ان کے باپ
بہاء الدین اصفہانی تھے اور اتابکوں کے عہدِ حکومت میں شیراز گئے تھے یہیں توطن اختیار کر لیا تھا حافظ کی والدہ
گازرون کی تھیں بہاء الدین شیراز میں تجارت کرنے لگے تھے حافظ اپنے تین بھائیوں میں سب سے چھوٹے تھے
باپ کی وفات کے بعد جب مال و اسباب باقی نہ رہا تو دو بڑے بھائی شیراز چھوڑ کر کہیں چلے گئے حافظ ماں کے
زیر سایہ وہیں رہے، ماں نے افلاس سے مجبور ہو کر انہیں محلہ کے ایک شخص کے سپرد کر دیا حافظ کو اس کے طور و طریق پسند
نہ آئے اور وہ خمیر گری کا پیشہ کرنے لگے۔ قریب ہی مکتب تھا پوری محنت اور سرگرمی سے اپنا کام ختم کرنے کے بعد
حافظ وہاں پڑھنے بھی چلے جاتے تھے خمیرگری کی آمدنی وہ چار حصوں میں تقسیم کر دیا کرتے تھے ایک حصہ والدہ کو
دیتے دوسرا استاد کی خدمت میں پیش کرتے تیسرا خیرات کر دیا کرتے تھے اس کے بعد جو کچھ بچ رہتا تھا وہ اپنی ذات
پر صرف کرتے تھے، آہستہ آہستہ انہوں نے قرآن حفظ کر لیا اور کچھ حرف شناس بھی ہو گئے اُس کے بعد انہوں نے
عربی اور فارسی میں پوری دسترس بہم پہونچائی میر محمدی لکھتے ہیں کہ حافظ کو بیس برس کی عمر میں شعر گوئی کا اتنا سلیقہ آگیا
تھا کہ اپنے اشعار سلاطین اور اکابرِ وقت کے سامنے پیش کر کے ان کی توجہ مبذول کر سکیں حافظ اپنی رندی و آزاد مشربی
کے باوجود منزلی زندگی کے دور سے گذر چکے ہیں ان کے دو بیٹے بھی تھے ایک کا نام شاہ نعمان تھا انہوں نے سفر ہندوستان
میں داعیِ اجل کو لبیک کہا علامہ شبلی کی روایت کے مطابق ان کا مزار قلعۂ اسیر (برہان پور) میں ہے شاہ نعمان نے
غالباً دکن سے دہلی جاتے ہوئے وفات پائی دوسرا لڑکا شیراز ہی میں انتقال کر گیا تھا حافظ نے اس حادثہ سے
متاثر ہو کر مرثیہ کے طور پر یہ اشعار قلمبند کئے تھے ؎

---

[1] تذکرۂ میخانہ از ملا عبد النبی۔

دلا دیدی کہ ایں فرزانہ فرزند
چہ دید اندر خم ایں طاقِ نیلیں
بجائے لوحِ سیمیں در کنارش
فلک بر سر نہادش لوحِ سنگیں

میر محمدی کا خیال ہے کہ شاہ نعمان نے باپ کی زندگی ہی میں جامِ فنا نوش کر لیا تھا حافظ نے دونوں بیٹوں کی موت کے متعلق اپنے اشعار میں اشارات کئے ہیں، حافظ کا زمانۂ حیات بڑی افراتفری کا تھا حافظ کے دیکھتے ہی دیکھتے خاص شیراز میں بیش ایسے ہنگامے ہوئے جن کو حرب و پیکار سے موسوم کیا جا سکتا ہے حافظ اس عہد کے ممتاز ترین فن کار تھے، وہ ان سیاسی مناقشات سے دامن نہیں بچا سکتے تھے انہیں مجبوراً مدّاحی اور قصیدہ گوئی کا سہارا لینا پڑا اس کے باوجود وہ خطرات سے دو چار ہوئے بغیر نہ رہ سکے، جن ممدوحین یا معاصرین کے نام حافظ کے اشعار میں ملتے ہیں ان میں یہ حضرات شامل ہیں۔ شاہ ابو اسحٰق، امیر مبارز الدین۔ شاہ شجاع۔ شاہ نصرت الدین یحییٰ۔ خواجہ قوام الدین۔ حاجی قوام حسن، شاہ منصور، شاہ قطب الدین محمود۔ عماد ابن محمود۔ خواجہ عماد الدین محمود ان کے علاوہ بھی کچھ لوگ ہیں جن کا ذکر دیوانِ حافظ میں ملتا ہے۔

سنہ حافظ کے زمانہ میں دہلی کے تخت پر فیروز شاہ تغلق جلوہ افروز تھا۔ دکن کا حکمران، محمود شاہ بہمنی ابن علاء الدین بہمنی، تھا جس کا وزیرِ اعظم فیض اللہ تھا اور بنگال کا حکمران غیاث الدین تھا۔

ایران میں طوائف الملوکی تھی مختلف حصوں پر مختلف حکمراں تھے جنکو شاہ سے مخاطب کیا جاتا تھا اور ان میں باہمی جنگ وجدال رہتی تھی بالآخر آلِ مظفر کو کامیابی ہوئی اور ان کی سلطنت وسیع تر ہو گئی۔

اس خاندان کا مورثِ اعلیٰ غیاث الدین احمد حاجی خراسانی تھا۔ اس کے تین لڑکے ابو بکر۔ محمد۔ منصور تھے ابو بکر اور محمد نے ہلاکو خاں کی رفاقت اختیار کر لی۔ ابو بکر مصر پر حملہ کے وقت مارا گیا اور چند دن بعد محمد بھی اس دنیا سے رخصت ہوا۔ منصور باپ کی خدمت میں رہا۔ منصور کے تین بیٹے محمد۔ علی اور مظفر تھے۔ مظفر اگرچہ تمام بھائیوں میں سب سے چھوٹا تھا لیکن شجاعت اور اولوالعزمی میں سب سے بڑھا ہوا تھا۔

ہلاکو خان کی اولاد ایران پر قابض ہو چکی تھی۔ مظفر کو عروج شروع ہو گیا تھا۔ ہلاکو خان کی نسل میں شاہ غازان خان مظفر پر بہت مہربان تھا پھر اس کے بھائی سلطان اولجایتو کے دورِ سلطنت میں مظفر امیر بنا۔ ہرات اور مرو وغیرہ کی صوبہ داری اس کے سپرد کر دی گئی اور بالآخر امیر مظفر ہی آلِ مظفر کی سلطنت کا بانی بنا۔ امیر مظفر کے بعد اس کا لڑکا امیر مبارز الدین محمد اس کا جانشین ہوا جو حافظ کا ہمعصر تھا۔

سلطان اولجایتو کے بعد ہلاکو خان کی آٹھویں پشت میں سلطان ابو سعید بہادر خاں برائے نام ایران کا بادشاہ تھا۔ صوبوں میں امراء نے علمِ بغاوت بلند کر رکھا تھا امیر شیخ ابو اسحاق کا باپ امیر محمود عراق کے ایک حصہ کا والی تھا امیر مبارز الدین محمد یزد کا حاکم تھا اور امیر حسین شیراز پر حکومت کرتا تھا۔ امیر ملک اشرف کو شیراز پر حکومت کرنیکا لالچ پیدا ہوا تو وہ عراق پہونچکر ابو اسحاق سے ملا اور پھر دونوں نے ملکر شیراز پر حملہ کر دیا ابو اسحاق نے ملک اشرف کو دھوکا دیکر خود شیراز پر قبضہ

سنہ دیوان حافظ صـ ۲۵۲ سنہ یہ عبارت اس جگہ سے مذ سطر تک کوثر صاحب کی نہیں ہے۔ (ناشر)

کر لیا اور اپنی بادشاہت کا اعلان کر دیا۔ اب ابو اسحاق
کو اپنی سلطنت وسیع تر کر دینے کا خیال دامن گیر ہوا تو اس نے
۷۵۱ھ میں مبارز الدین محمد کو شکست دینے کے لئے یزد پر حملہ کر دیا اس حملہ میں
اسکو سخت ناکامی ہوئی اور اس کے نتیجہ میں مبارز الدین محمد نے ابو اسحاق کے خلاف
شیراز پر حملہ کا ارادہ کر دیا۔ ابو اسحاق نے قاضی عضد الدین عبد الرحمان کو صلح کا پیغام دیکر یزد بھیجا مگر قاضی صاحب حصولِ مقصد میں ناکام رہے۔ یہی قاضی عضد الدین ہیں جن کے بارے میں خواجہ صاحب نے اپنے اور ابو اسحاق کے دور کی پانچ شخصیتوں کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا ہے۔

دگر شہنشہِ دانش عضد کہ در تصنیف
بنائے کارِ مواقف بنام شاہ نہاد

اب وہ وقت آچکا تھا کہ ابو اسحاق کا ستارہ گردش میں تھا اور فتحمندی اس سے منہ پھیر چکی تھی اس کے معتمد و مشیر کار دنیا سے رخصت ہو چکے تھے اور اس کے دور کی پانچوں شخصیتیں رفتہ رفتہ ختم ہو رہی تھیں شیخ مجد الدین کا وصال ہو چکا تھا شیخ امین الدین بھی عالمِ آخرت کو سدھار گئے تھے۔

امیر مبارز الدین محمد نے ۷۵۴ھ میں شیراز پر حملہ کر دیا ابو اسحاق کے وزیر اعظم خاص قوام الدین حسن بھی اس محاصرہ کے دوران انتقال کر گئے۔ اس حملہ کے نتیجہ میں مبارز الدین محمد کا شیراز پر قبضہ ہو گیا اور ابو اسحاق نے شیراز سے راہِ فرار اختیار کی تین سال تک مارا مارا پھرتا رہا اور بالآخر گرفتار ہوا اور مبارز الدین کے حکم سے قتل کر دیا گیا۔

مبارز الدین محمد نے شیراز پر قبضہ کے بعد عراق کا رخ کیا اور اپنے بیٹے جلال الدین شجاع کو شیراز میں اپنا قائم مقام بنایا اس دوران میں خواجہ عماد الدین محمود نے جو ابو اسحاق کا وفادار وزیر تھا شجاع کے خلاف ایک ناکام بغاوت کی اور مارا گیا خواجہ عماد الدین محمود بھی خواجہ صاحب کا ممدوح رہا ہے۔

ابو اسحاق پر فتح پانے کے بعد مبارز الدین محمد بادشاہ تو بن گیا لیکن برابر خانہ جنگیوں میں مصروف رہا۔ تبریز، اصفہان اور عراق اس کی جولانگاہ تھے۔

مبارز الدین محمد کے پانچ لڑکے تھے۔ شجاع۔ شرف الدین مظفر۔ قطب الدین محمود۔ سلطان افسر اور سلطان ابو یزید شرف الدین مظفر کا تو مبارز الدین محمد کی زندگی میں انتقال ہو گیا۔ شجاع برابر باپ کا ساتھ دیتا رہا لیکن آخر عمر میں مبارز الدین بدمزاج اور تند خو ہو گیا عموماً بڑے بیٹوں کے ساتھ ترشروئی سے پیش آتا تھا۔ اور صرف سلطان ابو یزید سے محبت کرتا تھا۔

شجاع اور قطب الدین کو یہ خیال پیدا ہوا کہ مبارز الدین محمد ان کو محروم کر کے ان کے چھوٹے بھائی سلطان ابو یزید کو تخت و تاج کا مالک بنا دینا چاہتا ہے۔ چنانچہ ان دونوں نے اور شاہ سلطان نے جو ان کا بہنوئی اور اصفہان کا گورنر تھا ملکر سازش کی اور مبارز الدین محمد کو گرفتار کر کے اس کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھروا کر معزول کر ڈالا مبارز الدین محمد کا اسی حالت میں ۷۶۵ھ کو انتقال ہو گیا۔

اس انقلاب میں شاہ شجاع اورنگِ سلطنت پر قابض ہو گیا اور اس نے اپنے بھائیوں اور بھتیجوں نصرت الدین یحییٰ اور منصور کو مختلف علاقے سپرد کر دیے

۱؎ دیوان حافظ ص ۳۵۵

لیکن تھوڑے ہی عرصہ میں باہمی نفاق پیدا ہوگیا
اور قطب الدین محمود نے شیراز پر چڑھائی کر دی اور سلطان اویس بن
ابن امیر شیخ حسن ایلکانی حاکم عراق کی مدد سے شیراز پر قبضہ کر لیا عماد ابن محمود
انہی قطب الدین کا وزیر تھا جو حافظ کا ممدوح ہے جس کو اکثر غزلوں میں آصفِ دوراں
کہا گیا ہے شاہ شجاع شیراز سے نکلکر خواجہ جلال الدین توران شاہ کے پاس پناہ گزیں ہوا اور کچھ دن بعد شاہ شجاع نے
توران شاہ کی مدد سے کرمان وغیرہ پر قبضہ کر لیا نصرت الدین یحیٰی بھی اُس کا فرماں بردار بنگیا کچھ عرصہ کے بعد شاہ شجاع نے
شیراز کا رخ کیا اور قطب الدین محمود کو شکست دیکر شیراز پر قبضہ کر لیا۔

اب شاہ شجاع کا اقتدار پھر واپس آیا۔ اور خواجہ جلال الدین توران شاہ وزیر اعظم مقرر ہوا جو بہت ہر دلعزیز تھا
اس سے قبل خواجہ قوام الدین محمد اور کمال الدین شاہ شجاع کے وزیر اعظم رہ چکے تھے جو لغزشوں کے الزام میں قتل کردئے
گئے۔ شاہ شجاع کے یہ تینوں وزراء بھی خواجہ حافظ کے ممدوح رہے ہیں۔

شاہ شجاع کی وفات سنہ ۷۸۶ھ میں ہوئی اس کے بعد اُس کا بیٹا سلطان زین العابدین تخت نشین ہوا مگر شاہ شجاع کے
بھتیجے منصور۔ اور نصرت الدین یحیٰی باغی ہوگئے اور شاہ شجاع کے بھائی سلطان ابو یزید نے بھی علم بغاوت بلند کیا اور
ملک فارس پھر خانہ جنگی کا شکار ہوگیا نتیجہ میں منصور کامیاب ہوا اور اس نے پورے ملک میں اپنی سلطنت قائم کرلی
کچھ ہی عرصہ گذرا تھا کہ فارس پر تیمور کے حملے شروع ہوگئے اور منصور تیمور کے ہاتھوں قتل ہوا اور فارس سے آلِ مظفر
کی حکومت کا خاتمہ ہوگیا۔

حافظ شیراز چھوڑنا پسند نہ کرتے تھے انہوں نے عمر میں صرف تین سفر کئے پہلا شاہ نصرت الدین کی خواہش پر اس
سفر میں وہ شیراز سے یزد گئے دوسرا سفر محمود شاہ بہمنی شاہ دکن کے اصرار پر شیراز سے جزیرہ ہرمز تک کیا گیا۔ ارادہ
دکن جانے کا تھا اسی ارادے سے ہرمز آئے تھے مگر سمندر کی طوفانی لہروں کو دیکھ کر دل دہل گیا اور ارادہ فسخ
کر دیا۔ میر فضل اللہ کو جن کے توسط سے شاہ محمود نے انہیں زادِ راہ بھیج کر بلایا تھا یہ غزل لکھ کر بھیجدی۔ جس کا مطلع ہے

دمے باغم بسر بردن جہاں یکسر نمی ارزد
بمے بفروش دلقِ ما کزیں بہتر نمی ارزد

تیسری مرتبہ حافظ آخری ایام عمر میں اصفہان گئے یہ شاہ منصور کا زمانہ تھا۔

حافظ کا کلام ان کی وفات کے بعد سنہ ۷۹۱ھ میں محمد گل اندام نے مرتب کیا براؤن محمد گل اندام کے حوالہ سے لکھتے ہیں
دیوان کی ترتیب اس زمانہ کے ممتاز عالم قوام الدین عبداللہ کی خواہش پر شروع کی گئی تھی۔

. . : The writer of these lines, this least of men, Muhammad Gulandam, when he was attending the lectures of our Master, that most eminent teacher Qiwamu'd-Din 'Abdu'llah, used constantly and repeatedly to urge, in the course of conversation, that he (Hafiz) should gather together all these rare gems in one concatenation and assemble all these lustrous

---

ا۔ دیوان حافظ ص ۱۵۸

pearls on one string, so that they might become a necklace of greatprice for his contemporaries or a girdle for the brides of his time. With this request, however, he was unable to comply? alleging lack of appreciation on the part of his contemporaries as an excuse, until he bade farewell to this life....in A.H. 791" (A.D. 1389).

-A Literary History of Persia
Volume III, page 272

(مشہور مدرس مولانا قوام الدین عبداللہ گفتگو کے دوران میں برابر تلقین کرتے رہے کہ وہ (حافظ) اپنے بیش بہا جواہر کو ایک جگہ جمع کریں اور ان تمام چمکدار موتیوں کو ایک لڑی میں پرو دیں تاکہ ان کے ہمعصروں کے لئے وہ ایک قیمتی ہار بن جاتے اور ان کے زمانے کی دولہنوں کے لئے گلوبند ہو بہرحال حافظ ان کی یہ درخواست پوری کرنے کے لئے تیار نہ ہوتے اور وہ ہمیشہ اپنے ہم عصروں کی قدر ناشناسی کا گلہ کرتے رہے حتی کہ ۷۹۱ھ (۱۳۸۹ء) میں انہوں نے اس دنیوی زندگی کو خیرباد کہدیا!)

انگریزی زبان میں لٹریری ہسٹری آف پرشیا کے علاوہ حافظ کے متعلق کچھ اور سرمایہ بھی موجود ہے سرگور اوزلے (SIR GORE OUSELEY) کے جغرافیائی نوٹس جو انہوں نے فارسی شعراء پر لکھے ہیں حافظ کے کلام سے متعلق اکثر امور پر روشنی ڈالتے ہیں لیکن حافظ کے زمانۂ حیات اور ان کے کلام پر سب سے اچھی اور قابلِ اعتماد معلومات — (مس گرٹروڈ لوتھین بیل) MISS GERTRUDE LOWTHIAN BELL — نے اپنے تعارف میں مہیا کی ہیں۔ براؤن نے اس سلسلہ میں مولانا شبلی نعمانی کی بھی تعریف کی ہے۔

حافظ پر بہت سی کتابیں لکھی جا چکی ہیں ان میں سے اکثر میں پورا زورِ قلم اس بات پر صرف کیا گیا ہے کہ حافظ لسان الغیب ہیں ان کے اشعار میں ایک ایسا خدائی جذبہ موجود ہے جو آئندہ واقعات کی خبر دیدیتا ہے ان کی شراب جس کا وہ بہت زور شور سے ذکر کرتے ہیں معرفت کی شراب ہے اسی طرح ان کا محبوب بھی اس دنیا کا باشندہ نہیں وہ ایک ایسا ماورائی وجود ہے جس کو پیغمبرانہ صلاحیتیں ودیعت کی گئی ہیں کچھ ایسے اربابِ علم بھی ہیں جو حافظ کو رندِ لم یزل سمجھتے ہیں علامہ شبلی یہ تو تسلیم کرتے ہیں کہ حافظ پر رندی و سرمستی کا جذبہ غالب تھا جس کو وہ نہایت جوش و خروش کے ساتھ ظاہر کرتے تھے لیکن ان کے شاہد و شراب کے متعلق وہ بھی کوئی واضح فیصلہ صادر نہیں کرتے وہ ان کی مستی پر ہی اپنے اظہارِ خیال کی بنیاد رکھتے ہیں جو شرابِ معرفت اور شرابِ انگور دونوں سے پیدا ہو سکتی ہے لیکن شاعر اگر داخلی واردات کے ساتھ خارجی واقعات اور سماجی تقاضوں کی عکاسی بھی کرتا ہے تو ماننا پڑیگا کہ حافظ کے ان اشعار میں جو عہدِ شباب کی یادگار ہیں ایسی سرخوشی اور سرشاری ملتی ہے جو اسی وقت پیدا ہو سکتی ہے جب شاعر عملی طور پر ان کیفیات سے گذر رہا ہو حسن کی جو خصوصیات ان کے یہاں ملتی ہیں وہ ماورائی حسن سے زیادہ اس جہانِ آب و گل کے جمال و رعنائی کی تصویر کشی کرتی ہیں حافظ کے ان پرستاروں سے ہمیں بحث نہیں جو ان کے ہر اشارے اور استعارے کو تاویل جو بادہ کی طاقت سے معرفت و حقیقت کا رنگ دینے کی کوشش کرتے ہیں حالانکہ ایسی ہیں شاعر سے صرف شاعرانہ بلند خیالی کی توقع رکھی جا سکتی ہے اس میں پیغمبرانہ اوصاف کی جستجو نتیجہ خیز نہیں ہو سکتی۔ حافظ کا ایک مشہور شعر ہے ؎

مئے دو سالہ و محبوب چہاردہ سالہ
ہمیں بس است مرا صحبتِ صغیر و کبیر

حاشیہ دیوانِ حافظ

ظاہر ہے کہ شعر میں جو الفاظ استعمال ہوئے ہیں وہ اپنے صحیح معانی پر دلالت کر رہے ہیں مئے دو سالہ سے وہ شراب قدیم مراد ہے جسے اس کے نشہ اور تاثرات کے لحاظ سے زیادہ پسند کیا جاتا ہے اور محبوب چہاردہ سالہ کا خطاب کسی ایسے نوخیز امرد سے ہے جس پر ایرانی شعرا ہمیشہ سے ہوش و حواس نثار کرتے آئے ہیں اور فارسی شاعری میں اکثر ایسی مثالیں ملتی ہیں شاہ طہماسپ کے دربار میں جلال الدین بحیثیت طبیب ملازم تھا جو حسن و جمال کے اعتبار سے بہت جاذب نظر تھا ایک مرتبہ وہ شاہ کی مجلس میں پہونچا تو شاہ طہماسپ نے اسے دیکھتے ہی بے اختیار کہا

خوش طبیبے است بیا تا ہمہ بیمار شویم

اس مصرعہ سے شاہ کا ذوق شاہد بازی اس شدت سے نمایاں ہے کہ اسے کسی تاویل کے پردے میں نہیں چھپایا جا سکتا بیرم خان ترکمان زبردست فاتح سپہ سالار اور بڑے دبدبے کا وزیر تھا لیکن اس کے دیوان میں ایسے قصائد ملتے ہیں جو اس عہد کے حسین و جمیل امردوں کی تعریف میں کہے گئے ہیں شہنشاہ بابر کی کیفیت بھی یہی ہے یہی بیماری اردو کے بہت سے شاعروں کو فارس کی طرف سے ورثے میں ملی ہے حافظ سے پہلے شیخ سعدی کے کلام میں بھی اس نوع کی پرچھائیاں ملتی ہیں۔ حافظ بہرحال انسان تھے انہوں نے ایران ایسے ملک میں آنکھ کھولی تھی جہاں شراب و شاہد اپنی اصل صورت اور معانی میں تسکین ذوق کے لئے کام میں لائے جا رہے تھے اگر انہوں نے ایسا کیا تو یہ کوئی سماجی جرم نہیں جسے چھپانے کی کوشش کی جائے انسان اپنے سماج ہی کا پروردہ ہوتا ہے وہ اس کی بہت سی خصوصیات اپنے اندر جذب کرتا ہے یہی دنیا کا اصول ہے لیکن ان عقیدت کیشوں پر حیرت ہوتی ہے جو کہتے ہیں کہ مئے دو سالہ سے قرآن مراد ہے اور محبوب چہاردہ سالہ سے رسول اکرم کی ذات مبارک۔ اس قسم کی تاویلات نہ صرف بے اثر اور بے کیف ہیں بلکہ ان سے شاعر کے وہ اصل تصورات بھی باطل ہوتے ہیں جو اپنے سماج کے متعلق اس کے ذہن میں موجود ہیں۔ شعر کی لطافت اور بلاغت پر ان باتوں کا جو اثر ہوتا ہے وہ صاحبان ذوق سے مخفی نہیں ہے دکتور محمود بامداد حافظ شناسی میں لکھتے ہیں کہ آقا محمد رضا مرحوم قمشہ سے اس شعر کے متعلق استفسار کیا گیا تھا انہوں نے اس کا نہایت معقول جواب دیا تھا۔

> البتہ اظہار دارید کہ بگوئیم مراد از مئی دو سالہ قرآن است و از محبوب چہاردہ سالہ انسانیکہ بحد جمال و کمال رسیدہ باشد و چوں در انبیا این کمال بکمال ساگی دست مید ہد پس مقصود از انہم رسول اکرم (ص) است لکن بحق ہمان خبران کہ مقصود حافظ درین شعر ہمان معانی ظاہری و لغوی است[۲]۔

حافظ کے علم و فضل اور ان کے اس عرفان سے انکار نہیں کیا جا سکتا جو آگے چل کر انہیں حاصل ہوا لیکن ادبی تحقیقی اور تنقیدی مباحث میں ایسا طور جذباتیت کی تعریف میں آتا ہے اور جذباتی و تاثراتی اظہار خیال میں کوئی وزن نہیں ہوتا حقیقت پسندانہ اسلوب بیان ہی قابل اعتماد ہوتا ہے ایک حقیقی

---

[۱] توزک جہانگیری صفحہ ۲۰ و المتبانے صہر حلیہ دکوثر چاندپوری صفحہ ۹

[۲] حافظ شناسی چاپ دوم مطبوعہ چاپخانہ اتحاد صفحہ ۳

شاعر جس میں خدا ساز ذوقِ جمال بھی موجود ہے وہ حسن سے
متاثر ہونے کی وہی صلاحیت رکھتا ہے جو بارود میں آگ پکڑنے کی ہوتی
ہے اور یہ حسن حقیقت و معرفت کی شراب سے مدہوش اور سرشار ہونے کے
باوجود اس میں زندہ رہتی ہے زندگی بجائے خود تغیر پذیر ہے وہ مختلف ادوار اور
مراحل سے گزرتی ہے اور ان سے گزرتے وقت جو اثرات مرتب ہوتے ہیں ان کا اظہار ضرور کسی نہ کسی طرح ہوتا ہے۔
زندگی کے ادوار اور مراحل میں عمر کے وہ سنگ میل شامل ہیں جن سے ان کو تقسیم کر دیا گیا ہے مثلاً بچپن، جوانی اور
بڑھاپا۔ بچپن کے عادات و خصائل شباب اور بڑھاپے کے اطوار سے بالکل مختلف ہوتے ہیں حافظ عمر کے جن منازل
سے گزرے ہیں انہوں نے ان کی نہایت کامیاب ترجمانی اور عکاسی اپنے اشعار میں کی ہے اور یہی ایک بلند پایہ
شاعر کی خصوصیت ہے دیوانِ حافظ کے مطلع کو دیکھ کر یہ نہیں سمجھ لینا چاہئے کہ شاعری کے آغاز ہی میں انہیں پیر طریقت
اور ہادیِ معرفت کا منصب جلیل مل گیا تھا۔ دیوان کا یہ پہلا شعر یقیناً حقائق و معرفت کا ترجمان ہے۔

اَلَا یَا اَیُّهَا السَّاقِی اَدِرْ کَاْساً وَّ نَاوِلْهَا
کہ عشق آساں نمود اوّل ولے افتاد مشکلہا[1]

لیکن یہ بات کسی طرح قرین قیاس نہیں کہ دیوانِ حافظ جس ترتیب سے مدوّن ہو کر شائع ہوا ہے اسی ترتیب سے شاعر نے
نظم بھی کیا ہے۔ میخانہ عبدالنبی کا بیان ہے کہ حافظ کم عمری میں شعر کہنے لگے تھے شروع میں وہ موزوں اشعار نہیں کہہ
سکتے تھے چنانچہ بے تکے اور غیر موزوں اشعار نے انہیں لوگوں کے مذاق کا ایک دلچسپ ذریعہ بنا دیا تھا آہستہ آہستہ
ان کا ذوقِ شعرگوئی نکھرتا گیا آخر کار وہ اس مرتبہ تک پہونچ گئے کہ ان کے کلام پر جذبۂ خدائی کا گمان ہونے لگا۔
دیوان حافظ کے صحافی میر محمدی بھی لکھتے ہیں

از اوانِ جوانی بطبع آزمائی در شعری پرداخت

لیکن کمالِ شعرگوئی کی منزل تک پہونچنے میں بہت دیر لگی اسی طرح سلوک و طریقت کا ادراک بھی چالیس سال سے قبل
نہ ہو سکا اس عرصہ میں وہ ناکامی، یاس و ناامیدی اور رنج و درد کے بیشمار پیچ و خم سے گذرے دکتور آبادی لکھتے ہیں۔
شاید در چہل سالگی بمراد رسیدہ است کہ فرمودہ۔

چل سال رنج و غصہ کشیدیم و عاقبت
تدبیر ما بدست شراب دو سالہ بود[2]
علم و فضلے کہ بچل سال دلم گرد آورد
ترسم آن نرگس مستانہ بیکجا ببرد[3]

حافظ نے ایک اور شعر میں بھی اس امر کا اعتراف کیا ہے کہ انہیں چالیس سال کی عمر ہی میں تصوف کا ادراک نصیب ہوا۔
کہ اے صوفی شراب آنگہ شود صاف
کہ در شیشہ بماند اربعینے[4]

---

[1] دیوان حافظ ص۲۹
[2] دیوان حافظ ص۱۵۱
[3] دیوان حافظ ص۲۰۹
[4] دیوان حافظ ص۳۰۴

اس کے بعد انہیں سلوک و طریقت میں وہ مرتبہ میسر ہوا جس کو فضل و کمال اور صدق و صفا کا آئینہ کہا جا سکتا ہے اس کے ساتھ معرفت و طریقت کا منصب بھی مل گیا ہو تو بعید نہیں جیسا کہ وہ خود کہتے ہیں۔

سحرم ہاتفِ میخانہ بدولت خواہی
گفت باز آی کہ دیرینۂ ایں درگاہی
ہمچو جم جرعۂ ما کش کہ ز سرِ دو جہاں
پرتوِ جامِ جہاں بیں دہدت آگاہی
بامنِ راہ نشیں خیز و سوئے میکدہ آی
تا بہ بینی کہ در آں حلقہ چہ صاحب جاہم

حافظ کے اشعار میں جو تناقض اور تضاد نظر آتا ہے وہ غزل کے متفرق اور منتشر اشعار میں عام طور پر پایا جاتا ہے غزل کا شاعر مشکل ہی سے کوئی ایسا سالم نظریہ پیش کر سکتا ہے جس کو فلسفہ کا نام دیا جا سکے جس طرح آج غزل کی اس خصوصیت پر اعتراض کیا جاتا ہے حافظ کے عہد میں بھی ذہنوں میں اس قسم کے تصورات موجود تھے چنانچہ شاہ شجاع نے حافظ پر بھی اعتراض کیا تھا تذکرۂ دولت شاہ سمرقندی کا بیان ہے کہ شاہ شجاع نے ان سے یہ سوال کیا تھا۔

ابیاتِ غزلہائے شما ارتباطے باہم ندارند یک بیت در وصال است و یک بیت در فراق و سوی در مذمت زہد و ریا و انگاہ بے و میخانہ پرداختہ و از رندی و بیخودی حکایت میکنی باز دم از بے نیازی و استغنا زدہ در عینِ حال بمدح می پردازی یعنی از شاخ بہ شاخ پرواز می نمائی و در ین تلون ذہنِ شنوندہ مشوش خواہد شد و رفعِ کلام از بین می رود کہ ایں خود برخلافِ فصاحت است۔

یہ اعتراض حافظ پر نہیں در حقیقت غزل پر ہے جس میں کوئی مضمون تسلسل کے ساتھ بیان نہیں کیا جاتا، اس کا ہر شعر ایک واحدہ کی حیثیت رکھتا ہے شاہ شجاع کے اس سوال سے پتہ چلتا ہے کہ وہ شعر کا کتنا اچھا ذوق رکھتا تھا اور کتنی عمدہ تنقید کر سکتا تھا اس وقت کا ذہن نظم یا مسلسل غزل کا طالب تھا جس میں کسی موضوع پر ربط و تسلسل کے ساتھ خیالات کا اظہار کیا جاتا ہے فردوسی کی مثال سامنے تھی جس نے ایران کی پوری تاریخ مثنوی میں بیان کر دی ہے عمر خیام رباعی میں ایک سالم نظریہ پیش کر دیا کرتے تھے اس اعتبار سے ان کا شمار فلسفی شعرا میں ہونا چاہئے۔ حافظ اور خسرو میں یہ بات مشترک ہے کہ دونوں نے متعدد سلاطین کا زمانہ دیکھا خسرو نے حافظ سے بادشاہوں کے درباروں کا نظارہ کیا حافظ نے صرف چار سلاطین ہی کے عہد حکومت کی تبدیلیاں دیکھیں یعنی ابو اسحٰق۔ مبارز الدین محمد شاہ شجاع اور شاہ منصور جو شاہ شجاع کا بھتیجہ تھا ان چاروں بادشاہوں کا زمانہ حالات کے لحاظ سے بالکل مختلف تھا شیخ ابو اسحٰق جن کو جمال الدین شاہ ابو اسحٰق بھی لکھا جاتا ہے۔ ابتداءً فارس کے گورنر مقرر ہوئے اور ۷۴۲ھ میں تخت حکومت پر رونق افروز ہوئے یہ سب سے پہلے بادشاہ تھے جنہوں نے حافظ کے جوہرِ ذاتی کو پہچانا۔ حکیم غلام مہدی ایم۔ اے اپنے انگریزی (غیر مطبوعہ) مقالہ میں لکھتے ہیں۔

Shah Jamaluddin Abu Ishaq was the first great ruler who came to the throne in 742 A.H. He was a wise and just king and for the first time discovered the genius of our great poet.

۱۔ دیوان حافظ ص۳۲۴ ۲۔ دیوان حافظ ص۲۰۵

(شاہ جمال الدین ابو اسحٰق پہلا عظیم مکرم تھا جو ۷۴۳ھ میں تخت نشین ہوا۔ وہ ایک عاقل اور انصاف پسند بادشاہ تھا۔ اور اُس نے ہی پہلی بار ہمارے اس عظیم شاعر کی صلاحیت کو دریافت کیا تھا۔)

ابو اسحٰق شاعر بھی تھا اور شاعر دوست بھی یہ دوسرے شعراء کی عزت کرتا تھا لیکن عیش پرست تھا اور امورِ مملکت پر کوئی توجہ نہ کرتا تھا آخر کار اسی عیش پرستی کی بدولت سلطنت اس کے ہاتھ سے نکل گئی اس واقعہ کو علامہ شبلی نے بھی لکھا ہے اور براؤن نے بھی۔ براؤن لکھتا ہے:

This Abu Ishaq was a poet and friend of poets, heedless, pleasure-loving, and so negligent of the affairs of state that when he was at last induced by his favourite Shaykh Aminu'd-Din to fix his attention on the Muzaffari hosts who were investing the capital, he merely remarked that his enemy must be a fool to waste the delicious season of Spring in such fashion, and concluded by reciting the verse:[1]

بیا تا یک امشب تماشا کنیم
چو فردا شود فکر فردا کنیم

(یہ ابو اسحٰق ایک شاعر تھا، وہ شاعروں کا دوست، لاپرواہ اور عیش پسند تھا اور ملک کے حالات سے اتنا بے پرواہ تھا کہ جب آخر کار اس کے عزیز مصاحب شیخ امین الدین نے اُس کی توجہ ان مظفری سپاہ کی طرف دلائی جو اس کے دارالسلطنت پر یلغار کر رہے تھے تو اس نے سرسری طور پر جواب دیا کہ اس کا دشمن بیوقوف ہے جو موسم بہار کے اس خوشگوار وقت کو اس طرح ضائع کر رہا ہے اور اپنی بات مندرجہ ذیل شعر کہہ کر ختم کر دی۔)

اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مبارز الدین محمد نے شیراز فتح کر لیا اور ابو اسحٰق کو تہ تیغ کر دیا گیا اس اندوہناک سانحہ پر حافظ بیحد رنجیدہ ہوئے انہوں نے اس تاثر میں ایک قطعہ نظم کیا جس میں اس عہد کے تمام ارباب علم کا ذکر کیا۔

بہ عہدِ سلطنت شاہ شیخ ابو اسحٰق[2]
بہ پنج شخص عجب ملک فارس بود آباد

شاہ ابو اسحٰق کو حافظ بھول نہ سکے ان کی یاد مدت تک ان کے دل و دماغ سے محو نہ ہوئی غزلوں میں بھی ان کا نام حافظ کے لبوں پر آجاتا ہے۔

راستی خاتم فیروزۂ بو اسحاقی[3]
خوش درخشید ولے دولتِ مستعجل بود

ابو اسحٰق کا دورِ فرمانروائی اس اعتبار سے نہایت مبارک تھا کہ شیراز میں بڑے بڑے صوفی، محقق اور دانشور جمع ہو گئے تھے۔

ابو اسحٰق کے بعد مبارز الدین محمد شیراز اور فارس کا فرمانروا ہوا یہی بادشاہ[4]

---

[1] لٹریری ہسٹری آف پرشیا جلد سوم صفحہ ۲۷۵ [2] دیوان حافظ ص
[3] دیوان حافظ ص ۲۵۵ [4] دیوان حافظ ص ۲۱۴

آلِ مظفر کی حکومت کا بانی اور موسس ہے مبارز الدین محمد نہایت مذہبی قسم کا فرمانروا تھا اس نے شراب خانے بند کرا دیئے اور ہر طرف محتسب مقرر کر دیئے۔ حافظ اس وقت جوان تھے لیکن اپنے اشعار میں سماجی تغیرات کی تصویر کشی کا بہت اچھا شعور ان میں پیدا ہو چکا تھا چنانچہ اس عہدِ پرہیزگاری پر انہوں نے نہایت کامیاب طنز کئے ہیں۔

در مے خانہ بہ بستند خدایا مپسند[1]
کہ در خانۂ تزویر و ریا بکشایند

محتسبوں کی چیرہ دستیوں سے حافظ تنگ تھے ان کے خوف سے نہایت احتیاط سے شراب نوشی کی تلقین کرتے ہیں

اگرچہ بادہ فرح بخش و باد گلریز است
ببانگِ چنگ مخور مے کہ محتسب تیز است

مبارز الدین محمد کے بعد اس کی جگہ اس کے نامور فرزند شاہ شجاع کو ملی یہ بھی ان لوگوں میں تھا جن کو شراب بندی سے اذیت پہونچی تھی چنانچہ باپ کے زمانہ ہی میں اس نے بھی ایک رباعی لکھی تھی۔

در مجلسِ دہر سازِ مستی پست است
نہ چنگ نہ قانون و نہ دف بر دست است
رنداں ہمہ ترکِ مے پرستی کردند
جز محتسبِ شہر کہ بے مے مست است

شاہ شجاع نہایت علم دوست اور وسیع النظر تھا اس نے وہ تمام پابندیاں اٹھا دیں جو اس کے باپ نے عائد کر دی تھیں اب دورِ جام پر کوئی قدغن نہ رہی میخانے آباد ہو گئے رندانِ بلا نوش بے خطر آتش سیال سے کھیلنے لگے اور محتسب شاعروں کے طنز کا شکار ہو گئے حافظ سماجی آزادی کے اس اعلان کو سن کر باغ باغ ہو گئے اسی عالم مسرت میں انہوں نے کہا

سحر ز ہاتفِ غیبم رسید مژدہ بگوش
کہ دورِ شاہ شجاع است مے دلیر بنوش

حافظ آلام حیات سے نجات پانے کی غرض سے "شرابِ لعل" کا سہارا ڈھونڈنے لگے

شرابِ لعل میخواہم کہ مرد افگن بود زورش
کہ تا یکدم بیاسایم ز دنیا و شر و شورش

شراب لعل می نوشم من از جامِ زمرد گوں
کہ زاہد افعی وقت است میسازم بدیں کورش

اُن تکالیف کے پیشِ نظر زاہد کو افعیِ وقت قرار دینا جو اس سے عوام کو پہونچ رہی تھیں بھی قابل تعریف تشبیہ ہے البتہ زمرد سے سانپ کے اندھا ہو جانے کا عقیدہ تجربات سے درست ثابت نہیں ہوا۔

۱؎ دیوانِ حافظ ص ۱۲۳ ۲؎ دیوان حافظ ص ۵۱ ۳؎ شعر العجم ص ۱۹۳/۲ ح ۵
۴؎ دیوان حافظ ص ۲۴۳ ۵؎ دیوان حافظ ص ۲۵۰

شراب و شاہد سے پابندیاں اٹھ گئیں تو حافظ تنہا نے دو سالہ ہی کو غم زندگی کا حریف نہیں بناتے ہیں بلکہ اسی پیراہن پر خرقہ و دستار کو بھی نثار کر ڈالنے کی جرأت رندانہ رکھتے ہیں جو کسی محبوب کے عشق میں چاک کر ڈالا گیا ہو۔

فدائے پیرہن چاک ماہرویان باد
ہزار جامۂ تقویٰ و خرقۂ پرہیز

وہ شراب و نگار ہی کو فروغ مجلس کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔

ہیچ ذرہ نباشد فروغ مجلس انس
مگر بروئے نگار و شراب انگوری

ان تمام اشعار میں حافظ نے اپنے مخصوص جوشِ بیان سے اس مسرت کا اظہار کیا ہے جو شراب اور دوسرے لوازم عیش و نشاط پر سے پابندیاں ہٹ جانے کے باعث انہیں حاصل ہوئی تھیں۔ شراب کے بغیر حسن میں کوئی کشش باقی نہیں رہتی زمانہ وہ آگیا ہے دونوں سے ایک ہی بزم میں پوری آزادی کے ساتھ لطف اٹھایا جا سکتا ہے۔ اسی بنا پر حافظ بیحد مسرور رہیں وہ جوشِ انبساط میں وجد کرتے نظر آرہے ہیں اپنی ذاتی کیفیات کے ساتھ ہی حافظ اس سماج کی عکاسی بھی کرتے جا رہے ہیں جس میں وہ زندگی گذار رہے ہیں انہیں جام زمردگون بھی گردش کرتا نظر آرہا ہے ماہرویوں پر چاک پیرہن بھی پیش نظر ہیں اور ان خرابات میں بھی شمعیں جھلملاتی دکھائی دے رہی ہیں جہاں کل تک "تاریکی سوگواری اور سناٹے کے علاوہ کچھ نہ تھا یہ ساری باتیں ہماری آپ کی دنیا سے متعلق ہیں ان میں اس کائنات کا جلوہ نہیں دیکھا جا سکتا جس کو حقیقت اور معرفت کا عالم کہتے ہیں اسی عالم انبساط میں حافظ نے شاہ شجاع کی مدح میں غزل کہی

صبا است و آخر گل و یاران در انتظار
ساقی بروئے شاہ ببین ماہ و مے بیار

حافظ شراب نوشی کے آداب اور لوازم سے پوری طرح باخبر ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ تنہا پینے میں کوئی لطف نہیں اور شراب کی کمی کے متعلق وہ اس نقطۂ نظر کے حامل ہیں جو بعد کو غالب نے اپنایا یعنی

غم کھانے میں بودا دل ناکام بہت ہے
یہ رنج کہ کم ہے مئے گلفام بہت ہے

حافظ اس وقت تک شراب پینا پسند نہیں کرتے جب تک منوں شراب قدیم ان کے سامنے نہ ہو۔

دو یار زیرک و از بادۂ کہن دو منے
فراغتے و کتابے و گوشۂ چمنے

وہ شاہدانِ سیمیں رخسار کی زلفوں کو چہرے پر منتشر دیکھ کر کہتے ہیں۔

دی در میان زلف : بدیدم رخ نگار	بر ہیئتے کہ ابر محیط قمر شود
گفتم کہ ابتدا کنم از بوسہ گفت نے	بگذار تا کہ ماہ ز عقرب بدر شود

۱؎ دیوان حافظ ص۳۲۹ ۲؎ دیوان حافظ ص۲۹۱ ۳؎ دیوان حافظ ص۳۳۱
۴؎ دیوان حافظ ص۲۹۹ ۵؎ دیوان حافظ ص۱۰۹

ان اشعار کو طریقت و معرفت کا جامہ نہیں پہنایا جا سکتا یہ حافظ کی ایسی واردات ہیں جو خارجی تاثرات کی ترجمانی بھی کر رہی ہیں اور داخلی کیفیات کو بھی نمایاں کرتی ہیں یہی وجہ ہے کہ وہ دورِ شباب کی عذر خواہی ضروری سمجھتے ہیں مگر یہ کہکر کہ یہ سب چیزیں تو عہدِ شباب کے مظاہر ہیں۔

حافظ چہ شد ار عاشق و رند است و نظر باز
بس طورِ عجب لازمِ ایامِ شباب است

حافظ عالمِ مستی میں بھی لعلِ بتاں کے ساتھ بادۂ خوشگوار کو ضروری سمجھتے ہیں وہ ان میں سے کسی کی برائی پر آمادہ نہیں۔

ما عیبِ کس بہ رندی و مستی نمی کنیم
لعلِ بتان خوش است و مے خوشگوار ہم

جوانی کا دور اپنی تمام سرمستیوں کے ساتھ گذر گیا اور اس کے بعد وہ زمانہ شروع ہوا جب وہ اسرارِ سلوک سے واقف ہوئے اس وقت بھی انہوں نے نقطۂ نظر کی تبدیلی کے ساتھ ان کیفیات کا اظہار کیا جو اس نئی دنیا میں قدم رکھنے کے بعد پیدا ہوئی تھیں۔

بہ سرِ جامِ جم آنگہ نظر توانی کرد
کہ خاکِ میکدہ کحلِ بصر توانی کرد

اس غزل میں حافظ کی قلبِ ماہیت ہو گئی ہے وہ بالکل بدلے ہوئے نظر آ رہے ہیں انہوں نے رندی و سرمستی کی قبائے زرنگار اتار دی ہے اور سالکوں کا بوسیدہ لباس پہن لیا ہے یہاں سے ان کی زندگی کا وہ دور شروع ہوتا ہے جس میں وہ رندکی حیثیت سے گامزن نہیں بلکہ سالکِ منزلِ طریقت کے روپ میں آہستہ آہستہ جبل قدمی کر رہے ہیں اس تبدیلی کے باوجود حافظ اپنی دنیوی فلاح اور طلبِ معاش سے غافل نہیں ہوئے وہ آخر عمر تک سلاطین کی مدح کر کے صلات حاصل کرتے رہے۔ لیکن ان کی قصیدہ سرائی کی سطح انوری۔ ظہیر فاریابی۔ اور سلمان ساؤجی وغیرہ سے بہت بلند تھی انہیں قصائد کا صلہ نہ ملتا تو ہلکا سا شکوہ تو ضرور کرتے لیکن مذمت اور ہجو سے ان کا دامن کبھی داغدار نہ ہوتا وہ حسنِ طلب کے طور پر نہایت لطیف اشارے کر کے خاموش ہو جاتے اس قطعہ سے ان کے حسنِ طلب کا [illegible] ہو

بہ صبح خواجہ رساں اے رفیقِ وقت شناس
بہ خلوتے کہ در آں اجنبی صبا باشد

حافظ کا عہدِ شباب رندی و سرمستی میں ضرور بسر ہوا ہے لیکن ان کی اس معنوی خصوصیت کو کسی عالم میں نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ ان کا طبعی میلان ابتداہی سے معرفت و حقیقت کی طرف رہا ہے ان کے دل میں کوئی ایسی چنگاری دبی ہوئی تھی جو کبھا سکتی تھی اس کا بجھنا ممکن نہ تھا یہی وجہ ہے کہ ان کے کلام میں عام اس سے کہ وہ ظاہری بادہ و دوست کا عکاس ہو یا سلاطین اور اکابرِ وقت کی مدح میں ہو اس میں عرفان کا ایک تڑپتا ہوا جذبہ ضرور مل جاتا ہے۔ اسی معنوی رجحان کا اثر تھا کہ آخرکار حافظ اس منزل پر پہونچ گئے جہاں انہیں "لسان الغیب" کا

---

۱ دیوان حافظ ص۱۰۱ ۲ دیوان حافظ ص۳۰۰ ۳ دیوان حافظ ص۱۲۱
۴ دیوان حافظ ص۲۵۰

لقب دیدیا گیا۔ حافظ کا مرتبہ بھی اس خصوصیت سے خالی نہیں چنانچہ ان دو اشعار کو دیکھئے جو شیخ ابو اسحٰق کے ساتھ ارتحال پر ایک غزل میں کہے گئے ہیں۔

یاد باد آنکہ سر کوئے توام منزل بود
دیدہ را روشنی از خاکِ درت حاصل بود

دردلم بود کہ بے دوست نباشم ہرگز
چہ تواں کرد کہ سعی من ودل باطل بود

جن اشعار میں حافظ اپنی ذاتی واردات کی تصویر کشی کرتے تھے وہ اس قسم کے اشعار سے بالکل مختلف معلوم ہوتے ہیں یہ بظاہر ایک قسم کا تضاد ضرور ہے لیکن واقعہ یہ ہے کہ جب اس فطری جوہر کی چنگاری نکلا جاتی تھی وہ زیادہ تر اسی قسم کی تخلیقات پیش کرتے تھے جن میں ان کی ذات نمایاں رہتی تھی۔

جلال الدین تورانشاہ، عہدِ شاہ شجاع کا نہایت ممتاز امیر تھا جسکو وزارت کے عہدے پر بھی مامور ہو گیا تھا اس کا عہدِ وزارت کافی طویل ہوا حافظ کی اکثر غزلوں میں تورانشاہ کا ذکر ملتا ہے اور اس انداز سے ملتا ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ تورانشاہ بھی عالمِ عرفان کی دلچسپیوں کا لذت کش تھا ایک مقام پر حافظ نے اس کے متعلق اشارہ بھی کیا ہے

من غلام نظرِ آصفِ عہدم کورا
صورتِ خواجگی و سیرتِ درویشانست

تورانشاہ سے متعلق مدحیہ اشعار میں عرفانی کیفیات کی جھلک بھی پائی جاتی ہے۔

حافظ زاہد اور محتسب کی ریاکاری کو قطعی پسند نہ کرتے تھے اور اس پر طنز کرنا ضروری سمجھتے تھے جب اس کا موقعہ آجاتا تو وہ مصلحت اندیشی کے پابند نہ رہتے تھے اور نہایت بیباکی کے ساتھ اپنا فرض ادا کر دیتے تھے۔ شاہ شجاع کے زمانہ میں خواجہ عماد ایک مشہور فقیہ تھے شاہ شجاع کو ان سے عقیدت تھی خواجہ عماد نے ایک بلی پال رکھی تھی جس وقت خواجہ نماز پڑھتے بلی بھی اسی انداز سے جھکتی اور پھر سر اٹھاتی تھی عام طور پر مشہور ہو گیا تھا کہ خواجہ کی بلی نماز پڑھتی ہے اسی زمانہ میں حافظ نے ایک غزل کہی جس میں یہ دو شعر بھی تھے۔

صوفی نہاد دام و سرِ حقہ باز کرد
بنیادِ مکر با فلک حقہ باز کرد

اے کبکِ خوش خرام کہ خوش می روی بناز
غرہ مشو کہ گربۂ عابد نماز کرد

آخری شعر میں طنز بھی ہے اور ظرافت کی چاشنی بھی شاہ شجاع کو یہ بات ناگوار ہوئی اور اس نے حافظ کے اسلوبِ غزل پر وہ اعتراضات کئے جو پہلے لکھے جا چکے ہیں ان کا جواب حافظ نے نہایت معقول دیا تھا انھوں نے کہا تھا کہ ان تمام نقائص کے باوجود میری غزلیں دور دور تک مشہور ہو جاتی ہیں

۱؎ دیوان حافظ ص۲۱۹ ۲؎ دیوان حافظ ص۴۴

۳؎ دیوان حافظ ص۱۶۲

جبکہ دوسرے شعرا کا کلام شہر کی چہار دیواری سے ٹکرا کر لوٹ آتا ہے۔ اسی دوران میں حافظ نے ایک اور غزل کہی جس کا یہ شعر

گر مسلمانی ہمین است کہ حافظ دارد
وائے گر در پے امروز بود فردائے

معرض بحث میں آگیا شاہ شجاع پہلے ہی سے مکدر تھا اس نے اس شعر میں قیامت کے انکار یا شک کا پہلو نکال لیا۔ حافظ نے نزاکت وقت کا احساس کرتے ہوئے مولانا زین الدین ابوبکر کی رائے سے مقطع سے قبل اس شعر کا اضافہ کر دیا اس طرح وہ دوسرے شخص کا مقولہ بن گیا۔

این حدیثم چہ خوش آمد کہ سحرگہ می گفت
بر در میکدۂ باذف ونے ترسائے

۷۸۶ھ میں شاہ شجاع نے شاہ منصور بن محمد بن مظفر کے لئے جگہ خالی کر دی۔ خواجہ صاحب نے اس کی تخت نشینی پر بھی غزل کی صورت میں تہنیت پیش کی۔

بیاکہ رایت منصور بادشاہ رسید
نوید فتح وظفر تابہ مہر وماہ رسید

منصور کے دورِ فرمانروائی میں تیمور نے شیراز پر حملہ کر دیا اور منصور اس لڑائی کے دوران میں قتل ہو گیا۔

تیمور ۷۸۹ھ میں شیراز میں داخل ہوا۔ حافظ اور تیمور کی جس ملاقات کا حال تذکرہ نگاروں نے لکھا ہے وہ غالباً اسی سن میں ہوئی دولت شاہ سمرقندی نے ملاقات کا صحیح وقت نہیں لکھا وہ ۷۹۵ھ و ۱۳۹۳ء میں اس ملاقات کا ہونا ظاہر کرتا ہے۔ اس وقت تیمور دوبارہ شیراز ضرور آیا ہے لیکن حافظ اس سے پہلے یعنی ۷۹۱ھ میں انتقال کر چکے تھے۔ ایسی صورت میں ۷۹۵ھ میں ان دونوں کی ملاقات کا کوئی امکان نہیں۔ میخانہ کی روایت کے مطابق تیمور نہایت التفات سے پیش آیا تھا۔ اس نے حافظ سے کہا تھا کہ میں نے سمرقند اور بخارا کو آباد کرنے کی کوشش میں نہ جانے کتنے ممالک کو ویران کر ڈالا اور آپ ایک خالِ ہندی پران شہروں کو جو میرا وطن ہیں نثار کئے ڈالتے ہیں اور پکار کر کہتے ہیں

اگر آن ترک شیرازی بدست آرد دل مارا
بہ خال ہندوش بخشم سمرقند و بخارا را

خواجہ نہایت بذلہ سنج اور حاضر جواب تھے متانت کے ساتھ فرمایا کہ انہیں فضول خرچیوں کا نتیجہ ہے کہ فقر و فاقہ کی زندگی بسر کر رہا ہوں۔

۷۹۱ھ میں حافظ کا انتقال ہو گیا۔ خاکِ مصلیٰ سے تاریخ وفات برآمد ہوتی ہے۔ علامہ شبلی کا یہ ارشاد درست نہیں کہ اس میں ایک سال کی کمی ہے مصلیٰ جس کو زندگی بھر سراہتے رہے تھے ان کا مدفن ہے۔ سلطان بابر بہادر کے دورِ سلطنت میں محمد معمائی نے جو صدارت کے عہدے پر مامور تھا کافی روپیہ صرف کر کے مقبرہ تعمیر کرا دیا جس کو "حافظیہ" سے موسوم کر دیا گیا ہے۔ حافظیہ مرجعِ انام ہے۔ ہفتہ میں ایک روز

۱؎ دیوان حافظ ص ۲۹۹ ۲؎ دیوان حافظ ص ۲۹۹ ۳؎ دیوان حافظ ص ۱۲۶

۴؎ دیوان حافظ ص ۳

لوگ رباعیات کو جاتے ہیں کھانے پکتے ہیں جائے نوشی ہوتی ہے۔ مینوش حضرات شراب بھی پیتے ہیں اور حافظ کے نام کی شراب زمین پر گرا دیتے ہیں۔

حافظ کی غزل کا انداز بالکل انفرادی ہے یہ لب و لہجہ انہیں کے لئے مخصوص ہے ان کے اشعار ایک خاص کیفیت کے آئینہ دار ہوتے ہیں ان کے کلام میں ایک ایسی سحر آفریں تاثیر پائی جاتی ہے جو دلوں کو اپنی گرفت میں لے لیتی ہے انہیں خصوصیات کی بنا پر کلامِ حافظ ہر جگہ مقبول ہے۔ غیر منقسم ہندوستان میں جب تک فارسی کا ذوق رہا دیوانِ حافظ کو بغیر ترجمہ کے پڑھا اور سمجھا جاتا رہا جب یہ مذاق کم ہو گیا تو حافظ کو پڑھنے اور سمجھنے کی غرض سے تراجم کی ضرورت ہونے لگی۔ ماضی قریب میں بعض حضرات نے وقت کے تقاضوں کا خیال کرتے ہوئے دیوانِ حافظ کے اردو تراجم شائع کئے لیکن جس انداز سے ان کی اشاعت ہوئی اس میں وہ حسن اور معیار نہ تھا جس سے جدید نفوق کی تسکین ہوتی۔ ملک میں سب سے پہلے مولانا سجاد حسین صاحب صدر، مدرسہ فتحپوری دہلی نے عوام کے ذوق کی بلندی کا احترام کرتے ہوئے دیوانِ حافظ مترجم کا ایک معیاری نسخہ بازار میں پیش کیا ترجمہ میں زبان کی سلاست روانی اور اختصار کا پورا لحاظ رکھا گیا ہے اور زائد، غیر ضروری الفاظ کے استعمال سے احتراز کیا گیا ہے کوشش کی گئی ہے کہ اصل شعر کی روح ان کی رواں دواں اور آسان نثر میں منتقل ہو جائے مولانا عربی و فارسی کے نہایت ممتاز عالم ہیں اور درس و تدریس کا طویل تجربہ رکھتے ہیں انہیں فارسی اور اردو پر پوری قدرت حاصل ہے مشرقی علوم کی روشنی بچپن ہی سے ان کے ذہن و دماغ کو منور کرتی رہی ہے وہ کرتپور ضلع بجنور کے ایک ایسے علمی اور تاریخی خانوادے سے تعلق رکھتے ہیں جس کو قدیم زمانہ سے منصبِ قضا حاصل رہا ہے ان کے والد حکیم قاضی شمشاد حسین صاحب مرحوم نے مولانا کی تعلیم و تربیت پر غیر معمولی توجہ فرمائی مولانا ۲ نومبر ۱۹۱۱ء کو پیدا ہوئے تاریخی نام قاضی خلیل الرحمٰن (۱۳۲۹ھ) اور قاضی نور العین رکھا گیا۔ عربی اور فارسی کی ابتدائی تعلیم کرتپور میں ہوئی ۱۳۴۲ھ میں انہیں دارالعلوم دیوبند میں داخل کیا گیا۔ ۱۳۴۸ھ تک وہاں تعلیم پاتے رہے۔ سندِ فراغت حاصل کرنے کے بعد ۱۳۴۹ھ سے مدرسہ فتحپوری دہلی میں درس کی خدمات انجام دینا شروع کیں اور ۱۹۳۷ء میں صدر مدرس کے منصب پر پہونچ گئے۔ اگرچہ مولانا عربی علوم میں پوری مہارت حاصل کر چکے تھے لیکن علم کی پیاس نہیں بجھی تھی چنانچہ انہوں نے پڑھانے کے ساتھ پڑھنے کا سلسلہ جاری رکھا اور ۱۹۳۳ء میں الہ آباد بورڈ سے فاضل ادب کا امتحان دیگر تمام بورڈ سے درجہ اول میں کامیابی حاصل کی پھر ۱۹۳۵ء میں پنجاب یونیورسٹی سے آنرز ان عربک (مولوی فاضل) پاس کیا جس میں تمام یونیورسٹی میں اول آئے اور نقرئی میڈل حاصل کیا۔ اس کے علاوہ منشی فاضل درجہ اول میں پاس کیا اور عربی و فارسی کے دوسرے امتحانات بھی دیئے۔ تصنیف اور ترجمہ کے مشاغل سے فطری دلچسپی تھی ان کی کتاب التوشیحات جو عربی کی شہرہ آفاق کتاب سبعہ معلقات کی شرح ہے پاکستان و ہند کے علمی حلقوں میں کافی مقبول ہے۔ انہوں نے گلستان۔ بوستان اور اخلاق محسنی کے تراجم بھی کئے ہیں۔ ان وجوہ سے دیوانِ حافظ کے ترجمہ میں ان خصوصیات کی موجودگی جن کا ابھی ذکر کیا جا چکا ہے تعجب خیز نہیں۔ بحالت موجودہ مولانا ہمدرد دواخانہ میں معاون متولی کے فرائض بھی انجام دے رہے ہیں۔

مولانا سجاد حسین صاحب کے دیوانِ حافظ مترجم کا پہلا اور دوسرا ایڈیشن ملک میں بہت زیادہ مقبول ہوا ہے۔ اس قبول عام کے پیش نظر انہوں نے ایک قدم اور آگے بڑھایا ...

حاشیہ پر نظرثانی کر کے تیسرا ایڈیشن عکسی آفسیٹ پر چھپانے
کا اہتمام کیا یہ کام بڑی جرأتِ مردانہ کا طالب تھا۔ اسی نسبت سے مصارف
کا بار بڑھ رہا تھا۔ مولانا نے عشقِ نبرد پیشہ کے اس چیلنج کو قبول کیا اور اس
ایڈیشن میں انہوں نے ایرانی مصنفین کی ان تحقیقات کے حسن اور معیار کو پیشِ نظر رکھا
ہے جو ایران میں حافظ کے متعلق معتبر اور غیر معتبر شائع ہو رہی ہیں۔ یوں مولانا بھی ذاتی طور پر آرٹ سے دلچسپی
رکھتے ہیں شاید یہی وجہ ہے کہ انہوں نے ترجمہ کے لئے دیوان حافظ کا انتخاب کیا جو ایران کا بہت بڑا حسن دوست
اور غنائی شاعر ہے وہ مناظر قدرت پر جان چھڑکنے کا خوگر ہے رکناباد کی حسین لہروں سے دل کی دھڑکنوں میں اضافہ
کرتا ہے اور مصلیٰ میں عطر بیز ہواؤں سے دماغ کو معطر کرتا ہے حافظ کی غزلیہ شاعری کا محور ہی حسن و شباب اور جمال
و رعنائی ہے وہ ظاہری خوبصورتی کی عکاسی کریں یا ماورائی محبوب کے زلف و رخسار کی تصویر کشی، اس میں حسن کا
ایک مخصوص تصور کارفرما رہتا ہے مجلسی زندگی میں بھی مولانا کی اس خصوصیت کا اظہار ہوتا رہتا ہے وہ نہایت ہنس مکھ
اور بذلہ سنج ہیں۔ ۱۹۶۶ء میں صدر جمہوریہ ہند نے انہیں سرٹیفکیٹ آف آنرز ان پرشین دیا ہے۔ جس کی تاریخ قمر
سنبھلی صاحب نے یہ نکالی ہے:

قاضی سجاد کو خوب آج یہ انعام ملا
حق کے الطاف و عنایت کا ایک انمنہ ہے یہ
عیسوی میں کہی بے ساختہ تاریخ قمر
محض اللہ کا بخشا ہوا اعزاز ہے یہ
۱۹۶۶

فارسی وہ زبان ہے جس نے پاکستان و ہند پر بڑے خوبصورت نقش و نگار بنائے ہیں اُردو پر فارسی کا اثر بہت گہرا
ہے جس طرح مغلوں کے ان نقوش کو ملک کی تہذیب اور کلچر سے محو نہیں کیا جا سکتا جو صدیوں تک ابھرتے رہے ہیں اور
اب اس کے جوہر میں سرایت کر چکے ہیں اسی طرح فارسی کی حلاوت کو اردو سے جدا نہیں کیا جا سکتا۔ اُردو کی بین الاقوامی
شہرت اور مقبولیت میں فارسی کا حصہ بہت زیادہ ہے۔ فارسی نہایت میٹھی رسیلی اور اثر انگیز زبان ہے اس میں
رومان اور وہ نزاکت و رعنائی ہے جو صرف محسوس ہی کی جا سکتی ہے اس زبان کے اشعار میں بھی بڑی دلنشین
تاثیرات پائی جاتی ہیں۔ یہ کافی مالدار زبان ہے اور لٹریچر کا بہت بڑا ذخیرہ اپنے دامن میں رکھتی ہے فارسی کی
بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں قوم پرستی اور وطن دوستی کا جذبہ بلند ہے۔ ایران کی تاریخ سے ظاہر ہے کہ قوم پرستی
کا جذبہ ہر دور میں وہاں موجود رہا ہے حملہ آوروں نے بار بار اسے فتح کیا ہے لیکن ان کے قدم سرزمین فارس پر
جمنے نہیں پائے کسی و کسی نوبت پر انہیں ملک و مکان سے جانا ہی پڑا۔ ایران کے باشندے اپنی حکومت ہی
کے سامنے سر جھکانے کے خوگر ہیں وہ کسی بیرونی پرچم کے آگے سرنگوں رہنا پسند نہیں کرتے۔ فارسی کتابوں
کے تراجم کی وساطت سے حب الوطنی کی یہ شراب بھی چھن چھن کر آتی رہی ہے فارسی لٹریچر کو اُردو لباس
پہنانے کا سب سے بڑا فائدہ یہی ہے۔ خاص طور پر حافظ جیسے بین الاقوامی غزل گو
کی تخلیقات کو اُردو میں منتقل کرنا اس لئے بھی ضروری ہے کہ ان مختلف

---

[1] ملاحظہ ہو — IRAN TO-DAY

فرقوں میں یک جہتی اور ہم آہنگی کی روح پیدا کرنے کے محرک ہیں وہ صوفی ازم کے علمبردار تھے جس میں سب سے زیادہ اہمیت انسانیت کو حاصل ہے مذہب ان کے یہاں ثانوی درجہ رکھتا ہے۔

ہمارے ملک میں بیرونی زبانوں کی تعلیم پر کافی توجہ کی جا رہی ہے۔ فارسی اور عربی کالجوں میں بھی پڑھائی جاتی ہے اور جو لوگ فارسی کا ذوق رکھتے ہیں وہ انفرادی طور پر اس کے لٹریچر کا مطالعہ کرتے ہیں۔ ہندوستان ہر ملک سے دوستانہ تعلقات استوار رکھنا چاہتا ہے۔ وہ امن اور دوستی کی بنیاد پر بقائے باہمی کے عقیدہ کا احترام کرتا ہے۔ ایران سے بھی اسی اصول پر ہندوستان کے روابط بالکل دوستانہ ہیں۔ ان حالات میں فارسی تراجم کی اہمیت اور افادیت مسلم ہے۔ مولانا سجاد حسین صاحب کو عربی اور فارسی سے گہری دلچسپی ہے۔ ان کی ذات سے یہ توقع بیجا نہیں کہ وہ اپنے کام کو نہ صرف جاری رکھیں گے بلکہ اس کی رفتار تیز اور اس کا دائرہ وسیع کر دیں گے۔ اسی کے ساتھ مجھے یہ بھی یقین ہے کہ دیوان حافظ کا یہ معیاری ایڈیشن عام طور پر پسند کیا جائے گا اور ملک میں اس کا پرجوش خیر مقدم ہوگا۔

کوثر چاند پوری

کلامِ حافظ اور فال

مولانا محمد میاں صاحب قمرؔ دہلوی، مسجد فتحپوری دہلی

حافظؔ کا کلام جس طرح رندانِ قدح خوار کے لئے سرمستی اور خوش عیشی کا ذریعہ ہے۔ اسی طرح ہمیشہ سے اہلِ باطن بھی اس سے استفادہ کے قائل رہے ہیں۔ اہلِ صفا کی مجلسیں حافظؔ کے زمزموں سے گونجتی رہی ہیں ان پر حافظؔ کے اشعار سے وجد حال کی کیفیتیں طاری ہوتی رہی ہیں۔

ایک بہت بڑا طبقہ ہے جو اپنی مہموں اور پیش آنے والے واقعات میں حافظؔ کے کلام سے فال نکال کر اپنے قلب کو مطمئن کرتا رہا ہے اور حافظؔ کی صدا کو ایک غیبی آواز یقین کر کے اپنے کاموں کی اس کو بنیاد بناتا رہا ہے اور حافظؔ و کلامِ حافظؔ کو لسان الغیب کا درجہ دیتا رہا ہے تیموری بادشاہ اپنی تمام مہموں میں دیوانِ حافظؔ سے راہنمائی حاصل کرتے رہے ہیں۔ ہمایوں، اکبر اور جہانگیر ہی نہیں بلکہ عالمگیر بھی دیوان حافظ سے فال لے کر پیش قدمیاں کرتا رہا ہے۔

حافظؔ کے تذکرہ نگاروں نے ایسے سینکڑوں واقعات نقل کئے ہیں جن سے فال نکالنے والوں کو حافظؔ کے کلام سے محیر العقول اشارے حاصل ہوئے ہیں۔ ہم ان میں کے کچھ واقعات نقل کرتے ہیں۔

تذکرہ حسینی میں مذکور ہے (۱) ایک شخص کا لڑکا گم ہو گیا تھا تلاش اور جستجو کی گئی لیکن لڑکے کا کچھ پتہ نہ چلا اس نے دیوانِ حافظؔ سے فال نکالی تو یہ شعر سامنے آیا ؎

فاش میگویم واز گفتۂ خود دلشادم　　بندۂ عشقم واز ہر دو جہاں آزادم

اس شعر میں جو اشارہ تھا وہ نہ سمجھ سکا۔ کچھ عرصہ بعد اس کو اس کا لڑکا ایک خانقاہ میں فقیرانہ لباس میں ملا اس نے اپنے لڑکے سے احوال دریافت کئے تو اس نے بتایا کہ میں نے فرقۂ آزاداں اختیار کر لیا ہے اور میں شاہ عشق اللہ کا مرید ہو گیا ہوں۔ اس نے شاہ عشق اللہ سے درخواست کی انہوں نے اس لڑکے کو باپ کے حوالے کیا تب اس پر دیوان حافظؔ کے شعر کا مطلب واضح ہوا۔

(۲) مولوی احمد رضا کو اپنے ایک شاگرد بنیاد خاں سے بہت محبت تھی بنیاد خاں کی بیماری پر مولوی صاحب نے فال نکالی تو یہ شعر نکلا ؎

ما کہ دادیم دل و دیدہ بطوفانِ بلا
گو بیا سیلِ غم و خانہ ز بنیاد ببر

دوسرے ہی روز بنیاد خاں کا انتقال ہو گیا۔

(۳) ایک شخص کا بھائی قید تھا اس نے دیوان حافظ

سے فال نکالی تو یہ مصرع سامنے آیا ؎

کہ دم ہمت ما کرد ز بند آزاد است

اسی روز اُس کا بھائی قید سے رہائی پاکر گھر آگیا۔

(۴) ہمایوں بادشاہ نے جب ایرانی فوج لے کر ہندوستان پر حملہ کا ارادہ کیا تو دیوانِ حافظ سے فال نکالی یہ شعر سامنے آیا ؎

عزیزِ مصر برغم برادرانِ غیور　　ز قعرِ چاہ برآمد بر اوج ماہ رسید

تاریخ داں صاحبان جانتے ہیں کہ اس حملہ میں سب بھائیوں کو شکست دیکر وہ ہندوستان پر قابض ہوا۔

(۵) جہانگیر بنگال کی مہم پر جارہا تھا دیوان حافظ سے فال نکالی تو یہ شعر سامنے آیا ؎

خوردہ ام تیرِ نظر بادہ بدہ تا سرِ مست　　دست در بند کمر ترکشِ جوزا فگنم

اس مہم میں عثمان جو کہ بالمقابل تھا کی پیشانی پر تیر لگا اور وہ مر گیا اور جہانگیر بنگال پر قابض ہوگیا۔

(۶) جہانگیر، اکبر کی ناراضگی کی وجہ سے الہ آباد میں مقیم تھا اور آگرہ کا سفر کرنے میں متردد تھا دیوانِ حافظ سے فال لی تو یہ غزل برآمد ہوئی ؎

چرا نہ در پئے عزمِ دیارِ خود باشم　　چرا نہ خاکِ رہِ کوئے یارِ خود باشم

آگرہ پہونچا باپ سے اتعلقات استوار ہوئے۔ چند روز بعد اکبر کی وفات ہوئی اور جہانگیر تخت و تاج کا وارث بنا۔

(۷) شاہانِ صفویہ میں کا شاہ عباس ثانی تبریز پر لشکر کشی کا ارادہ کر رہا تھا دیوان حافظ سے فال لی تو یہ شعر برآمد ہوا ؎

عراق و پارس گرفتی بشعرِ خوش حافظ　　بیا کہ نوبتِ بغداد و وقتِ تبریز است

تاریخ شاہد ہے کہ شاہ عباس نے اس مہم میں تبریز کو فتح کرلیا۔

(۸) اس سلسلہ میں حافظ کی نمازِ جنازہ اور تدفین کا بھی دلچسپ واقعہ ہے حافظ کے انتقال کے بعد ان کے مخالفین نے کچھ شور و غوغا کیا نمازِ جنازہ اور مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کی مخالفت شروع کردی۔ اسلامی عقائد کے سلسلہ میں ان کا کلام زیرِ بحث آیا تو سب سے پہلے یہ شعر سامنے آیا ؎

قدم دریغ مدار از جنازۂ حافظ　　کہ گرچہ غرقِ گناہ است میرود بہ بہشت

اس پر باتفاقِ رائے نمازِ جنازہ ہوئی اور جنازہ خاکِ مصلیٰ کی سپرد کردیا گیا۔

(۹) سلطنت صفویہ کا بانی شاہ اسماعیل جس نے شیعیت کو ایران کا مذہب قرار دیدیا تھا اور سنی بزرگوں کے مقبروں کو ڈھانے کا بھی حکم جاری کردیا تھا۔ ایک روز ایک شیعہ عالم ملا کس کے ساتھ خواجہ حافظ کے مزار کے پاس سے گذرا ملا کس نے خواجہ حافظ کے مزار کو مسمار کرنے کا مشورہ دیا تو شاہ اسماعیل نے دیوانِ حافظ سے فال نکالی تو یہ شعر نکلا ؎

جوزا سحر نہاد حمائل برابرم　　یعنی غلام شاہم و سوگند میخورم

شاہ اسماعیل نے اس شعر کا مطلب یہ لیا کہ حافظ اس کا تابع اور فرمانبردار ہے ملا کس کے مزید اصرار پر اس نے دوبارہ فال نکالی تو حسب ذیل شعر برآمد ہوا ؎

اے مگس حضرت سیمرغ نہ جولانگہ تست
عرض خود میبری و زحمت ما میداری

(۱۰) فتح علی سلطان ایک نہایت حسین نوجوان تھا۔ خواجہ حافظ کے مزار کے پاس پہونچا اور فال نکالی تو یہ شعر نکلا ؎

سرمست با قبائے زرافشاں چو بگذری — یک بوسہ نذر حافظ پشمینہ پوش کن

فتح علی نے کہا کہ ایک بار نہیں بلکہ دو بار بوسہ دوں گا لیکن بوسہ نہ دیا اور واپس ہو گیا۔ اگلے ہفتہ پھر مزار پر پہونچا اور فال نکالی تو یہ شعر برآمد ہوا ؎

گفتہ بودی کہ شوم مست و دو بوسہ بدہم — وعدہ از حد بشد و ما نہ دو دیدیم و نہ یک

فتح علی نے پھر کہا کہ میں دو بوسے نہیں بلکہ تین بوسے دوں گا اور پھر بغیر بوسے دیئے چلا گیا۔ تیسری بار جب خواجہ صاحب کے مزار پر پہونچا اور فال نکالی تو یہ شعر برآمد ہوا ؎

سہ بوسہ کز دو لبت کردۂ حوالت من — اگر ادا نہ کنی وام دار من باشی

فتح علی اپنی جگہ سے اٹھا اور بے اختیار پے در پے مزار کو بوسے دیئے۔

دیوان حافظ سے فال نکالنے کے مختلف طریقے رائج رہے ہیں۔ بعض صاحبان بسم اللہ پڑھ کر دیوان حافظ کھولتے ہیں۔ اور پھر کسی شعر پر انگلی رکھ کر اس شعر کے مطلب سے فال نکالتے ہیں۔

بعض صاحبان دیوان حافظ کھول کر دائیں صفحے کے ساتویں شعر سے فال لیتے ہیں۔

بعض صاحبان نے فال نکالنے کی حسب ذیل جدولیں تجویز کی ہیں۔ جنسے فال نکالنے کا طریقہ یہ ہے۔

فال نکالنے کا طریقہ

جب فال نکالنے کا ارادہ ہو، پہلے معلوم کریں کہ دن یا رات کے چار پہروں میں سے کونسا پہر ہے (رات اور دن کے آٹھوں پہروں کی جدولیں الگ الگ دیگئی ہیں) پھر اس پہر کی جدول نکال کر پہلے باوضو سورۂ فاتحہ پڑھ کر خواجہ حافظ کی روح کے لئے ایصال ثواب کریں۔ پھر سورۂ فاتحہ ایک بار قل ھو اللہ تین بار اول و آخر درود شریف سات سات بار پڑھیں یا اپنے مقصد کا خیال کر کے اس جدول کے کسی خانہ میں انگلی رکھ دیں اور اس خانہ میں جو حرف ہو اس کو الگ کاغذ پر لکھ لیں پھر لکھے ہوئے حرف کے علاوہ دائیں سے بائیں اپنے حروف چھوڑنے کے لئے اس جدول کے اوپر لکھا ہوا تنے حروف گن کر اگلا حرف بھی اسی کاغذ پر پہلے لکھے ہوئے حرف کی برابر دائیں طرف لکھ لیں جب سطر ختم ہو جائے تو اس سے اوپر والی سطر میں بائیں سے دائیں یہی عمل کریں یہاں تک کہ سب سے اوپر والی (پہلی) سطر پر پہنچ جائیں۔ اگر اس سطر میں کچھ خانے ایسے بچ جائیں جو حساب میں نہ آئے ہوں تو انہیں چھوڑ دیں۔

پھر اس کے بعد جس حرف پر انگلی رکھی تھی اس سے آگے دائیں سے بائیں اسی طرح حروف گن گن کر، کاغذ پر لکھے ہوئے حروف کی سطر میں بائیں طرف لکھتے جائیں جب سطر ختم ہو جائے تو اس سے اگلی نیچے والی سطروں میں سے گنتے

اور کاغذ پر لکھتے جائیں یہاں تک کہ سب سے نیچے
والی آخری سطر پر پہنچ جائیں۔ اگر اس سطر میں کچھ حروف زائد بچ
جائیں جو حساب میں نہ آئیں تو انہیں بھی چھوڑ دیں۔

اب ان حروف کو جو مذکورہ طریقہ سے کاغذ پر جمع کئے ہیں، ملا کر دیکھیں تو ضرور غزل حافظ میں سے کسی غزل کے مطلع کا پہلا مصرع بن گیا ہوگا۔ پھر اس مصرع کو دیوانِ حافظ میں تلاش کر کے اس کے ترجمے اور مفہوم سے اپنا مطلب نکالیں۔

مثال

لت کی جدولوں میں سے پہلے پہر کی جدول مثلاً میں حرف ج پر انگلی رکھی۔ جو اوپر سے نیچے ساتویں سطر میں ہے۔ اس ج کو الگ کاغذ پر لکھ لیا۔ پھر اس جدول کے اوپر لکھی ہوئی ہدایت کے مطابق ج کے علاوہ سات حروف بائیں سے دائیں چھوڑ کر اگلا حرف ن، کاغذ پر لکھے ہوئے ج کی داہنی طرف بڑھا دیا۔ اسی طرح اوپر والی سطروں میں سے بائیں سے دائیں سات سات حروف چھوڑ کر اگلا حرف کاغذ پر داہنی طرف بڑھاتے رہے یہاں تک کہ سب سے اوپر والی سطر میں ب تک پہنچ گئے۔ باقی چار حرف چونکہ حساب میں نہیں آتے اس لئے انہیں چھوڑ دیا۔

پھر اسی طرح (اس ج سے آگے جس پر انگلی رکھی تھی) دائیں سے بائیں سات سات حروف چھوڑ کر اگلا حرف، کاغذ پر لکھے ہوئے حروف کی بائیں طرف بڑھاتے رہے یہاں تک کہ سب سے نیچے والی سطر میں پہلے ش تک پہنچ گئے۔ جس کے بعد تین حروف بچے جو حساب میں نہ آنے کی وجہ سے چھوڑ دئے۔ تو کل حروف حسب ذیل ہوئے۔

ب ا غ ب ا ن گ ر پ ن ج ر و ز ی ص ح ب ت گ ل ب ا ی د

ش جنہے یہ مصرع بن گیا۔ ؎

باغباں گر پنج روزی صحبت گل بایدش

نوٹ

وہ وقت جس میں رات اور دن ملتے ہیں۔ اور اُس وقت کو نہ دن کہہ سکتے ہیں نہ رات۔ ایسے وقت کی جدول بھی علیحدہ ہے جو رات اور دن کی آٹھوں جدولوں کے بعد درج کیگئی ہے۔

اس علم میں چونکہ ہمزۂ اضافت کو مستقل حرف تسلیم نہیں کیا گیا ہے اس لئے جو مصرع برآمد ہوگا اس میں ہمزۂ اضافت نہیں ہوگا۔ لیکن پڑھنے میں اگر ایسا ہمزہ ادا نہیں کیا گیا تو نہ صرف وزنِ شعر غلط ہوگا بلکہ شعر کے صحیح مفہوم تک رسائی بھی مشکل ہو جائے گی۔ نیز الف مقصورہ ی کی صورت میں برآمد ہوگا۔

دن کے پہلے پہر کی جدول نمبر ۱

اس میں سات سات حروف چھوڑ کر اگلا حرف لیا جائیگا۔

	۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰	۱۱	۱۲	۱۳
۱	ر	د	م	ا	د	و	خ	ج	ط	ا	ن	ی	ا
۲	ق	و	و	ز	د	م	ق	ن	ت	ش	س	ک	ل
۳	ک	ب	ی	ر	ا	ت	ا	ر	ہ	ا	ک	ا	د
۴	ر	ر	ا	د	ی	ہ	غ	م	ز	ی	ف	ی	ب
۵	چ	ن	ی	ع	ص	ل	د	ا	ی	ی	ک	ی	ت
۶	ک	ہ	د	س	م	ہ	ش	ک	ت	پ	ش	ت	ت
۷	و	ص	ہ	ر	ذ	ا	د	د	ر	ح	م	ا	ی
۸	ہ	و	ا	ا	پ	ا	ج	د	ی	ل	ن	ء	ت
۹	ر	ر	ا	ر	ت	ا	ی	و	ا	غ	ر	ا	د
۱۰	ن	و	پ	ن	ہ	و	س	ی	ق	ک	ا	ک	ل
۱۱	و	ت	و	د	و	غ	ر	ش	س	ب	ا	ر	ی
۱۲	ر	ا	پ	ت	ز	ر	ک	م	ب	ن	ی	ک	ب
۱۳	ی	ہ	ت	ہ	م	ا	ر	ا	ا	ب	ب	ا	ی
۱۴	ل	د	ل	ر	ت	س	ر	د	ہ	م	ا	د	و
۱۵	ل	ع	ا	پ	پ	ی	ی	ا	ا	ی	ر	ا	ا
۱۶	ت	د	ن	م	س	ی	د	ز	و	ن	ی	ت	ت

	۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰	۱۱	۱۲
۱	ز	ا	ع	س	ز	پ	س	ہ	ی	ی	ح	پ
۲	ن	ا	ی	د	د	ر	ا	ا	ق	ح	ر	س
۳	ع	خ	ل	ی	ج	چ	ت	و	ز	ب	ب	ص
۴	م	و	ب	ص	ل	ن	ت	ن	م	ل	ل	پ
۵	و	ہ	ح	و	ب	ت	ل	ر	ز	و	س	ل
۶	و	ا	ب	م	ب	م	ب	ی	گ	ا	ا	ی
۷	گ	ی	ا	ر	و	ن	ر	ل	د	پ	ب	ہ
۸	ی	و	س	ل	د	ا	پ	ک	ی	ا	و	ر
۹	م	ر	ہ	ت	ق	م	ی	ن	ا	ی	چ	ی
۱۰	ی	ا	ت	ث	ا	و	پ	ش	ض	س	ر	ر
۱۱	گ	ی	د	ر	ر	و	ب	ل	ا	م	ض	ی
۱۲	ز	ا	خ	ر	د	و	ا	ج	ز	و	ب	ر
۱۳	ا	ر	ا	ا	ذ	ا	پ	ط	ی	م	ی	ر
۱۴	د	ا	ا	ص	ر	د	و	ہ	خ	پ	ت	ا

دن کے دوسرے پہر کی جدول نمبر ۲

اس میں چھ چھ حروف چھوڑ کر اگلا حرف لیا جائیگا۔

دن کے تیسرے پہر کی جدول ۳

اس میں چھ چھ حروف چھوڑ کر اگلا حرف لیا جائیگا

	۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰	۱۱	۱۲
۱	د	پ	ا	س	ش	ک	ا	و	ا	ی	ح	ر
۲	ل	ی	ش	ر	چ	ر	ا	ب	دہ	ر	ہ	ی
۳	ز	ب	ن	ل	ف	آ	ک	ہ	ل	ح	ا	ت
۴	گ	چ	ا	ع	ی	گ	م	ف	ی	ت	ل	ش
۵	ر	ب	ت	خ	ف	ک	م	ا	د	ہ	ج	خ
۶	ش	ی	ز	ر	ا	س	ی	و	د	چ	م	م
۷	ت	ب	ر	م	ا	ی	و	ہ	م	و	د	ہ
۸	ک	پ	چ	ر	ی	س	ز	و	ا	ہ	س	م
۹	ا	ن	ہ	ر	ن	ی	ہ	ق	خ	خ	د	ا
۱۰	د	ج	ی	د	د	گ	م	م	ب	گ	ا	ا
۱۱	ر	ی	ژ	ی	ل	ن	پ	م	ث	و	ن	ع
۱۲	ب	ا	ی	د	ہ	ا	ذ	د	ل	گ	ی	ب
۱۳	ن	آ	ر	د	ڈ	ت	گ	ب	ر	ا	د	ی
۱۴	ل	و	ی	ک	ء	ہ	م	ک	ش	ن	و	ی

	۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰	۱۱
۱	ا	پ	چ	ش	خ	م	ص	ی	ع	ن	م
۲	ط	ز	ب	ن	ہ	د	م	ع	ر	ا	و
۳	د	ا	ت	ذ	ع	ب	ر	گ	ن	ر	ا
۴	س	ہ	چ	ل	ک	و	ر	ب	ت	ش	ش
۵	ہ	ح	ی	ز	ہ	م	د	گ	د	ا	ف
۶	ن	م	م	ف	د	ر	ل	ی	ن	ا	ت
۷	ا	ک	ک	ت	س	ر	ن	و	ہ	د	چ
۸	خ	ت	د	و	پ	ی	ی	ن	و	غ	گ
۹	گ	د	ر	ی	پ	م	م	ر	م	م	ہ
۱۰	ہ	پ	ت	ث	و	ی	س	ش	ا	ب	ت
۱۱	د	ث	ت	ر	ط	ر	م	ا	ر	گ	أ
۱۲	ب	ق	ا	س	د	و	ب	ی	و	ہ	م
۱۳	ش	ش	ح	پ	ص	ا	ہ	ا	ک	ج	ا
۱۴	ا	ز	ن	م	ن	ل	ن	ل	و	و	د

دن کے چوتھے پہر کی جدول ۴

اسمیں چھ چھ حروف چھوڑ کر اگلا حرف لیا جائیگا

رات کے پہلے پہر کی جدول ۵

اس میں سات سات حروف چھوڑ کر اگلا حرف لیا جائیگا

	۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰	۱۱	۱۲	۱۳
۱	ن	م	ر	د	ب	ن	د	ی	و	ی	و	ا	ا
۲	ک	ا	ا	ب	س	ز	ن	غ	ت	م	ر	ہ	و
۳	ع	ی	پ	ہ	ن	پ	ا	ز	ی	ک	ا	د	ک
۴	ا	ر	م	د	ہ	ن	ل	ش	ن	س	ا	س	ج
۵	گ	ک	ا	ن	ت	ز	ت	ن	ر	ش	ن	و	د
۶	ف	و	گ	چ	ب	ہ	گ	ر	ر	م	و	ن	گ
۷	م	ل	ا	ا	ن	ع	ج	و	ی	ح	ن	ق	ا
۸	و	ر	ی	ن	ن	ک	ت	م	د	د	م	ش	د
۹	و	ر	ر	ج	ز	خ	د	ا	ش	و	و	ہ	ی
۱۰	ا	د	ن	ک	ا	ز	ت	ص	ل	ز	ک	ہ	ز
۱۱	د	ق	ح	ا	ش	ہ	خ	ج	ر	ر	ب	ن	ر
۱۲	س	و	ف	ا	ی	ت	م	ب	پ	ش	ا	ن	ر
۱۳	گ	ہ	ز	ر	و	پ	ت	م	ل	ر	ر	د	ل
۱۴	گ	د	ی	پ	و	ک	ی	پ	ر	ب	ک	ا	پ
۱۵	ش	ب	ا	د	ی	ن	ی	ب	ی	م	ش	ا	ر
۱۶	ن	د	ی	د	ن	ی	ن	م	د	ش	ن	ہ	ش

	۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰	۱۱	۱۲
۱	ا	م	و	م	ن	ہ	ا	ی	ر	ر	پ	ی
۲	ز	گ	ا	ح	خ	ا	س	ا	ر	ز	پ	ر
۳	د	ت	ر	پ	ث	ا	ا	ک	ک	د	ک	ر
۴	ط	پ	س	س	ش	و	و	ا	ا	ع	ر	م
۵	ی	غ	م	ث	و	ا	ن	ت	ر	ر	م	م
۶	ز	م	و	و	ف	خ	ن	ک	ا	پ	ی	ر
۷	ا	ح	م	لا	ا	ث	خ	ن	س	ن	م	ش
۸	ر	ر	ن	ث	د	ی	د	و	ح	و	ہ	س
۹	ک	م	ش	ث	ر	م	ر	ن	ر	ن	ر	ح
۱۰	پ	ز	ن	ا	ع	ح	د	ت	ل	د	م	ر
۱۱	ن	ا	ل	ف	ق	ج	ا	د	م	ا	ت	ص
۱۲	ا	ح	ہ	ی	ی	و	و	ل	د	پ	ب	ف
۱۳	خ	ہ	و	ی	ی	ی	ز	ل	ل	ص	و	ا
۱۴	ن	ا	ا	ا	و	ہ	م	م	ق	ط	ک	ل

رات کے دوسرے پہر کی جدول ۶

اس میں چھ چھ حروف چھوڑ کر اگلا حرف لیا جائیگا

رات کے تیسرے پہر کی جدول ۷

اس میں چھ چھ حروف چھوڑ کر اگلا حرف لیا جائے گا۔

	۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰	۱۱	۱۲
۱	ج	م	گ	ع	م	گ	پ	ا	ژ	ر	ہ	ن
۲	ل	ج	ی	د	غ	ق	م	غ	د	ح	ہ	ہ
۳	ا	ع	ذ	و	ض	و	ا	م	ر	ا	ج	و
۴	ص	ف	ت	ی	ر	ہ	ر	ل	ت	ی	پ	ی
۵	د	و	ت	ا	ک	د	ز	ع	گ	و	د	ہ
۶	ی	گ	و	ل	ک	ز	ژ	ا	ل	ک	ش	و
۷	ز	ح	ر	س	ا	ن	ک	ل	ر	و	ت	ر
۸	ا	ز	ف	ت	ت	ا	ی	م	س	ت	ا	و
۹	ن	ن	ن	ر	گ	ق	ء	ج	م	س	ج	ر
۱۰	د	ی	ہ	ی	ت	ا	ہ	م	خ	ا	ر	ا
۱۱	ن	ی	ہ	ر	ن	و	ی	پ	د	م	ی	م
۱۲	د	ن	ر	ر	ہ	پ	ا	ا	س	خ	گ	ج
۱۳	ن	ر	ژ	ر	ی	ا	ا	و	ا	پ	ا	ژ
۱۴	ر	ن	ا	پ	ی	ی	م	م	ی	ز	س	ش

	۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰	۱۱
۱	د	د	ا	ا	پ	د	س	ی	ر	ی	ی
۲	ش	ر	ت	د	ا	ن	د	ر	د	ا	ا
۳	ژ	و	ل	ی	م	ر	ر	ل	ر	پ	ا
۴	ا	ہ	ش	پ	ع	ک	ذ	ز	پ	د	ر
۵	ش	و	ا	ی	د	م	ت	م	ی	ل	ا
۶	ر	ی	د	م	ع	س	ر	خ	س	ح	ن
۷	ش	ل	س	ش	ر	س	س	ق	ا	ت	ی
۸	و	ن	خ	گ	م	و	د	پ	ت	ن	ذ
۹	ت	د	و	و	ز	ی	ا	ح	ر	م	س
۱۰	ت	ہ	ر	ل	م	ا	و	ج	س	ی	ت
۱۱	ا	ہ	ک	ل	ت	ن	پ	ن	م	ن	ی
۱۲	گ	م	ذ	ن	ج	ا	د	و	ی	ی	ی
۱۳	ل	ر	م	ش	ک	س	ز	س	ہ	ز	ک
۱۴	ن	ل	ہ	ض	م	د	ن	ی	م	م	د

رات کے چوتھے پہر کی جدول ۸

اس میں لکھے جانے والے حرف کے علاوہ چھ حروف چھوڑ کر اگلا حرف لیا جائے گا۔

رات اور دن کی مشترک جدول ۹

اس میں، لکھے ہوئے حرف کے علاوہ چھ حروف چھوڑ کر اگلا حرف لکھا جائیگا۔

	۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰	۱۱	۱۲	۱۳	۱۴
۱	ی	ٹ	م	پ	د	ک	ر	و	ر	ی	ل	ر	ن	و
۲	س	ک	ر	پ	غ	ا	ز	ف	م	م	ل	ت	ر	گ
۳	گ	ن	ن	ی	د	ا	ا	م	چ	خ	ب	و	پ	ر
۴	گ	د	و	ر	س	و	ی	ش	ن	ش	گ	ت	پ	ش
۵	ت	ج	م	گ	ی	ا	د	ہ	ح	ی	ل	پ	ی	ک
۶	پ	د	ر	ی	ن	پ	ہ	ا	م	و	خ	ش	ی	د
۷	ز	ش	ی	و	ا	د	ز	ا	ک	ک	ش	ن	و	م
۸	ی	ی	ا	ر	ک	ط	ی	د	ن	ن	ن	ہ	ب	خ
۹	ب	گ	د	گ	ک	ع	ا	ک	ر	ز	د	ا	ش	ن
۱۰	ن	د	س	ر	م	ع	ہ	ح	ک	ر	م	د	ر	خ
۱۱	ا	ا	ا	ن	ل	و	و	ن	ک	چ	ق	ب	ی	م
۱۲	خ	ل	ا	ا	ب	ا	ت	م	ب	م	ر	ا	ر	م
۱۳	م	ش	ی	د	ر	ی	ی	خ	ک	ر	ا	ا	خ	ک
۱۱	و	ن	م	ش	ر	و	ن	ر	د	ت	ت	د	ش	م

اَلَا یَا اَیُّھَا السَّاقِی اَدِرْ کَاسًا وَّ نَاوِلْھَا
آگاہ! اے ساقی پیالے کا دور چلا اور دے
کہ عشق آساں نمود اول ولے افتاد مشکلہا
کیونکہ ابتدا میں عشق آسان نظر آیا لیکن مشکلیں آن پڑیں

بوئے نافہ کآخر صبا زاں طرہ بکشاید
اس نافہ کی مہک کی تمنا میں، جو آخر صبا اس طرہ سے کھولے گی
ز تاب جعد مشکینش چہ خوں افتاد در دلہا
اس کے مشکیں گھنگریالے بالوں کی چمک کی وجہ سے دلوں میں کس قدر خون پڑ گیا

بمے سجادہ رنگیں کن گرت پیر مغاں گوید
اگر تجھے پیر مغاں کہے تو مصلیٰ شراب سے رنگ لے
کہ سالک بیخبر نبود ز راہ و رسم منزلہا
اس لیے کہ سالک منزلوں کی رسم و راہ سے بیخبر نہیں ہوتا ہے

مرا در منزل جاناں چہ امن و عیش چوں ہر دم
مجھے محبوب کے پڑاؤ میں کیا امن و عیش؟ جبکہ ہر دم
جرس فریاد می دارد کہ بر بندید محملہا
گھنٹہ اعلان کر رہا ہے کہ کجاوے کس لو

شب تاریک و بیم موج و گردابے چنیں ہائل
اندھیری رات اور موج کا خوف اور ایسا خوفناک بھنور
کجا دانند حال ما سبکباران ساحلہا
ساحلوں کے بے فکرے ہمارا حال کب سمجھ سکتے ہیں

ہمہ کارم ز خودکامی بہ بدنامی کشید آخر
خود غرضی کی وجہ سے میرے تمام کام انجام میں بدنامی پر پہنچے
نہاں کے ماند آں رازے کزو سازند محفلہا
وہ راز کب چھپ سکتا ہے جس سے محفلیں گرم ہوں

حضوری گر ہمی خواہی ازو غائب مشو حافظ
اے حافظ تو حضوری چاہتا ہے تو اس سے غائب نہ ہو
مَتٰی مَا تَلْقَ مَنْ تَھْوٰی دَعِ الدُّنْیَا وَ اَھْمِلْھَا
جب تم کو محبوب سے ملاقات ہو تو دنیا کو چھوڑ دو اور ترک کر دو

اے فروغِ ماہِ حسن از روئے رخشانِ شما
اے وہ کہ حسن کے چاند کی رونق تمہارے روئے روشن سے ہے
آبروئے خوبی از چاہِ زنخدانِ شما
خوبصورتی کی آبرو تمہاری ٹھوڑی کے گڑھے سے ہے

عزمِ دیدارِ تو دارد جانِ برلب آمدہ
ہونٹوں پر آئی ہوئی جان تمہارے دیدار کا ارادہ رکھتی ہے
باز گردد یا برآید چیست فرمانِ شما
تمہارا کیا حکم ہے، وہ نکل آئے یا لوٹ جائے

کے دہد دست ایں غرض یارب کہ ہمدستاں شوند
اے خدا یہ مقصد کب حاصل ہوگا کہ اکٹھے ہو جائیں؟
خاطرِ مجموعِ ما زلفِ پریشانِ شما
ہمارا مطمئن دل، اور تمہاری پریشان زلف

کس بدورِ نرگست طرفے نبست از عافیت
تمہاری نرگس کے دور میں کسی کو چین نصیب نہ ہوا
بہ کہ بفروشند مستوری بمستانِ شما
بہتر یہی ہے کہ پارسائی تمہارے مستوں کے ہاتھ بیچ دیں

بختِ خواب آلودِ ما بیدار خواہد شد مگر
شاید! ہمارا سویا ہوا نصیبہ جاگ اٹھے
زانکہ زد بر دیدہ آبے روئے رخشانِ شما
اس لئے کہ تمہارے روئے روشن نے آنکھوں پہ پانی چھڑک دیا ہے

با صبا ہمراہ بفرست از رخت گلدستۂ
اپنے رخ کا ایک گلدستہ صبا کے ساتھ بھیج دو
بو کہ بوئے بشنویم از خاکِ بستانِ شما
شاید تمہارے باغ کی خاک کی ہم، خوشبو سونگھ سکیں

دل خرابی می کند دلدار را آگہ کنید
دل خرابی پیدا کر رہا ہے، محبوب کو آگاہ کر دو
زینہار اے دوستاں جانِ من و جانِ شما
خبردار اے دوستو! تمہیں میری اور تمہاری جان کی قسم

عمرتاں باد و دراز اے ساقیانِ بزمِ جم
جمشید کی محفل کے ساقیو! تمہاری عمر دراز ہو
گرچہ جامِ ما نشد پرمے بدورانِ شما
اگرچہ تمہارے دور میں ہمارا پیالہ شراب سے پر نہیں ہوا ہے

اے صبا با ساکنانِ شہرِ یزد از ما بگو
اے صبا یزد کے ساکنوں کو ہمارے جانب سے کہہ دے
کاے سرِ حق ناشناساں گوئے میدانِ شما
کہ اے حق ناشناسوں کا سر تمہارے میدان کی گیند ہے
ق

گرچہ دوریم از بساطِ قرب ہمت دور نیست
اگرچہ قرب کی بساط سے ہم دور ہیں، توجہ دور نہیں ہے
بندۂ شاہِ شمائیم و ثنا خوانِ شما
ہم تمہارے بادشاہ کے غلام اور تمہارے مداح ہیں

دور دار از خاک و خوں دامن چو بر ما بگذری
جب ہم پر سے گذرو دامن کو خاک اور خون سے دور رکھو
کاندریں رہ کشتہ بسیارند قربانِ شما
اس لئے کہ اس راستہ میں تم پر قربان مقتول بہت ہیں

اے شہنشاہِ بلند اختر خدارا ہمتے
اے بلند اختر بادشاہ! خدا کے لئے توجہ کیجئے
تا ببوسم ہمچو گردوں خاکِ ایوانِ شما
تاکہ آسمان کی طرح تمہارے محل کی خاک کو بوسہ دوں

می کند حافظ دعائے بشنو آمینے بگو
حافظ دعا کرتا ہے، سنو، اور آمین کہو
روزئ ما باد لعلِ شکر افشانِ شما
تمہارا شکر بکھیرنے والا ہونٹ، ہماری روزی ہو

اگر آں ترکِ شیرازی بدست آرد دلِ ما را
اگر وہ شیرازی معشوق، ہمارا دل تھام لے
بخالِ ہندوش بخشم سمرقند و بخارا را
تو اس کے دلفریب تل کے عوض میں سمرقند و بخارا بخش دوں

بدہ ساقی مئے باقی کہ در جنت نخواہی یافت
اے ساقی باقی شراب بھی دے دے اس لئے کہ تو جنت میں نہ پائے گا
کنارِ آبِ رکناباد و گلگشتِ مصلیٰ را
رکناباد کی نہر کا کنارا، اور مصلیٰ کی سیرگاہ

---

۱ یعنی حسن کو بھی محبوب کی وجہ سے عزت حاصل ہوتی ہے۔
۲ دل ہمیں جب ہی حاصل ہوگی جب پریشان زلفوں کا وصل میسر آجائیگا
۳ مستان سے محبوب کی آنکھیں مراد ہیں یعنی زہد ان پر قربان کر دیا جائے۔
۴ چمک دار چیز کو دیکھنے سے آنکھوں میں آنسو بھر آتے ہیں۔
۵ بو، بود کا مخفف ہے۔
۶ کیونکہ یہ ہمارا قصور ہے۔
۷ آسمان کے اطراف کا جھکاؤ محل کی خاک بوسی کے لئے ہے۔
۸ رکناباد کی نہر اور مصلیٰ کی سیرگاہ کا منظر جنت میں ہاتھ نہ آئے گا۔

فغاں کیں لولیانِ شوخِ شیریں کارِ شہر آشوب
فریاد کہ یہ شریر، شیریں کار، شہر کو فتنہ میں مبتلا کرنے والے معشوق

چناں بردند صبر از دل کہ ترکاں خوانِ یغما را
دل سے صبر کو اس طرح لوٹ لے گئے جیسا کہ اہلِ غنیمت کے خوانِ یغما کو

زِ عشقِ ناتمامِ ما جمالِ یار مستغنی ست
ہمارے ناقص عشق سے، یار کا حسن بے نیاز ہے

بآب و رنگ و خال و خط چہ حاجت روئے زیبا را
حسین چہرے کو آب و رنگ اور تل اور خط کی کیا ضرورت ہے

من از آں حسنِ روز افزوں کہ یوسف داشت دانستم
میں اُس روز بروز بڑھنے والے حسن سے جو کہ یوسف رکھتے تھے سمجھ گیا

کہ عشق از پردۂ عصمت بروں آرد زلیخا را[1]
کہ عشق زلیخا کو پاکی کے پردے سے باہر نکال لائے گا

حدیث[2] از مطرب و مے گوی و راز دہر کمتر جو
تو شراب اور مطرب کی بات کر اور زمانہ کا راز کم تلاش کر

کہ کس نکشود و نکشاید بحکمت ایں معما را
اس لیے کہ دانائی سے کسی نے یہ معمہ کھولا ہے نہ وہ کھولے

نصیحت گوش کن جاناں کہ از جاں دوست تر دارند
پیارے نصیحت سن اس لیے کہ جان سے زیادہ پیارا رکھتے ہیں

جوانانِ سعادتمند پندِ پیرِ دانا را
سعادتمند نوجوان رنج رسیدہ بوڑھے ہوشیار کی نصیحت کو

بدم[3] گفتی و خرسندم عفاک اللہ نکو گفتی
تو نے مجھے برا کہا اور میں خوش ہوں خدا تجھے معاف کرے تو نے اچھا کہا

جوابِ تلخ می زیبد لبِ لعلِ شکر خارا
لعل جیسے شکر ریز لب پر تلخ کڑوا جواب زیب دیتا ہے

غزل گفتی و دُر سفتی بیا و خوش بخواں حافظ
اے حافظ تو نے غزل کہی اور موتی پرو دیئے آ، اور خوش الحانی سے پڑھ

کہ بر نظمِ تو افشاند فلک عقدِ ثریا را
اس لیے کہ آسمان تیری نظم پر ثریا کے ہار نچھاور کرے گا

[1] یوسف کا روز بروز بڑھنے والا حسن ہی زلیخا کی رسوائی کا سبب بنا۔
[2] میدانِ عشق و محبت میں دیوانگی درکار ہے نہ کہ عقل و دانش۔
[3] محبوب کی تلخ کلامی باعثِ لذت ہے۔

بملازمانِ سلطاں[4] کہ رساند ایں دعا را
بادشاہ کے ملازموں کو یہ التجا کون پہنچائے گا

کہ بشکرِ پادشاہی ز نظر مراں گدا را
کہ بادشاہی کے شکرانہ میں فقیر کو نظر سے نہ ہٹا

چہ قیامت ست جاناں کہ بعاشقاں نمودی
اے معشوق کیا قیامت ہے جو کہ تو نے عاشقوں کے لیے ظاہر کیا ہے

رخِ ہمچو ماہِ تاباں دلِ ہمچو سنگِ خارا
روشن چاند جیسا چہرا اور سنگِ خارا جیسا دل

ز رقیبِ دیو سیرت بخدا ہمی پناہم
دیو طبیعت رقیب سے میں خدا کی پناہ چاہتا ہوں

مگر آں شہابِ ثاقب[5] مددے کند خدا را
شاید وہ روشن ستارا خدا کے لیے مدد کرے

دلِ عالمے بسوزی چو عذار بر فروزی
جب تو رخسار روشن کرتا ہے، ایک عالم کے دل کو جلا دیتا ہے

تو ازیں چہ سود داری کہ نمی کنی مدارا
تجھے اس سے کیا فائدہ ہے کہ خاطر تواضع نہیں کرتا ہے

مژۂ سیاہت ار کرد بخونِ ما اشارت[6]
تیری سیاہ پلکوں نے اگر ہمارے قتل کا اشارہ کیا ہے

ز فریبِ او بیندیش و غلط مکن نگارا
تو اس مکر کے بارے میں سوچ اور اے معشوق غلطی نہ کر

ہمہ شب دریں امیدم کہ نسیمِ صبحگاہی
تمام رات، اسی تمنا میں ہوں کہ نسیمِ سحری

بہ پیامِ آشنائی بنوازد آشنا را
دوست کو، دوستی کے پیغام سے نواز دے

دلِ دردمندِ عاشق کہ ز ہجر تست پر خوں
دردمند عاشق کا دل تیرے فراق سے خون میں ہے

چہ شود[7] گرش رسانی بوصالِ خویش یارا
کیا ہو جائے گا اگر تو اس کو اپنے وصال تک پہنچا دے گا

دلِ مستمندِ ما را بشکنجِ زلف بردی
ہمارے حاجتمند دل کو تو زلف کے شکنجے میں قید کر کے لے گیا

مشکن دلِ ضعیفم بنواز ایں گدا را
ہمارے کمزور دل کو نہ توڑ اس فقیر کو نواز دے

[4] سلطان سے مراد معشوق ہے یعنی اپنے حسن کا صدقہ فقیروں کو دینا چاہیئے۔
[5] شیاطین کو لوٹنے والا ستارا ثاقب کہلاتا ہے یعنی رقیب پر محبوب کی مدد سے فتح حاصل ہو سکتی ہے۔
[6] معشوق کو قتل کی کیسی ہی رغبت ہو لیکن عاشقوں کا خون بہانا اچھا نہیں ہے۔
[7] عاشق کے وصال سے معشوق کا کیا بگڑتا ہے۔

ز فریبِ چشمِ مستت دلِ دردمند خوں شد
تیری مست نگاہ کے فریب سے دردمند دل خون ہو گیا ہے

نظرے بکن بحالش بت دلربا خدا را
اے دلربا بت! خدا کے لئے اس کے حال پر ایک نظر کر

چو طبیبِ دردمنداں لبِ لعلِ یار باشد
جبکہ دردمندوں کا طبیب معشوق کا لعل جیسا ہونٹ ہو

دلِ دردمندِ عاشق ز کہ جوید ایں دوا را
تو عاشق کا دردمند دل اس دوا کو کس کے پاس تلاش کرے

خبرے ز حالِ عاشق برِ یار باز گوئید
عاشق کی حالت کی خبر یار کے پاس جا کر کہہ دو

برسد مگر ز زلفش اثرے مشامِ ما را
شاید! اس کی زلف کا کوئی اثر ہمارے دماغ تک پہونچ جائے

بخدا کہ جرعۂ دہ تو بحافظِ سحر خیز
خدا کیلئے! صبح کو بیدار ہو نوالے حافظ کو تو ایک گھونٹ دیدے

کہ دعائے صبحگاہی اثرے کند شما را
اس لئے کہ صبح کے وقت کی دعا تمہارے لئے مفید ہوگی

تا جمالت عاشقاں را زد بوصلِ خود صلا
جب سے تیرے حسن نے عاشقوں کو اپنے وصال کی دعوت دی ہے

جان و دل افتادہ اند از زلف و خالت در بلا
جان اور دل تیری زلف و تل سے مصیبت میں پڑے ہیں

آنچہ جانِ عاشقاں از دستِ ہجرت می کشد
عاشقوں کی جان تیرے فراق کے ہاتھ سے جو کچھ برداشت کرتی ہے

کس ندیدہ در جہاں جز کشتگانِ کربلا
کربلا کے شہیدوں کے علاوہ کسی نے دنیا میں نہیں دیکھا ہے

ترکِ ما گر می کند رندی و مستی جانِ من
اگر ہمارا معشوق رندی اور مستی کرتا ہے تو اے میری جان!

ترکِ مستوری و زہدت کرد باید اولا
تجھے پہلے پرہیزگاری اور زہد کو ترک کر دینا چاہئے

بزمِ عیش و موسمِ شادی و ہنگامِ طرب
عیش کی محفل اور خوشی کا موسم اور مستی کا وقت

پنج روز ایامِ عشرت را غنیمت داں دلا
عیش و عشرت کے پانچ دن کو اے دل غنیمت سمجھ

با کہ بنشینم کہ را گویم دگر من رازِ دل
کس کے ساتھ بیٹھوں کس سے کہوں پھر دل کا راز

زانکہ من در عشقِ او جز غم نکردم حاصلا
اس لئے کہ غم کے سوا اس کے عشق میں مجھے کچھ حاصل نہ ہوا
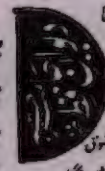
حافظا گر پائے بوسِ شاہ دستت می دہد
اے حافظ اگر تجھے شاہ کی قدم بوسی حاصل ہو جائے

یافتی در ہر دو عالم زینتِ عز و علا
تو تو نے دونوں جہان میں عزت اور بلندی کی رونق حاصل کر لی

تا کے بدردِ ہجر کنی ناتواں مرا
ہجر کے درد میں مجھے کب تک ناتواں بنائے گا

یکدم بوصلِ خویش بکن شادماں مرا
تھوڑی دیر کے لئے اپنے وصل سے مجھے خوش کر

میخواستی ہمیشہ گرفتارِ ہجرِ خود
تو ہمیشہ اپنے فراق میں گرفتار رکھنا چاہتا تھا

دیدی بکامِ خویشتن آخر چناں مرا
آخر تو نے مجھے ویسی حالت میں اپنے مقصد کے مطابق دیکھ لیا

نبود ہیچ وجہ دمے از توام گریز
تھوڑی دیر تجھ سے بھی کسی طرح میرے لئے تجھ سے گریز ہو سکا

زاں رو کہ نیست جز تو کسے در جہاں مرا
اس لئے کہ جہاں میں تیرے سوا میرا کوئی نہیں ہے

در حیرتم کہ بے تو چساں زندگی کنم
میں حیران ہوں تیرے بغیر کس طرح زندگی گذاروں

چوں نیست خوب خوردن غمت یکزماں مرا
جبکہ تیرے غم کو بھی تھوڑی دیر کے لئے بھی مجھے سہنا اور کھانا نہیں ہے

۱؎ عاشق کے مرض کی دوا معشوق ہی کے پاس ہے۔ لہذا اسی سے ہی طلب کی جا سکتی ہے۔
۲؎ محبوب کی زلفوں کی خوشبو ہی عاشق کو جان بخش سکتی ہے۔
۳؎ صبح کی شراب پلا کر دعا لے
صبح کی دعا میں اثر ہوتا ہے۔
۴؎ یعنی معشوق کے رنگ میں رنگا جانا چاہیے۔
۵؎ یعنی عیش کی چند روزہ زندگی کو غنیمت سمجھنا چاہیے۔
۶؎ یعنی مجھے ہجر میں گرفتار رکھنے سے تجھے کیا فائدہ ہے۔

افتادہ ام بکنج غم وجز فغاں وآہ
میں غم کے گوشہ میں پڑا ہوں اور سوائے فریاد اور آہ کے
نے یارِ غمگسارے و نے ہمزباں مرا
نہ میرا کوئی یارِ غمگسار ہے، نہ ہم زبان

بودم ہمیشہ شاد ز وصلت و لے کنوں
میں ہمیشہ تیرے وصل سے خوش تھا مگر اب
کارے ز ہجرِ تو نبود جز فغاں مرا
تیرے ہجر کی وجہ سے سوائے فریاد کے میرا کوئی کام نہیں ہے

حافظ عجب مدار اگر می کُشد بغم
اے حافظ! تعجب نہ کر اگر غم میں مار ڈالے
از دردِ فرقت آں مہِ نامہرباں مرا
فراق کے درد سے مجھے وہ نامہربان چاند

دل می رود ز دستم صاحبدلاں خدارا
اے دل والو خدا کے لئے، میرے ہاتھ سے دل نکلا جاتا ہے
دردا کہ رازِ پنہاں خواہد شد آشکارا
افسوس! پوشیدہ راز کھل جائے گا

دہ روزہ مہرِ گردوں افسانہ است و افسوں
زمانہ کی دس روزہ محبت افسانہ اور طلسم ہے
نیکی بجائے یاراں فرصت شمار یارا
اے دوست! دوستوں کے ساتھ نیکی کو غنیمت سمجھ

کشتی شکستگانیم اے بادِ شرطہ برخیز
ہم کشتی ٹوٹے ہیں، اے موافق ہوا! چل پڑ
باشد کہ باز بینیم آں یارِ آشنارا
شاید اس آشنا یار کو ہم پھر دیکھ سکیں

در حلقۂ گل و مُل خوش خواند دوش بلبل
گزشتہ رات پھول اور شراب کی محفل میں بلبل کیا خوب گائی
هَاتِ الصَّبُوحَ هُبُّوا يَا أَيُّهَا السُّكَارَىٰ
صبوحی لا! اے مستو! آؤ

اے صاحبِ کرامت شکرانۂ سلامت
اے کرامت والے! سلامتی کے شکرانہ میں
روزے تفقدے کن درویشِ بینوا را
کسی دن بے سامان فقیر کی بات پوچھ

آسائشِ دو گیتی تفسیرِ ایں دو حرف ست
دونوں جہان کی راحت ان دو حرفوں کی تفسیر ہے
با دوستاں تلطف با دشمناں مدارا
دوستوں کے ساتھ مہربانی، دشمنوں کے ساتھ مدارات

در کوئے نیکنامی ما را گذر ندادند
نیکنامی کے کوچہ میں انہوں نے ہمیں گذر نے کا موقع نہ دیا
گر تو نمی پسندی تغییر کن قضا را
اگر تو پسند نہیں کرتا ہے تقدیر کو بدل دے

آئینۂ سکندر جامِ جم ست بنگر
سکندر کا آئینہ جمشید کا جام ہے، دیکھ!
تا بر تو عرضہ دارد احوالِ ملکِ دارا
تاکہ تجھ پر دارا کے ملک کے احوال پیش کر دے

سرکش مشو کہ چوں شمع از غیرتت بسوزد
سرکش نہ بن، تجھے غیرت کی وجہ سے موم بتی کی طرح جلا دیگا
دلبر کہ در کفِ او موم ست سنگِ خارا
وہ معشوق جس کی ہتھیلی میں سنگِ خارا موم ہے

گر مطرب حریفاں ایں پارسی بخواند
اگر دوستوں کا گویا یہ فارسی غزل گائے گا
در رقص حالت آرد پیرانِ پارسا را
پاکباز بوڑھوں کو رقص میں لے آئے گا

آں تلخوش کہ صوفی ام الخبائثش خواند
وہ کڑوی، صوفیوں نے جس کو ام الخبائث کہا
أَشْهَىٰ لَنَا وَأَحْلَىٰ مِنْ قُبْلَةِ الْعَذَارَىٰ
وہ ہمارے لئے باکرہ لڑکیوں کے بوسے سے زیادہ مرغوب اور خوشگوار ہے

ہنگامِ تنگدستی در عیش کوش و مستی
تنگدستی کے وقت مستی اور عیش میں لگ جا
کایں کیمیائے ہستی قاروں کند گدا را
اس لئے کہ ہستی کی یہ کیمیا فقیر کو قارون بنا دیتی ہے

۱۔ میں تنہا مرضِ عشق میں مبتلا ہوں میری داستان سمجھنے والا بھی کوئی نہیں ہے۔
۲۔ آثارِ عشق ظاہر ہوں گے اور راز کھل جائے گا۔
۳۔ دنیا کی چند روزہ زندگی ناقابلِ بھروسہ ہے اس میں نیکی کر لے۔
۴۔ معشوق کا فرض ہے کہ اپنے حسن کی زکوٰۃ عاشقوں کو بانٹے۔
۵۔ دنیا کا تمام عیش و آرام اس میں پوشیدہ ہے کہ انسان دوستوں سے مہربانی اور دشمنوں سے خلق و تواضع سے پیش آئے۔
۶۔ ہماری برائی بھی اپنا اختیاری نہیں ہے
۷۔ تاریخ کے آئینہ میں دوسروں کے احوال دیکھ کر عبرت حاصل کرنی چاہیے۔
۸۔ محبوب سرکشی کی حالت میں مناسب نہیں ہے
۹۔ ام الخبائث یعنی تمام برائیوں کی جڑ یہ شراب کا نام ہے۔
۱۰۔ کیمیا تنگدستی میں ... چشمی سے گزارنے کا عادی بنا کر بڑی دولت ہے۔

خوبانِ پارسی گو بخشندگانِ عمر ند
کبدو، کہ پارس کے معشوق عمر بخشنے والے ہیں

ساقی بدہ بشارت پیرانِ پارسا را
اے ساقی نیک بوڑھوں کو خوشخبری دیدے

حافظ بخود نپوشید ایں خرقۂ مے آلود
یہ شراب میں تر گدڑی حافظ نے خود نہیں پہنی ہے

اے شیخ پاک دامن معذور دار ما را
اے پاک دامن شیخ! ہمیں معذور سمجھ

دوش از مسجد سوئے میخانہ آمد پیرِ ما
کل ہمارا پیر مسجد سے میخانہ کی طرف آ گیا

چیست یارانِ طریقت بعد ازیں تدبیرِ ما
یارانِ طریقت اس کے بعد ہماری کیا تدبیر ہے؟

در خراباتِ مغاں ما نیز ہم منزل شویم
آتش پرستوں کے شراب خانے میں ہم بھی (پیر کے) ہم منزل ہو جائیں

کایں چنیں رفتست در عہدِ ازل تقدیرِ ما
اس لئے کہ ازل میں ہماری تقدیر اسی طرح بنی ہے

ما مریداں رو بسوئے کعبہ چوں آریم چوں
ہم مرید کعبہ کی طرف رخ کیسے کریں جبکہ

رو بسوئے خانۂ خمار دارد پیرِ ما
ہمارا پیر بھٹی کی جانب رخ رکھتا ہے

عقل اگر داند کہ دل دربندِ زلفش چوں خوش ست
عقل کو اگر یہ معلوم ہو جائے کہ دل اسکی زلف کی قید میں کیسا خوش ہے

عاقلاں دیوانہ گردند از پئے زنجیرِ ما
تو ہماری بیڑی کے لئے عقلمند دیوانے بن جائیں

روئے خوبت آیتے از لطف برما کشف کرد
تیرے حسین چہرے نے مہربانی کی ایک آیت ہم پر کھول دی ہے

زاں سبب جز لطف و خوبی نیست در تفسیرِ ما
اسی لئے مہربانی اور بھلائی کے سوا ہماری تفسیر میں کچھ بھی نہیں ہے

با دلِ سنگینت آیا ہیچ در گیرد شبے
تیرے سنگین دل میں کسی رات کو کیا کچھ اثر کرے گی؟

آہِ آتشبار و سوزِ نالۂ شب گیرِ ما
ہماری آگ برسانیوالی آہ اور تمام رات کے نالے کی جلن

مرغِ دل را صیدِ جمعیت بدام افتادہ بود
دل کے پرندے کے لئے اطمینان کا شکار جال میں پھنسا تھا

زلف بکشادی و باز از دست شد نخچیرِ ما
تو نے زلف کھولدی، ہمارا شکار پھر ہمارے ہاتھ سے نکل گیا

باد بر زلفِ تو آمد شد جہاں بر من سیاہ
تیری زلف کو ہوا لگی، جہان ہم پر تاریک ہو گیا

نیست از سودائے زلفت بیش ازیں توفیرِ ما
تیری زلف کے عشق میں اس سے زیادہ ہمارا حاصل وصول نہیں ہے

تیرِ آہِ ما ز گردوں بگذرد جانِ عزیز
اے جانِ عزیز! ہماری آہ کا تیر آسمان سے گذر جاتا ہے

رحم کن بر جانِ خود پرہیز کن از تیرِ ما
اپنی جان پر رحم کر، ہمارے تیر سے بچ

بر درِ میخانہ خواہم گشت چوں حافظ مقیم
میں بھی حافظ کی طرح شراب خانہ کے دروازہ پر مقیم ہو جاؤں گا

چوں خراباتی شد اے یارِ طریقت پیرِ ما
جبکہ اے یارِ طریقت! ہمارا پیر خراباتی ہو گیا ہے

رونقِ عہدِ شباب ست دگر بستاں را
باغ کے لئے پھر جوانی کے زمانہ کی رونق ہے

می رسد مژدۂ گل بلبلِ خوش الحاں را
پھول کی خوشخبری خوش الحان بلبل کو پہونچتی ہے

اے صبا گر بجوانانِ چمن باز رسی
اے صبا چمن کے جوانوں کے پاس سے تیرا اگر پھر گذر ہو

خدمتِ ما برساں سرو و گل و ریحاں را
تو سرو اور گلاب اور ناز بو کو ہمارا سلام پہونچا دے

ع پارسا میں الف تحسین کا مانا جائے تو مطلب یہ ہوگا کہ پارس کے رہنے والے بوڑھوں کے لئے خوشخبری ہے۔
ے انسان کی نیکی اور بدی اپنی اختیاری چیز نہیں ہے۔
ے بہر حال محبوب کی پیروی ضروری ہے
ے تیری بکھری ہوئی زلفوں نے ہمارا اطمینانِ خاطر ختم کر دیا۔
ے زلفوں کو کالی گھٹا سے تشبیہ دیجاتی ہے۔
ے ہماری آہوں کے اثر سے ڈر۔
ے جوانانِ چمن سے سرو اور گل و ریحاں مراد ہیں۔

اے[1] کہ بر مہ کشی از عنبرِ سارا چوگاں
اے وہ جو خالص عنبر کا بلا چاند پر تانے ہے
مضطرب حال مگرداں منِ سرگرداں را
مجھ حیران کو پریشان حال نہ لوٹا

ترسم[2] آں قوم کہ بر دُرد کشاں می خندند
مجھے ڈر ہے جو لوگ تلچھٹ پینے والوں پر ہنستے ہیں
در سرِ کارِ خرابات کنند ایماں را
خرابات کے کام میں ایمان کو نہ لگا بیٹھیں

یارِ[3] مردانِ خدا باش کہ در کشتی نوحؑ
مردانِ خدا کا یار بن اس لئے کہ نوح کی کشتی میں
ہست خاکے کہ بآبے نخرد طوفاں را
ایسی خاک بھی ہے جو طوفان کو ذرا سا پانی نہیں سمجھتی

بروٗ[4] از خانۂ گردوں بدر و ناں مطلب
آسمان کے گھر سے باہر نکل جا اور روٹی نہ مانگ
کیں سیہ کاسہ در آخر بکشد مہماں را
اس لئے کہ یہ بخیل آخر میں مہمان کو مار ڈالتا ہے

گر چنیں جلوہ کند مُغبچۂ بادہ فروش
اگر بادہ فروش کا مغبچہ، اسی طرح جلوہ دکھائے گا
خاکروبِ درِ میخانہ کنم مژگاں را
تو میں پلکوں کو شراب خانہ کے دروازہ کا خاکروب بنادونگا

نشوی[5] واقفِ یک نکتہ ز اسرارِ وجود
وجود کے رازوں کے ایک نکتہ سے بھی تو واقف نہ ہو سکے گا
گر تو سرگشتہ شوی دائرۂ امکاں را
اگر تو امکان کے دائرہ میں گھومتا رہے گا

ہر کرا خوابگہ آخر بدو مشتے خاک ست
جس شخص کی خوابگاہ انجام کار دو مٹھی خاک ہے
گو چہ حاجت کہ بر افلاک کشی ایواں را
اس کو کہہ دو کہ اس کی کیا ضرورت ہے کہ تو سرِ فلک محل بنائے

ماہِ کنعانی[6] من مسندِ مصر آنِ تو شد
اے میرے ماہِ کنعان، مصر کی مسند تیری ملکیت ہو گئی ہے
وقت آنست کہ بدرود کنی زنداں را
اب وہ وقت ہے کہ تو قید خانہ کو خیر باد کہہ دے

در سرِ زلف ندانم کہ چہ سودا داری
زلف کے معاملہ میں معلوم نہیں تو کیا دیوانگی رکھتا ہے
کہ بہم بر زدۂ گیسوئے مُشک افشاں را
کہ تو نے مشک بکھیرنے والی زلفوں کو پریشان کر رکھا ہے

مُلکِ آزادگی و کنجِ قناعت گنجے ست
آزادگی کا ملک اور قناعت کا گوشہ ایسا خزانہ ہے
کہ بشمشیر میسّر نشود سُلطاں را
جو بادشاہ کو، تلوار کے ذریعہ حاصل نہیں ہو سکتا ہے

حافظا[7] مے خور و رندی کن و خوش باش ولے
اے حافظ شراب پی اور رندی کر اور خوش رہ لیکن
دامِ تزویر مکن چوں دگراں قرآں را
دوسروں کی طرح قرآن کو مکاری کا جال نہ بنا

ساقی بنورِ بادہ بر افروز جامِ ما
اے ساقی شراب کے نور سے ہمارا جام روشن کر دے
مُطرب بگو کہ کارِ جہاں شد بکامِ ما
گویے گا! دنیا کا کام ہماری منشاء کے مطابق ہو گیا ہے

ما در پیالہ عکسِ رُخِ یار دیدہ ایم
ہم نے پیالے میں یار کے رُخ کا عکس دیکھا ہے
اے بیخبر ز لذّتِ شُربِ مُدامِ ما
اے بے خبر! ہمارے شراب کے پینے کی لذت سے

چنداں[8] بود کرشمہ و نازِ سہی قداں
سیدھے قد معشوقوں کا کرشمہ اور ناز اسی وقت تک ہے
کآید بجلوہ سروِ صنوبر خرامِ ما
جبتک کہ ہمارا سرو صنوبر کی طرح ٹہلنے والا جلوہ میں آئے

ہرگز نمیرد[9] آنکہ دلش زندہ شد بعشق
جس کا دل عشق کی وجہ سے زندہ ہو گیا وہ کبھی نہیں مرتا
ثبت ست بر جریدۂ عالم دوامِ ما
ہماری ہمیشگی دنیا کی تاریخ پر قائم ہو چکی ہے

---

[1] مہ سے مراد چہرہ اور چوگان سے مراد زلفیں ہیں۔
[2] دوسروں کی مصیبت پر ہنسنے والے خود اس مصیبت کا شکار ہو جاتے ہیں۔
[3] مردانِ خدا سے اہل اللہ مراد ہیں جن کی نگاہ میں دنیا و مافیہا ہیچ ہے۔
[4] دنیا سے بھلائی کا طالب نہ بن۔
[5] جب تک انسان خدا کی ذات و صفات کا علم نہ حاصل کرے ممکنات کے رازوں پر منکشف نہیں ہو سکتے ہیں۔
[6] ماہِ کنعان سے مراد حضرت یوسف ہیں۔
[7] مکاری و ریاکاری سے ہزار گنا بُری ہے۔
[8] دوسرے معشوقوں کی اسی وقت تک قدر و قیمت ہے جب تک ہمارا محبوب جلوہ گر نہیں ہوتا ہے۔
[9] شیدانِ راہِ عشق کو حیاتِ جاودانی حاصل ہو جاتی ہے۔

مستی بچشم شاہدِ دلبندِ ما خوش ست
پیارے دل پسند معشوق کی نظر میں مستی بھلی ہے

زاں رُو سپردہ اند بمستی زمامِ ما
اسی وجہ سے ہماری باگ انھوں نے مستی کے ہاتھوں میں دی ہے

ترسم کہ صرفۂ نبرد روزِ باز خواست
مجھے اندیشہ ہے کہ قیامت کے دن غلبہ نہ پا سکے گی

نانِ حلالِ شیخ ز آبِ حرامِ ما
شیخ کی حلال روٹی، ہمارے حرام پانی سے

اے باد گر بگلشنِ احباب بگذری
اے ہوا اگر تو دوستوں کے چمن سے گذرے

زنہار عرضہ دہ برِ جاناں پیامِ ما
تو ضرور معشوق پر، ہمارا پیغام پیش کر دیجو

گو نامِ ما زیاد بعمدا چہ می بری
کہہ دینا! جان بوجھ کر ہمارا نام کیوں بھلاتا ہے

خود آید آنکہ یاد نیاری زِ نامِ ما
وہ دن خود آ رہا ہے جب تو ہمارا نام یاد نہ کرے گا

بگرفت ہمچو لالہ دلم در ہوائے سرو
سرو کی محبت میں لالہ کی طرح میرا دل گرفتار ہو گیا ہے

اے مُرغِ بخت کے شوی آخر تو رامِ ما
اے نصیبہ کے پرندے تو ہمارے قبضہ میں کب آئے گا؟

دریائے اخضرِ فلک و کشتیِ ہلال
آسمان کا سبز دریا، اور یہ چاند کی کشتی

ہستند غرقِ نعمتِ حاجی قوامِ ما
ہمارے حاجی قوام الدین کی نعمتوں میں غرق ہیں

حافظ ز دیدہ دانۂ اشکے ہمی فشاں
حافظ! آنکھوں سے آنسوؤں کا دانہ بکھیر

باشد کہ مُرغِ وصل کند قصدِ دامِ ما
شاید! وصال کا پرند ہمارے جال کا قصد کرے

ساقیا برخیز و دردہ جام را
اے ساقی! اٹھ اور جام دے

خاک بر سر کن غمِ ایام را
زمانہ کے غم کے سر پر، خاک ڈال

ساغرے در کفم نِہ تا ز سر
میرے ہاتھ میں شراب کا پیالہ دے تاکہ سر سے

بر کشم ایں دلقِ ازرق فام را
اس نیل گوں گدڑی کو اتار پھینکوں

گرچہ بدنامیست نزدِ عاقلاں
اگرچہ یہ عقلمندوں کے نزدیک، بدنامی ہے

ما نمی خواہیم ننگ و نام را
ہم ننگ و نام کے، خواہاں نہیں ہیں

بادہ دردہ چند ازیں بادِ غرور
شراب دے، یہ غرور کی پھونک کب تک؟

خاک بر سر نفسِ نافرجام را
بدبخت نفس کے سر پر خاک ہو

دودِ آہِ سینۂ سوزانِ من
میرے جلتے سینے کے دھوئیں نے

سوخت ایں افسردگانِ خام را
ان کچے، ٹھٹھرے ہوؤں، کو جلا ڈالا

محرمِ رازِ دلِ شیدائے من
اپنے شیدائی دل کا محرم راز

کس نمی بینم ز خاص و عام را
خاص اور عام میں سے میں کسی کو نہیں دیکھتا ہوں

با دل آرامے مرا خاطر خوش ست
اس محبوب سے میری طبیعت خوش ہے

کز دلم یکبارہ برد آرام را
جو یکبارگی، میرے دل سے آرام کو نکال لے گیا

ننگرد دیگر بسرو اندر چمن
وہ چمن میں، پھر سرو کو نہ دیکھے گا

ہر کہ دید آں سروِ سیم اندام را
جس نے اُس چاندی جیسے جسم والے سرو کو دیکھ لیا

۱؎ راہِ عشق میں کوتاہی کی وجہ سے کہیں ہم مغلوب نہ ہو جائیں۔

۲؎ ہم تو خود ہی فنا ہونیوالے ہیں لہذا عمداً ہمارا نام بھلانے کی کیا ضرورت ہے۔

۳؎ حاجی قوام الدین، ابو اسحاق کے وزیر کا نام ہے جس نے حافظ کی دعوت کی تھی اس دعوت میں حافظ کے پیالہ میں آسمان اور چاند کا عکس پڑا تو یہ شعر کہا۔

۴؎ محبوب کے وصال کے لئے آنسوؤں کا دانہ بکھیرنے کی ضرورت ہے

۵؎ شراب کی مستی میں غم کو بھلا دے۔

۶؎ یعنی ناقص عشق والے

۷؎ چونکہ محبوب کے قد کے مقابلہ میں سرو ہیچ ہے۔

از سر دنیا گذشتی غم مخور خوش بخور ہم خوش بدار ایام را
تو دنیا کی فکر سے گذر گیا، غم نہ کر اچھی طرح کھا، پی، نیز زمانہ کو خوش رکھ

صبر کن حافظ بسختی روز و شب
اے حافظ! دن رات کی سختی پر صبر کر

عاقبت[1] روزے بیابی کام را
انجام کار، تو کسی دن مقصد حاصل کرلے گا

ساقی بگذار از کفِ خود رطلِ گراں را تا خوش گذرانیم جہانِ گذراں را
اے ساقی بھاری پیمانہ اپنے ہاتھ سے بڑھا تاکہ ناپائیدار دنیا کو ہم اچھی طرح گذار دیں

زاہد[2] چہ عجب گر کندم عیب برندی بر اہلِ ہنر طعنہ بود بے ہنراں را
کوئی تعجب نہیں! اگر زاہد مجھ پر رندی کا عیب لگاتا ہے بے ہنروں کا ہنرمندوں پر طعنہ ہوتا ہی ہے

در قبلہ و بتخانہ تو مسجودی و معبود رُو سوئے تو باشد ہمہ صاحب نظراں را
کعبہ اور بتخانہ میں تو ہی مسجود اور معبود ہے تمام صاحب نظروں کا رخ تیری طرف ہوتا ہے

اربابِ[3] خرد ذوقِ مے عشق چہ دانند از حالتِ ما نیست خبر بیخبراں را
عقل والے عشق کی شراب کا ذائقہ کیا جانیں بے خبروں کو، ہماری حالت کی خبر نہیں ہے

کامے طلبد حافظ از یں چشمۂ حیواں
حافظ اس چشمۂ حیات سے مقصد طلب کرتا ہے

آرے نتواں خورد نصیبِ دگراں را
ہاں، دوسروں کا حصہ نہیں پی سکتا ہے

شب از مطرب کہ دل خوش باد ویرا شنیدم نالۂ جانسوزِ نے را
رات گویّے سے (خدا کرے اُس کا دل خوش رہے!) میں نے بانسری کا ایک جان سوز نالہ سنا

چناں در جانِ من سوزش اثر کرد کہ بے رقّت ندیدم ہیچ شے را
میری جان میں، جلن نے ایسا اثر کیا کہ میں نے کسی چیز کو رقت سے خالی نہ دیکھا

حریفے بُد مرا ساقی کہ ہر دم ز زلف و رُخ نمودے شمس و دے را[4]
ایسا یار، میرا ساقی تھا جو ہر وقت زلف اور چہرے سے سورج اور تاریک رات دکھاتا تھا

چو شوقم دید در ساغر مے افزود بگفتم ساقیِ فرخندہ پے را
جب اس نے میرا شوق دیکھا تو پیالے میں شراب بڑھادی مبارک قدم، ساقی سے میں نے کہا

رہا نیدی مرا از شرِ ہستی[5] چو پیمودی پیالے جامِ مے را
تو نے، مجھے وجود کے شر سے رہائی دیدی جبکہ شراب کا پیالہ پے در پے بھرا

حَمَاكَ اللّٰهُ عَنْ شَرِّ النَّوَائِبْ جَزَاكَ اللّٰهُ فِي الدَّارَيْنِ خَيْرًا
خدا، تجھے مصائب کے شر سے بچائے تجھے اللہ دونوں جہان میں بھلائی کا بدلہ دے

چو بیخود گشت حافظ کے شمارد بیک جَو مملکت کاؤس و کے را[6]
جب حافظ بے خود ہوگیا تو کب شمار میں لاتا ہے کیخسرو اور کیکاؤس کی مملکت کو ایک جَو کے بدلے میں

---

[1] سختیوں کے بعد ہی وصال میسر آتا ہے۔
[2] صاحب عشق صاحب ہنر ہے، بے ہنر ہنرمندوں پر طعنہ زن ہوتے ہی ہیں۔
[3] بے خبروں سے مراد ارباب خرد ہیں۔
[4] چہرے کی سورج اور زلف کی شب تاریک سے تشبیہ ہے۔
[5] مستی میں انسان ہستی کو گم کردیتا ہے
[6] مستی کی حالت میں مملکت کاؤس و کے کی حقیقت ایک جو کی برابر نہیں رہتی ہے۔

صوفی بیاکہ آئینہ صاف ست جام را
اے صوفی! آ، جام کا شیشہ صاف ہے
تابنگری صفائے مَے لعل فام را
تاکہ تو لعل جیسی شراب کی صفائی دیکھے

رازِ درونِ پردہ ز رندانِ مست پرس
پردے کے اندر کے راز مست رندوں سے معلوم کر
کیں حال نیست صوفیٔ عالی مقام را
اس لیے کہ صوفی عالی مقام کا یہ مقام نہیں ہے

عنقا شکارِ کس نشود دام باز چیں
عنقا، کسی کا شکار نہیں بنتا اب جال اٹھالے
کانجا ہمیشہ باد بدست ست دام را
اس لیے کہ یہاں جال کے ہاتھ میں ہمیشہ ہوا آتی ہے

منؔ آں زمان طمع ببریدم ز عافیت
میں نے اسی وقت عافیت کا لالچ ختم کر دیا
کایں دل نہاد در کفِ عشقت زمام را
جبکہ اس دل نے تیرے عشق کے ہاتھ میں ہماری باگ دی

مارا بر آستانِ تو بس حقِ خدمت ست
تیری چوکھٹ پر ہمارا بہت حق خدمت ہے
اے خواجہ باز بیں بترحم غلام را
اے خواجہ! پھر غلام پر رحم کی نگاہ ڈال دے

در عیشِ نقد کوش کہ چوں آبخور نماند
موجودہ عیش حاصل کر اس لیے کہ جب دانہ پانی نہ رہا
آدم بہشت روضۂ دار السلام را
آدم نے جنت کا باغیچہ چھوڑ دیا

در بزم دور یک دو قدح درکش و برو
دور (شراب) کی محفل میں ایک دو پیالے چڑھالے اور چلدے
یعنی طمع مدار وصالِ دوام را
یعنی دائمی وصال کی تمنا نہ کر

اےؔ دل شباب رفت و نچیدی گلے زعمر
اے دل جوانی رخصت ہوئی اور تو نے عمر کا ایک پھول بھی نہ چنا
پیرانہ سر مکن ہنرے ننگ و نام را
بڑھاپے میں ننگ و نام کی ہوس نہ کر

حافظ مریدِ جامِ جم ست اے صبا برو
حافظ، تو جامِ جمشید کا مرید ہے اے صبا جا
وز بندہ بندگی برساں شیخ جام را
اور خادم کی جانب سے جام کے شیخ کو بندگی پہونچادے

صلاحِ کار کجا و من خراب کجا
کام کی نیکی کہاں؟ اور میں رند کہاں؟
ببیں تفاوتِ رہ از کجاست تا بکجا
دیکھو! راستہ کا فرق کہاں سے کہاں تک ہے؟

چہ نسبت ست برندی صلاح و تقوی را
نیکی اور تقوے کو رندی سے کیا نسبت؟
سماعِ وعظ کجا نغمۂ رباب کجا
کہاں وعظ کا سننا، کہاں ستار کا نغمہ؟

دلم ز صومعہ بگرفت و خرقۂ سالوس
عبادت خانے اور مکر کی گدڑی سے میرا دل غمگین ہو گیا
کجاست دیرِ مغان و شرابِ ناب کجا
آتش پرستوں کا بتخانہ، اور خالص شراب کہاں ہے؟

بشد زیادِ خوشش یادِ روزگارِ وصال
اس کی اچھی یاد سے وصال کے زمانہ کی یاد ختم ہو گئی
خودؔ آں کرشمہ کجا رفت و آں عتاب کجا
خود وہ ناز، اور غصہ کہاں چلا گیا!

زروئے دوست دلِ دشمناں چہ دریابد
دوست کے چہرے سے دشمنوں کا دل کیا پائے گا،
چراغِ مردہ کجا شمعِ آفتاب کجا
کہاں بجھا ہوا چراغ، کہاں آفتاب کی شمع؛

مبیںؔ بسیبِ زنخداں کہ چاہ در راہ ست
ٹھوڑی کے سیب کو نہ دیکھ کہ راستہ میں کنواں ہے
کجا ہمی روی اے دل بدیں شتاب کجا
اے دل! اس قدر تیزی سے کہاں جا رہا ہے!

---

۱ عاشق حقیقی ہی اسرار سربستہ سے واقف ہو سکتا ہے۔
۲ جال میں ہوا کا آنا مجبوری سے کنایہ ہے۔
۳ راہِ محبت میں آرام کی تمنا لاحاصل ہے۔
۴ لہٰذا جنت کی موہوم لذت کی خاطر نقد عیش کو چھوڑنا مناسب نہیں ہے۔
۵ جوانی ہی کام کا وقت ہے۔
۶ تاکہ وہاں پہونچ کر مکر و فریب کا جامہ چاک کر دوں۔
۷ یہ چیزیں زمانۂ وصال میں مجھے حاصل تھیں۔
۸ مردہ چراغ سے مراد رقیبوں کا دل اور شمعِ آفتاب سے مراد معشوق کا چہرہ ہے۔
۹ معشوق کی ٹھوڑی کے گڑھے کو کنویں سے تشبیہ دیجاتی ہے۔

چو کحلِ بینشِ ما خاکِ آستانِ شماست — کجا رویم بفرما ازیں جناب کجا
جبکہ ہماری بینائی کا سرمہ تمہاری چوکھٹ کی خاک ہے — تم ہی فرماؤ، اس دربار سے کہاں جائیں؟

قرار و خواب ز حافظ طمع مدار اے دوست
اے دوست حافظ سے سکون اور نیند کی توقع نہ رکھ
قرار چیست صبوری کدام و خواب کجا
سکون کیا ہوتا ہے صبر کیا ہے، نیند کہاں ہے؟

صبا بلطف بگو آں غزالِ رعنا را — کہ سر بکوہ و بیاباں تو دادۂ ما را
اے صبا نرمی سے اس نازنیں ہرن سے کہدے — تونے ہی ہمارا سر کوہ و بیابان کے حوالہ کر دیا ہے

بشکر آنکہ توئی بادشاہِ کشورِ حسن — بیاد آر غریبانِ دشت و صحرا را
اس بات کے شکرانے میں کہ تو ہی مملکتِ حسن کا بادشاہ ہے — دشت و صحرا کے پردیسیوں کو یاد رکھ

شکر فروش کہ عمرش دراز باد چرا — تفقدے نکند طوطیٔ شکر خا را
شکر فروش (خدا کرے اس کی عمر دراز ہو) کیوں — شکر خور طوطی کی بات نہیں پوچھتا ہے؟

غرورِ حسن اجازت مگر نداد اے گل — کہ پرسشے نکنی عندلیبِ شیدا را
اے پھول! شاید حسن کے غرور نے اجازت نہیں دی — جو تو عاشق بلبل کی پرسش نہیں کرتا ہے

بحسنِ خلق تواں کرد صید اہلِ نظر — بدام و دانہ نگیرند مرغِ دانا را
اہلِ نظر کو حسنِ اخلاق کے ذریعہ شکار کیا جا سکتا ہے — سمجھدار پرندہ کو جال اور دانے کے ذریعہ نہیں پکڑتے ہیں

چو با حبیب نشینی و بادہ پیمائی — بیاد آر حریفانِ بادہ پیما را
جب تو دوست کے ساتھ بیٹھے اور شراب نوشی کرے — تو آوارہ دوستوں کو بھی یاد کر لیا کر

ندانم از چہ سبب رنگِ آشنائی نیست — سہی قدانِ سیہ چشم و ماہ سیما را
نہ معلوم دوستی کا رنگ کیوں نہیں ہے؟ — سیدھے قد والوں، کالی آنکھ والوں، چاند جیسے چہرے والوں میں

جز ایں قدر نتواں گفت در جمالِ تو عیب — کہ خالِ مہر و وفا نیست روئے زیبا را
تیرے حسن میں اس کے سوا کوئی عیب نہیں بتایا جا سکتا ہے — کہ حسین چہرے میں مہر و وفا کا تل بھی نہیں ہے

در آسماں چہ عجب گر ز گفتۂ حافظ
کوئی تعجب نہیں اگر حافظ کے کلام کو آسمان پر
سماعِ زہرہ برقص آورد مسیحا را
زہرہ کا گانا مسیحا کو رقص میں لے آئے

صبح دم بکشاد خمارے درِ میخانہ را — قلقلِ آوازِ صراحی جاں بد مستانہ را
کلال نے صبح کو میخانہ کا دروازہ کھولا — صراحی کی قلقل کی آواز مستوں میں جان ڈالتی ہے

دورِ گرداں آمدہ آخر دریں بزمِ من — ساقیا برخیز و پُر دہ آخریں پیمانہ را
آخرکار اس بزم میں دور کی باری مجھ تک آ گئی — تو اے ساقی! اٹھ، اور آخری پیمانہ کو پورا بھر دے

چوں شدم مجنوں بروئے عشقِ لیلیٰ در جہاں — عاقلا پندے مدہ آنچوں من دیوانہ را
جب میں زمانہ میں لیلیٰ کے عشق کی وجہ سے مجنوں ہو گیا ہوں — تو اے عاقل! مجھ جیسے دیوانہ کو نصیحت نہ کر

۱؎ تیرے عشق میں ہم کوہ و بیابان میں مارے مارے پھر رہے ہیں۔
۲؎ شکر فروش سے مراد محبوب ہے اور طوطی سے مراد عاشق۔
۳؎ اس شعر میں بے توجہی کی وجہ بیان کی ہے
۴؎ یاد کیا آوارہ گرد۔
۵؎ زہرہ کو رقاصۂ فلک مانا گیا ہے حضرتِ مسیح چوتھے آسمان پر ہیں۔
۶؎ دیوانہ کو نصیحت کرنا عقلمندوں کا کام نہیں ہے۔

آئینہ[1] زنگار از صیقل زتقویٰ پاک کن
زنگ آلود آئینہ کو تقوے کی صیقل سے صاف کرے
پاک بنگر اندر آں آئینۂ جانانہ را
پھر اس آئینہ میں معشوق کو اچھی طرح دیکھ

گرد[2] شمع جانِ معشوقے بگرد از عاشقی
عاشقی کی وجہ سے معشوق کی جان کی شمع کے گرد چکر لگا
عاشقی آموز اندر سوختن پروانہ را
جلنے میں پروانہ کو عاشقی سکھا

نیست دشنامے بصیادِ ازل ایجانِ من
اے میری جان صیادِ ازل پر کوئی برائی نہیں ہے
آمدہ مرغِ ہوا گرداں زبہرِ دانہ را
دانہ کی خاطر ہوا میں اڑنے والا پھندا آپھنسا ہے

حافظ از زہدِ ریائی توبہ کردہ پیش ازل
ریاکاری کے زہد سے حافظ اس سے پہلے ہی توبہ کر چکا ہے
پس برو بکشائے آخر شب درِ میخانہ را
پس آخری شب میں اُس پر میخانہ کا دروازہ کھول دے

لطف[3] باشد گر نپوشی از گدا ہاروت را
مہربانی ہوگی، اگر فقیروں سے تو اپنا چہرہ نہ چھپائے
تا بکامِ دل بہ بیند دیدۂ ماروت را
تاکہ ہماری آنکھ دل بھر کر تیرا چہرہ دیکھ لے

ہمچو ماروتیم دائم در بلائے عشق زار
ہم ماروت کی طرح ہمیشہ عشق کی مصیبت میں درماندہ ہیں
کاشکے ہرگز ندیدے دیدۂ ماروت را
کاش! ہماری آنکھ تیرا چہرہ کبھی نہ دیکھتی

کے شدے ماروت در چاہِ زنخدانش اسیر
ہاروت اس کی ٹھوڑی کے کنوئیں میں کیوں قید ہوتا؟
گر نگفتے شمّہ از حسنِ او ماروت را
اگر ہاروت اس کے حسن کا تھوڑا سا بھی بیان نہ کرتا

بوئے گل برخاست گوئی در چمن ہاروت بود
بوئے گل اُٹھی گویا کہ چمنوں میں تیرا چہرہ تھا
بلبلاں مستند گوئی دیدہ چوں ماروت را
بلبلیں مست ہو گئیں گویا کہ انہوں نے ہماری طرح تیرا چہرہ دیکھ لیا ہے

می کشم جور و جفاہایت ز ہجراں اے صنم
اے معشوق ہجر کی وجہ سے میں تیرا ظلم و جفا برداشت کر رہا ہوں
روی بنما تا بہ بیند حافظ ماروت را
رونمائی کردے تاکہ ہمارا حافظ تیرا چہرہ دیکھ لے

ما برفتیم[4] تو دانی و دلِ غمخورِ ما
ہم تو چلے، تو اور ہمارا غم خور دل جانتا ہے
بختِ بد تا بکجا می برد آبشخورِ ما
بدنصیبی ہمارا دانہ پانی کہاں تک لیجائے گا

بے غمت شاد مبادا دلِ غم پرورِ ما
ہمارا غم پرور دل خدا کرے تیرے غم کے بدلے خوش نہ ہو
غم خور ایدل کہ بجز غم نبود در خورِ ما
اے دل! تو غم کھا اس لئے کہ غم کے سوا اور کوئی چیز ہمارے لائق نہ ہوگی

می کنم شادی ازاں روز کہ گفتی ز رقیب
میں اس دن سے خوشی منا رہا ہوں جس دن تو نے رقیب سے کہا تھا
کیں گدا کیست کہ ہرگز نرود از درِ ما
یہ بھکاری کون ہے جو کسی وقت بھی ہمارے دروازہ سے نہیں ٹلتا ہے

از نثار[5] مژہ چوں زلفِ تو در دُر گیرم
پلکوں کی بکھیر سے تیری زلفوں کی طرح موتیوں سے گھیر دوں گا
قاصدے کز تو سلامے برساند برِ ما
اُس پیامبر کو جو تیرا سلام، ہم تک پہنچائے

بدعا آمدہ ام ہم بدعا دست برآر
میں دعا کرتا ہوں، تو بھی دعا کے لئے ہاتھ اٹھا
کہ وفا با تو قریں باد و خدا یاورِ ما
کہ وفا تیرا ساتھی ہو، اور خدا میرا مددگار

[1] جب تک انسان ماسوی اللہ سے تعلق ترک نہیں کرتا ہے اس کو وصال میسر نہیں آتا ہے۔

[2] عاشق کو پروانہ وار معشوق پر قربان ہو جانا چاہیے۔

[3] اس غزل میں بار بار ہاروت ماروت کا لفظ آرہا ہے کہیں تو چاہِ بابل والے ہاروت و ماروت مراد ہیں اور کہیں "ما" علامت جمع اور ما ضمیر متکلم کے ساتھ "روت" یعنی رو تجھے تولا دیا گیا ہے۔

[4] آوارہ پھرنے کا سبب ہمارے دل کو معلوم ہے یا تجھے۔

[5] تو نے چونکہ ہمیں در سے نہ ٹلنے والا کہا اس لئے ہمیں مسرت ہے۔ تیرے قاصد پر اپنے آنکھوں کے موتی نچھاور کروں گا۔

گر ہمہ خلقِ جہاں بر من و تو حیف خورند
اگر تمام دنیا کی مخلوق تجھ پر اور مجھ پر افسوس کرے

بکشد از ہمہ انصافِ ستم داورِ ما
ہمارا خدا سب سے ظلم کا انصاف لے لیگا

بسرت گر ہمہ عالم بسرم بخروشند
تیرے سر کی قسم اگر تمام جہان میرے سر پر شور مچائے

نتواں برد ہوائے تو بروں از سرِ ما
تو بھی میرے سر سے تیری محبت نہ نکال سکے گا

فلک آوارہ بہر سو کندم می دانی
تجھے معلوم ہے کہ مجھے آسمان ہر طرف آوارہ پھرا رہا ہے

رشک می آیدش از صحبتِ جاں پرورِ ما
ہماری جاں پرور صحبت پر اس کو رشک آتا ہے

دردمندیم و خبر می دہد از سوزِ دروں
ہم دردمند ہیں اور اندرونی سوزش کی خبر دیتا ہے

دہنِ خشک و لبِ تشنہ و چشمِ ترِ ما
ہمارا خشک منہ اور پیاسا ہونٹ، اور تر آنکھ

ما زوصفِ رُخِ زیبائے تو تا دم زدہ ایم
جب سے ہم نے تیرے حسین چہرے کے اوصاف لکھنے کا دم بھرا ہے

ورقِ گل خجل ست از ورقِ دفترِ ما
گلاب کی پتی ہمارے دفتر کے ورق سے شرمندہ ہے

زود باشد کہ بیاید بسلامت یارم
بہت جلد ہوگا کہ ہمارا معشوق سلامتی کے ساتھ واپس آجائیگا

اے خوش آں روز کہ آید بسلامت برِ ما
وہ دن کیا ہی اچھا ہوگا جس دن سلامتی سے وہ ہمارے پاس آئیگا

ہر کہ گوید کہ کجا رفت خدارا حافظ
جو بھی کہے کہ خدا کے لئے حافظ کہاں چلا گیا

گو بزاری سفرے کرد و برفت از برِ ما
کہہ دو اس نے عاجز آکر سفر کر لیا ہے اور ہمارے پاس سے چلا گیا ہے

ہنگامِ نوبہار گُل از بوستاں جدا
نوبہار کے وقت، پھول چمن سے جدا

یارب مباد ہیچ کس از دوستاں جدا
اے خدا ایسا کبھی نہ ہو، اور کوئی بھی دوستوں سے جدا

بلبل بنالہ در چمن آمد بہ صبح دم
صبح کے وقت بلبل چمن میں نالہ کرتی ہوئی آئی

از وصلِ گل ہمی شدہ اندر خزاں جدا
خزاں کے موسم میں پھول کے وصل سے جدا ہو کر

دنیاست باغِ کہنہ و انساں چو نو گلند
دنیا پرانا باغ ہے اور انسان نئے پھول ہیں

ہر یک ز شاخِ عمر کند باغباں جدا
ہر ایک کو باغبان عمر کی شاخ سے جدا کر دیتا ہے

افسوس کیں حیاتِ جہاں رائیگاں گذشت
افسوس کہ یہ دنیا کی زندگی بیکار گئی

افسوسِ دیگر آں کہ شود تن ز جاں جدا
دوسرے یہ افسوس ہے کہ جسم جان سے جدا ہو جائے گا

بسیار خفتہ اند دریں خاک سیم تن
بہت سے چاندی جیسے جسم والے خاک میں سوئے ہوئے ہیں

شاہان و نوعروس بسے از جہاں جدا
بادشاہ، اور دولہا، دنیا سے بہت دور

ہشدار و پائے بر سرِ ایں مُردگاں منہ
ہوش میں رہ اور ان مردوں کے سر پہ پیر نہ رکھ

تنہا بخاک خفتہ و از خانماں جدا
جو گھر سے جدا، تنہا خاک میں سوئے ہیں

ترکِ ہوا و حرص بکن حافظا کنوں
اے حافظ اب ہوا اور حرص کو چھوڑ دے

بہرِ وصالِ دوست شو از این و آں جدا
دوست کے وصال کے لئے اس اور اس سے جدا ہو جا

---

۱ ان کو دخل اندازی کا کوئی حق نہیں ہے خدا ان کے ظلم کا بدلہ دے گا۔
۲ محبت کے معاملے میں آسمان بھی رقیب بنا ہوا ہے۔
۳ تیرے رُخ میں جو خوبیاں ہیں وہ گلاب کی پتی کو کہاں نصیب ہیں۔
۴ یعنی کوئی دوست کسی دوست سے جدا نہ ہو۔
۵ جس طرح تازہ پھول شاخوں سے توڑ لئے جاتے ہیں اسی طرح انسانوں کی عمر قطع کر دی جاتی ہے۔
۶ این و آں کا اشارہ ہوا اور حرص کی طرف ہے۔

ردیفِ بائے موحدہ

آفتاب از روئے او شد در حجاب
اس کے چہرے کی وجہ سے آفتاب پردے میں چھپ گیا

سایہ را باشد حجاب از آفتاب
سورج سے سایہ پردے میں ہو جاتا ہے

دستِ ماہ و مہر بر بندد بحسن
حسن کی وجہ سے آفتاب اور ماہتاب کا ہاتھ باندھ دیتا ہے

ماہِ بے مہرم چو بر بندد نقاب
جب میرا ماہِ بے مہر نقاب الٹ دیتا ہے

از خیالم باز نشناسد کسے
کوئی میری موہوم صورت کو پھر نہیں پہچان سکتا

گر در آغوشش بہ بینم شب بخواب
اگر رات کو خواب میں میں اس کو اپنی بغل میں دیکھ لوں

شاہداں مستور و مستاں بے شکیب
معشوق چھپے ہیں اور مست بے صبر ہو رہے ہیں

خانقہ معمور و درویشاں خراب
خانقاہ بھری ہے اور درویش پریشان ہیں

خونِ دل در جام دیدم از سرشک
آنسوؤں کی وجہ سے دل کا خون میں نے جام میں دیکھا

آبرو برباد دادم از شراب
شراب کی وجہ سے میں نے آبرو کو برباد کر دیا

از برائے بادہ می باید زدن
شراب کی خاطر مار تا چاہیے

محتسب را حدِ بیحد و حساب
محتسب کو کوڑے بے حد و حساب

سوزِ مستاں گر بداند محتسب
اگر محتسب مستوں کی سوزش کو سمجھ لے

در دم از مے شاں زند بر آتش آب
تو ان کی شراب کا پانی فوراً آگ پر چھڑک دے

ہر کرا از دیدہ شد بارانِ اشک
جس کی آنکھ سے آنسوؤں کی بارش برسے

زیرِ دامن باد دارد چوں سحاب
وہ دامن کے نیچے ابر کی طرح ہوا چھپی ہوئی رکھتا ہے

حافظا وعظ و نصیحت گو مکن
اے حافظ وعظ اور نصیحت کہہ دے نہ کر

ترکِ ترکانِ خطا نبود صواب
ملکِ خطا کے معشوقوں کا چھوڑنا درست نہ ہوگا

تعالی اللہ چہ دولت دارم امشب
اللہ اکبر آج کی رات مجھے کیا دولت ملی ہے

کہ آمد ناگہاں دلدارم امشب
کہ آج کی رات اچانک میرا معشوق آ گیا

چو دیدم روئے خویش سجدہ کردم
جب میں نے اس کا حسین چہرہ دیکھا تو سجدہ کیا

بحمد اللہ نکو کردارم امشب
بحمد اللہ میں آج کی رات نیکوکار ہوں

نہالِ عیشم از وصلش بر آورد
میری زندگی کے پودے نے اس کے وصل کا پھل دیا

زبختِ خویش برخوردارم امشب
میں آج کی رات اپنے نصیبہ سے بہرہ ور ہوں

کشد نقشِ انا الحق بر زمیں خوں
خون زمین پر انا الحق کا نقش سا کھینچ دے گا

چو منصور ارکشی بر دارم امشب
اگر آج رات منصور کی طرح تو مجھے سولی پر چڑھائے گا

برات لیلۃ القدرے بدستم
لیلۃ القدر کا ثواب مجھے

رسید از طالعِ بیدارِ امشب
آج کی رات میرے جاگتے نصیبہ کی وجہ سے مل گیا

ا۔ محبوب کے چہرے سے شرما کر آفتاب چھپ گیا جب سورج نکلتا ہے چھاؤں غائب ہو جاتی ہے۔

۲۔ چاند اور سورج اس کے دست بستہ غلام ہیں۔

۳۔ اگر اس کا موہوم وصال ہی حاصل ہو جائے تو میں اپنی ہستی کو گم کر دوں

۴۔ مبارز الدین محمد نے اپنے دور میں شراب خانے بند کرا دئے تھے اور محتسب مقرر کر دئے تھے۔

۵۔ بارانِ اشک کے بعد راحت میسر آ جائے گی، اس کا غم چھٹ جائے گا جیسا کہ ہوا سے ابر چھٹ جاتا ہے۔

۶۔ انا الحق کہنے پر منصور کو سولی دی گئی تھی آج کی رات مجھے محبوب سے ایسا اتحاد حاصل ہے کہ میرے خون کا ہر قطرہ انا الحق کا نقش قائم کر دے گا۔

براں عزمم کہ گر خود میرود سر
میں اس کی ٹھانے ہوں کہ اگر سر جاتا رہے

کہ سرپوشش از طبق بر دارم امشب
تو آج کی رات طباق سے سرپوش ہٹا دوں

تو صاحب نعمتی من مستحقم
تو نعمت والا ہے، اور میں مستحق ہوں

زکوٰۃِ حسن دہ حق دارم امشب
حسن کی زکوٰۃ دے آج کی رات مجھ اس کا حق ہے

ہمی ترسم کہ حافظ محو گردد
مجھے ڈر ہے، کہ حافظ محو ہو جائے گا

ازیں شورے کہ در سر دارم امشب
اس شور سے جو آج کی رات میرے سر میں ہے

ز باغِ وصلِ تو یابد ریاضِ رضواں آب
رضوان کے باغ تیرے باغِ وصال سے رونق حاصل کرتے ہیں

ز تابِ ہجرِ تو دارد شرارِ دوزخ تاب
دوزخ کی آگ کی سوزش تیرے ہجر کی سوزش سے ہے

چو چشمِ من ہمہ شب جوئبارِ باغِ بہشت
تمام رات میری آنکھ کی طرح بہشت کا چشمہ

خیالِ نرگسِ مستِ تو بیند اندر خواب
تیری مست نرگس کا خیال، خواب میں دیکھتا ہے

بہ حسنِ عارض و قدِ تو بردہ اند پناہ
تیرے رخسارہ اور قد کے حسن سے پناہ چاہی ہے

بہشت و طوبیٰ و طوبیٰ لہم و حسنِ مآب
بہشت اور طوبیٰ نے اور ان کے لئے طوبیٰ اور بہترین ٹھکانا ہو

بہار شرحِ جمالِ تو دادہ در ہر فصل
موسم بہار نے ہر فصل میں تیرے حسن کی شرح کی ہے

بہشت ذکرِ جمیلِ تو کردہ در ہر باب
بہشت نے ہر باب میں تیرا جمیل ذکر کیا ہے

لب و دہانِ ترا اے بسا حقوقِ نمک
تیرے لب اور دہن کے نمک کے بہت سے حقوق

کہ ہست بر جگرِ ریش و سینہ ہائے کباب
ہیں کباب بنے ہوئے سینوں اور زخمی جگر پر

بسوخت ایں دلِ ما و بکامِ دل نرسید
ہمارا یہ دل سوختہ ہو گیا اور اپنے مقصد تک نہ پہونچا

بکام اگر برسیدے نریختے خوناب
اگر مقصد حاصل کر لیتا تو خالص خون نہ بہاتا

گماں مبر کہ بدورِ تو عاشقاں مستند
یہ خیال نہ کر کہ تیرے دور میں (صرف) عاشق مست ہیں

خبر نداری ز احوالِ زاہدانِ خراب
مست زاہدوں کے احوال کا تجھے علم نہیں ہے

مرا بدورِ لبت شد یقیں کہ جوہرِ لعل
تیرے ہونٹوں کے دور میں مجھے یقین ہو گیا کہ لعل کے جوہر

پدید میشود از آفتابِ عالمتاب
عالم کو روشن کرنے والے آفتاب سے بنتے ہیں

بیمنِ عشق بہمت رسیدہ اے دل
اے دل! عشق کی برکت سے تو باطن تک پہونچا ہے

ز راہ ہائے خطا آمدی براہِ صواب
غلط راستوں سے تو سیدھے راستے پر پہونچا ہے

مہل کہ عمر بہ بیہودہ بگذرد حافظ
اے حافظ! نہ چھوڑ کہ عمر بیکار گذر جائے

بکوش و حاصلِ عمرِ عزیز را دریاب
کوشش کر اور پیاری زندگی کا مقصد پالے

صبحِ دولت میدمد کو جام ہمچوں آفتاب
دولت کی صبح نمودار ہو رہی ہے آفتاب جیسا جام کہاں؟

فرصتے زیں بہ کجا باشد بدہ جامِ شراب
اس سے بہتر فرصت کہاں ہو گی شراب کا جام دے!

۱؎ مجھے آج کی رات ایسی وحدت حاصل ہے کہ اگر میرا سر کٹ جائے تو سارے راز ظاہر کر دوں اور ثابت کر دوں کہ لا موجود الا اللہ یعنی کائنات محض فریب ہے اور وجود ایک ہی ہے۔
۲؎ محبوب کے وصل کی جو راحتیں ہیں وہ جنت میں کہاں ہیں اور ہجر کے جو مصائب ہیں وہ دوزخ میں بھی نہیں ہیں۔
۳؎ محبوب کے حسن کے مقابلہ میں جنت کا حسن ہیچ ہے اور اس کے قد کے مقابلہ میں طوبیٰ کا قد بے رونق ہے۔
۴؎ تیرے ہونٹ کباب شدہ سینوں پر نمک پاشی کرتے ہیں۔
۵؎ تیرے عشق سے عاشق و زاہد سب ہی مست ہیں۔
۶؎ چونکہ تیرا چہرہ آفتاب ہے اور ہونٹ لعل ہیں۔
۷؎ عشقِ مجازی سے عشقِ حقیقی حاصل ہوا ہے۔
۸؎ جو کہ عشق و محبت ہے۔

خانہ بے تشویش و ساقی یار و مطرب بذلہ گو
گھر پُر سکون ہے، یار ساقی ہے، مُطرب لطیفہ گو ہے

موسمِ عیش ست و دورِ ساغر و عہدِ شباب
عیش کا وقت ہے، ساغر کا دور ہے، اور جوانی کا زمانہ ہے

شاہد و ساقی بدست افشان و مُطرب پائے کوب
معشوق اور ساقی بھاؤ دکھا رہے ہیں اور مُطرب رقص کر رہا ہے

غمزۂ ساقی ز چشمِ مے پرستاں بردہ خواب
ساقی کے ناز و انداز نے مے پرستوں کی نیند اڑا دی ہے

خلوتِ خاص ست و جائے امن و نزہتگاہِ انس
خاص خلوت ہے، امن کی جگہ ہے اور محبت کی سیرگاہ ہے

اینکہ می بینیم بہ بیداریست یارب یا بخواب
اے خدا یہ جو کچھ میں دیکھ رہا ہوں بیداری میں ہے یا خواب میں

از خیالِ لطفِ مے مشاطۂ چالاک طبع
چالاک طبع مشاطہ شراب کے لطف کے خیال سے

در ضمیرِ برگِ گل خوش میکند پنہاں گلاب
گلاب کی پتی کے دل میں اچھی طرح گلاب بھر رہی ہے

از پئے تفریحِ طبع و زیورِ حسن و طرب
تفریحِ طبع اور حسن و مستی کی آرائش کے لئے

خوش بود ترکیبِ زریں جام با لعلِ مذاب[1]
زریں جام اور پگھلے ہوئے لعل کا جوڑ عمدہ ہوتا ہے

جائے امن و یار ساقی و حریفاں یکجہت
پُر اطمینان جگہ، اور ساقی یار ہو اور یکدل دوست

کردہ چشمِ مستِ ساقی مے پرستاں را خراب
ساقی کی مست آنکھوں نے مے پرستوں کو مست کر دیا ہے

تا شد آں مہ مشتری دُرہائے حافظ را بگوش[2]
جب کہ وہ چاند حافظ کے موتیوں کو کان میں پہنکر خریدار بنا ہے

میرسد ہر دم بگوشِ زہرہ گلبانگِ رباب
ستار کی آواز ہر وقت زہرہ کے کانوں میں پڑ رہی ہے

گفتم اے سلطانِ خوباں رحم کن بر ایں غریب
میں نے کہا اے حسینوں کے بادشاہ اس پردیسی پر رحم کر

گفت در دنبالِ دل رہ گم کند مسکیں غریب
وہ بولا دل کے پیچھے مسکین پردیسی راستہ بھول جاتا ہے

گفتمش بگذر زمانے گفت معذورم بدار
میں نے اس سے کہا تھوڑی دیر کے لئے آ، اس نے کہا مجھے معذور سمجھ

خانہ پروردے چہ تاب آرد غمِ چندیں غریب
گھر کا پالا ایسے عجیب غم کی کیا تاب لا سکتا ہے؟

خفتہ بر سنجابِ شاہی نازنینے را چہ غم
شاہی سنجاب پر سوئے ہوئے نازنین کو کیا غم؟

گر ز خار و خارہ سازد بستر و بالیں غریب
اگر کوئی پردیسی کانٹوں اور سنگِ خارا کا بستر اور تکیہ بنائے

اے کہ در زنجیرِ زلفت جانِ چندیں آشناست
اے وہ کہ تیری زلف کی زنجیر میں بہت سے آشناؤں کی جان ہے

خوش فتاد آں خالِ مشکیں بر رخِ رنگیں غریب
نادر رنگین رخ پر وہ سیاہ تل کیسا بھلا واقع ہوا ہے

بس غریب افتادہ است آں مور خط گرد رخت
تیرے رخسار کے گرد سبزہ آغاز کیسا عجیب ہے؟

گرچہ نبود در نگارستاں خطِ مشکیں غریب
اگرچہ نگارستان میں سیاہ خط نادر نہیں ہوتا ہے

می نماید عکسِ مے در رنگِ روئے مہوشت
تیرے چاند جیسے چہرے کے رنگ میں شراب کا عکس ایسا نظر آتا ہے

ہمچو برگِ ارغواں بر صفحۂ نسریں غریب[3]
جیسا کہ نسرین پر ارغوان کا پتہ، عجیب نظر آتا ہے

گفتم اے شامِ غریباں طرۂ شبرنگِ تو
میں نے کہا اے وہ کہ تیری شبرنگ زلفیں شامِ غریباں ہیں

در سحرگاہاں حذر کن چوں بنالد ایں غریب
صبح کے وقت جب یہ پردیسی نالہ کرے تو خدا سے ڈر

باز گفتم ماہِ من آں عارضِ گلگوں مپوش
پھر میں نے کہا اے میرے چاند گلاب جیسا رخسار نہ چھپا

ورنہ خواہی ساخت مارا خستہ و مسکیں غریب
ورنہ ہمیں خستہ اور مسکین غریب بنا دے گا

[1] لعلِ مذاب شراب کو کہتے ہیں۔
[2] یعنی جب حافظ کے اشعار محبوب کو پسند آگئے ہیں۔
[3] یعنی تو عشق کے صدمے کو برداشت نہ کر سکے گا۔
[4] رخِ نسرین کی طرح ہے اور شراب کو رنگ ارغوانی ہے۔

گفت حافظ آشنایاں در مقامِ حیرت اند
حافظ نے کہا جاننے والے مقامِ تحیر میں ہیں
دور نبود گر نشیند خستہ و مسکیں غریب
اگر ایک مسکین اور غریب خستہ ہو بیٹھے تو کچھ بعید نہ ہوگا

می دمد صبح و کِلّہ[1] بستہ سحاب
صبح طلوع ہو رہی ہے، ابر پردہ تانے ہے
اَلصَّبُوحُ الصَّبُوحُ یَا اَصْحَاب
اے ساتھیو! صبح کی شراب لاؤ

میچکد[2] ژالہ بر رُخِ لالہ
لالہ پر، شبنم پڑ رہی ہے
اَلْمُدَامُ اَلْمُدَامُ یَا اَحْبَاب
اے دوستو! کہنہ شراب لاؤ

می وزد[3] در چمن نسیمِ بہشت
چمن میں، بہشتی ہوا آ رہی ہے
خوش بنوشید دائماً مےِ ناب
مسلسل، خالص شراب خوب پیو

تختِ زریں زدہ ست گل بچمن
پھول نے، چمن میں زریں تخت بچھایا ہے
راحِ چوں لعلِ آتشیں دریاب
آتشیں، لعل جیسی، شراب حاصل کر لو

لب و[4] دندانِ تو حقوقِ نمک
تیرے ہونٹ، اور دانت، نمک کے حقوق
داشت بر جانِ سینہ ہائے کباب
رکھتے ہیں کباب بنے سینوں کی جان پر

درِ میخانہ بستہ اند مگر
شراب خانہ کا دروازہ، پھر بند کر دیا
اِفْتَحْ یَا مُفَتِّحَ الْاَبْوَاب
اے دروازوں کے کھولنے والے تو کھول دے

در چنیں موسمے عجب باشد
اس جیسے موسم میں، تعجب کی بات ہوگی
کہ بہ بندند میکدہ بشتاب
کہ شراب خانہ جلد بند کر دیں

زاہدا مے بنوش رندانہ
اے زاہد! رندانہ شراب پی
فَاتَّقُوا اللّٰہَ یَا اُولِی الْاَلْبَاب
اے عقل والو! اللہ سے ڈرو

گر نشاں ز آبِ زندگی جوئی
اگر تو آبِ حیات کا متلاشی ہے
مے نوشیں بجو ببانگِ رُباب
ستار کی دھن پر، شراب مانگ

چوں سکندر حیات اگر طلبی
اگر تو سکندر کی طرح، حیات کا طالب ہے
لبِ[6] لعلِ نگار را دریاب
تو معشوق کے لعل جیسے، ہونٹ حاصل کر

بر رُخِ ساقیِ پری پیکر
پری جیسے جسم والے، محبوب کے روبرو
موسمِ گل بنوش بادۂ ناب
پھول کے موسم میں، خالص شراب پی

شادیِ روئے ساقیِ مہوش
چاند جیسے، ساقی کے چہرے کی خوشی میں
ہمچو حافظ بنوش بادۂ ناب
حافظ کی طرح، خالص شراب پی

حافظا غم مخور کہ شاہدِ بخت
اے حافظ! غم نہ کھا اس لئے کہ نصیبہ کا محبوب
عاقبت برکشد ز چہرہ نقاب
انجام کار، چہرے سے نقاب اٹھائے گا

---

[1] کلہ باریک پردے، اور خیمہ کو کہتے ہیں۔
[2] یعنی ابر چھایا ہوا ہے اور موسم خوشگوار ہے۔
[3] جبکہ مست ہوائیں چل رہی ہیں تو شراب کا دور ضروری ہے۔
[4] یعنی زخمی دلوں پر تیرے لب و دندان نمک پاشی کرتے ہیں۔
[5] ایسے خوشگوار موسم میں شراب نوشی نہ کرنا کفرانِ نعمت ہے۔
[6] معشوق کے ہونٹ، آبِ حیات ہیں۔

ردیفِ تائے فوقانی

آں سیہ چردہ کہ شیرینیِ عالم با اوست
وہ سانولا جس کی تمام دنیا کی مٹھاس اس میں ہے

چشمِ میگوں لبِ خنداں دلِ خرم با اوست
مست آنکھ ہیں، مسکراتا ہونٹ، خوش دل اس کا ہے

گرچہ شیریں دہناں پادشہانند و لے
اگرچہ تمام شیریں دہن، بادشاہ ہیں لیکن

آں سلیمانِ زمان ست کہ خاتم با اوست
وہ سلیمانِ زمانہ ہے، اس لئے کہ انگوٹھی اس کے پاس ہے

روئے خوبست و کمالِ ہنر و دامنِ پاک
حسین چہرہ ہے، اور کمال ہنر ہے، اور پاک دامنی ہے

لاجرم ہمّتِ پاکانِ دو عالم با اوست
لامحالہ دو جہان کے پاکوں کی باطنی توجہ اس کی طرف ہے

خالِ مشکیں کہ بر آں عارضِ گندم گونست
کالا تل، جو اس گندم گوں رخسار پر ہے

سرِ آں دانہ کہ شد رہزنِ آدم با اوست
اس دانہ کا راز جو کہ حضرت آدم کے رہزن بنا تھا اس کے پاس ہے

دلبرم عزمِ سفر کرد خدا را یاراں
میرے معشوق نے سفر کا عزم کر لیا ہے، خدا کے لئے دوستو

چہ کنم با دلِ مجروح کہ مرہم با اوست
میں زخمی دل کا کیا کروں، اس لئے کہ مرہم تو اس کے پاس ہے

با کہ ایں نکتہ تواں گفت کہ آں سنگیں دل
یہ راز کس سے کہا جا سکتا ہے کہ اس سنگیں دل نے

کشت ما را و دمِ عیسیٰ مریم با اوست
ہمیں مار ڈالا اور حضرت مریم کے عیسیٰ کی جھاڑ پھونک اس کے پاس ہے

حافظ از معتقدانست گرامی دارش
حافظ معتقدوں میں سے ہے، اس کو معزز سمجھ۔

زانکہ بخشایشِ بس روحِ مکرّم با اوست
اس لئے کہ مکرم روح کی اس پر بخشش ہے

آں شبِ قدرے کہ گویند اہلِ خلوت امشب ست
وہ شبِ قدر جس کے اہلِ خلوت قائل ہیں آج کی رات ہے

یا رب ایں تاثیرِ دولت از کدامی کوکب ست
اے خدا دولت کی یہ تاثیر کس ستارے کی وجہ سے ہے؟

تا بگیسوئے تو دستِ ناسزایاں کم رسد
تاکہ نااہلوں کا ہاتھ تیرے گیسو تک نہ پہونچے

ہر دلے در حلقۂ در ذکرِ یا رب یا رب ست
ہر حلقہ میں ہر دل یا رب یا رب کے ذکر میں ہے

کشتۂ چاہِ زنخدانِ توام کز ہر طرف
میں تیری ٹھوڑی کے کنوئیں کا پیاسا ہوں، اس لئے کہ ہر طرف سے

صد ہزارش گردنِ جاں زیرِ طوقِ غبغب ست
لاکھوں جانوں کی گردنیں اس کی ٹھوڑی کے گوشت کے طوق کے نیچے ہیں

تابِ خوی بر عارضش بیں کآفتابِ گرم رو
اس کے رخسار پر پسینہ کی چمک کو دیکھ کر تیز رفتار سورج

تا
در ہوائے آں عرق ہست ہر روزش تب ست
جب سے اس کے پسینہ کے عشق میں ہے بخار میں ہے

اندر آں موکب کہ بر پشتِ صبا بندند زیں
اس شاہی جلوس میں جس میں صبا کی پشت پر زین کستے تھے

با سلیماں چوں برآیم من کہ مورم مرکب ست
سلیمان سے ہم کیسے نمٹیں کہ ہماری سواری چیونٹی ہے

شہسوارِ من کہ مہ آئینہ دارِ روئے اوست
ہمارا وہ شہسوار، چاند جس کے چہرے کا آئینہ دار ہے

تاجِ خورشیدِ بلندش خاکِ نعلِ مرکب ست
بلند آفتاب کا تاج، اس کی سواری کے نعل کی خاک ہے

آبِ حیوانش ز منقارِ بلاغت می چکد
اس کی بلاغت کی چونچ سے آبِ حیات ٹپکتا ہے

زاغِ کلکِ من بنام ایزد چہ عالی مشرب ست
بخدا میرے قلم کا کوا کس قدر عالی مرتبہ ہے

ا یعنی میرے معشوق میں ملاحت کے ساتھ صباحت ہے۔
۲ جس کے ذریعہ وہ جن وانس پر حکومت کرتے تھے۔
۳ یعنی جس طرح حضرت آدم گیہوں کے دانہ کی وجہ سے مبتلائے آلام ہوئے اسی طرح اس کے رخسار کا تل فتنۂ عالم ہے۔
۴ وہ مردوں کو زندہ کر سکتا ہے لیکن اس نے ہمیں مار ڈالا۔
۵ حضرت سلیمان تخت پر سوار ہوتے تھے جو ایک ماہ کی مسافت صبح کو اور ایک ماہ کی مسافت شام کو طے کر لیتا تھا۔

من نخواهم کرد ترکِ لعلِ یار و جامِ مے
میں یار کے لعل اور شراب کے جام کو ترک نہ کروں گا

زاہداں معذور داریدم کہ اینم مذہب ست
اے زاہدو! مجھے معذور سمجھو یہ میرا مذہب ہے

آنکہ ناوک بر دلم از زیرِ چشمے میزند
وہ جو نیچی نگاہوں کا تیر میرے دل پر چلاتا ہے

قوتِ جانِ حافظش در خندۂ زیرِ لب ست
حافظ کی جان کی خوراک اس کی مسکراہٹ میں ہے

آں پیکِ نامور کہ رسید از دیارِ دوست
وہ نامور قاصد جو دوست کے وطن سے آیا ہے

آورد حرزِ جاں ز خطِ مشکبارِ دوست[1]
وہ دوست کا مشکبار خط، جان کا تعویذ لایا ہے

خوش میدہد نشانِ جلال و جمالِ یار
یار کے جلال اور جمال کا بڑی خوبی سے پتہ دے رہا ہے

خوش می کند حکایتِ عز و وقارِ دوست
دوست کی عزت اور وقار کے بڑے عمدہ قصے بیان کر رہا ہے

جاں دادمش بمژدہ و خجلت ہمی برم[2]
انعام میں میں نے اس کو جان دیدی اور میں شرمندہ ہوں

زیں نقدِ کم عیار کہ کردم نثارِ دوست
کم جوہر نقد کی وجہ سے جو میں نے دوست پر نچھاور کیا

سیرِ سپہر و دورِ قمر را چہ اختیار[3]
آسمان کی گردش اور چاند کے چکر کو خود کیا اختیار ہے؟

در گردش اند بر حسبِ اختیارِ دوست
وہ دوست کے اختیار سے گردش میں ہیں

شکرِ خدا کہ از مددِ بختِ کارساز
خدا کا شکر ہے کہ کار ساز نصیبہ کی مدد سے

بر حسبِ مدعاست ہمہ کاروبارِ دوست
دوست کا تمام کاروبار، مدعا کے مطابق ہے

گر بادِ فتنہ ہر دو جہاں را بہم زند
اگر فتنہ کی ہوا دونوں جہانوں کو بھی درہم برہم کر دے

ما و چراغِ چشم و رہِ انتظارِ دوست
میں ہوں گا اور آنکھ کا چراغ ہو گا اور دوست کے انتظار کا راستہ

کحل الجواہرے بمن آر اے نسیمِ صبح[4]
اے صبح کی نسیم میرے لئے کحل الجواہر لا

زاں خاکِ نیک بخت کہ شد رہگذارِ دوست
اس خوش نصیب خاک کا، جو دوست کا راستہ بنی

مائیم و آستانۂ عشق و سرِ نیاز
ہم ہیں، اور عشق کی چوکھٹ اور نیاز مندی کا سر

تا خوابِ خوش کرا برد اندر کنارِ دوست
دیکھئے میٹھی نیند کس کو دوست کی بغل میں پہونچاتی ہے

دشمن بقصدِ حافظ اگر دم زند چہ باک[5]
حافظ کے ارادہ سے اگر دشمن قصد کرے تو کیا پرواہ ہے

منت خدائے را کہ نیم شرمسارِ دوست
خدا کا احسان ہے کہ میں دوست سے شرمندہ نہیں ہوں

آں ترکِ پری چہرہ کہ دوش از برِ ما رفت
وہ پری چہرہ معشوق جو گزشتہ رات ہمارے پہلو سے نکل گیا

آیا چہ خطا دید کہ از راہِ خطا رفت
نہ معلوم کیا خطا دیکھی جو خطا کے راستے سے نکل کر چلا گیا؟

تا رفت مرا از نظر آں چشمِ جہاں بیں
دنیا بھر کو دیکھنے والی آنکھ جب سے میری نگاہوں کے سامنے سے گئی ہے

کس واقفِ ما نیست کہ از دیدہ چہا رفت
کسی کو ہمارے بارے میں علم نہیں کہ ہماری آنکھوں سے کیا کیا گیا

بر شمع نرفت از گذرِ آتشِ دل دوش[6]
کل رات، دل کی آگ کی وجہ سے شمع پر نہ گزرا

آں دود کہ از سوزِ جگر بر سرِ ما رفت
وہ دھواں جو جگر کے جلنے سے ہمارے سر پر سے گزرا!

---

[1] یعنی دوست کا خط میری جان کی حفاظت کا تعویذ ہے۔

[2] اگرچہ قاصد کے قدموں پر میں نے جان نثار کر دی لیکن میں شرمندہ ہوں کہ اچھی چیز نثار نہ کر سکا۔

[3] دنیا کا کوئی تغیر ہمارے عشق کو نہیں بدل سکتا ہے۔

[4] معشوق کے کوچہ کی گرد ہماری آنکھ کو وہی طاقت بخشتی ہے جو سرمہ کحل الجواہر بخشتا ہے۔

[5] یعنی دشمن اگر حافظ کے خون کا خواہاں ہے تو کوئی فکر نہیں جبکہ دوست راضی ہے۔

[6] شمع کا دل جلنے سے شمع کو وہ تکلیف نہیں ہوتی ہے جو ہمیں ہوتی ہے۔

دور از رخِ تو دمبدم از گوشۂ چشمم
تیرے چہرے سے دور، میری آنکھ کے گوشے دمبدم

سیلابِ سرشک آمد و طوفانِ بلا رفت
آنسوؤں کا سیلاب آیا اور بلا کا طوفان اٹھا

از پائے فتادیم چو آمد شبِ ہجراں
جب شبِ ہجراں آئی تو ہم لوٹ پوٹ ہو گئے

در درد بماندیم چو از دست دوا رفت
جب ہاتھ سے دوا نکل گئی تو ہم درد میں مبتلا رہ گئے

دل گفت وصالش بدعا باز تواں یافت
دل بولا اُس کا وصال دُعا کے ذریعہ دوبارہ حاصل کیا جا سکتا ہے

عمریست کہ عمرم ہمہ در کارِ دعا رفت
ایک زمانہ گزر گیا ہے کہ میری عمر تمام تر دعا میں صرف ہوگئی

احرام[۱] چہ بندیم کہ آں قبلہ نہ اینجاست
ہم کیا احرام باندھیں، وہ قبلہ تو اس جگہ نہیں ہے

در سعی چہ کوشیم کہ از مروہ صفا رفت
سعی میں کیا کوشش کریں، مروہ سے رونق چلی گئی

دی[۲] گفت طبیب از سرِ حسرت چو مرا دید
کل طبیب نے جب مجھے دیکھا، حسرت سے کہا

ہیہات کہ دردِ تو ز قانونِ شفا رفت
ہائے افسوس کہ تیرا درد تو شفا کے قانون سے باہر ہو گیا

اے دوست بپرسیدنِ حافظ قدمے نہ
اے دوست! حافظ کی مزاج پرسی کے لئے ایک قدم دھر

زاں پیش کہ گویند کہ از دارِ فنا رفت
اس سے پہلے کہ لوگ کہیں کہ وہ دنیا سے چلا گیا

اے شاہدِ قدسی کہ کشد بندِ نقابت
اے مقدس محبوب! کون ہے جو تیرے نقاب کا بند کھولے

وے مرغِ بہشتی کہ دہد دانہ و آبت
اے بہشتی چڑیا! کون ہے جو تجھے آب و دانہ دے

رفتی ز کنارِ منِ دل خستہ بناکام
ناکام کر کے مجھ تباہ کے پہلو سے تو روانہ ہو گیا

تا جائے کہ شد منزل و ماوائے کہ خوابت
کس کا گھر تیری منزل بنا اور کس کا ٹھکانا تیری خوابگاہ ہے

خوابم بشد از دیدہ دریں فکرِ جگر سوز
اس جگر سوز خیال سے میری آنکھوں سے نیند اڑ گئی

کآغوش کہ شد منزلِ آسایش و خوابت
کہ تیرے آرام اور نیند کی منزل کس کی آغوش ہے

درویش[۳] نمی پرسی و ترسم کہ نباشد
تو فقیر کی پرسش نہیں کرتا ہے اور مجھے ڈر ہے

اندیشۂ آمرزش و پروائے ثوابت
کہ تجھے بخشے جانے کی فکر اور ثواب کی پروا نہیں ہے

راہِ دلِ عشاق زد آں چشمِ خماری
اس خمار والی آنکھ نے عاشقوں کا دل لوٹ لیا

پیداست ازیں شیوہ کہ مست است شرابت
اس سے یہ بات ظاہر ہے کہ تیری شراب نشیلی ہے

تیرے[۴] کہ زدی بر دلم از غمزہ خطا رفت
ناز کا تیر جو تو نے میرے دل پر چلایا، وہ چوک گیا

تا باز چہ اندیشہ کند رائے صوابت
معلوم تیری درست رائے اب کیا سوچے؟

ہر نالہ و فریاد کہ کردم نشنیدی
میں نے جس قدر بھی نالہ اور فریاد کی تو نے نہ سنا

پیداست نگارا کہ بلند است جنابت
اے معشوق ظاہر ہے تیری بارگاہ بہت بلند ہے

اے قصرِ دل افروز کہ منزل گہِ اُنسی
اے دل کو روشن کرنے والے محل تو محبت کی منزل ہے

یارب مکناد آفتِ ایام خرابت
خدا کرے زمانہ کی آفت تجھے برباد نہ کرے

دور[۵] است سرِ آب دریں بادیہ ہشدار
اس صحرا میں پانی کا کنارہ دور ہے، سمجھ لے

تا غولِ بیاباں نہ فریبد بسرابت
تاکہ جنگلی بھوت، تجھے سراب کا فریب نہ دے

۱؎ جبکہ ہمارا کعبۂ مقصود ہماری نظروں سے غائب ہو گیا ہے تو احرام کس کے لیے باندھیں اور سعی کس لئے کریں۔

۲؎ مریضِ عشق کی دوا شیخ بو علی سینا نے اپنے قانون اور شفا کتاب میں تحریر نہیں کی ہے۔

۳؎ عاشقوں کے ساتھ بھلائی کر تاکہ آخرت میں بھلا ہو۔

۴؎ تیرے تیرِ چشم سے ابکے تو بچ گیا ہوں معلوم آئندہ تیرا کیا ارادہ ہے۔

۵؎ راہِ محبت میں شیطان دھوکے کے بہت سے سراب دکھلاتا ہے ان سے ہوشیار رہنا چاہیے۔

تا در رہِ پیری بچہ آئین روی اے دل
اے دل بڑھاپے کے راستہ میں کس طور پر چلے گا

بارے بغلط صرف شد ایامِ شبابت
اب، تیری جوانی کی عمر تو غلط کٹی

حافظ نہ غلامیست کہ از خواجہ گریزد
حافظ ایسا غلام نہیں ہے جو آقا سے بھاگے

لطفے کن و باز آ کہ خرابم ز عتابت
مہربانی کر دے اور باز آ جا کیونکہ میں تیرے عتاب سے تباہ ہوں

اے ہدہدِ صبا[1] بسبا می فرستمت
اے بادِ صبا کے ہدہد میں تجھے سبا میں بھیجتا ہوں

بنگر کہ از کجا بکجا می فرستمت
سمجھ لے میں تجھے کہاں سے کہاں بھیج رہا ہوں

حیف ست طائرے چو تو در خاکدانِ دہر
زمانہ کے خاکدان میں تجھ جیسے پرندکا رہنا ظلم ہے

زینجا بآشیانِ وفا می فرستمت
میں تجھے اس جگہ سے وفا کے آشیانہ میں بھیج رہا ہوں

در راہِ[2] عشق مرحلۂ قرب و بعد نیست
عشق کے راستہ میں دوری اور نزدیکی کا معاملہ نہیں ہے

می بینمت عیان و دعا می فرستمت
میں تجھے کھلم کھلا دیکھ رہا ہوں اور تیرے لئے دعا بھیج رہا ہوں

ہر صبح و شام قافلۂ از دعائے خیر
ہر صبح اور شام کو دعائے خیر کا قافلہ

در صحبتِ شمال و صبا می فرستمت
پُروا اور پچھوا کے ساتھ تیرے لئے بھیج رہا ہوں

در روئے[3] خود تفرجِ صُنعِ خدا بکن
اپنے چہرے میں خدا کی کاریگری کی سیر کر

کآئینۂ خدائے نما می فرستمت
میں تیرے پاس خدا نما آئینہ بھیج رہا ہوں

تا لشکرِ غمت نکند ملکِ دل خراب
تاکہ تیرے غم کا لشکر دل کے ملک کو تباہ نہ کر دے

جانِ عزیزِ خود بفدا می فرستمت
اس لئے میں اپنی پیاری جان کو تیرے پاس فدیہ میں بھیج رہا ہوں

ہر دم[4] غمے فرست مرا و بگو بناز
ہر دم میرے لیے غم روانہ کر اور ناز سے کہہ

کایں تحفہ از برائے خدا می فرستمت
کہ یہ تحفہ خدا کے لیے تیرے پاس بھیج رہا ہوں

اے غائب از نظر کہ شدی ہمنشینِ دل
اے نظر سے غائب! کہ تو دل کا ہم نشین ہے

می گویمت دعا و ثنا می فرستمت
میں تجھے دعا دیتا ہوں اور تیرے پاس تعریف بھیج رہا ہوں

تا مطربان ز شوقِ منت آگہی دہند
تاکہ گویے میرے عشق سے تجھے باخبر کر دیں

قول و غزل بساز و نوا می فرستمت
قول اور غزل مع ساز اور آواز کے تیرے پاس بھیج رہا ہوں

ساقی بیا کہ ہاتفِ غیبم بمژدہ گفت
اے ساقی آ! غیبی ہاتف نے خوشخبری میں مجھ سے کہا ہے

با درد صبر کن کہ دوا می فرستمت
درد پر صبر کر، کیونکہ میں تیرے پاس دوا بھیج رہا ہوں

حافظ سرودِ مجلسِ ما ذکرِ خیر تست
اے حافظ! ہماری مجلس کا گانا تیرا ذکرِ خیر ہے

تعجیل[5] کن کہ اسپ و قبا می فرستمت
جلدی کر، میں تیرے پاس گھوڑا اور قبا بھیج رہا ہوں

اے غائب از نظر بخدا می سپارمت
اے نظر سے دور! میں تجھے خدا کے سپرد کرتا ہوں

جانم بسوختی و بدل دوست دارمت
تو نے میری جان جلا ڈالی، دوست! تجھے دل سے چاہتا ہوں

---

[1] حضرت سلیمان نے ہدہد پرندے کو بلقیس کے احوال معلوم کرنے کے لئے ملکِ سبا کی طرف روانہ کیا تھا۔
[2] عشق و محبت کی راہ میں ظاہری فاصلے باقی نہیں رہتے ہیں۔
[3] محبوب کا چہرہ خدا بینی کا آئینہ ہے۔
[4] غمِ محبوب بھی ہمارے لئے تحفہ ہے۔
[5] بادشاہ جب مجلس میں بلاتے تھے تو پوشاک اور سواری بھیج دیتے تھے۔

تادامنِ کفن نہ کشم زیرِ پائے خاک
جب تک کہ کفن کا دامن میں خاک کے نیچے نہ کھینچوں گا
باور مکن کہ دست ز دامن بدارمت
یقین نہ کر کہ میں تیرے دامن سے دست بردار ہوں گا

گر بایدم شدن سوئے ہاروتِ بابلی
اگر بابل والے ہاروت کی طرف مجھے جانا پڑا[1]
صد گونہ ساحری بکنم تا بیارمت
سو قسم کے جادو کروں گا، تاکہ تجھے کھینچ بلاؤں

محرابِ ابرواں بنما تا سحر گہے
ابروؤں کی محراب دکھا، تاکہ صبح کے وقت
دستِ دعا برآرم و در گردن آرمت
دعا کے لیے ہاتھ اٹھاؤں، اور تیری گردن میں ڈال دوں

خواہم کہ پیشِ میرمت اے بیوفا طبیب
اے بیوفا طبیب! میری خواہش ہے کہ تیرے سامنے جان دوں
بیمار باز پرس کہ در انتظارمت
بیمار کو پھر پوچھ لے کہ تیرے انتظار میں ہوں

صد جوئے آب بستہ ام از دیدہ در کنار
آنکھوں سے، پہلو میں، میں نے پانی کی سو نہریں جاری کیا[2]
بر بوئے تخمِ مہر کہ در دل بکارمت
محبت کے اُس بیج کی وجہ سے جو میں تیرے دل میں بوؤں

خونم بریخت و از غمِ ہجرم خلاص داد
میرا خون بہایا، اور مجھے غم ہجر سے چھڑا دیا
منت پذیرِ غمزۂ خنجر گذارمت
میں تیرے ناز و ادا کے خنجر کا ممنون ہوں

می گریم و مرادم ازیں چشمِ اشکبار
میں روتا ہوں اور ان آنسو بہانے والی آنکھوں سے میرا مقصد
تخمِ محبت ست کہ در دل بکارمت
محبت کا وہ بیج ہے جو میں تیرے دل میں بوؤں

گر دیدہ و دلم کند آہنگِ دیگرے
اگر میری آنکھ، اور دل، کسی دوسرے کا قصد کریں[3]
آتش زنم در آں دل و دیدہ برآرمت
اس دل میں آگ لگا دوں، اور تیری خاطر اُس آنکھ کو نکال دوں

بارم دہ از کرم برِ خود تا بسوزِ دل
مجھے اپنے پاس اپنے کرم سے باریابی دیدے تاکہ دل کی سوزش کیساتھ
در پایت دمبدم گہر از دیدہ بارمت
تیرے پیروں پر تیری خاطر آنکھ سے پے در پے موتی نچھاور کروں

حافظ شراب و شاہد و رندی نہ وضعِ تست
اے حافظ شراب اور معشوق اور مستی تیری وضع نہیں ہے

فی الجملہ میکنی و فرو میگذارمت
پھر بھی تو کرتا ہے اور میں تجھے معاف کرتا ہوں

اگر بہ لطف بخوانی مزیدِ الطاف ست
اگر تو مہربانی سے بلالے، مزید مہربانی ہے
و گر بہ قہر برانی درونِ ما صاف ست
اور اگر غصہ سے نکال دے تو بھی ہمارا دل صاف ہے

بیانِ وصفِ تو گفتن نہ حدِ امکان ست
تیرے وصف کا بیان کرنا امکان کی حد سے باہر ہے
چرا کہ وصفِ تو بیرون ز حدِ اوصاف ست
اس لیے کہ تیرے اوصاف بیان کی حد سے باہر ہیں

چو سرو سرکشی اے یارِ سنگدل از ما
اے سنگدل یار! تو چونکہ سرو کی طرح ہم پر سرکشی کرتا ہے
چہ چشمہاست کہ بر روئے ما ز اطراف ست
اطراف سے کس قدر نگاہیں ہمارے چہرے پر پڑ رہی ہیں[4]

ز چشمِ عشق تواں دید روئے شاہدِ ما
ہمارے معشوق کے چہرے کو عشق کی نگاہ سے دیکھا جا سکتا ہے
کہ نورِ چہرۂ خوباں ز قاف تا قاف ست
اس لیے کہ حسینوں کے چہرے کا نور قاف سے قاف تک ہے[5]

ز مصحفِ رخِ دلدار آیتے برخواں
معشوق کے رخ کے قرآن سے کوئی آیت یاد کرلے
کہ آں بیانِ مقاماتِ کشف و کشاف ست
اس لیے کہ کشف اور کشاف[6] کے مقامات کا بھی بیان ہے

---

[1] چاہِ بابل میں ہاروت جادوگر قید ہے۔
[2] میں اپنے آنسوؤں سے اس تخم کو پانی دے رہا ہوں جو میں نے تیرے دل میں بویا ہے تاکہ وہ بار آور ہو۔
[3] یہ ممکن نہیں ہے کہ تیرے حسن کا پورا بیان کیا جاسکے۔
[4] یعنی رقیبوں کے سامنے شرمندہ ہونا پڑ رہا ہے۔
[5] مشہور ہے کہ کوہِ قاف تمام دنیا کو چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہے۔
[6] علم تفسیر میں علامہ زمخشری کی مشہور کتاب۔

عدو کہ منطقِ حافظ طمع کند در شعر
دشمن جو شعر کہنے میں حافظ کے کلام کا لالچ کرتا ہے

ہماں حدیثِ ہمای و طریقِ خطاف ست
یہ تو وہی ہما کی بات اور ابابیل کا طریقہ ہے

اگرچہ بادہ فرح بخش و باد گل بیز ست
اگرچہ شراب خوشی پیدا کرنے والی اور ہوا چھانٹنے والی ہے

بہ بانگِ چنگ مخور مے کہ محتسب تیز ست
ستار کی آواز پر شراب نہ پی اس لیے کہ محتسب بہت تیز ہے

صراحیے و حریفے گرت بدست افتد
صراحی اور دوست اگر تیرے ہاتھ آجائیں

بعقل کوش کہ ایام فتنہ انگیز ست
تو بھی عقل کا کام کر کہ زمانہ بہت فتنہ انگیز ہے

در آستینِ مرقع پیالہ پنہاں کن
گدڑی کی آستین میں، پیالہ چھپالے

کہ ہمچو چشمِ صراحی زمانہ خونریز ست
اس لیے کہ زمانہ، صراحی کی آنکھ کی طرح خونریز ہے

ز رنگِ بادہ بشوئید خرقہ ہا از اشک
گدڑی سے شراب کے دھبے آنسوؤں سے دھولے

کہ موسمِ ورع و روزگارِ پرہیز ست
اس لیے کہ تقوے کا موسم اور پرہیزگاری کا زمانہ ہے

مجوی عیشِ خوش از دورِ واژگونِ سپہر
آسمان کے الٹے چکر سے خوشی و عیش کا متلاشی نہ بن

کہ صافِ ایں سرِ خم جملہ دُردی آمیز ست
اس لیے کہ اس مٹکے کے اوپر کی صاف بھی تمام تلچھٹ ملی ہے

سپہر برشدہ پرویزنیست خوں افشاں
بلند آسمان، ایسی خون چھڑکنے والی چھلنی ہے

کہ قطرہ اش سرِ کسریٰ و تاجِ پرویز ست
کہ اس کا ایک ایک قطرہ کسریٰ کا سر اور پرویز کا تاج ہے

ہر آنچہ میرسد از نورِ فیضِ سبحانی
اللہ کے فیض کے نور سے جو کچھ پہنچتا ہے

نصیبۂ دلِ شخصے کہ شب سحرخیز ست
اس شخص کے دل کا حصہ ہے جو رات کو سویرے اٹھنے والا ہے

عراق و پارس گرفتی بشعرِ خود حافظ
اے حافظ تونے اپنے اشعار سے عراق اور پارس پر تو قبضہ کرلیا

بیا کہ نوبتِ بغداد و وقتِ تبریز ست
آجا کہ اب تو بغداد کی باری اور تبریز کا وقت ہے

اگرچہ عرضِ ہنر پیشِ یار بے ادبیست
اگرچہ یار کے سامنے کسی ہنر کا پیش کرنا بے ادبی ہے

زباں خموش ولیکن دہاں از عربیست
زبان خاموش ہے لیکن منہ عربی سے بھرا ہے

پری نہفتہ رُخ و دیو در کرشمہ و ناز
پری نے منہ چھپالیا اور دیو کرشمہ اور ناز دکھا رہا ہے

بسوخت عقل ز حیرت کہ ایں چہ بوالعجبیست
حیرت سے عقل جل گئی کہ یہ کیا بوالعجبی ہے؟

سبب مپرس کہ چرخ از چہ سفلہ پرور شد
اس کا سبب نہ پوچھ کہ آسمان کمینہ پرور کیوں ہو گیا ہے؟

کہ کامِ بخشئ او را بہانہ بے سببیست
اس لیے کہ اس کی مطلب بخشی کے لیے بے سببی کا بہانہ موجود ہے

ازیں چمن گُلِ بے خار کس نچید آرے
اس چمن سے بے کانٹے کا پھول کسی نے نہیں چنا بیشک

چراغِ مصطفوی با شرارِ بولہبیست
مصطفوی چراغ، بولہبی لپٹ کے ساتھ ہے

حسن ز بصرہ بلال از حبش صہیب از روم
بصرہ سے حسن، حبش سے بلال، روم سے صہیب

ز خاکِ مکہ ابوجہل ایں چہ بوالعجبیست
مکہ کی خاک سے ابوجہل! یہ کیا بوالعجبی ہے،

[۱] ظاہر ہے کہ ہما اور ابابیل میں کوئی نسبت نہیں ہے۔
[۲] زمانے سے خالص عیش کی توقع نہ رکھ۔
[۳] یعنی جو خون کے قطرے آسمان برساتا ہے اس میں کسریٰ کے سر اور پرویز کے تاج کی آمیزش ہے۔
[۴] ان پر بھی قبضہ کرلے۔
[۵] یعنی نااہل ذلیل ہیں اور نااہل عروج پر ہیں۔
[۶] یعنی کمینوں کو بلا سبب عروج ہے۔
[۷] آں حضور کا چچا ابولہب کفر میں مشہور ہے۔
[۸] یعنی مکہ کی متبرک خاک سے ابوجہل پیدا ہوا، اور دوسری سرزمینوں سے بڑے بڑے بزرگ پیدا ہوئے۔
[۹] شاہ مبارز الدین محمد نے شراب خانے بند کرا کر محتسب مقرر کردیے تھے۔ اس غزل میں ان واقعات پر طنز ہے۔

جمالِ دخترِ رز نورِ چشمِ ماست مگر
انگور کی بیٹی کا حسن ہماری آنکھوں کا نور ہے لیکن
کہ در نقابِ زجاجی و پردۂ عنبیست
جبکہ زجاجی نقاب، اور عنبی پردے میں ہو

دوائے دردِ خود اکنوں ازاں مفرح جوی
اب اپنے درد کی دوا، اُس مفرح سے تلاش کر
کہ در صراحیِ چینی و شیشۂ حلبیست
جو چینی صراحی، اور حلبی بوتل میں ہو

بہ نیم جو نخرم طاقِ خانقاہ و رباط
خانقاہ، اور لنگر خانہ کے طاق کو میں آدھے جو میں بھی نہ خریدوں گا
مرا کہ مصطبۂ ایوان و پائے خم طنبیست
کیونکہ میرا محل، شراب خانہ، اور بلند قلعہ، پائے خم ہے

ہزار عقل و ادب داشتم من اے خواجہ
اے صاحب! میں ہزار عقل و ادب رکھتا تھا
کنوں کہ مست و خرابم صلائے بے ادبیست
اب جبکہ میں مست اور خراب ہوں تو بے ادبی کی صدا ہے

بیار مے کہ چو حافظ مدامم استغفار
شراب لا، اس لئے کہ حافظ کی طرح ہمیشہ میری استغفار

بگریۂ سحری و نیازِ نیم شبیست
صبح کے وقت رونے، اور آدھی رات کے عجز کے ساتھ ہے

اے نسیمِ سحر آرامگہِ یار کجاست
اے صبح کی نسیم! یار کی آرام گاہ کہاں ہے؟
منزلِ آں مہِ عاشق کُش عیّار کجاست
اُس عاشق کُش، شوخ، چاند کی منزل کہاں ہے؟

شبِ تار ست و رہِ وادیِ ایمن در پیش
رات اندھیری ہے اور وادیِ ایمن کا راستہ درپیش ہے
آتشِ طور کجا وعدۂ دیدار کجاست
کوہِ طور کی آگ کہاں ہے، دیدار کا وعدہ کہاں ہے؟

ہر کہ آمد بجہاں نقشِ خرابی دارد
جو بھی دنیا میں آیا ہے خرابی کا نقش رکھتا ہے
در خرابات مپرسید کہ ہشیار کجاست
شراب خانہ میں یہ نہ پوچھو کہ ہشیار کہاں ہے؟

آنکس ست اہلِ بشارت کہ اشارت داند
اہلِ بشارت وہ ہے، جو اشارہ سمجھے
نکتہا ہست بسے محرمِ اسرار کجاست
نکتے تو بہت ہیں، رازِ دل کا محرم کہاں ہے؟

ہر سرِ موئے مرا با تو ہزاراں کارست
میرے ہر رونگٹے کو، تجھ سے ہزاروں کام ہیں
ما کجائیم و نصیحت گرِ بیکار کجاست
ہم کہاں ہیں اور فضول نصیحت کرنے والا کہاں ہے؟

عاشقِ خستہ ز دردِ غمِ ہجرِ تو بسوخت
خستہ، عاشق تیرے فراق کے غم میں جل گیا
خود نپرسی تو کہ آں عاشقِ غمخوار کجاست
تو خود یہ نہیں پوچھتا ہے کہ وہ غمخوار، عاشق کہاں ہے؟

بادہ و مطرب و گل جملہ مہیاست ولے
شراب اور گویا اور پھول سب تیار ہیں لیکن
عیش بے دوست میسر نشود یار کجاست
دوست کے بغیر لطف میسر نہیں آتا ہے دوست کہاں ہے؟

عقل دیوانہ شد آں سلسلۂ مشکیں کو
عقل دیوانی ہو گئی ہے، مشکیں بیڑی کہاں ہے؟
دل ز ما گوشہ گرفت ابروئے دلدار کجاست
دل نے ہم سے کنارہ کر لیا معشوق کی ابرو کہاں ہے؟

دلم از صومعہ و صحبتِ شیخ ست ملول
میرا دل عبادت خانہ اور شیخ کی ہم نشینی سے تنگ ہے
یارِ ترسا بچہ کو خانۂ خمار کجاست
آتش پرست زادہ، یار کہاں ہے شرابی کی بستی کہاں ہے؟

باز پرسید ز گیسوئے شکن بر شکنش
اس کی پیچ در پیچ زلفوں سے پھر پوچھو
کیں دلِ غمزدہ اش گشتہ گرفتار کجاست
کہ یہ غم زدہ دل، جو اس کا گرفتار ہے کہاں ہے؟

لہ زجاجی اور عنبی آنکھ کے پردوں کے نام بھی ہیں۔
لہ حضرت موسیٰ کو وادیِ ایمن میں تجلیاتِ رب کا دیدار ہوا تھا۔
لہ نیکوں کا مقام دنیا نہیں ہے۔
لہ جب اس درجہ کی وابستگی ہے تو ناصح کی نصیحت لغو اور بیکار ہے۔
لہ دیوانی عقل کو زلفوں کی بیڑیوں کی ضرورت ہے۔
لہ نکہ وہاں سے اس کو تلاش کر کے لائیں۔

حافظ از بادِ خزاں در چمنِ دہر مرنج
اے حافظ زمانہ کے چمن میں خزاں کی ہوا سے رنجیدہ نہ ہو
فکرِ معقول بفرما گُلِ بے خار کجاست
صحیح بات سوچ بدوں کانٹے کا پھول کہاں ہے؟

امروز شاہِ انجمنِ دلبراں یکیست
آج دلبروں کی انجمن کا بادشاہ، تو ایک ہی ہے
دلبر اگر ہزار بود دلبر آں یکیست
دلبر اگر ہزار بھی ہوں، وہ دلبر ایک ہی ہے

من بہرِ آں یکے دل و دیں دادہ ام بباد
ہم نے اسی ایک کی خاطر دل اور دین تباہ کر دیا ہے
عیبم مکن کہ حاصلِ ہر دو جہاں یکیست
مجھے عیب نہ لگا اس لئے کہ دونوں جہاں کا خلاصہ ایک ہی ہے

سودائیانِ عالمِ پندار را بگوی
خود پسندی کی دنیا کے دیوانوں سے کہدو
سرمایہ گم کنید کہ سود و زیاں یکیست
سرمایہ کو گم کر دو اس لئے کہ نفع اور نقصان یکساں ہے

خلقے زباں بدعوئے عشقش کشادہ اند
لوگوں نے اس کے عشق کے دعوے میں زبان کھولی ہے
اے من غلامِ آنکہ دلش با زباں یکیست
میں اس کا غلام ہوں جس کا دل اور زبان ایک ہے

حافظ بر آستانۂ دولت نہادہ سر
حافظ نے دوست کی چوکھٹ پر سر دھر دیا ہے
دولت در آں سرست کہ با آستاں یکیست
خوش نصیبی اسی سر میں ہے جو چوکھٹ کے ساتھ ملکر ایک ہے

اَلْمِنَّۃُ لِلّٰہ کہ درِ میکدہ بازست
خدا کا احسان ہے کہ میکدہ کا دروازہ کھلا ہے
زاں رو کہ مرا بر درِ او روئے نیازست
اس طور پر، کہ میرا عاجزی کا چہرہ اس کے دروازہ پر ہے

خمہا ہمہ در جوش و خروش اند ز مستی
مستی کی وجہ سے تمام مٹکے جوش و خروش میں ہیں
واں مے کہ در آنجاست حقیقت نہ مجازست
وہ شراب جو اُن میں ہے وہ حقیقی ہے مجازی نہیں ہے

از وے ہمہ مستی و غرورست و تکبر
اس کی جانب سے تمام تر مستی اور غرور اور تکبر ہے
وز ما ہمہ بیچارگی و عجز و نیازست
ہماری جانب سے تمام تر بیچارگی اور عجز و نیاز ہے

شرحِ شکنِ زلفِ خم اندر خمِ جاناں
محبوب کی پیچ در پیچ زلفوں کی شکن کی شرح
کوتہ نتواں کرد کہ ایں قصہ درازست
مختصر نہیں ہو سکتی، کیوں کہ یہ لمبا قصہ ہے

بارِ دلِ مجنون و خمِ طرۂ لیلےٰ ست
مجنوں کے دل کا بوجھ، اور لیلیٰ کے گیسو کا پیچ ہے
رخسارۂ محمود و کفِ پائے ایازست
محمود کا رخسارہ، اور ایاز کے پیر کا تلوا ہے

بر دوختہ ام دیدہ چو باز از ہمہ عالم
باز کی طرح، تمام جہاں سے میں نے آنکھیں سی لی ہیں
تا دیدۂ من بر رخِ زیبائے تو بازست
جب سے میری آنکھ تیرے رخِ زیبا پر کھلی ہے

رازیکہ بر خلق نہفتیم و نگفتیم
جو راز، ہم نے تمام مخلوق سے نہ کہا اور چھپایا
با دوست بگوئیم کہ او محرمِ رازست
دوست سے کہیں گے، کیونکہ وہ محرمِ راز ہے

در کعبۂ کوئے تو ہر آنکس کہ در آید
جو، تیرے کوچہ کے کعبہ میں آجائے
از قبلۂ ابروئے تو در عینِ نمازست
تیرے ابرو کے قبلہ کی وجہ سے، عینِ نماز میں ہے

[1] دنیا کا کوئی عیش تکلیف کے بغیر نہیں ہے۔
[2] دنیا میں دلبر بہت ہیں لیکن میرے پیر کا دل اور زبان یکساں ہے۔
[3] یعنی چوکھٹ اور سر میں دوئی ختم ہو جائے
[4] معرفت کی شراب حقیقی ہے۔
[5] محبوب کی یہی شان ہے، عاشق کا کام عجز و نیاز ہے۔
[6] طولانی زلفوں کی شرح بھی مختصر نہیں ہو سکتی ہے۔
[7] باز کو مانوس کرنے اور سدھانے کے لئے اس کی آنکھیں سی دی جاتی ہیں۔

اے مجلسیاں سوزِ دلِ حافظِ مسکیں
اے ہمنشینو! مسکین، حافظ کے دل کی سوزش

از شمع بپرسید کہ در سوز و گداز ست
شمع سے معلوم کرو، جو سوز و گداز میں ہے

بیا کہ قصرِ امل سخت سُست بنیاد ست
آجا! کیونکہ تمناؤں کا محل بہت کمزور بنیاد کا ہے

بیار بادہ کہ بنیادِ عمر بر باد ست
شراب لے آ، کیونکہ عمر کی بنیاد ہوا میں قائم ہے

غلامِ ہمتِ آنم کہ زیرِ چرخِ کبود
میں اس کی توجہ کا غلام ہوں کہ نیلگوں چرخ کے نیچے

ز ہر چہ رنگِ تعلق پذیرد آزاد ست
ہر اس چیز سے آزاد ہے جو تعلق کا رنگ قبول کرے

نصیحتے کنمت یاد گیر و در عمل آر
میں تجھے نصیحت کرتا ہوں، یاد کر لے اور عمل کر

کہ ایں حدیث ز پیرِ طریقتم یاد ست
اس لئے کہ یہ بات مجھے پیرِ طریقت کی یاد ہے

مجو درستیِ عہد از جہانِ سُست نہاد
کمزور بنیاد کی دنیا سے عہد کی پختگی نہ ڈھونڈ

کہ ایں عجوزہ عروسِ ہزار داماد ست
اس لیے، کہ یہ بڑھیا ہزار شوہروں کی دلہن ہے

چہ گویمت کہ بمیخانہ دوش مست و خراب
میں تجھے کیا بتاؤں، کہ کل شب مست و خراب میخانے میں

سروشِ عالمِ غیبم چہ مژدہ ہا داد ست
عالمِ غیب کے فرشتے نے مجھے کیا خوشخبریاں دی ہیں

کہ اے بلند نظر شاہبازِ سدرہ نشیں
کہ اے بلند نظر، سدرہ نشیں، شہباز!

نشیمنِ تو نہ ایں کنجِ محنت آباد ست
تیرا آشیانہ اس محنت آباد کا گوشہ نہیں ہے

ترا ز کنگرۂ عرش می زنند صفیر
تجھے تو عرش کے کنگرے سے آوازیں دے رہے ہیں

ندانمت کہ دریں دامگہ چہ افتاد ست
معلوم نہیں، تو کیوں اس جال میں پھنسا ہے؟

غمِ جہاں مخور و پندِ من مبر از یاد
دنیا کا غم نہ کر، اور میری نصیحت نہ بھلا

کہ ایں لطیفۂ نغزم ز رہروے یاد ست
اس لیے کہ ایک سالک کا یہ نادر لطیفہ مجھے یاد ہے

رضا بدادہ بدہ وز جبیں گرہ بکشای
ملے ہوئے پر راضی ہو جا اور پیشانی سے گرہ کھول

کہ بر من و تو درِ اختیار نکشاد ست
اس لئے کہ مجھ پر اور تجھ پر اختیار کا دروازہ نہیں کھلا ہے

نشانِ مہر و وفا نیست در تبسمِ گل
پھول کی مسکراہٹ میں، مہر و وفا کا نشان نہیں ہے

بنال بلبلِ مسکیں کہ جائے فریاد ست
اے مسکین بلبل نالہ کر، کیوں کہ فریاد کی جگہ ہے

حسد چہ می بری اے سست نظم بر حافظ
اے کمزور نظم کہنے والے حافظ پر کیا حسد کرتا ہے

قبولِ خاطر و لطفِ سخن خدا داد ست
طبیعت کی پسندیدگی اور کلام کی پاکیزگی خدا داد چیز ہے

برو بکارِ خود اے واعظ ایں چہ فریاد ست
اے واعظ! جا اپنے کام میں لگ یہ کیا شور ہے؟

مرا فتادہ دل از کف ترا چہ افتاد ست
میرا تو دل ہاتھ سے گیا ہے تیرا کیا گرا ہے؟

بکامِ تا نرساند لبش مرا چوں نائے
جب تک اس کے ہونٹ مجھے مراد تک نہیں پہنچاتے نے کی طرح

نصیحتِ ہمہ عالم بگوشِ من باد ست
تمام دنیا کی نصیحت میرے کان تک ایک ہوا ہے

۱؎ جب تک خود پر نہ گذرے دوسرے کی کیفیت سمجھ میں نہیں آتی ہے۔
۲؎ عمر قابلِ اعتبار ہے نہ ہمارا عشق مضبوط ہے لہٰذا جلد مہربانی کر دے۔
۳؎ دنیا نے ہزاروں سے رشتہ جوڑا ہے اور ان کو ختم کیا ہے۔
۴؎ یعنی غیبی فرشتے نے یہ کہا۔
۵؎ جبکہ بندہ کا کوئی اختیار نہیں تو قضاءِ الٰہی پر راضی ہو جانا عقلمندی ہے۔
۶؎ جو حاسد کو سنبھلنے نہیں دیتا، تیرا کیا گیا ہے میرا تو دل جاتا رہا ہے۔

میانِ او کہ خدا آفریدہ است از ہیچ
اس کی کمر جس کو خدا نے عدم سے بنایا ہے
دقیقہ ایست کہ ہیچ آفریدہ نکشادست
ایک ایسا راز ہے جس کو کسی پیدا ہونے والے نے نہیں کھولا ہے

گدائے کوئے تو از ہشت خلد مستغنی ست
تیرے کوچہ کا گدا آٹھوں جنتوں سے بے نیاز ہے
اسیرِ بندِ تو از ہر دو عالم آزادست
تیری قید کا قیدی، دو جہان سے آزاد ہے

اگرچہ مستیٔ عشقم خراب کرد ولے
اگرچہ عشق کی مستی نے مجھے خراب کر دیا ہے، لیکن
اساسِ ہستیٔ من زیں خراب آبادست
میری ہستی کی بنیاد اس خرابی سے آباد ہے

دلا منال ز بیداد و جورِ یار کہ یار
اے دل یار کے ظلم سے نالاں نہ ہو اس لئے کہ یار نے
ترا نصیب ہمیں کردہ است و ایں دادست
تیرا یہی حصہ رکھا ہے، اور یہی انصاف ہے

فریبِ عشوۂ حسن از جہانِ پیر مخور
بوڑھی دنیا کے حسن کے ناز و انداز سے فریب نہ کھا
کہ ہر کہ کرد بوے اختلاط ناشادست
اس لئے کہ جس نے بھی اس سے اختلاط کیا وہ غمگین ہے

برو ملامتِ دُردی کشاں مکن ناصح
اے ناصح جا، تلچھٹ پینے والں کو ملامت نہ کر
کہ رزق و قسمتِ رزّاق ما ہمیں دادست
اس لئے کہ رزق، اور رزّاق کی تقسیم نے ہمیں یہی دیا ہے

برو فسانہ مخوان و فسوں مدم حافظ
جا فسانہ نہ بیان کر، اور منتر نہ پھونک اے حافظ!
کزیں فسانہ و افسوں مرا بسے یادست
اس لئے کہ اس قسم کے فسانے اور منتر مجھے بہت یاد ہیں

باغِ مرا چہ حاجتِ سرو و صنوبر ست
میرے باغ کو سرو اور صنوبر کی کیا ضرورت ہے؟
شمشادِ سایہ پرورِ من از کہ کمترست
میرا سایہ پرور شمشاد، کس سے کم ہے

اے نازنیں پسر تو چہ مذہب گرفتۂ
اے نازنین پیارے لڑکے تو نے کونسا مذہب اختیار کیا ہے؟
کت خونِ ما حلال تر از شیرِ مادرست
کہ تیرے لئے ہمارا خون ماں کے دودھ سے بھی زیادہ حلال ہے

چوں نقشِ غم ز دور بہ بینی شراب خواہ
جب تو غم کا نقشہ دور سے دیکھے، شراب مانگ
تشخیص کردہ ایم و مداوا مقررست
ہم نے تشخیص کر دی، اور تجویز تو مقرر ہے

یک قصہ بیش نیست غمِ عشق و ایں عجب
غمِ عشق ایک قصہ سے زیادہ نہیں ہے اور یہ تعجب کی بات ہے
از ہر کسیکہ می شنوم نامکررست
کہ جس سے بھی سنتا ہوں مکرر معلوم نہیں ہوتا ہے

از آستانِ پیرِ مغاں سر چرا کشم
پیرِ مغاں کی چوکھٹ سے سر کیوں کھینچوں
دولت دریں سرا و کشایش دریں درست
دولت تو اسی گھر میں ہے، اور کشائش اسی در میں ہے

دی وعدہ داد وصلم و در سر شراب داشت
اس نے کل مجھ سے وصل کا وعدہ کیا، اور نشہ میں تھا
امروز تا چہ گوید و بازش چہ در سرست
دیکھئے آج کیا کہتا ہے، اور اب اس کا کیا خیال ہے؟

ما آبروئے فقر و قناعت نمی بریم
ہم قناعت اور فقر کی آبرو ریزی نہیں کریں گے
با پادشہ بگوی کہ روزی مقدرست
بادشاہ سے کہہ دو کہ روزی تقدیر میں لکھی گئی ہے

شیراز و آبِ رکنی و آں بادِ خوش نسیم
شیراز، اور رکنا باد کا پانی، اور وہ بہترین نسیم
عیبش مکن کہ خالِ رخِ ہفت کشورست
اس میں عیب نہ ڈال، وہ ساتوں اقلیم کے رخ کا تل ہے

۱؎ مشرق کی کمر کو معدوم مانا جاتا ہے۔
۲؎ عشق کی مستی ہی انسان کا کمال ہے۔
۳؎ بوڑھی دنیا کے عشق میں مبتلا نہ ہونا چاہیے
۴؎ میرا محبوب ہر سرو و صنوبر سے بڑھ کر ہے
۵؎ غم کا علاج شراب سے ہی ہو سکتا ہے۔
۶؎ ہر بار ایسا لطف آتا ہے جیسے نئے قصہ میں۔
۷؎ مدہوشی میں وصل کا وعدہ کر گیا، اب معلوم کیا کرے۔
۸؎ سوال کرنا قناعت کی ذلت ہے۔

فرق ست زآبِ خضر کہ ظلمات جائے اوست
آبِ خضر میں، جس کی جگہ اندھیریاں ہے فرق ہے
تا آبِ ما کہ منبعش اللہ اکبر ست
ہماری نہر سے کیونکہ اس کا منبع اللہ اکبر ہے

در کوئے ما شکستہ دلی میخرند و بس
ہمارے کوچہ میں، بس شکستہ دل خریدتے ہیں
بازارِ خود فروشی ازاں سوئے دیگر ست
خود فروشی کا بازار اس سے دوسری جگہ ہے

باز آ کہ در فراقِ تو چشمِ زگریہ باز
واپس آجا اس لیے کہ تیرے فراق میں رونے میں آنکھیں اس طرح کھلی ہیں
چوں گوشِ روزہ دار بر اللہ اکبر ست
جیسا کہ روزہ دار کا کان اللہ اکبر پر ہوتا ہے

حافظ چہ طرفہ شاخِ نباتیست کلکِ تو
اے حافظ، تیرا قلم کس قسم کی شاخ نبات ہے
کش میوہ دلپذیر تر از شہد و شکر ست
کہ اس کا میوہ شہد و شکر سے بھی زیادہ لذیذ ہے

بجانِ خواجہ و حقِ قدیم و عہدِ درست
خواجہ کی جان، اور قدیم حق اور پکے عہد کی قسم
کہ مونسِ دمِ صبحم دعائے دولتِ تست
کہ تیری دولت کی دعا میری صبح کے وقت کی مونس ہے

سرشکِ من کہ ز طوفانِ نوح دست ببرد
میرے آنسو جو طوفانِ نوح سے بھی بازی لے گئے
ز لوحِ سینہ نیارست نقشِ مہرِ تو شست
تیری محبت کا نقش سینہ کی تختی سے نہ دھو سکے

بکن معاملہ وایں دلِ شکستہ بخر
معاملہ کر لے اور یہ ٹوٹا ہوا دل خرید لے
کہ با شکستگی ارزد بصد ہزار درست
اسلئے کہ ٹوٹا ہوا ہونے کے باوجود، لاکھ اشرفیوں کے لائق ہے

شدم ز عشقِ تو شیدائے کوہ و دشت و ہنوز
میں تیرے عشق میں کوہ و دشت کا شیدائی بن گیا اور ابھی تک
نمیکنی بترحم نطاقِ سلسلہ سست
تو رحم دلی سے زنجیر کا بندھن ڈھیلا نہیں کرتا ہے

ملامتم بخرابی مکن کہ مرشدِ عشق
خرابی پہ مجھے ملامت نہ کر، اس لئے کہ عشق کے مرشد نے
حوالتم بخرابات کرد روزِ نخست
روزِ ازل میں ہی مجھے خرابات کے حوالہ کر دیا تھا

دلا طمع مبر از لطفِ بے نہایتِ دوست
اے دل، دوست کی لاانتہا مہربانی کا لالچ نہ کر
چو لافِ عشق زدی سر بباز چابک و چست
جب تو نے عشق کی ڈینگ ماری ہے چستی اور چالاکی سے سر کی بازی لگا دے

زبانِ مور بر آصف دراز گشت ازآں
چیونٹی کی زبان آصف پر اس وجہ سے دراز ہوئی
کہ خواجہ خاتمِ جم یاوہ کرد و باز نجست
کہ خواجہ نے سلیمان کی انگوٹھی گم کر دی اور پھر تلاش نہ کی

بصدق کوش کہ خورشید زاید از نفست
سچائی کی کوشش کر تاکہ سورج تیری پھونک سے پیدا ہو
کہ از دروغ سیہ روی گشت صبحِ نخست
پہلی صبح، جھوٹ ہی کی وجہ سے سیہ رو ہوئی ہے

ہزار بار اگر عاشقے نگارے را
اگر کسی عاشق نے، ہزار بار معشوق کو
بیاز مود دلش سخت بود و پیماں سست
آزمایا اس کا دل سخت تھا اور عہد کمزور تھا

مرنج حافظ و از دلبراں وفا کم جوی
حافظ رنجیدہ نہ ہو اور معشوقوں سے وفا تلاش نہ کر
گناہِ باغ چہ باشد چو ایں گیاہ نرست
باغ میں کیا عیب، ہوگا اگر یہ گھاس نہ اگی

۱ رکنا باد کی نہر کا منبع اللہ اکبر نامی جگہ ہے۔
۲ خواجہ سے قوام، شاہ شجاع کا وزیر مراد ہے جو حافظ کا مربی تھا بعض اور حاجی قوام دو جداگانہ شخص ہیں۔
۳ میری دیوانگی تو ویرانہ میں لیجانا چاہتی ہے لیکن تو نے زنجیر تنگ کر رکھی ہے۔
۴ آصف حضرت سلیمان کے وزیر کا نام ہے جم سے مراد حضرت سلیمان ہیں یعنی آصف نے حضرت سلیمان کی وہ انگوٹھی کھو دی جس کی وجہ سے وہ جن و انس پر حکومت کرتے تھے اسی وجہ سے چیونٹی جیسا کمزور کیڑا زبان چلانے لگا۔
۵ پہلی صبح کاذب ہوتی ہے اسی وجہ سے اس کے منہ پر سیاہی آجاتی ہے دوسری صبح صادق ہے جس سے سورج نمودار ہوتا ہے۔
۶ یعنی اگر محبوب میں وفا کی عادت نہیں ہے تو اس سے اس کے حسن میں کوئی عیب پیدا نہیں ہوتا ہے۔

بنال بُلبل اگر بامنت سریاریست ۔ کہ ما دو عاشقِ زاریم وکارِ ما زاریست
اے بُلبل نالہ کر اگر تجھے مجھ سے دوستی کا خیال ہے ۔ اس لیے کہ ہم دونوں عاشقِ زار ہیں اور ہمارا کام آہ وزاری ہے

دراں چمن کہ نسیمے وزد زطرّۂ دوست ۔ چہ جائے دم زدنِ نافہائے تاتاریست
جس چمن میں دوست کے گیسو سے نسیم چلے ۔ تاتاری نافوں کے لئے دم مارنے کا کیا موقع ہے

بیار بادہ کہ رنگیں کنیم جامۂ دلق ۔ کہ مستِ جامِ غروریم ونام ہشیاریست
شراب لاتا کہ گدڑی کے کپڑے کو رنگین کرلیں ۔ اس لئے کہ ہم غرور کے جام کے مست ہیں اور نام ہوشیاری ہے

نہ بستہ اند درِ توبہ حالیا برخیز ۔ کہ توبہ وقتِ گل از عاشقی زبکاریست
توبہ کا دروازہ بند نہیں کیا ہے اب اُٹھ جا ۔ اس لیے کہ پھول کے موسم میں عاشقی سے توبہ کرنا بیکار بات ہے

سحر کرشمۂ وصلش بخواب میدیدم ۔ زہے مراتبِ خوابے کہ بہ زبیداریست
میں صبح کو خواب میں اس کے وصل کا کرشمہ دیکھ رہا تھا ۔ سبحان اللہ نیند کے مرتبوں کا کیا کہنا جو بیداری سے بہتر ہیں

خیالِ زُلفِ تو پختن نہ کارِ خامان ست ۔ کہ زیرِ سلسلہ رفتن طریقِ عیّاریست
تیری زلف کا خیال پکانا خام کاروں کا کام نہیں ہے ۔ اس لیے کہ زنجیر کے نیچے آنا ہوشیاری کا کام ہے

لطیفہ ایست نہانی کہ عشق ازو خیزد ۔ کہ نامِ آں نہ لبِ لعل و خطِ زنگاریست
جس سے عشق پیدا ہوتا ہے، ایک پوشیدہ لطیفہ ہے ۔ جس کا نام لبِ لعل اور خطِ زنگاری نہیں ہے

جمالِ شخص نہ چشم ست و زلف و عارض و خال ۔ ہزار نکتہ دریں کاروبارِ دلداریست
کسی شخص کا حسن آنکھ، زلف، رخسار اور تل ہی نہیں ہے ۔ اس دلداری کے کام میں ہزار رموز نکتے ہیں

بآستانِ تو مشکل تواں رسید آرے ۔ عروج بر فلکِ سروری بدشواریست
تیری چوکھٹ تک پہونچنا مشکل کام ہے، ہاں ۔ سرداری کے آسمان پر چڑھنا بہت دشواری سے ہوتا ہے

روندگانِ طریقت بہ نیم جو نخرند ۔ قبائے اطلسِ آنکس کہ از ہنر عاریست
طریقت کے سالک آدھے جَو میں بھی نہیں خریدتے ہیں ۔ اس شخص کی اطلس کی قبا جو ہنر سے خالی ہے

دلش بنالہ میازار وختم کن حافظ ۔ کہ رستگاریِ جاوید در کم آزاریست
اے حافظ! اس کا دل نالہ سے آزردہ نہ کر اور ختم کردے ۔ اس لیے کہ ہمیشہ کا چھٹکارا کم ستانے میں ہے

بکوئے میکدہ ہر سالکے کہ رہ دانست ۔ درِ دگر زدن اندیشۂ تبہ دانست
جس سالک نے شراب خانہ کے کوچہ کا راستہ جان لیا ۔ دوسرا دروازہ کھٹکھٹانا اُس نے بُرا جانا

زمانہ افسرِ رندی نداد جز بہ کسے ۔ کہ سرفرازیِ عالم دریں کلہ دانست
زمانہ نے رندی کا تاج، اُسی کو دیا ہے ۔ جس نے جہاں کی سرفرازی اسی ٹوپی میں سمجھی ہے

بر آستانۂ میخانہ ہر کہ یافت رہے ۔ زفیضِ جامِ مے اسرارِ خانقہ دانست
جس کو میخانہ کی چوکھٹ کا راستہ مل گیا ۔ اس نے شراب کے جام کے فیض سے خانقاہ کے راز سمجھ لئے

ہر آنکہ رازِ دو عالم ز خطِ ساغر خواند ۔ رموزِ جامِ جم از نقشِ خاکِ رہ دانست
جس نے ساغر کے خط سے دونوں جہاں کے راز پڑھ لئے ۔ اس نے جامِ جمشید کے رموز راستہ کی خاک سے سمجھ لئے ہیں

۱؎ کیونکہ اس کی خوشبو طرہ کی خوشبو کے سامنے ہیچ ہے۔
۲؎ ایسی ہوشیاری سے جس کی تہ میں غرور ہو مستی ہزار درجہ بہتر ہے
۳؎ توبہ کا دروازہ بند نہیں ہو جائیگا۔ مونہہ غزل میں کرلینا
۴؎ مراد عشق محبوب کا حسن نہیں ہے۔
۵؎ عشق کے لا اسباب ہیں۔
۶؎ آستانۂ محبوب پر پہونچنا عرش تک پر پہونچنا ہے۔
۷؎ یعنی رندی کا تاج اس شخص کو ملتا ہے جو اس میں اپنی سرفرازی سمجھے۔
۸؎ ساغر پر نقش بنے ہوتے ہیں اس کو خط ساغر کہتے ہیں۔

دلم ز نرگسِ ساقی اماں نخواست بجاں
میرے دل نے ساقی کی نرگس سے جان کی اماں نہیں چاہی
چرا کہ شیوۂ آں ترکِ دل سیہ دانست
اس لیے کہ وہ سیاہ دل معشوق کے شیوہ کو سمجھ گیا

ورائے طاعتِ دیوانگاں ز ما مطلب
دیوانوں کی سی فرماں برداری کے سوا ہم سے کچھ نہ چاہ
کہ شیخِ مذہبِ ما عاقلی گنہ دانست
اس لیے کہ ہمارے مذہب کے شیخ نے عقلمندی کو گناہ سمجھا ہے

ز جورِ کوکبِ طالع سحر گہاں چشمم
صبح کے وقت نصیبہ کے ستارے کے ظلم سے میری آنکھیں
چناں گریست کہ خورشید دید و مہ دانست
اس قدر روئیں کہ خورشید نے دیکھا اور چاند نے جانا

خوش آں نظر کہ لبِ جام و روئے ساقی را
دیکھو کس قدر خوش نصیب ہے جس نے جام کے لب اور ساقی کے چہرے کو
ہلالِ یکشبہ و ماہِ چاردہ دانست
پہلی رات کا چاند اور چودھویں رات کا چاند سمجھا

بلند مرتبہ شاہے کہ نہ رواقِ سپہر
وہ بلند مرتبہ بادشاہ جس نے آسمان کے نو دالانوں کو
نمونۂ ز خمِ طاقِ بارگہ دانست
دربار کے طاق کے جھکاؤ کا نمونہ سمجھا

حدیثِ حافظ و ساغر کشیدنِ پنہاں
حافظ کی بات، اور چھپاکر ساغر چڑھانے کو
چہ جائے محتسب و شحنہ پادشہ دانست
چہ جائیکہ محتسب اور سپاہی، بادشاہ تک جان گیا

بلبلے برگِ گلے خوش رنگ در منقار داشت
ایک بلبل ایک خوش رنگ پھول کی پتی چونچ میں لئے تھی
و اندر آں برگ و نوا خوش نالہائے زار داشت
اور اس ساز و سامان میں اچھی طرح عاجزی سے نالے کر رہی تھی

گفتمش در عینِ وصل ایں نالہ و فریاد چیست
میں نے اس سے کہا عین وصل میں یہ نالہ اور فریاد کیسی
گفت ما را جلوۂ معشوق در ایں کار داشت
وہ بولی معشوق کے جلوے نے ہمیں اس کام میں مصروف کر رکھا ہے

یار اگر ننشست با ما نیست جائے اعتراض
اگر دوست ہمارے ساتھ نہ بیٹھا تو اعتراض کا کوئی موقع نہیں ہے
پادشاہِ کامراں بود از گدایاں عار داشت
وہ کامیاب بادشاہ تھا اس کو فقیروں سے عار آئی

عارفے کو سیر کرد اندر مقامِ نیستی
جس عارف نے مقامِ نیستی کی سیر کر لی
مست شد چوں مستے از عالمِ اسرار داشت
چونکہ عالمِ اسرار کی ایک مستی اس میں آئی، لہٰذا وہ مست ہو گیا

در نمیگیرد نیاز و عجزِ ما با حسنِ دوست
دوست کے حسن میں ہماری عاجزی اور نیازمندی اثر نہیں کرتی ہے
خرم آں کز نازنیناں بختِ برخوردار داشت
وہ خوش نصیب ہے جس نے نازنینوں سے بہرہ ور نصیبہ رکھا

خیز تا بر کلکِ آں نقاش جاں افشاں کنیم
اٹھ تاکہ اس نقاش کے قلم پر ہم جان چھڑکیں
کیں ہمہ نقشِ عجب در گردشِ پرکار داشت
اس لیے کہ یہ تمام عجیب نقش وہ پرکار کی گردش میں رکھتا تھا

گر مریدِ راہِ عشقی فکرِ بدنامی مکن
اگر تو عشق کے راستے کا مرید ہے تو بدنامی کی فکر نہ کر
شیخِ صنعاں خرقہ رہنِ خانۂ خمار داشت
صنعان کے بزرگ نے گدڑی شراب خانہ میں رہن کر دی تھی

وقتِ آں شیریں قلندر خوش کہ در اطوارِ سیر
اس شیریں قلندر کا وقت کس قدر بہتر تھا کہ سیر کی حالت میں
ذکرِ تسبیحِ ملک در حلقۂ زنار داشت
فرشتہ کی تسبیح کا ذکر زنار کے حلقہ میں رکھتا تھا

چشمِ حافظ زیرِ بامِ قصرِ آں حوری سرشت
اس حور فطرت کے محل کے نیچے، حافظ کی آنکھ
شیوۂ جنات تجری تحتہا الانہار داشت
جنات تجری تحتہا الانہار کا طریقہ رکھتی تھی

۱۔ امان چاہنے سے کیا فائدہ جبکہ قاتل سنگدل ہے۔
۲۔ لب جام کو ہلال اور منہ ساقی کو چودھویں کا چاند سمجھا۔
۳۔ یعنی حافظ کی مے نوشی کسی پر پوشیدہ نہ رہی۔
۴۔ وصال میں کیفیت اضطراب اور زیادہ ہو جاتی ہے۔
۵۔ مقامِ فنا کے بعد ہی مقامِ بقا حاصل ہوتا ہے۔
۶۔ سارے حسین نقش نقاشِ ازل کی پرکار میں پوشیدہ ہیں۔
۷۔ شیخ صنعان قرونِ اولیٰ کے علماء کے مرشد تھے ان پر ایک وقت ایسا آگیا تھا کہ ایک ترسا کی لڑکی پر عاشق ہو گئے تھے۔
۸۔ یعنی قلندرانہ حالت میں رہتے ہوئے بھی ذکر و تسبیح جاری رکھی۔
۹۔ یعنی آنکھوں سے معشوق کے محل کے نیچے نہریں جاری کر دیں تو جنت کے ان حوروں کا منظر پیدا ہو گیا جن کے بارے میں قرآن نے کہا ہے کہ جنت میں ایسے باغات ہوں گے جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی۔

بدامِ زلفِ تو دل مبتلائے خویشتن ست
تیری زلف کے جال میں، دل خود بخود مبتلا ہوا ہے

بکُش بغمزہ کہ اینش سزای خویشتن ست
نازسے اس کو قتل کر دے یہی اس کی سزا ہے

گرت ز دست بر آید مرادِ خاطرِ ما
اگر ہمارے دل کی تمنا تیرے ہاتھ سے پوری ہو سکے

بنخش زود کہ خیرے برای خویشتن ست
تو جلد کر دے اس لئے کہ اپنے کے ساتھ بھلائی ہے

بجانت[۱] اے بتِ شیرین من کہ ہمچوں شمع
اے میرے پیارے بت تیری جان کی قسم، شمع کی طرح

شبانِ تیرہ مرادم فنای خویشتن ست
تاریک راتوں میں میرا مقصد خود کو فنا کر دینا ہے

چو رأی[۲] عشق زدی با تو گفتم اے بلبل
اے بلبل جب تو نے عشق کرنے کی رائے قائم کی تو میں نے تجھ کو کہا تھا

مکن کہ ایں گلِ خود رو برای خویشتن ست
ایسا نہ کر اس لئے کہ یہ خود رو پھول اپنے لئے ہی ہیں

بمشکِ چین و چگل نیست حسنِ گل محتاج
پھول کا حسن چین و چگل کے مشک کا محتاج نہیں ہے

کہ نافہاش ز بندِ قبای خویشتن ست
اس لئے کہ اس کے نافے خود اس کی بندِ قبا سے پیدا ہوتے ہیں

مرو بخانۂ اربابِ بے مروتِ دہر
زمانہ کے بے مروت اصحاب کے گھر، نہ جا

کہ کنجِ عافیت در سرای خویشتن ست
اس لئے، کہ تیری عافیت کا گوشہ اپنے گھر ہی میں ہے

بسوخت حافظ و در شرطِ عشق و جانبازی
حافظ جل گیا، اور عشق و جان کی بازی کی شرط میں

ہنوز بر سرِ عہد و وفائے خویشتن ست
ابھی تک اپنے عہد، اور وفا پر قائم ہے

بحریست بحرِ عشق کہ ہیچش کنارہ نیست
عشق کا سمندر، ایسا سمندر ہے جس کا کوئی کنارہ نہیں ہے

آنجا جز آنکہ جاں بسپارند چارہ نیست
بجز اس کے کہ جان دیدیں وہاں کوئی چارہ نہیں ہے

آن دم کہ دل بہ عشق دہی خوش دمے بود
جس وقت بھی دل کو عشق میں لگا دے وہ اچھا وقت ہوگا

در کارِ خیر حاجتِ ہیچ استخارہ[۳] نیست
کارِ خیر میں کسی استخارہ کی ضرورت نہیں ہے

ما را بمنعِ عقل مترسان و مے بیار
عقل کی ممانعت کی وجہ سے ہمیں نہ ڈرا اور شراب لا

کاں شحنہ در ولایتِ ما ہیچکارہ[۴] نیست
اس لئے کہ وہ سپاہی ہمارے ملک میں، کسی کام کا نہیں ہے

از چشمِ خود بپرس کہ ما را کہ میکُشد
اپنی آنکھ سے پوچھ، کہ ہمیں کون قتل کر رہا ہے!

جاناں گناہِ طالع و جرمِ ستارہ[۵] نیست
پیارے نصیبہ کی خطا اور ستارے کا جرم نہیں ہے

رویش بچشمِ پاک تواں دید چوں ہلال
اس کا چہرہ، ہلال کی طرح پاک نگاہ سے دیکھا جا سکتا ہے

ہر دیدہ جائے جلوۂ آں ماہ پارہ نیست
ہر آنکھ اس ماہ پارے کے جلوے کی جگہ نہیں ہے

فرصت شمر طریقۂ رندی کہ ایں نشاں
رندی کے راستہ کو غنیمت سمجھ اس لیے کہ یہ نشان

چوں راہِ گنج[۶] بر ہمہ کس آشکارہ نیست
خزانے کے راستہ کی طرح ہر شخص پر آشکار نہیں ہے

نگرفت در تو گریۂ حافظ بہیچ روی
حافظ کے رونے نے کسی طرح تجھ پر اثر نہ کیا

حیرانِ آں دلم کہ کم از سنگِ خارہ نیست
میں اس دل سے حیران ہوں جو سنگِ خارا سے کم نہیں ہے

۱ جس طرح تاریک رات میں شمع اپنے آپ کو گھلا کر ختم کر دیتی ہے۔ میں بھی ہجر کی راتوں میں اپنے آپ کو فنا کر رہا ہوں۔

۲ یعنی معشوق اپنے سوا کسی کے نہیں ہوتے ہیں۔

۳ جلد سے جلد عاشق ہو جانا مناسب ہے استخارہ تو ایسی بات میں کیا جاتا ہے جس کی اچھائی اور برائی کھلی ہوئی نہ ہو۔

۴ ہم پر عقل کی حکومت نہیں ہے۔

۵ تیری نگاہ نے ہی ہمیں قتل کیا ہے۔

۶ دفینے کا راستہ صاحبِ نصیب کو ہی ملتا ہے۔

برو اے زاہد و دعوت مکنم سوئے بہشت
اے زاہد جا اور مجھے جنت کی دعوت نہ دے

کہ خدا در ازل از بہرِ بہشتم نسرشت
اس لیے کہ خدا نے مجھے ازل میں جنت کیلئے نہیں بنایا ہے

یکجو از خرمنِ ہستی نتواند برداشت
وجود کے کھلیان سے ایک جَو بھی حاصل نہ کر سکے گا

ہر کہ در راہِ فنا در رہِ حق دانہ نکشت
جس نے فنا کے راستے اور حق کے راستے میں ایک دانہ نہیں بویا

تو و تسبیح و مصلےٰ و رہِ زہد و ورع
تو ہے اور تسبیح اور جائے نماز اور پرہیزگاری اور تقوے کا راستہ

من و میخانہ و ناقوس و رہِ دیر و کنشت
میں ہوں اور میخانہ اور ناقوس اور بتخانہ اور آتش خانہ کا راستہ

منعم از مے مکن اے صوفیِ صافی کہ حکیم
اے خالی صوفی مجھے شراب سے نہ روک اس لیے کہ حکمت والے نے

در ازل طینتِ ما از مئے صافی سرشت
ازل میں ہمارا خمیر صاف شراب سے گوندھا ہے

صوفیِ صاف بہشتی نبود زانکہ چو من
خالی صوفی بہشتی نہیں ہو سکتا ہے اس لیے کہ اس نے میری طرح

خرقہ در میکدہا رہنِ مئے ناب نہشت
شرابخانوں میں خالص شراب میں گدڑی کو رہن نہیں کیا ہے

لذت از حورِ بہشت و لبِ حوض نبود
حورِ بہشتی کی لذت اور حوض کا کنارہ اس کو حاصل ہوگا

ہر کہ او دامنِ معشوقِ خود از دست بہشت
جس نے اپنے محبوب کا دامن ہاتھ سے چھوڑ دیا

حافظا لطفِ حق ار با تو عنایت دارد
اے حافظ اگر اللہ کی مہربانی کی تجھ پر عنایت ہو

باش فارغ ز غمِ دوزخ و شادیِ بہشت
دوزخ کے غم، اور جنت کی خوشی سے بے نیاز ہو جا۔

بے مہرِ رخت روزِ مرا نور نماندہ است
تیرے رخ کے سورج کے بغیر، میرے دن کے لئے روشنی نہیں رہی ہے

وز عمر مرا جز شبِ دیجور نماندہ است
اور زندگی سے میرے لئے تاریک رات کے علاوہ کچھ نہیں رہا ہے

ہنگامِ وداعِ تو ز بس گریہ کہ کردم
تیری جدائی کے وقت، میں اس قدر رویا

دور از رخِ تو چشمِ مرا نور نماندہ است
تیرے چہرے سے دور میری آنکھ میں نور نہیں رہا ہے

من بعد چہ سود ار قدمے رنجہ کند دوست
اس کے بعد کیا فائدہ، اگر دوست قدم رنجہ فرمائے

کز جاں رمقے در تنِ رنجور نماندہ است
اس لیے کہ رنجور جسم میں جان کی رمق بھی نہیں رہی ہے

میرفت خیالِ تو ز چشمِ من و میگفت
میری آنکھوں سے تیرا خیال جا رہا تھا اور کہتا تھا

ہیہات ازیں گوشہ کہ معمور نماندہ است
اس گوشہ پر افسوس ہے، جو آباد نہیں رہا ہے

نزدیک شد آں دم کہ رقیباں بتو گویند
وہ وقت قریب آگیا ہے، کہ تجھ سے رقیب کہیں گے

دور از درت آں خستہ رنجور نماندہ است
تیرے در سے دور، وہ خستہ رنجور نہیں رہا ہے

از تلخیِ ہجرانِ تو زیں گردشِ بے مہر
تیرے ہجر کی تلخی جو اس بے مہر گردش کی وجہ سے ہے

سوزم من ازیں غصہ کہ مستور نماندہ است
میں اس غصہ سے جل رہا ہوں کہ وہ پوشیدہ نہیں رہی ہے

وصلِ تو اجل را ز سرم دور ہمی داشت
تیرا وصال موت کو میرے سر سے دور کئے ہوئے تھا

از دولتِ ہجرِ تو کنوں دور نماندہ است
اب تیرے ہجر کی دولت کی وجہ سے وہ دور نہیں رہی ہے

صبر است مرا چارہ ز ہجرانِ تو لیکن
تیرے ہجر کا علاج میرے لئے صبر ہے لیکن

چوں صبر تواں کرد کہ مقدور نماندہ است
صبر کیونکر کیا جائے، وہ ممکن نہیں رہا ہے

---

[۱] زندگی سے وہی فائدہ اٹھائے گا جو فنا کا مقام حاصل کریگا۔
[۲] شراب ہمارے خمیر میں ہے لہٰذا شراب سے روکنا مناسب نہیں ہے۔
[۳] اصل توحید یہی ہے کہ جنت اور دوزخ سے بے پروائی ہو۔
[۴] میری آنکھیں بے نور ہوگئی ہیں خدا کرے تیرا چہرہ ایسا نہ ہو۔
[۵] گوشۂ چشم کی آبادانی محبوب کے خیال ہی سے تھی۔
[۶] بہانۂ ہجر کی کیفیت سب پر ظاہر ہوگئی ہے۔
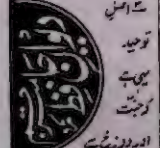
در ہجر تو گر چشم مرا آب نماندہ است — گو خونِ جگر ریز کہ معذور نماندہ است

تیرے ہجر میں اگر میری آنکھ میں پانی نہیں رہا ہے — کہدو، کہ خونِ جگر بہائے کیونکہ معذور نہیں ہے

حافظ ز غم از گریہ نپرداخت بخندہ

حافظ، غم کی وجہ سے رونے سے ہنسنے میں نہ لگا

ماتم زدہ را داعیۂ سور نماندہ است

غمزدہ کو خوشی کا کوئی داعیہ نہیں رہا ہے

بادِ سحر از نافۂ تاتار وزیدہ است — نے نے غلطم از سرِ کوئے تو رسیدہ است

صبح کی ہوا تاتار کے نافہ سے چلی ہے — نہیں نہیں، میں نے غلط کہا تیرے کوچہ سے چلی ہے

گر با دہنت غنچہ نمی کرد تبسم — بادِ سحرش بہر چہ ایں پردہ دریدہ است

اگر تیرے مُنہ کے مقابلہ میں، غنچہ نے تبسم نہیں کیا تھا — صبح کی ہوا نے کیوں اس کا یہ پردہ چاک کیا ہے؟

چوں دید سرِ زلف چو زنجیر دلم گفت — دیوانہ ندانم کہ دراں زہر چہ دیدہ است

جب زلف کے کنارے کو زنجیر کی طرح دیکھا تو میرے دل نے کہا — معلوم نہیں دیوانہ نے اس زہر میں کیا دیکھا ہے؟

پرسی تو چہ حالِ دلِ بد روز کہ بہرت — از زلفِ تو و رنجِ شبِ تار کشیدہ است

اس بدقسمت دل کا کیا حال پوچھتا ہے جس نے تیری خاطر — تیری زلف اور تاریک رات کا رنج برداشت کیا ہے

بخشائی بر اشکم کہ چو باد از پئے بویت — سرگشتہ بدنبالِ تو بسیار دویدہ است

میرے اُن آنسوؤں پر رحم کر جو ہوا کی طرح تیری خوشبو کیلئے — حیران، تیرے پیچھے بہت دوڑے ہیں

گفتم سرِ گیسوئے چو مارِ تو کشم گفت — بگذر کہ بلا جانبِ خود کس نہ کشیدہ است

میں بولا، تیرے گیسوؤں کو جو سانپ کی طرح ہیں کھینچوں گا — اس نے کہا جانے دے کسی نے مصیبت اپنی طرف نہیں کھینچی ہے

از حالِ دل و زلفِ سیاہِ تو چہ آگاہ — آنکس کہ گہے مارِ سیاہش نگزیدہ است

دل اور تیری کالی زلف کی حالت سے وہ کیا آگاہ ہو سکتا ہے — جس کو کبھی سیاہ سانپ نے نہ ڈسا ہو

تا کے غمِ پنہانِ تو در سینہ بدارم — چوں از غمت آہم بہ سپہر چرخ رسیدہ است

میں تیرے پوشیدہ غم کو کب تک سینے میں رکھوں — جبکہ تیرے غم سے میری آہ بھی آسمان تک پہونچ گئی ہے

گفتی کہ چہ حالت فلاں چشم پر آبت — زاں خانہ چہ پرسی کہ دہ و سال چکیدہ است

تونے کہا کہ اے فلاں تیری آنسوؤں بھری آنکھوں کا کیا حال ہے؟ — اُس گھر کے بارے میں کیا پوچھتا ہے جس کو مہینے اور سال ٹپکتے گذرے ہیں

تا چند دہی وعدہ کہ نزدیک رسم باز — رس تا کہ کسے بختِ سیہ رو نشنیدہ است

کب تک یہ وعدہ کرے گا کہ میں پھر قریب پہونچوں گا — اس وقت تک آ جا جب تک کسی سیاہ رو نصیب والے نے ہمارا حال نہیں سنا ہے

گفتی کہ شبِ حافظ بد روز خراب است

تونے کہا، کہ بدنصیب حافظ کی رات تباہ ہے

عمریست کہ بے روئے تو صبحش ندمیدہ است

ایک عمر گذر گئی ہے کہ تیرے چہرے بدون اس کی صبح نہیں ہوئی ہے

پری روئے کہ رخسارش چو ماہ است — ہزارش عاشقِ شیدا چو ما ہست

وہ پری رو جس کا رخسار چاند کی طرح ہے — ہم جیسے اس کے ہزاروں عاشق شیدا ہیں

۱؎ اگر آنسو ختم ہو گئے ہیں تو خونِ جگر کے آنسوؤں سے رونا چاہیے۔

۲؎ غم بھرے کو ہنسی کا کوئی داعیہ باقی نہیں ہے۔

۳؎ چونکہ غنچہ نے تیرے مُنہ کی ہمسری کی تھی اسی لئے اس کا پردہ چاک ہوا ہے۔

۴؎ جس طرح ہوا تیری خوشبو حاصل کرنے کے لئے تیرے پیچھے دوڑتی ہے اسی طرح میرے آنسو تیرے درپے رہے ہیں۔

۵؎ زلف کو سیاہ سانپ سے تشبیہ دی ہے۔

۶؎ رقیب بدنصیب کو معلوم ہونے سے قبل آ جا۔

۷؎ رخِ محبوب صبح ہے جب تک وہ نظر نہ آئے تو رات ہی رات ہے۔

زنخدانش مراچاہست دائم — درینے چاہش خدا مارا گواہست
اس کی ٹھوڑی میرے لئے مستقل کنواں ہے — اُسکے اس کنویں میں، خدا ہی ہمارا گواہ ہے

چہ باک ار میزند شمشیر مارا — چو لعلِ دلپذیرش عذر خواہست
کیا پروا ہے اگر وہ ہمارے تلوار مارتا ہے — جبکہ اس کا دل پسند لعل، عذر خواہ ہے

کمالِ قرب زآں دارد شبِ قدر — کہ چوں زلفِ پریشانش سیاہست
شب قدر، قرب میں اسی وجہ سے کمال رکھتی ہے — چونکہ وہ اس کی پریشان زلف کی طرح، کالی ہے

مراچوں اشک می اندازد از چشم — نگارینے کہ عالم را پناہست
مجھے آنسو کی طرح آنکھ سے گراتا ہے — وہ معشوق، جو جہان کے لیے پناہ ہے

نگفتی خواہمت کشتن دریں راہ — زشادی روز چشمم بر راہست
کیا تونے نہیں کہا تھا کہ تجھے اس راستہ میں مار ڈالنا چاہتا ہوں — اس خوشی میں میری آنکھ ہر روز راستہ پر لگی رہتی ہے

دل و دیں چوں فدا کردیم حافظ
اے حافظ! چونکہ ہم نے دل اور دین قربان کر دیا ہے
لبِ خشک و رخِ زردم گواہست
ہمارا خشک ہونٹ، اور زرد چہرہ، گواہ ہے

تا سرِ زلفِ تو در دستِ نسیم افتادہ است — دلِ سودا زدہ از غصہ دو نیم افتادہ است
جب سے تیری زلف کا سرا، نسیم کے ہاتھ میں پڑا ہے — سودائی دل، رنج کی وجہ سے دو ٹکڑے ہوا پڑا ہے

چشمِ جادوئے تو در عینِ سوادِ سحر ست — ایں قدر ہست کہ ایں نسخہ سقیم افتادہ است
تیری آنکھ کا جادو، فی الحقیقت جادو کی روشنائی ہے — بس اس قدر ہے کہ یہ نسخہ بیمار واقع ہوا ہے

در خمِ زلفِ تو آں خالِ سیہ دانی چیست — نقطۂ دودہ کہ در حلقۂ جیم افتادہ است
تیری زلف کے پیچ میں وہ کالا تل! تجھے معلوم ہے کیا ہے؟ — دھوئیں کا ایک نقطہ ہے، جو جیم کے دائرے میں واقع ہوا ہے

سایۂ سروِ تو در قالبم اے عیسیٰ دم — عکسِ روحیست کہ بر عظمِ رمیم افتادہ است
اے عیسیٰ نفس، میرے جسم پر تیرے سرو کا سایہ — روح کا ایک عکس ہے، جو بوسیدہ ہڈیوں پر پڑا ہے

زلفِ مشکینِ تو در گلشنِ فردوسِ عذار — چیست طاؤس کہ در باغِ نعیم افتادہ است
رخسار کی جنت کے باغ میں تیری سیاہ زلف کیا ہے — مور ہے، جو جنت النعیم میں آگیا ہے

دلِ من در ہوسِ روئے تو اے مونسِ جاں — خاکِ راہیست کہ در دستِ نسیم افتادہ است
اے جان کے مونس، میرا دل تیرے رخ کی ہوس میں — راستہ کی خاک ہے، جو نسیم کے ہاتھ لگی ہے

ہمچو گرد ایں تنِ خاکی نتواند بر خاست — از سرِ کوئے تو زاں رو کہ عظیم افتادہ است
یہ خاکی جسم گرد کی طرح نہیں اٹھ سکتا ہے — تیرے کوچہ سے، کیونکہ بری طرح گرا ہے

آنکہ جز کعبہ مقامش نہ بد از یادِ لبت — بر درِ میکدہ دیدم کہ مقیم افتادہ است
وہ جس کا کعبہ کے سوا کوئی مقام نہ تھا، تیرے ہونٹ کی یاد میں — میں نے دیکھا ہے کہ میکدے کے در پر مقیم ہو گیا ہے

حافظِ گم شدہ را با غمت اے جانِ عزیز — اتحادیست کہ از عہدِ قدیم افتادہ است
اے جانِ عزیز! گم شدہ حافظ کو تیرے غم سے — ایسا اتحاد ہے، جو قدیم زمانہ سے ہوا ہے

---

۱ یعنی اس کنویں میں قید تنہائی ہے۔
۲ شب قدر کو اسی وجہ سے متبرک سمجھا جاتا ہے کہ وہ تیری زلفوں کی طرح کالی ہے۔
۳ تونے مجھے قتل کر ڈالنے کا وعدہ کیا تھا، میں خوشی سے اس دن کا منتظر ہوں۔
۴ چونکہ نسیم سے بھی رقابت ہے۔
۵ جادو کے نقش میں جو اثر ہوتا ہے وہی اثر تیری کالی آنکھوں میں ہے، معشوق چونکہ عاشق کو آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھتا ہے اس لئے اس کی آنکھوں کو بیمار قرار دیا جاتا ہے۔
۶ زلف کے خم کو (ج) سے تشبیہ دی جاتی ہے جس کے پیٹ میں نقطہ ہوتا ہے۔
۷ حضرت عیسیٰ کے سانس میں یہ معجزہ تھا کہ وہ مردہ کو زندہ کر دیتا تھا۔ روح سے مراد حضرت عیسیٰ ہیں۔
۸ زلف کو مور اور رخسار کو جنت سے تشبیہ دی ہے۔
۹ اس تمنا میں کہ نسیم اس کو اڑا کر پہنچائے اور تیرا دیدار کرا دے۔

جز آستانِ توام در جہاں پناہے نیست
تیری چوکھٹ کے علاوہ دنیا میں میری کوئی پناہ نہیں ہے

سرِ مرا بجز ایں در حوالہ گاہے نیست
میرے سر کے لئے اس در کے علاوہ کوئی سرداری کی جگہ نہیں ہے

عدو چو تیغ کشد من سپر بیندازم
دشمن جب تلوار کھینچتا ہے میں سپر انداز ہو جاتا ہوں

کہ تیرِ ما بجز از نالۂ و آہے نیست
اس لئے کہ ہمارا تیر ایک نالہ اور ایک آہ کے علاوہ کچھ نہیں ہے

چرا ز کوئے خرابات روی بر تابم
میں شراب خانہ کے کوچے سے کیوں روگردانی کروں؟

کزیں بہم بجہاں ہیچ رسم و راہے نیست
اس لیے کہ میرے لیے دنیا میں اس سے بہتر کوئی رسم و راہ نہیں ہے

زمانہ گر بزند آتشم بخرمنِ عمر
اگر زمانہ میری عمر کے کھلیان میں آگ لگا دے

بگو بسوز کہ بر من برگِ کاہے نیست
کہہ دو جلا دے، اس لئے کہ وہ میرے نزدیک گھاس کے تنکے کے برابر بھی نہیں ہے

غلامِ نرگسِ جماشِ آں سہی سروم
میں اسی سیدھے قد سرو کی شوخ آنکھ کا غلام ہوں

کہ از شرابِ غرورش بکس نگاہے نیست
غرور کی شراب کی وجہ سے جس کی کسی کی طرف نگاہ نہیں ہے

مباش در پئے آزار و ہر چہ خواہی کن
ستانے کے درپے نہ ہو اور جو چاہے کر

کہ در شریعتِ ما غیر ازیں گناہے نیست
اس لیے کہ ہماری شریعت میں اس کے علاوہ اور کوئی گناہ نہیں ہے

عناں کشیدہ رو اے بادشاہِ کشورِ حسن
اے ملکِ حسن کے بادشاہ لگام کھینچے چل

کہ نیست بر سرِ راہے کہ داد خواہے نیست
اس لیے کہ راستہ پر کوئی ایسا نہیں جو فریادی نہیں ہے

عقابِ جور کشادہ است بال در ہمہ شہر
ظلم کے باز نے سب شہروں میں اپنے بازو پھیلا دیئے ہیں

کمانِ گوشہ نشینی و تیرِ آہے نیست
گوشہ نشینی کی کمان، اور آہ کا تیر نہیں ہے

چنیں کہ در ہمہ سو دامِ راہ می بینم
چونکہ میں تمام جانب، راستوں کے جال دیکھتا ہوں

بہ از حمایتِ زلفِ توام پناہے نیست
تیری زلف کی حمایت سے بہتر میرے لئے کوئی پناہ نہیں ہے

خزینۂ دلِ حافظ بزلف و خال مدہ
حافظ کے دل کے خزانہ کو زلف اور تل کے سپرد نہ کر

کہ کارہائے چنیں حدِ ہر سیاہے نیست
اس لئے کہ ایسے کام ہر کالے کے بس کے نہیں ہیں

چو بشنوی سخن اہلِ دل مگو کہ خطاست
جب تو اہلِ دل کی بات سنے تو یہ نہ کہہ کہ غلط ہے

سخن شناس نۂ دلبرا خطا اینجاست
تو خود بات سمجھنے والا نہیں ہے اے دلبر غلطی تو یہ ہے

سرم بدنیا و عقبیٰ فرو نمی آید
میرا سر دنیا، اور عقبیٰ کی طرف نہیں جھکتا ہے

تبارک اللہ ازیں فتنہا کہ در سرِ ماست
(خدا ہی) بابرکت ہے، ان فتنوں کی وجہ سے جو ہمارے سر میں ہیں

در اندرونِ منِ خستہ دل ندانم کیست
مجھ خستہ دل کے اندر، نہ معلوم کون ہے؟

کہ من خموشم و او در فغان و در غوغاست
کہ میں تو چپ ہوں، وہ مصروفِ فریاد اور غوغا کر رہا ہے

دلم ز پردہ بروں شد کجائی اے مطرب
میرا دل پردہ سے باہر ہو گیا، اے مطرب تو کہاں ہے؟

بنال ہاں کہ ازیں پردہ کارِ ما بنواست
ہاں گا کر اسی پردہ کی وجہ سے ہمارا کام بارونق ہے

مرا بکارِ جہاں ہرگز التفات نبود
دنیا کے کام کی طرف میری کوئی توجہ نہ تھی

رخِ تو در نظرِ من چنیں خوشش آراست
تیرے رخ نے اس کو میری نظر میں ایسی خوبی سے آراستہ کیا ہے

۱ اس قدر عاجز و ناتواں ہوں کہ دشمن کے مقابلہ کی طاقت نہیں ہے۔
۲ غرورِ حسن کی وجہ سے وہ کسی کی طرف نگاہ اٹھا کر نہیں دیکھتا ہے۔
۳ حافظ کا یہ شعر بلند خلاق ہے۔
۴ سب تیرے ہجر کے فریادی ہیں۔
۵ ظلم کو ختم کرنے کیلئے گوشہ نشینی اور صبح خلوت کی آہ و زاری کی ضرورت ہے۔
۶ پھنسنا ہی ہے تو معشوق کی زلف میں پھنسنا چاہیے۔
۷ چونکہ میرے حسن کے فتنے ہیں اس لیے ہم دونوں جہاں سے بیگانہ ہیں۔
۸ کائنات میں چونکہ تیری تجلیات ہیں اس لئے ہم اسے تکتے ہیں۔

نخفتہ ام بخیالے کہ می پزم شبہا
میں ان خیالات کی وجہ سے جن کو میں پکاتا ہوں راتوں نہیں سویا
خمارِ صد شبہ دارم شراب خانہ کجاست
سو راتوں کا خمار مجھ پر چڑھا ہے شراب خانہ کہاں ہے؟

چنیں کہ صومعہ آلودہ شد بخونِ دلم
ایسی حالت میں کہ میرے خونِ دل سے عبادتخانہ آلودہ ہوا ہے
گرم بباده بشوئید حق بدستِ شماست
اگر تم شراب سے مجھے دھو دو تو حق تمہارے ساتھ ہے

از آں[۲] بدیرِ مغانم عزیز میدارند
اس سبب سے آتش پرست آتشکدہ میں مجھے عزت سے رکھتے ہیں
کہ آتشے کہ نمیرد ہمیشہ در دلِ ماست
کہ جو آگ کبھی نہ بجھے وہ ہمیشہ ہمارے دل میں ہے

چہ[۳] ساز بود کہ بنواخت مطربِ عشاق
وہ کیا ساز تھا جو عاشقوں کے مطرب نے چھیڑا
کہ رفت عمر و ہنوزم دماغ پُر ز صداست
کہ زمانہ گذر گیا اور صدا سے میرا دماغ پُر ہے

خمارِ عشقِ تو دیشب در اندرونم بود
تیرے عشق کا خمار کل شب میرے اندر تھا
کجاست وقتِ عبادت چہ وقت و جائے دعاست
عبادت کا وقت کہاں ہے اور دعا کا مقام اور وقت کیسا؟

ندائے عشقِ تو دوشم در اندروں دادند
تیری محبت کی آواز کل شب میرے اندر انھوں نے دی
فضائے سینۂ حافظ ہنوز پُر ز صداست
حافظ کے سینہ کی فضا اب تک صدا سے پُر ہے

چہ[۴] لطف بود کہ ناگاہ رشحۂ قلمت
کیا مہربانی تھی کہ اچانک تیرے قلم کے ترشح نے
حقوقِ خدمتِ ما عرض کرد بر کرمت
ہماری خدمت کے حقوق تیرے کرم کے سامنے پیش کردیئے

بنوکِ خامہ رقم کردۂ سلامِ مرا
قلم کی نوک سے تو نے مجھے سلام لکھا ہے
کہ کارخانۂ دوراں مباد بے رقمت
خدا کرے زمانہ کا کارخانہ تیری تحریر بدون نہو

نگویم از منِ بیدل بسہو کردی یاد
میں یہ تو نہیں کہہ سکتا کہ تو نے مجھ بیدل کو بھول کر یاد کرلیا ہے
کہ در حسابِ خرد نیست سہو بر قلمت
کیونکہ از روئے عقل تیرے قلم سے بھول نہیں ہوتی ہے

مرا ذلیل مگرداں بشکرِ ایں نعمت
اس نعمت کے شکریہ میں، مجھے ذلیل نہ کر
کہ داشت دولتِ سرمد عزیز و محترمت
کیونکہ سرمدی دولت نے تجھے باعزت و محترم بنایا ہے

بیا کہ با سرِ زلفت قرار خواہم کرد
آ، میں تیری زلف سے عہد کروں گا
کہ گر سرم برود برندارم از قدمت
کہ اگر میرا سر بھی جاتا رہے گا تیرے قدم سے نہ ہٹاؤں گا

زحالِ ما دلت آگہ شود مگر وقتے
تیرا دل ہماری حالت سے شاید اس وقت آگاہ ہوگا
کہ[۵] لالہ بردمد از خاکِ کشتگانِ غمت
جبکہ تیرے غم کے ماروں کی خاک سے لالہ اُگے گا

روانِ تشنۂ ما را بجرعۂ دریاب
ہماری پیاسی روح کی ایک گھونٹ سے مدد کردے
چو[۶] میدہند زلالِ خضر بجامِ جمت
جبکہ خضر کا پانی تیرے جامِ جم میں دے رہے ہیں

صبا ز روئے تو با ہر گلے حدیثے کرد
صبا نے تیرے چہرے کی بات ہر گل سے کہہ دی
رقیب کے رہِ غماز داد در حرمت
حافظ نے چغل خور کو تیرے حرم میں کیوں راستہ دیا؟

دلم مقیم درِ تست حرمتش میدار
میرا دل تیری چوکھٹ پر مقیم ہے اس کی عزت کر
بشکر آنکہ خدا داشتہ است محترمت
اس بات کے شکریہ میں کہ خدا نے تجھے باعزت رکھا ہے

[۱] یہ بے خبینی مدہوشی سے ہی جاسکتی۔
[۲] آتش پرست ہماری اسی لئے عزت کرتے ہیں کیونکہ ہمارے دل کی آگ ہمیشہ روشن رہتی ہے۔
[۳] عاشقوں نے جو نوشتہ ہے وہ زمانہ گذرنے پر بھی نہ مٹا۔
[۴] دوست کا خط آنے پر حافظ نے یہ غزل کہی ہے۔
[۵] یعنی جب ہم مر کر مٹی میں مل جائیں گے اور ہماری خاک سے گل و لالہ اگیں گے۔
[۶] کارکنانِ قضا و قدر نے تیرے جام میں آبِ حیات بھر دیا ہے۔

ہمیشہ وقتِ تو اے عیسیٰ صبا خوش باد
اے عیسیٰ دم خدا کرے تو ہمیشہ خوش وقت رہے
کہ جانِ عاشقِ دل خستہ زندہ شد بدمت
اس لئے کہ خستہ دل عاشق کی جان تیری پھونک سے زندہ ہوئی ہے

ترا ز حالِ دلِ خستگاں چہ غم کہ مدام
خستہ دلوں کی حالت سے تجھے کیا غم ہے اس لئے کہ ہمیشہ
ہمی دہند شرابِ خضر بجامِ جمت
خضر کی شراب تیرے جامِ جم میں دیتے ہیں

کمیں گہست و تو خوش تیز میروی حافظ
اے حافظ! کمین گاہ ہے اور تو بہت تیز جا رہا ہے
مکن کہ گرد برآید ز شاہ راہِ عدمت
ایسا نہ کر کہ تیرے عدم کی شاہ راہ سے گرد اُٹھے

حالِ دل با تو گفتنم ہوس ست
مجھے تجھ سے حالِ دل کہنے کی ہوس ہے
خبرِ دل شنفتنم ہوس ست
مجھے دل کی خبر سنانے کی ہوس ہے

طمعِ خام بیں کہ قصۂ فاش
غلط خواہش کو دیکھو کہ ایک کھلے قصہ کو
از رقیباں نہفتنم ہوس ست
رقیبوں سے چھپانے کی مجھے ہوس ہے

شبِ قدرے چنیں عزیز و شریف
ایسی عزیز، اور شریف شبِ قدر میں
با تو تا روز خفتنم ہوس ست
مجھے دن نکلنے تک ترے ساتھ سونے کی ہوس ہے

وہ کہ دُر دانۂ چنیں نازک
واہ! اس قدر نازک موتی
در شبِ تار سفتنم ہوس ست
مجھے اس کو تاریک رات میں پرونے کی ہوس ہے

اے صبا امشبم مدد فرمای
اے صبا آج کی رات میری مدد کر دے
کہ سحر گہہ شگفتنم ہوس ست
اس لئے کہ صبح کو کھلنے کی مجھے ہوس ہے

از برائے شرف بنوکِ مژہ
عزت حاصل کرنے کے لئے پلکوں کی نوک سے
خاکِ راہِ تو رفتنم ہوس ست
تیرے راستہ کی خاک کو صاف کرنے کی مجھے ہوس ہے

ہمچو حافظ برغمِ مدّعیاں
دعویداروں کی ذلت کے لئے حافظ کی طرح
شعرِ رندانہ گفتنم ہوس ست
رندانہ شعر کہنے کی مجھے ہوس ہے

حُسنت[1] باتّفاقِ ملاحت جہاں گرفت
تیرے حسن نے ملاحت کی موافقت سے تمام دنیا پر قبضہ کر لیا
آرے باتّفاق جہاں میتواں گرفت
بیشک موافقت سے تمام جہاں پر قبضہ کیا جا سکتا ہے

افشائے رازِ خلوتیاں خواست کرد شمع
شمع نے گوشہ نشینوں کا راز افشا کرنا چاہا
شکرِ خدا[2] کہ سرِّ دلش در زباں گرفت
خدا کا شکر ہے کہ اس کے دل کے راز نے زبان پکڑ لی

میخواست گل کہ دم زند از رنگ و بوئے تو
پھول نے چاہا تھا کہ تیرے رنگ و بو کا مقابلہ کرے
از غیرتش[3] صبا نفس اندر دہاں گرفت
صبا نے غیرت سے اس کا سانس منہ میں بند کر دیا

چوں لالہ کج نہاد کلاہِ طرب ز کبر
تجھ سے مستی کی ٹوپی لالہ کی طرح کج اکڑ سے پہنے ہے
ہر داغِ دل کہ بادہ چوں ارغواں گرفت
دل کا ہر وہ داغ جس نے ارغوانی شراب حاصل کر لی ہے

[1] تیرا حسن ملیح ہے
[2] وہ بیان کرنے پر قادر نہ ہوئی ورنہ رسوا کر ڈالتی۔
[3] اسی لئے غنچہ دہاں بستہ ہوتا ہے۔

آں روز عشقِ ساغرِ مے خرمنم بسوخت
اُس دن شراب کے پیالے کے عشق نے میرا خرمن جلا ڈالا
کآتش ز عکسِ عارضِ ساقی دراں گرفت
جبکہ ساقی کے رخسار کے عکس سے اس میں آگ لگی

آسودہ بر کنار چو پرکار می شدم
میں کنارے پر پرکار کی طرح آرام سے ٹہلتا تھا
دوراں چو نقطہ عاقبتم درمیاں گرفت
زمانے کی گردش نے بالآخر نقطہ کی طرح مجھے درمیان میں لے لیا

خواہم شدن بکوئے مُغاں آستیں فشاں
میں آستین جھاڑ کر آتش پرستوں کے کوچہ میں جانا چاہتا ہوں
زیں فتنہ ہا کہ دامنِ آخر زماں گرفت
ان فتنوں کی وجہ سے جو آخری زمانہ کے دامن سے چمٹ گئے ہیں

بر برگِ گل ز خونِ شقائق نوشتہ اند
پھول کی پتیوں پر گلِ لالہ کے خون سے لکھ دیا ہے
کآنکس کہ پختہ شد مے چوں ارغواں گرفت
کہ وہ شخص جو پختہ ہو گیا ہے اُس نے ارغوانی شراب لی ہے

مے دہ بجامِ جم کہ صباحِ صبوحیاں
جامِ جمشید میں شراب دے[1] اس لئے کہ صبح کے پینے والوں کی صبح نے
چوں پادشہ بہ تیغِ زر افشاں جہاں گرفت
زر افشاں تلوار کے ذریعہ بادشاہ کی طرح دنیا پر قبضہ کر لیا ہے

مے دہ کہ ہر کہ آخرِ کارِ جہاں بدید
شراب دے اس لئے کہ جس شخص نے دنیا کا انجام دیکھا ہے
از غم سبک برآمد و رطلِ گراں گرفت
غم سے ہلکا ہو کر نکلا ہے اور بھاری پیمانہ لے لیا ہے

فرصت نگر کہ فتنہ چو در عالم اوفتاد
موقع دیکھ، جب عالم میں فتنہ برپا ہوا
عارف بجامِ مے زد و از غم کراں گرفت
عارف نے جام میں شراب انڈیل لی اور غم سے کنارہ کش ہو گیا

زیں آتشِ نہفتہ کہ در سینۂ من است
اس چھپی ہوئی آگ سے جو میرے سینے میں ہے[2]
خورشید شعلہ ایست کہ بر آسماں گرفت
سورج ایک شعلہ ہے جو آسمان میں لگ گیا ہے
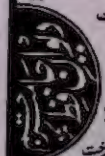
حافظ چو آبِ لطف ز نظمِ تو می چکد
اے حافظ جبکہ پاکیزگی کا پانی تیری نظم سے ٹپکتا ہے
غیرے چگونہ نکتہ تواند براں گرفت
کوئی دوسرا اس پر کیسے نکتہ چینی کر سکتا ہے

حاصل کارگہِ کون و مکاں ایں ہمہ نیست
کون و مکاں کے کارخانہ کا خلاصہ، یہ سب کچھ نہیں ہے[3]
بادہ پیش آر کہ اسبابِ جہاں ایں ہمہ نیست
شراب لا اس لیے کہ دنیا کے اسباب، یہ سب کچھ نہیں ہیں

از دل و جاں شرفِ صحبتِ جاناں غرض است
دل اور جان سے غرض معشوق کی صحبت کا شرف ہے
ہمہ آنست وگرنہ دل و جاں ایں ہمہ نیست
سب کچھ یہی ہے ورنہ دل اور جان یہ سب کچھ نہیں ہیں

منتِ سدرہ و طوبیٰ ز پئے سایہ مکش
سدرہ[4] اور طوبیٰ کا احسان سایہ کے لئے برداشت نہ کر
کہ چو خوش بنگری اے سروِ رواں ایں ہمہ نیست
اس لیے کہ اے سروِ رواں اگر تو غور سے دیکھے گا تو سب کچھ نہیں ہیں

دولت آنست کہ بے خونِ دل آید بکنار
دولت تو وہی ہے جو دل کا خون کئے بدون حاصل ہو
ورنہ با سعی و عمل باغِ جناں ایں ہمہ نیست
ورنہ کوشش اور عمل کے ساتھ جنت کے باغات یہ سب کچھ نہیں ہیں

پنج روزے کہ دریں مرحلہ مہلت داری
اس مرحلہ میں پانچ دن کی جو تجھے مہلت حاصل ہے
خوش بیاسائی زمانے کہ زماں ایں ہمہ نیست
آرام سے کچھ دن گذار لے، کیونکہ زمانہ یہ سب کچھ نہیں ہے

بر لبِ بحرِ فنا منتظریم اے ساقی
اے ساقی ہم فنا کے سمندر کے کنارے منتظر ہیں
فرصتے داں کہ ز لب تا بدہاں ایں ہمہ نیست
یہ سمجھ لے کہ ہونٹ سے منہ تک کی فرصت یہ سب کچھ نہیں ہے[5]

[1] یعنی صبح ہو گئی ہے اور سورج نکل آیا ہے اب شراب کا دور چلے۔
[2] یعنی میرے سینے کی گرمی سورج کی گرمی سے بہت زیادہ ہے۔
[3] عشق کے علاوہ دنیا کی ہر شے فانی ہے۔
[4] سدرہ بیری کے اس درخت کا نام ہے جو ساتویں آسمان پر ہے۔ طوبیٰ وہ درخت ہے جس کی جڑ چوتھے آسمان پر ہے اور شاخیں تمام ساتوں آسمانوں پر پھیلی ہیں۔
[5] اتنی فرصت کہ کوئی چیز ہونٹ سے منہ کے اندر جائے یہ بھی موہوم ہے۔

زاہدا ایمن مشو از بازیٔ غیرت زنہار
اے زاہد! عشق کی غیرت کی بازی سے ہرگز مطمئن نہ ہو

کہ رہ صومعہ تا دیر مغاں این ہمہ نیست
اس لئے کہ عبادت خانہ سے آتش پرستوں کے مندر تک کا راستہ یہ سب کچھ نہیں ہے

درد مندی چو من سوختۂ زار و نزار
مجھ جیسے سوختہ زار و نزار کی دردمندی کے لئے

ظاہرا حاجت تقریر و بیاں این ہمہ نیست
بظاہر تقریر و بیان کی حاجت یہ سب کچھ نہیں ہے

از تہتک مکن اندیشہ و چوں گل خوش باش
بے آبروئی کی فکر نہ کر اور پھول کی طرح خوش رہ

زانکہ تمکین جہان گذران این ہمہ نیست
اس لیے کہ گذرنے والی دنیا کی عزت یہ سب کچھ نہیں ہے

نام حافظ رقم نیک پذیرفت ولے
حافظ کے نام نے اچھا لفظ اختیار کر لیا ہے، لیکن

پیش رنداں رقم سود و زیاں این ہمہ نیست
رندوں کے لئے نفع اور نقصان کا لفظ یہ سب کچھ نہیں ہے

خدا چو صورت ابروئے دلربائے تو بست
خدا نے جب تیرے دلربا ابرو کی صورت پیدا کی

کشاد کار من اندر کرشمہائے تو بست
میرے کام کی کشادگی کو تیرے ناز و ادا سے وابستہ کر دیا ہے

ہزار سرو چمن را بخاک راہ نشاند
چمن کے ہزاروں سرو کو راستہ کی خاک پر کھڑا کر دیا

زمانہ تا قصب زرکش قبائے تو بست
زمانہ نے جب سے کہ زرکش قصب کی قبا تجھے پہنائی ہے

مرا و مرغ چمن را ز دل ببرد آرام
میرے اور چمن کے پرندے کے دل سے آرام لے گیا

سحر گہاں کہ دل ہر دو در نوائے تو بست
جبکہ صبح کے وقت نے دونوں کا دل تیری آواز سے وابستہ کر دیا ہے

زکار ما و دل غنچہ بس گرہ بکشود
ہمارے کام اور غنچہ کے دل کی گرہ کھول دی

نسیم صبح چو دل در رہ ہوائے تو بست
صبح کی نسیم نے جب دل تیرے محبت کے راستہ سے وابستہ کر دیا ہے

مرا بہ بند تو دوران چرخ راضی کرد
زمانہ کی گردش نے مجھے تیری قید پر راضی کر دیا

ولے چہ سود کہ سر رشتہ در رضائے تو بست
لیکن کیا فائدہ جبکہ سرا تیری رضامندی سے وابستہ کر دیا ہے

چو نافہ بر دل مسکین من گرہ مفگن
نافہ کی طرح میرے مسکین دل پر گرہ نہ لگا

کہ عہد با سر زلف گرہ کشائے تو بست
اس لئے کہ اس نے تیری گرہ کشا زلف سے عہد وابستہ کر لیا ہے

تو خود حیات دگر بودی اے زمان وصال
اے وصال کے زمانہ تو خود دوسری قسم کی زندگی تھا

خطا نگر کہ دل امید در وفائے تو بست
غلطی کو دیکھ کہ دل نے تیری وفا سے امید وابستہ کر دی

ہم از نسیم تو روزے کشائشے یابد
تیری نسیم سے کسی دن کشادگی حاصل کرے گا

چو غنچہ ہر کہ دل خویش در ہوائے تو بست
غنچہ کی طرح ہر وہ شخص جس نے تیری محبت سے دل وابستہ کر دیا ہے

ز دست جور تو گفتم ز شہر خواہم رفت
میں نے کہا تیرے ظلم کے ہاتھوں شہر سے چلا جاؤں گا

بخندہ گفت برو حافظا کہ پائے تو بست
اس نے ہنس کر کہا جا حافظ، تیرا پیر کس نے باندھا ہے

خلوت گزیدہ را بتماشا چہ حاجت ست
خلوت نشیں کو، سیر کی کیا حاجت ہے!

چوں کوئے دوست ہست بصحرا چہ حاجت ست
جب دوست کا کوچہ موجود ہے تو جنگل کی کیا ضرورت ہے؟

ا۔ انسان کی قلبی کیفیت ہر وقت خطرے میں ہے
۲۔ سب کے لئے میاں ہے
۳۔ دنیاوی عزت فانی ہے
۴۔ قصب ایک ریشمی کپڑا ہے، زرکش جس پر زری کا کام ہو
۵۔ میری جو کھول یعنی تیری محبت سے وابستہ ہے اس نے میرے اور غنچہ کے دل کی گرہیں کھول دیں
۶۔ یعنی اختیار تجھے دیا ہے
۷۔ زمانہ وصال بے وفا ہے اس سے وفا کی امید کرنا غلطی ہے

جاناں بحاجتے کہ تراہست با خدا
اے جاناں! اس حاجت کی قسم، جو تجھے خدا سے ہے
آخر دمے بپرس کہ مارا چہ حاجت است
آخر کبھی تو دریافت کر، کہ ہمیں کیا ضرورت ہے؟

اے بادشاہِ حسن خدارا بسوختیم
اے حسن کے بادشاہ! خدا کے لئے ہم جل گئے
بارے سوال کن کہ گدارا چہ حاجت است
ہاں ایک مرتبہ تو دریافت کرے، کہ فقیر کی کیا ضرورت ہے؟

اربابِ حاجتیم و زبانِ سوال نیست
ہم صاحبِ حاجت ہیں اور مانگنے کی زبان نہیں ہے
در حضرتِ کریم تمنا چہ حاجت است
داتا کے دربار میں تمنا کی کیا ضرورت ہے؟

جامِ جہاں نما ست ضمیرِ منیرِ دوست
دوست کا روشن دل، جامِ جہاں نما ہے
اظہارِ احتیاج خود آنجا چہ حاجت است
وہاں اپنی ضرورت ظاہر کرنے کی کیا ضرورت ہے؟

آں شد کہ بارِ منتِ ملاح بردمے
وہ وقت گیا کہ ملاح کے احسان کا بوجھ برداشت کرتا تھا
گوہر چو دست داد بدریا چہ حاجت است
جب موتی ہاتھ آگیا ہے، دریا کی کیا ضرورت ہے؟

اے مدعی برو کہ مرا با تو کار نیست
اے مدعی جا! میرا تجھ سے کوئی واسطہ نہیں
احباب حاضر اند بأعدا چہ حاجت است
دوست موجود ہیں، تو دشمنوں کی کیا ضرورت ہے؟

محتاجِ جنگ نیست گرت قصدِ خونِ ماست
جنگ کی ضرورت نہیں ہے اگر تیرا ہمارے خون کا ارادہ ہے
چوں رخت از آن تست بیغما چہ حاجت است
جب سامان تیرا ہے تو لوٹ مار کی کیا ضرورت ہے؟

اے عاشقِ گدا چو لبِ روح بخشِ یار
اے گدا عاشق! جب معشوق کا روح بخش ہونٹ
میداندت وظیفہ تقاضا چہ حاجت است
تیرا حق جانتا ہے تو تقاضہ کی کیا ضرورت ہے؟

حافظ تو ختم کن کہ ہنر خود عیاں شود
حافظ تو ختم کر دے، کیونکہ ہنر خود ظاہر ہو جائے گا
با مدعی نزاع و محاکا چہ حاجت است
مدعی کے ساتھ جھگڑے اور لڑائی کی کیا ضرورت ہے؟

خوشتر ز عیشِ صحبت و باغ و بہار چیست
صحبت اور باغ و بہار کے عیش سے زیادہ بہتر کیا چیز ہے؟
ساقی کجاست گو سببِ انتظار چیست
ساقی کہاں ہے کہہ دو انتظار کا کیا سبب ہے؟

معنیِ آبِ زندگی و روضۂ ارم
آبِ حیات، اور جنت کے باغ کی حقیقت
جز طرفِ جویبار و مے خوشگوار چیست
نہر کے کنارے اور خوشگوار شراب کے سوا کیا ہے؟

ہر وقتِ خوش کہ دست دہد مغتنم شمار
جو اچھا وقت میسر آ جائے غنیمت سمجھ
کس را وقوف نیست کہ انجامِ کار چیست
کسی کو معلوم نہیں، کہ انجام کار کیا ہے؟

پیوندِ عمر بستہ بموئیست ہوش دار
عمر کا جوڑ، بال سے ہے ہوش کر
غمخوارِ خویش باش غمِ روزگار چیست
اپنا غمخوار بن، زمانہ کا غم کیا ہے؟

رازِ درونِ پردہ ز رندانِ مست پرس
پردے کے اندر کے راز مست رندوں سے دریافت کر
اے مدعی نزاع تو با پردہ دار چیست
اے مدعی پردہ دار سے تیرا جھگڑا کیا ہے؟

مستور و مست ہر دو چو از یک قبیلہ اند
مستور اور مست، جبکہ ایک قبیلہ سے ہیں
ما دل بعشوہ کہ دہیم اختیار چیست
ہم کس کے ناز و انداز پر دل دیں بہتر کیا ہے؟

۱؎ سخی تو بے مانگے دیتا ہے۔
۲؎ جمشید کا جام کچھ اس طرح کا تھا کہ وہ اس سے تمام دنیا کے احوال معلوم کرتا تھا اسی لئے اس کو جامِ جہاں نما بھی کہا جاتا تھا۔
۳؎ جب سب اسباب عیش مہیا ہیں تو ساقی کو فوراً آجانا چاہیے۔
۴؎ عمر ناقابلِ اعتبار ہے اپنی فکر کرنی چاہیے زمانہ کی فکر بیکار بات ہے۔
۵؎ مستور سے زاہد اور مست سے رند مراد ہے۔

سہو و خطائے بندہ چو گیرند اعتبار
بھول چوک اور بندہ کی غلطی بھی جب معتبر ہو
معنیِ عفو و رحمتِ پروردگار چیست
تو اللہ کی عفو اور رحمت کے معنی کیا ہیں!

زاہد شرابِ کوثر و حافظ پیالہ خواست
زاہد نے کوثر کی شراب اور حافظ نے پیالہ مانگا
تا در میانہ خواستۂ کردگار چیست
دیکھیے! دونوں میں خدا کا پسندیدہ کیا ہے!

خیالِ[1] روئے تو در ہر طریق ہمرہِ ماست
تیرے چہرے کا خیال ہر راستہ میں ہمارے ساتھ ہے
نسیمِ موئے تو پیوندِ جانِ آگہِ ماست
تیری زلفوں کی نسیم ہماری آگاہ جان کا پیوند ہے

ببیں[2] کہ سیبِ زنخدانِ او چہ میگوید
دیکھو اس کی ٹھوڑی کا سیب کیا کہتا ہے
ہزار یوسفِ مصری فتادہ در چہِ ماست
ہزار مصری یوسف، ہمارے کنویں میں گرے ہیں

برغمِ مدعیانے کہ منعِ عشق کنند
ان مدعیوں کے برخلاف جو عشق سے منع کرتے ہیں
جمال و چہرۂ تو حجتِ موجہِ ماست
ترا حسن، اور چہرہ ہماری پسندیدہ دلیل ہے

اگر بزلفِ درازِ تو دستِ ما نرسد
اگر تیری دراز زلف تک ہمارا ہاتھ نہیں پہونچتا ہے
گناہِ بختِ پریشان و دستِ کوتہِ ماست
تو ہمارے پریشان نصیبہ اور کوتاہ ہاتھ کا قصور ہے

بحاجبِ درِ خلوت سرائے خاص بگو
خاص خلوت سرائے کے دربان سے کہیے
فلاں زگوشہ نشینانِ خاکِ درگہِ ماست
فلاں ہماری درگاہ کی خاک کے گوشہ نشینوں میں سے ہے

بصورت[3] از نظرِ ما اگرچہ محجوب ست
بظاہر اگرچہ ہماری نگاہوں سے پوشیدہ ہے
ہمیشہ در نظرِ خاطرِ مرفہِ ماست
ہمیشہ ہماری آسودہ طبیعت کی نظر میں ہے

اگر چو حافظ سائل درے زند بکشا
اگر حافظ بھکاری کی طرح دروازہ کھٹکھٹائے تو کھول دینا
کہ سالہا ست کہ مشتاقِ روئے چوں مہ ماست
اس لئے کہ وہ سالوں سے ہمارے چاند جیسے چہرہ کا مشتاق ہے

خمِ[4] زلفِ تو دامِ کفر و دین ست
تیری زلف کا خم کفر اور دین کے لیے جال ہے
زکارستانِ او یک شمہ این ست
اس کے کارناموں میں سے ایک یہ تھوڑا سا کارنامہ ہے

مقالاتِ نصیحت گو ہمیں ست
نصیحت کرنے والے کی باتیں یہی ہیں
کہ حکم اندازِ ہجراں در کمین ست
کہ ہجر کا فیصلہ کرنے والا گھات میں ہے

جمالت معجزِ حسن ست لیکن
ترا جمال، حسن کا معجزہ ہے لیکن
حدیثِ غمزہ ات سحرِ مبین ست
ناز و انداز کی بات، کھلا ہوا جادو ہے

بر آں چشمِ سیہ صد آفریں باد
اس سیاہ آنکھ کے لئے سو شاباشیں
کہ در عاشق کشی سحر آفرین ست
جو عاشق کشی میں جادوگر ہے

عجب[5] راہیست راہِ عشق ہیہات
عشق کا راستہ بھی عجیب راستہ ہے ہائے افسوس
کہ چرخِ ہفتمش ہفتم زمیں ست
کہ اس کا ساتواں آسمان، ساتویں زمین ہے

[1] تیرا خیال ہر وقت ہمارے ساتھ ہے اور تیری زلفوں کی خوشبو ہماری زندگی ہے۔
[2] کنعان کے کنویں میں تو ایک یوسف تھے معشوق کی ٹھوڑی کے کنویں میں سینکڑوں یوسف گرے ہوئے ہیں۔
جب تیرا حسن دیکھیں گے قائل ہو جائیں گے۔
[3] نگاہوں سے اگرچہ دور ہے لیکن دل سے قریب ہے۔
[4] تیری زلف میں حسن دکا زمب پھنسے ہیں۔
[5] راہِ عشق کی ہر چیز الٹی ہے

تو پنداری کہ بدگو رفت و جاں برد
تو سمجھتا ہے کہ چغلخور چلا گیا، اور مرگیا

حسابش با کراماً کاتبین ست
اس کا حساب تو کراماً کاتبین کے سپرد ہے

زچشم شوخ تو کے جاں تواں برد
تیری شوخ آنکھ سے کیسے جان بچائی جاسکتی ہے

کہ دائم با کماں اندر کمین ست
جو ہمیشہ کمان لئے، گھات میں ہے

لبت را آبِ حیواں گفتم اما
تیرے ہونٹوں کو میں نے آبِ حیات کہا لیکن

چہ جائے آب کاں مارِ معین ست
پانی کہنے کا کیا موقع ہے وہ تو بہتا پانی ہے

مشو ایجاں زکیدِ زلفش ایمن
اے جان! اس کی زلف کی تدبیر سے مطمئن نہ ہو

کہ دل بُرد و کنوں در بندِ دین ست
دل تو لے گئی ہے اب دین کی فکر میں ہے

حدیثِ مطرب و پیمانۂ مے
گویئے اور شراب کے پیالے کی بات

بہ نزدِ عاشقاں آیاتِ دین ست
عاشقوں کے نزدیک دین کے معجزے ہیں

زجامِ عشق مے نوشید حافظ
حافظ نے عشق کے جام سے شراب پی ہے

مدامش مستی و رندی ازین ست
اسی لیے اس کو ہمیشہ مستی اور رندی حاصل ہے

خوابِ آں نرگسِ فتانِ تو بے چیزے نیست
تیری فتنہ میں مبتلا کر نیوالی نرگس کی نیند بے سبب نہیں ہے

تابِ آں زلفِ پریشانِ تو بے چیزے نیست
تیری پریشان زلف کا خم بے سبب نہیں ہے

از لبت شیر رواں بود کہ من میگفتم
تیرے ہونٹوں سے دودھ جاری تھا کہ میں نے کہا

کایں شکر گرد نمکدانِ تو بے چیزے نیست
کہ یہ شکر تیرے تنگ دان کے گرد بے سبب نہیں ہے

چشمۂ آبِ حیات ست دہانت اما
ترا منہ آبِ حیات کا چشمہ ہے لیکن

زیر لب چاہِ زنخدانِ تو بے چیزے نیست
ہونٹوں کے نیچے تیری ٹھوڑی کا کنواں بے سبب نہیں ہے

جاں درازیِ تو بادا کہ یقیں میدانم
خدا کرے تیری عمر دراز ہو، مجھے یقین ہے

در کمان ناوکِ مژگانِ تو بے چیزے نیست
کمان میں تیری پلک کا تیر بے سبب نہیں ہے

مبتلائے بغم و محنت و اندوہ و فراق
غم و مصیبت اور رنج و فراق میں مبتلا ہو کر

اے دل ایں نالہ و افغانِ تو بے چیزے نیست
اے دل تیرا یہ نالہ اور فریاد بے سبب نہیں ہے

دوش باد از سرِ کویش بگلستاں بگذشت
شب گذشتہ ہوا اس کے کوچے سے باغ میں پہونچی

اے گل ایں چاکِ گریبانِ تو بے چیزے نیست
اے پھول! یہ تیرا چاک گریباں بے سبب نہیں ہے

دردِ عشق ارچہ دل از خلق نہاں میدارد
دل اگرچہ دردِ عشق کو لوگوں سے پوشیدہ رکھتا ہے

حافظ ایں دیدۂ گریانِ تو بے چیزے نیست
حافظ تیری یہ روتی آنکھیں بے سبب نہیں ہیں

خمے کہ ابروئے شوخِ تو در کماں انداخت
تیرے شوخ ابروئے آسمان میں جو خم پیدا کیا ہے

بقصدِ جانِ منِ زارِ ناتواں انداخت
مجھ کمزور، زار حال کی جان لینے کیلئے پیدا کیا ہے

ملکراماً کاتبین دو فرشتے ہیں جو انسان کی نیکی اور بدی لکھتے ہیں۔
۲ نیند کی ستوالی آنکھ اور بکھری زلفوں کے بل اور تباہی پیدا کرتے ہیں۔
۳ میں نے تیرے لڑکپن میں ہی کہدیا تھا کہ اس بچے کے پیچ پر شا بہت قاتل ہوگئے۔
۴ بلکہ اس لئے ہے کہ آبِ حیات کا سلوتی کنویں میں آپہنچے۔
۵ ابرو کو کمان سے اور پلکوں کو تیر سے تشبیہ دیجاتی ہے
۶ معشوق کے کوچے کی محبت میں مبتلا ہو کر پھول کا گریبان چاک ہوا ہے۔

شراب خوردہ و خوی کردہ کی شدی بچمن
تو شراب پی کر پسینہ کی حالت میں کب چمن میں آیا تھا

کہ آب روی تو آتش در ارغوان انداخت
کہ تیرے چہرہ کی رونق نے گلِ ارغوان میں آگ لگا دی ہے

بیک کرشمہ کہ نرگس بخود فروشی کرد
ایک کرشمہ کے باعث جو نرگس نے خود نمائی میں دکھایا

فریبِ چشمِ تو صد فتنہ در جہان انداخت
تیری آنکھوں کے فریب نے دنیا میں سو فتنے پیدا کر دئے

خراب و خستۂ قدِ تو ام تعالی اللہ
تیرے قد کی وجہ سے میں خراب اور خستہ ہوں تعالی اللہ

چہ کلک بود کہ این خطِ دلستان انداخت
کونسا قلم تھا جس نے یہ دلستان خط ڈالا ہے

ز شرم آنکہ بروی تو نسبتش کردند
اس شرم سے کہ لوگوں نے اس کو تیرے چہرے سے تشبیہ دی

سمن بدستِ صبا خاک در دہان انداخت
سمن نے صبا کے ہاتھ سے منہ میں خاک ڈالی

بہ بزمگاہِ چمن دوش مست بگذشتم
چمن کی سیرگاہ میں میں شب گذشتہ مست ہو کر گذر رہا تھا

کہ از دہانِ تو ام غنچہ در گمان انداخت
کہ غنچہ نے مجھے تیرے منہ کے شبہ میں ڈال دیا

بنفشہ طرۂ مفتولِ خود گرہ میزد
بنفشہ نے اپنی گوندھی ہوئی زلفوں میں گرہ لگائی تھی

صبا حکایتِ زلفِ تو در میان انداخت
صبا نے تیری زلف کا قصہ درمیان میں چھیڑ دیا

کنون بآبِ مے لعل خرقہ می شویم
مے لعل کے پانی سے اب میں گدڑی دھو رہا ہوں

نصیبۂ ازل از خود نمیتوان انداخت
ازلی نصیبہ اپنے سے نہیں ہٹایا جا سکتا ہے

نبود رنگِ دو عالم کہ نقشِ الفت بود
دونوں جہانوں کا رنگ بھی نہ تھا کہ محبت کا نقش قائم ہو گیا تھا

زمانہ طرحِ محبت نہ این زمان انداخت
زمانہ نے محبت کی بنیاد اب نہیں ڈالی ہے

من از ورع مے و مطرب ندیدمے ہرگز
میں پرہیزگاری کی وجہ سے شراب اور گویے کو کبھی نہ دیکھتا

ہوای مغبچگانم درین و آن انداخت
مغبچوں کی محبت نے مجھے اِس اور اُس میں مبتلا کر دیا

جہان بکامِ دل اکنون شود کہ دورِ زمان
دنیا دل کے مقصد کے مطابق اب ہو گئی اس لئے کہ دورِ زمانہ نے

مرا بہ بندگیِ خواجۂ زمان انداخت
مجھے خواجۂ زمان کی بندگی میں لگا دیا ہے

مگر گشایشِ حافظ درین خرابی بود
شاید حافظ کی سہولت اس خرابی میں تھی

کہ قسمتِ ازلش در مئے مغان انداخت
اس لئے کہ ازلی قسمت نے اس کو مغبچوں کی شراب میں مبتلا کر دیا

دل سراپردۂ محبتِ اوست
دل، اس کی محبت کا خیمہ ہے

دیدہ آئینہ دارِ طلعتِ اوست
آنکھ اس کے چہرے کی آئینہ دار ہے

منکہ سر در نیاورم بدو کون
میں جو کہ دونوں جہان کے سامنے سر نہیں جھکاتا

گردنم زیرِ بارِ منتِ اوست
میری گردن اس کے احسان کی زیر بار ہے

تو و طوبیٰ و ما و قامتِ یار
تو ہے اور طوبیٰ، ہم ہیں اور دوست کا قد

فکرِ ہر کس بقدرِ ہمتِ اوست
ہر انسان کی فکر اس کی ہمت کے اندازے کے مطابق ہے

دورِ مجنون گذشت و نوبتِ ماست
مجنوں کا دور گذر گیا اب ہمارا دور ہے

ہر کسے پنج روزہ نوبتِ اوست
ہر شخص کا کچھ دن کے لیے دور ہے

۱ـ تیری نگاہوں کا فتنہ نرگس سے بہت بڑھا ہوا ہے۔
۲ـ قد کو خط سے تشبیہ دیجاتی ہے۔
۳ـ سمن ایک سفید خوشبودار پھول ہے۔ جس سے معشوق کے چہرے کو تشبیہ دیجاتی ہے۔
۴ـ تو وہ اپنے منہ پر بہت شرمندہ ہوئی۔
۵ـ یعنی دل اس کی محبت کا [illegible]۔
۶ـ زاہد طوبیٰ پر عاشق ہے میں قدِ یار پر۔
۷ـ اب ہم مجنونِ دوراں [illegible]۔

من کہ باشم دراں حرم کہ صبا
اُس حرم میں میں کون ہوتا ہوں جبکہ صبا
پردہ دارِ حریمِ حرمتِ اوست
اس کی حرمت کے حریم کی پردہ دار ہے

مُلکتِ عاشقی، و گنجِ طرب
عاشقی کا مُلک، اور مستی کا خزانہ
ہرچہ دارم زیُمنِ ہمتِ اوست
جو کچھ میرے پاس ہے اس کی توجہ کی برکت سے ہے

من و دل گر فنا شویم چہ باک
میں اور دل، اگر فنا ہو جائیں تو کیا پروا ہے
غرض اندر میاں سلامتِ اوست
مقصود تو درمیان میں، اس کی سلامتی ہے

بے خیالش مباد منظرِ چشم
خدا کرے، نگاہ کا منظر، اس کے خیال بدوں نہ ہو
زانکہ ایں گوشہ خاص دولتِ اوست
اس لئے کہ یہ گوشہ خاص اس کی دولت ہے

گر من آلودہ دامنم[1] چہ عجب
اگر میں آلودہ دامن ہوں تو کیا تعجب ہے
ہمہ عالم گواہِ عصمتِ اوست
اس کی پاکدامنی کا سارا عالم گواہ ہے

ہر گلِ نو کہ شد چمن آرائے
ہر وہ نیا پھول، جو چمن آرا بنا
اثرِ رنگ و بوئے صحبتِ[2] اوست
اس کی صحبت کے رنگ و بو کا اثر ہے

فقرِ ظاہر مبیں کہ حافظ را
ظاہری فقر کو نہ دیکھ، حافظ کا سینہ تو
سینہ گنجینۂ محبتِ اوست
اس کی محبت کا خزانہ ہے

دارم امیدِ عاطفتے از جنابِ دوست
دوست کے دربار سے، مہربانی کا امیدوار ہوں
کردم خیانتے و امیدم بعفوِ اوست
میں نے خیانت کی ہے اور میری امید اس کے عفو سے وابستہ ہے

دانم کہ بگذرد ز سرِ جرمِ من کہ او
مجھے معلوم ہے کہ وہ کسی دن میرے جرم سے درگذر کرے گا
گرچہ پری وش ست ولیکن فرشتہ خوست
اس لیے کہ وہ اگرچہ پری جیسا ہے لیکن فرشتہ خصلت ہے

بے گفتگوئے زلفِ تو دل را ہمی برد
بدوں بات چیت کے تیری زلف دل کو لیے جاتی ہے
با روئے دلکشِ تو کرا روئے گفتگو ست
تیرے دلکش چہرے کے سامنے بات کرنے کو کس کا منہ ہے

عمریست تا ز زلفِ تو بوئے شنیدہ ایم
ایک زمانہ گزرا جب ہم نے تیری زلف کی خوشبو سونگھی تھی
زاں بوئے در مشامِ دلِ ما ہنوز بوست
ہمارے دل کی قوتِ شامہ میں اس سے اب تک خوشبو ہے

ہیچ است آں دہاں[3] کہ نہ دیدم ازو نشاں
وہ منہ کچھ بھی نہیں ہے اس لئے کہ میں نے اس کا کوئی نشان نہ دیکھا
مو ئیست آں میاں و ندانم کہ آں چہ موست
وہ کمر ایک بال ہے لیکن مجھے معلوم نہیں وہ کس قسم کا بال ہے

دارم عجب ز نقشِ خیالش کہ چوں نرفت
مجھے اس کے نقشِ خیالی پر تعجب ہے کہ وہ کیوں نہ مٹا
از دیدہ ام کہ دم بدمش کارِ شست و شوست[4]
میری آنکھوں سے کہ ان کا کام ہر وقت دھونا اور صاف کرنا ہے

چنداں گریستم کہ ہر آنکس کہ برگذشت
میں اس قدر رویا کہ جو شخص بھی گزرا
از دیدہ ام چو دید رواں گفت اینچہ جوست
جب میری آنکھ کو جاری دیکھا تو بولا یہ کونسی نہر ہے!

ما سر چو گوئے بر سرِ کوئے تو باختیم
ہم نے تیرے کوچہ پر گیند کی طرح سر کو ہار دیا!
واقف نشد کسے کہ چہ گویست و اینچہ کوست
لیکن کوئی نہ سمجھا کہ یہ کیا گیند ہے اور یہ کونسا کوچہ ہے

[1] میری آلودہ دامنی سے اس کا کیا بگڑتا ہے۔
[2] چمن کے پھولوں میں رنگ و بو اس کی نسبت سے پیدا ہوئے ہیں۔
[3] معشوق کے منہ کو معدوم قرار دیا جاتا ہے اور کمر کو بال سے تعبیر کیا جاتا ہے۔
[4] میری آنکھوں پر نہر کا شبہ ہوتا ہے۔

حافظ بد است حال پریشان تو و لے
اے حافظ تیرا پریشان حال برا ہے لیکن

بر یادِ زلفِ یار پریشانیت نکوست
یار کی زلف کی یاد میں، تیری پریشانی بہتر ہے

دَر دیرِ مُغاں آمد یارم قدحے در دست
آتش پرستوں کے میخانہ میں میرا دوست ہاتھ میں پیالہ لئے آیا

مست از مے و میخواراں از نرگسِ مستش مست
وہ شراب سے مست تھا اور شرابی اس کی مست نرگس سے مست تھے

از نعلِ سمندِ او شکلِ مہِ نو پیدا
اس کے گھوڑے کے نعل سے پہلی رات کے چاند کی شکل نمودار تھی

وز قدِ بلندِ او بالائے صنوبر پست
اور اس کے بلند قد کے مقابلہ میں صنوبر کا قد پست تھا

آخر ز چہ گویم ہست از خود خبرم چوں نیست
میں کس طرح سے کہوں کہ وہ ہے جبکہ مجھے اپنی خبر نہیں

از بہر چہ گویم نیست با او نظرم چوں ہست
میں کس واسطے کہوں کہ وہ نہیں ہے جبکہ اس پر میری نظر ہے

چوں شمع وجودِ من شب تا بسحر خود را
میرا وجود شمع کی طرح، اپنے آپ کو رات سے صبح تک

بیسوخت چو پروانہ تا روز و زپا ننشست
پروانے کی طرح دن نکلنے تک جلاتا رہا اور پیر کے بل نہ بیٹھا

شمعِ دلِ دمسازاں بنشست چو او برخاست
جب وہ اٹھ گیا تو عاشقوں کے دل کی شمع بجھی

افغانِ نظر بازاں برخاست چو او بنشست
نظر بازوں کی فریاد بلند ہوئی جب وہ بیٹھا

گر غالیہ خوشبو شد در گیسوئے او آویخت
اگر غالیہ خوشبو بنی، تو اس کے گیسو سے وابستہ ہوئی

در وسمہ کماں کش شد با ابروئے او پیوست
اگر وسمہ کمان کش بنا تو اس کے ابرو سے وابستہ ہوا

باز آی کہ باز آید عمرِ شدۂ حافظ
تو پھر آجا تاکہ حافظ کی گئی عمر لوٹ آئے

ہر چند کہ ناید باز تیرے کہ بشد از شست
اگرچہ کمان سے نکلا ہوا تیر کبھی واپس نہیں لوٹتا ہے

در ایں زمانہ رفیقے کہ خالی از خلل ست
اس زمانہ میں اگر کوئی دوست خرابی سے خالی ہے

صراحیِ مئے ناب و سفینۂ غزل ست
وہ خالص شراب کی صراحی اور غزل کی کتاب ہے

جریدہ رو کہ گذر گاہِ عافیت تنگ ست
تنہا چل اس لئے کہ عافیت کا راستہ تنگ ہے

پیالہ گیر کہ عمرِ عزیز بے بدل ست
پیالہ تھام لے اس لئے کہ پیاری عمر بے بدل ہے

نہ من ز بے عملی در جہاں ملولم و بس
زمانہ میں میں ہی صرف بے عملی سے رنجیدہ نہیں ہوں

ملالتِ علماء ہم ز علمِ بے عمل ست
علماء کو بھی علم بے عمل کا رنج ہے

بچشمِ عقل ببیں در جہانِ پر آشوب
پر فتنہ زمانہ کو عقل کی آنکھ سے دیکھ

جہان و کارِ جہاں بے ثبات و بے محل ست
دنیا، اور دنیا کا کام ناپائیدار اور بے محل ہے

دلم امیدِ فراواں ز وصلِ روئے تو داشت
میرا دل تیرے چہرے کے وصال کی بہت زیادہ امید رکھتا تھا

و لے اجل بہ رہِ عمر رہزنِ امل ست
لیکن عمر کے راستے میں موت امید کی رہزن ہے

ز قسمتِ ازلی چہرۂ سیہ بختاں
سیاہ نصیبے والوں کا چہرہ جو ازلی قسمت کی بناء پر ہے

بشستن و شوئی نگردد سفید و ایں مثل ست
دھونے دھلانے سے سفید نہیں بنتا ہے اور یہ کہاوت ہے

ا گھوڑے کا نعل شکلِ ہلال ہوتا ہے۔
۲ نہ میں اس کی موجودگی بتا سکتا ہوں اس لئے کہ میں اپنے سے بے خبر ہوں نہ اس کی عدم موجودگی کیونکہ وہ میری نظروں میں سمایا ہے۔
۳ غالیہ ایک مرکب خوشبو ہے وسمہ سے ابروؤں کا نشان بنایا جاتا تھا۔
۴ مخلص دوست صراحی اور شاعری کے علاوہ کوئی نہیں ہے۔
۵ اس دنیا میں گوشۂ تنہائی میں ہی عافیت ہے۔
۶ میں بے عمل ہوں تو علماء باوجود علم کے بے عمل ہیں۔
۷ انسان زندگی میں اپنی تمنائیں پوری نہیں کر سکتا ہے۔
۸ جو ازل سے بدبخت ہے وہ کبھی سعادتمند نہیں بن سکتا۔

بگیر طرۂ مہ طلعتے و قصہ مخواں — کہ سعد و نحس ز تاثیر زہرہ و زحل ست
کسی چاند جیسے چہرے والے کی زلف پکڑ لے اور یہ قصے نہ پڑھ — کہ نیک بختی اور بد بختی زہرہ اور زحل کی تاثیر سے ہے

خلل پذیر بود ہر بنا کہ می بینی — مگر بنائے محبت کہ خالی از خلل ست
جو بنیاد بھی تو دیکھتا ہے وہ نقصان پذیر ہے — لیکن محبت کی بنیاد جو خلل سے خالی ہے

بہیچ دور نخواہند یافت ہشیارش
کسی زمانہ میں بھی اس کو ہوش میں نہ پائیں گے
چنیں کہ حافظ ما مست بادۂ ازل ست
اس لئے کہ ہمارا حافظ ازلی شراب سے مست ہے

دل و دینم شد و دلبر بملامت برخاست — گفت با ما منشیں کز تو سلامت برخاست
میرا دل اور دین تو گیا اور معشوق ملامت پر آمادہ ہوا — بولا ہمارے ساتھ نہ بیٹھو اس لیے کہ تجھ سے سلامتی جاتی رہی ہے

کہ شنیدی کہ دریں بزم دمے خوش بنشست — کہ نہ در آخر صحبت بہ ندامت برخاست
کس کے بارے میں تو نے سنا ہے جو کہ اس بزم میں تھوڑی دیر کیلئے — آرام سے بیٹھا ہو کہ آخر صحبت میں ندامت لیکر نہ اٹھا ہو؟

شمع گر زاں لب خنداں بزباں لافے زد — پیش عشاق تو شبہا بغرامت برخاست
شمع نے اگر اس ہنستے ہونٹ پر زبان سے لاف زنی کی — تو تیرے عاشقوں کے سامنے راتوں سزا میں کھڑی رہی

در چمن باد بہاری ز کنار گل و سرو — بہوا داری آں عارض و قامت برخاست
چمن میں موسم بہار کی ہوا گل اور سرو کی آغوش سے — اس رخسار اور قد کی محبت میں اٹھ کھڑی ہوئی

مست بگذشتی و از خلوتیان ملکوت — بتماشائے تو آشوب قیامت برخاست
تو مست ہو کر گزرا اور عالم ملکوت کے خلوت نشینوں کی جانب سے — تیرے دیدار کے لیے قیامت کا شور برپا ہوا

پیش رفتار تو پا برنگرفت از خجلت — سرو سرکش کہ بناز قد و قامت برخاست
تیری رفتار کے آگے شرمندگی سے ایک قدم نہ اٹھا سکا — وہ سرکش سرو جو قد و قامت کے ناز سے اٹھا تھا

حافظ ایں خرقہ بینداز مگر جاں ببری
حافظ یہ گدڑی اتار پھینک شاید جان بچا لے
کآتش از خرمن سالوس و کرامت برخاست
اس لئے کہ مکر اور کرامت کے خرمن سے آگ بھڑک اٹھی ہے

دیدی کہ یار جز سر جور و ستم نداشت — بشکست عہد ما و ز ما ہیچ غم نداشت
تو نے دیکھا کہ یار نے ظلم و ستم کے علاوہ کوئی خیال نہ کیا — ہمارے عہد کو توڑ ڈالا اور اس کو اس کا کوئی غم نہ ہوا

یا رب مگیرش ارچہ دل چوں کبوترم — افگند و کشت و حرمت صید حرم نداشت
اے خدا اس سے مواخذہ نہ کر اگرچہ اس نے میرے کبوتر جیسے دل کو — پچھاڑا اور مار ڈالا اور حرم کے شکار کا کوئی احترام نہ کیا

بر من جفا ز بخت بد آمد و گر نہ یار — حاشا کہ رسم جور و طریق ستم نداشت
مجھ پر مقدر سے ظلم ہوا ورنہ دوست — یقیناً ظلم کی عادت اور ستم کو طریقہ نہیں رکھتا تھا

دل ایں ہمہ جفا کہ بخواری کشید ازو — ہر جا کہ رفت ہیچ کسش محترم نداشت
دل تمام جفاؤں کے ساتھ کہ جو اس نے اس کی جانب سے ذلت کیساتھ اٹھائی — جس جگہ بھی گیا کسی نے اس کی عزت نہ کی

ے جو وقت بھی ملجائے لطف و عیش سے گذار دینا چاہیے۔
ے بزم عشق میں راحت کم اور تکلیف زیادہ ہے۔
ے یعنی شمع نے چونکہ لاف زنی کی اسی لئے رات بھر کھڑی رہی۔
ے باد بہاری اسی کے عشق میں ماری ماری پھرتی ہے۔
ے سرو تیرے قد کو دیکھ کر اس قدر شرمندہ ہے کہ ایک قدم نہیں چل سکتا۔
ے دل کو حرم کے کبوتر قرار دیا ہے کہ حرم کے جانور کو مارنا سخت گناہ ہے۔
ے اپنی مظلومیت کا سبب مقدر کو قرار دیا ہے تاکہ محبوب کی بے گناہی ثابت ہوسکے
ے چونکہ محبوب نے دل کو ذلیل کیا اب سب اس کو ذلیل کرتے ہیں۔

ساقی بیار بادہ و با مدعی بگو
ساقی شراب لے آ، اور مدعی سے کہہ دے

انکار ما مکن کہ چنیں جام جم نداشت
ہم پر نکیر نہ کر اس لئے کہ اس کے پاس ایسا کبھی جام جمشید نہیں ہے

ہر رہروے کہ رہ بحریم درش نبرد
ہر وہ سالک جس نے اس دروازے کے حریم کا راستہ طے نہ کیا

مسکیں بُرید وادی و رہ در حرم نداشت
اس بیچارے نے جنگل طے کیا اور حرم میں نہ پہونچا

خوش وقت رند مست کہ دنیا و آخرت
وہ مست رند خوش وقت ہے جس نے دنیا اور آخرت کو

بر باد داد و ہیچ غم از بیش و کم نداشت
برباد کر دیا، اور کمی و بیشی کا غم نہ کیا

حافظ بر تو گوئے فصاحت کہ مدعی
اے حافظ تو فصاحت کی بازی جیت لے اس لئے کہ مدعی

ہیچش ہنر نبود و خبر نیز ہم نداشت
کے پاس کوئی ہنر نہیں ہے اور اس کو کچھ خبر نہیں ہے

دیدمش دوش کہ سرمست و خراماں میرفت
میں نے اس کو کل دیکھا کہ مستی میں خراماں خراماں جا رہا تھا

جام مے بر کف و در مجلس رنداں میرفت
ہتھیلی پر شراب کا جام تھا اور رندوں کی مجلس میں جا رہا تھا

ہمچو جاں از برم آں سرو خراماں میرفت
وہ خرام ناز سے چلنے والا سرو میری بغل سے جان کی طرح جا رہا تھا

متنفر شدہ از بندہ گریزاں میرفت
خادم سے، متنفر ہو کر بھاگا جا رہا تھا

چوں ہمی گفتمش اے مونس دیرینہ من
جب میں نے اس سے کہا اے میرے پرانے غمخوار

سخت میگفت و دل آزردہ پریشاں میرفت
تو اس نے سختی سے جواب دیا اور پریشان دل ہو کر جا رہا تھا

نقش خوارزم و خیال لب جیحوں می بست
خوارزم کا نقشہ اور جیحوں کے کنارے کا خیال باندھتا تھا

با ہزاراں گلہ از ملک سلیماں میرفت
ہزاروں شکووں کے ساتھ سلیمان کے ملک سے جا رہا تھا

می شد آنکس کہ چو او جان سخن کس نشناخت
وہ شخص جا رہا تھا جس کی طرح بات کی روح کو کسی نے نہ پہچانا

من ہمیدیدم و از کالبدم جاں میرفت
میں یہ دیکھتا تھا اور میرے جسم سے جان جا رہی تھی

گفتم اکنوں سخن خوش کہ بگوید با ما
میں نے کہا اب پیاری پیاری باتیں ہم سے کون کہے گا؟

کاں شکر لہجہ خوشگوے سخنداں میرفت
اس شکر و شیریں لہجہ والا، خوش گو، سخنداں جا رہا تھا

لابہ بسیار نمودم کہ مرو سود نداشت
میں نے بہت خوشامد کی کہ مت جا کوئی فائدہ نہ ہوا

زانکہ کار از نظر رحمت سلطاں میرفت
اس لیے کہ کام بادشاہ کی نظر رحمت سے گذرا جا رہا تھا

بادشاہا ز کرم از سر جرمش بگذر
اے بادشاہ کرم کر کے اس کی خطا معاف کر دے

چہ کند سوختہ از غایت حرماں میرفت
وہ سوختہ کیا کرے انتہائی مایوسی سے جا رہا تھا

چوں بشد آں صنم از دیدۂ حافظ غائب
جب وہ صنم حافظ کی آنکھ سے غائب ہوا

اشک ہموارہ ز رخسار بداماں میرفت
آنسو برابر رخسار سے دامن کی طرف جا رہے تھے

روزہ یکسو شد و عید آمد و دلہا برخاست
روزہ ختم ہوا اور عید آئی اور دلوں میں اٹھان پیدا ہوا

مے ز میخانہ بجوش آمد و میباید خواست
شراب شراب خانوں میں جوش میں آگئی اور مانگنی چاہیے

۱ے چونکہ ہمارا پیالہ جام جم ہے لہٰذا ہم پر کائنات کے راز کھلتے ہیں جو جم پر نہیں کھلتے ہیں۔
۲ے اصل توحید یہ ہے کہ محبوب کی خاطر وطن، عالم سے بے نیاز ہو جائے
۳ے یعنی میں نے جب اس سے محبت کا اظہار کیا تو اور بگڑ گیا۔
۴ے خوارزم ایک شہر کا نام ہے، جیحوں مشہور دریا ہے، ملک سلیمان سے مراد شیراز ہے۔
۵ے یعنی میرا محبوب بڑا سخن شناس تھا۔

نوبتِ زہد فروشانِ گراں جاں بگذشت
سخت جان زہد فروشوں کی باری گئی

وقتِ شادی و طرب کردنِ رنداں برخاست
رندوں کی خوشی اور مستی کا وقت آگیا

چہ ملامت بود آں را کہ چو ما بادہ خورد
جو ہماری طرح شراب پیے اس کو کیا ملامت ہو سکتی ہے

ایں نہ عیب است برِ عاشقِ رند و نہ خطاست
یہ بات عاشقِ رند پر نہ عیب ہے نہ اس کی غلطی ہے

بادہ نوشی کہ درو ہیچ ریائے نبود
وہ شراب نوشی، جس میں کوئی ریاکاری نہ ہو

بہتر از زہد فروشی کہ درو روئے و ریاست
اس زہد نمائی سے بہتر ہے جس میں دکھاوا اور ریاکاری ہے

مانہ مردانِ ریائیم و حریفانِ نفاق
ہم نہ ریاکار ہیں، نہ نفاق پسند

آنکہ او عالمِ سرست بدیں حال گواست
جو راز دل کو جانتا ہے وہ اس حال پر گواہ ہے

فرضِ ایزد بگذاریم و بکس بد نکنیم
ہم خدا کا فرض ادا کرتے ہیں اور کسی کے ساتھ برائی نہیں کرتے

وآنچہ گویند روا نیست نگوئیم رواست
اور جس کو وہ ناجائز کہتے ہیں ہم جائز کہتے ہیں

چہ شود گر من و تو چند قدح بادہ خوریم
کیا ہو جائے گا اگر میں اور تو مل کر چند پیالے پی لیں گے

بادہ از خونِ رزانست نہ از خونِ شماست
شراب انگوروں کا خون ہے تمہارا خون تو نہیں ہے

ایں نہ عیب است کزیں عیب خلل خواہد بود
یہ کوئی ایسا عیب نہیں ہے، جس سے کوئی خرابی ہوگی

ور بود عیب چہ شد مردمِ بے عیب کجاست
اور اگر عیب بھی ہے تو کیا ہوا بے عیب انسان کہاں ہیں

بادہ می نوش و میازار تو کس را حافظ
اے حافظ! تو شراب پی اور کسی کو نہ ستا

زانکہ آزردنِ مردم ہمگی عینِ خطاست
اس لئے کہ انسانوں کو ستانا ہی عین غلطی ہے

حافظ از عشقِ خط و خالِ تو سرگرداں ست
حافظ، تیرے خط و خال کے عشق میں سرگرداں ہے

ہمچو پرکار ولے نقطۂ دل پابرجاست
پرکار کی طرح، لیکن دل کا نقطہ ایک جگہ ہے

روضۂ خلدِ بریں خلوتِ درویشاں ست
درویشوں کی خلوت خلد بریں کا باغیچہ ہے

مایۂ محتشمی خدمتِ درویشان است
درویشوں کی خدمت، عزت کا سرمایہ ہے

گنجِ عزلت کہ طلسماتِ عجائب دارد
گوشۂ تنہائی، جو عجائبات کے طلسم رکھتا ہے

فتحِ آں در نظرِ ہمتِ درویشان است
اس کی کشادگی، درویشوں کی توجہ کی نظر میں ہے

قصرِ فردوس کہ رضوانش بدربانی رفت
جنت کا وہ محل، جس کی دربانی کے لئے رضوان پہونچا

منظرے از چمنِ نزہتِ درویشان است
درویشوں کی سیر کے چمن کا ایک منظر ہے

آنچہ زر میشود از پرتوِ آں قلبِ سیاہ
جس کے سایہ سے سیاہ دل سونا بن جاتا ہے

کیمیائیست کہ در صحبتِ درویشان است
ایک ایسی کیمیا ہے، جو درویشوں کی صحبت میں ہے

وآنکہ پیشش بنہد تاجِ تکبر خورشید
جس کے سامنے سورج تکبر کا تاج اتار پھینکے

کبریائیست کہ در حشمتِ درویشان است
وہ ایسی بڑائی ہے جو درویشوں کی دولت میں ہے

دولتے را کہ نباشد غم از آسیبِ زوال
وہ دولت، جس کو زوال کے خطرہ کا غم نہ ہو

بے تکلف بشنو دولتِ درویشان است
بے تکلف سن لے وہ درویشوں کی دولت ہے

۱ رندوں کی عید آگئی زاہدوں کا رمضان گذر گیا۔
۲ ہمارا ظاہر و باطن یکساں ہے لہذا ہم منافق نہیں ہیں۔
۳ ہم خدا کی اطاعت اور زاہدانِ خشک کی مخالفت کرتے ہیں۔
۴ حرام تو انسان کا خون پینا ہے نہ کہ انگور کا خون پینا۔
۵ اگرچہ حافظ آوارہ گرد ہے لیکن دل تجھ سے ہی وابستہ ہے۔
۶ فقرا کی خدمت سے بڑائی حاصل ہوتی ہے۔
۷ اولیاء اللہ کی توجہ سے رازہائے سربستہ کھلتے ہیں۔
۸ فقرا کی سیرگاہ ذات و صفات ہیں جو جنت سے اعلیٰ ہیں۔

خسرواں قبلۂ حاجاتِ جہانند ولے
بادشاہ، جہان کے قبلۂ حاجات ہیں لیکن
سببش بندگیِ حضرتِ درویشان است
اس کا سبب ان درویشوں کے دربار کی غلامی ہے

روئے مقصود کہ شاہانِ جہاں می طلبند
جس مقصود کے چہرے کے دنیا کے بادشاہ طالب ہیں
مظہرش آئنۂ طلعتِ درویشان است
اس کا مظہر درویشوں کے چہرے کا آئینہ ہے

اے توانگر مفروش ایں ہمہ نخوت کہ ترا
اے مالدار! تکبر کی رونمائی نہ کر اس لیے کہ تیری
سروری در کنفِ ہمتِ درویشان است
سرداری، درویشوں کی توجہ کے پہلو میں ہے

گنجِ قاروں کہ فرو میرود از قہر ہنوز
قارون کا خزانہ جو اب تک قہر کی وجہ سے دھنس رہا ہے
خواندہ باشی تو کہ از غیرتِ درویشان است
تو نے پڑھا ہوگا کہ درویشوں کی غیرت کی وجہ سے ہے

بندۂ آصفِ عہدیم کہ در سلطنتش
ہم اس آصفِ زمانہ کے غلام ہیں، کہ جس کے دورِ حکومت میں
صورتِ خواجگی و سیرتِ درویشان است
خواجگی کی صورت اور درویشوں کی سیرت ہے

اے دل ار آبِ حیاتِ ابدی میطلبی
اے دل! اگر تو ہمیشگی کا آبِ حیات چاہتا ہے
منبعش خاکِ درِ خلوتِ درویشان است
تو اس کا چشمہ درویشوں کی خلوت کے در کی خاک ہے

از کراں تا بکراں لشکرِ ظلمت اگر
اگر ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک ظلم کا لشکر ہے
از ازل تا بہ ابد فرصتِ درویشان است
تو ازل سے ابد تک درویشوں کو فرصت حاصل ہے

حافظ اینجا بادب باش کہ سلطان و ملک
حافظ! اس جگہ ادب سے رہ اس لئے کہ بادشاہ اور فرشتے
ہمہ در بندگیِ حضرتِ درویشان است
سب کے سب درویشوں کے دربار کی غلامی میں ہیں

روزگاریست کہ سودائے بتاں دینِ من ست
ایک عرصہ گذرا کہ بتوں کا عشق میرا دین ہے
غمِ ایں کار نشاطِ دلِ غمگینِ من ست
اس کام کا غم، غمگیں دل کی خوشی ہے

دیدنِ روئے ترا دیدۂ جاں می باید
تیرا چہرہ دیکھنے کے لئے، جان کی آنکھ چاہیے
ویں کجا مرتبۂ چشمِ جہاں بینِ من ست
اور میری دنیا دیکھنے والی آنکھ کا یہ مرتبہ کہاں ہے؟

تا مرا عشقِ تو تعلیمِ سخن گفتن کرد
جب سے تیرے عشق نے مجھے بات کرنی سکھائی ہے
خلق را وردِ زباں مدحت و تحسینِ من ست
میری تعریف اور تحسین مخلوق کی ورد زباں ہے

دولتِ فقر خدایا بمن ارزانی دار
اے خدا! مجھے فقر کی دولت عنایت فرما دے
کیں کرامت سببِ حشمت و تمکینِ من ست
اس لیے کہ یہ کرامت میری دولت اور وقار کا سبب ہے

واعظِ شحنہ شناس ایں عظمت گو مفروش
کوتوال کے واقف واعظ سے کہہ دو کہ اس بڑائی پر غرور نہ کرے
زانکہ منزلگہِ سلطاں دلِ مسکینِ من ست
اس لیے کہ میرا مسکین دل بادشاہ کی منزل ہے

رسمِ عاشق کشی و شیوۂ شہر آشوبی
عاشق کو قتل کرنے کی رسم اور شہر کو فتنہ میں مبتلا کرنے کی عادت
کارِ آں شوخِ سیہ چردۂ شیرینِ من ست
میرے میٹھے، ملیح شوخ کا کارنامہ ہے

از کہ در یاگری آموخت خیالِ تو مگر
تیرے خیال نے در یاگری کس سے سیکھی ہے شاید
رہنمائیش شدہ ایں اشکِ چو پروینِ من ست
میرے یہ آنسو جو پروین کی طرح ہیں اس کے رہنما بنے ہیں

سلطان و شاہ دوسرے لوگوں کی ضرورتیں پوری کرتے ہیں لیکن ان کی دولت درویشوں کی توجہ کا نتیجہ ہے۔

۲ مشہور ہے کہ قارون کا خزانہ حضرت موسیٰ کی بددعا سے آج تک دھنستا چلا جا رہا ہے۔

۳ آصف ابن برخیا حضرت سلیمانؑ کے وزیر کا نام ہے لیکن یہاں عمادالدین محمود مراد ہے

۴ انسان کو آبِ حیات درویشوں کی در گاہ سے ملتا ہے

۵ غمِ عشق ہی میرے دل کی خوشی ہے۔

۶ محبوب کا تصور جگر میں آنسوؤں کے دریا پیدا کر دیتا ہے آنسوؤں کو کہکشاں سے تشبیہ دی جاتی ہے۔

یارب ایں کعبۂ مقصود زیارتگہ کیست
اے خدا یہ کعبۂ مقصود کس کی زیارت گاہ ہے!
کہ مغیلانِ طریقش گل و نسرینِ من ست
کہ اس کے راستہ کے کیکر میرے لئے گل و نسرین ہیں

یارِ ما باش کہ زیبِ فلک و زینتِ دہر
اے ہمارے محبوب، تو ہمارا اسلئے کہ فلک کی زیب اور زمانہ کی زینت
از مہِ روئے تو و ز اشکِ چو پروینِ من ست
تیرے چہرے کے چاند اور میرے پروین جیسے آنسوؤں سے ہے

حافظ از حشمتِ پرویز دگر قصہ مخواں
اے حافظ! پرویز کے دبدبہ کے مزید قصے نہ بیان کر
کہ لبش جرعہ کشِ خسروِ شیرینِ من ست
اس لئے کہ اس کے ہونٹ میرے شیریں خسرو کے گھونٹ حاصل کرنے والے ہیں

روئے تو کس ندید و ہزارت رقیب ہست[1]
تیرا چہرہ کسی نے نہیں دیکھا اور تیرے ہزار رقیب ہیں
در غنچہ ہنوز و صدت عندلیب ہست
تو ابھی غنچہ ہی میں ہے اور تیری سیکڑوں بلبلیں ہیں

گر آمدم بکوئے تو چنداں غریب نیست
اگر میں تیرے کوچہ میں آگیا ہوں تو کوئی نادر بات نہیں ہے
چوں من دریں دیار ہزاراں غریب ہست
مجھ جیسے اس وطن میں ہزاروں پردیسی ہیں

ہر چند دورم از تو کہ دور از تو کس مباد[2]
ہر چند کہ میں تجھ سے دور ہوں (خدا کرے تجھ سے کوئی دور نہ ہو)
لیکن امیدِ وصلِ توام عنقریب ہست
لیکن تیرے وصل کی امید مجھے قریب ہے

در عشق خانقاہ و خرابات شرط نیست[3]
عشق کے بارے میں خانقاہ اور شراب خانہ کی شرط نہیں ہے
ہر جا کہ ہست پرتوِ روئے حبیب ہست
جو بھی جگہ ہے وہاں معشوق کے چہرے کا پرتو ہے

آنجا کہ کارِ صومعہ را جلوہ میدہند[4]
جس جگہ عبادت خانہ کے کام کو رونق دیتے ہیں
ناقوسِ دیر و راہب و نامِ صلیب ہست
ناقوس اور بتخانہ اور راہب اور صلیب کا نام ہے

عاشق کہ شد کہ یار بحالش نظر نہ کرد[5]
کون ہے جو عاشق ہوا اور یار نے اس کے حال پر نظر نہ کی ہو؟
اے خواجہ درد نیست وگرنہ طبیب ہست
اے صاحب! درد ہی نہیں ہے ورنہ طبیب موجود ہے

فریادِ حافظ ایں ہمہ آخر بہرزہ نیست[6]
یہ حافظ کی ساری فریاد آخر بکواس نہیں ہے
ہم قصۂ غریب و حدیثے عجیب ہست
نادر قصہ اور ایک عجیب بات بھی ہے

روشن از پرتوِ رویت نظرے نیست کہ نیست
کوئی ایسی نگاہ نہیں ہے جو تیرے چہرے کے پرتو سے روشن نہیں ہے
منتِ خاکِ درت بر بصرے نیست کہ نیست
کوئی ایسی بینائی نہیں ہے جس پر تیرے در کی خاک کا احسان نہیں ہے

ناظرِ روئے تو صاحب نظرانند ولے
تیرے چہرے کے دیکھنے والے تو صاحب نظر ہی ہیں لیکن
سرِ گیسوئے تو در ہیچ سرے نیست کہ نیست
کوئی ایسا سر نہیں ہے جس میں تیرے گیسو کا خیال نہیں ہے

اشکِ غمازِ من ار سرخ برآمد چہ عجب[7]
اگر میرا چغلخور آنسو سرخ ہو کر نکلا ہے تو کیا تعجب ہے
خجل از کردۂ خود پردہ درے نیست کہ نیست
کوئی پردہ چاک کرنے والا ایسا نہیں ہے جو اپنے کام سے شرمندہ نہیں ہے

تا بہ دامن نہ نشیند ز نسیمش گردے
…
[illegible]
…

مکن کہ کمن خستہ چہ بندی کہ ز ہر[8]
مجھ خستہ پر کینہ کی کمر کیوں کستا ہے؟ اس لیے کہ محبت کا
بر میانِ دل و جانم کمرے نیست کہ نیست
کوئی پٹکا ایسا نہیں ہے جو میرے دل اور جان کی کمر میں بندھا ہوا نہیں ہے

---

[1] یعنی میرے محبوب کے سینکڑوں نادیدہ عاشق ہیں۔
[2] ظاہری دوری کے باوجود وصل کی توقع ہے۔
[3] عاشقِ حقیقی خانقاہ اور خرابات میں محبوب ہی کا جلوہ دیکھتا ہے۔
[4] یعنی یہ چیزیں تو برائے نام ہیں ورنہ حقیقتاً روئے حبیب جلوہ نما ہے۔
[5] اگر حقیقی عشق ہوتا ہے تو محبوب کی نظرِ کرم ہو ہی جاتی ہے
[6] یعنی مشاہدہ تو ہر شخص کو حاصل نہیں لیکن عشق سب میں موجود ہے۔
[7] میرے خونی آنسو میرے عشق کے چغلخور ہیں اس پردہ دری پر شرمندگی سے سرخ ہیں۔
[8] لہٰذا مجھ جیسے مجبورِ عشق پر ظلم مناسب نہیں ہے۔

تابدامنؔ ننشیند زنسیمت گردے
تاکہ تیرے دامن پر نسیم کی وجہ سے کوئی گرد اڑ کر نہ آ بیٹھے
سیلِ اشک از نظرم بر گذرے نیست کہ نیست
کوئی راستہ ایسا نہیں ہے جس پر میری آنکھوں کا سیلِ اشک نہیں ہے

تادم آز شامِ سرِزلفِ تو ہر جا نزند
تیری زلف کی سیاہی کے عشق کا قصہ تاکہ ہر جگہ نہ پھیلائے
باصبا گفت و شنیدم سحرے نیست کہ نیست
کوئی ایسی صبح نہیں ہے جس میں صبا کے ساتھ میری گفت و شنید نہیں ہے

منؔ ازیں طالعِ شوریدہ برنجم ورنہ
میں اس پریشان نصیبہ سے رنجیدہ ہوں ورنہ
بہرہ مند از سرِ کویت دگرے نیست کہ نیست
کوئی دوسرا ایسا نہیں ہے، جو تیرے کوچے سے بہرہ مند نہیں ہے

از خیالِ لبِ نوشینِ تو اے چشمۂ نوش
اے چشمۂ حیات! تیرے شیریں ہونٹوں کے خیال سے
غرقِ آبِ عرق اکنوں شکرے نیست کہ نیست
کوئی ایسی شکر نہیں ہے جو پسینہ میں ڈوبی ہوئی نہیں ہے

آبِ چشمم کہ بر و منتِ خاکِ درِ تست
میرے آنسو جن پر تیرے در کی خاک کا احسان ہے
زیرِ صد منتِ او خاکِ درے نیست کہ نیست
کسی دروازے کی خاک ایسی نہیں ہے جس پر اُنکے سو احسان نہیں ہیں

از وجودؔ آں قدرم نام و نشانیست کہ ہست
میرے وجود کا صرف اس قدر نام و نشاں ہے کہ وہ ہے
ورنہ از ضعف در آنجا اثرے نیست کہ نیست
ورنہ کمزوری کا کوئی ایسا اثر نہیں ہے جو اس میں نہیں ہے

شیر در بادیۂ عشقِ تو روباہ شود
تیرے عشق کے جنگل میں شیر بھی لومڑی بنجاتا ہے
آہ ازیں راہ کہ دروے خطرے نیست کہ نیست
آہ! اسے راستہ پر کوئی ایسا خطرہ نہیں ہے جو اس میں نہیں ہے

نہ منِ دل شدہ از دستِ تو خونیں جگرم
میں تباہ دل ہی تیرے ہاتھ سے زخمی جگر نہیں ہوں
از غمِ عشقِ تو پر خوں جگرے نیست کہ نیست
کوئی ایسا جگر نہیں ہے جو تیرے عشق کے غم سے زخمی نہیں ہے

از سرِ کوئے تو رفتن نتوانم گامے
میں ایک قدم بھی تیرے کوچے سے نہیں جا سکتا ہوں
ورنہ اندر دلِ بیدل سفرے نیست کہ نیست
ورنہ بے دل کے دل میں کوئی ایسا سفر نہیں ہے جو نہیں ہے

تو خود اے شعلۂ رخشندہ چہ داری در سر
اے روشن شعلے خود تیرے سر میں کیا خیال ہے!
کہ کباب از حرکاتت جگرے نیست کہ نیست
کوئی ایسا جگر نہیں ہے جو تیری حرکات سے کباب نہیں ہے

مصلحت نیست کہ از پردہ بروں افتد راز
مصلحت نہیں ہے، کہ راز پردے سے باہر آئے
ورنہ در مجلسِ رنداں خبرے نیست کہ نیست
ورنہ ایسی خبر کوئی نہیں ہے جو رندوں کی مجلس میں نہیں ہے

نازکاں را سفرِ عشق خراست حرام
نازکوں کے لئے عشق کا سفر یقیناً حرام ہے
کہ بہر گام دریں رہ خطرے نیست کہ نیست
اس لئے کہ ایسا کوئی خطرہ نہیں ہے جو اس راستہ میں ہر قدم پر نہیں ہے

بجز ایں نکتہ کہ حافظؔ ز تو ناخوشنود ست
اس نکتہ کے علاوہ کہ حافظ تجھ سے ناراض ہے
در سراپائے وجودت ہنرے نیست کہ نیست
ایسا کوئی ہنر نہیں ہے جو تیرے پورے وجود میں نہیں ہے

رواقِ منظرِ چشمِ من آشیانۂ تست
تیرا آشیانہ میری آنکھ کے منظر کا سائبان ہے
کرم نما و فرود آ کہ خانہ خانۂ تست
کرم فرما اور نیچے آ جا کہ گھر تیرا ہی گھر ہے

بلطفِ خال و خط از عارفاں ربودی دل
تل اور خط کی پاکیزگی کی وجہ سے تو عارفوں کا دل اچک لے گیا
لطیفہائے عجب زیرِ دام و دانۂ تست
تیرے دانہ، اور خال کے نیچے عجب لطیفے ہیں

ے تاکہ تیرا دامن غبار آلود نہو میں ہر راستہ پر آنسوؤں سے چھڑکاؤ کرتا ہوں۔
ے نسیم سے میں ہر صبح کو کہتا ہوں تاکہ وہ تیرے عشق کا چرچا کرے۔
ے میرے سوا سب تجھ سے فیض یاب ہیں
ے جو تیرے لبوں میں شیرینی ہے اُسکے آگے شکر بھی شرمندہ ہے۔
ے راہِ عشق میں دنیا بھر کے خطرات ہیں۔
ے ہزاروں سفر درپیش ہیں لیکن تیرے کوچے سے ایک قدم نہیں اٹھا سکتا ہوں۔
ے رند سربستہ راز سے واقف ہیں لیکن بیان کرنا مصلحت کے منافی سمجھتے ہیں۔
ے میری نگاہیں تیرے آشیانہ پر لگی ہیں۔
ے خط کو جال اور تل کو دانہ قرار دیا ہے۔

دلت بوصلِ گُل اے بُلبلِ چمن خوش باد
اے چمن کی بُلبل! پھول کے وصل سے تیرا دل خوش رہے
کہ در چمن ہمہ گلبانگِ عاشقانۂ تست
اس لیے کہ چمن میں سب تیری ہی عاشقانہ صدائیں ہیں

علاجِ ضعفِ دلِ ما بلب حوالت کن
ہمارے دل کی کمزوری کا علاج اپنے ہونٹوں کے حوالے کر دے
کہ آں مُفرحِ یاقوت در خزانۂ تست
اس لیے کہ تیرے خزانہ میں یہ مفرحِ یاقوتی ہے

بہ تن مُقصّرم از دولتِ ملازمتت
میں ہم نشینی کی دولت سے جسمانی طور پر کوتاہ ہوں
ولے خلاصۂ جاں خاکِ آستانۂ تست
لیکن جان کا خلاصہ تیری چوکھٹ کی خاک ہے

چہ جائے من کہ بلرزد سپہرِ شعبدہ باز
میں کیا ہوں، شعبدہ باز آسمان بھی لرزتا ہے!
ازیں حِیَل کہ در انبانۂ بہانۂ تست
ان حیلوں سے جو تیرے بہانوں کی تھیلی میں ہیں

من آں نیم کہ دہم نقدِ دل بہر شوخے
میں وہ نہیں ہوں جو ہر شوخ کو دل کا نذرانہ دیدے
درِ خزانہ بمہرِ تو و نشانۂ تست
خزانے کے دروازے پر تیری مہر اور نشان ہے

تو خود چہ لعبتی اے شہسوارِ شیریں کار
اے میٹھے کارناموں والے شہسوار تو خود کیا گڑیا ہے؟
کہ توسنے چو فلک رامِ تازیانۂ تست
کہ آسمان جیسا سرکش گھوڑا تیرے کوڑے کے تابع ہے

سرودِ مجلست اکنوں فلک برقص آرد
اب تیری مجلس کا گانا آسمان کو وجد میں لا رہا ہے
کہ شعرِ حافظِ شیریں سخن ترانۂ تست
اس لیے کہ شیریں سخن، حافظ کا شعر تیرا گانا ہے

رسیدہ ام بمقامے کہ لامکاں آنجاست
میں اس مقام پر پہنچ گیا ہوں جہاں لامکاں ہے
نہ نامِ روئے زمین و نہ آسماں آنجاست
اس جگہ نہ زمین کا نام ہے نہ آسمان ہے

دو دیدہ باز مکن در رُخش و لب مکشا
اس کے چہرے پر دونوں آنکھیں نہ کھول اور دونوں ہونٹ نہ کھول
نہ تابِ دیدن و نے طاقتِ بیاں آنجاست
اُس جگہ نہ دیکھنے کی طاقت ہے، نہ بیان کرنے کی طاقت

بوادیٔ کہ گذشتم نہ جائے چون و چراست
جس وادی سے میں گزرا، چوں و چرا کی جگہ نہیں ہے
نہ صورت ست و نہ شکل و نہ جسم و جاں آنجاست
وہاں نہ صورت ہے، نہ شکل نہ جسم ہے اور نہ جان

چرا تو عاشقِ آں گل نمی شوی بُلبل
اے بُلبل! تو اس پھول کی عاشق کیوں نہیں ہوتی ہے؟
کہ نے بہار کند گاہ و نے خزاں آنجاست
جو ایسا نہیں ہے کہ کبھی بہار پر آتا ہو اور نہ وہاں خزاں ہے

وبالِ کُشتنِ فرہاد بر سرش ز آنست
اس کے سر پر فرہاد کو مار ڈالنے کا اس لیے وبال ہے
کہ در مقامِ تعشق نہ امتحاں آنجاست
کہ مقامِ تعشق میں یہاں تک کا امتحان نہیں ہے

خطا شت کلمۂ منصور در رہِ وحدت
وحدت کے راستہ میں منصور کا کلمہ غلطی ہے
چہ گونہ صوتِ لب و جنبشِ زباں آنجاست
ہونٹ کی آواز اور زبان کی جنبش وہاں کس طرح ہو سکتی ہے؟

بگردِ خانۂ محبوب خود مرو حافظ
اے حافظ! اپنے محبوب کے گھر کے گرد نہ جا
کہ نیم شب شد و بیدار پاسباں آنجاست
اس لیے کہ آدھی رات ہو گئی ہے اور وہاں چوکیدار بیدار ہے

۱ مفرحِ یاقوتی ایک مرکب دوا ہے جو ضعفِ قلب کے لئے مفید ہے۔
۲ تیرے پاس ایسے حیلے بہانے ہیں جن سے آسمان بھی لرزتا ہے۔
۳ محبوب کی زمین و آسمان پر حکومت ہے۔
۴ یعنی گُل سدا بہار ہے ایسا نہیں ہے کہ جو کبھی کبھی بہار پر آتا ہو۔
۵ عاشق کا امتحان تو لیا جاتا ہے لیکن جان نہیں لیجاتی ہے۔
۶ جبکہ منصور کی آواز تھی اور جنبشِ زبان بھی تو ان کا انا الحق کہنا غلط تھا۔

زاہدِ ظاہر پرست از حالِ ما آگاہ نیست
ظاہر پرست زاہد ہمارے حال سے واقف نہیں ہے

در حقِ ما ہر چہ گوید جائے ہیچ اکراہ نیست
ہمارے بارے میں جو کچھ بھی کہے، ناخوشی کا موقع نہیں ہے

در طریقت ہر چہ پیشِ سالک آید خیرِ اوست
طریقت میں سالک کو جو بھی پیش آئے وہ بہتر ہی ہے

در صراط المستقیم اے دل کسے گمراہ نیست
اے دل سیدھے راستے پر کوئی گمراہ نہیں ہے

تا چہ بازی رخ نماید بیدقے خواہیم راند
دیکھئے بازی کیا رخ دکھائے ہم پیادہ بڑھاتے رہینگے

عرصۂ شطرنجِ رنداں را مجالِ شاہ نیست
رندوں کی شطرنج کے میدان میں شاہ کی گنجائش نہیں ہے

اینچہ استغناست یارب وینچہ قادرِ حاکم ست
اے خدا یہ کیسی بے نیازی ہے! اور یہ کیا منصف حاکم ہے

کایں ہمہ زخمِ نہان ست و مجالِ آہ نیست
کہ یہ سب چھپے زخم ہیں اور آہ کرنے کی مجال نہیں ہے

چیست ایں سقفِ بلندِ سادۂ بسیار نقش
یہ سادہ، بہت نقشیں، بلند چھت کیا ہے

زیں معما ہیچ دانا در جہاں آگاہ نیست
دنیا میں کوئی عقلمند اس معمہ سے واقف نہیں ہے

صاحبِ دیوانِ ما گویا نمیداند حساب
ہمارا حاکم، گویا حساب ہی نہیں جانتا ہے

کاندریں طغرا نشانِ حسبۃً للہ نیست
اس لیے کہ اس فرمان میں، حسبۃً للہ کی مہر ہی نہیں ہے

ہر کہ خواہد گو بیا و ہر کہ خواہد گو برو
جو چاہے اس کو کہو آ جا، جو چاہے اس کو کہہ دو جا

گیر و دار و حاجب و درباں دریں درگاہ نیست
اس دربار میں پکڑ دھکڑ اور ڈیوڑھی بان اور دربان نہیں ہے

ہر چہ ہست از قامتِ ناسازِ بے اندامِ ماست
جو کچھ ہے وہ ہمارے ناموافق غیر مناسب قد کی وجہ سے ہے

ورنہ تشریفِ تو بر بالائے کس کوتاہ نیست
ورنہ تیرا خلعت کسی کے قد پر چھوٹا نہیں ہے

بر درِ میخانہ رفتن کارِ یکرنگاں بود
میخانہ کے دروازے پر جانا، مخلصوں کا کام ہے

خود فروشاں را بکوئے میفروشاں راہ نیست
متکبروں کے لئے مے فروشوں کے کوچہ میں راستہ نہیں ہے

بندۂ پیرِ خراباتم کہ لطفش دائم ست
میں اپنے خرابات کے پیر کا غلام ہوں جس کی مہربانی دائمی ہے

ورنہ لطفِ شیخ و زاہد گاہ ہست و گاہ نیست
ورنہ زاہد اور شیخ کی مہربانی کبھی ہے کبھی نہیں ہے

حافظ ار بر صدر ننشیند ز عالی ہمتی ست
حافظ اگر صدر جگہ پر نہیں بیٹھتا ہے عالی ہمتی کی وجہ سے ہے

عاشقِ دردی کش اندر بندِ مال و جاہ نیست
تلچھٹ پینے والا عاشق مال اور مرتبہ کی قید میں نہیں ہے

زلفت ہزار دل بیکے تارِ مو ببست
تیری زلف نے ہزاروں دل ایک بال کے تار سے باندھ دئے

راہِ ہزار چارہ گر از چار سو ببست
ہزاروں چارہ گروں کا چاروں طرف سے راستہ روک دیا

تا عاشقاں ببوئے نسیمش دہند جاں
تاکہ عاشق اس کی نسیم کی خوشبو پر جان دیدیں

بکشود نافہ و درِ ہر آرزو ببست
اس نے نافہ کھول دیا اور ہر آرزو کا دروازہ بند کر دیا

شیدا از آں شدم کہ نگارم چو ماہِ نو
میں تو اس سبب سے دیوانہ بن گیا کہ میرے محبوب نے پہلی رات کے چاند جیسی

ابرو نمود و جلوہ گری کرد و رو ببست
ابرو دکھایا اور جلوہ گری کی، اور منہ چھپا لیا

ساقی بچند رنگ مے اندر پیالہ ریخت
ساقی نے چند رنگ کی شراب پیالے میں ڈالی

ایں نقشہا نگر کہ چہ خوش در کدو ببست
ان نقشوں کو دیکھو کدو میں کس قدر حسین بنائے ہیں

۔ جو وہ حقیقت سے آگاہ نہیں ہے تو کچھ [illegible] کیا شکوہ ہے۔
۔ بیدق شطرنج کی ایک مہرہ کا نام ہے جس کو پیادہ بھی کہتے ہیں یہاں مراد وجود ہے۔
۔ عالم کی حقیقت سے سب ناواقف ہیں۔
۔ حساب میں حسبۃً للہ کی مد و عطایا اور فقراء کے لئے ہوتی ہے۔
۔ محبوب ہر ایک سے بے نیاز ہے۔
۔ میں ایسے پیر کا مرید ہوں جس کا فیض ہر وقت ہے۔
۔ محبوب کی زلف کے ہر بال میں ہزاروں دل پھنسے ہوئے ہیں۔
۔ نسیم کے ذریعہ خوشبو پھیلا دی اور کھو جانے کے لئے کوئی راستہ نہ چھوڑا۔
۔ محبوب کا جھلک دکھانا اور چھپانا عاشق کے لئے مزید کشش کا سبب ہوتا ہے۔

یاربّ چہ سحر کرد صراحی کہ خونِ خم
اے خدا صراحی نے کیا جادو کیا ہے کہ مٹکے کے خون کو

بانغمہائے قُلقلش اندر گلو ببست
اپنے قُلقل کے نغموں کے ساتھ حلق میں بند کر دیا

دانا چو دید بازیِ ایں چرخِ حُقہ باز
عقلمند انسان نے جب اس بازیگر آسمان کی بازی دیکھی

ہنگامہ باز چید و درِ گفتگو ببست
ہنگامہ ختم کر دیا اور بات چیت کا دروازہ بند کر دیا

مُطربؔ چہ نغمہ ساخت کہ در پردۂ سماع
مُطرب نے کیا نغمہ شروع کیا کہ سماع کے پردے میں

بر اہلِ وجد و حال درِ ہائے و ہو ببست
وجد اور حال والوں میں ہائے و ہو کا دروازہ بند کر دیا

گفتم کہ حسنِ چہرۂ او را صفت کنم
میں نے کہا تھا کہ اس کے چہرے کے حسن کی خوبی بیان کروں

او روئے خود نمود و درِ گفتگو ببست
اس نے اپنا چہرہ دکھا دیا اور بات کا دروازہ بند کر دیا

حافظ ہر آنکہ عشق نورزید و وصل خواست
اے حافظ جس نے عشق اختیار نہ کیا اور وصل چاہا

احرامِ طوفِ کعبۂ دل بے وضو ببست
اس نے دل کے کعبہ کے طواف کا احرام بے وضو باندھا

زلف آشفتہ و خوی کردہ و خنداں لب و مست
زلفیں بکھیرے، پسینہ میں تر، مسکراتے ہونٹ اور مست

پیرہن چاک و غزلخواں و صراحی در دست
گریباں کھلا ہوا اور غزل پڑھتے ہوئے اور ہاتھ میں صراحی لیے

نرگسش عربدہ جوی و لبش افسوس کناں
اس کی آنکھیں جنگجو اور اس کے ہونٹ افسوس کرتے ہوئے

نیم شب مست ببالینِ من آمد بنشست
آدھی رات کو مستی میں میرے سرہانے آ بیٹھا

سر فرا گوشِ من آورد بہ آوازِ حزیں
سر کو میرے کانوں کے پاس لایا اور رنجیدہ آواز سے

گفت کاے عاشقِ شوریدۂ من خوابت ہست
بولا، اے میرے مجنوں عاشق! تو سویا ہے

عاشقے را کہ چنیں بادۂ شبگیر دہند
جس عاشق کو اس طرح کی ساری رات مست کرنے والی شراب پلائیں

کافرِ عشق بود گر نبود بادہ پرست
وہ عشق کا کافر ہوگا اگر بادہ پرست نہ ہو

برو اے زاہد و بر دُردکشاں خردہ مگیر
اے زاہد! جا اور تلچھٹ پینے والوں پر عیب نہ لگا

کہ ندادند جز ایں تحفہ بما روزِ الست
اس لئے کہ ازل میں اس تحفے کے سوا ہمیں کچھ نہیں دیا ہے

آنچہ او ریخت بہ پیمانۂ ما نوشیدیم
جو اس نے ہمارے پیمانے میں بھرا وہ ہم نے پیا

اگر از خمرِ بہشت ست و گر از بادۂ مست
خواہ بہشت کی شراب ہو یا مست شراب

خندۂ جامِ مے و زلفِ گرہگیرِ نگار
شراب کے پیالہ کی ہنسی اور معشوق کی پُرشکن زلفنے

اے بسا توبہ کہ چوں توبۂ حافظ بشکست
حافظ کی توبہ جیسی بہت سی توبائیں توڑ ڈالی ہیں

زگریہ مردمِ چشمم نشستہ در خوں ست
میری آنکھ کی پتلیاں رونے کی وجہ سے خون میں ڈوب گیا

ببیں کہ در طلبت حالِ مردماں چوں ست
دیکھ تیری طلب میں انسانوں کا کیا حال ہے

بیادِ لعلِ لب و چشمِ مستِ میگونت
تیرے لب کے لعل اور شراب جیسی مست آنکھ کی یاد میں

زجامِ غم مے لعلے کہ میخورم خوں ست
غم کے جام سے جو لعل جیسی شراب پی رہا ہوں خون ہے

---

۱ عاشق آشنائے راز ہوتا ہے، لیکن پھر دم بخود ہوتا ہے۔
۲ مُطرب نے ایسا نغمہ چھیڑ دیا کہ سب دم بخود ہو گئے۔
۳ محبوب کا چہرہ دیکھنے کے بعد تعریف کرنا امکان سے باہر ہو گیا۔
۴ بلا درد عشق وصال کی تمنا لا حاصل کام ہے۔
۵ یعنی معشوق نے اس حالت میں آ کر آدھی رات میں مجھ سے یہ کہا۔
۶ جس عاشق کے ساتھ اس طرح کا معاملہ ہو اگر وہ بادہ پرست نہیں ہے تو کافر ہے۔
۷ تیری یاد میں خون کے گھونٹ پی رہا ہوں۔

زمشرقِ سرِ کوئی آفتابِ طلعتِ تو
تیرے چہرہ کا آفتاب کوچہ کی مشرق سے
اگر طلوع کند طالعم ہمایون ست
اگر طلوع کر آئے تو میرا مبارک نصیب ہے

حکایتِ لبِ شیریں کلام فرہاد ست
لب شیریں کا قصہ فرہاد کی بات ہے
شکنج طرۂ لیلیٰ مقامِ مجنون ست
لیلیٰ کی زلف کا پیچ، مجنوں کا مقام ہے

دلم بجو کہ قدت ہمچو سرو دلجوی ست
میری دلجوئی کر کیونکہ تیرا قد دلجو سرو کی طرح ہے
سخن بگو کہ کلامت لطیف و موزون ست
بات کر کیونکہ تیری بات موزوں اور پاکیزہ ہے

ز دورِ بادہ بجاں راحتے رساں ساقی
اے ساقی! شراب کے دور سے جان کو راحت پہونچا
کہ رنج خاطرم از جورِ دورِ گردون ست
اس لئے کہ آسمان کی گردش کے ظلم سے میری طبیعت رنجیدہ ہے

ازآں زماں کہ ز دستم برفت یارِ عزیز
اس وقت سے جبکہ پیارا دوست میرے ہاتھ سے گیا ہے
کنارِ دیدۂ من ہمچو رودِ جیحون ست
میری آنکھ کا گوشہ جیحون دریا کی طرح ہے

چگونہ شاد شود اندرونِ غمگینم
میرا رنجیدہ باطن کس طرح خوش ہو
باختیار کہ از اختیار بیرون ست
اس اختیار سے جو اختیار سے باہر ہے

زبیخودی طلبِ یار میکند حافظ
حافظ، بیخودی سے یار کی طلب کرتا ہے
چو مفلسے کہ طلبگارِ گنجِ قارون ست
اس مفلس کی طرح، جو قارون کے خزانہ کا طالب ہے

زاں یارِ دلنوازم شکریست باشکایت
مجھے اس دلنواز دوست سے شکریہ کے ساتھ شکایت ہے
گر نکتہ دانِ عشقی خوش بشنو ایں حکایت
اگر تو عشق کا نکتہ داں ہے تو اس قصہ کو اچھی طرح سن لے

بیمزد بود و منت ہر خدمتے کہ کردیم
میں نے جو خدمت کی وہ بدوں مزدوری اور احسان کے تھی
یارب مباد کس را مخدوم بے عنایت
اے خدا! کسی کا مخدوم بے عنایت نہ ہو

رندانِ تشنہ لب را آبے نمید ہد کس
پیاسے ہونٹوں والے رندوں کو کوئی پانی نہیں دیتا ہے
گویا ولی شناساں رفتند ازیں ولایت
گویا اس دنیا سے ولی کو پہچاننے والے چلے گئے

در زلفِ چوں کمندش اے دل مپیچ کانجا
اے دل! اس کی کمند جیسی زلف میں نہ لپٹ اس لئے کہ اس جگہ
سرہا بریدہ بینی بے جرم و بے جنایت
بدوں کسی جرم اور خطا کے تو بہت سے سر کٹے ہوئے دیکھے گا

ایں راہ را نہایت صورت کجا تواں بست
اس راستہ کی انتہا کی کیا صورت ہو سکتی ہے
کش صد ہزار منزل بیش ست در بدایت
اس لئے کہ اس کے شروع میں لاکھوں منزلیں درپیش ہیں

چشمت بغمزہ مارا خوں خورد و می پسندی
تیری نگاہوں نے ناز و انداز سے ہمارا خون پی لیا اور یہ تجھے پسند ہے
جاناں روا نباشد خوں ریز را حمایت
اے پیارے خوں ریز کی حمایت جائز نہیں ہوتی ہے

ہر چند بردی آبم روئے از درت نتابم
ہر چند کہ تو نے میری آبرو ختم کر دی لیکن تیرے در سے منہ نہ موڑوں گا
جور از حبیب خوشتر کز مدعی رعایت
رقیب کی رعایت سے دوست کا ظلم بہتر ہے

اے آفتابِ خوباں میسوزد اندرونم
اے حسینوں کے آفتاب! میرا باطن بھڑک رہا ہے
یکساعتم بگنجاں در سایۂ عنایت
گھڑی بھر کے لئے مہربانی کے سایہ میں پناہ دیدے

ےعشق کے اصلی مقام پر پہونچکر معشوق کا مستحق بنا جا سکتا ہے
ےغم عشق کو شراب کی مستی کے ذریعہ آسان کیا جا سکتا ہے۔
ےیعنی جب سے فراق میں مبتلا ہوا ہوں برابر رو رہا ہوں۔
ےعاشق مہجور کا خوش ہونا اختیار سے باہر ہے
ےمیں محبوب کا شکر گذار بھی ہوں اور شاکی بھی ہوں۔
ےمیری ہر خدمت گذاری بدوں کسی لالچ کے ہے لیکن مخدوم کو تو پھر بھی مہربانی کرنی چاہیے۔
ےہم تشنہ لب رند ولی ہیں۔
ےراہِ عشق میں ہزاروں منزلیں طے کرنیکے بعد بھی ابتدائے راہ ہوتی ہے۔
ےدوست کا ظلم دشمن کے کرم سے بہتر ہے۔

درایں شبِ سیاہم گم گشتہ راہِ مقصود
اس اندھیری رات میں میری راہِ مقصود گم ہو گئی ہے

از گوشۂ بروں آ اے کوکبِ ہدایت
اے ہدایت کے ستارے! گوشے سے باہر نکل آ

از ہر طرف کہ رفتم جز وحشتم نیفزود
میں جس طرف بھی گیا میری وحشت کے سوا کچھ نہ بڑھا

زنہار ازیں بیابان ویں راہِ بے نہایت
اس جنگل اور اس بے انتہا راستے سے خدا کی پناہ

عشقت رسد بفریاد گر خود بسانِ حافظ
عشق تیری فریاد کو پہنچے گا اگر تو حافظ کی طرح

قرآن ز بر بخوانی با چاردہ روایت
چودہ قرأت کے ساتھ قرآن حفظ پڑھے گا

سرِ ارادتِ ما و آستانِ حضرتِ دوست
دوست کے دربار کی چوکھٹ ہے اور ہمارا عقیدتمند سر

کہ ہر چہ بر سرِ ما میرود ارادتِ اوست
اس لیے کہ جو کچھ ہمارے سر پر بیت رہی ہے اسی کے ارادے سے ہے

نظیرِ دوست ندیدم اگرچہ از مہ و مہر
میں نے دوست کی مانند نہ دیکھا اگرچہ چاند اور سورج

نہادم آئنہ ہا در مقابلِ رخِ دوست
کا آئینہ میں نے دوست کے منہ کے بالمقابل رکھا

نثارِ روئے تو ہر برگِ گل کہ در چمن ست
ہر پھول کی پتی جو بھی چمن میں ہے تیرے چہرے پر نثار ہے

فدائے قدِ تو ہر سروبن کہ بر لبِ جوست
جو بھی نہر کے کنارے سرو ہے وہ تیرے قد پر قربان ہے

مگر تو شانہ زدی زلفِ عنبر افشاں را
شاید تو نے عنبر چھڑکنے والی زلف میں کنگھی کی ہے

کہ باد غالیہ سا گشت و خاک عنبر بوست
اس لیے کہ ہوا غالیہ گھسنے والی اور خاک عنبر کی سی خوشبو کی ہوگئی ہے

رخِ تو در نظر آمد مراد خواہم یافت
تیرا چہرہ نظر آیا ہے مراد بھی حاصل کر لوں گا

چرا کہ حالِ نکو در قفائے فالِ نکوست
اس لیے کہ اچھی فال کے بعد اچھی حالت ہوتی ہے

صبا ز حالِ دلِ تنگِ ما چہ شرح دہد
ہمارے تنگ دل کی حالت کی صبا کیا شرح کرے

کہ چوں شکنج ورقہائے غنچہ تو بر توست
جو غنچہ کی پتیوں کی شکنوں کی طرح تہ بہ تہ ہے

نہ من سبو کشِ ایں دیرِ رند سوزم و بس
اس زہد کے جلانے والے میخانہ کا تنہا میں ہی خدمت گذار نہیں ہوں

بسا سرا کہ دریں آستانہ سنگ و سبوست
بہت سے سر ہیں جو اس آستانہ پر سنگ و سبو بنے ہیں

زبانِ ناطقہ در وصفِ حسنِ او لال ست
اس کے حسن کے بیان میں ناطقہ کی زبان گنگ ہے

چہ جائے کلکِ بریدہ زبانِ بیہدہ گوست
زبان کٹے بیہودہ گو قلم کے لیے کیا موقع ہے

نہ ایں زماں دلِ حافظ در آتشِ طلب ست
صرف اس زمانہ میں ہی حافظ کا دل طلب کی آگ میں نہیں ہے

کہ داغدارِ ازل ہمچو لالۂ خودروست
وہ تو خود رو لالہ کی طرح، ازل سے داغدار ہے

سینہ ام ز آتشِ دل در غمِ جانانہ بسوخت
معشوق کے غم میں دل کی آگ سے میرا سینہ جل گیا

آتشے بود دریں خانہ کہ کاشانہ بسوخت
اس گھر میں ایسی آگ تھی جس نے پورا گھر جلا دیا

تنم از واسطۂ دوریِ دلبر بگداخت
دلبر کی دوری کی وجہ سے، میرا جسم گھل گیا

جانم از آتشِ مہرِ رخِ جانانہ بسوخت
محبوب کے رخ کے فراق کی آگ سے میری جان جل گئی

۱؎ تاکہ میں راستہ دیکھ سکوں۔
۲؎ اگر حافظ کی طرح تو بھی چودہ قراءتوں کا ماہر ہو جائے گا تو عشق خود تیری مدد کرے گا۔
۳؎ یعنی ہمیں مقامِ رضا حاصل ہے۔
۴؎ آئینہ میں بھی دوست کی نظیر نہ پیدا ہوئی۔
۵؎ ہوا اور خاک تیری زلفوں سے خوشبودار بنی ہیں۔
۶؎ اس شراب خانہ سے مجھ جیسے سینکڑوں مست ہیں۔
۷؎ اس کا حسن احاطۂ تحریر و بیان سے باہر ہے۔
۸؎ یعنی دل کی آگ سے پورا جسم جل گیا ہے۔

ہر کہ زنجیرِ سرِ زلفِ پری روئے تو دید
جس نے تیرے پری جیسے چہرہ کی زلف کی زنجیر کو دیکھ لیا

شد پریشان و دلش بر منِ دیوانہ بسوخت
وہ پریشان ہو گیا اور اس کا دل مجھ دیوانہ پر جلا

سوزِ دل بیں کہ زسیلِ آتشِ اشکم دلِ شمع
دل کی گرمی کو دیکھ کہ میرے آنسوؤں کی گرمی نے شمع کے دل کو

دوش بر من زسرِ مہر چو پروانہ بسوخت
شب گذشتہ مجھ پر مہربانی سے پروانہ کی طرح جلادیا

چوں پیالہ دلم از توبہ کہ کردم بشکست
جو توبہ میں نے کی تھی اس سے میرا دل پیالہ کی طرح شکستہ ہو گیا

چوں صراحی جگرم بے مے و پیمانہ بسوخت
میرا جگر شراب اور پیمانہ کے بدوں صراحی کی طرح جل گیا

ماجرا کم کن و باز آکہ مرا مردمِ چشم
گفتگو کم کر، اور واپس آجا اس لئے کہ میری آنکھوں کی پتلی نے

خرقہ از سر بدر آورد و بشکرانہ بسوخت
خرقہ سر سے اتار دیا ہے اور شکرانہ میں جلادیا ہے
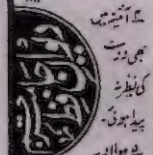
آشنائے نہ غریب ست کہ دلسوزِ من ست
وہ آشنا اجنبی نہیں ہے جو میرا دل جلانے والا ہے

چوں من از خویش برفتم دلِ بیگانہ بسوخت
جب میں اپنے سے گیا تو غیروں کا بھی دل جل گیا

خرقۂ زہدِ مرا آبِ خرابات ببرد
میرے زہد کی گدڑی کو شراب خانہ کا پانی بہا لے گیا

خانۂ عقلِ مرا آتشِ خمخانہ بسوخت
میری عقل کے خانہ کو، شراب خانہ کی آگ نے جلا دیا

ترکِ افسانہ بگو حافظ و مے نوش دمے
اے حافظ! افسانہ گوئی چھوڑ، اور تھوڑی دیر شراب پی

کہ نخفتیم شب و شمع بافسانہ بسوخت
اس لئے کہ ہم تمام شب نہ سوئے اور شمع افسانہ میں جل گئی

ساقیا آمدنِ عید مبارک بادت
اے ساقی! عید کی آمد تجھے مبارک ہو

واں مواعید کہ کردی نرود از یادت
اور جو وعدے تو نے کیے تھے تیرے ذہن سے نہ نکلیں

در شگفتم کہ دریں مدتِ ایامِ فراق
میں تعجب میں ہوں کہ فراق کے اس زمانہ کی مدت میں

برگرفتی ز حریفاں دل و دل میدادت
تو نے دوستوں سے دل ہٹا لیا اور تیرے دل کو گوارا ہوا

برساں بندگیِ دخترِ رز گو بدر آی
انگور کی بیٹی کا سلام پہونچا دے اور کہہ دے باہر آ جا

کہ دم ہمتِ ما کرد ز قید آزادت
اس لیے کہ ہماری توجہ کی پھونک نے تجھے قید سے آزاد کیا ہے

شادیِ مجلسیاں در قدم و مقدمِ تست
اہلِ مجلس کی خوشی تیرے قدم اور تشریف آوری میں ہے

جائے غم باد ہر آں دل کہ نخواہد شادت
خدا کرے وہ دل غم کی جگہ بنے جو تیری خوشی نہ چاہے

چشمِ بد دور کزیں تفرقہ خوش باز آورد
چشمِ بد دور کہ اس تفرقہ سے تجھے اتحاد الٹا لے آیا

طالعِ نامور و دولتِ مادر زادت
نامور نصیبہ اور تیری مادر زاد دولت

شکرِ ایزد کہ ازیں بادِ خزاں رخنہ نیافت
خدا کا شکر ہے کہ اس خزاں کی ہوا سے خراب نہ ہوا

بوستانِ سمن و سرو و گل و شمشادت
تیرے سرو، گل، شمشاد اور سمن کا باغ

حافظ از دست مدہ صحبتِ آں کشتیِ نوحؑ
اے حافظ! کشتی نوح کی صحبت نہ چھوڑ

ورنہ طوفانِ حوادث ببرد بنیادت
ورنہ حوادث کے طوفان، تیری جڑ اکھاڑ دیں گے

۱؎ جس نے تیری زلف دیکھ لیں وہ پریشان ہو گیا اللہ مجھ دیوانہ پر اس کا دل کڑھنے لگا۔
۲؎ شمع کا گداز میرے دل کی گرمی کی وجہ سے ہے۔
۳؎ عشق کے معاملہ میں میری آنکھ میں حیا نہیں ہے لہٰذا نصیحت بے سود ہے۔
۴؎ عشق کے معاملہ میں جو ہمدردی ہے وہ بیگانہ نہیں ہے میرا عشق تو اس درجہ پر ہے کہ بیگانے بھی رحم کھانے لگے ہیں۔
۵؎ اب نہیں زاہد ہوں نہ صاحب عقل۔
۶؎ وہ وعدے جو عید کے دن کے لئے کئے گئے تھے۔
۷؎ ایام فراق میں معشوق کا دل عاشق کو ترسانے پر کیسے راضی ہوا۔
۸؎ یعنی معشوق سے شراب کا سلام کہہ دو تاکہ وہ مجلس میں قدم رنجہ فرمائے۔
۹؎ معلوم ہوتا ہے کہ کسی بادشاہ کے بارے میں کسی اختلاف کے بعد پھر لوگوں میں اتفاق ہوا ہے جس کی طرف اس شعر میں اشارہ ہے۔
۱۰؎ کشتی نوح سے مراد یہ ہے یعنی صحبت نیک نجات کا باعث ہے۔

ساقی بیار بادہ کہ ماہِ صیام رفت — دردِہ قدح کہ موسمِ ناموس و نام رفت

اے ساقی، شراب لا کر روزوں کا مہینہ گیا — پیالہ دے، اس لئے کہ نام و ناموس کا مہینہ گیا

وقتِ عزیز رفت بیا تا قضا کنیم — عمرے کہ بے حضورِ صراحی و جام رفت

پیارا وقت گذر گیا، آ ہم تلافی کر لیں — اس عمر کی جو صراحی اور جام کی موجودگی کے بدون گذر گئی

در تابِ توبہ چند تواں سوخت ہمچو عود — مے دہ کہ عمر در سرِ سودائے خام رفت

توبہ کی آگ میں اگر کی طرح کب تک جلا جا سکتا ہے؟ — شراب لا اس لئے کہ عمر بیہودہ خیالات میں ختم ہو گئی

مستم کن آں چناں کہ ندانم ز بیخودی — در عرصۂ خیال کہ آمد کدام رفت

مجھ کو ایسا مست کر دے کہ بیخودی کی وجہ سے میں یہ جان سکوں — کہ خیال کے میدان میں، کون آیا کون گیا

بر بوئے آنکہ جرعۂ جامے بما رسد — در مصطبہ دعائے تو ہر صبح و شام رفت

اس توقع پر کہ جام کا ایک گھونٹ ہم تک پہونچے — شراب خانہ میں ہر صبح و شام تیرے لئے دعا ہوئی

دل را کہ مردہ بود حیاتے ز نو رسید — تا بوئے از نسیمِ مَیش در مشام رفت

جو دل مردہ تھا اس کو از سر نو زندگی حاصل ہو گئی — جب سے اس کی شراب کی ہوا کی خوشبو ناک میں گئی ہے

زاہد غرور داشت سلامت نبرد راہ — رند از رہِ نیاز بدار السلام رفت

زاہد کو تکبر تھا، سلامتی سے راستہ طے نہ کر سکا — رند، عاجزی سے جنت تک پہونچ گیا

زاہد تو دان و خلوتِ تنہائی و نیاز — عشاق را حوالہ بعیشِ مدام رفت

زاہد تو جانے اور تنہائی کی گوشہ نشینی اور عاجزی — عاشقوں کو تو دائمی عیش سے سابقہ پڑا ہے

نقدِ دلے کہ بود مرا صرفِ بادہ شد — قلبِ سیاہ بود از آں در حرام رفت

جو میرا نقد دل تھا، شراب میں خرچ ہو گیا — کالا، کھوٹا تھا، اسی وجہ سے حرام میں گیا

دیگر مکن نصیحتِ حافظ کہ رہ نیافت
حافظ کو پھر نصیحت نہ کرنا اس لئے کہ راہ یاب نہیں ہوا
گم گشتۂ کہ بادۂ عشقش بکام رفت
وہ گم گشتہ، جس کے حلق میں عشق کی شراب پہونچ گئی ہے

ساقیم خضر ست و مے آبِ حیات — توبہ از مے چوں کنم ہیہات ہات

میرا ساقی خضر ہے اور شراب آبِ حیات ہے — ہائے افسوس میں شراب سے کس طرح توبہ کروں، لا

بادۂ تلخ از لبِ شیریں لباں — در حلاوت می برد آب از نبات

شیریں ہونٹ والوں کے ہونٹ سے تلخ شراب — مٹھاس میں، مصری کو شرمندہ کرتی ہے

چوں دمِ عیسےٰ نسیم او ز لطف — مردۂ صد سالہ را بخشد حیات

اس کی ہوا پاکیزگی کی وجہ سے حضرت عیسیٰ کی پھونک کی طرح — سو سالہ مردے کو، زندگی بخشتی ہے

جز بآبِ آتشیں یعنی شراب — حل نمیگردد مرا ایں مشکلات

آتشیں پانی، یعنی شراب کے سوا — میری، یہ مشکلات حل نہ ہوں گی

روزیِ ما بیں کہ از دیوانِ عشق — جز مے ہجراں نشد مارا برات

ہماری روزی کو دیکھو کہ عشق کے دفتر سے — ہجر کی شراب کے علاوہ ہمیں وثیقہ نہ ملی

ے رمضان میں شراب کے دور سے جو نقصان ہوا ہے اس کی تلافی کریں۔
ے شراب ہی سے خیالات میں پختگی آسکتی۔
ے ایک گھونٹ کی تمنا میں صبح و شام دعاؤں میں گذاری۔
ے زاہد کا غرور تباہی کا سبب بنا اور رند کا عجز اس کو جنت میں لے گیا۔
ے نیاز اور خلوت نشینی زاہد کا حصہ ہے عشاق کی قسمت میں عیش لکھا ہے
ے چونکہ نقد دل کھوٹا تھا اگر شراب میں صرف ہو گیا تو کوئی مضائقہ نہیں۔
ے جو عشق کا گم گشتہ راہ ہے اس کو نصیحت سیدھے راستے پر نہیں لا سکتی ہے۔
ے جب ساقی خضر ہو اور شراب آبِ حیات ہو تو توبہ ممکن نہیں ہے۔
ے معشوق کے ہاتھ سے تلخ شراب مصری سے بھی زیادہ شیریں ہے۔
ے حضرت مسیح تو اسی مردے کو زندہ کرتے تھے جو فی الحال مرا ہو معشوق سو سالہ مرے کو زندہ کر دیتا ہے۔
ے برات اس تحریر کو کہتے تھے جس کے ذریعہ خزانہ سے [illegible] حاصل ہوتے تھے یعنی ہمیں ہجر حاصل کرنا [illegible]

شاد باد اروا حِ آں رندے کہ او — بر سرِ کوئے مُغاں یابد وفات

اس رند کی روح، خوش رہے جو — مُغنّیوں کے کوچہ میں وفات پا جائے

حاصلِ عمرِ تو حافظ در جہاں

اے حافظ! دنیا میں تیری زندگی کا حاصل

بادۂ صافی ست باقی ترّہات

صاف شراب ہے، باقی بیہودگی ہے

ساقی بیا کہ یار ز رُخ پردہ برگرفت[۱] — کارِ چراغِ خلوتیاں باز در گرفت

اے ساقی! آجا اس لئے کہ یار نے رخ سے پردہ ہٹا لیا ہے — خلوت نشینوں کے کام کے چراغ نے دوبارہ روشنی حاصل کر لی ہے

آں شمعِ سرگرفتہ دگر چہرہ برفروخت — واں پیرِ سالخوردہ جوانی ز سر گرفت[۲]

اُس بجھی ہوئی شمع نے دوبارہ چہرہ روشن کر لیا ہے — اس پرانے بوڑھے نے از سرِ نو جوانی حاصل کر لی ہے

آں عشوہ داد عشق کہ مُفتی ز رہ برفت — واں لطف کرد دوست کہ دشمن حذر گرفت

عشق نے وہ ناز دکھایا کہ مفتی راستہ سے بھٹک گیا — دوست نے ایسی مہربانی کی کہ دشمن کنارہ کش ہو گیا

زنہار ازیں عبارتِ شیریں و دلفریب — گوئی کہ پستۂ تو سخن در شکر گرفت[۳]

اس شیریں اور دلفریب عبارت سے خدا کی پناہ — گویا کہ تیرے مُنہ نے بات شکر میں پیٹی ہے

بارِ غمے کہ خاطرِ ما خستہ کردہ بود — عیسیٰ دمے خدا بفرستاد و برگرفت

جس غم کے بوجھ نے ہمارے دل کو خستہ کر دیا تھا — خدا نے ایک عیسیٰ دم کو بھیجا اور اس نے اس کو ہٹا دیا

ہر سرو قد کہ بر مہ و خور حسن میفروخت[۴] — چوں تو در آمدی پے کارِ دگر گرفت

ہر وہ سرو قد جو چاند اور سورج پر حسن جتاتا تھا — جب تو آیا، تو اس نے دوسرا کام شروع کر دیا

زیں قصہ ہفت گنبدِ افلاک پر صداست — کوتہ نظر ببیں کہ سخن مختصر گرفت

اس قصہ سے آسمان کے ساتوں گنبد گونج رہے ہیں — کوتاہ نظر کو دیکھ کہ اس نے بات مختصر سمجھ لی

حافظ تو ایں دعا ز کہ آموختی کہ یار

حافظ! تو نے یہ دعا کس سے سیکھی کہ یار نے

تعویذ کرد شعرِ ترا و بزر گرفت[۵]

تیرے اشعار کو تعویذ بنایا اور سونے میں مڑھا

شگفتہ شد گلِ حمرا و گشت بلبل مست[۶] — صلائے سرخوشی اے عاشقانِ بادہ پرست

سرخ پھول کھل گیا، اور بلبل مست ہو گئی — اے بادہ پرست عاشقو! مستی کی صدا بلند کرو

اساس توبہ کہ در محکمی چو سنگ نمود — ببیں کہ جامِ زجاجی چگونہ اش بشکست[۷]

توبہ کی بنیاد، جو مضبوطی میں پتھر جیسی نظر آتی تھی — دیکھو کانچ کے جام نے اس کو کس طرح توڑ ڈالا

بیار بادہ کہ در بارگاہِ استغنا[۸] — چہ پاسبان و چہ سلطان چہ ہوشیار و چہ مست

شراب لا، اس لئے کہ بے نیازی کے دربار میں — کیا پاسبان اور کیا بادشاہ اور کیا ہوشیار اور کیا مست

ازیں رباطِ دو در چوں ضرورتست رحیل[۹] — رواق و طاقِ معیشت چہ سربلند و چہ پست

اس دو در کی سرائے سے، جب جانا ضروری ہے — زندگی کے محراب کا چھجّہ کیا بلند اور کیا پست

[۱] محبوب جلوہ گر ہے، جس سے عاشقوں کا دل روشن ہے شراب کا دور چلے۔

[۲] معشوق کے دیدار سے بوڑھے دل جوان ہو گئے ہیں

[۳] یہ معشوق کے مُنہ کو پستہ سے تشبیہ دی جاتی ہے۔

[۴] ہر وہ معشوق جو سرو قد تھا اور جس کا حسن شمس و قمر کو شرمندہ کرتا تھا تیرے سامنے ہیچ ہو گیا۔

[۵] تعویذ پر سونے کا پترا مڑھوایا جاتا تھا۔

[۶] موسم بہار آ گیا بادہ پرستوں کے لئے مستی کی صدا ہے۔

[۷] پتھر جیسی توبہ شیشے کے پیالہ سے ٹوٹ گئی۔

[۸] بے نیاز کے دربار میں سب یکساں ہیں۔

[۹] دنیا کو دو در کی سرائے قرار دیا ہے، ایک آنے کا دوسرا ایک جانے کا۔

مقامِ عیش میسّر نمی شود بے رنج
عیش کا مقام بدون محنت حاصل نہیں ہوتا ہے

بلیٰ بحکمِ بلا بستہ اند روزِ الست
الست کے دن مصیبت کے حکم سے بلیٰ کا عہد ہوا ہے

بہ ہست و نیست مرنجاں ضمیر و خوش میباش
دل کو ہست اور نیست سے رنجیدہ نہ کر اور خوش رہ

کہ نیستیست سرانجامِ ہر کمال کہ ہست
اس لئے کہ جو کمال ہے اس کا انجام نیست ہے

شکوہِ آصفی و اسپِ باد و منطقِ طیر
آصف کا دبدبہ اور ہوا کا گھوڑا اور پرندوں کی گفتگو

بباد رفت و ازاں خواجہ ہیچ طرف نہ بست
سب برباد ہو گئے اور مالک کو ان سے کوئی فائدہ حاصل نہ ہوا

ببال و پر مرو از رہ کہ تیرِ پرتابے
بال اور پر کی وجہ سے راستے سے نہ بھٹک اس لئے کہ پرکشش تیر نے

ہوا گرفت زمانے و لے بخاک نشست
تھوڑی دیر کے لئے ہوا پکڑی لیکن زمین پر آ بیٹھا

زبانِ کلکِ تو حافظ چہ شکرِ آں گوید
اے حافظ تیرے قلم کی نوک اس کا کیا شکر یہ ادا کر سکتی ہے؟

کہ تحفۂ سخنش می برند دست بدست
کہ اس کی بات کے تحفہ کو لوگ ہاتھوں ہاتھ لے جاتے ہیں

شربتے از لبِ لعلش نچشیدیم و برفت
اُس کے لعل جیسے ہونٹ سے ہم نے شربت نہ چکھا اور وہ چلا گیا

روئے مہ پیکرِ او سیر ندیدیم و برفت
اس کے چاند جیسے جسم والے چہرے کو جی بھر کر نہ دیکھا اور وہ چلا گیا

گوئی از صحبتِ ما نیک بہ تنگ آمدہ بود
گویا ہماری صحبت سے سخت تنگ آ گیا تھا

بار بربست و بگردش نرسیدیم و برفت
اُس نے سامان باندھا اور ہم اُسکے قریب بھی نہ پہنچے اور وہ چلا گیا

بس کہ ما فاتحہ و حرزِ یمانی خواندیم
ہم نے بہت الحمد اور دعائے حرز یمانی پڑھی

وز پیش سورۂ اخلاص دمیدیم و برفت
اور اس کے پیچھے قل ہو اللہ پڑھ کر دم کی اور وہ چلا گیا

سر ز فرمانِ خطم گفت مکش تا نروم
اس نے کہا میرے خط کے حکم سے سرکشی نہ کر کہ میں نہ جاؤں

ما سرِ خویش ز خطش نکشیدیم و برفت
ہم نے اس کے حکم سے سرتابی نہ کی اور وہ چلا گیا

عشوہ میداد کہ از کوئے ارادت نروم
فریب دیتا تھا کہ تیرے مقصد کے کوچہ سے میں نہ جاؤں گا

دیدی آخر کہ چساں عشوہ خریدیم و برفت
تو نے دیکھا ہم نے آخر کیسا دھوکا کھایا اور وہ چلا گیا

شد چماں در چمنِ حسن و لطافت لیکن
وہ حسن اور پاکیزگی کے چمن میں ناز سے چلا لیکن

در گلستانِ وصالش نچمیدیم و برفت
ہم اس کے وصال کے چمن میں نہ ٹہلے اور وہ چلا گیا

گفت از خود ببُرد ہر کہ وصالم طلبد
وہ بولا جو ہمارا وصال طلب کرے وہ اپنے سے جدا ہو

ما بامیدِ وے از خویش بریدیم و برفت
ہم اس کی امید پر اپنے سے جدا ہوئے اور وہ چلا گیا

صورتِ او بلطافت اثرِ صنعِ خداست
اس کی صورت پاکیزگی میں خدا کی صنعت کا نشان ہے

ما بروئش نظرے سیر ندیدیم و برفت
ہم نے اس کے چہرہ کو جی بھر کر نہ دیکھا اور وہ چلا گیا

گلے از باغِ وصالش کہ مرا روزی بود
اس کے وصال کے باغ کا پھول جو ہمارا حصہ تھا

آہ درد او دریغا نشنیدیم و برفت
ہائے درد اور افسوس ہم نے نہ سونگھا اور وہ چلا گیا

ہمچو حافظ ہمہ شب نالہ و افغاں کردیم
ہم نے حافظ کی طرح تمام رات نالہ اور فریاد کی

کاے دریغا بوداعش نرسیدیم و برفت
ہائے افسوس ہم اس کو رخصت کرنے نہ پہنچے اور وہ چلا گیا

۔ ازل میں حضرت حق نے ذریت آدم سے کہا تھا الست بربکم کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ سب نے جواب دیا بلیٰ کہا تھا یعنی کیوں نہیں۔

۔ دنیا کی ہر شئے فانی ہے تو فانی کی فکر میں پڑنا مناسب نہیں ہے۔

۔ آصف بن برخیا، حضرت سلیمان کے وزیر تھے اسپ باد سے تخت سلیمانی مراد ہے جو ہوا کے دوش پر چلتا تھا "منطق الطیر" پرندوں کی گفتگو جو حضرت سلیمان سمجھ لیتے تھے۔

۔ وہ ہم سے اس قدر تنگ دل ہوا کہ ہم اس کو رخصت کرنے بھی نہ پہنچ پائے کہ وہ چلا گیا۔

۔ حرز یمانی اور دعائے سیفی وہ دعا کہلاتی ہے جو آنحضرت صلعم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو یمن بھیجتے وقت سکھائی تھی۔

۔ معشوق نے کہنا ماننے کی شرط پر نہ جانے کا وعدہ کیا ہم نے کہنا مانا لیکن اس نے وعدہ پورا نہ کیا۔

۔ ہم معشوق کے ہر فریب میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

۔ معشوق نے خود فروشی یعنی وصل کا وعدہ کیا لیکن پورا نہ کیا۔

شنیدہ ام سخنے خوش کہ پیرِ کنعاں گفت
میں نے وہ اچھی بات سنی ہے جو پیرِ کنعاں نے کہی

فراقِ یار نہ آں میکند کہ بتواں گفت
یار کا فراق وہ کچھ نہیں کرتا جسے بیان کیا جا سکے

حدیثِ ہولِ قیامت کہ گفت واعظِ شہر
قیامت کی ہولناکی کا قصہ جو واعظِ شہر نے بیان کیا

کنایتے ست کہ از روزگارِ ہجراں گفت
وہ ایک کنایہ ہے جو اس نے ہجر کے زمانہ کا بیان کیا

نشانِ یارِ سفر کردہ از کہ پرسم باز
سفر کیے ہوئے دوست کا پتہ آخر کس سے پوچھوں!

کہ ہر چہ گفت بریدِ صبا پریشاں گفت
اس لیے کہ صبا کے قاصد نے جو کچھ کہا بہکا بہکا کہا

فغاں کہ آں مہِ نامہربانِ دشمن دوست
فریاد ہے اس لیے کہ اس دشمن کے دوست، نامہربان چاند نے

بترکِ صحبتِ یارانِ خود چہ آساں گفت
اپنے دوستوں کی صحبت چھوڑ دینے کو کس قدر آسان بتایا!

غمِ کہن بمئے سال خوردہ دفع کنید
پرانے غم کو پرانی شراب سے دور کرو

کہ تخمِ خوشدلی اینست پیرِ دہقاں گفت
اس لیے کہ پیرِ دہقان نے بتایا ہے کہ خوشدلی کا بیج یہی ہے

منم و مقامِ رضا بعد ازیں و شکرِ رقیب
میں ہوں اس کے بعد اور مقامِ رضا اور رقیب کا شکریہ

کہ دل بدردِ تو خو کرد و ترکِ درماں گفت
اس لیے کہ دل نے تیرے درد کی عادت ڈال لی اور علاج نہ کرنے کی ٹھان لی

گرہ بباد مزن گرچہ بر مراد وزد
ہوا میں گرہ نہ لگا اگرچہ وہ مقصد کے مطابق چلے!

کہ ایں سخن بمثل باد با سلیماں گفت
اس لیے کہ یہ بات مثال کے طور پر ہوا نے سلیمان سے کہی ہے

مزن ز چون و چرا دم کہ بندۂ مقبل
چون و چرا کا دم نہ مار اس لیے کہ بانصیب انسان نے

قبول کرد بجاں ہر سخن کہ جاناں گفت
ہر وہ بات مان لی ہے جو معشوق نے اس سے کہی ہے

بعشوہ کہ سپہرت دہد ز راہ مرو
اس فریب سے جو تجھے آسمان دے راستے سے نہ ہٹ

ترا کہ گفت کہ ایں زال ترکِ دستاں گفت
تجھ سے کس نے کہہ دیا ہے کہ اس بڑھیا نے مکاری چھوڑ دینے کو کہا ہے

بیار بادہ بخور زانکہ پیرِ میکدہ دوش
دوست کے ساتھ شراب پی کہ گزشتہ شب میکدہ کے پیر نے

بلے حدیثِ غفور و رحیم و رحمٰں گفت
غفور، رحیم اور رحمان کی بہت باتیں سنائی ہیں

کہ گفت حافظ از اندیشۂ تو آمد باز
کس نے کہا کہ حافظ تیرے خیال سے باز آگیا!

من ایں نگفتہ ام آنکس کہ گفت بہتاں گفت
میں نے یہ نہیں کہا ہے جس نے کہا جھوٹ کہا

صحنِ بستاں ذوق بخش و صحبتِ یاراں خوش ست
باغ کا صحن ذوق پیدا کرنے والا اور دوستوں کی صحبت اچھی ہے

وقتِ گل خوش باد کز وے وقتِ میخواراں خوش ست
خدا کرے پھول کا زمانہ خوش رہے اس کی وجہ سے شرابیوں کا زمانہ اچھا ہے

از صبا ہر دم مشامِ جانِ ما خوش میشود
ہماری جان کی قوتِ شامہ صبا کی وجہ سے ہر وقت خوش رہتی ہے

آرے آرے طیبِ انفاسِ ہواداراں خوش ست
ہاں ہاں عاشقوں کے [illegible] بہت خوب ہے

تاکشودہ گل نقاب آہنگِ رحلت ساز کرد
جب تک پھول نے نقاب کھولا کوچ کے ارادے نے موافقت کر دی

[illegible] کہ گلبانگِ دل افگاراں خوش ست
اے بلبل نالہ کر اس لیے کہ زخمی دلوں کا شور اچھا ہوتا ہے

مرغِ شبخواں را بشارت باد کاندر راہِ عشق
رات کو چہکنے والے پرندے کے لیے خوشخبری ہو اس لیے کہ عشق کی راہ میں

دوست را با نالۂ شبہائے بیداراں خوش ست
شب بیداروں کے نالوں سے دوست خوش ہے

۱ پیرِ کنعاں سے حضرت یعقوبؑ مراد ہیں جو اپنے بیٹے یوسفؑ کے فراق میں مبتلا ہوئے تھے۔
۲ قیامت کی ہولناکیاں فراق کی ہولناکی سے بہت کم تھیں۔
۳ صبا نے کچھ احوال بتائے لیکن وہ بھی پورے نہ تھے۔
۴ پرانے غم کو پرانی شراب ہی دور کر سکتی ہے۔
۵ راضی برضا ہو جائیں گے اور کوئی شکوہ زبان پہ نہ لائیں گے۔
۶ محبوب کے حکم پہ چون و چرا کی گنجائش نہیں ہوتی ہے۔
۷ زال سے مراد بڑھیا دنیا ہے یعنی یہ بہرحال مکار ہے۔
۸ پیرِ میکدہ نے اللہ کی مغفرت کی باتیں سنائی ہیں اسکی رحمت کے بھروسہ پہ پی لینا چاہیے۔
۹ موسمِ گل اور صحنِ چمن اور دوست کی صحبت میخواری کی دعوت دیتی ہے۔
۱۰ دست اُٹھانے والے … غمناک آواز خوشگوار ہوتی ہے۔
۱۱ مرغِ شبخواں وہ پرند جو رات کو چہکے۔

گرچہ در بازارِ دہر از خوشدلی جز نام نیست
اگرچہ زمانہ کے بازار میں خوش دلی برائے نام ہے

شیوۂ رندی و خوش باشی عیاران خوش ست
رندی کا طریقہ اور عیاروں کی خوشباشی بہت اچھی ہے

از زبانِ سوسن[1] ایں آوازہ ام آمد بگوش
سوسن کی زبان سے یہ آواز میرے کان میں پڑی

کاندریں دیرِ کہن کارِ سبکباران خوش ست
اس پرانے بتخانہ میں، ہلکوں کا کام اچھا ہے

حافظا ترکِ جہاں گفتن طریقِ خوشدلیست
اے حافظ! ترکِ دنیا خوشدلی کا راستہ ہے

تا نہ پنداری کہ احوالِ جہانداران خوش ست
یہ ہرگز نہ سمجھنا کہ دنیا داروں کے احوال اچھے ہیں

صبا اگر گذرے افتدت بکشورِ دوست
اے صبا! اگر تیرا دوست کے علاقہ سے گذر ہو جائے

بیار نفحہ از گیسوئے معنبرِ دوست
تو دوست کے عنبر جیسی خوشبو والے گیسو سے مہک لے آنا

بجانِ[2] او کہ بشکرانہ جاں بر افشانم
اُس کی جان کی قسم شکرانہ میں جان چھڑک دوں گا

اگر بسوئے من آری پیامے از برِ دوست
اگر میرے پاس دوست کی جانب سے تو کوئی پیام لے آئے گی

وگر[3] چنانچہ در آں حضرتت نباشد بار
اور اگر کسی طرح تجھے اس کے دربار میں باریابی نہ ہو تو

برائے دیدہ بیاور غبارے از درِ دوست
دوست کے در سے آنکھ کے لئے غبار لے آنا

من[4] گدا و تمنائے وصلِ او ہیہات
میں گدا، اور اس کے وصل کی تمنا! افسوس

مگر بخواب ببینم جمال و منظرِ دوست
شاید دوست کا حسن اور منظر خواب میں دیکھ لوں

دلِ[5] صنوبریم ہمچو بید لرزان ست
میرا صنوبری دل، بید کی طرح لرزاں ہے

زحسرتِ قد و بالائے چوں صنوبرِ دوست
دوست کے صنوبر جیسے قد و قامت کی حسرت میں

اگرچہ دوست بچیزے نمیخرد ما را
اگرچہ دوست ہمیں کسی چیز کے بدلے بھی نہیں خریدتا ہے

بعالمے نفروشیم موئے از سرِ دوست
ہم پوری دنیا کے بدلے میں بھی دوست کے سر کا ایک بال نہیں بیچیں گے

چہ[6] عذر ہا ز سگِ کوئے تو تو انم خواست
تیرے کوچہ کے کتے سے میں کیا عذر خواہی کر سکوں گا؟

اگر شبے بتوانیم بود بر درِ دوست
اگر کسی شب کو ہم دوست کے دروازہ پر رہ سکیں گے

چہ باشد ار شود از قیدِ غم دلش آزاد
کیا ہوگا اگر غم کی قید سے اس کا دل آزاد ہو جائے گا

چو ہست حافظِ مسکیں غلام و چاکرِ دوست
جبکہ عاجز حافظ دوست کا غلام اور نوکر ہے

صبحدم مرغِ[7] چمن با گلِ نوخاستہ گفت
بلبل نے صبح کے وقت ایک نئے کھلے ہوئے پھول سے کہا

ناز کم کن کہ دریں باغ بسے چوں تو شگفت
ناز کم کر اس لئے کہ اس باغ میں تجھ جیسے بہت سے کھلے ہیں

گل بخندید کہ از راست نرنجیم ولے
پھول ہنسا کہ سچی بات سے ہم رنجیدہ نہیں ہوتے ہیں لیکن

ہیچ عاشق سخنِ تلخ بہ معشوق نگفت
کسی عاشق نے معشوق کو سخت بات نہیں کہی

گر[8] طمع داری ازاں جامِ مرصع مے لعل
اگر اس [illegible] جام سے لعل جیسی شراب پینے کی تجھے تمنا ہے

دُر و یاقوت بنوکِ مژہ ات باید سفت
تو تجھے پلکوں کی نوک سے موتی اور یاقوت پرونے چاہئیں

---

[1] سوسن ایک درخت ہے جس پر نیلگوں پھول آتا ہے شعراء نے اس کو زبان مانی ہے۔
[2] اگر صبا اس کا پیام لے آئیگی تو اس پر جان قربان کر دوں گا۔
[3] اگر صبا کا اس تک گذر نہ ہو تو اس کے در کی خاک لے آئے۔
[4] میں اس قابل تو نہیں ہوں کہ بیداری میں وصال ہو کاش خواب میں ہی دیدار ہو جائے۔
[5] صنوبر کے درخت تکلے نما ہوتے ہیں جن کو دل سے تشبیہ دیجاتی ہے۔
[6] جبکہ محبوب میں پہونچ گیا تو کوچہ کے کتے سے کیا عذر خواہی کروں گا۔
[7] بُلبل نے غنچے سے کہا تیری عمر ناپائیدار ہے اس قدر تکبر نہ کر غنچے نے جواب دیا تو نے بات سچی کہی لیکن معشوق سے تلخ کلامی نہیں کی جاتی ہے۔
[8] وصال اُس وقت حاصل ہوتا ہے جبکہ آنسو بہائے جائیں۔

تا ابد بوئے محبت بمشامش نرسد
اُس شخص کی ناک میں قیامت تک محبت کی خوشبو نہ پہنچے گی

ہر کہ خاکِ درِ میخانہ بہ رخسارہ نرُفت
جس نے میخانہ کی خاک، رخسارے سے صاف نہ کی

در گلستانِ ارم دوش چو از لطفِ ہوا
جب گزشتہ رات جنت کے باغ میں ہوا کی پاکیزگی سے

زلفِ سنبل ز نسیمِ سحری می آشفت
نسیم سحری کی وجہ سے سنبل کی زلف بکھر رہی تھی

گفتم اے مسندِ جم جامِ جہاں بینت کو
میں نے کہا اے جمشید کی مسند تیرا جامِ جہاں نما کہاں ہے؟

گفت افسوس کہ آں دولتِ بیدار بخفت
اس نے کہا افسوس وہ جاگتی دولت سو گئی

سخنِ عشق نہ آنست کہ آید بزباں
عشق کی بات وہ نہیں ہے جو زباں پر آ جائے

ساقیا مے دہ و کوتاہ کن ایں گفت و شنفت
اے ساقی شراب دے اور اس گفت و شنید کو ختم کر

اشکِ حافظ خرد و صبر بدریا انداخت
حافظ کے آنسوؤں نے صبر اور عقل کو دریا میں پھینک دیا

چہ کند سوزِ غمِ عشق نیارست نہفت
کیا کرے، عشق کے غم کی سوزش کو چھپا نہ سکا

صوفی از پرتوِ مے رازِ نہانی دانست
صوفی نے شراب کے پرتو سے پوشیدہ راز کو جان لیا

گوہرِ ہر کس ازیں لعل توانی دانست
تو اس لعل سے ہر شخص کا جوہر جان سکتا ہے

شرحِ مجموعۂ گل مرغِ سحر داند و بس
پھول کے مجموعے کی شرح صرف بلبل جانتی ہے

کہ نہ ہر کو ورقے خواند معانی دانست
اس لیے کہ ایسا نہیں ہے کہ جس نے ایک ورق پڑھا معنی جان لیے

عرضہ کردم دو جہاں بر دلِ کار افتادہ
میں نے آزمودہ کار دل پر دونوں جہان پیش کیے

بجز از عشقِ تو باقی ہمہ فانی دانست
اس نے تیرے عشق کے سوا سب کو فانی جانا

آں شد اکنوں کہ ز افواہِ عوام اندیشم
اب وہ بات گئی کہ میں عوام کی زبان سے اندیشہ کروں

محتسب نیز ازیں عیشِ نہانی دانست
اس چھپے عیش کو، محتسب بھی جان گیا

دلبر آسایشِ ما مصلحتِ وقت ندید
معشوق نے ہمارے آرام کو مصلحتِ وقت نہ خیال کیا

ورنہ از جانبِ ما دل نگرانی دانست
ورنہ وہ ہماری جانب سے دل توجہ کو جان گیا

سنگ و گل را کند از یُمنِ نظر لعل و عقیق
نگاہ کی برکت سے پتھر اور مٹی کو لعل اور عقیق کر دیتا ہے

ہر کہ قدرِ نفَسِ بادِ یمانی دانست
ہر وہ شخص جو یمنی ہوا کے سانس کی قدر کو جان گیا

اے کہ از دفترِ عقل آیتِ عشق آموزی
اے وہ شخص جو عقل کی کتاب سے عشق کی آیت کو سیکھتا ہے

ترسم ایں نکتہ بتحقیق ندانی دانست
مجھے ڈر ہے تو اس نکتہ کو تحقیق سے نہ جان سکے

مے بیاور کہ ننازد بگُلِ باغِ جہاں
شراب لا اس لیے کہ دنیا کے باغ کے پھول پر وہ تمکنت نہیں کرتا

ہر کہ غارتگریِ بادِ خزانی دانست
جو خزاں کی ہوا کی غارتگری جان گیا

حافظ ایں گوہرِ منظوم کہ از طبع انگیخت
حافظ نے اس منظوم گوہر کو جس کو اس نے طبیعت سے نکالا ہے

اثرِ تربیتِ آصفِ ثانی دانست
آصفِ ثانی کی تربیت کا اثر جانا

جب تک میخانہ میں ذلت نہ اختیار کیجائے عشق حاصل نہیں ہوتا ہے۔

عشق کی باتیں زبان پر نہیں لائی جاتیں۔

شراب نوشی کے بعد طبیعت کا اصل جوہر سامنے آجاتا ہے۔

تجربہ کار انسان عشق کے سوا سب چیز کو فانی سمجھتا ہے۔

بات عوام کے ہاتھ آئی اور محتسب تک پہنچ گئی

وصال کو خلافِ مصلحت سمجھا ورنہ ہمارے عشق کو وہ جان گیا تھا۔

حدیث شریف میں ہے میں رحمان کے سانس یمن کی جانب سے محسوس کرتا ہوں نفَسِ بادِ یمانی سے مراد اولیاء اللہ ہیں یعنی جو اولیاء اللہ کی قدر کریگا وہ کیمیا نظر بن جائے گا۔

عقل اور عشق دو علیحدہ چیزیں ہیں ایک دوسرے سے نہیں سمجھا جا سکتا ہے۔

صبحِ دولت طلوعِ طلعتِ اوست
خوش نصیبی کی صبح، اس کے چہرے کا طلوع ہونا ہے

شامِ ظلمت نشانِ ظلمتِ اوست
تاریکی کی شام، اس کی تاریکی کا نشان ہے

مہر از خوانِ او نوالہ رساں
سورج، اسی کے دسترخوان سے نوالہ پہونچانے والا ہے

ماہِ نو خم زبہرِ خدمتِ اوست
نیا چاند، اس کی خدمت کے لیے جھکا ہوا ہے

از قدش پائے سرو ماندہ بہ گِل
سرو کا پیر اس کے قد کی وجہ سے مٹی میں پھنسا ہے

لالہ را داغِ دل بفرقتِ اوست
لالہ کا داغ، اس کے فراق کی وجہ سے ہے

رنگ و بوئے گل از رخش بہ چمن
چمن میں پھول کا رنگ اور بو اس کے رخ کی وجہ سے ہے

نالۂ بلبل از محبتِ اوست
بلبل کا نالہ اس کی محبت کی وجہ سے ہے

سوسنِ دہ زباں خموش بہ باغ
دس زبانوں والی سوسن باغ میں خاموش

لال ماندہ زصنعِ قدرتِ اوست
گونگی اس کی قدرت کی بناوٹ کی وجہ سے ہے

فقر اگر رنجِ محنت ست اما
فقر، اگرچہ محنت کی تکلیف ہے لیکن

گنجِ عزت بکنجِ عزلتِ اوست
عزت کا خزانہ، اس کے تنہائی کے گوشہ میں ہے

بدوا جانبِ طبیب مرو
دوا کے لیے طبیب کی جانب نہ جا

صحتِ عاجل از طبابتِ اوست
فوری صحت اس کی طبابت سے ہے

در طریقِ سلوک سالک را
سالک کو، سلوک کے راستہ میں

ہر چہ پیش آید از ارادتِ اوست
جو پیش آئے، اس کے ارادے سے ہے

قمری و عندلیب و حافظ نیست
قمری، اور عندلیب، اور حافظ ہی نہیں

ہمہ گویا بذکرِ مدحتِ اوست
سب اس کی تعریف کے ذکر میں گویا ہیں

عیبِ رنداں مکن اے زاہدِ پاکیزہ سرشت
اے پاکیزہ فطرت زاہد! رندوں پر عیب نہ لگا

کہ گناہِ دگرے بر تو نخواہند نوشت
اس لیے کہ دوسرے کا گناہ تیرے نام پر نہیں لکھیں گے

من اگر نیکم اگر بد تو برو خود را باش
میں خواہ نیک ہوں، خواہ بد تو جا، اپنا کام کر

ہر کسے آں دِرَوَد عاقبتِ کار کہ کشت
ہر شخص آخر میں وہ کاٹے گا جو اس نے بویا ہے

ہمہ کس طالبِ یار اند چہ ہشیار و چہ مست
سب لوگ دوست کے طالب ہیں خواہ وہ ہشیار ہوں خواہ مست

ہمہ جا خانۂ عشق ست چہ مسجد چہ کنشت
ہر جگہ عشق خانہ ہے خواہ مسجد ہو، خواہ مندر

سرِ تسلیمِ من و خاکِ درِ میکدہ ہا
شراب خانوں کی خاک ہے اور میرا سرِ تسلیم

مدعی گر نہ کند فہمِ سخن گو سر و خشت
مدعی اگر بات نہ سمجھے تو کہدو سر ہے اور پتھر ہے

ناامیدم مکن از سابقۂ روزِ ازل
روزِ ازل کے گذرے ہوئے معاملہ سے مجھے ناامید نہ کر

تو چہ دانی کہ پسِ پردہ کہ خوب ست کہ زشت
تجھے کیا معلوم پردے کے پیچھے کون اچھا ہے کون برا ہے!

نہ من از خانۂ تقویٰ بدر افتادم و بس
میں ہی صرف تقوے کے گھر سے باہر نکل کر نہیں آ پڑا ہوں

پدرم نیز بہشتِ ابد از دست بہشت
میرے باپ نے بھی دائمی بہشت کو ہاتھ سے چھوڑ دیا

ا اس کی رخ نمائی طلوعِ صبح ہے اس کے نظر سے شامِ ظلمت ہے۔
۲ پھلوں کا پکنا اور غلے کی پیداوار سورج کی تاثیر سے ہے۔
ابتدائی راتوں کا چاند خمیدہ و کمر ہوتا ہے۔
۳ پھولوں نے اس کے رخ سے حسن حاصل کیا ہے۔
۴ سوسن اس کے حسن کو دیکھ کر خاموش ہے۔
۵ فقر کے گوشہ میں عزت کا خزانہ ہے۔
۶ رندوں کا گناہ زاہد کے ذمہ نہ لکھا جائے گا۔
۷ زاہد اپنے کیے کا پھل پائے گا اور رند اپنے کیے کا۔
۸ عاشقِ حقیقی کو ہر جگہ معشوق کا ہی جلوہ نظر آتا ہے۔
۹ میں نے تو شراب خانہ کے در کی خاک پر سر رکھ دیا ہے اگر کوئی نہ سمجھے تو اپنا سر پھوڑ لے۔
۱۰ زاہد کو میرے انجام کی خبر نہیں تو مجھے کیوں مایوس کرتا ہے۔
۱۱ میں ہی خطاوار نہیں ہوں، یہ تو نسلی بات ہے جو حضرت آدم بھی جنت سے نکلے تھے۔

برعمل تکیہ مکن خواجہ کہ در روزِ ازل
اے صاحب! عمل پر بھروسہ نہ کر اس لیے کہ روزِ ازل میں

تو چہ دانی قلمِ صنع بنامت چہ نوشت
تجھے کیا معلوم قدرت کے قلم نے تیرے نام کیا لکھا ہے

گر نہادت ہمہ اینست زہے پاک نہاد
اگر تیری تمام طبیعت یہی ہے تو کیا خوب پاک طبیعت ہے

ور سرشتت ہمہ اینست زہے پاک سرشت
اور اگر تیری ساری فطرت یہی ہے تو کیا خوب پاک فطرت ہے

باغِ فردوس لطیف ست ولیکن زنہار
جنت کا باغ پاکیزہ ہے لیکن خبردار!

تو غنیمت شمر ایں سایۂ بید و لبِ کشت
تو بید کے اس سایہ کو اور کھیتی کے کنارے کو غنیمت شمار کر

حافظا روزِ اجل گر بکف آری جامے
اے حافظ موت کے دن اگر تو ہات میں پیالہ لے آیا

یکسر از کوئے خرابات برندت بہ بہشت
تجھے فوراً شراب خانہ سے بہشت میں لیجائیں گے

غمش تا در دلم ماوا گرفتہ است
اس کے غم نے جب سے میرے دل میں ٹھکانا کیا ہے

سرم چوں زلفِ او سودا گرفتہ است
میرے سر نے اس کی زلف کی طرح سودا اختیار کر لیا ہے

لبش چوں آتش آبِ حیات ست
اس کے آگ جیسے ہونٹ آبِ حیات ہیں

ازاں آب آتشے در ما گرفتہ است
اس پانی سے ہم میں آگ لگی ہے

ہمائے ہمتم عمریست کز جاں
ایک عمر گذری ہے کہ میری ہمت کے ہما نے جان سے

ہوائے آں قدِ بالا گرفتہ است
اس بلند قد کی محبت اختیار کی ہے

شدم عاشق بہ بالائے بلندش
اس کے بلند قد پر میں عاشق ہو گیا ہوں

کہ کارِ عاشقاں بالا گرفتہ است
اس لئے کہ عاشقوں کے کام نے رونق اختیار کی ہے

چو ما در سایۂ الطافِ اوئیم
جب ہم اسی کی مہربانیوں کے سایہ میں ہیں

چرا او سایہ از ما وا گرفتہ است
تو اس نے ہم سے سایہ کیوں اٹھا لیا ہے

نسیمِ صبح عنبر بوست امروز
آج صبح کی ہوا عنبری ہے

مگر یارم رہِ صحرا گرفتہ است
شاید میرے دوست نے جنگل کا راستہ اختیار کیا ہے

دوائے غم بجز مے نیست عاشق
غم کی دوا شراب کے علاوہ نہیں ہے، عاشق نے

ازاں رو ساغرِ صہبا گرفتہ است
اسی لیے شراب کا ساغر تھام لیا ہے

ز دریائے دو چشمم گوہرِ اشک
آنسوؤں کے گوہر نے میری دونوں آنکھوں کے دریا سے

جہاں در لؤ لؤ لالا گرفتہ است
دنیا کو چمکدار موتیوں سے گھیر لیا ہے

حدیثِ حافظ اے سروِ سمن بو
اے چنبیلی کی خوشبو والے سرو! حافظ کی بات نے

بوصفِ قدِ تو بالا گرفتہ است
تیرے قد کی تعریف کی وجہ سے بلندی حاصل کی ہے

کنوں کہ در کفِ گل جامِ بادۂ صاف ست
اب جبکہ پھول کے ہاتھ میں صاف شراب کا پیالہ ہے

بصد ہزار زباں بلبلش در اوصاف ست
لاکھ زبانوں سے بلبل اس کی تعریفوں میں ہے

---

۱ بخشش کا معاملہ رحمتِ خداوندی پر موقوف ہے عمل پر غرور نہ کرنا چاہیے۔
۲ یہ شعر قدرتی پرطنز ہے۔
۳ اس کے غم کی وجہ سے میرا دل اس کی زلف کی طرح پریشان ہے۔
۴ ہونٹ سرخی میں آگ کی طرح ہیں لیکن ان میں آبِ حیات ہے۔
۵ اس کا عشق بڑا ہمائے ہے جس [illegible] جیسا ہی حاصل ہے۔
۶ چونکہ عاشقوں کا رتبہ اونچا ہے اسی وجہ سے اس کے بلند قد کے عاشق ہیں۔
۷ نسیمِ سحری میں عنبر کی خوشبو اسی وجہ سے ہے کہ معشوق گذرا ہے۔
۸ حافظ کے کلام کی بلندی اسی وجہ سے ہے کہ وہ تیرے بلند قد کی تعریف کرتا ہے۔
۹ موسمِ بہار میں بلبل اس لیے چہکتی ہے کہ پھول جام بکف ہے۔

بخواه دفتر اشعار و رو بصحرا کن
اشعار کا دفتر لے لے اور جنگل کا رخ کر
چه وقت مدرسه و بحث کشف کشاف ست
مدرسہ اور کشف و کشاف کی بحث کا کیا وقت ہے

فقیه مدرسه دی مست بود و فتوی داد
مدرسہ کا فقیہ کل مست تھا اور اس نے فتویٰ دے دیا
که می حرام ولی به ز مال اوقاف ست
کہ شراب حرام ہے، لیکن اوقاف کے مال سے تو بہتر ہے

بدرد و صاف ترا حکم نیست دم درکش
تلچھٹ اور صاف کے فیصلہ کا تجھے حق نہیں خاموش رہ
که هر چه ساقی ما ریخت عین الطاف ست
اس لیے کہ ہمارے ساقی نے جو کچھ ڈالدیا ہے اسکی عین مہربانی ہے

ببر ز خلق و ز عنقا قیاس کار بگیر
لوگوں سے علیحدہ ہو جا اور کام کو عنقا پر قیاس کر لے
که صیت گوشه نشینان ز قاف تا قاف ست
کہ گوشہ نشینوں کا آوازہ قاف سے قاف تک ہے

حدیث مدعیان و خیال همکاران
ڈینگیں مارنے والوں کی بات اور اپنے کام میں لگے ہوؤں کا خیال
همان حکایت زردوز و بوریاباف ست
وہی زردوز اور بوریا بننے والے کا قصہ ہے

خموش حافظ و این نکته های چون زر سرخ
اے حافظ چپ رہ اور ان نکتوں کو جو سرخ سونے کی طرح ہیں
نگاهدار که قلاب شهر صراف ست
محفوظ رکھ اس لئے کہ شہر کا دغاباز صراف ہے

کس نیست که افتاده آن زلف دوتا نیست
کوئی نہیں ہے جو اس دوہری زلف میں پھنسا ہوا نہیں ہے
در رهگذری کیست که دامی ز بلا نیست
کوئی ایسا راستہ نہیں جہاں مصیبت کا جال نہیں ہے

روی تو مگر آینه لطف الهی ست
تیرا چہرہ، شاید لطف الٰہی کا آئینہ ہے
حقا که چنین ست و درین روی و ریا نیست
یقیناً ایسا ہی ہے، اور اس میں کوئی رو و رعایت نہیں ہے

زاهد دهدم توبه ز روی تو زهی روی
زاہد مجھے تیرے چہرے سے توبہ کراتا ہے کیا منہ ہے
هیچش ز خدا شرم و ز روی تو حیا نیست
اس کو خدا سے ذرا بھی شرم اور تیرے چہرے سے حیا نہیں ہے

نرگس طلبد شیوه چشم تو زهی چشم
نرگس تیری آنکھ کی ادا چاہتی ہے۔ کیا آنکھ ہے
مسکین خبرش از سر و در دیده حیا نیست
بیچاری کو راز کی خبر نہیں ہے اور آنکھ میں شرم نہیں ہے

از بهر خدا زلف میارای که ما را
خدا کے لئے زلف نہ سنوار کہ ہمارے لئے
شب نیست که صد عربده با باد صبا نیست
کوئی ایسی رات نہیں ہے جس میں باد صبا سے سو لڑائیاں نہیں ہیں

باز آی که بی روی تو ای شمع دل افروز
اے دل کو روشن کرنے والی شمع پھر آجا اس لئے کہ تیرے چہرے بدون
در بزم حریفان اثر نور و ضیا نیست
دوستوں کی مجلس میں نور اور روشنی کا نشان بھی نہیں ہے

ای شمع سحر گریه بحال من و خود کن
اے صبح کی شمع! اپنے اور میرے حال پر گریہ کر
کین سوز نهانی که مرا هست ترا نیست
اس لیے کہ جو چھپی جلن مجھ میں ہے، تجھ میں نہیں ہے

دی میشد و گفتم صنما عهد بجا آر
کل وہ چلا، اور میں نے کہا اے صنم! عہد پورا کر
گفتا غلطی خواجه درین عهد وفا نیست
وہ بولا اے خواجا غلط ہے اس زمانہ میں وفا نہیں ہے

تیمار غریبان سبب ذکر جمیل ست
پردیسیوں کی خاطر تواضع اچھی شہرت کا سبب ہے
جانان مگر این قاعده در شهر شما نیست
جاناں شاید تمہارے شہر میں، یہ قاعدہ نہیں ہے

[1] لطف اندوزی کا وقت ہے بحث و تحقیق کا وقت نہیں ہے۔ کشف کشاف مشہور کتابیں ہیں
[2] خود تو شراب پیتا ہے اور اوقاف کے مال کو خورد برد کر رہا ہے اور شراب کی حرمت کا فتویٰ دے رہا ہے۔
[3] انسان اپنی اچھائی برائی کو نہیں جان سکتا ہے
[4] یہ خیال تھا کہ کوہ قاف دنیا کے گرد گھوما ہوا ہے، ز قاف تا قاف کے معنی وہی ہیں جو از مشرق تا مغرب کے ہیں یعنی عنقا کی شہرت اور قدر اسی وجہ سے ہے کہ وہ آبادیوں سے دور ہے۔
[5] مدعیوں کے کلام اور ہمارے خیالات میں وہی نسبت ہے جو زردوز اور بوریا باف میں ہے۔
[6] جبکہ شہر کا دغاباز صراف بنا بیٹھا ہے تو اس کو سونا دینا بیوقوفی ہے۔
[7] زاہد کا توبہ کو کہنا بے شرمی اور بے حیائی پر مبنی ہے۔
[8] نرگس معشوق کی آنکھوں کی ریس کرنا چاہتی ہے
[9] چونکہ باد صبا زلف کو پریشان کرتی ہے۔

چوں چشمِ تو دل می برد از گوشہ نشیناں
جبکہ تیری آنکھ، گوشہ نشینوں کا دل چھین لے جاتی ہے

دنبالِ تو بودن گنہ از جانبِ ما نیست
تو تیرے پیچھے لگنا، ہمارا گناہ نہیں ہے

گر پیرِ مغاں مرشدِ ما شد چہ تفاوت
اگر ہمارا پیر، پیرِ مغاں ہو گیا، تو کیا فرق پڑا

در ہیچ سرے نیست کہ سرّے ز خدا نیست
کوئی ایسا سر نہیں ہے، جس میں خدائی راز نہیں ہے

گفتن برِ خورشید کہ من چشمۂ نورم
خورشید کے سامنے یہ کہنا، کہ میں نور کا چشمہ ہوں

دانند بزرگاں کہ سزاوارِ سُہا نیست
بزرگ جانتے ہیں کہ سہا کے لئے مناسب نہیں ہے

عاشق چہ کند گر نخورد تیرِ ملامت
اگر ملامت کا تیر نہ کھائے، تو عاشق کیا کرے

با ہیچ دلاور سپرِ تیرِ قضا نیست
قضا کے تیر کی ڈھال کسی بہادر کے پاس نہیں ہے

در صومعۂ زاہد و در خلوتِ عابد
زاہد کے صومعہ میں، اور عبادت گزار کی خلوت میں

جز گوشۂ ابروئے تو محرابِ دعا نیست
تیرے ابرو کے گوشہ کے سوا دعا کی کوئی محراب نہیں ہے

اے چنگ فرو بردہ بخونِ دلِ حافظ
اے حافظ کے دل کے خون میں پنجہ گھسائے ہوئے

فکرت مگر از عزتِ قرآن خدا نیست
شاید تجھے خدا کے قرآن کی عزت کی فکر نہیں ہے

کنوں کہ میدمد از بوستاں نسیمِ بہشت
اب جبکہ باغ سے بہشت کی ہوا آ رہی ہے

من و شرابِ فرح بخش و یارِ حور سرشت
میں ہوں، اور فرحت بخش شراب ہے، اور حور طبیعت دوست

چمن حکایتِ اُردی بہشت میگوید
چمن اُردی بہشت (مہینہ) کا قصہ بیان کر رہا ہے

نہ عاقل ست کہ نسیہ خرید و نقد بہشت
وہ عقلمند نہیں ہے جس نے ادھار پسند کیا اور نقد کو چھوڑ دیا

بمے عمارتِ دل کن کہ ایں جہانِ خراب
شراب سے دل کی تعمیر کر، کیونکہ یہ ویران دنیا

در آں سرست کہ از خاکِ ما بسازد خشت
اس خیال میں ہے کہ ہماری مٹی سے اینٹیں بنائے

وفا مجوی ز دشمن کہ پرتوے ندہد
دشمن سے وفا نہ تلاش کر اس لیے کہ روشنی نہیں دیتی ہے

چو شمعِ صومعہ افروزی از چراغِ کنشت
جبکہ تو عبادت خانہ کی شمع کو بتخانے کے چراغ سے روشن کرے

مکن بنامہ سیاہی ملامتِ منِ مست
اعمالنامہ کی سیاہی پر مجھ دیوانہ کو ملامت نہ کر

کہ آگہ است کہ تقدیر بر سرش چہ نوشت
کون باخبر ہے کہ تقدیر نے اس کے مقدر میں کیا لکھا ہے؟

گدا چرا نزند لافِ سلطنت امروز
آج فقیر، سلطنت کی ڈینگیں کیوں نہ مارے

کہ خیمہ سایۂ ابر است و بزمگہ لبِ کشت
جبکہ ابر کا سایہ خیمہ ہے اور کھیتی کا کنارہ مجلس ہے

قدم دریغ مدار از جنازۂ حافظ
حافظ کے جنازے سے، قدم نہ روک

کہ گرچہ غرقِ گناہ ست میرود بہ بہشت
اس لئے کہ اگرچہ گناہ میں ڈوبا ہے بہشت میں جا رہا ہے

گل در بر و مے در کف و معشوقہ بکام ست
پھول بغل میں اور شراب ہاتھ میں اور معشوق منشا کے مطابق ہے

سلطانِ جہانم بچنیں روز غلام ست
ایسے دن میں دنیا کا بادشاہ بھی میرا غلام ہے

---

۱ ہمارا گناہ نہیں ہے بلکہ تیری آنکھوں کا قصور ہے۔
۲ میرے معشوق کے سامنے حسن کا دعویٰ ایسا ہی ہے جیسا کہ سہا ستارے کا دعویٰ سورج کے مقابلہ میں۔
۳ دعا مانگنے کی محراب صرف تیری ابروؤں کی محراب ہے۔
۴ حافظ قرآن کی تو عزت کی جاتی ہے۔
۵ جبکہ چمن میں اُردی بہشت کا لطف ہے اور وہ موجود ہے تو اب آخرت کی جنت کے خیال سے اس کو چھوڑنا بیوقوفی ہے۔
۶ جب انسان مر کر مٹی میں مل جاتا ہے تو اس مٹی کی اینٹیں بنائی جاتی ہیں۔
۷ دشمن سے وفا کی امید ایسا ہی ہے جیسے عبادت خانہ کی شمع بتخانہ کے چراغ سے روشن کی جائے۔
۸ آزاد انسان کے لئے ابر کا سایہ اور کھیت کا کنارہ سلطنت سے کم نہیں ہے۔

گو شمع میارید دریں بزم که امشب
کہہ دو اس مجلس میں شمع نہ لاؤ اس لئے کہ آج کی رات
در مجلسِ ما ماہِ رخِ دوست تمام ست
ہماری مجلس میں دوست کے رخ کا مکمل چاند ہے

در مذہبِ ما بادہ حلال ست ولیکن
ہمارے مذہب میں شراب حلال ہے لیکن
بے روئے تو اے سروِ گل اندام حرام ست
اے پھول جیسے جسم والے سروِ قد تیرے چہرے کے بغیر حرام ہے

گوشم ہمہ بر قولِ نے و نغمۂ چنگ است
میرا کان پوری طرح بانسری کی آواز اور ستار کے گانے پر ہے
چشمم ہمہ بر لعلِ لب و گردشِ جام است
میری آنکھیں پورے طور پر لعل جیسے ہونٹ اور جام کی گردش پر ہیں

در مجلسِ ما عطر میامیز کہ جاں را
ہماری مجلس میں عطر نہ چھڑک اس لئے کہ جان کے لئے
ہر لحظہ ز گیسوئے تو خوشبوئے مشام ست
ہر لحظہ تیرے گیسو سے دماغ معطر ہے

از چاشنیِ قند مگو ہیچ و ز شکر
قند، اور شکر کی شیرینی کی کچھ بات نہ کر
زاں رو کہ مرا بالبِ شیرینِ تو کام ست
اس لئے کہ میرا مقصد تیرے شیریں ہونٹ سے ہے

تا گنجِ غمت در دلِ ویرانہ مقیم ست
جب سے ویرانہ دل میں تیرے غم کا خزانہ مقیم ہے
پیوستہ مرا کنجِ خرابات مقام ست
ہمیشہ، خرابات کا گوشہ، میرا مقام ہے

از ننگ چہ گوئی کہ مرا نام ز ننگ ست
ذلت کی بات کیا کہتا ہے میری شہرت ہی ذلت سے ہے
وز نام چہ پرسی کہ مرا ننگ ز نام ست
شہرت کے بارے میں کیا پوچھتا ہے شہرت سے ہی میری ذلت ہے

میخوارہ و سرگشتہ و رندیم و نظر باز
ہم شراب خوار اور سرپھرے اور رند اور نظر باز ہیں
وانکس کہ چو ما نیست دریں شہر کدام ست
جو ہم جیسا نہیں ہے وہ اس شہر میں کون ہے؟

با محتسبم عیب مگوئید کہ او نیز
محتسب سے میرا عیب نہ بیان کرو اس لئے کہ وہ بھی
پیوستہ چو ما در طلبِ عیشِ مدام ست
ہمیشہ ہماری طرح دائمی عیش کی طلب میں ہے

حافظ منشیں بے مے و معشوقہ زمانے
اے حافظ تھوڑی دیر کے لئے بھی بغیر شراب و معشوق کے نہ بیٹھ
کایامِ گل و یاسمن و عیدِ صیام ست
کیونکہ پھول اور یاسمین، اور روزوں کی عید کا زمانہ ہے

گر ز دستِ زلفِ مشکینت خطائے رفت رفت
اگر تیری مشکیں زلف کے ہاتھ سے غلطی ہوئی، ہوئی
ور ز ہندوئے شما بر ما جفائے رفت رفت
اگر تمہارے تل سے ہم پر ستم ہوا، ہوا

برقِ عشق ار خرمنِ پشمینہ پوشے سوخت سوخت
اگر عشق کی بجلی نے صوفی پوش کا کھلیان جلا دیا، جلا دیا
جورِ شاہِ کامراں گر بر گدائے رفت رفت
اگر ایک گدا پر، فتح یاب بادشاہ کا ظلم ہوا، ہوا

گر دلے از غمزۂ دلدار بارے برد برد
اگر کسی دل نے دلدار کی ادا سے تکلیف اٹھائی، اٹھائی
ور میانِ جان و جاناں ماجرائے رفت رفت
اگر جان اور جاناں میں کچھ قصہ ہوا، ہوا

در طریقت رنجشِ خاطر نباشد مے بیار
طریقت میں رنجشِ خاطر نہیں ہوتی، شراب لا
ہر کدورت را کہ بینی چوں صفائے رفت رفت
جس کدورت کو تو دیکھے جب صفائی ہوئی وہ دور ہوگئی

عشقبازی را تحمل باید اے دل پایدار
اے دل، عشقبازی کے لیے تحمل برد باری چاہیے
گر بلائے بود بود و گر خطائے رفت رفت
اگر کوئی مصیبت تھی، تھی اگر کوئی خطا ہوئی، ہوئی

ے دوست کے رخ کے ہوتے ہوئے شمع کی ضرورت نہیں ہے۔
ے جب معشوق سامنے نہ ہو تو بادہ نوشی بیکار ہے۔
ے معشوق کی وجہ سے مجلس معطر ہے عطر کی ضرورت نہیں ہے۔
ے لب معشوق کی شیرینی ذکر کا سبب ہے۔ قند اور شکر کی۔
ے میرا ننگ سے نام ہے اور نام سے میرا ننگ ہے۔
ے تمام شہر اور محتسب ہماری طرح ہیں۔
ے زلف کی غلطی در گزر کرنے کے قابل ہے۔
ے صفائی ہو جانے کے بعد کدورت ختم ہو جانی چاہیے۔
ے عشق میں مصیبت اور غم کی پرواہ نہ کرنی چاہیے۔

از سخن چیناں ملالتہا پدید آید ولے
نکتہ چینوں کی وجہ سے رنج ظاہر ہوتے ہیں، لیکن

چوں میانِ ہمنشیناں ماجرائے رفت رفت
جب ہم نشینوں میں بات ختم ہوئی، ختم ہوئی

عیب حافظ گو مکن زاہد کہ رفت از خانقاہ
زاہد سے کہہ دو، حافظ پر عیب نہ لگا کہ وہ خانقاہ سے چلا گیا

پائے آزاداں چہ بندی گر بجائے رفت رفت
آزاد لوگوں کے پیر تو کب باندھتا ہے اگر کسی جگہ چلا گیا، چلا گیا

لعلِ سیراب بخوں تشنہ لبِ یارِ من ست
سیر لب لعل، خون کا پیاسا، میرے یار کا ہونٹ ہے

از پئے دیدنِ او دادنِ جاں کارِ من ست
اس کے دیکھنے کی خاطر جان دے دینا میرا کام ہے

شرم زاں چشمِ سیہ بادش و مژگانِ دراز
ان کالی آنکھوں اور لمبی پلکوں سے اس کو شرم آنی چاہیے

ہر کہ دل بردنِ او دید و در انکارِ من ست
جس نے اسکے اچانک دل لینے کو بھی دیکھا اور مجھ پر انکار کرتا ہے

ساربان رخت بدروازہ مبر کاں سرِ کو
اے ساربان دروازہ پر سامان نہ لیجا اس لئے کہ اس پہاڑ کے موڑ پر

شاہراہیست کہ منزلگہِ دلدارِ من ست
وہ شاہراہ ہے جو میرے دلدار کی قیام گاہ ہے

بندۂ طالعِ خویشم کہ دریں قحطِ وفا
میں تو اپنے نصیب کا غلام ہوں کہ اس وفا کے قحط میں

عشقِ آں لولیِ سرمست خریدارِ من ست
اس شوخ سرمست کا عشق میرا خریدار ہے

طبلۂ عطرِ گل و درجِ عبیر افشانش
گلاب کی ڈبیہ اور اسکا عبیر چھڑکنے والا ڈبہ

فیضِ یک شمہ ز بوئے خوشِ عطارِ من ست
میرے عطار کی عمدہ خوشبو کا تھوڑا سا فیض ہے

باغباں ہمچو نسیمم ز درِ خویش مراں
اے باغباں! مجھے نسیم کی طرح اپنے دروازہ سے نہ بھگا

کآبِ گلزارِ تو از اشکِ چو گلنارِ من ست
اس لیے کہ تیرے گلستاں کی رونق میرے گلنار جیسے آنسوؤں کی ہے

شربتِ قند و گلاب از لبِ یارم فرمود
میرے لئے معشوق کے ہونٹ کا شربتِ قند و گلاب تجویز کیا ہے

نرگسِ او کہ طبیبِ دلِ بیمارِ من ست
اس کی آنکھ نے جو میرے بیمار دل کا طبیب ہے

آنکہ در طرزِ غزل نکتہ بہ حافظ آموخت
جس نے غزل کی طرز میں حافظ کو نکتہ سکھایا ہے

یارِ شیریں سخنِ نادرہ گفتارِ من ست
وہ میرا نادر گفتار، میٹھی گفتگو والا یار ہے

مطلبِ طاعت و پیمانِ درست از من مست
مجھ مست سے صحیح اطاعت، اور عہد نہ چاہ

کہ بہ پیمانہ کشی شہرہ شدم روزِ الست
میں الست کے دن سے شراب نوشی میں مشہور ہوں

من ہماندم کہ وضو ساختم از چشمۂ عشق
میں نے اسی وقت جب سے کہ عشق کے چشمہ سے وضو کیا

چار تکبیر زدم یکسرہ بر ہر چہ کہ ہست
ہر موجود پر، چار تکبیریں پڑھ دی ہیں

مے بدہ تا دہمت آگہی از سرِ قضا
شراب دے تاکہ تجھے قضائے خداوندی کا راز بتا دوں

کہ بروئے کہ شدم عاشق و بر بوئے کہ مست
کہ میں کس کے چہرے پر عاشق ہوا ہوں اور کس کی خوشبو سے مست ہوں

کمرِ کوہ کم ست از کمرِ مور اینجا
اس جگہ، پہاڑ کی کمر چیونٹی کی کمر سے کم ہے

نا امید از درِ رحمت مشو اے بادہ پرست
اے بادہ پرست رحمت کے دروازے سے نا امید نہ ہو

ا؎ دوستوں کا گلا شکوہ ختم ہو جانا چاہیے۔
۲؎ جو دلبری کو دیکھ رہا ہے، اور مجھ پر طعنہ زنی کرتا ہے اسکو ان آنکھوں سے شرم آنی چاہیے۔
۳؎ یہ میری خوش نصیبی ہے کہ اس جیسے معشوق کا عشق میرا خریدار بنا ہے۔
۴؎ چونکہ گلزار کی رونق میرے آنسوؤں سے ہے اس لئے مجھے دھتکار۔
۵؎ اس کی آنکھ نے جو کہ میری طبیب ہے میرے مرض کا علاج اس کے ہونٹ کے شربتِ گلقند سے تجویز کیا ہے۔
۶؎ جب سے میں نے عشق اختیار کیا ہے ہر چیز کے جنازہ کی نماز پڑھ دی ہے یعنی تمام دنیا سے بے تعلق ہو گیا ہوں۔
۷؎ رحمتِ حق کے سامنے پہاڑ جیسا گناہ بھی بے حقیقت ہے۔

جاں فدائے دہنت باد کہ در باغِ نظر
تیرے منہ پر جان قربان ہو اس لئے کہ نگاہ کے باغ میں

چمن آرائے جہاں خوشتر ازیں غنچہ نہ بست
دنیا کے چمن کے سنوارنے والے نے اس سے بہتر غنچہ نہیں بنایا

بجز آں نرگسِ مستانہ کہ چشمش مرساد
اس مستانہ نرگس کے علاوہ خدا کرے اس کو نظر نہ لگے

زیرِ ایں طارمِ فیروزہ کسے خوش ننشست
اس نیلے بالا خانہ کے نیچے کوئی آرام سے نہیں بیٹھا

حافظ از دولتِ عشقِ تو سلیمانی یافت
تیرے عشق کی دولت سے، حافظ نے سلیمانی پائی

یعنی[1] از وصلِ تواش نیست بجز باد بدست
یعنی تیرے وصل سے اس کے ہاتھ میں ہوا کے سوا کچھ نہیں ہے

مرحبا اے پیکِ مشتاقاں بدہ پیغامِ دوست
خوش آمدید اے عاشقوں کے قاصد دوست کا پیغام دے

تا کنم جاں از سرِ رغبت فدائے نامِ دوست
تاکہ میں رغبت سے دوست کے نام پر جان قربان کر دوں

والہ و شیداست دائم ہمچو بلبل در قفس
ہمیشہ دیوانہ اور عاشق ہے قفس میں بلبل کی طرح

طوطیِ[2] طبعم ز شوقِ شکر و بادامِ دوست
میری طبیعت کی طوطی دوست کے بادام اور شکر کے شوق میں

زلفِ[3] او دام است و خالش دانۂ آں دام و من
اس کی زلف جال ہے اور اس جال کا دانہ اس کا تل ہے اور میں

بر امیدِ دانۂ افتادم اندر دامِ دوست
دانہ کی امید میں، دوست کے جال میں پھنس گیا ہوں

سر ز مستی بر نگیرد تا بہ صبحِ روزِ حشر
حشر کے دن کی صبح تک مستی سے سر نہیں اٹھا سکتا

ہر کہ چوں من در ازل یک جرعہ خورد از جامِ دوست
ہر وہ شخص جس نے میری طرح ازل میں دوست کے جام سے ایک گھونٹ لیا

من[4] نوشتم نامۂ از شرحِ حالِ خود و لے
میں نے اپنی حالت کی تفصیل کا ایک خط لکھا ہے لیکن

دردِ سر باشد نمودن بیش ازیں ابرامِ دوست
اس سے زیادہ اصرار کرنا دوست کے لئے دردِ سر ہوگا

میلِ[5] من سوئے وصال و قصدِ او سوئے فراق
میرا میلان وصال کی طرف ہے اور اس کا ارادہ فراق کی جانب ہے

ترکِ کامِ خود گرفتم تا بر آید کامِ دوست
میں نے اپنے مقصد کو چھوڑ دیا ہے تاکہ دوست کا مقصد پورا ہو جائے

گر دہد دستم کشم در دیدہ ہمچوں توتیا
اگر موقع مل جائے تو آنکھ میں توتیا کی طرح لگا لوں

خاکِ راہے کاں مشرف گردد از اقدامِ دوست
اس راستہ کی خاک کو جو دوست کے قدموں سے مشرف ہوئی ہے

حافظ اندر دردِ او می سوز و بے درماں بساز
اے حافظ اس کے درد اور غم میں جلتا رہ، اور علاج نہ کر

زانکہ درمانے ندارد دردِ بے درمانِ دوست
اس لئے کہ دوست کے لاعلاج درد کا کوئی علاج نہیں ہے

منم کہ گوشۂ میخانہ خانقاہِ من ست
میں ہوں کہ شراب خانہ کا گوشہ، میری خانقاہ ہے

دعائے پیرِ مغاں وردِ صبحگاہِ من ست
پیرِ مغاں کو دعا دینا، میرا صبح کا وظیفہ ہے

گرم ترانہ و چنگ و صبوح نیست چہ باک
اگر میرے پاس گانا اور ستارا اور صبح کی شراب نہیں ہے تو کیا پرواہ ہے

نوائے من بسحر آہِ عذر خواہِ من ست
میری آواز صبح کے وقت میری عذر خواہ آہ ہے

ز[6] پادشاہ و گدا فارغم بحمد اللہ
خدا کا شکر ہے کہ میں بادشاہ اور فقیر سے بے نیاز ہوں

گدائے خاکِ درِ دوست پادشاہِ من ست
دوست کے دروازے کی خاک کا فقیر میرا بادشاہ ہے

---

[1] حضرت سلیمان کا ہوا پر قبضہ تھا اسی طرح میرے ہاتھ میں ہوا ہے۔

[2] طوطی کو شکر اور بادام کھلائے جاتے ہیں۔

[3] زلف کو جال اور تل کو اس جال کا دانہ قرار دیا ہے۔

[4] میں نے صرف اپنی حالت لکھ دی ہے، زیادہ پر اصرار مناسب نہیں ہے۔

[5] معشوق کی خواہش پر اپنی خواہش قربان کر دینا عین کمال ہے۔

[ ] یعنی اگر حال و قال میسر نہیں ہے تو بے صبح کی آہیں کافی ہیں۔

[6] دنیاوی لوگوں سے میرا کوئی تعلق نہیں ہے اور یہ حالت موجب حمد ہے۔

غرض ز مسجد و میخانہ ام وصالِ شماست — جز ایں خیال ندارم خدا گواہِ من ست
مسجد و میخانہ سے میرا مقصود تمہارا وصال ہے — اس کے سوا میرا کوئی خیال نہیں ہے خدا میرا گواہ ہے

مرا گدائے تو بودن ز سلطنت خوشتر — کہ ذُلِّ جور و جفائے تو عزّ و جاہِ من ست
میرے لیے تیرا فقیر ہونا سلطنت سے زیادہ اچھا ہے — اس لئے کہ تیرے ظلم اور جفا کی ذلت میری عزت اور جاہ ہے

مگر بہ تیغِ اجل خیمہ بر کنم ورنہ — رمیدن از درِ دولت نہ رسم و راہِ من ست
شاید موت کی تلوار سے خیمہ اٹھالوں، ورنہ — درِ دولت سے بھاگنا میری رسم و راہ نہیں ہے

ازاں زماں کہ بر آں آستاں نہادم رُوی — فرازِ مسندِ خورشید تکیہ گاہِ من ست
جب سے میں نے اس آستانہ پر منہ رکھا ہے — خورشید کی مسند کی بلندی، میری تکیہ گاہ ہے

کلاہِ دولتِ خسرو کجا بچشم آید — کہ خاکِ کوئے شما عزّتِ کلاہِ من ست
خسرو کی دولت کی ٹوپی، میری نگاہ میں کیا آسکتی ہے؟ — جبکہ تمہارے کوچہ کی خاک میری ٹوپی کی عزت ہے

گناہ اگرچہ نبود اختیارِ ما حافظ
اے حافظ! اگرچہ گناہ ہمارے اختیار میں نہ تھا
تو در طریقِ ادب کوش و گو گناہِ من ست
تو ادب کا طریقہ اختیار کر، اور کہہ کہ خطا میری ہے

ماہم ایں ہفتہ شد از شہر و بچشمم سالیست — حالِ ہجراں تو چہ دانی کہ چہ مشکل حالیست
میرا چاند اسی ہفتہ شہر سے رخصت ہوا ہے، اور میری نگاہ میں ایک سال ہے — ہجر کے حال کو تو کیا جانے کہ کس قدر مشکل حال ہے

مردمِ دیدہ ز لطفِ رخِ او در رخِ او — عکسِ خود دید و گماں کرد کہ مشکیں خالیست
رخسار کی پاکیزگی کی وجہ سے اس کے رخسار میں آنکھ کی پتلی نے — اپنا عکس دیکھ لیا اور یہ سمجھ لیا کہ کالا تل ہے

ایکہ انگشت نمائی بکرم در ہمہ شہر — وہ کہ در کارِ غریباں عجبت اہمالیست
اے وہ! کہ تو تمام شہر میں سخاوت میں مشہور ہے — واہ، غریبوں کے کام میں تیری عجب سستی ہے

میچکد شیر ہنوز از لبِ ہمچوں شکرش — گرچہ در عشوہ گری ہر مژہ اش قتالیست
اس کے شکر جیسے ہونٹ سے اب تک دودھ ٹپکتا ہے — اگرچہ ناز و ادا دکھانے میں اس کی ہر پلک قاتل ہے

بعد ازینم نبود شائبہ در جوہرِ فرد — کہ دہانِ تو دریں نکتہ خوش استدلالیست
اس کے بعد جزو لایتجزّی میں مجھے کوئی شک نہ ہوگا — کہ تیرا منہ اس معاملہ میں بہترین استدلال ہے

مژدہ دادند کہ بر ما گذرے خواہی کرد — نیتِ خیر مگرداں کہ مبارک فالیست
لوگوں نے خوشخبری دی ہے کہ تو ہمارے پاس سے ہوکر گزرے گا — بہتر نیت کو نہ بدل کہ اچھی فال ہے

کوہِ اندوہِ فراقت بچہ حیلت بکشد
تیرے فراق کا پہاڑ، کس طور پر کھینچے
حافظِ خستہ کہ از نالہ تنش چوں نالیست
کمزور حافظ کہ آہ و زاری کی وجہ سے اس کا بدن نرکل کی طرح ہے

ما را ز خیالِ تو چہ پروائے شراب ست — خم گو سرِ خود گیر کہ خمخانہ خراب است
تیرے خیال کی وجہ سے اب ہمیں شراب کی کیا پرواہ ہے — مٹکے سے کہہ دو اپنا راستہ لے کہ شراب خانہ برباد ہے

ے اور دولت سے ہرگز ہی اٹھوں گا۔
ے جب سے تمہارے آستانہ پر سر دھرا ہے مجھے انتہائی بلندی حاصل ہوگئی ہے۔
ے حافظ کا یہ شعر جبر و قدر کے مسئلے میں بہت مادر نجا شعر ہے یعنی اگرچہ ہم اپنے اختیار سے گناہ کبھی نہیں کرتے ہیں لیکن ادب کا تقاضہ ہے کہ گناہوں کو اپنی طرف منسوب کریں۔
ے فراق کا ایک ہفتہ سال کی برابر ہے۔
ے معشوق کا رخ اسقدر شفاف ہے کہ آئینہ کی طرح آنکھیں دیکھنے والے کی پتلی نظر آجاتی ہے جس پر یہ گمان ہوتا ہے کہ وہ معشوق کے رخ کا تل ہے۔
ے یعنی معشوق کم سن ہے۔
ے جوہر فرد یعنی وہ جو تقسیم نہ ہوسکے حکماء میں یہ بحث ہے کہ کوئی جزو ایسا ہوسکتا ہے کہ جس کی تقسیم نہ ہوسکے یا نہیں ہوسکتا بعض حکماء کہتے ہیں کہ ایسا جزو موجود ہے جس کی تقسیم نہیں ہوسکتی حافظ صاحب کہتے ہیں کہ میرے معشوق کا منہ اس قدر چھوٹا ہے کہ اس کی تقسیم نہیں ہوسکتی ہے لہٰذا اس کا منہ ان لوگوں کیلئے بہترین دلیل ہے جو اس بات کے قائل ہیں کہ ایسا جزو ہے۔

ے موجود ہے جو ناقابل تقسیم ہے ے نال اس لئے کو کہا جاتا ہے جو نٹ کی اندر کی نال میں پیدا ہوتا ہے ے یعنی اب ہم [illegible] کے تصور سے مست ہیں شراب کی ضرورت نہیں ہے۔

گر خمر بہشت است بریزید کہ بے دوست
خود بہشت کی شراب ہے بہادو اس لئے کہ دوست بدول

ہر شربتِ عذبم کہ دہی عینِ عذاب است
ہر جو بھی میٹھا شربت تو دے، عین عذاب ہے

افسوس کہ شد دلبر و در دیدۂ گریاں
افسوس! کہ دلبر چلا گیا، اور روتی آنکھوں میں

تحریرِ خیالِ خطِ او نقش برآب است
اس کے خط کے خیال کی تحریر، پانی پر نقش ہے

بیدار شو اے دیدہ کہ ایمن نتواں بود
اے آنکھ ہوشیار ہو جا اس لئے کہ مطمئن نہیں ہوا جا سکتا

زیں سیل دمادم کہ دریں منزلِ خواب است
اس مسلسل بہاؤ سے جو اس خواب گاہ میں ہے

معشوقہ عیاں میگذرد بر تو ولیکن
تیرے سامنے سے معشوقہ کھلم کھلا گذر رہی ہے لیکن

اغیار ہمی بیند ازاں بستہ نقاب است
غیر چونکہ دیکھ رہے تھے اس لئے نقاب باندھے ہوئے ہے

گل بر رخِ رنگینِ تو تا لطفِ عرق دید
پھول نے جب سے تیرے رنگین رخ پر پسینہ کی لطافت دیکھی ہے

در آتشِ رشک از غمِ دل غرقِ گلاب است
رشک کی آگ میں دل کے غم سے عرقِ گلاب میں غرق ہے

در بزمِ دل از روئے تو صد شمع برافروخت
دل کی محفل میں تیرے رُخ سے سو شمعیں روشن ہو گئیں

ویں طرفہ کہ بر روئے تو صد گونہ حجاب است
اور یہ تعجب ہے کہ تیرے رخ پر سو طرح کے پردے ہیں

سبز است در و دشت بیا تا نگذاریم
دروازہ اور جنگل سبز ہے آ، تاکہ نہ ہٹائیں

دست از سرِ آبے کہ جہاں جملہ سراب است
ہاتھ، پانی کے کنارے سے کہ تمام دنیا سراب ہے

در کنجِ دماغم مطلب جائے نصیحت
میرے دماغ کے گوشہ میں نصیحت کی جگہ، تلاش نہ کر

کایں حجرہ پر از زمزمۂ چنگ و رباب است
اس لئے کہ یہ حجرہ چنگ اور رباب کے نغمے پُر ہے

راہِ تو چہ راہ است کہ از غایتِ تعظیم
تیرا راستہ بھی کیا راستہ ہے کہ انتہائی بڑائی کی وجہ سے

دریائے محیطِ فلکش ہمچو حباب است
آسمان کا دریائے محیط اس کے لئے بلبلے جیسا ہے

بے روئے دل آرائے تو اے شمعِ دل افروز
دل کو آرائش دینے والے تیرے چہرے کے بغیر اے دل کو روشن کرنے والی شمع

دل رقص کناں بر سرِ آتش چو کباب است
آگ پر کباب کی طرح، دل رقص کر رہا ہے

حافظ چہ شد ار عاشق و رند است و نظر باز
کیا ہوا! اگر حافظ، عاشق، اور رند اور نظر باز ہے

بس طورِ عجب لازمِ ایامِ شباب است
بہت سے عجیب طریقے جوانی کے زمانے کا لازمہ ہیں

مارا ز آرزوئے تو پروائے خواب نیست
ہمیں تیری تمنا کی وجہ سے نیند کی پرواہ نہیں ہے

بے روئے دلفریبِ تو بودن ثواب نیست
تیرے دلفریب چہرے کے بغیر رہنا ثواب نہیں ہے

در دورِ چشمِ مستِ تو ہشیار کس ندید
تیری مست آنکھ کے دور میں کسی کو ہوشیار نہ دیکھا

کو دیدہ کز تصورِ چشمت بخواب نیست
وہ آنکھ کونسی ہے جو تیری آنکھ کے تصور سے نیند میں نہیں ہے

در ہر کہ بنگری بغمے از تو مبتلا است
تو جس کو بھی دیکھے تیرے کسی غم میں مبتلا ہے

یک دل ندیدہ ام کہ ز عشقت خراب نیست
میں نے ایک دل بھی نہیں دیکھا جو تیرے عشق میں تباہ نہیں ہے

ہر کو بدستِ عشقِ تو شد کشتہ بر درت
ہر وہ جو تیرے در پر، عشق کے ہاتھوں مارا گیا

او را در آں جناب سوال و جواب نیست
اس دربار میں اس سے کوئی سوال و جواب نہیں ہے

ے معشوق کے چلے جانے کے بعد اس کی تصویر اس پانی پر قائم ہے جو ہماری آنکھوں سے جاری ہے
ے تیرے رخ پر پسینے کی بوندیں دیکھ کر گلاب شرمندہ ہے۔
ے در و دشت سرسبز ہے اور پانی کا کنارہ ہے۔ اس پُر لطف مقام کو نہ چھوڑنا چاہئے۔
ے جس سر میں چنگ و رباب کا نغمہ سمایا ہو وہاں نصیحت کیسے کارگر ہو سکتی ہے
ے تیری راہ کی تعظیم کے لئے آسمان جھکا ہوا ہے۔
ے جوانی میں یہ باتیں ہوتی ہی ہیں
ے چشم مست کے تصور سے سب مدہوش ہیں۔
ے شہید عشق بلا حساب کتاب جنت میں جائیگا۔

حافظ چو زر بہ بوتہ در افتاد و تاب یافت
حافظ سونے کی طرح کٹھالی میں پڑا، اور تپا
عاشق نباشد آنکہ چو زر او بتاب نیست
وہ عاشق نہیں ہو سکتا، جو سونے کی طرح نہ تپا ہو

مدامم مست میدارد نسیم جعد گیسویت
تیرے گیسوے گھنگھریالے بالوں کی خوشبو مجھے ہمیشہ مست رکھتی ہے
خرابم میکند ہر دم فریب چشم جادویت
تیرے جادو کی آنکھ کا فریب، مجھے ہر دم تباہ کرتا ہے

پس از چندیں شکیبائی شبے یا رب توان دیدن
کس قدر صبر کے بعد اے خدا کسی رات کو دیکھا جا سکے گا
کہ شمع دیدہ افروزیم در محراب ابرویت
کہ ہم اپنی آنکھوں کی شمع تیرے ابرو کی محراب میں روشن کریں

سواد لوح بینش را عزیز از بہر آں دارم
میں روشنائی کی تختی کی سیاہی کو اس وجہ سے پیارا رکھتا ہوں
کہ جاں را نسخہ باشد ز نقش خال ہندویت
تاکہ تیرے سیاہ تل کے نقش سے جان کے لئے ایک نسخہ ہو

تو گر خواہی کہ جاویداں جہاں یکسو بیارائی
اگر تو چاہتا ہے کہ ساری دنیا کو ہمیشہ کے لیے سجا دے
صبا را گو کہ بردارد زمانے برقع از رویت
تو صبا کو کہہ دے کہ تھوڑی دیر کیلئے تیرے چہرے سے برقع اٹھا دے

وگر رسم فنا خواہی کہ از عالم براندازی
اگر تو موت کے رواج کو دنیا سے ختم کرنا چاہتا ہے
بیفشاں زلف تا ریزد ہزاراں جاں ز ہر مویت
زلف کو جھٹک دے تاکہ تیرے ہر بال سے ہزاروں جانیں بکھر پڑیں

من و باد صبا مسکیں دو سرگردان و بیحاصل
میں اور باد صبا، مسکین اور حیران اور بے نتیجہ ہیں
من از افسون چشمت مست و او از بوئے گیسویت
میں تیری آنکھ کے جادو سے مست اور وہ تیرے گیسو کی خوشبو سے مست ہے

من از لطف صبا دارم سپاس نکہت جاناں
میں صبا کی مہربانی سے معشوق کی خوشبو کا شکر گزار ہوں
وگرنہ کے گذر بودے سحرگاہاں ازیں سویت
ورنہ صبح کے وقت اس جانب تیرا کب گذر ہوتا

سواد دیدہ ہر وقتے بخون دل ہمی دیدم
میں آنکھ کی سیاہی کو ہر وقت دل کے خون میں دیکھتا تھا
عزیزش دارم ایں ساعت بیاد خال ہندویت
اب اس کو تیرے سیاہ تل کی یاد کی وجہ سے پیارا رکھتا ہوں

زہے ہمت کہ حافظ رفت از دنیا و از عقبیٰ
کیا خوب ہمت ہے کہ حافظ دنیا اور عقبیٰ سے گذر گیا
نیاید ہیچ در چشمش بجز خاک سر کویت
اس کی آنکھ میں بجز تیرے کوچہ کی خاک کے کچھ نہیں سماتا

مردم دیدۂ ما جز برخت ناظر نیست
ہماری آنکھ کی پتلی تیرے چہرے کے سوا دیکھنے والی نہیں ہے
دل سرگشتۂ ما غیر ترا ذاکر نیست
ہمارا دیوانہ دل تیرے سوا کسی کو یاد کرنے والا نہیں ہے

اشکم احرام طواف حرمت می بندد
میرے آنسو تیرے حرم کا طواف کرنے کے لئے احرام باندھتے ہیں
گرچہ از خون دل ریش دمے طاہر نیست
اگرچہ وہ زخمی دل کے خون کی وجہ سے تھوڑی دیر کے لئے بھی پاک نہیں ہے

بستۂ دام قفس باد چو مرغ وحشی
خدا کرے وحشی پرندے کی طرح پنجرے کے جال میں پھنسا ہے
طائر سدرہ اگر در طلبت سائر نیست
سدرہ کا پرندہ اگر وہ تیری طلب میں گھومنے والا نہیں ہے

عاشق مفلس اگر قلب دلش کرد نثار
مفلس عاشق نے اگر اپنا کھوٹا دل نثار کر دیا ہے
مکنش عیب کہ بر نقد روان قادر نیست
تو اسے عیب نہ لگا اس لئے کہ وہ چالو نقد پر قادر نہیں ہے

۱ آنکھ کی پتلی میں چونکہ تیری تصویر ہے اسی لئے وہ مجھے پیاری ہے۔
۲ محبوب کی رونمائی دنیا کی ابدی آرائش کا سبب ہے۔
۳ محبوب کی زلف میں اس قدر جانیں ہیں کہ اگر ان کو دنیا میں بکھیر دیا جائے تو پھر دنیا کا فنا ہونا ممکن نہ ہے۔
۴ میں معشوق کی آنکھوں سے مست ہوں اور باد صبا اس کی زلف کی خوشبو سے۔
۵ صبا سے احسان ہے کہ اس کی خوشبو مجھ تک پہونچا رہی ہے۔
۶ آنکھ کی پتلی سے مجھے دشمنی تھی لیکن چونکہ اس میں تیرے تل کی مشابہت ہے اس لئے اب محبت پیدا ہو گئی ہے۔
۷ حلال کی حرام پاکی کی حالت میں باندھا جاتا ہے۔
۸ یعنی حضرت جبرئیل علیہ السلام۔
۹ عاشق کے پاس کھوٹا دل ہی تھا وہ اس نے نثار کر دیا۔

عاقبت دست بداں سروِ بلندش برسد
انجام کار اس کے بلند سرو پر اس شخص کا ہاتھ پہنچ جائیگا

ہر کرا در طلبت ہمتِ او قاصر نیست
تیری طلب میں جس کی ہمت کوتاہ نہیں ہے

از رواں بخشی عیسیٰ نزنم پیش تو دم
میں تیرے سامنے حضرت عیسیٰ کے جان بخشنے کی بات نہیں کر سکتا

زانکہ در روح فزائی چو دمت قادر نیست
اس لیے کہ وہ روح کے بڑھانے میں تیرے دم کی طرح قادر نہیں ہے

منکہ از آتشِ سودائے تو آہے نزنم
میں جو کہ تیرے عشق کی آگ سے آہ بھی نہیں کرتا ہوں

کے تواں گفت کہ بر داغِ دلم صابر نیست
مجھے کیسے کہا جا سکتا ہے کہ دل کے داغ پر صابر نہیں ہے؟

روزِ اوّل کہ سرِ زلفِ تو دیدم گفتم
پہلے دن ہی جبکہ میں نے تیری زلف کا سرا دیکھا تو میں نے کہہ دیا

کہ پریشانی ایں سلسلہ را آخر نیست
کہ اس سلسلہ کی پریشانی کی انتہا نہیں ہے

سرِ پیوندِ تو تنہا نہ دلِ حافظ راست
تجھ سے تعلق کا خیال، صرف حافظ کے دل کو ہی نہیں ہے

کیست آں کش سرِ پیوندِ تو در خاطر نیست
وہ کون ہے جس کی طبیعت میں تجھ سے تعلق کا خیال نہیں ہے؟

مدتے شد کاتشِ سودائے او در جانِ ماست
ایک زمانہ گذرا کہ اس کے عشق کی آگ ہماری جان میں لگی ہے

وین تمنا بیں کہ دائم در دلِ ویرانِ ماست
اور اس تمنا کو دیکھو جو ہمیشہ ہمارے ویران دل میں ہے

مردمِ چشمم بخونابِ جگر غرقند زاں
میری آنکھ کی پتلیاں جگر کے خونی پانی میں اس لیے ڈوبی ہوئی ہیں

چشمۂ مہرِ رخش در سینۂ نالانِ ماست
کہ اس کے رخ کے آفتاب کا چشمہ ہمارے نالاں سینے میں ہے

آبِ حیواں قطرۂ از لعلِ ہمچوں شکرش
آبِ حیات اس کے شکر جیسے ہونٹ کا ایک قطرہ ہے

قرصِ خور عکسے ز روئے آں مہِ تابانِ ماست
آفتاب کی ٹکیہ ہمارے اس روشن چاند کے چہرے کا عکس ہے

تا نفخت فیہ من روحی شنیدم شد یقیں
جب سے میں نے نفخت فیہ من روحی سنا ہے یقین ہو گیا ہے

بر من ایں معنی کہ ما زانِ وے و او زانِ ماست
مجھے اس معنی کا کہ ہم اس کے ہیں، وہ ہمارا ہے

ہر دلے را اطلاعے نیست بر اسرارِ غیب
غیب کے رازوں کی، ہر دل کو خبر نہیں ہے

محرمِ ایں سرِ معنی دارِ علوی جانِ ماست
اس آسمانی بامعنی راز کو محرم، ہماری جان ہے

چند گوئی اے مذکر شرحِ دیں خاموش باش
اے واعظ! دین کی شرح کب تک کرے گا چپ رہ

دینِ ما در ہر دو عالم صحبتِ جانانِ ماست
دونوں جہاں میں ہمارا دین ہمارے معشوق کی صحبت ہے

حافظا تا روزِ آخر شکرِ ایں نعمت گزار
اے حافظ! قیامت تک اس نعمت کا شکر ادا کر

کاں صنم از روزِ اوّل دارو و درمانِ ماست
کہ وہ صنم پہلے روز سے، ہمارے درد کی دوا اور علاج ہے

میرِ من خوش میروی کاندر سر و پا میرمت
میرے سردار! تو کس قدر اچھا چلتا ہے کہ تیرے سر و پیر میں مرتا ہوں

ترکِ من خوش میخرامی پیشِ بالا میرمت
میرے محبوب! تو کیا اچھا ٹہلتا ہے تیرے قد پر میں مرتا ہوں

گفتہ بودی کے بمیری پیشِ من تعجیل چیست
تو نے کہا تھا میرے سامنے تو کب مرے گا، جلدی کیا ہے

خوش تقاضا میکنی پیشِ تقاضا میرمت
تو کس قدر پیارا تقاضا کرتا ہے تیرے تقاضے پر میں مرتا ہوں

ا حضرت عیسیٰ میں مردوں کو زندہ کرنے کی ایسی طاقت نہ تھی جیسی معشوق میں ہے۔
ا سرِ زلف کے عاشق کی پریشانی لاانتہا ہے۔
ا ویرانے کو سب چھوڑ دیتے ہیں لیکن تمنا ویران دل کو نہیں چھوڑتی ہے۔
ا چونکہ اس کے رخ کا آفتاب ہمارے سینے میں ہے اس لئے جگر سے خونی پانی بشکل آنسو ٹپکتا ہے۔
ا آبِ حیات اس کے ہونٹوں کے مقابلہ میں ہیچ ہے اور آفتاب اُس کے رُخ سے روشنی حاصل کر رہا ہے۔
ا "نفخت فیہ من روحی" یعنی ہم نے اپنی روح اس میں پھونکی ہے۔
ا ہمارا محبوب غیب کے بھید دل سے واقف ہے۔
ا ہم ازل سے اس پر عاشق ہیں۔
ا یہ انتہا تقاضا اس قدر حسین ہے کہ میں اس پر قربان ہو جاؤں۔

عاشقِ مہجور مخمورم بتِ ساقی کجاست
میں مجبور عاشق خمار میں ہوں، ساقی بت کہاں ہے؟

گو خراماں شو کہ پیشِ قدِّ رعنا میرمت
کہدو ٹہل ہی میں تیرے حسین قد پر مرتا ہوں

اے کہ عمرے شد کہ تا بیمارم از مژگانِ تو
اے وہ کہ ایک زمانہ گزر گیا ہے میں تیری پلکوں کا بیمار ہوں

تو نگاہے کن کہ پیشِ چشمِ شہلا میرمت
تو ایک نگاہ ڈالدے کہ تیری نرگسی آنکھ پر میں مرتا ہوں

گفتۂ لعلِ لبت ہم درد بخشد ہم شفا
تو نے کہا ہے ہونٹ تیرے لئے درد پیدا کرنے والا بھی ہے اور شفا دینے والا بھی

گاہ پیشِ درد و گہ پیشِ مداوا میرمت
میں کبھی درد پر، اور کبھی دوا پر مرتا ہوں

خوش خراماں میروی چشمِ بد از روئے تو دور
کس قدر اچھا ٹہلتا ہے، نظر بد تیرے چہرے سے دور ہے

دارم اندر سر خیالِ آنکہ در پا میرمت
میرے سر میں یہ خیال ہے کہ تیرے قدموں پر میں مر جاؤں

گرچہ جائے حافظ اندر خلوتِ وصلِ تو نیست
اگرچہ حافظ کی جگہ تیرے وصل کی خلوت میں نہیں ہے

اے ہمہ جائے تو خوش پیشِ تو ہر جا میرمت
اے وہ کہ تیری ساری جگہیں اچھی ہیں تیرے سامنے ہر جگہ مرتا ہوں

نمیدانم دلِ بلبل ز عشقِ روئے گل چونست
مجھے معلوم نہیں کہ بلبل کے دل کا چہرۂ گل کے عشق سے کیا حال ہے

دلے در غنچہ می بینم پیکانہاش در خون ست
غنچہ کے دل کو میں تو دیکھتا ہوں کہ اس کے تیروں سے خون میں ہے

عجب باشد کہ بلبل را قرار و صبر کم گردد
تعجب کی بات ہوگی کہ بلبل کا قرار اور صبر کم ہو

ریاحین را چو ہر ساعت جمال و حسن افزونست
جبکہ پھولوں کا ہر گھڑی جمال اور حسن بڑھ رہا ہے

نظر کن بر گلِ رعنا کہ شکلِ او چہ افتادہ
حسین پھول کو دیکھ، کہ اس کی شکل کیسی ہے

چہ جرمِ بلبلِ شیدا اگر بیچارہ مفتونست
عاشق بلبل کی کیا خطا ہے، اگر بیچارہ دیوانہ ہو گیا ہے

چو از پردہ بروں آمد گل آنگہ بلبلِ مسکیں
جب پھول پردے سے باہر آگیا اس وقت مسکین بلبل

اگر در پردہ مینالد دلش از پردہ بیرونست
اگر در پردہ نالہ کر رہا ہے تو اس کا دل قابو سے باہر ہے

اگر مستی کند بلبل دریں موسم روا باشد
اگر اس موسم میں بلبل مستی کرتا ہے تو درست ہے

کہ بر ہر شاخ از گلہا ہزاراں جامِ میگونست
اس لئے کہ ہر شاخ پر پھولوں کے ہزاروں شرابی جام ہیں

دریں موسم کہ بوئے عیش از عالم نمی آید
اس موسم میں کہ دنیا سے عیش کی بو نہیں آرہی ہے

تو خود دانی نگارینا کہ حالِ عاشقاں چونست
اے معشوق تو خود جانتا ہے عاشقوں کا کیا حال ہے؟

زمانِ عشرت و شادی کہ میجستی بجاں حافظ
عشرت اور خوشی کا وہ زمانہ جو اے حافظ تو دل سے ڈھونڈتا ہے

غنیمت داں کنوں عشرت کہ وقتِ عیش اکنونست
اب کی عشرت کو غنیمت جان اس لئے کہ عیش کا وقت اب ہے

ہر آں خجستہ نظر کز پئے سعادت رفت
ہر وہ مبارک نظر، جو سعادت کے درپے ہوا

بکنجِ میکدہ و خانۂ ارادت رفت
وہ شرابخانہ کے گوشہ میں اور ارادتمندی کے گھر میں پہونچا

ز رطلِ دُرد کشاں کشف کرد سالکِ راہ
راہ کے سالک نے تلچھٹ پینے والوں کے پیمانہ سے کھول لیے

رموزِ غیب کہ در عالمِ شہادت رفت
غیب کے وہ راز، جو دنیا میں پہونچے

ا۔ نرگس کی ایک خاص قسم ہے۔
۲۔ یعنی قرب کا اعلیٰ مقام تو حاصل نہیں ہے پھر بھی وہ مقام حاصل ہے جس پر ہم قربان ہو جائیں گے۔
۳۔ عاشق کے دل کا تو حال معلوم نہیں لیکن محبوب اُس کی آہوں سے متاثر ہے۔
۴۔ بے قراری اور بے صبری کے جب اسباب موجود ہیں تو بیقراری کیسے نہ ہو سکتی ہے۔
۵۔ اس حسن کے ہوتے ہوئے بلبل عشق میں معذور ہے۔
۶۔ موسم کی خوشگواری کی وجہ سے ہر پھول جامِ مکلف ہے۔
۷۔ جس کو سعادت حاصل ہے وہ میکدہ میں پہونچکر پیرِ مغاں سے ارادت پیدا کریگا۔
۸۔ تلچھٹ نوش پر غیب کے راز کھلتے ہیں۔

بیا و معرفت من شنو کہ در سخنم
آؤ اور مجھ سے معرفت کی باتیں سنو اس لئے کہ میرے کلام میں

زفیضِ روحِ قدس نکتۂ سعادت رفت
جبرئیل کے فیض سے سعادت کا نکتہ پیدا ہو گیا

مجوز طالعِ مولودِ من بجز رندی
میری پیدائش کے ستارے سے رندی کے سوا کچھ نہ ڈھونڈ

کہ ایں معاملہ با کوکبِ ولادت رفت
اس لئے کہ یہ معاملہ پیدائش کے ستارے سے ہی ہوا ہے

ز بامداد بدستِ دگر بر آمدہ
صبح سے تو دوسرے طریقہ پر نمودار ہوا ہے

وظیفۂ مَے دوشیں مگر زیادت رفت
شاید گذشتہ رات کی شراب کی عبادت تو بھول گیا

مگر معجزہ کو شد طبیبِ عیسیٰ دم
شاید معجزے کے ذریعہ حضرت عیسیٰ کے سے سانس والا طبیب کہیں

چرا کہ کارِ من خستہ از عیادت رفت
اس لئے کہ مجھ خستہ کا کام مزاج پرسی کی حد سے گذر گیا

ہزار شکر کہ حافظ ز راہِ میکدہ دوش
ہزار شکر ہے کہ حافظ کل رات شراب خانہ کے راستہ سے

بکنجِ زاویۂ طاعت و عبادت رفت
فرمانبرداری اور عبادت کی خانقاہ کے گوشہ میں پہنچ گیا

یارب آں شمعِ شب افروز ز کاشانۂ کیست
اے خدا وہ شمع کس گھرانے سے رات کو روشن کرنے والی ہے؟

جانِ ما سوخت بپرسید کہ جانانۂ کیست
اس نے ہماری جان کو جلا دیا دریافت کرو کہ کس کا معشوق بنا ہے؟

حالیا خانہ بر اندازِ دل و دینِ من ست
اب تو وہ میرے دل اور دین کو برباد کرنے والا ہے

تا ہم آغوش کہ میباشد و ہمخانۂ کیست
انجام کار وہ کس کا ہم آغوش ہوگا اور کس کا ہم خانہ ہے؟

بادۂ لعلِ لبش کز لبِ ما دور مباد
اُنکے لعل جیسے ہونٹ کی شراب جو خدا کرے ہمارے ہونٹوں سے دور نہ ہو

راحِ روحِ کہ و پیمان دہِ پیمانۂ کیست
کس کی روح کیلئے راحت اور کس کے پیمانہ سے عہد کرنیوالی ہے؟

دولتِ صحبتِ آں شمعِ سعادت پرتو
اس سعادت کے سایہ والی شمع کی صحبت کی دولت

باز پرسید خدا را کہ بپروانۂ کیست
خدا کے لیے پھر پوچھو، کس کے پروانہ کو حاصل ہے؟

مے دمد ہر کسش افسونے و معلوم نشد
اس پر ہر شخص ایک منتر پڑھتا ہے اور یہ معلوم نہ ہوا

کہ دلِ نازکِ او مائلِ افسانۂ کیست
کہ اس کا نازک دل، کس کے قصہ کی طرف مائل ہے؟

یارب آں شاہ وشِ ماہ رخِ زہرہ جبیں
اے خدا وہ شاہ جیسا، چاند جیسے رخ اور زہرہ جیسی پیشانی والا

دُرِ یکتائے کہ و گوہرِ یکدانۂ کیست
کس کا دُرِ یکتا اور کس کا گوہرِ یکدانہ ہے؟

آں مَے لعل کہ ناخوردہ مرا کرد خراب
وہ لعل جیسی شراب جس نے بغیر پیے مجھے خراب کر دیا

ہمنشین کہ و ہم کاسہ و پیمانۂ کیست
کس کی ہمنشین، اور کس کی ہم پیالہ و پیمانہ ہے؟

گفتم آہ از دلِ دیوانۂ حافظ بے تو
میں نے کہا حافظ کے دیوانے دل سے تیرے بغیر آہ ہے

زیرِ لب خندہ زناں گفت کہ دیوانۂ کیست
زیر لب ہنستے ہوئے بولا کس کا دیوانہ ہے؟

یارب سببے ساز کہ یارم بسلامت
اے خدا ایسا سبب پیدا کر دے کہ میرا یار سلامتی سے

باز آید و برہاندم از چنگِ ملامت
واپس آجائے اور مجھے ملامت کے چنگل سے چھڑا دے

۱؎ جو بر اپیدائشی ستارہ ہے رندی اس کے اثرات ہیں۔
۲؎ میری زندگی عیسوی معجزے سے ہی اب قائم رہ سکتی ہے
۳؎ حافظ کی شراب نوشی طلوع ہدایت کا سبب بنی
۴؎ معلوم نہیں کہ معشوق کس گھر کی شمع محفل ہے جان تو ہماری جل رہی ہے معلوم نہیں معشوق کس کا بنا ہوا ہے۔
۵؎ آج تو ہمارے لئے تباہ کن بنا ہے معلوم نہیں کل وہ کس کی محفل میں اور کس کے گھر میں ہوگا۔
۶؎ اس کے ہونٹوں کی شراب معلوم کس کی روح کی راحت اور کسکے پیمانہ سے وابستہ ہے۔
۷؎ اس شمع کی صحبت نہ معلوم کس پروانہ کو حاصل ہے۔
۸؎ وہ معشوق جس سے ہیں لطف اندوز نہیں نہ معلوم کس کا ہم پیالہ ہے۔
۹؎ یعنی گویا ابھی تک یہ خبر نہیں کہ حافظ کس کا دیوانہ ہے۔
۱۰؎ فراق میں لوگ مجھے ملامت کرتے ہیں خدا کرے معشوق لوٹ آئے۔

خاکِ رہِ آں یار سفر کردہ بیارید
اُس سفر میں گئے ہوئے یار کے راستہ کی گرد لے آؤ

تا چشمِ جہاں بیں کنمش جائے اقامت
تاکہ اس کی قیام گاہ، جہاں بیں آنکھ کو بنا دوں

فریاد کہ از شش جہتم راہ بہ بستند
فریاد ہے کہ شش جہت سے میرا راستہ روک دیا ہے

آں خال و خط و زلف و رخ و عارض و قامت
اُس تِل، خط، زلف، چہرے، رخسار اور قد نے

امروز کہ در دستِ توام مرحمتے کن
آج جب کہ میں تیرے قبضہ میں ہوں، رحم کر

فردا کہ شوم خاک چہ سود اشکِ ندامت
کل جب میں خاک ہو جاؤں گا تو ندامت کے آنسوؤں سے کیا فائدہ؟

اے آنکہ بتقریر و بیاں دم زنی از عشق
اے وہ جو تقریر و بیان کے ذریعہ عشق کا دعویٰ کرتا ہے

ما با تو نداریم سخن خیر و سلامت
ہماری تیری، بات نہیں، خیر سلا

درویش مکن نالہ ز شمشیرِ احبا
اے فقیر! دوستوں کی تلوار کا شکوہ نہ کر

کایں طائفہ از کشتہ ستانند غرامت
یہ لوگ، تو مقتول سے تاوان وصول کرتے ہیں

در خرقہ زن آتش کہ خمِ ابروئے ساقی
گدڑی میں آگ لگا دے اس لیے کہ ساقی کے ابروؤں کے خم

بر می شکند گوشۂ محرابِ امامت
امامت کے محراب کا گوشہ اکھاڑ رہے ہیں

حاشا کہ من از جور و جفائے تو بنالم
خدا بچائے کہ میں تیرے جور و جفا سے نالاں ہوں

بیدادِ لطیفاں ہمہ لطف ست و کرامت
پاکیزہ لوگوں کا ظلم، سب مہربانی اور بخشش ہے

کوتہ نکند بحث سرِ زلفِ تو حافظ
حافظ تیرے زلف کے قصہ کی بحث کو مختصر نہیں کرتا ہے

پیوستہ شد ایں سلسلہ تا روزِ قیامت
یہ سلسلہ، تو قیامت کے دن سے پیوستہ ہے

ردیفِ ثاءِ مثلثہ

الغیاث اے مایۂ جاں الغیاث
فریاد ہے، اے جان کے سرمایہ! فریاد ہے

کفرِ زلفت بُرد ایماں الغیاث
تیری زلف کا کفر ایمان لے گیا، فریاد ہے

ما ہمی لیسیم لب از تشنگی
ہم پیاس سے، ہونٹ چاٹ رہے ہیں

در لبانت آبِ حیواں الغیاث
تیرے ہونٹوں میں آبِ حیات ہے، فریاد ہے

وہ کجا شد شربتِ دیدارِ تو
ہائے! تیرے دیدار کا شربت کہاں چلا گیا!

میکُشد تلخیِ ہجراں الغیاث
ہجر کی تلخی مارے ڈالتی ہے، فریاد ہے

ما ز گریہ غرق در خوں گشتہ ایم
ہم رونے کی وجہ سے خون میں ڈوبے ہوئے ہیں

لعلِ تو پیوستہ خنداں الغیاث
تیرے ہونٹ مسلسل مسکرا رہے ہیں، فریاد ہے

غمزۂ شوخِ تو از راہِ اجل
تیری شوخ ادا، موت کے راستہ سے

میزند در دیدہ پیکاں الغیاث
چھپا کر تیر چلا رہی ہے، فریاد ہے

---

۱ یعنی اپنی جہاں بیں آنکھوں کا سرمہ بنالوں
۲ معشوق کی چند چیزوں کے حسن نے مجھے شش جہت سے گھیر لیا ہے۔
۳ جو شخص عشق کی خواہ مخواہ ڈینگیں مارتا ہے اس سے ہماری صاحب سلامت نہیں ہے۔
۴ دوستوں کے ظلم کا شکوہ بے کار ہے یہ قتل بھی کرتے ہیں پھر مقتول سے ہی تاوان مانگتے ہیں۔
۵ محبوب سے کوئی شکوہ شکایت نہیں اس لئے کہ اس کا ظلم بھی کرم ہے
۶ زلف کی سیاہی کو کفر سے تعبیر کیا جاتا ہے۔
۷ محبوب کے پاس آبِ حیات ہے اور ہم پیاس سے ہونٹ چاٹ رہے ہیں۔
۸ لعل یعنی ہونٹ۔

از خدنگِ ناوکِ مژگانِ تو — زخمہا افتادہ در جاں الغیاث
تیری پلکوں کے تیر اور نیزے سے — جان میں زخم پڑ گئے ہیں، فریاد ہے

چوں دو زلفت کرد سرگرداں مرا — گردشِ گردونِ گرداں الغیاث
تیری دو زلفوں کی طرح، مجھے پریشان کر دیا — چکر کھانے والے آسمان کی گردش نے، فریاد ہے

ہمچو گوی از زخمِ چوگانِ فلک — ہر طرف گشتیم غلطاں الغیاث
آسمان کے بلّے کی چوٹ سے گیند کی طرح — ہم ہر طرف لڑھک رہے ہیں، فریاد ہے

پیچشِ زلفِ تو در جانم فتاد — رشتۂ تن گشت پیچاں الغیاث
تیری زلفوں کا پھندا میری جان میں پڑ گیا ہے — بدن کا دھاگا اُلجھ گیا ہے، فریاد ہے

چشمِ بیمارت مرا بیمار کرد — جز لبانت نیست درماں الغیاث
تیری بیمار آنکھوں نے، مجھے بیمار کر دیا — تیرے ہونٹوں کے سوا علاج نہیں ہے، فریاد ہے

باطنابِ زلف حافظ را بکش
حافظ کو، زلف کی رسّی کے ذریعہ، کھینچ لے

ماندہ در چاہِ زنخداں الغیاث
جو ٹھوڑی کے کنوئیں میں گر پڑا ہے، فریاد ہے

بازم ہوائے آں گلِ رعناست الغیاث — دیگر دلم رمیدہ و شیداست الغیاث
مجھے پھر اس حسین پھول کی خواہش ہے، فریاد ہے — میرا دل پھر شیدا اور دیوانہ ہے، فریاد ہے

آں دل کہ کنجِ عافیتے برگزیدہ بود — ایں دم بعزمِ درد و بلاہاست الغیاث
وہ دل، جس نے عافیت کا گوشہ اختیار کر لیا تھا — اس وقت درد اور مصیبت کی ٹھانے ہوئے ہے، فریاد ہے

صوفی کہ جامِ صاف دمادم ہمیکشید — حیرانِ کوئے او شدہ رسواست الغیاث
وہ صوفی، جو صاف جام برابر چڑھا رہا تھا — اس کے کوچہ میں حیران ہو کر رسوا ہے، فریاد ہے

عارف کہ غرق بود بناموسِ ننگ و نام — افتادہ در ملامت و سوداست الغیاث
وہ عارف جو ننگ و نام کے ناموس میں ڈوبا ہوا تھا — وہ ملامت، اور جنون میں پھنسا ہے، فریاد ہے

از جانِ زارِ حافظ و سرگشتگانِ شوق
حافظ کی لاغر جان، اور شوق کے دیوانوں کی جانب سے

فریاد و شور و ولولہ برخاست الغیاث
فریاد، اور شور، اور ولولہ اٹھا ہے، فریاد ہے

دردِ ما را نیست درماں الغیاث — ہجرِ ما را نیست پایاں الغیاث
ہمارے درد کا علاج نہیں ہے، فریاد ہے — ہمارے ہجر کی انتہا نہیں ہے، فریاد ہے

دین و دل بردند و قصدِ جاں کنند — الغیاث از جورِ خوباں الغیاث
دین اور دل لوٹ لے گئے، اور جان کا ارادہ کر رہے ہیں — فریاد ہے، حسینوں کے ظلم سے، فریاد ہے

در بہائے بوسۂ جانے طلب — میکنند ایں دلستاناں الغیاث
ایک بوسہ کی قیمت میں، جان طلب — کرتے ہیں، یہ دل لے لینے والے فریاد ہے

۱؎ ابرو کو کمان اور پلکوں کو تیر قرار دیا۔
۲؎ زلف کو پریشان قرار دیا جاتا ہے۔
۳؎ جسم کو دھاگا قرار دیا ہے۔
۴؎ ٹھوڑی کے گڑھے کو کنواں اور زلف کو رسّی قرار دیا ہے۔
۵؎ عشق کا ارادہ درد و بلا کا ارادہ ہے۔
۶؎ عارف جو عشق سے پہلے ننگ و نام کی فکر میں پڑا تھا اب عشق و ملامت میں پھنسا ہے۔
۷؎ ہمارا درد لا دوا ہے، اور ہجر لا انتہا ہے۔
۸؎ حسینوں نے دین اور دل تو لوٹ لیا اب ہماری جان کی فکر میں لگے ہیں۔
۹؎ ایک بوسہ کی قیمت میں جان مانگتے ہیں۔

خونِ ما خوردند ایں کافر دلاں
یہ کافر دل، ہمارا خون پی گئے
اے مسلماناں چہ درماں الغیاث
اے مسلمانو! کیا علاج ہے، فریاد ہے

دادِ مسکیناں بدہ اے روزِ وصل[1]
اے وصل کے دن، مسکینوں کی فریاد رسی کر
از شبِ یلدائے ہجراں الغیاث
ہجر کی تاریک رات سے، فریاد ہے

ہر زمانم دردِ دیگر میرسد
مجھے ہر آن، نیا درد پہنچتا ہے
زیں حریفاں بر دل و جاں الغیاث
ان دوستوں سے دل اور جان پر، فریاد ہے

ہمچو حافظ روز و شب بے خویشتن
حافظ کی طرح، دن رات بے خود
گشتہ ام سوزاں و گریاں الغیاث
سوزاں، اور گریاں بنا ہوں، فریاد ہے

ردیفِ جیمِ عربی

آتش[2] اندر آبِ افسردہ ست یا مے در زجاج
ٹھٹھرے ہوئے پانی میں آگ ہے، یا شیشہ میں شراب
یا درخشاں درمیانِ چشمۂ حیواں سراج
یا آبِ حیات کے چشمہ کے درمیان، روشن چراغ ہے

از کفِ آزادگاں غائب[3] مکن آں جام را
اس جام کو آزادوں کی ہتھیلی سے جدا نہ کر
کاہلِ دل را کارِ عشرت زاں ہمیگیرد رواج[4]
اس لیے کہ اہلِ دل کے عیش کا کام اسی سے رواج پکڑتا ہے

ساقیا در دہ ز بہرِ اہلِ روح و اہلِ دل
اے ساقی! اہلِ روح، اور اہلِ دل کے لئے دے
آنچناں راحے کہ با جاں ہست آنرا امتزاج
وہ شراب، جس کا جان کے ساتھ میل ہے

من چنیں ز آغازِ فطرت عاشق و مست آمدم
میں ابتدائے پیدائش سے ایسا ہی عاشق اور مست ہوں
بر ہمانم روز ازیں رہ تا بوقتِ[5] اندراج
دفن کے وقت تک اس راستہ سے منہ نہ موڑوں گا

بر فگن برقع ز رخ کز نازکی مانی بداں[6]
رخ سے برقع ہٹا دے اس لئے کہ نزاکت کی وجہ سے تو مانند
تازہ گل کز وے رباید بادِ شبگیری رواج
اُس تازہ پھول کے ہے جس کی رونق رات کی ہوا اڑا دیتی ہے

احتیاجِ من بوصلِ خویشتن دانستہ
تو نے اپنے وصل سے متعلق میری ضرورت جان لی ہے
دوستاں را دستگیری کن بوقتِ احتیاج
ضرورت کے وقت، دوستوں کی دستگیری کر

عاشقانِ کوئے جاناں با گدائی سرخوش اند[7]
محبوب کے کوچہ کے عاشق گدائی پر خوش ہیں
اینچنیں شہ را کجا باشد نظر بر تخت و تاج
ایسے بادشاہ کی نظر، تخت و تاج پر کب پڑتی ہے

بشنو ایں نکتہ تو از حافظ کہ باشد سودمند
یہ نکتہ تو حافظ سے سن لے مفید ہوگا
بادہ نوش و خیر کن کیں بہ ز مالِ میر حاج
شراب پی، اور بھلائی کر یہ امیر الحاج کے مال سے بہتر ہے

[1] شب ہجر کی تکلیف پر وصل کے روز سے فریاد طلب کی ہے۔
[2] شراب کو آتش سے، اور شیشے کے جام کو، جمے ہوئے پانی سے، تشبیہ دی ہے دوسرے مصرع میں شراب کو، چراغ اور جام کو چشمۂ آبِ حیات قرار دیا ہے
[3] آں جام سے مراد شیشے کا جام ہے جس کا ذکر پہلے شعر میں کیا ہے
[4] کام کا رواج پانا یعنی پُر رونق ہونا۔
[5] وقتِ اندراج یعنی قبر میں داخل ہونے کا وقت۔
[6] یعنی اس قدر نازک چہرہ ہے کہ نقاب کو بھی برداشت نہیں کرتا۔
[7] جو معشوق کے کوچہ کی گدائی میں مست ہے اس کو تاجِ شاہی کی کیا پرواہ ہے۔

سزد کہ از ہمہ دلبراں ستانی باج
تو اس کے لائق ہے کہ تو تمام دلبروں سے خراج وصول کرے
چرا کہ بر سرِ خوبانِ عالمی چوں تاج
اس لیے کہ تو تمام حسینوں کے سر پر تاج کی طرح ہے

دو چشم شوخ تو برہم زدہ خطا و ختن
تیری دو شوخ آنکھوں نے خطا اور ختن کو تہ و بالا کر دیا
بچین زلف تو ماچین و ہند دادہ خراج
تیری زلفوں کی شکن کو ماچین اور ہندوستان نے خراج ادا کیا ہے

بیاضِ روئے تو روشن چو عارضِ خورشید
تیرے چہرے کی سفیدی آفتاب کے رخ کی طرح روشن ہے
سوادِ زلفِ تو تاریکتر ز ظلمتِ داج
تیری زلف کی سیاہی اندھیری رات کی سیاہی سے زیادہ سیاہ ہے

لبِ تو خضر و دہانِ تو آبِ حیوان ست
تیرا ہونٹ خضر، اور تیرا منہ آبِ حیات ہے
قدِ تو سرو و میانِ تو موی و گردن عاج
تیرا قد سرو، اور تیری کمر بال، اور گردن ہاتھی دانت ہے

ازیں مرض بحقیقت کجا شفا یابم
میں اس مرض سے حقیقتاً کہاں شفا پا سکتا ہوں
کہ از تو درد دلِ من نمی رسد بعلاج
جبکہ تجھ سے میرے دل کے درد کا علاج نہیں ہوتا ہے

دہانِ تنگِ تو دادہ بآبِ خضر بقا
تیرے تنگ منہ نے آبِ حیات کو بقا عنایت کی ہے
لبِ چو قندِ تو بُرد از نباتِ مصر رواج
تیرے قند جیسے ہونٹ نے مصری کی رونق ختم کر دی

چرا ہمی شکنی جانِ من ز سنگ دلی
جانِ من، سنگدلی سے کیوں توڑتا ہے؟
دلِ ضعیف کہ ہست او بنازکی چو زجاج
اس ضعیف دل کو جو نزاکت میں کانچ کی طرح ہے

فتادہ در دلِ حافظ ہوائے چوں تو شہے
تجھ جیسے شاہ کی محبت حافظ کے دل میں پیدا ہوئی ہے
کمینہ بندۂ خاکِ درِ تو بودے کاج
کاش اگر وہ تیرے دروازے کی خاک کا ادنیٰ غلام ہوتا

ردیفِ جیمِ فارسی

از منِ سوختہ آں یار نمی پرسد ہیچ
مجھ جلے ہوئے کے بارے میں وہ یار کچھ نہیں پوچھتا ہے
خبرے زیں دلِ افگار نمی پرسد ہیچ
وہ اس زخمی دل کی کوئی خبر معلوم نہیں کرتا ہے

او طبیبِ من و من خستہ و بیمارِ غمش
وہ میرا طبیب ہے، اور میں اس کے غم میں خستہ اور بیمار ہوں
چہ طبیبے ست کہ بیمار نمی پرسد ہیچ
کیسا طبیب ہے کہ بیمار کو کچھ نہیں پوچھتا ہے

دی طبیبے بسرم آمد و احوالم دید
کل ایک طبیب میرے سرہانے آیا اور میرے احوال دیکھے
گفت چونست ترا یار نمی پرسد ہیچ
بولا کیا ہوا ہے، یار تجھے کچھ نہیں پوچھتا ہے

گفتمش بختِ من و طالعِ شوریدۂ من
میں نے اس سے کہا میں اپنے نصیب اور منحوس مقدر کو
خفتہ می بینم و بیدار نمی پرسد ہیچ
سویا ہوا دیکھ رہا ہوں اور بیدار کچھ نہیں پوچھتا ہے

جانم از فرقتِ رویش بلب آمد صد بار
اس کے چہرے کے فراق سے میری جان سو بار ہونٹوں پر آئی
کہ ازیں دل شدہ آں یار نمی پرسد ہیچ
کیونکہ اس گم شدہ دل کے بارے میں وہ یار کچھ نہیں پوچھتا ہے

۱؎ جبکہ تو سب حسینوں کا سر تاج ہے تو سب سے خراج وصول کر۔
۲؎ خطا اور ختن اور ماچین ملکوں کے نام ہیں۔
۳؎ لب کو خضر اور منہ کو آبِ حیات اور قد کو سرو اور کمر کو بال اور گردن کو ہاتھی دانت سے تشبیہ دی ہے
۴؎ مرض کا علاج صرف طبیب کے پاس ہے جب وہ علاج نہیں کرتا ہے تو شفا کیسے حاصل ہو سکتی ہے۔
۵؎ خضر کو دائمی زندگی تیرے منہ کے آبِ حیات سے حاصل ہوئی ہے مصر کی بنی ہوئی مصری مشہور ہے
۶؎ معشوق کے دل کو پتھر اور اپنے دل کو آبگینہ قرار دیا ہے
۷؎ حالانکہ طبیب کا کام بیمار پرسی ہے
۸؎ یعنی میرا حسین کا دل گم ہو گیا ہے۔

دوش در خواب چو من ماهِ رخِ او دیدم
شب گذشتہ خواب میں جب میں نے اُس کے رُخ کے چاند کو دیکھا

گفت گہ گاہ ترا یار نمی پرسد هیچ
وہ بولا کبھی کبھی وہ یار تجھے کچھ نہیں پوچھتا ہے

ای طبیبِ ازلی یک نظری کن ما را
اے ازلی طبیب ایک نظر ہم پر ڈال دے

حافظِ سوختہ را یار نمی پرسد هیچ
سوختہ حافظ کو، یار کچھ نہیں پوچھتا ہے

ردیفِ حائے حُطّی

اگر بمذهبِ تو خونِ عاشق ست مباح
اگر تیرے مذہب میں عاشق کا خون بہانا جائز ہے

صلاحِ ما همہ آنست کان ترا ست صلاح
تو ہماری بھی وہی صلاح ہے جو تیری صلاح ہے

سوادِ موی تو تفسیرِ جاعل الظلمات
تیرے بالوں کی سیاہی جاعل الظلمات کی تفسیر ہے

بیاضِ روی تو تبیانِ فالق الاصباح
تیرے چہرے کی سفیدی فالق الاصباح کی تشریح ہے

ز دیده ام شده صد چشمہ در کنار روان
میری آنکھوں سے بغل میں سو چشمے جاری ہو گئے ہیں

کہ خود شنا بکند در میانِ آن ملّاح
کہ خود ملّاح ان میں تیرتا ہے

لبِ چو آبِ حیاتِ تو هست قوتِ روح
تیرا آبِ حیات جیسا ہونٹ روح کی طاقت ہے

وجودِ خاکیِ ما را ازوست قوتِ رواح
ہمارے خاکی وجود کو اس سے شام کی روزی حاصل ہوتی ہے

ز چنگِ زلف کمندت کسی نیافت خلاص
تیری زلف کی کمند کے چنگل سے کسی نے خلاصی نہیں پائی

نہ از کمانچۂ ابرو و تیرِ غمزه نجاح
نہ ابرو کے کمانچہ، اور ادا کے تیر سے کسی کا بچاؤ ہوا ہے

بیا کہ خونِ دلِ خویشتن بحل کردم
آجا، میں نے اپنے دل کا خون معاف کر دیا ہے

اگر بمذهبِ تو خونِ عاشق ست مباح
اگر تیرے مذہب میں، عاشق کا خون حلال ہے

مداد لعلِ لبش بوسہ بصد تلبیس
سو چالاکیوں سے بھی اس کے لعل جیسے ہونٹ نے ایک بوسہ نہ دیا

نیافت کام دلِ من ازو بصد الحاح
سو مرتبہ اصرار کے بعد بھی میرے دل نے اس سے مقصد حاصل نہیں کیا

صلاح و توبہ و تقوی ز ما مجو زاهد
اے زاہد ہم سے نیکی اور تقویٰ اور توبہ نہ طلب کر

ز رند و عاشق و مجنون کسی نجست صلاح
رند، عاشق اور مجنوں سے کوئی نیکی کا طالب نہیں ہوا ہے

پیالہ چیست کہ بر یادِ تو کشیم مدام
پیالہ کیا ہے جو ہمیشہ ہم تیری یاد پر چڑھا جائیں

و نحن نشرب شرباً بذالک الاقداح
اور ہم تو ایسے پیالے خوب پیتے ہیں

دعای جانِ تو وردِ زبانِ حافظ باد
تیری جان کی دعا، حافظ کی زبان کا وظیفہ رہے

مدام تا کہ بود گردشِ مسا و صباح
ہمیشہ جب تک بھی شام اور صبح کی گردش رہے

۱؎ ہم تو راضی برضائے یار ہیں۔
۲؎ جاعل الظلمات، یعنی وہ خدا تاریکیوں کا پیدا کرنے والا ہے۔ فالق الاصباح یعنی وہ خدا صبح کو نمودار کرنے والا ہے
۳؎ آں ملّاح سے مراد محبوب ہے۔
۴؎ زلف کو کمند ابرو کو کمان اور ادا کو تیر قرار دیا ہے۔
۵؎ بحل کردن معاف کر دینا، یعنی میں تجھ سے اپنے خون کا عوض نہ لونگا۔
۶؎ انتہائی اصرار اور مکر سے بھی اس کا ایک بوسہ نہ لے سکا۔
۷؎ اس کی یاد پر ایک پیالہ نہیں بلکہ بہت سے پیالے پیئے۔
۸؎ یعنی قیامت تک۔

ببین ہلالِ محرم بخواہ ساغرِ راح
محرم کا چاند دیکھ، شراب کا ساغر مانگ

کہ ماہِ امن و امانست و سالِ صلح و صلاح
اس لیے کہ امن اور امان کا مہینہ ہے اور صلح اور نیکی کا سال ہے

عزیز دار زمانِ وصال را کآں دم
وصال کے زمانے کو عزیز رکھ، اس لیے کہ وہ وقت

مقابلِ شبِ قدرست و روزِ استفتاح
شب قدر اور کامیابی کے دن کے بالمقابل ہے

نزاع بر سرِ دنیائے دوں کسے نکند
کمینی دنیا کے معاملہ میں کوئی جھگڑا نہیں کرتا ہے

بیا بگو کہ برائے نورِ دیدہ گوئے فلاح
اے نورِ چشم! کامیابی کی گیند صلح سے نکال لے جا

دلا تو فارغی از کارِ خویش و می ترسم
اے دل تو اپنے کام سے بے فکر ہے اور مجھے ڈر ہے

کہ کس درت نکشاید چو گم کنی مفتاح
کہ جب تو کنجی گم کر دے تو کوئی تیرا دروازہ نہ کھولے گا

بیار بادہ کہ روزش بخیر خواہد بود
شراب لے آ، اس لیے کہ اس شخص کا دن خیریت سے گزرے گا

ہر آنکہ جامِ صبوحش نہد چراغِ صباح
صبح کا چراغ، جس کا صبح کا جام تیار کرے گا

کدام طاعتِ شایستہ آید از منِ مست
مجھ مست سے کونسی مہذب عبادت ہو سکتی ہے!

کہ رنگِ صبح ندانم ز فالقِ الاصباح
جبکہ میں صبح کے پیدا کرنے والے کی جانب سے صبح کا رنگ نہیں جانتا ہوں

زمانِ شاہِ شجاع ست و دورِ حکمت شرع
شاہ شجاع کا زمانہ ہے اور شرع کی دانائی کا دور ہے

براحت اے دل و جاں کوش در مسا و صباح
اے جان اور دل! صبح اور شام راحت کی کوشش کر

بوئے صبح چو حافظ شبے بروز آور
صبح کی تمنا میں حافظ کی طرح رات کو دن بنا دے

کہ بشگفد گلِ عیشت ز شعلۂ مصباح
تاکہ چراغ کے شعلہ سے تیرے عیش کا پھول کھلے

ردیفِ خائے معجمہ

دلِ منؔ در ہوائے روئے فرخ
فرخ کے چہرے کی محبت میں میرا دل

شدہ آشفتہ ہمچو موئے فرخ
فرخ کی بالوں کی طرح پریشان ہے

بجز ہندوئے زلفش ہیچکس نیست
اس کی زلف کے حبشی کے سوا کوئی نہیں ہے

کہ برخوردار شد از روئے فرخ
جو فرخ کے چہرے سے نفع اندوز ہوا ہو

سیاہِ نیک بخت ست آنکہ دائم
کالا نیک بخت ہی ہے، جو کہ ہمیشہ

بود ہمراز و ہمزانوئے فرخ
فرخ کا ہمراز اور مصاحب رہتا ہے

شود چوں بیدِ لرزاں سروِ آزاد
آزاد سرو لرزنے والے بید کی طرح ہو جائے

اگر بیند قدِ دلجوئے فرخ
اگر فرخ کا دلپسند قد دیکھ لے

بدہ ساقی شرابِ ارغوانی
اے ساقی! سرخ شراب پلا

بیادِ نرگسِ جادوئے فرخ
فرخ کی جادو کی آنکھ کی یاد میں

۱۔ ماہِ محرم ان چار مہینوں میں سے ہے جن میں قتال حرام ہے
۲۔ وصال کا زمانہ شب قدر اور کامیابی کے دن سے بھی زیادہ افضل ہے۔
۳۔ جو شخص خود اپنی فکر نہیں کرتا کوئی دوسرا بھی اس کی مدد نہیں کرتا ہے۔
۴۔ جو شخص صبوحی پی لے گا اس کا سارا دن خیریت سے گزرے گا۔
۵۔ ہم تو ایسے مست ہو رہے ہیں کہ ہمیں یہ بھی معلوم نہیں کہ صبح کس رنگ میں نمودار ہوگی تو ہم سے اس کی شان کے مطابق کیا عبادت ادا ہو سکتی ہے
۶۔ فرخ حافظ کے محبوب کا نام ہے۔ زلف کو پریشان قرار دیا جاتا ہے
۷۔ سیاہ سے مراد زلف ہے یعنی وہ زلف ہی اس کے رخ سے لطف اندوز ہے اور وہی اس کی مصاحب اور ہمراز ہے۔

دوتا شد قامتم ہمچوں کمانے
میرا قد کمان کی طرح دوہرا ہو گیا ہے
زغم پیوستہ چوں ابروئے فرخ
اس غم کی وجہ سے جو فرخ کی ابروؤں کی طرح پیوستہ ہے

نسیم مشک تاتاری خجل کرد
تاتار کے مشک کی ہوا کو شرمندہ کر دیا
شمیم موئے عنبر بوئے فرخ
فرخ کے عنبریں بالوں کی خوشبو نے

اگر میل دل ہر کس بجائے ست
اگر ہر انسان کے دل کا جھکاؤ ایک طرف کو ہے
بود میل دل من سوئے فرخ
میرے دل کا جھکاؤ فرخ کی جانب ہوگا

غلام خاطر آنم کہ باشد
میں اس شخص کی طبیعت کا غلام ہوں جو ہو
چو حافظ چاکر ہندوئے فرخ
حافظ کی طرح، فرخ کی زلفوں کا خادم

ردیف دالِ مہملہ

ابر آذاری برآمد باد نوروزی وزید
آذار کا ابر آگیا اور نوروز کی ہوا چل پڑی
وجہ مے میخواہم و مطرب کہ میگوید رسید
میں شراب کا دور اور ایسا گویا چاہتا ہوں جو گائے کہ وہ آگیا

شاہداں در جلوہ و من شرمسار کیسہ ام
معشوق جلوے میں ہیں اور میں تھیلی سے شرمندہ ہوں
اے فلک ایں شرمساری تا بکے باید کشید
اے آسمان یہ شرمندگی کب تک اٹھائی جائے گی

قحط جود ست آبروئے خود نمی باید فروخت
سخاوت کا قحط ہے، اپنی آبرو فروخت نہ کرنی چاہیے
بادہ و گل از بہائے خرقہ می باید خرید
شراب اور پھول گدڑی کی قیمت سے خرید لینے چاہئیں

غالبا خواہد کشود از دولتم کارے کہ دوش
میری خوش قسمتی سے غالباً معاملہ حل ہو جائے گا اس لئے کہ شب گزشتہ
من ہمی کردم دعا و صبح آمیں میدمید
میں دعا کر رہا تھا اور آمین کی صبح نمودار ہو رہی تھی

با لبی و صد ہزاراں خندہ گل آمد بباغ
پھول مسکراہٹ اور ہزاروں قہقہوں کے ساتھ باغ میں آگیا
از کریمے گوئیا از گوشہ بوئے شنید
گویا کسی سخی کی کسی کونے سے اس نے خوشبو سونگھ لی

دامنے گر چاک شد در عالم رندی چہ باک
رندی کی حالت میں اگر دامن چاک ہو گیا ہے تو کیا پرواہ ہے
جامۂ در نیکنامی نیز می باید درید
ایک لباس نیکنامی میں بھی چاک کرنا چاہیے

ایں لطائف کز لب لعل تو من گفتم کہ گفت
یہ لطائف جو میں نے تیرے لب لعل کے بیان کئے ہیں کس نے بیان کئے
واں تطاول کز سر زلف تو من دیدم کہ دید
اور وہ دست درازیاں جو تیری زلف کی میں نے برداشت کیں کس نے کی ہیں

عدل سلطاں گر نپرسد حال مظلومان عشق
عشق کے مظلوموں کا حال اگر بادشاہ کا انصاف دریافت نہیں کرتا ہے
گوشہ گیراں را ز آسایش طمع باید برید
گوشہ نشینوں کو عافیت کا لالچ ختم کر دینا چاہیے

تیر عاشق کش ندانم بر دل حافظ کہ زد
عاشق کو مار ڈالنے والا تیر نہ معلوم حافظ کے دل پر کس نے مارا ہے
ایں قدر دانم کہ از شعر ترش خوں میچکید
میں اس قدر جانتا ہوں کہ اسکے تازہ شعروں سے خون ٹپک رہا تھا

ا؎ معشوق کی دونوں ابروؤں کو ملا ہوا ظاہر کیا جاتا ہے۔
۲؎ معشوق کی خوشبو سے تاتاری مشک کی خوشبو بھی شرمندہ ہے۔
۳؎ آذار بہار کا ایک مہینہ ہے نوروز موسم بہار کا پہلا دن ہے، اسی دن جمشید تخت نشین ہوا تھا۔
۴؎ چونکہ میرے پاس نچھاور کرنے کو کچھ نہیں ہے لہٰذا میں شرمندہ ہوں۔
۵؎ لبی، وہ مسکراہٹ جو ہونٹوں پر ہو۔

اگر آں طائرِ قدسی زدرم باز آید
اگر وہ پاک پرندہ میرے دروازہ سے لوٹ آئے

عمر بگذشتہ بہ پیرانہ سرم باز آید
میرے بڑھاپے میں گذشتہ عمر لوٹ آئے

دارم امید بداں اشک چو باراں کہ مگر
ان بارش جیسے آنسوؤں سے مجھے امید ہے کہ شاید

برقِ دولت کہ برفت از نظرم باز آید
خوش قسمتی کی بجلی جو میری نگاہوں سے گذر گئی ہے لوٹ آئے

آنکہ پیشش بنہد تاجِ تکبر خورشید
وہ جس کے سامنے سورج تکبر کا تاج اتار کر رکھ دیتا ہے

بادشاہی بکنم گر بسرم باز آید
میں بادشاہی کروں، اگر وہ میرے پاس لوٹ آئے

گر نثارِ قدمِ یارِ گرامی نہ کنم
اگر معزز دوست کے پیروں پر نچھاور نہ کروں

جوہرِ جاں بچہ کارِ دگرم باز آید
جان کا گوہر پھر میرے کس کام آئے

آنکہ تاجِ سرِ من خاکِ کفِ پایش بود
جس کے تلوے کی خاک میرے سر کا تاج تھی

از خدا می طلبم تا بسرم باز آید
خدا سے چاہتا ہوں، وہ میرے پاس لوٹ آئے

کوس نو دولتی از بامِ سعادت بزنم
نئی دولت کا نقارہ نیک بختی کے بالاخانہ پر بجوا دوں

گر بہ بینم کہ مہِ نوسفرم باز آید
اگر میں دیکھوں کہ میرا چاند سفر سے لوٹ آیا ہے

خواہم اندر عقبش رفت چو یارانِ عزیز
پیارے دوستوں کی طرح میں بھی اس کے پیچھے جاؤں گا

شخصم ار باز نیاید خبرم باز آید
اگر میرا وجود لوٹ کر نہ آئے گا میری خبر تو لوٹے گی

مانعش غلغلِ چنگ است و شکر خوابِ صبوح
اس کے لیے ستار کی آواز اور صبح کی میٹھی نیند مانع ہے

ورنہ گر بشنود آہِ سحرم باز آید
ورنہ اگر وہ میری صبح کی آہ سن لے تو لوٹ آئے

آرزومندِ رخِ شاہ چو ماہم حافظ
اے حافظ میں اپنے چاند جیسے شاہ کے رخ کا آرزومند ہوں

ہمتے تا بسلامت زدرم باز آید
توجہ کیجئے تاکہ سلامتی کے ساتھ میرے دروازے سے لوٹ آئے

از دیدہ خونِ دل ہمہ بر روئے ما رود
دل کا تمام خون، آنکھوں سے ہمارے چہرے پر بہتا ہے

بر روئے ما ز دیدہ ندانم چہا رود
ہمارے چہرے پر آنکھوں کی وجہ سے نہ معلوم کیا گذرے؟

ما در درونِ سینہ ہوائے نہفتہ ایم
ہم نے سینہ میں، ایک عشق چھپایا ہے

بر باد اگر رود سرِ ما زاں ہوا رود
اگر ہمارا سر برباد ہوگا، اس عشق سے برباد ہوگا

بر خاکِ راہِ یار نہادیم روئے خویش
ہم نے اپنا چہرہ یار کے راستہ کی خاک پر دھر دیا ہے

بر روئے ما رواست اگر آشنا رود
اگر دوست، ہمارے چہرے پر چلے تو درست ہے

سیلے ست آبِ دیدہ و بر ہر کہ بگذرد
آنکھوں کے آنسو ایک بہاؤ ہیں جس شخص پر سے بھی گذرے

گر خود دلش ز سنگ بود ہم ز جا رود
خواہ اس کا دل پتھر کا بھی ہو جگہ سے ہلجائے گا

ما را بآبِ دیدہ شب و روز ماجراست
آنکھ کے آنسوؤں سے ہمارا دن رات جھگڑا ہے

زیں رہگذر کہ بر سرِ کویش چرا رود
اس راستے نے ہوا اس کے کوچہ کے سرے پہ کیوں بڑھ جاتے ہیں

خورشیدِ خاوری کند از رشک جامہ چاک
مشرق کا سورج رشک سے جامہ چاک کر دے

گر ماہِ مہر پرورِ من در قبا رود
اگر میرا محبت پرور چاند، قبا پہن کر چلے

ا طائر قدسی سے مراد معشوق ہے یعنی اگر وہ لوٹ آئے تو میں از سر نو جوان ہو جاؤں۔
۲ برق سے مراد معشوق ہے بارش کے ساتھ بجلی کوندتی ہی ہے۔
۳ جو جان معشوق کے قدموں پر نچھاور نہ کی جاسکے وہ بیکار ہے۔
۴ یعنی معشوق کے واپس آجانے پر مجھے از سر نو دولت ہاتھ آجائے گی۔
۵ جس طرح میرے اور دوستوں نے جان گنوائی ہے میں بھی معشوق کے پیچھے جان گنوا دونگا
۶ ہمت سے مراد باطنی توجہ ہوتی ہے۔
۷ یعنی آنکھوں کی بدولت چہرے کو نہ معلوم کیا کیا مصیبتیں بھگتنی پڑیں گی۔
۸ سینہ کی چھپی ہوئی محبت ہمیں برباد کر کے چھوڑے گی۔
۹ پہاڑ سے پتھر اپنی جگہ سے ہلجاتے ہیں۔
۱۰ یعنی مجھے اپنے آنسوؤں سے رشک ہو گیا ہے کہ وہ بہکر معشوق کے کوچہ کی طرف کیوں جاتے ہیں۔

حافظ بکوئے میکدہ دائم بصدقِ دل
حافظ صدق دل سے، شراب خانہ کے کوچہ کی طرف

چوں صوفیانِ صومعہ دار الصفا رود
اس طرح جاتا ہے، جیسے صوفیہ، دار الصفا کے حجرے کی طرف

از سرِ کوئے تو ہر کو بملالت برود
جو شخص تیرے کوچہ سے رنجیدہ ہو کر جاتا ہے

نرود کارش و آخر بخجالت برود
اس کا مقصد حاصل نہیں ہوتا، اور انجام کار شرمندہ ہو کر جاتا ہے

سالک از نورِ ہدایت طلبد راہ بدوست
سالک ہدایت کے نور سے دوست کے راستہ کو تلاش کرتا ہے

کہ بجائے نرسد گر بضلالت برود
اس لیے کہ وہ کسی جگہ بھی نہیں پہونچ سکتا ہے اگر گمراہی سے چلے

کردہ آخر عمر از مے و معشوق بگیر
تو نے عمر ختم کر دی، شراب اور معشوق حاصل کر

حیف اوقات کہ یکسر بطالت برود
ان اوقات پر افسوس ہے جو بالکل باطل میں گذرے

اے دلیلِ دلِ گم گشتہ خدارا مددے
اے گم شدہ دل کے راہنما، خدا کے لئے مدد کر

کہ غریب ار نبرد رہ بدلالت برود
اس لیے کہ مسافر اگر صحیح راستہ پر نہیں چلتا ہے تو راہنمائی سے چل پڑتا ہے

حکمِ مستوری و مستی ہمہ بر خاتمت است
تقوی، اور مستی کا فیصلہ خاتمہ پر ہے

کس ندانست کہ آخر بچہ حالت برود
کوئی نہیں جانتا ہے کہ آخر میں کس حالت پر چلے گا

کاروانے کہ بود بدرقہ اش لطفِ خدا
جس قافلہ کا راہنما، خدا کی مہربانی ہو

بتجمل بنشیند بجلالت برود
خوبصورتی سے مقیم ہوتا ہے اور دبدبہ کے ساتھ چلتا ہے

حافظ از چشمۂ حکمت بکف آور جامے
اے حافظ دانائی کے چشمہ سے جام بھر لے

بو کہ از لوحِ دلت نقشِ جہالت برود
ہو سکتا ہے کہ تیرے دل کی تختی سے نادانی کا نقش جاتا رہے

آں کس کہ بدست جام دارد
وہ شخص، جو ہاتھ میں جام رکھتا ہے

سلطانیِ جم مدام دارد
ہمیشہ، جمشید کی سلطنت رکھتا ہے

آبے کہ خضر حیات ازو یافت
وہ پانی، جس سے خضر نے زندگی حاصل کی

در میکدہ جو کہ جام دارد
شراب خانہ میں تلاش کر کیونکہ وہ پیمانہ اپنے اندر رکھتا ہے

سر رشتۂ جم بجام بگذار
جمشید کا سر رشتہ، جام کے حوالے کر دے

کایں رشتہ ازو نظام دارد
اس لیے کہ اس کا رشتہ اسی سے تعلق رکھتا ہے

بیروں زلبِ تو ساقیا نیست
اے ساقی، تیرے ہونٹ سے باہر نہیں ہے

در دور کسے کہ کام دارد
زمانہ میں کوئی ایسا شخص، جو مقصد رکھتا ہو

ما و مے و زاہدان و تقوی
ہم ہیں اور شراب، زاہد ہیں اور پرہیزگاری

تا یار سرِ کدام دارد
دیکھو! دوست کس کا خیال رکھتا ہے

بر سینۂ ریشِ دردمنداں
دردمندوں کے، زخمی سینہ پر

لعلت نمکے تمام دارد
ترا ہونٹ، تمام تر نمک رکھتا ہے

ا؎ صفۃ اُس چبوترے کو کہتے ہیں جس پر سائبان ہو، دار الصفا یعنی صفائی کا گھر، مراد مسجد ہے۔

۲؎ معشوق کے کوچہ سے تنگدل ہو کر لوٹنے والا محروم اور شرمندہ ہوتا ہے۔

۳؎ بے شراب و معشوق عمر رائگاں ہے۔

۴؎ نیکی اور بدی کا مدار آخری حالت پر ہے اور کس کو معلوم ہے کہ کس کا آخر کس حالت پر ہے۔

۵؎ سلطانی جم سے جمشید کی سلطنت مراد ہے۔

۶؎ جمشید نے کا تعلق جام سے ہی ہے۔

نرگس ہمہ شیوہ ہائے مستی
نرگس مستی کے تمام طریقے

از چشم خوشِ تو وام دارد
تیری حسین آنکھ سے قرض لئے ہوئے ہے

ذکرِ رخ و زلفِ تو دلم را
میرے دل کے لئے تیرے رخ اور زلف کا ذکر

وردیست کہ صبح و شام دارد
ایک وظیفہ ہے جو وہ صبح و شام پڑھتا ہے

در چاہِ ذقن چو حافظ اے جاں
اے جان! ٹھوڑی کے کنوئیں میں حافظ جیسے

حسنِ تو دو صد غلام دارد
تیرا حسن، دو سو غلام رکھتا ہے

آنکہ از سنبلِ او غالیہ تابے دارد
وہ جس کی زلف سے غالیہ غیرت کھاتی ہے

باز با دل شدگاں ناز و عتابے دارد
پھر دل گم کئے ہوؤں سے ناز و عتاب کرتا ہے

از سرِ کشتۂ خود میگذرد ہمچوں باد
وہ اپنے مقتول کے پاس سے ہوا کی طرح گزر جاتا ہے

چہ تواں کرد کہ عمرست و شتابے دارد
کیا کیا جائے کہ وہ زندگی ہے اور جلدی کرتا ہے

ماہِ خورشید نمایش زپسِ پردۂ زلف
اس کا خورشید نما چاند زلف کے پردے کے پیچھے

آفتابیست کہ در پیش سحابے دارد
ایک آفتاب ہے، جو سامنے ابر رکھتا ہے

آبِ حیواں اگر اینست کہ دارد لبِ یار
اگر آبِ حیات یہی ہے جو معشوق کا ہونٹ رکھتا ہے

روشن ست اینکہ خضر بہرہ سرابے دارد
تو یہ بات واضح ہے کہ خضر سراب کا حصہ رکھتا ہے

چشمِ من کردہ بہر گوشہ رواں سیلِ سرشک
میری آنکھوں نے ہر گوشہ میں آنسوؤں کا سیلاب بہا دیا ہے

تا سہی سروِ ترا تازہ بآبے دارد
تاکہ تیرے بلند سرو کو پانی سے تازہ رکھے

غمزۂ شوخِ تو خونم بخطا میریزد
تیری شوخ ادا، میرا خون ناحق بہا رہی ہے

فرصتش باد کہ خوش رائے صوابے دارد
اس کو موقع ملے کہ بہتر صحیح رائے رکھتی ہے

چشمِ مخمورِ تو دارد ز دلم قصدِ جگر
تیری نشیلی آنکھ دل سے بڑھ کر میرے جگر کا ارادہ کرتی ہے

ترکِ مستست مگر میل کبابے دارد
ترک مست ہے شاید کباب کی طرف میلان رکھتا ہے

جانِ بیمارِ مرا نیست ز تو روئے سوال
ہماری بیمار جان تجھ سے سوال کی ہمت نہیں ہے

اے خوش آں خستہ کہ از دوست جوابے دارد
وہ زخمی خوش قسمت ہے جس کو دوست سے جواب ملے

کے کند سوئے دلِ خستۂ حافظ نظرے
حافظ کے زخمی دل کی طرف کب نظر کرتی ہے

چشمِ مستت کہ بہر گوشہ خرابے دارد
تیری مست آنکھ جو ہر جانب ایک مدہوش رکھتی ہے

اگر نہ بادہ غمِ دل زیادِ ما ببرد
اگر شراب دل کے غم کو نہ بھلا دے

نہیبِ حادثہ بنیادِ ما ز جا ببرد
حوادث کا خوف، ہماری جڑ اکھاڑ دے

وگر نہ عقل بمستی فروکشد لنگر
اور اگر عقل مستی کو لنگر نہ ڈالے

چگونہ کشتی ازیں ورطۂ بلا ببرد
اس تباہی کے بھنور سے کشتی کس طرح پار لگائے

ا؎ میرا صبح و شام کا وظیفہ تیری زلف و رخ کا ذکر ہے۔
۲؎ معشوق کے چاہِ ذقن میں حافظ جیسے سیکڑوں غلام قید کا ہیں۔
۳؎ غالیہ ایک مرکب خوشبو ہے یعنی غالیہ خوشبو اس کی خوشبو سے کم ہے۔
۴؎ بکھری ہوئی زلفوں کے پیچھے اس کا رخ بدلی کا چاند ہے۔
۵؎ یعنی خضر کو آبِ حیات نہیں ملی بلکہ کسی دھوکے پر پانی کا دھوکہ ہوا ہے۔
۶؎ اگرچہ میرا خون ناحق ہے لیکن میں بہنے دے جانے پر راضی ہوں۔
۷؎ نرگس مست سے مراد مست آنکھیں ہیں۔
۸؎ ہمیں تو معشوق سے بات کرنے کی ہمت نہیں ہے وہ خوش قسمت ہیں جنھوں بات کرنے کا موقع ملے۔
۹؎ عقل عشق بھنور کی مدد سے نجات حاصل کر سکتی ہے۔

طبیبِ عشق منم بادہ خور کہ ایں معجون
میں عشق کا طبیب ہوں، شراب پی، اس لیے کہ یہ معجون

فراغت آرد و اندیشۂ بلا ببرد
بے فکری پیدا کرتی ہے اور مصیبت کے اندیشہ کو ختم کرتی ہے

دلِ ضعیفم ازاں میکشد بطرفِ چمن
میرا کمزور دل اس سبب سے چمن کی طرف کھینچتا ہے

کہ جاں ز مرگ بدلداریٔ صبا ببرد
تاکہ صبا کی دلداری کی وجہ سے، موت سے جان بچائے

گذار بر ظلمات ست خضرِ راہے جو
تاریکیوں پر سے گذر ہے راستہ کا کوئی خضر ڈھونڈ لے

مباد کآتشِ محرومی آبِ ما ببرد
ایسا نہ ہو کہ محرومی کی آگ ہماری آبرو خراب کر دے

فغاں کہ باہمہ کس نردِ کینہ باخت فلک
فریاد ہے، آسمان نے ہر شخص کے ساتھ کینے کی گوٹ چلی

کسے نبود کہ دستے ازیں دغا ببرد
کوئی نہ تھا، جو اس دغا سے بچے

بسوخت حافظ و کس حالِ او بیار نگفت
حافظ جل گیا، اور کسی نے یار سے اس کا حال نہ کہا

مگر نسیم پیامے خدائے را ببرد
شاید نسیم، از راہِ خدا، پیغام لے جائے

اگر روم زپیش فتنہا بر انگیزد
اگر میں اس کے سامنے سے ہٹتا ہوں، تو فتنے اٹھاتا ہے

ور از طلب بنشینم بکینہ برخیزد
اور اگر جستجو چھوڑ دوں، کینہ وری کرتا ہے

وگر برہگذرے یکدم از وفاداری
اور اگر تھوڑی دیر کے لئے وفاداری کی وجہ سے راستہ پر

چو گرد در رہش افتم چو باد بگریزد
اُسکے راستہ میں گرد کی طرح پڑتا ہوں ہوا کی طرح بھاگتا ہے

چو گویمش کہ چرا با کساں بیامیزی
میں جب اس کو کہتا ہوں تو لوگوں سے کیوں ملتا جلتا ہے،

چناں کند کہ سرشکم بخوں بیامیزد
ایسا کر دیتا ہے کہ میرے آنسوؤں کو خون میں ملا دیتا ہے

وگر کنم طلبِ نیم بوسہ صد افسوس
اور اگر میں آدھا بوسہ بھی مانگتا ہوں، صد افسوس،

ز حقۂ دہنش چوں شکر فرو ریزد
اپنے منہ کی ڈبیہ سے، شکر جیسی گراتا ہے

من آں فریب کہ در نرگسِ تو می بینم
وہ فریب، جو میں تیری آنکھ میں دیکھتا ہوں

بس آبروئے کہ بر خاکِ رہ فرو ریزد
بہت سی آبروئیں ہیں جن کو وہ راستہ کی خاک میں ملاتا ہے

فراز و شیبِ بیابانِ عشق دامِ بلاست
عشق کے جنگل کا اتار چڑھاؤ، مصیبت کا جال ہے

کجاست شیر دلے کز بلا نہ پرہیزد
کوئی ایسا شیر دل کہاں ہے جو مصیبت سے نہ بچے

تو عمر خواہ و صبوری کہ چرخِ شعبدہ باز
تو زندگی اور صبر چاہ اس لیے کہ شعبدہ باز آسمان

ہزار بازی ازیں طرفہ تر بر انگیزد
اس سے بھی زیادہ عجیب ہزاروں بازیاں دکھاتا ہے

بر آستانۂ تسلیم سر بنہ حافظ
اے حافظ، تسلیم کی چوکھٹ پر سر دھر دے

کہ گر ستیزہ کنی روزگار بستیزد
اس لیے کہ اگر تو جھگڑے گا، تو زمانہ جھگڑے گا

آں کیست کز روئے کرم بامن وفاداری کند
وہ کون ہے، جو ازروئے کرم مجھ سے وفاداری کرے

بر جائے بدکارے چو من یکدم نکوکاری کند
مجھ جیسے بدکار کے ساتھ، تھوڑی سی بھلائی کرے

لہ یہ محبوب ہر حالت میں ستاتا ہے
ٹہ یعنی خون کے آنسو رلاتا ہے
ٹہ یعنی بُرا بھلا کہتا ہے جو بوسے ایسا ہی میٹھا ہے جیسی شکر
ہہ محبوب کی آنکھ کے فریب کو اکثر بہت سے آبرومند ہوئے ہیں
لہ زمانہ کے فریب برداشت کرنے کے لئے بڑی عمر اور بہت صاحب شکوہ ہے

اوّل بہ بانگِ نای و نے گوید ز من پیغامِ او
پہلے نفیری اور بانسری کی آواز کے ذریعہ مجھے اسکا پیغام دے

وانگہ بیک پیمانہ مے با من ہواداری کند
پھر شراب کے ایک پیمانہ کی دفعہ مجھ پر عنایت کرے

دلبر کہ جاں فرسود ازو کامِ دلم نگشود ازو
وہ دلبر جس سے جان گھل گئی اور اس سے میرے دل کا مقصد پورا نہ ہوا

نومید نتواں بود ازو باشد کہ دلداری کند
اس سے ناامید نہ ہونا چاہیے ہو سکتا ہے کہ دلداری کرے

گفتم گرہ نگشودہ ام زاں طرہ تا من بودہ ام
میں نے کہا میں جب سے ہوں اس زلف کی میں نے گرہ نہیں کھولی ہے

گفتا منش فرمودہ ام تا با تو طراری کند
وہ بولا میں نے اس سے کہہ دیا ہے کہ تیرے ساتھ شرارت کرے

پشمینہ پوشِ تندخو کز عشق نشنیدست بو
وہ کمبل پوش تند مزاج جس نے عشق کی بو بھی نہیں سونگھی ہے

از مستیش رمزے بگو تا ترکِ ہشیاری کند
اس سے مستی کی ایک بات کہہ دو تاکہ ہوشیاری کو چھوڑ دے

چوں من گدائے بے نشاں مشکل بود یارِ فلاں
مجھ جیسے گمنام فقیر کا اس کا دوست ہونا مشکل ہے

سلطاں کجا عیشِ نہاں با رندِ بازاری کند
بادشاہ بازاری رند کے ساتھ کب چھپا عیش کرتا ہے

زاں طرۂ پرپیچ و خم سہل است اگر بینم ستم
اگر اس پرپیچ و خم زلف سے ظلم دیکھوں تو آسان ہے

از بند و زنجیرش چہ غم آنکس کہ عیاری کند
بیڑی اور زنجیر کا اس کو کیا غم ہے جو آوارگی کرتا ہے

شد لشکرِ غم بے عدد از بخت میخواہم مدد
غم کا لشکر ان گنت ہو گیا ہے میں نصیبہ کی مدد چاہتا ہوں

تا فخرِ دیں عبد الصمد باشد کہ غمخواری کند
ہو سکتا ہے کہ دین کا فخر عبد الصمد غمخواری کرے

با چشمِ پُرنیرنگِ او حافظ مکن آہنگِ او
اس کی پر فریب آنکھوں کے ہوتے ہوئے حافظ اس کا قصد نہ کر

کاں طرۂ شبرنگِ او بسیار مکاری کند
اس کے لئے اس کا رات جیسا طرہ بہت مکاری کرتا ہے

اے پستۂ تو خندہ زدہ بر دہانِ قند
اے وہ کہ تیرے پستے نے شکر کے منہ کی ہنسی اڑائی ہے

مشتاقم از برائے خدا یک شکر بخند
میں مشتاق ہوں، خدا کے لئے ذرا مسکرا دے

جائے کہ یارِ ما بشکر خندہ دم زند
جس جگہ ہمارا دوست مسکرائے

اے پستہ کیستی تو خدا را بخود مخند
اے پستے! تو کون ہوتا ہے خدا کیلئے بیجا نہ مسکرا

خواہی کہ برنخیزدت از دیدہ رودِ خوں
اگر تو چاہتا ہے کہ تیری آنکھ سے خون کی ندی نہ بہے

دل در ہوائے صحبتِ رود کساں مبند
لوگوں کے لڑکوں کی صحبت سے دل وابستہ نہ کر

گر طرہ می نمائی و گہ طعنہ میزنی
تو کبھی زلف دکھاتا ہے اور کبھی طعنہ زنی کرتا ہے

ما نیستیم معتقدِ مردِ خود پسند
ہم خود پسند انسان کے معتقد نہیں ہیں

طوبیٰ ز قامتِ تو نیارد کہ دم زند
طوبیٰ تیرے قد کے سامنے دم نہیں مار سکتا ہے

زیں قصہ بگذرم کہ سخن میشود بلند
میں اس قصہ کو ختم کرتا ہوں اسلیے کہ بات طول پکڑتی ہے

ز آشفتگیِ حالِ من آگاہ کے شود
میری حالت کی پریشانی سے کب آگاہ ہو سکتا ہے

آں را کہ دل نگشت گرفتارِ ایں کمند
وہ جس کا دل اس پھندے میں نہ پھنسا ہو

بازارِ شوق گرم شد آں شمع رخ کجاست
شوق کا بازار گرم ہو گیا ہے وہ شمع جیسے رخ والا کہاں ہے

تا جانِ خود بر آتشِ رویش کنم سپند
تاکہ میں اپنی جان کو اس کے رخ کی آگ پر کالا دانہ بنا دوں

۱؎ وفاداری کی یہ صورت ہے کہ پہلے مجلس سجائے پھر پیمانہ کا دور چلائے۔

۲؎ یعنی زاہدِ خشک سے اس کی ایک ادا کا ذکر کر دو جوش کر جائیں گے

۳؎ محبوب کے منہ کو پستہ قرار دیا جاتا ہے یعنی محبوب کے منہ کی شیرینی شکر پر خندہ زن ہے

۴؎ "رود" پہلے مصرع میں نہر کے معنی میں ہے اور دوسرے مصرع میں لڑکے کے معنی میں ہے

۵؎ طوبیٰ جنت میں ایک درخت ہے یعنی طوبیٰ اس کے قد کے مقابلہ میں ہیچ ہے۔

۶؎ سپند کالا دانہ جس کو نظرِ بد کے رفع کرنے کے لئے آگ پر جلایا جاتا ہے

حافظ تو ترکِ غمزۂ خوباں نمیکنی
اے حافظ تو حسینوں کی ادا کو نہیں چھوڑتا ہے

دانی کجاست جائے تو خوارزم یا خجند
تو جانتا ہے کہ تیری جگہ کہاں ہے خوارزم یا خجند؟

اگر ز کوئے تو بوئے بمن رساند باد
اگر ہوا تیرے کوچہ کی خوشبو مجھ تک پہونچا دے

بمژدہ جانِ جہاں را بباد خواہم داد
جہان کی جان کو خوشخبری میں لٹا دوں گا

اگرچہ گرد برانگیختی ز ہستیِ من
اگرچہ تونے، میری ہستی کی خاک اڑادی

غبارے از منِ خاکی بدامنت مفتاد
مجھ خاکی کا غبار، تیرے دامن پر نہ پڑے

تو تا بروئے من اے نورِ دیدہ در بستی
اے نورِ چشم جب سے تونے میرے اوپر دروازہ بند کر دیا ہے

دگر جہاں درِ شادی بروئے من نکشاد
پھر زمانے نے میرے اوپر خوشی کا دروازہ نہیں کھولا

خیالِ روئے تو ام دیدہ میکند پر خوں
تیرے چہرے کا خیال میری آنکھوں کو پر خوں کر دیتا ہے

ہوائے زلفِ تو ام عمر میدہد بر باد
تیری زلف کی محبت، میری عمر کو برباد کرتی ہے

نہ در برابرِ چشمی نہ غائب از نظری
تو نہ آنکھوں کے سامنے ہے نہ آنکھوں سے اوجھل ہے

نہ یاد میکنی از من نہ میروی از یاد
تو نہ مجھے یاد کرتا ہے نہ میری یاد سے نکلتا ہے

بجائے طعنہ اگر تیغ می زند دشمن
طعنہ کی بجائے، اگر دشمن تلوار مارے

ز دوست دست نداریم ہر چہ بادا باد
ہم دوست سے دست کش نہ ہوں گے، جو ہونا ہے ہو

ز دستِ عشقِ تو جاں را نمی برد حافظ
تیرے عشق کے ہاتھ سے، حافظ جان نہیں بچا رہا ہے

کہ جاں ز محنتِ شیریں نمی برد فرہاد
اس لئے کہ شیریں کی مشقت سے فرہاد جان نہیں بچا سکا

آنانکہ خاک را بنظر کیمیا کنند
جو خاک کو، نظر سے کیمیا کر دیتے ہیں

آیا بود کہ گوشۂ چشمے بما کنند
کاش! ایک گوشۂ چشم ہماری طرف کر دیں

دردم نہفتہ بہ ز طبیبانِ مدعی
ڈینگیں مارنے والے طبیبوں سے میرا درد پوشیدہ رہنا بہتر ہے

باشد کہ از خزانۂ غیبم دوا کنند
ہو سکتا ہے کہ وہ غیب کے خزانے سے میری دوا کریں

معشوق چوں نقاب ز رخ بر نمیکشد
جبکہ معشوق، چہرے سے نقاب نہیں اٹھاتا ہے

ہر کس حکایتے بہ تصور چرا کنند
سب لوگ خیال سے کیوں باتیں بناتے ہیں؟

چوں حسنِ عاقبت نہ برندی و زاہدیست
جبکہ انجام کی خوبی رندی اور تقوے سے نہیں ہے

آں بہ کہ کارِ خود بر عنایت رہا کنند
یہی بہتر ہے کہ اپنا معاملہ مہربانی پر چھوڑ دیں

بے معرفت مباش کہ در منْ یزید عشق
معرفت کے بدون نہ رہ اس لئے کہ عشق کے بازار میں

اہلِ نظر معاملہ با آشنا کنند
اہلِ نظر واقف کاروں کے ساتھ معاملہ کرتے ہیں

بگذر ز کوئے میکدہ تا زمرۂ حضور
شراب خانے کے کوچہ پر سے گذر تاکہ دربار کی گروہ

اوقاتِ خود ز بہرِ تو صرفِ دعا کنند
اپنے اوقات تیرے لئے دعا میں صرف کرے

ٓ خوارزم اور خجند کے معشوق ستانے میں مشہور تھے۔
ٓ اگرچہ معشوق نے ہمیں برباد کر دیا ہے لیکن ہم اس کی معمولی تکلیف بھی گوارا نہیں کرتے ہیں۔
ٓ سامنے نہیں ہے لیکن اس کی تصویر ہر وقت آنکھوں میں سمائی ہے۔
ٓ جس طرح فرہاد نے کوہکنی کرتے ہوئے شیریں پر جان دیدی اسی طرح حافظ بھی جان دیدیگا۔
ٓ محبوب کی ایک نگاہ عاشق کے جسم کی خاک کو سونا بنا دیتی ہے۔
ٓ میں ان مدعیان طب سے اپنا مرض چھپانا چاہتا ہوں تاکہ کارکنانِ قضا غیب سے میرا علاج کر دیں۔
ٓ معشوق کو کون دیکھے، ہر آدمی اپنے خیال کے مطابق اسکی خوبیاں ذکر کر رہا ہے۔
ٓ حسن خاتمہ محض رحمت خداوندی پر منحصر ہے۔
ٓ "من یزید" نیلام کو کہتے ہیں۔ بازار کے معنے میں بھی۔ مطلب یہ ہے کہ بازارِ عشق میں اہل نظر واقف لوگوں کی سودا بنا لیتے ہیں جو ہو سکتے ہیں۔
تعارف نہ رکھتے ہیں۔

پیراہنے کہ آید ازو بوئے یوسفم
میرا لباس ہے، مجھے یوسف کی بو آ رہی ہے

ترسم برادرانِ غیورش قبا کنند
مجھے ڈر ہے کہ اس کے غیور بھائی اس کو چاک کر دیں گے

حالے درونِ پردہ بسے فتنہ میرود
اب پردے کے اندر بہت سے فتنے پیدا ہو رہے ہیں

تا آں زماں کہ پردہ برافتد چہا کنند
دیکھو! جبکہ پردہ اٹھ جائے گا، کیا کریں گے!

گر سنگ ازیں حدیث بنالد عجب مدار
اگر اس قصے سے، پتھر رو پڑے تو تعجب نہ کر

صاحبدلاں حکایتِ دل خوش ادا کنند
صاحبِ دل، دل کا قصہ اچھی طرح بیان کرتے ہیں

پنہاں ز حاسداں بخودم خواں کہ منعماں
حاسدوں سے چھپا کر مجھے بلا لے کیونکہ سخی

خیرِ نہاں برائے رضائے خدا کنند
خدا کی رضامندی کے لئے، چھپی بھلائی کرتے ہیں

مے خور کہ صد گناہ ز اغیار در حجاب
شراب پی، اس لیے کہ سو گناہ غیروں سے چھپ کر

بہتر ز طاعتے کہ بروی و ریا کنند
اس عبادت سے بہتر ہیں جو دکھاوے اور ریاکاری سے کریں

حافظ مدام وصل میسر نمی شود
اے حافظ! وصل ہمیشہ میسر نہیں آتا ہے

شاہاں کم التفات بحالِ گدا کنند
بادشاہ، فقیر کی طرف کم توجہ کرتے ہیں

آنرا کہ جامِ بادۂ صہباش میدہند
وہ، جس کو صہبا شراب کا جام دیتے ہیں

میداں کہ در حریمِ حرم جاش میدہند
سمجھ لے کہ حرم کے احاطہ میں اسکو جگہ دیتے ہیں

صوفی مباش منکرِ رنداں کہ سرِ عشق
اے صوفی! رندوں کا منکر نہ بن اس لیے کہ عشق کا راز

روزِ ازل بمردمِ قلاشش میدہند
ازل میں بے ننگ و نام انسانوں کو دیتے ہیں

ساقی بیار بادۂ گلرنگ و مشکبو
اے ساقی! گلاب جیسے رنگ والی اور مشک کی خوشبو والی شراب لا!

کارباب عقل زحمتِ اوباش میدہند
عقل والے، رندوں کو ستاتے ہیں

از لذتِ حیات ندارد تمتعے
زندگی کی لذت سے اس کو کوئی نفع نہیں

امروز ہر کہ وعدہ بفرداش میدہند
آج، جس سے کل کا وعدہ کرتے ہیں

مطرب بساز پردۂ عشاقِ بینوا
اے مطرب! بینوا عشاق کے پردے کو چھیڑ

کانرا کہ بینوا است نواہاش میدہند
اس لیے کہ جو بے سروساماں ہے اس کو سامان دیتے ہیں

خوش باش حافظا کہ حریفانِ دُردنوش
اے حافظ! خوش رہ اس لیے کہ تلچھٹ پینے والے دوست

جامِ طرب بعاشقِ خوشباش میدہند
مستی کا جام خوش باش عاشق کو دیتے ہیں

حافظ نہ ترکِ جنتِ فردوس میکند
کیا حافظ جنت فردوس کو ترک نہ کر دے گا؟

گر در حریمِ وصلِ تو ماواش میدہند
اگر تیرے وصل کے حریم میں اس کو ٹھکانا دیں گے

آنکہ رخسارِ ترا رنگِ گل و نسریں داد
جس نے تیرے رخسار کو گل اور نسرین کا رنگ دیا ہے

صبر و آرام تواند بمنِ مسکیں داد
مجھ مسکین کو وہ صبر اور آرام بھی دے سکتا ہے

۔ مجھے ڈر ہے مجھے پیراہن یوسفی نے لیا جسے اور غیور بھائی اسے چاک نہ کر ڈالیں۔
۔ جب کہ معشوق پس پردہ ہے تو اتنے فتنے ہیں اگر پردہ سے باہر آ گیا تو معلوم کیا ہوگا۔
۔ چھپی بدکاری ریاکار کی عبادت سے بہتر ہے۔
۔ یہ مقبولوں کو ہی جام دیا جاتا ہے۔
۔ شراب کی مستی ہی ان تکالیف سے نجات دے سکتی ہے۔
۔ جنت کے وعدہ پر دنیا کی لذت چھوڑنا مناسب نہیں ہے۔
۔ پردۂ عشاق ساز کے ایک خاص پردہ کا نام ہے۔
۔ یعنی حافظ کو اگر وصل کے حریم میں جگہ مل جائے تو وہ یقیناً جنت الفردوس کو خیرباد کہہ دے گا۔
۔ یعنی جس خدا نے تجھے حسن دیا ہے مجھے وہ صبر بھی دے سکتا ہے۔

وانکہ گیسوئے ترا رسمِ تطاول آموخت
جس نے تیری زلف کو ظلم کا طریقہ سکھایا ہے

ہم تواند کرمش دادِ منِ غمگیں داد
اس کا کرم مجھ غمگین کیساتھ انصاف بھی کر سکتا ہے

منؔ ہماں روز ز فرہاد طمع ببریدم
میں تو اسی روز فرہاد سے مایوس ہو گیا تھا

کہ عنانِ دلِ شیدا بکفِ شیریں داد
جب اس نے دیوانہ دل کی باگ شیریں کے ہاتھوں میں دیدی تھی

گنجِ زر گر نبود گنجِ قناعت باقیست
اگر سونے کا خزانہ نہیں تو صبر کا خزانہ باقی ہے

آنکہ آںؔ داد بشاہاں بگدایاں ایں داد
جس نے بادشاہوں کو وہ دیا ہے فقیروں کو یہ دیا ہے

خوش عروسیست جہاں از رہِ صورت لیکن
دنیا بظاہر ایک بہترین دلہن ہے، لیکن

ہر کہ پیوست بدو عمرِ خودش کابیں داد
جو اس سے جڑا اس نے اپنی عمر مہر میں دیدی ہے

بعد ازیں دستِ من و دامنِ آں سروِ بلند
اس کے بعد میرا ہاتھ ہوگا اور اس بلند سرو کا دامن

خاصہ اکنوں کہ صبا مژدۂ فرودیںؔ داد
خاص طور پر اب جبکہ صبا نے فرودین کی خوشخبری دیدی

در غم و غصۂ دوراں دلِ حافظ خوں شد
زمانہ پر غم و غصہ میں، حافظ کا دل خون ہو گیا ہے

از فراقِ رخت اے خواجہ قوام الدیں داد
تیرے رخ کے فراق سے، اے خواجہ قوام الدین فریاد ہے

اگر خدائے کسے را بہ ہر گناہ بگیرد
اگر خدا کسی کو ہر گناہ پر پکڑے

زمیں بہ نالہ برآید زمانہ آہ بگیرد
زمین رو پڑے، زمانہ آہیں کرنے لگے

گنہ بروئے زمیں میکنی و ہیچ نترسی
تو روئے زمین پر گناہ کرتا ہے، اور بالکل نہیں ڈرتا ہے

کہ ماہ بر فلک از شومیٔ گناہ بگیرد
کہ آسمان پر چاند گناہ کی بدبختی سے متاثر ہوتا ہے

شبے ز شرمِ گنہ آنچناں بسجدہ بگریم
کسی رات کو گناہ کی شرم سے سجدہ میں ایسا روؤں گا

کہ سجدہ گاہِ من آں شب ہمہ گیاہ بگیرد
کہ اس رات کو میری سجدہ گاہ میں گھاس اگ آئیگی

برابرست کہ و کوہ پیشِ حضرتِ سلطاں
حضرتِ بادشاہ کے سامنے تنکا، اور پہاڑ یکساں ہے

گہے بکوہ نگیرد گہے بہ کاہ بگیرد
کبھی پہاڑ کے بدلے میں نہیں پکڑتا ہے کبھی تنکے کے بدلے پکڑتا ہے

گہِ وداع بگریم بداں مثابہ کہ یارم
رخصت کرتے وقت ایسا روؤں گا کہ میرا دوست

بہ ہر زمیں کہ رود آبِ دیدہ راہ بگیرد
جس سرزمین پر جائے گا، آنسو راستہ روک دیا کرے

تو پاکدامنی از بد کجا شود کہ نماید
تو پاکدامن ہے، برا کہاں سے ہو جائیگا کہ وہ دکھائے

گناہے تو فردا کہ دادخواہ بگیرد
کل کو تیرے گناہ، کہ داد چاہنے والا مواخذہ کرے

چو شاہ قصدِ دلِ بیدلاں نماید حافظ
اے حافظ جب بادشاہ بے دلوں کے دل کا ارادہ کرے

کراست زہرہ و یارا کہ پیشِ شاہ بگیرد
کس کو یہ طاقت ہے کہ اس کا راستہ روکے

آں یار کزو خانۂ ما جائے پری بود
وہ یار، جس کی وجہ سے ہمارا گھر پری خانہ تھا

سر تا بقدم چوں پری از عیب بری بود
وہ سر سے پیر تک پری کی طرح عیب سے بری تھا

ا جس روز فرہاد شیریں پر عاشق ہوا تھا ہم تو اسی دن اس کی زندگی سے مایوس ہو گئے تھے
۲ خدا نے بادشاہوں کو اگر سونے کے خزانے دیئے ہیں تو فقیروں کو صبر کے خزانے عطا کئے ہیں۔
۳ فرودین موسم بہار کا مہینہ ہے۔
۴ قرآن پاک میں ہے اگر خدا لوگوں کو ان کے گناہوں کے بدلے پکڑنے لگے تو روئے زمین پر چلنے والا باقی نہ رہے
۵ انسان کے گناہ سے پوری کائنات متاثر ہوتی ہے۔
۶ چھوٹے بڑے گناہ خدا کے دربار میں کوئی حقیقت نہیں۔ کبھی وہ چھوٹے گناہ پر مواخذہ کر سکتا ہے بڑے گناہ کو معاف کر سکتا ہے۔
۷ قیامت میں محبوب پاک صاف ثابت ہوگا اور اس سے کوئی مواخذہ نہ ہو سکے گا

دل گفت[1] فروکش کنم این شہر بہ بویش
اس کی خوشبو کی وجہ سے دل نے کہا اس شہر میں مقیم ہو جا
بیچارہ ندانست کہ یارش سفری بود
وہ بیچارہ یہ نہ سمجھا کہ اس کا دوست مسافر تھا

تنہا نہ ز رازِ دلِ من پردہ برافتاد
صرف میرا ہی رازِ دل پردہ سے باہر نہیں آیا
تا بود فلک شیوۂ او پردہ دری بود
آسمان جب سے بھی ہے اس کی عادت پردہ دری تھی

منظور[2] خردمندِ من آں ماہ کہ او را
میرا منظورِ نظر، عقلمند وہ چاند ہے کہ اس کے لئے
با حسنِ ادب شیوۂ صاحب نظری بود
حسنِ ادب میں صاحبِ نظر ہونے کی صفت حاصل تھی

از چنگِ منش اخترِ بدمہر بدر کرد
دشمن ستارے نے اس کو میرے قبضہ سے نکال دیا
آرے چہ کنم آفتِ دورِ قمری بود
ہاں کیا کروں دورِ قمری کی مصیبت تھی

عذرے[3] بنہ اے دل کہ تو درویشی و او را
اے دل اس کا عذر قبول کر اس لئے کہ تو فقیر ہے اور اس کے لئے
در مملکتِ حسن سرِ تاجوری بود
حسن کی سلطنت میں، بادشاہی کا خیال تھا

خوش بود لبِ آب و گل و سبزہ و لیکن
دریا کا کنارہ اور پھول، اور سبزہ اچھا تھا لیکن
افسوس کہ آں گنجِ[4] رواں رہگذری بود
افسوس کہ وہ خزانہ چلتا پھرتا تھا

خود را بکشد بلبل ازیں غصہ کہ گل را
اس غصہ سے بلبل اپنے آپ کو فنا کرتی ہے کہ پھول کی
با بادِ صبا وقتِ سحر جلوہ گری بود
بادِ صبا کے ساتھ صبح کو جلوہ گری تھی

اوقاتِ خوش آں بود کہ با دوست بسر شد
وہ وقت اچھے تھے جو دوست کے ساتھ بسر ہوئے
باقی ہمہ بیحاصلی و بیخبری بود
باقی سب بے نتیجہ اور جہالت تھی۔

ہر گنجِ سعادت کہ خدا داد بحافظ
نیک بختی کا ہر وہ خزانہ جو خدا نے حافظ کو دیا
از یمنِ دعائے شب و وِردِ سحری بود
وہ رات کی دعا اور صبح کے وظیفہ کی برکت سے تھا

اگر بہ بادۂ[5] رنگیں دلم کشد شاید
اگر رنگین شراب کی طرف میرا دل کھنچتا ہے تو مناسب ہے
کہ بوئے خیر ز زہدِ ریا نمی آید
کیونکہ دکھاوے کے زہد سے نیکی کی بو نہیں آتی ہے

جہانیاں ہمہ گر منعِ من کنند ز عشق
اگر دنیا والے سب مجھے عشق سے منع کریں تب
من آں کنم کہ خداوندگار فرماید
تو میں وہ کرتا ہوں جو خدا فرماتا ہے

طمع ز فیض و کرامت مبر کہ خلقِ کریم
فیض و بخشش کی امید ختم نہ کر اس لئے کہ کریم کی خو
گنہ ببخشد و بر عاشقاں ببخشاید
گناہ بخش دیتا ہے اور عاشقوں کو معاف کر دیتا ہے

مقیمِ حلقۂ ذکر است دل بہ آں امید
دل ذکر کے حلقہ میں اس امید پر مقیم ہے
کہ حلقۂ ز سرِ زلفِ یار بگشاید
کہ یار کی زلف کا کوئی حلقہ کھولے

ترا کہ حسن خدا دادہ است و حجلۂ[6] بخت
جب تجھے خدا نے حسن دیا ہے اور نصیبہ کا حجلہ ہے
چہ حاجتست کہ مشاطات بیاراید
کیا ضرورت ہے کہ تجھے نائن سنوارے

نخواہد ایں چمن از سرو و لالہ خالی ماند
یہ چمن سرو اور لالہ سے خالی نہ رہے گا
یکے ہمیرود و دیگرے ہمی آید
ایک جا رہا ہے دوسرا آ رہا ہے

---

[1] معشوق کی خوشبو کی وجہ سے دل شہر میں مقیم ہوا اور یہ نہ سمجھا کہ معشوق ایک جگہ ٹھہرنے والا نہیں ہے۔
[2] میرا معشوق عقلمند اور صاحب نظر ہے وہ اچھے برے کو سمجھتا ہے اور جانتا ہے کہ حقیقی عاشق کون ہے اور بوالہوس کون ہے۔
[3] چونکہ شاہ گدا سے محبت نہیں کر سکتا لہذا معشوق معذور ہے۔
[4] گنج رواں قارون کے خزانوں میں سے ایک خزانہ کا نام ہے۔
[5] ریاکاری کے زہد میں چونکہ کوئی بھلائی نہیں ہے اس لئے میرا دل بادۂ رنگیں کی طرف مائل ہے۔
[6] حسن کے ہوتے ہوئے بناؤ سنگھار کی ضرورت نہیں۔ شیرینی دنیا حسینوں سے خالی نہ رہیگی۔

جمیلہ ایست عروسِ جہاں ولے ہشدار ‖ کہ ایں مخدرہ در عقدِ کس نمی آید
دنیا کی دلہن، خوبصورت ہے لیکن ہوشیار رہ ‖ کہ یہ پردہ نشین کسی کے نکاح میں نہیں آتی ہے

بلا بہ گفتمش اے ماہرو چہ باشد اگر ‖ بیک شکر ز تو دلخستہ بیا ساید
میں نے اس سے خوشامد سے کہا اے ماہرو کیا ہو جائیگا اگر ‖ تری تھوڑی سی مسکراہٹ سے کوئی دل شکستہ آرام پائے

بخندہ گفت کہ حافظ خدائے را مپسند
اس نے ہنس کر کہا اے حافظ خدا کے لئے نہ چاہ

کہ بوسۂ تو رخِ ماہ را بیالاید
کیونکہ تیرا بوسہ لینا چاند کے رخ کو گندہ کر دے گا

بآبِ روشنِ مے عارفے طہارت کرد ‖ علی الصباح کہ میخانہ را زیارت کرد
عارف نے شراب کے صاف پانی سے پاکی حاصل کی ‖ صبح صبح، جبکہ میخانہ کی زیارت کی

ہمیں کہ ساغرِ زریں خور نہاں کردند ‖ ہلالِ ابروئے ساقی بمے اشارت کرد
جیسے ہی انہوں نے خورشید کا زریں ساغر چھپایا ‖ ساقی کے ابرو کے چاند نے شراب کا اشارہ کیا

خوشا نماز و نیازِ کسے کہ از سرِ درد ‖ بآبِ دیدہ و خونِ جگر طہارت کرد
اس شخص کی عاجزی اور نماز بہترین ہے جس نے درد سے ‖ آنکھوں کے پانی اور جگر کے خون سے وضو کیا

بہائے بادہ چوں لعل چیست جوہرِ عقل ‖ بیا کہ سود کسے برد کایں تجارت کرد
لعل جیسی شراب کی قیمت کیا ہے، عقل کا جوہر ‖ آجا، نفع اسی نے کمایا جس نے یہ تجارت کی

بیا بمیکدہ و وضعِ قرب و جاہم بیں ‖ اگرچہ چشمِ بما واعظ از حقارت کرد
شراب خانے میں آ، اور ہمارے قرب اور جاہ کی وضع دیکھ ‖ اگرچہ واعظ نے ہمیں حقارت سے دیکھا

نشانِ مہر و محبت ز جانِ عاشق جوی ‖ اگرچہ خانۂ دل محنتِ تو غارت کرد
مہر اور محبت کا نشان، عاشق کی جان میں تلاش کر ‖ اگرچہ دل کا گھر تیری تکلیف نے غارت کر دیا

دلم ز حلقۂ زلفش بجاں خرید آشوب ‖ چہ سود دید ندانم کہ ایں تجارت کرد
میرے دل نے اس کی زلف کے حلقے سے جان کے عوض فتنہ لیا ‖ میں نہیں جانتا ہوں کیا فائدہ دیکھا کہ یہ سوداگری کی

اگر امامِ جماعت بخواندش امروز
اگر آج اس کو جماعت کا امام بلائے

خبر دہید کہ حافظ بمے طہارت کرد
تو خبر دے دینا کہ حافظ نے شراب سے وضو کیا

بسرِ جامِ جم آنگہ نظر توانی کرد ‖ کہ خاکِ میکدہ کحلِ بصر توانی کرد
جامِ جمشید کے راز کو تو اس وقت دیکھ سکتا ہے ‖ جبکہ میکدہ کی خاک کو تو آنکھ کا سرمہ بنا لے

گدائیِ درِ میخانہ طرفہ اکسیریست ‖ گر ایں عمل بکنی خاک زر توانی کرد
میخانہ کے دروازے کی گدائی، عجب اکسیر ہے ‖ اگر تو یہ عمل کرے، تو خاک کو سونا بنا سکتا ہے

مباش بے مے و مطرب بزیرِ چرخِ کبود ‖ کز ایں ترانہ غم از دل بدر توانی کرد
نیل فام آسمان کے نیچے بدون شراب و مطرب نہ رہ ‖ اس لئے کہ تو اس ترانے سے غم کو دل سے نکال سکتا ہے

ے دنیا سے خوشامد یعنی میں نے خوشامد کہا کہ ذرا مسکرا دے
ے سورج غروب ہو جانے کے بعد عموماً شراب کا دور چلتا ہے
ے شراب کی مستی میں انسان عقل کو بیچتا ہے
ے ہماری عزت میکدہ میں ہے اگرچہ واعظ ہم حقیر سمجھتا ہے
ے اگرچہ دل تباہ ہو گیا ہے لیکن محبت ...
ے ... حافظ مست ہے ... نماز پڑھنا جائز نہیں ہے
ے ... میں ... خاک ...

بعزمِ مرحلهٔ عشق پیش نه قدمے — که سود ها بری ار ایں سفر توانی کرد
عشق کے سفر کے ارادہ سے قدم آگے بڑھا — اگر تو یہ سفر کر سکے گا، فائدہ اٹھائے گا

بیا که چارهٔ ذوقِ حضور و نظمِ امور — بہ فیض بخشیِ اہلِ نظر توانی کرد
آجا حاضری کے ذوق اور معاملات کے انتظام کی تدبیر — تو اہلِ نظر کی فیض بخشی سے کر سکے گا

گلِ مرادِ تو آنگه نقاب بکشاید — که خدمتش چو نسیمِ سحر توانی کرد
تیری مراد کا پھول، اس وقت کھلے گا — جبکہ نسیمِ سحر کی طرح، تو اس کی خدمت کر سکے گا

تو کز سرائے طبیعت نمیروی بیروں — کجا بکوئے حقیقت گذر توانی کرد
تو جبکہ مزاج کے کوچہ سے، باہر نہیں نکلتا ہے — حقیقت کے کوچہ تک کہاں پہنچ سکے گا؟

جمالِ یار ندارد نقاب و پرده ولے — غبارِ ره بنشاں تا نظر توانی کرد
یار کا حسن، پردہ اور نقاب نہیں رکھتا ہے لیکن — راستہ کا غبار بٹھا، تاکہ تو دیکھ سکے

دلا ز نورِ ریاضت گر آگهی یابی — چو شمع خنده زناں ترکِ سر توانی کرد
اے دل، اگر تو ریاضت کے نور سے باخبر ہو جائے گا — شمع کی طرح ہنستے ہوئے سر سے دست بردار ہو سکے گا

ولے تو تا لبِ معشوق و جامِ مے خواہی — طمع مدار که کارِ دگر توانی کرد
لیکن جب تک تو معشوق کا ہونٹ اور شراب کا جام چاہتا ہے — اس کا لالچ نہ کر کہ تو کوئی دوسرا کام کر سکے گا

گر ایں نصیحتِ شاہانه بشنوی حافظ
اے حافظ! اگر تو یہ شاہانہ نصیحت سن لے گا
بشاہراهِ طریقت گذر توانی کرد
طریقت کی شاہراہ پر، گذر سکے گا

۵

بیا که ترکِ فلک خوانِ روزه غارت کرد — ہلالِ عید بدورِ قدح اشارت کرد
آجا کہ آسمان کے ڈاکو نے روزہ کے خوان پر لوٹ مچا دی ہے — عید کے چاند نے پیالے کے دور کا اشارہ کر دیا ہے

ثوابِ روزه و حجِ قبول آنکس بُرد — که خاکِ میکدهٔ عشق را زیارت کرد
روزہ کا ثواب اور حج کی مقبولیت اس شخص کو حاصل ہوئی ہے — جس نے عشق کے میکدہ کی زیارت کی ہے

مقامِ اصلیِ ما گوشهٔ خراباتست — خدائش خیر دہاد آنکه ایں عمارت کرد
ہمارا اصلی مقام، شراب خانہ کا گوشہ ہے — خدا اس کا بھلا کرے جس نے یہ تعمیر کیا ہے

نماز در خمِ آں ابروانِ محرابی — کسے کند که بخونِ جگر طہارت کرد
ان محرابی ابروؤں کے خم میں، نماز — وہ شخص پڑھ سکتا ہے جس نے خونِ جگر سے وضو کیا ہے

امامِ شہر که سجاده میکشید بدوش — بخونِ دخترِ رز جامه را قصارت کرد
شہر کا امام جو جاتے نماز کاندھے پر ڈالے تھا — انگور کی بیٹی کے خون سے اس نے کپڑے دھوئے ہیں

فغاں که نرگسِ جماشِ شیخِ شہر امروز — نظر بدُردکشاں از سرِ حقارت کرد
فریاد ہے کہ آج شہر کے شیخ کی مکار آنکھ نے — تلچھٹ پینے والوں کو، حقارت کی نگاہ سے دیکھا ہے

بروئے یار نظر کن ز دیده منت دار — که کارِ دیده ہمه از سرِ بصارت کرد
دوست کے چہرے پر نظر کر، آنکھ کے بارے میں شکر گزار ہو — اللہ نے آنکھ کا سب کام، دیکھنے کے لئے ہی کیا ہے

ملے ذوقِ حضوری یعنی مشاہدۂ حق کا ذوق، نظمِ امور یعنی دنیاداری کا انتظام یہ دونوں اہلِ نظر کے فیض سے حاصل ہوتے ہیں۔
ملے صبح کی نسیم پھول کی خدمت گذاری کرتی ہے تب وہ کھلتا ہے۔
ملے جو خواہشاتِ نفس میں لگا ہے اس کو حقیقت حاصل نہیں ہوتی ہے۔
ملے جمالِ یار تو بے پردہ ہے لیکن غبار دیکھنے میں حائل ہے
ملے شمع مسکراتے ہوئے اپنا سر فنا کر دیتی ہے
ملے لہٰذا اب شراب کا دور چلنا چاہیے۔
ملے جس نے شراب خانہ آباد کیا ہے خدا اس کو جزائے خیر دے اس نے ہمارا گھر آباد کر دیا ہے۔
ملے چونکہ شیخ کا ظلم ہے لہٰذا ہم سے فریاد ہے۔
ملے خدا نے آنکھ اسی لئے پیدا کی ہے کہ اس سے محبوب کے حسن کا نظارہ کیا جائے۔

حدیثِ عشق زحافظ شنونہ از واعظ
عشق کا قصہ، حافظ سے سن نہ کہ واعظ سے

اگرچہ صنعتِ بسیار در عبارت کرد
اگرچہ اس نے عبارت میں بہت کاریگری کی ہے

بلبلے خونِ جگر خورد و گلے حاصل کرد
ایک بلبل نے خون جگر پیا اور ایک پھول حاصل کر لیا

بادِ غیرت بصدش حال پریشاں دل کرد
غیرت کی ہوا نے اس کو سینکڑوں طرح سے پریشان دل بنا دیا

طوطئے را بہوائے شکرے دل خوش بود
شکر کی محبت سے ایک طوطی کا دل خوش تھا

ناگہش سیلِ فنا نقشِ امل باطل کرد
موت کے بہاؤ نے اچانک اس کی امید کے نقش کو مٹا دیا

قرۃ العینِ من آں میوۂ دل یادش باد
وہ دل کا میوہ، میری آنکھ کی ٹھنڈک اس کو یاد رہے

کہ خود آساں بشد و کارِ مرا مشکل کرد
کہ خود تو آسانی سے چلا گیا، اور میرا کام مشکل بنا دیا

ساربان بارِ من افتاد خدا را مددے
اے شتربان میرا بوجھ گر پڑا ہے، خدا کے لئے مدد کرے

کہ امیدِ کرمم ہمرہِ ایں محمل کرد
اس لئے کہ کرم کی امید نے مجھے اس کجاوہ کے ساتھ کیا ہے

روئے خاکی و نمِ چشمِ مرا خوار مدار
میرے خاک آلود چہرے اور آنکھ کی نمی کو ذلیل نہ کر

چرخِ فیروزہ طربخانہ ازیں کہگل کرد
نیلے آسمان نے طربخانہ کو اسی سے کہگل کیا ہے

آہ و فریاد کہ از چشمِ حسودِ مہ و مہر
آہ و فریاد ہے کہ چاند اور سورج کی حسد کی نظر سے

در لحد ماہِ کماں ابروئے من منزل کرد
میرے کمان جیسے ابرو والے چاند نے قبر میں پناہ گزیں لیا ہے

نزدی شاہرخ و فوت شد امکاں حافظ
تو نے شہرخ کی چال نہ چلی اور اے حافظ موقع جاتا رہا

چہ کنم بازیِ ایام مرا غافل کرد
کیا کروں زمانے کی بازی نے مجھے غافل بنا دیا

بخت از دہانِ یار نشانم نمی دہد
نصیبہ معشوق کے منہ کا مجھے پتہ نہیں دیتا ہے

دولت خبر ز رازِ نہانم نمی دہد
دولت چھپے راز کی مجھے خبر نہیں دیتی ہے

از بہر بوسۂ ز لبش جاں ہمی دہم
اس کے ہونٹ کے بوسہ کے عوض میں جان دیتا ہوں

اینم نمی ستاند و آنم نمی دہد
وہ مجھ سے اس کو نہیں لیتا ہے اور وہ مجھے نہیں دیتا ہے

مُردم ز انتظار و دریں پردہ راہ نیست
میں انتظار میں مرا اور اس پردہ میں راستہ نہیں ہے

یا ہست و پردہ دار نشانم نمی دہد
یا ہے، اور پردہ دار مجھے اس کا پتہ نہیں دیتا ہے

شکر بصبر دست دہد عاقبت ولے
صبر سے انجام کار وصالِ یار نصیب ہوتا ہے لیکن

بد عہدیِ زمانہ امانم نمی دہد
زمانہ کی بد عہدی مجھے امن نہیں دیتی ہے

زلفش کشید بادِ صبا چرخِ سفلہ بیں
بادِ صبا نے اس کی زلف کو کھینچا، کمینے آسمان کو دیکھو

کآنجا مجالِ بادِ وزانم نمی دہد
مجھے اس جگہ چلتی ہوا کی جگہ نہیں دیتا ہے

چندانکہ بر کنار چو پرکار میروم
جتنا کہ پرکار کی طرح میں کنارہ پر چلتا ہوں

دوراں چو نقطہ رہ بمیانم نمی دہد
زمانہ نقطہ کی طرح مجھے درمیان کا موقع نہیں دیتا ہے

---

۱ بہت معنی سمجھ کر بات بولا ہے۔
۲ یہ مرثیہ ہے جو حافظ نے اپنے کسی لڑکے کے مرنے پر کہا ہے، گل سے مراد وہی لڑکا ہے اور بلبل سے مراد خود حافظ ہے۔
۳ طوطی سے حافظ اور شکر سے مراد لڑکا ہے۔
۴ ہمارے چہرے کی خاک کو آنسوؤں سے گوندھ کر زمانے نے اپنے محفل خانہ کو لیپا ہے
۵ رازِ نہاں سے مراد معشوق کا منہ ہے
۶ ایں سے مراد جان، آں سے مراد بوسہ ہے۔
۷ شکر سے مراد وصل یار ہے۔
۸ بادِ صبا کو زلف سے کھیلنے کا موقع دیا ہے عاشق کا وہاں گذر بھی نہیں ہے۔
۹ پرکار کا درمیانی نقطہ پر سکون ہے اور پرکار کا سرا چکر کھاتا ہے یعنی حیران ہے۔

جاں میدہم برائے یکے بوسہ از لبش — جاں می برد رواں و زبانم نمی دہد
میں اس کے لب کے ایک بوسہ کے لئے جان دیتا ہوں — وہ فوراً جان لے لیتا ہے اور مجھے زبان نہیں دیتا ہے

گفتم روم بخواب کہ بینم جمالِ یار
میں نے سوچا تھا، سو جاؤں تاکہ یار کا جمال دیکھوں

حافظ ز آہ و نالہ امانم نمی دہد
حافظ، آہ و نالہ سے مجھے امن نہیں دیتا ہے

بود آیا کہ درِ میکدہا بکشایند — گرہ از کارِ فروبستۂ ما بکشایند
کیا اب ہوگا کہ میکدوں کے دروازے کھولیں گے — ہمارے بندھے ہوئے معاملہ کی گرہ کھولیں گے

اگر از بہرِ دلِ زاہدِ خود بیں بستند — دل قوی دار کہ از بہرِ خدا بکشایند
اگر انھوں نے متکبر زاہد کے لیے دروازہ بند کر دیا ہے — تو دل مضبوط رکھو اس لئے کہ خدا کے لئے کھول دیں گے

درِ میخانہ ببستند خدایا مپسند — کہ درِ خانۂ تزویر و ریا بکشایند
انھوں نے میخانہ کا دروازہ بند کر دیا ہے اے خدا پسند نہ فرما! — کہ وہ مکاری اور ریاکاری کے گھر کا دروازہ کھولیں

گیسوئے چنگ ببرید بمرگِ مےِ ناب — تا ہمہ مغبچگاں زلفِ دوتا بکشایند
خالص شراب کی موت پر چنگ کے گیسو تراش دو — تاکہ سب مغبچے دوہری زلفیں کھول دیں

بصفائے دلِ رندانِ صبوحی زدگاں — بس درِ بستہ بمفتاحِ دعا بکشایند
صبح کی شراب پینے والوں، رندوں کے دل کی صفائی کی وجہ سے — بہت سے بند کئے ہوئے دروازے دعا کی کنجی سے کھول دیتے ہیں

نامۂ تعزیتِ دخترِ رز بنویسید — تا حریفاں ہمہ خوں از مژہا بکشایند
انگور کی بیٹی کا تعزیت نامہ لکھو — تاکہ سب دوست پلکوں سے خون گرائیں

حافظ ایں خرقۂ پشمینہ بہ بینی فردا
اے حافظ! اس کمبل کی گدڑی کو تو کل تو دیکھے گا

کہ چہ زنار ز زیرش بجفا بکشایند
کہ کتنے زنار، اس کے نیچے سے زبردستی کھولیں گے

بعد ازیں دست من و دامنِ آں سرو بلند — کہ ببالائے چماں از بن و بیخم بر کند
اس کے بعد میرا ہاتھ ہوگا اور اس بلند سرو کا دامن — جس نے خرام ناز سے قد کے ذریعہ مجھے جڑ سے اکھاڑ پھینکا

حاجتِ مطرب و مے نیست تو برقع بکشا — کہ برقص آوردم آتشِ رویت چو سپند
مطرب اور شراب کی ضرورت نہیں ہے تو برقع اٹھا دے — تاکہ تیرے چہرے کی آگ مجھے کالے دانے کی طرح نچا دے

ہیچ روئے نشود آئنۂ چہرۂ بخت — مگر آں روئے کہ مالند برآں سم سمند
کوئی چہرہ نصیبے کے چہرہ کا آئینہ نہیں ہو سکتا — مگر وہ چہرہ جس کو اس گھوڑے کے سم پر مل دیں

گفتم اسرارِ غمت ہر چہ بود گو می باش — صبر ازیں بیش ندارم چہ کنم تا کے و چند
میں نے کہا تیرے غم کے راز جو کچھ بھی ہوں ہوا کریں — اس سے زیادہ میں صبر نہیں کر سکتا کیا کروں کب تک

مکش آں آہوئے مشکین مرا اے صیاد — شرم از آں چشمِ سیہ دار و ببندش بکمند
اے صیاد! میرے اس مشک والے ہرن کو نہ مار — اس کالی آنکھوں سے شرم کر اور کمند سے باندھ

ے خواب میں ...
دیکھنا چاہتا ہوں لیکن حافظ کا آہ و نالہ سونے نہیں دیتا ہے۔

ے میخانہ کا دروازہ زاہد کے لئے بند ہے تیرے لئے کھول دیں گے۔

ے شراب کی ممانعت پر چنگ کے تار توڑ ڈالو تاکہ مغبچے سوگ میں اپنی زلفیں کھول ڈالیں

ے شراب کی بندش گویا اسکی موت ہے اس حلقہ میں تعزیت نامہ لکھو کہ دوست خون کے آنسو روئیں۔

من خاکی که ازیں در نتوانم برخاست
میں خاکی ہوں اس در سے اٹھ بھی نہیں سکتا

از کجا بوسه زنم بر لب آں قصر بلند
اس بلند محل کے ہونٹ کا کہاں سے بوسہ لوں

جز بزلف تو ندارد دل عاشق میلے
عاشق کا دل تیری زلف کے سوا کوئی خواہش نہیں رکھتا ہے

آه ازیں دل که بصد بند نمی گیرد پند
اس دل پر آہ ہے کہ سو قید سے بھی نصیحت حاصل نہیں کرتا ہے

شب و روز بدعا عاشق بیدل گوید
بیدل عاشق رات دن تیرے لئے دعائیں کہتا ہے

که مبیناد سهی قامتت از دهر گزند
کہ خدا کرے تیرے بلند قد کو زمانے کی گزند نہ پہونچے

تو غزلہائے تر و دلکش حافظ بشنو
تو حافظ کی تازہ اور دلکش غزلیں سن

گر کمالیش بود شعر بگوید نجخند
اگر اس کو کوئی کمال ہوگا، وہ خجند میں شعر کہے گا

باز مستان دل ازاں گیسوئے مشکیں حافظ
اے حافظ اس مشکیں زلف سے دل واپس نہ لے

زانکه دیوانه همان به که بماند در بند
اس لئے کہ دیوانہ وہی اچھا ہے جو قید میں رہے

بتے دارم که گرد گل ز سنبل سایباں دارد
میرا ایک معشوق ہے جس کے پھول کے گرد سنبل کا سائبان ہے

بهار عارضش خطے بخون ارغواں دارد
اس کے رخسار کی بہار کے پاس ارغواں کے خون کا خط ہے

غبار خط بپوشانید خورشید رخش یارب
اس کے خط کے غبار نے رخ کے سورج کو چھپا لیا اے خدا!

حیات جاودانش ده که حسن جاوداں دارد
اسکو ہمیشگی کی زندگی عطا فرما کیونکہ اس کا حسن ہمیشہ رہنے والا ہے

چو عاشق می شدم گفتم که بردم گوهر مقصود
جب میں عاشق ہوا تو سمجھا کہ گوہر مقصود حاصل کر لیا

ندانستم که ایں دریا چه موج بیکراں دارد
میں نے نہیں جانا کہ یہ دریا کس قدر بے پایاں موجیں رکھتا ہے

چو در رویت بخندد گل مشو در دامش اے بلبل
اے بلبل جب پھول تیرے سامنے ہنسے تو اس کے جال میں نہ پھنس

که بر گل اعتمادے نیست گر حسن جہاں دارد
اس لئے کہ پھول پر کوئی بھروسہ نہیں ہے، اگرچہ وہ جہان کا حسن رکھتا ہے

خدا را داد من بستاں ازو اے شحنهٔ مجلس
اے مجلس کے کوتوال خدا کے لئے میرا اس سے انصاف کرا

که مے با دیگراں خورده است و با من سر گراں دارد
کہ اس نے دوسروں کے ساتھ شراب پی ہے اور مجھ سے ناخوش ہے

امیدم را رواں گرداں اگر امید آں داری
اگر تجھے اس کی امید ہے تو میری امید پوری کر دے

قدت آئین سرو ناز و لعلت لطف جاں دارد
تیرا قد سرو ناز کا طریقہ اور تیرا لعل جان کا لطف رکھتا ہے

چو دام طره افشاند ز گرد خاطر عاشق
جب وہ زلف کے جال کو عاشق کے دل کی گرد سے جھاڑتا ہے

بغماز صبا گوید که راز من نہاں دارد
صبا کے چغلخور سے کہتا ہے کہ میرا راز پوشیدہ رکھے

ز خوف هجرم ایمن کن اگر امید آں داری
مجھے ہجر کے خوف سے مطمئن کر دے اگر تجھے اس کی امید ہے

که از چشم بد اندیشاں خدایت در اماں دارد
بداندیشوں کی نظر سے خدا تجھے محفوظ رکھے

چه افسوس است در ایں ره که سلطان معنی را
اس راستہ پر کیا پڑا ہے کہ حقیقت کے ہر بادشاہ کو

دریں درگاه می بینم که سر بر آستاں دارد
میں اس درگاہ میں دیکھتا ہوں کہ چوکھٹ پر سر رکھتا ہے

بفتراک ار همی بندی خدا را زود صیدم کن
اگر تو فتراک سے باندھتا ہے تو خدا کے لئے مجھے جلد شکار کرلے

که آفتہاست در تاخیر و طالب را زیاں دارد
اس لئے کہ دیر کرنے میں آفتیں ہیں اور طلبگار کا نقصان ہے

- یعنی اس قدر کمزور ہوں کہ اٹھنے کی بھی طاقت نہیں ہے تو محبوب کے بلند قد کے ہوتے ہوئے اس کے ہونٹ تک پہونچنا مشکل ہے
- گل سے مراد رخسار اور سنبل سے مراد زلف ہے۔ خط بخون کسے داشتن کے معنی ہیں کسی کو قتل کرنیکی دلیل رکھنا یعنی چونکہ اس کا رخسار ارغواں سے بھی حسین ہے لہذا اس کو حق ہے کہ وہ ارغوان کو قتل کر دے۔
- یعنی کے رخسار پر خط آجانے سے بھی اسکے حسن میں کمی نہیں آئی لہذا یہ حسن ہمیشہ رہنے والا ہے۔
- یعنی کے مسکرانے سے بلبل کو دھوکا نہ کھانا چاہئے۔
- یعنی اگر تو میری امید پوری کریگا تو خدا تیری امید پوری کر دے۔
- اس کی زلفوں میں عاشقوں کے غبار آلود دل پھنسے ہیں جب وہ ان کو جھاڑتا ہے تو [illegible]
- سلطان معنی سے حقیقت شناس مراد ہے۔

ز سرو قدِ دلجویت مکن محروم چشمم را
میری آنکھوں کو اپنے دلپسند قد کے سرو سے محروم نہ کر

بدین سرچشمه‌اش بنشان که خوش آبی روان دارد
اس کو اس چشمہ پر بٹھا دے کیونکہ بہت عمدہ پانی رکھتا ہے

ز چشمت جان نشاید برد کز هر سو که می‌بینم
تیری آنکھوں سے جان نہیں بچائی جا سکے گی اس لئے کہ میں ہر جانب دیکھتا ہوں

کمین از گوشه‌ای کردست و تیر اندر کمان دارد
ہر گوشہ میں گھات لگائی ہے اور کمان پر تیر چڑھایا ہے

بیفشان جرعه بر خاک و حال اهل شوکت بین
ایک گھونٹ زمین پر گرا دے اور اہل دبدبہ کی حالت پر غور کر

که از جمشید و کیخسرو هزاران داستان دارد
اس لیے کہ وہ جمشید و کیخسرو کی ہزاروں داستانیں رکھتی ہے

چه عذر از بخت خود گویم که آن عیارِ شهرآشوب
میں اپنے نصیب کی طرف سے کیا عذر کروں کہ اس شہر کو فتنے میں مبتلا کرنے والے مکار نے

بتلخی کشت حافظ را و شکر در دهان دارد
حافظ کو تلخ کلامی سے مار ڈالا اور منہ میں شکر رکھتا ہے

به حسن و خلق و وفا کس بیارِ ما نرسد
حسن و خلق اور وفا میں کوئی ہمارے یار کو نہیں پہونچتا ہے

ترا درین سخن انکارِ کارِ ما نرسد
تجھے بھی اس بات میں ہمارے کام کے انکار کا حق نہیں پہونچتا ہے

اگرچه حسن فروشان بجلوه آمده اند
اگرچہ حسن فروش جلوے میں آ گئے ہیں

کسے بحسن و لطافت بیارِ ما نرسد
کوئی حسن اور پاکیزگی میں ہمارے یار کو نہیں پہونچتا ہے

بحقِ صحبتِ دیرین که هیچ محرمِ راز
دیرینہ صحبت کے حق کی قسم کہ کوئی رازدار

بیارِ یکجهت حق گزارِ ما نرسد
ہمارے یار یکجہت حق گزار کو نہیں پہونچتا ہے

هزار نقد ببازارِ کائنات آرند
کائنات کے بازار میں ہزاروں سکے لائے ہیں

یکے بسکهٔ صاحب عیارِ ما نرسد
ہمارے خالص سونے والے سکے کو ایک نہیں پہونچتا ہے

دریغ قافلهٔ عمر آنچنان رفتند
افسوس کہ عمر کے قافلے اس طرح چلے گئے

که گردشان بهوائے دیارِ ما نرسد
کہ ان کی گرد بھی ہمارے ملک کی ہوا تک نہیں پہونچتی ہے

هزار نقش برآید ز کلکِ صنع و یکے
کاریگری کے قلم سے ہزاروں نقش نکلتے ہیں اور ایک بھی

بدلپذیریِ نقشِ نگارِ ما نرسد
ہمارے محبوب کے نقش کی دلپذیری کو نہیں پہونچتا ہے

دلا ز طعنِ حسودان مرنج و ایمن باش
اے دل حاسدوں کے طعنے سے رنجیدہ نہ ہو اور مطمئن رہ

که بد بخاطرِ امیدوارِ ما نرسد
اس لئے کہ ہمارے امیدوار طبیعت تک کوئی برائی نہیں پہونچتی ہے

چنان بزی که اگر خاکِ ره شوی کس را
اس طرح زندہ رہ کہ اگر تو راستے کی خاک بن جائے کسی کو

غبارِ خاطرے از رهگذارِ ما نرسد
ہمارے راستے سے کوئی تکلیف نہ پہونچے

بسوخت حافظ و ترسم که شرحِ قصهٔ او
حافظ جل گیا، اور میں ڈرتا ہوں کہ اس کے قصے کی تفصیل

بسمعِ پادشهِ کامگارِ ما نرسد
ہمارے کامیاب بادشاہ کے کانوں تک نہ پہونچے

بیا که رایتِ منصور پادشاه رسید
آ، منصور بادشاہ کا جھنڈا آ گیا ہے

نویدِ فتح و بشارت بمهر و ماه رسید
فتح کا پیغام اور خوشخبری سورج اور چاند تک پہونچی ہے

ے سرو کے نشو و نما کے لئے پانی کی ضرورت ہے وہ میری آنکھوں میں موجود ہے۔
ے قاعدہ ہے کہ شراب پینے سے قبل تھوڑی سی زمین پر گرائی جاتی ہے۔ یعنی جمشید و کیخسرو اسی خاک میں پنہاں ہیں۔
ے یہ غزل نعت نبی صلعم میں ہے یار سے مراد آنحضور کی ذات گرامی ہے۔
ے دیگر انبیاء کو وہ مرتبہ حاصل نہیں ہے جو آنحضور صلعم کو حاصل ہے۔
ے دیگر انبیاء کا سکہ ایسا رائج نہیں ہوا جیسا آنحضور کا۔
ے قافلۂ عمر سے مراد حضور کی صفات ہیں۔
ے حاسدوں کی طعنہ زنی سے ہمارے دل پر کوئی اثر نہیں ہو سکتا ہے۔
ے انسان کو مر کر راہ کی خاک ہو جانا چاہیے اور زندگی بھی اس طور پر کر کہ چلنے والوں کو اس گرد سے کوئی تکلیف نہ پہونچے۔
ے ایک زمانہ میں شاہ یحیٰی شیراز پر قابض ہو گیا تھا، منصور نے شیراز پر حملہ کیا اور شاہ یحیٰی کو قتل کر کے اپنی بادشاہت کا اعلان کیا۔ منصور خواجہ حافظ کا سودمند دوست تھا اس فتح کی خوشی میں خواجہ صاحب نے یہ قصیدہ لکھا ہے۔

جمالِ بخت زروئے ظفر نقاب انداخت
نصیبہ کے حسن نے کامیابی کے چہرے سے نقاب اٹھا پھینکا

کمالِ عدل بفریادِ داد خواہ رسید
مکمل انصاف، فریادی کی فریاد کو پہونچ گیا ہے

سپہر دورِ خوش اکنوں زند کہ ماہ آمد
آسمان کا دور اب بہتر ہوگا، کہ چاند نکل آیا ہے

جہاں بکامِ دل اکنوں رسد کہ شاہ رسید
دنیا دلوں کے مدعا کو اب پہونچے گی جبکہ شاہ پہونچ گیا ہے

زقاطعانِ طریق ایں زماں شوند ایمن
ڈاکوؤں سے اب مطمئن ہوں گے

قوافلِ دل و دانش کہ مردِ راہ رسید
دل، اور عقل کے قافلے، کیونکہ مردِ راہ پہونچ گیا ہے

عزیزِ مصر برغمِ برادرانِ غیور
مصر کا عزیز، حاسد بھائیوں کی ذلت کے ساتھ

زقعرِ چاہ برآمد باوجِ ماہ رسید
کنویں کی گہرائی سے نکل آیا اور چاند کی بلندی پر پہونچ گیا ہے

کجاست صوفیِ دجّال چشمِ ملحد شکل
کہاں ہے دجّال کی آنکھ، اور ملحد کی شکل والا صوفی

بگو بسوز کہ مہدیِ دیں پناہ رسید
کہدو کہ جل مرے کہ دین کی پناہ، مہدی پہونچ گیا ہے

صبا بگو کہ چہا بر سرم دریں غمِ عشق
صبا بتادے کہ اس عشق کے غم میں میرے سر پر کیا گیا؟

زآتشِ دلِ سوزان و برقِ آہ رسید
جلتے دل کی آگ، اور آہ کی بجلی سے گزرا ہے

زشوقِ روئے تو جاناں بریں اسیرِ فراق
جاناں تیرے چہرے کے عشق سے اس فراق کے قیدی پر

ہماں رسید کز آتش برگِ کاہ رسید
وہی پہونچا ہے جو آگ سے گھاس کے تنکے کو پہونچا ہے

مرو بخواب کہ حافظ ببارگاہِ قبول
نہ سو، اس لیے کہ حافظ مقبولیت کی بارگاہ میں

زوردِ نیم شب و درسِ صبحگاہ رسید
آدھی رات کے وظیفہ اور صبح کے وقت کے درس سے پہونچ گیا ہے

بنفشہ دوش بگل گفت و خوش نشانے داد
بنفشہ نے کل رات کو پھول سے کہا اور اچھا پتہ بتایا

کہ تاب من بجہاں طرۂ فلانے داد
کہ فلاں کی زلف نے مجھے دنیا میں بل دیا ہے

دلم کہ مخزنِ اسرار بود دستِ قضا
میرا دل جو رازوں کا خزانہ تھا تقدیر کے ہاتھ نے

درش ببست و کلیدش بدلستانے داد
اس کا دروازہ بند کر دیا اور اس کی کنجی ایک محبوب کے ہاتھ میں دیدی ہے

شکستہ وار بدرگاہت آمدم کہ طبیب
شکستہ ہو کر تیرے دربار میں آیا ہوں اس لئے کہ طبیب نے

بمومیائیِ لطفِ توام نشانے داد
تیری مہربانی کی مومیائی کا مجھے پتہ بتایا ہے

برو معالجۂ خود کن اے نصیحت گوئی
اے ناصح! جا۔ اپنا علاج کر

شراب و شاہد و ساقی کرا زیانے داد
شراب اور معشوق اور ساقی نے کس کو نقصان دیا ہے؟

تنش درست و دلش شاد باد و خاطر خوش
اس کا جسم تندرست اور اس کا دل خوش اور اس کے مزاج اچھے ہیں

کہ دستِ دادو دہش دادِ ناتوانے داد
جس کے داد و دہش کے ہاتھ نے، کسی کمزور کی مدد کی ہے

گذشت بر منِ مسکین و با رقیباں گفت
مجھ مسکین کے پاس سے گزرا، اور رقیبوں سے بولا

دریغ عاشقِ مسکینِ من چہ جانے داد
افسوس میرے مسکین عاشق نے کیسی جان دیدی ہے

خزینۂ دلِ حافظ زگوہرِ اسرار
حافظ کے دل کے خزانہ نے رازوں کے جواہر کا

بیمنِ عشقِ تو سرمایۂ جہانے داد
تیرے عشق کی برکت سے ایک زمانہ کا سرمایہ دیدیا ہے

ملے دل اور دانش کے قافلے ڈاکوؤں سے امن میں ہیں۔
ملے بادشاہ کو یوسف اور مخالفوں کو برادرانِ یوسف قرار دیا ہے۔
ملے دجّال کی ایک آنکھ میں پھولا ہوگا اور روایات میں ہے کہ اس کو امام مہدی قتل کریں گے۔
ملے حافظ کو کامیابی شب بیداری سے ہوئی ہے تو بھی شب بیداری کرے
ملے بنفشہ اس کی زلف کو دیکھ کر رشک میں پیچ و تاب کھاتا ہے
ملے اب میں رازِ عشق کو ظاہر کرنے پر قادر نہیں ہوں۔
ملے مومیائی ایک دوا ہے جو ٹوٹی ہوئی ہڈی کو جوڑنے میں اکسیر ہے۔
ملے نصیحت گر پاگل ہے اس کو اپنا علاج کرانا چاہئے۔
ملے خزینۂ جہاں کے جو ہر اسی میں ہیں وہ حافظ کا عطیہ ہیں۔

بریدِ بادِ صبا دوشم آگہی آورد
بادِ صبا کے قاصد نے کل مجھے خبر دی ہے
کہ روزِ محنت و غم رو بکوتہی آورد
کہ محنت اور غم کے دن نے کمی کی طرف رخ کیا ہے

بمطربانِ صبوحی دہیم جامۂ پاک
ہم پاک لباس صبح کے گویوں کو دیں گے
بدیں نوید کہ بادِ سحر ہی آورد
اس خوشخبری پر جو صبح کے وقت کی ہوا لائی ہے

نسیمِ زلفِ تو شد خضرِ راہِ ما اندر عشق
عشق کے بارے میں تیری زلف کی خوشبو ہماری خضرِ راہ ہوئی ہے
زہے رفیق کہ بختم بہمرہی آورد
کیا عمدہ ساتھی ہے جس کو نصیب نے ساتھ کیا ہے

بیا بیا کہ طہورِ بہشت را رضواں
آجا آجا اس لیے کہ رضوان بہشت کی پاکیزہ شراب
درینجہاں ز برائے دلِ رہی آورد
اس دنیا میں ایک غلام کے دل کی خاطر لایا ہے

بخیرِ خاطرِ ما کوش کایں کلاہِ نمد
ہماری طبیعت کی بھلائی کے لیے کوشش کر اس لیے کہ یہ کمبلی کی ٹوپی
بسے شکست کہ برافسرِ شہی آورد
شاہی تاج پر بہت سی شکستیں لائی ہے

چہ آہہا کہ رسید از دلم بخرگہِ ماہ
کتنی آہیں ہیں کہ میرے دل سے چاند کے خیمہ تک پہونچی ہیں
چو یادِ عارضِ آں ماہِ خرگہی آورد
جب اس نے خیمے کے چاند کے رخسار کو یاد کیا ہے

رساند رایتِ منصور بر فلک حافظ
حافظ نے منصور کے جھنڈے کو آسمان پر پہونچا دیا ہے
چو التجا بجنابِ شہنشہی آورد
جبکہ اس نے شہنشاہی دربار میں التجا کی ہے

بکوئے میکدہ یارب سحر چہ مشغلہ بود
اے خدا صبح میکدہ کے کوچہ میں کیا مشغلہ تھا؟
کہ جوشِ شاہد و ساقی و شمع و مشعلہ بود
کہ معشوق، اور ساقی، اور شمع اور مشعل کا جوش تھا

حدیثِ عشق کہ از حرف و صوت مستغنیست
عشق کی بات جو حرف اور آواز سے مستغنی ہے
بنالۂ دف و نے در خروش و ولولہ بود
دف اور بانسری کے نالے سے خروش اور ولولہ میں تھی

مباحثے کہ در آں حلقۂ جنوں میرفت
وہ بحثیں جو اس دیوانگی کی مجلس میں ہو رہی تھیں
ورائے مدرسہ و قیل و قال و مسئلہ بود
مدرسہ اور قیل و قال اور مسئلہ سے آگے کی تھیں

دل از کرشمۂ ساقی بشکر بود و لے
ساقی کے اشارۂ چشم کا دل شکرگزار تھا لیکن
ز نا مساعدتِ بختش اندکے گلہ بود
نصیب کی ناموافقت سے اس کو تھوڑا سا شکوہ تھا

قیاس کردم آزاں چشمِ جادوانہ مست
ان جادو بھری مست آنکھوں کا میں نے اندازہ کیا
ہزار ساحرِ چوں سامریش در گلہ بود
سامری جیسے ہزار جادوگر ان کے شاکی تھے

بگفتمش بلبم بوسۂ حوالت کن
میں نے اس سے کہا میرے ہونٹ کا ایک بوسہ عنایت کر
بخندہ گفت کیت با من ایں معاملہ بود
ہنس کر بولا تیرا مجھ سے یہ معاملہ کب تھا؟

ز اخترم نظرِ سعد در رہست کہ دوش
میرے ستارے کو سعد پر نظر در پیش ہے اس لیے کل شب
میانِ ماہ و رخِ یارِ من مقابلہ بود
چاند اور میرے یار کے رخ میں مقابلہ تھا

کرشمۂ کہ بکرد آں دو چشمِ شہر آشوب
شہر کو فتنہ میں ڈالنے والی ان دو آنکھوں کے اشارہ پر
زخیلِ دل شدگانش ہزار در گلہ بود
دل دیئے ہوئے مجمع میں سے ہزاروں شکوے میں تھے

ا یعنی خوشی و رنج کی کیفیت کم ہوگی اور رنج و غم کا دن چھوٹا ہو جائے گا۔
۲ رہی بمعنی غلام یعنی حافظ کے لیے رضوان جنت سے شراب لایا ہے
۳ یہ عشق کی کہانی کے بیان کے لیے الفاظ اور حروف کی ضرورت نہیں ہے۔
۴ یعنی محبت کے مباحث علماءِ ظاہر کی فہم سے بالاتر ہیں
۵ کیونکہ وہ اس کی جادوگری کے مقابلہ میں عاجز تھے
۶ منصور نے شاہ شجاع کے لڑکے زین العابدین کو شکست دیکر شیراز کی بادشاہت حاصل کی تھی یہ بھی حافظ کا ممدوح ہے۔

دہانِ یار کہ درمانِ دردِ حافظ داشت
محبوب کا وہ منہ، جو حافظ کے درد کا علاج رکھتا تھا
فغاں کہ وقتِ مروّت چہ تنگ حوصلہ بود
فریاد ہے، مروّت کے وقت کس قدر تنگ حوصلہ تھا

بوئے خوشِ تو ہر کہ ز بادِ صبا شنید
تیری خوشبو جس نے بھی بادِ صبا سے سونگھی
از یارِ آشنا سخنِ آشنا شنید
اس نے جانے پہچانے دوست کی جانی پہچانی بات سنی

اینش[1] سزا نبود دلِ حق گزارِ من
میرے شکر گزار دل کی یہ سزا نہ تھی
کز غمگسارِ خود سخنِ ناسزا شنید
کہ اس نے اپنے غمگسار سے نامناسب بات سنی

اے شاہِ حسن چشم بحالِ گدا فگن
اے حسن کے بادشاہ! فقیر کی حالت پر نظر کر
کیں گوش بس[2] حکایتِ شاہ و گدا شنید
اس لیے کہ ان کانوں نے بادشاہ اور فقیر کے بہت قصے سنے

خوش میکنم بیادۂ مشکیں مشامِ جاں
میں مشکیں شراب سے کہ جان کے دماغ کو خوش کرتا ہوں
کز دلق پوشِ صومعہ بوئے ریا شنید
اس لیے کہ عبادت خانہ کے گدڑی پہننے والے سے اس نے ریا کی بو سونگھی ہے

سرِّ خدا کہ عارفِ سالک بکس نگفت
خدا کا راز جو عارف، سالک نے کسی سے نہیں کہا
در حیرتم[3] کہ بادہ فروش از کجا شنید
مجھے تعجب ہے کہ بادہ فروش نے کہاں سے سنا

ما بادہ زیرِ خرقہ نہ امروز می خوریم
ہم گدڑی میں چھپا کر آج ہی شراب نہیں پی رہے ہیں
صد بار پیرِ میکدہ ایں ماجرا شنید
میکدے کے شیخ نے سو بار یہ قصہ سنا ہے

یارب کجاست محرمِ رازے کہ یکزماں
اے خدا! ایسا ہم راز کہاں ہے کہ تھوڑی دیر کے لئے
دل شرح آں دہد کہ چہ دید و چہا شنید
دل اسکی تفصیل کرے کہ کیا دیکھا اور کیا کیا سنا

ما مے[4] بہ بانگِ چنگ نہ امروز می کشیم
ہم چنگ کی آواز پر شراب آج ہی نہیں پی رہے ہیں
بس دیر شد کہ گنبدِ چرخ ایں صدا شنید
بہت زمانہ ہو گیا ہے کہ آسمان کے گنبد نے یہ آواز سنی ہے

ساقی بیا کہ عشق ندا می کند بلند
ساقی! آجا کہ عشق پکار رہا ہے
آنکس[5] کہ گفت قصۂ ما ہم ز ما شنید
جس نے ہمارا قصہ بیان کیا ہے اس نے ہمیں سے سنا ہے

پندِ حکیم عینِ صواب ست و محضِ خیر
دانا کی نصیحت بالکل درست اور خالص بھلائی ہے
فرخندہ بخت آنکہ بسمعِ رضا شنید
مبارک نصیب وہ ہے جس نے رضامندی کے کان سے سنی

نشنید ہر چہ گفتم و بگذشت ویں عجب
جو میں نے کہا اس نے نہ سنا اور چلا گیا اور یہ عجیب بات ہے
سلطاں شنیدہ ام کہ حدیثِ گدا شنید[6]
میں نے تو سنا ہے کہ بادشاہ نے فقیر کی بات سنی ہے

محروم اگر شدم ز سرِ کوئے او چہ شد
اگر میں اس کے کوچے سے محروم رہا ہوں تو کیا ہوا
از گلشنِ زمانہ کہ بوئے وفا شنید
زمانہ کے گلشن سے کس نے وفا کی خوشبو سونگھی ہے

ہر شام ماجرائے من و دل شمال گفت
شمالی ہوا نے ہر شام کو میرا اور دل کا قصہ بیان کیا ہے
ہر صبح گفتگوئے من و او صبا شنید
ہر صبح کو صبا نے میرا اور اس کا قصہ سنا ہے

حافظ وظیفۂ تو دعا گفتن ست و بس
اے حافظ! تیرا وظیفہ بس دعا دینا ہے
در بندِ آں مباش کہ نشنید یا شنید[7]
اس فکر میں نہ پڑو کہ اس نے سنا یا نہیں سنا

---

[1] معشوق کا منہ اس قدر تنگ ثابت ہوا کہ مروّت کی ایک بات بھی اس سے نہ نکلی۔
[1] معشوق کو تو غمگسار ہونا چاہیے نہ کہ درد دل دکھانے والی بات کرے۔
[2] بہت سے قصے مشہور ہیں کہ شاہوں نے گداؤں پر کرم کیا ہے۔
[3] ظاہر ہے کہ کسی ... نوش سے ... ہی سنا ہوگا۔
[4] ... ہم آج کے ... نوش نہیں ہیں، عرصہ سے یہ طریقہ جاری ہے۔
[5] عشق کا تذکرہ وہی بیان کر سکتا ہے جو خود مبتلا ہوا ہو۔
[6] میری بدقسمتی کہ اس نے میری ایک نہ سنی حالانکہ وہ بادشاہ ہے اور میں فقیر ہوں۔
[7] یہی اخلاص کا آخری مرتبہ ہے۔

برِ سر آنم کہ گر ز دست بر آید
اس خیال میں ہوں کہ اگر ممکن ہو سکے

دست بکارے زنم کہ غصہ سر آید
ایسے کام میں ہاتھ ڈالوں جس سے رنج ختم ہو جائے

منظرِ دل نیست جائے صحبتِ اغیار
دل کا منظر، غیروں کی صحبت کی جگہ نہیں ہے

دیو چو بیروں رود فرشتہ در آید
شیطان جب باہر نکل جاتا ہے تب فرشتہ اندر آتا ہے

صحبتِ حکام ظلمتِ شبِ یلداست
حکام کی صحبت تاریک رات کا اندھیرا ہے

نور ز خورشید خواہ بو کہ بر آید
نور آفتاب سے مانگ ہو سکتا ہے کہ وہ حاصل ہو جائے

بر درِ اربابِ بے مروّتِ دنیا
بے مروت دنیا والوں کے دروازے پر

چند نشینی کہ خواجہ کے بدر آید
کب تک بیٹھا رہے گا کہ خواجہ کب باہر نکلتا ہے؟

بگذر ازیں روزگارِ تلخ تر از زہر
زہر سے زیادہ کڑوے زمانہ سے گذر جا

بارِ دگر روزگار چوں شکر آید
پھر شکر جیسا زمانہ آئے گا

صالح و طالح متاعِ خویش نمودند
نیک اور بد نے اپنی پونجی دکھائی

تاکہ قبول افتد و چہ در نظر آید
دیکھو کونسی قبول ہوتی ہے اور کیا منظور ہوتا ہے

بلبلِ عاشق تو عمر خواہ کہ آخر
عاشق بلبل تو عمر چاہ، کیونکہ بالآخر

باغ شود سبز و سرخ گل بدر آید
باغ سبز ہوگا، اور سرخ پھول کھل جائے گا

صبر و ظفر ہر دو دوستانِ قدیمند
صبر اور کامیابی دو پرانے ساتھی ہیں

بر اثرِ صبر نوبتِ ظفر آید
صبر کے نتیجہ میں، کامیابی کی باری آتی ہے

بہتر ازاں نیست در مقامِ توکل
توکل کے مقام میں اس سے بہتر نہیں ہے کہ

صبر کنم تاکہ عمرِ شاں بسر آید
میں صبر کروں تاکہ ان کا وقت ختم ہو جائے

ترکِ گدائی مکن کہ گنج بیابی
فقیری نہ چھوڑ، کہ تو خزانہ پائے گا

از نظرِ رہروے کہ در نظر آید
کسی راہرو کی نظر سے، جو نظر آئے گا

غفلتِ حافظ دریں سراچہ عجب نیست
اس سرائے میں حافظ کی غفلت تعجب خیز نہیں ہے

ہر کہ بمیخانہ رفت بیخبر آید
جو میخانہ میں گیا، مدہوش آیا ہے

بازم مہِ رخسارِ کسے در نظر آمد
کسی کے رخسار کا چاند، مجھے پھر نظر آیا

مہرے بدل از طلعتِ آں ماہ در آمد
اس چاند کے چہرے سے دل میں سورج اتر آیا

باز ایں دلِ سودا زدہ ام گشت ہوائی
میرا پاگل دل، پھر بے اختیار ہو گیا

وز کارِ خود و بارِ خود ایں بار بر آمد
اس بار، اپنے کام اور بار سے بیگانہ ہو گیا

یکبار نظر بر خمِ ابروش فگندم
اس کے ابرو کے خم پر میں نے ایک بار نظر ڈالی

صد تیرِ بلا بر من ازاں یک نظر آمد
اس ایک نظر سے مصیبت کے سو تیر مجھ پر آ گئے

ایں طرفہ کہ امروز بدیدم مہِ رویش
یہ عجیب بات ہے کہ آج میں نے اس کے چہرے کے چاند کو دیکھا

از روزِ دگر در نظرم خوبتر آمد
تو وہ اور دنوں سے مجھے زیادہ حسین نظر آیا

ا کوئی ایسا کام کرنا چاہتا ہوں جس سے غم و غصہ ختم ہو جائے

۲ دیو سے مراد غیر اور فرشتہ سے مراد دوست ہے۔

۳ دنیا داروں کے دروازے پر بیٹھ کر ان کا انتظار نہ کرنا چاہیے۔

۴ اگر دنیا طلبی نہ رہے تو دنیا خود شیریں بنکر آتی ہے۔

۵ انسان صبر کرتا ہے تو مقصد حاصل ہو کر رہتا ہے۔

۶ صبر کے نتیجہ میں کامیابی حاصل ہوتی ہے۔

۷ مصائب کا ایک وقت ہے، توکل یہی ہے کہ اس وقت میں ان مصائب پر صبر کیا جائے۔

۸ انسان طالب ہوتا ہے تو راہبر مل ہی جاتا ہے۔

۹ دل پھر بے اختیار ہو گیا ہے اور اپنا سارا کاروبار چھوڑ بیٹھا ہے۔

۱۰ خم ابرو کو کمان قرار دیا جاتا ہے اسی لئے اس کے پیدا کردہ مصائب کو تیر قرار دیا ہے۔

حافظ طلبِ وصل بسے کرد و بہ آخر
حافظ نے وصل کی بہت طلب کی، اور بالآخر

از دستِ غمِ ہجرِ تو از پائے در آمد
تیرے ہجر کے غم سے گر پڑا

پیرانہ سرم عشقِ جوانے بسر افتاد
میرے بڑھاپے میں ایک جوان کا عشق سر پڑ گیا

واں راز کہ در دل بنہفتم بدر افتاد
جو راز میں نے دل میں چھپایا وہ ظاہر ہو گیا

از راہِ نظر مرغِ دلم گشت ہوا گیر
میرا مرغِ دل نظر کی راہ سے فضا میں اڑ گیا

اے دیدہ نظر کن کہ بدامِ کہ در افتاد
اے آنکھ! دیکھ کہ کس کے جال میں پھنسا ہے؟

دردا کہ ازاں آہوئے مشکینِ سیہ چشم
ہائے افسوس کہ اُس مشکیں، سیاہ چشم ہرن کی وجہ سے

چوں نافہ بسے خونِ دلم در جگر افتاد
نافہ کی طرح میرے دل کا بہت سا خون جگر میں جمع ہو گیا ہے

بارِ غمِ او عرضہ بہر کس کہ نمودند
اس کے غم کا بوجھ جب انہوں نے کسی پر بھی پیش کیا

عاجز شد و ایں قرعہ بنامِ بشر افتاد
وہ عاجز آ گیا، اور یہ قرعہ انسان کے نام پر پڑا

از رہگذرِ خاکِ سرِ کوئے شما بود
تمہارے کوچہ کے راستے کی خاک سے تھا

ہر نافہ کہ در دستِ نسیمِ سحر افتاد
ہر وہ نافہ، جو صبح کی نسیم کے ہاتھ پڑا

مژگانِ تو تا تیغِ جہانگیر بر آورد
جب تیری پلکوں نے جہاں کو فتح کرنے والی تلوار سونتی

بس کشتۂ دل زندہ کہ بر یکدگر افتاد
بہت سے شہید جن کے دل زندہ تھے ایک دوسرے پر گر پڑے

ایں بادہ کہ پرورد کہ خمارِ خرابات
یہ شراب کس نے تیار کی ہے کہ شراب خانہ کا کلال

از بوئے بہشتیش ز خود بیخبر افتاد
اس کی بہشتی خوشبو کی وجہ سے اپنے سے بے خبر ہو گیا

بس تجربہ کردیم دریں دارِ مکافات
اس بدلہ کی دنیا میں، ہم نے بہت تجربہ کیا ہے

با دُرد کشاں ہر کہ در افتاد بر افتاد
جو تلچھٹ پینے والوں سے لڑا وہ گرا

گر جاں بدہد سنگِ سیہ لعل نگردد
اگر کالا پتھر جان بھی دیدے تو لعل نہیں ہو سکتا

با طینتِ اصلی چہ کند بدگہر افتاد
اصل فطرت کے ہوتے ہوئے کیا کرے، بدذات ہوئی ہے

فریاد کہ از زیرکیِ مرغِ سخن سنج
فریاد ہے کہ بات کو تولنے والا پرندہ عقلمندی کی وجہ سے

بیدانہ زدش راہ و بدامِ خطر افتاد
اس نے بغیر دانہ کے راہ کاٹ ڈالی اور وہ خطرے کے جال میں پھنس گیا

حافظ کہ سرِ زلفِ بتاں دست کشش بود
وہ حافظ کہ بتوں کی زلف کا خیال، جس کا ہاتھ کھینچتا تھا

بس طرفہ حریفیست کش اکنوں بسر افتاد
بہت عجیب محبوب ہے جو اب اس کے سر پڑا ہے

پیش ازینت بیش ازیں غمخواریِ عشاق بود
اس سے پہلے عاشقوں کے ساتھ تیری اس سے زیادہ غمخواری تھی

مہرورزیِ تو با ما شہرۂ آفاق بود
ہمارے ساتھ تیرا محبت کا برتاؤ دنیا میں مشہور تھا

یاد باد آں صحبتِ شبہا کہ با زلفِ توام
راتوں کی وہ صحبت یاد رہے کہ میری، تیری زلف کے ساتھ

بحثِ سرِ عشق و ذکرِ حلقۂ عشاق بود
عشق کے راز کی بحث اور عاشقوں کے حلقہ کا ذکر تھا

ا۔ بڑھاپے میں جوان کا عشق ہو گیا ہے جس کی وجہ سے میں رسوا ہوں۔
۲۔ نافہ، ہرن کی ناف کی تھیلی جس میں خون جمع ہو کر مشک بن جاتا ہے۔
۳۔ عشق (امانت) سے ہر چیز گھبرا گئی اور وہ انسان کے سر چپک گیا۔
۴۔ نافہ نے خوشبو معشوق کے راستے کی خاک سے حاصل کی ہے۔
۵۔ کشتگانِ عشق کے دل کو زندہ قرار دیا جاتا ہے۔
۶۔ دُرد کشوں سے برسرِ پیکار ہونے والا برباد ہو جاتا ہے۔
۷۔ مرغِ سخن سنج کے لیے اس کی عقل اور زیرکی باعثِ مصیبت ہو گئی۔
۸۔ حافظ حسینوں میں پھنسا تھا لیکن اب کے بڑے محبوب سے اُس کا پالا پڑا ہے۔
۹۔ محبوب پہلے تو بہت زیادہ غمخوار اور ہمدرد تھا لیکن اب وہ بات نہیں ہے۔

حسن مہرویان مجلس گرچہ دل می برد و دیں
محفل کے حسینوں کا حسن اگرچہ دل، اور دین لے جا رہا تھا

عشق ما بر لطف طبع و خوبی اخلاق بود
ہمارا عشق طبیعت کی لطافت اور اخلاق کی خوبی پر تھا

از دم صبح ازل تا آخر شام ابد
ازل کی صبح کے وقت سے ابد کی شام تک

دوستی و مہر بر یک عہد و یک میثاق بود
دوستی اور محبت ایک عہد اور ایک میثاق پر تھی

سایۂ معشوق اگر افتاد بر عاشق چہ شد
معشوق کا سایہ اگر عاشق پر پڑ گیا تو کیا ہوا

ما باو محتاج بودیم او بما مشتاق بود
ہم اس کے محتاج تھے، وہ ہمارا مشتاق تھا

پیش ازیں کیں سقف سبز و طاق مینا بر کشید
اس سے پہلے کہ یہ سبز چھت اور منقش طاق بنایا

منظر چشم مرا ابروے جاناں طاق بود
میری آنکھ کی پتلیوں کا طاق معشوق کی ابرو تھی

رشتۂ تسبیح اگر بگسست معذورم بدار
تسبیح کا دھاگا اگر ٹوٹ گیا تو مجھے معذور رکھ

دستم اندر ساعد ساقی سیمیں ساق بود
میرا ہاتھ چاندی جیسی پنڈلی والے ساقی کے کلائی میں تھا

بر در شاہم گدائے نکتۂ در کار کرد
بادشاہ کے دروازے پر ایک فقیر نے ایک نکتہ میرے کام کا کہا

گفت بر ہر خواں کہ بنشستم خدا رزاق بود
اس نے کہا کہ میں جس دسترخوان پر بھی بیٹھا خدا رزاق تھا

در شب قدر ار صبوحی کردہ ام عیبم مکن
اگر میں نے شب قدر میں صبح کی شراب پی ہے تو مجھ پر عیب نہ لگا

سر خوش آمد یار و جامے بر کنار طاق بود
یار مست ہو کر آیا اور جام طاق کے کنارے پر تھا

شعر حافظ در زمان آدم اندر باغ خلد
بہشت کے باغ میں آدم کے زمانہ میں حافظ کے اشعار

دولت نسرین و گل را زینت اوراق بود
نسرین اور گل کی دولت کے لیے اوراق کی زینت تھے

تا ز میخانہ و مے نام و نشاں خواہد بود
جب تک شرابخانہ اور شراب کا نام و نشان باقی رہے گا

سر ما خاک رہ پیر مغاں خواہد بود
ہمارا سر پیر مغاں کے راستے کی خاک بنا رہے گا

حلقۂ پیر مغانم ز ازل در گوش ست
میں ازل سے پیر مغاں کا حلقہ بگوش ہوں

ما ہمانیم کہ بودیم و ہماں خواہد بود
ہم وہی ہیں جو تھے اور اسی طرح رہیں گا

بر سر تربت ما چوں گذری ہمت خواہ
جب تو ہماری قبر کے سرہانے سے گذرے دعا مانگ

کہ زیارت گہ رندان جہاں خواہد بود
اس لیے کہ وہ دنیا کے رندوں کی زیارت گاہ رہے گی

بر زمینے کہ نشان کف پائے تو بود
جس زمین پر، تیرا نقش قدم ہوگا

سالہا سجدۂ صاحب نظراں خواہد بود
وہ سالوں صاحب نظر لوگوں کی سجدہ گاہ رہے گی

برو اے زاہد خود بیں کہ ز چشم من و تو
اے متکبر زاہد چلا جا اس لئے کہ میری اور تیری آنکھ سے

راز ایں پردہ نہانست و نہاں خواہد بود
اس پردہ کا راز پوشیدہ ہے اور پوشیدہ رہے گا

اے کہ وقتے نکشید ست دلت جانب ما
اے وہ کہ جس کا دل ہماری طرف کسی وقت بھی نہیں کھنچا ہے

تا قیامت دل ما بر تو کشاں خواہد بود
ہمارا دل قیامت تک، تیری طرف کھنچا رہے گا

ترک عاشق کش من مست برون رفت امروز
میرا عاشق کش معشوق آج مست ہو کر باہر نکل گیا

تا کرا خون دل امروز رواں خواہد بود
دیکھو آج کس کے دل کا خون جاری ہوگا

ے ہم محبوب کے حسن باطنی کے عاشق ہیں۔
ے ہماری محبت استوار اور پائدار ہے۔
ے ہم معشوق کے محتاج ہیں اور معشوق کو بھی ہم سے تعلق ہے وہ ہمارا مشتاق ہے۔
ے عالم کے وجود میں آنے سے پہلے سے ہم معشوق کے شیدائی ہیں۔
ے فقیر اگر شاہی دسترخوان پر بھی ہے تو اس کو خدا ہی کو رزاق سمجھنا چاہیے۔
ے لہٰذا اس شراب پینے میں میں معذور تھا
ے یعنی ہماری وضعداری میں کوئی فرق نہ آئیگا۔
ے ہم وہی ہیں جو ازل میں تھے اور ابد تک وہی رہیں گے۔
ے تیرا نشان قدم صاحب نظر لوگوں کی سجدہ گاہ ہے۔

عیبِ مستاں مکن اے خواجہ کزیں کہنہ رباط
اے خواجہ مستوں پر عیب نہ لگا اس لیے کہ اس پرانی سرائے سے
کس ندانست کہ رحلت بچساں خواہد بود
کوئی نہیں جانتا ہے کہ کس طرح کوچ ہوگا

چشمم آں دم کہ زشوقِ تو نہد سر بلحد
میری آنکھ جب سے تیرے شوق میں لحد میں سپرد ہو رہی
تادمِ صبحِ قیامت نگراں خواہد بود
قیامت کی صبح تک دیکھتی رہے گی

بختِ حافظ گر ازیں گونہ مدد خواہد کرد
حافظ کا نصیب، اگر اس طور پر مدد کرے گا
زلفِ معشوقہ بدستِ دگراں خواہد بود
تو معشوق کی زلف دوسروں کے ہاتھ میں ہوگی

ترسم کہ اشک در غمِ ما پردہ در شود
مجھے خوف ہے کہ آنسو ہمارے رنج کی پردہ دری کر دیں گے
ویں رازِ سر بمُہر بعالم سمر شود
اور یہ سربستہ راز دنیا میں قصہ بن جائے گا

گویند سنگ لعل شود در مقامِ صبر
کہتے ہیں صبر کے مقام میں پتھر لعل بنجاتا ہے
آرے شود ولیک بخونِ جگر شود
ہاں، ہو جاتا ہے لیکن جگر کے خون سے ہوتا ہے

خواہم شدن بمیکدہ گریان و داد خواہ
روتا ہوا اور داد چاہتا ہوا شراب خانہ میں جانا چاہتا ہوں
کز دستِ غم خلاصِ دل آنجا مگر شود
شاید غم کے ہاتھ سے وہاں دل چھٹکارا پا جائے

ایں سرکشی کہ در سرِ سروِ بلندِ تست
یہ سرکشی جو تیرے بلند سرو کے سر میں ہے
کے با تو دستِ کوتۂ ما در کمر شود
ہمارا کوتاہ ہاتھ کب تیری کمر میں ہو سکتا ہے

ایں قصرِ سلطنت کہ تواش ماہِ منظری
یہ سلطنت کا محل جس کا تو ماہ منظر بنا ہوا ہے
سر ہا بر آستانۂ او خاکِ در شود
بہت سے سر اس کی چوکھٹ پر در کی خاک ہوں گے

از ہر کنار تیرِ دعا کردہ ام رواں
ہر جانب سے میں نے دعا کے تیر روانہ کئے ہیں
باشد کزیں میانہ یکے کارگر شود
ہو سکتا ہے کہ ان میں سے کوئی کارگر ہو جائے

از کیمیائے مہرِ تو زر گشت روئے من
تیری محبت کی کیمیا کی وجہ سے میرا چہرہ سونا بن گیا ہے
آرے بیُمنِ ہمتِ تو خاک زر شود
ہاں تیری توجہ کی برکت سے خاک سونا بنجاتی ہے

اے دل حدیثِ ما برِ دلدار عرضہ کن
اے دل! ہمارا قصہ دلدار کو سنا دے
لیکن چناں مکن کہ صبا را خبر شود
لیکن ایسا نہ کر، کہ صبا کو خبر ہو جائے

روزے اگر غمے رسدت تنگدل مباش
اگر کسی دن تجھے غم پہونچے، تنگدل نہ ہو
رو شکر کن مباد کہ از بد بتر شود
جا، شکر کر ایسا نہ ہو کہ بد سے بدتر ہو جائے

اے دل صبور باش و مخور غم کہ عاقبت
اے دل! صابر رہ اور غم نہ کر کہ بالآخر
از شام صبح گردد و از شب سحر شود
شام سے صبح، اور رات سے سحر ہو جاتی ہے

در تنگنائے حیرتم از نخوتِ رقیب
رقیب کے تکبر کی وجہ سے میں حیرت کے تنگنائے میں ہوں
یارب مباد آنکہ گدا معتبر شود
اے خدا! ایسا نہ ہو کہ گدا صاحبِ اعتبار بنے

بس نکتہ غیرِ حُسن بباید کہ تا کسے
حُسن کے علاوہ اور نکتہ بھی چاہیے تاکہ کوئی
مقبولِ طبعِ مردمِ صاحب نظر شود
کسی صاحبِ نظر کی طبیعت کو پسند آئے

۱ مطلب اس کیفیت پر ہے جو کسی انسان پر مرتے وقت طاری ہوتی ہے اور کسی کو معلوم نہیں کہ اس وقت کس کی کیا حالت رہتی ہے۔
۲ اگر حافظ کی یہی بدبختی ہے تو اس کا معشوق دوسروں کے قبضے میں ہوگا۔
۳ جب تک انسان خونِ جگر نہیں پیتا ہے اور مقصد کے حصول میں انتہائی کوشش نہیں کرتا ہے وہ سنگ سے لعل نہیں بنتا ہے۔
۴ معشوق کے قد کی بلندی کی وجہ سے ہمارا ہاتھ اس کی کمر تک نہیں پہنچتا ہے
۵ محبوب کی توجہ سے ہماری قدر و منزلت بڑھ گئی ہے۔
۶ انسان کو ہر حالت میں شکر گذار ہونا چاہیے ورنہ اس سے بدتر حال میں بھی مبتلا ہو سکتا ہے
۷ چونکہ رقیب ایک کمینہ انسان تھا محبوب کی عنایت کی وجہ سے تکبر میں مبتلا ہے۔
۸ مقبولیت کے لئے محض حسن ظاہری کافی نہیں ہے حسن باطنی کی بھی ضرورت ہے۔

مِہرِ تو در درونم و عشقِ تو در سرم
تیری محبت میرے اندر ہے اور تیرا عشق میرے سر میں ہے

با شیر در درون شد و با جاں بدر شود
جو دودھ کے ساتھ اندر گیا ہے اور جان کے ساتھ باہر آئیگا

اے مردمانِ دیدہ مگریید بعد ازیں
اے آنکھ کی پتلیو! اس کے بعد نہ رونا

تا پائے خیالِ دوست مبادا کہ تر شود
ایسا نہ ہو کہ دوست کے خیال کا پیر تر ہو جائے

ایدل چو نافۂ سرِ زلفش بدستِ تست
اے دل! اس کی زلف کے سرے کا نافہ تیرے ہاتھ میں ہے

دم درکش ارنہ بادِ صبا را خبر شود
سانس کھینچ لے ورنہ بادِ صبا کو خبر ہو جائے گی

حافظ سر از لحد بدر آرد بپائے بوس
حافظ، پیر چومنے کے لئے لحد سے سر نکالے گا

گر خاکِ او بپائے شما پے سپر شود
اگر اس کی خاک آپ کے پیر سے پائمال ہو گی

تنت بنازِ طبیباں نیاز مند مباد
خدا کرے تیرا جسم طبیبوں کے ناز کا نیاز مند نہ بنے

وجودِ نازکت آزردۂ گزند مباد
تیرا نازک وجود کسی مصیبت سے آزردہ نہ ہو

سلامتِ ہمہ آفاق در سلامتِ تست
تمام دنیا کی سلامتی، تیری سلامتی میں ہے

بہیچ عارضہ شخصِ تو دردمند مباد
تیرا جسم، کسی بیماری سے دردمند نہ ہو

دریں چمن چو درآید خزاں بیغمائی
اس چمن میں، جب خزاں لوٹ مار کے لئے آئے

رہش بسروِ سہی قامتِ بلند مباد
خدا کرے اس کا راستہ، بلند قد کے بلند سرو کی طرف نہ ہو

درآں بساط کہ حسنِ تو جلوہ انداز د
جس بساط پر، تیرا حسن جلوہ گر ہو

مجالِ طعنۂ بدبین بدپسند مباد
بدبیں، بدپسند کے لیے اس میں طعنہ کی گنجائش نہ ہو

جمالِ صورت و معنی ز یمنِ ہمتِ تست
صورت اور معنی کا حسن، تیری توجہ کی برکت سے ہے

کہ ظاہرت دژم و باطنت نژند مباد
خدا کرے تیرا ظاہر افسردہ اور تیرا باطن غمگین نہ ہو

ہر آنکہ روئے چو ماہت بچشمِ بد بیند
جو شخص تیرے چاند جیسے چہرے کو بری نگاہ سے دیکھے

بر آتشِ تو بجز چشمِ او سپند مباد
بجز اس کی آنکھ کے، تیری آگ پر کوئی کالا دانہ نہ ہو

شفا ز گفتۂ شکر فشانِ حافظ جوی
حافظ کے شکر بکھیرنے والے کلام سے، شفا حاصل کر

کہ حاجتت بعلاجِ گلاب و قند مباد
تاکہ تجھے گلقند کے علاج کی ضرورت نہ رہے

تُرکِ من چوں جعدِ مشکیں گردِ کاکل بشکند
میرا محبوب جب مشکیں گھنگرالے بال زلف کے چاروں طرف بکھیرتا ہے

لالہ را دل خوں شود بازارِ سنبل بشکند
لالہ کا دل خون ہو جاتا ہے، سنبل کا بازار ٹھنڈا پڑ جاتا ہے

در خراماں سروِ گلنارش کند میلِ چمن
اگر اس کا گلنار والا سرو، ٹہلتا ہوا چمن کی طرف جاتا ہے

سرو را از پا در اندازد دلِ گل بشکند
سرو کو گرا دیتا ہے پھول کے دل کو توڑ ڈالتا ہے

تا خیالِ ابروئے جاناں ز چشمم دور شد
محبوب کے ابرو کا خیال جب سے میری آنکھوں سے دور ہوا ہے

اندریں رہ سیلہا باشد کہ صد پُل بشکند
اس راستہ میں بہت سے سیلاب ہوں گے جو سو پلوں کو توڑتے ہیں

۱۔ تیرا عشق و محبت ہماری گھٹی میں پڑا ہے، مر کر ہی نکلے گا۔
۲۔ دوست کی آمد تو دشوار ہے اس کا خیال آتا جاتا ہے اندیشہ ہے کہ رونے سے اس کے پیر تر ہو جائیں۔
۳۔ حافظ کی قبر پر اگر تو آ گیا تو قدم بوسی کر کے حافظ زندہ ہو جائے گا۔
۴۔ معشوق کی سلامتی میں تمام دنیا کی سلامتی مضمر ہے۔
۵۔ چونکہ دنیا میں ظاہری اور باطنی رونق تجھ سے ہے لہٰذا اس کا ظاہر و باطن پُر رونق رہے۔
۶۔ آگ پر کالا دانہ چٹختا ہے یعنی دشمن کی تیلی کا حشر جو ہو کالے دانے کا آگ پر ہوتا ہے۔
۷۔ محبوب کے بالوں اور زلفوں کے سنوارنے پر لالہ غیرت سے زخمی دل بنتا ہے اور سنبل کا بازار ٹھنڈا پڑ جاتا ہے۔

چوں نسیم صبحگاہی پردۂ گل بر درد
جب صبح کی ہوا پھولوں کے پردے کو چاک کرتی ہے

خارِ غم اندر دلِ مجروحِ بلبل بشکند
بلبل کے مجروح دل میں غم کا کانٹا توڑتی ہے

حافظا ایں سرِ وحدت راز دست خود مدہ
اے حافظ وحدت کے اس راز کو ہاتھ سے نہ دینا

تا خیالِ زہد و تقویٰ را توکل بشکند
تاکہ زہد، اور تقوے کے خیال کو توکل توڑ ڈالے

جاں بے جمالِ جاناں میلِ جہاں ندارد
معشوق کے حسن بغیر طبیعت دنیا کا میلان نہیں کرتی ہے

ہر کس کہ ایں ندارد حقا کہ آں ندارد
جو شخص یہ نہیں رکھتا ہے یقیناً وہ نہیں رکھتا ہے

با ہیچکس نشانے زاں دلستاں ندیدم
اس معشوق کا پتہ میں نے کسی کے پاس نہیں دیکھا

یا من خبر ندارم یا او نشاں ندارد
یا تو مجھے ہی خبر نہیں ہے یا اس کا نشان نہیں ہے

ہر شبنمے دریں رہ صد موجِ آتشیں ست
اس راستہ میں ہر شبنم آگ کی سو موجیں ہیں

دردا کہ ایں معما شرح و بیاں ندارد
ہائے افسوس اس معمہ کی کوئی شرح اور بیان نہیں ہے

سر منزلِ قناعت نتواں ز دست دادن
قناعت کا سرِ منزل ہاتھ سے نہیں دیا جا سکتا ہے

اے سارباں فروکش کایں رہ کراں ندارد
اے ساربان ٹھہر جا، اس راستہ کا کنارہ نہیں ہے

چنگ خمیدہ قامت میخواندت بعشرت
کمر جھکی، چنگ تجھ کو عیش و عشرت کی دعوت دیتی ہے

بشنو کہ پندِ پیراں ہیچت زیاں ندارد
سن لے اس لیے کہ بڈھوں کی نصیحت میں تیرا نقصان نہیں ہو سکتا ہے

گر خود رقیب شمع ست احوال ازو بپوشاں
اگر شمع خود رقیب ہے اس سے احوال پوشیدہ رکھ

کاں شوخ سر بریدہ بندِ زباں ندارد
اس لئے کہ وہ سرکٹی، شریر، زبان کو بند نہیں رکھتی ہے

ذوقے چناں ندارد بے دوست زندگانی
ایسا ذوق محبوب کے بغیر زندگی نہیں رکھتا

بے دوست زندگانی ذوقے چناں ندارد
زندگی محبوب کے بغیر ایسا ذوق نہیں رکھتی

احوالِ گنجِ قاروں کایام داد بر باد
قارون کے خزانہ کے احوال جس کو زمانہ نے برباد کر دیا

در گوشِ گل فروخواں تا زر نہاں ندارد
پھول کے کان میں چپکے سے کہہ دے تاکہ وہ زر کو نہ چھپائے

آں را کہ خواندی استاد گر بنگری بہ تحقیق
جس کو تو نے استاد کہا ہے اگر تحقیق سے دیکھے تو

صنعتگر یست اما طبعِ رواں ندارد
ایک کاریگر ہے لیکن رواں طبیعت نہیں رکھتا ہے

اے دل طریقِ رندی از محتسب بیاموز
اے دل! رندی کا طریقہ محتسب سے سیکھ لے

مست ست و در حقِ او کس ایں گماں ندارد
وہ مست ہے لیکن دیکھے اس کے بارہ میں کوئی یہ گمان نہیں کرتا ہے

کس در جہاں ندارد یک بندہ چو حافظ
حافظ جیسا غلام دنیا میں کسی کے پاس نہیں ہے

زیرا کہ چوں تو شاہے کس در جہاں ندارد
اس لئے کہ تجھ جیسا بادشاہ دنیا میں کوئی نہیں رکھتا ہے

جہاں بر ابروئے عید از ہلال وسمہ کشید
دنیا نے عید کی ابرو پر چاند کا وسمہ لگایا ہے

ہلالِ عید بر ابروئے یار باید دید
عید کے چاند کو معشوق کے ابرو میں دیکھنا چاہیے

۱؎ جب تک زہد و تقوے کی خود بینی کو توکل پاش پاش نہ کر دے اس وقت تک یکسوئی کو ہاتھ سے نہ دینا۔

۲؎ اگر دنیا بے جمال یار ہے تو دنیا کی بھی کوئی خواہش نہیں ہے جبکو جمال یار میسر نہیں اسکو جہان میسر نہیں ہے۔

۳؎ میرا محبوب بے نشان و بے پتہ ہے۔

۴؎ راہ عشق کی شبنم بھی آگ کی موج ہے۔ اور اس معمہ کی آج تک کسی سے شرح نہیں ہوئی ہے۔

۵؎ دریں تمنا کے راستہ کی انتہا نہیں ہے۔

۶؎ کبڑی چنگ کو بوڑھا قرار دیا ہے اور اس کی پکار کو بڈھے کی نصیحت۔

۷؎ مصرع اول اور ثانی میں مضمون مکرر ہے

۸؎ پھول کے زیرے کو زر کہا جاتا ہے۔ پھول کو چاہیے کہ قارون کے خزانے کے احوال سے عبرت حاصل کرے۔

۹؎ یعنی ایک خاص وزن پر اشعار کو ڈھال لیتا ہے لیکن طبیعت میں سلاست نہیں ہے

۱۰؎ اس طور پر رندی کرنی چاہیے کہ کسی کو گمان نہ ہو۔

۱۱؎ عید کے جلنے سے رندی حاصل ہوئی لیکن اصل میں

عید معشوق کی ابرو کے ہلال میں پوشیدہ ہے۔

شکستہ گشت چو پشتِ ہلال قامتِ من
نئے چاند کی پشت کی طرح، میرا قد جھک گیا ہے
کمانِ ابروئے یارم کہ بارِ وسمہ کشید
میرے یار کا کمان کا ابرو، وسمہ کا بار کب برداشت کر سکتا ہے

مپوش روی و مشو در ہم از تفرّجِ حسن
چہرہ نہ چھپا، اور حسن کی تفریح سے ناراض نہ ہو
کہ خواند خطِ تو بر روی وانْ یکادُ مید
اس لئے کہ تیرے خط نے چہرہ پر وان یکاد پڑھ کر پھونکا ہے

مگر نسیم تنت صبح در چمن بگذشت
شاید تیرے جسم کی ہوا، صبح کو چمن میں گذر گئی
کہ گل ببوئے خوشت ہمچو صبح جامہ درید
اس لئے کہ پھول نے تیری خوشبو کی وجہ سے صبح کی طرح لباس چاک کر دیا

بیا کہ با تو بگویم غمِ ملالتِ دل
تو آجا، تاکہ تجھ سے دل کا غم کہہ لوں
چرا کہ بے تو ندارم مجالِ گفت و شنید
اس لئے کہ تیرے بدون مجھے سننے کی طاقت نہیں ہے

نبود چنگ و رباب و گل و نبید کہ بود
چنگ اور رباب اور پھول، اور نبیذ نہ تھے کہ
گلِ وجودِ من آغشتہ شراب و نبید
میرے وجود کی مٹی شراب اور نبیذ سے آلودہ تھی

بہائے وصلِ تو گر جاں بود خریدارم
تیرے وصل کی قیمت اگر جان ہو تب بھی میں خریدار ہوں
کہ جنسِ خوب مبصّر بہر چہ دید خرید
اسلئے کہ مبصّر اچھی جنس کو ہر اس چیز کے عوض خرید لیتا ہے جو اسکے پاس ہے

مریز آبِ سرشکم کہ بے تو دور از تو
میرے آنسو کی آبرو ریزی نہ کر کیونکہ تیرے بغیر تجھ سے دور
چو باد میشد و در خاکِ راہ می غلطید
ہوا کی طرح ہو گیا، اور خاک میں لوٹتا رہا

چو ماہِ روئے تو در زیرِ زلف میدیدم
میں نے جب تیرے چہرے کا چاند زلف کے نیچے دیکھا
شبم برُوئے تو روشن چو روز میگردید
تیرے چہرے کی وجہ سے میری رات دن کی مانند روشن ہو گئی تھی

بلب رسید مرا جان و بر نیامد کام
میری جان ہونٹوں پر آ گئی اور مقصد پورا نہ ہوا
بسر رسید امید و طلب بسر نرسید
امید ختم ہو گئی، اور طلب ختم نہ ہوئی

ز انقلابِ زمانہ طمع مدار کہ چرخ
زمانے کے انقلاب سے امید نہ کر اس لئے کہ آسمان
چو صبح بر رخِ عالم ازیں صفت خندید
صبح کی طرح، عالم کے رخ پر ایسے ہی ہنسا ہے

دلم ز زلفِ تو شوریدہ بود میدانم
میرا دل تیری زلف کی وجہ سے دیوانہ تھا مجھے معلوم ہے
کہ پیشِ روئے تو بر خود چو برق میخندید
اس لئے کہ تیرے چہرے کے سامنے اپنے اوپر بجلی کی طرح ہنستا تھا

زشوقِ لعلِ تو حافظ نوشت شعرے چند
تیرے لعل کے شوق میں، حافظ نے چند اشعار لکھ دیے
بخواں تو نظمش و در گوش کش چو مروارید
تو اس کی نظم کو پڑھ، اور موتی کی طرح کان میں ڈال لے

جمالت آفتابِ ہر نظر باد
تیرا حسن، ہر نظر کے لئے آفتاب ہو
ز خوبی روئے خوبت خوب تر باد
تیرا حسین چہرہ، حسن میں زیادہ حسین ہو

ہمائے اوجِ شاہیں شہپرت را
باز جیسے شہپر والے تیری بلندی کے ہما کے
دلِ شاہانِ عالم زیرِ پر باد
پروں کے نیچے دنیا کے بادشاہوں کے دل ہوں

دلے کو بستۂ زلفت نباشد
وہ دل، جو تیری زلف سے وابستہ نہ ہو
ہمیشہ غرقۂ خونِ جگر باد
ہمیشہ خونِ جگر میں ڈوبا ہوا ہو

۔ سُستی کا ابرو دیکھ کر بوجھ سے کبیدہ ہے۔
۔ لوگ اگر حسن سے دل خوش کریں اور دیکھیں تو منہ نہ چھپا اس لئے کہ تیرے خط نے آیت اِن یَکادُ الَّذِین کفروا الآیۃ پڑھ کر دم کر دی ہے اب نظر کا اندیشہ نہیں ہے۔
۔ یہ چیزیں عالم وجود میں بھی نہ آئی تھیں کہ میرے وجود کی مٹی ان سے گوندھی گئی تھی
۔ آنسو جبکہ تیرے اور پر نثار نہیں ان کی آبرو ریزی نہ کر۔
۔ تمام مایوسیوں کے باوجود سلسلہ طلب جاری ہے۔
۔ زمانے کے انقلاب سے کوئی توقع نہ رکھنی چاہیے۔ آسمان کا طور و طریق نہ بدلے گا۔
۔ شاکر وہ دوسرے حسینوں کے چہروں سے بڑھ جائے۔

بتا چوں غمزہ ات ناوک کشاید — دلِ مجروحِ من پیشش سپر باد
اے بت! جب تیری ادا، تیر چلائے — خدا کرے، میرا زخمی دل اُس کی سپر ہو

چو لعلِ شکّرینت بوسہ بخشد — مذاقِ جانِ من زو پر شکر باد
جب تیرا شکّر جیسا ہونٹ بوسہ دے — میری جان کا مزا، اس سے میٹھا ہو

مرا از تست ہر دم تازہ عشقے — ترا ہر ساعتے حسنِ دگر باد
میرا، تجھ سے ہر دم تازہ عشق ہے — تجھے ہر گھڑی نیا حسن ملے

کسے کو کشتۂ رویت نباشد — چو زلفت درہم و زیر و زبر باد
جو تیرے چہرے کا شہید نہ ہو — وہ تیری زلف کی طرح پریشان، اور زیر و زبر ہو

بجاں مشتاقِ روئے تست حافظ
حافظ، جان سے تیرے چہرے کا مشتاق ہے

ترا بر حالِ مشتاقاں نظر باد
خدا کرے، عاشقوں کے حال پر تیری نظر ہو

چو رویت مہر و مہ تاباں نباشد — چو قدّت سرو در بستاں نباشد
چاند اور سورج تیرے چہرے کی طرح روشن نہ ہوگا — باغ میں سرو، تیرے قد کی طرح نہ ہوگا

چو لعل و لؤلؤت در دلفروزی — دُرِ دریا و لعلِ کاں نباشد
دلفروزی میں تیرے لعل، اور موتی کی طرح — دریا کا موتی، اور کان کا لعل نہ ہوگا

میانِ خطِ سبزت لعلِ نوشیں — عجب گر چشمۂ حیواں نباشد
تیرے سبز خط کے درمیان، شیریں ہونٹ — تعجب ہے، اگر چشمۂ حیات نہ ہوگا

چو فندق پستہ اش خندد بحالم — چرا بادامِ من گریاں نباشد
اس کا پستہ، فندق جیسا میرے حال پر مسکرا رہا ہے — میرا بادام، رونے والا کیوں نہ ہوگا

سوادِ کفرِ زلفِ او کہ دل را — بروئے تو از آں ایماں نباشد
اُس کی زلف، کفر کی ایسی سیاہی ہے کہ دل کو — تیرے چہرے کی قسم اس سے ایمان حاصل نہ ہوگا

بتو نسبت نباشد ہیچ تن را — نہ تن باللہ کہ مثلت جاں نباشد
کسی جسم کو، تجھ سے کوئی نسبت نہ ہوگی — خدا کی قسم جسم ہی نہیں، تیری طرح کوئی جان بھی نہ ہوگی

اگرچہ ہست شیریں شعرِ حافظ
اگرچہ، حافظ کے شعر میٹھے ہیں

چو لعلِ خسروِ خوباں نباشد
حسینوں کے بادشاہ کے ہونٹ کی طرح نہ ہوں گے

چو آفتابِ مے از مشرقِ پیالہ برآید — ز باغِ عارضِ ساقی ہزار لالہ برآید
جب پیالہ کے مشرق سے شراب کا آفتاب نکلتا ہے — ساقی کے رخسار کے باغ سے ہزاروں لالے پیدا ہوتے ہیں

نسیم در سرِ گل بشکند کلالۂ سنبل — چو در میانِ چمن بوئے آں کلالہ برآید
نسیم پھول کے سر پر سنبل کی زلف کو دستی ہے — جب اس زلف کی خوشبو، چمن سے آ نکلتی ہے

ے تاکہ جو تیر چلے اس پر آ کر لگے۔
ے تیرے چہرے کی طرح چاند سورج روشن نہیں ہے تیرے قد کے مقابلہ میں سرو ہیچ ہے۔
ے لعل سے مراد ہونٹ اور لؤلؤ سے مراد دانت ہیں۔
ے خط بھی سیاہ ہے اور آبِ حیات بھی سیاہی میں ہے۔
ے فندق ایک سرخ پھل ہے انگلیوں کو اس سے تشبیہ دی جاتی ہے۔ پستے سے مراد منہ اور بادام سے مراد آنکھیں ہیں۔
ے اس کی زلف میں کفر کی سیاہی ہے جس سے دل کو نورِ ایمان میسر نہیں آسکتا ہے۔
ے شراب پی کر معشوق کے حسن میں اور اضافہ ہو جاتا ہے۔
ے اس کے گھنگریالے بالوں اور انکی خوشبو سے گل اور سنبل شرمندہ ہے۔

حکایتِ شبِ ہجراں نہ آں شکایت حالست
شبِ ہجر کا قصہ حال کی ایسی شکایت نہیں ہے

کرشمۂ زبیانش بصد رسالہ برآید
کہ اس کے بیان کا تھوڑا سا حصہ بھی سو رسالوں میں آسکے

زگرد خوانِ نگونِ فلک مدار توقع
اوندھے آسمان کے گول دستر خوان سے توقع نہ رکھ

کہ بے ملالت صد غصہ یک نوالہ برآید
کہ سو غصوں کے رنج کے بدلے تجھے ایک نوالہ بھی مل سکے

گرت چو نوح نبی صبر ہست در غمِ طوفاں[1]
غم کے طوفان میں اگر تجھے نوح نبی کی طرح صبر حاصل ہے

بلا بگردد و کامِ ہزار سالہ برآید
مصیبت ٹل جائیگی اور ہزار سالہ مقصد پورا ہو جائے گا

بسعیِ خود نتواں بُرد پے بگوہرِ مقصود
گوہرِ مقصود کا اپنی کوشش سے پتہ حاصل نہیں کیا جاسکتا ہے

خیال باشد کایں کار بے حوالہ برآید[2]
محض خیال ہوگا کہ یہ کام تقدیر کے حوالہ کے بغیر ہو جائے گا

نسیمِ وصلِ تو گر بگذرد بتُربتِ حافظ
اگر تیرے وصل کی ہوا حافظ کی قبر پر سے گزرے

زخاکِ کالبدش صد ہزار نالہ برآید
اس کے جسم کی خاک سے ہزاروں نالے پیدا ہوں گے

چو باد عزمِ سرِ کوئے یار خواہم کرد
ہوا کی طرح یار کے کوچے کا ارادہ کروں گا

نفس ببوئے خوشش مشکبار خواہم کرد[3]
سانس کو اس کی خوشبو سے مشکبار کروں گا

ہر آبروئے کہ اندوختم زدانش و دیں
عقل اور دین کی جو آبرو میں نے جمع کی ہے

نثارِ خاکِ رہِ آں نگار خواہم کرد
اس معشوق کے راستہ کی خاک پر قربان کروں گا

بہرزہ بے مے و معشوق عمر میگذرد[4]
بغیر شراب اور معشوق عمر بیکار گذر رہی ہے

بطالتم بس ازامروز کار خواہم کرد
میری بیکاری بہت ہوئی، آج سے کام میں لگوں گا

صبا کجاست کہ ایں جانِ خوں گرفتہ چو گل
صبا کہاں ہے، پھول کی طرح خون میں نہائی ہوئی اس جان کو

فدائے نکہتِ گیسوئے یار خواہم کرد
یار کے گیسو کی خوشبو پر، قربان کروں گا

چو شمعِ صبحدمم شد زمہر او روشن[5]
اس کی محبت کی وجہ سے مجھ پر یہ واضح ہو گیا ہے کہ صبح کی شمع کی طرح

کہ عمر در سرِ ایں کار و بار خواہم کرد
عمر اس کاروبار میں، ختم کردوں گا

بیادِ چشمِ تو خود را خراب خواہم ساخت
تیری آنکھ کی یاد میں اپنے آپ کو تباہ کرلوں گا

بنائے عہدِ قدیم استوار خواہم کرد
قدیم عہد کی بنیاد کو، مضبوط بناؤں گا

نفاق و زرق نبخشد صفائے دل حافظ
حافظ! نفاق، اور جھوٹ، دل کو صفائی نہیں بخشتے

طریقِ رندی و عشق اختیار خواہم کرد
رندی، اور عشق کا طریقہ اختیار کروں گا

چہ مستی ست ندانم کہ رو بما آورد
مجھے معلوم نہیں کیسی مستی ہے جو ہم میں رونما ہوئی ہے

کہ بود ساقی و ایں بادہ از کجا آورد[6]
ساقی کون تھا، اور یہ شراب کہاں سے لایا ہے!

دلا چو غنچہ شکایت زبختِ بستہ مکن
اے دل! غنچہ کی طرح بند نصیبہ کی شکایت نہ کر

کہ بادِ صبح نسیمِ گرہ کشا آورد[7]
اس لیے کہ صبح کی ہوا، گرہ کھولنے والی نسیم لائی ہے

---

[1] حضرت نوح کو طوفان پر صبر کرنے پر کامیابی حاصل ہوئی۔
[2] کوئی کام بدون تقدیر ہونا ممکن نہیں ہے۔
[3] ہوا بھی معشوق کے کوچہ سے مشکبار ہو کر آتی ہے میں بھی اپنے سانس کو مشکبار بناؤں گا۔
[4] معشوق اور شراب بدون عمر بیکار ہے آج سے عمر کو کارآمد بناؤں گا۔
[5] اس کی محبت نے مجھ پر واضح کر دیا ہے کہ صبح کی شمع کی طرح اپنی عمر کو اسی عشق میں ختم کردوں گا۔
[6] نہ معلوم کون ساقی تھا اور یہ شراب کہاں سے لایا کہ عجب مستی پیدا ہو رہی ہے۔
[7] بند نصیبہ کو محبوب کی خوشبو اس طرح کھلادیگی جیسے بادِ صبح غنچہ کو کھلا دیتی ہے۔

رسیدنِ گُل و نسرین بخیر و خوبی باد
گُل و نسرین کی آمد بخیریت و عافیت ہو
بنفشہ شاد و خوش آمد سمن صفا آورد
بنفشہ شاد اور خوش ہو کر آئی، سمن صفائی لایا ہے

علاجِ ضعفِ دلِ ما کرشمۂ ساقی ست
ہمارے دل کے ضعف کا علاج، ساقی کی ادا ہے
بر آر سر کہ طبیب آمد و دوا آورد
سر اٹھا کہ طبیب آیا، اور دوا لایا ہے

صبا[1] بخوشخبری ہدہدِ سلیمان ست
صبا، خوشخبری میں، سلیمانؑ کا ہدہد ہے
کہ مژدۂ طرب از گلشنِ سبا آورد
کیونکہ مستی کی خوشخبری، سبا کے گلشن سے لایا

چہ[2] راہ میزند ایں مُطربِ مقام شناس
مقام کو پہچاننے والا مطرب کیا راستہ اختیار کر رہا ہے
کہ در میانِ غزل قولِ آشنا آورد
کہ غزل کے درمیان دوست کی بات لایا ہے

تو[3] نیز بادہ بچنگ آر و راہِ صحرا گیر
تو بھی شراب اور چنگ ہاتھ میں لے اور جنگل کا راستہ لے
کہ مُرغِ نغمہ سرا سازِ خوش نوا آورد
اس لیے کہ گانے والا پرندہ اچھی آواز کا ساز لایا ہے

مرید[4] پیرِ مُغانم ز من مرنج اے شیخ
میں پیرِ مغاں کا مرید ہوں اے شیخ! مجھ سے رنجیدہ نہ ہو
چراکہ وعدہ تو کردی و او بجا آورد
اس لیے کہ تو نے وعدہ کیا اور اس نے پورا کر دیا

بہ[5] تنگ چشمیِ آں تُرکِ لشکری نازم
مجھے اس لشکری معشوق کی تنگ چشمی پر ناز ہے
کہ حملہ بر منِ مسکین یک قبا آورد
کہ مجھ جیسے مسکین، ایک قبا والے پر حملہ کیا ہے

فلک غلامیِ حافظ کنوں بطوع کند
آسمان، اب حافظ کی غلامی خوشی سے کرتا ہے
کہ التجا بہ درِ دولتِ شما آورد
کیونکہ، وہ تمہارے درِ دولت پر التجا لایا ہے

چو دست بر سرِ زلفش زنم بتاب رود
میں جب اس کی زلف پر ہاتھ مارتا ہوں، بل کھا جاتا ہے
ور آشتی طلبم بر سرِ عتاب رود
اور اگر میں صلح چاہتا ہوں تو غصہ کرتا ہے

چو[6] ماہِ نو رہِ نظّارگانِ بیچارہ
نئے چاند کی طرح بیچارے دیکھنے والوں کا راستہ
زند بگوشۂ ابروی و در نقاب رود
گوشۂ ابرو سے مارتا ہے، اور نقاب میں چھپ جاتا ہے

طریقِ عشق پر آشوب و فتنہ است ایدل
اے دل! عشق کا راستہ پُر آشوب اور پر فتن ہے
بیفتد آنکہ دریں راہ باشتاب رود
گر پڑتا ہے، جو اس راستہ میں تیز چلتا ہے

گدائیِ[7] درِ جاناں بسلطنت مفروش
معشوق کے دروازہ کی گدائی کو سلطنت کے بدلے میں نہ بیچ
کسے ز سایۂ ایں در بآفتاب رود
اس دروازہ کے سایہ سے دھوپ میں کون جاتا ہے؟

حُباب[8] را چو فتد بادِ نخوت اندر سر
بلبلے کے سر میں، جب تکبّر کی ہوا بھرتی ہے
کلاہ داریش اندر سرِ سراب رود
اس کی تاج داری، ریت میں غائب ہو جاتی ہے

شبِ[9] شراب خرابم کند بہ بیداری
وہ بیداری میں میری شراب نوشی کی رات خراب کرتا ہے
وگر بروز حکایت کنم بخواب رود
اگر اس سے دن میں بات کرتا ہوں سونے لگتا ہے

مرا[10] تو عہد شکن خواندہ و می ترسم
تو نے مجھے وعدہ شکن بتایا، اور مجھے ڈر ہے
کہ با تو روزِ قیامت ہمیں خطاب رود
کہ قیامت میں، تیرا یہی خطاب ہو گا

[1] صبا جو یار کا پیغام لا رہی ہے وہ میرے لئے ایسی ہی خوش کن ہے جیسا کہ ہدہد حضرت سلیمان کے لئے خوش کن ثابت ہوئی تھی سبا سے مُراد کوچۂ محبوب ہے۔
[2] غزل کے درمیان معشوق کے اقوال لاکر مُطرب اور بڑا پارہ چلا ہے۔ بڑا موقع شناس ہے۔
[3] موسمِ بہار ہے پرند طرب بجے ہوئے ہیں۔
[4] شیخ نے تو جنتی شراب اور حور کا وعدہ کیا پیرِ مغاں نے معشوق اور شراب خود عنایت کر دی
[5] ننگی سے قابو میں آتا ہے نزری ہی سے۔
[6] گوشۂ ابرو کے اشارے سے راستہ روک دیتا ہے اور پھر منہ چھپا کر گزر جاتا ہے۔
[7] گدائی بمنزلہ سایہ کے ہے اور سلطنت بمنزلہ دھوپ کے
[8] بلبلہ اپنے تکبّر کی وجہ سے فنا ہو جاتا ہے۔
[9] بہر صورت میری منشاء کے خلاف چلتا ہے۔
[10] معشوق کو قیامت میں عہد شکن کہہ کر پکارا جائے گا۔

دلا چو پیر شدی حسن و نازکی مفروش
اے دل! جب تو بوڑھا ہو گیا ہے حسن اور نزاکت کی باتیں نہ کر

کہ ایں معاملہ با عالمِ شباب رود
اس لیے کہ یہ بات، جوانی میں چلتی ہے

سوادِ نامۂ موئے سیاہ چوں شد طے
کالے بالوں کی سیاہ کتاب جب طے ہو گئی

بیاض کم نشود ور صد انتخاب رود
سفیدی کم نہیں ہو سکتی ہے اگرچہ سو مرتبہ چھٹائی ہو

تو خود حجابِ خودی حافظ از میاں برخیز
اے حافظ! تو خود اپنا پردہ ہے، درمیان سے اٹھ جا

خوشا کسے کہ دریں راہ بے حجاب رود
وہی بہتر ہے، جو اس راستہ میں بے پردہ چلے

حسب حالے ننوشتیم و شد ایامے چند
کافی زمانہ گذر گیا، اور ہم نے احوال نہ لکھے

قاصدے کو کہ فرستم بتو پیغامے چند
قاصد کہاں ہے کہ تجھے چند پیغام بھیجوں

ما بداں مقصدِ عالی نتوانیم رسید
ہم! اس بلند مقصد تک نہیں پہونچ سکتے

ہم مگر پیش نہد لطفِ شما گامے چند
ہاں! شاید آپ کی مہربانی چند قدم آگے رکھے

چوں مے از خم بسبو رفت و گل افگند نقاب
جب شراب مٹکے سے صراحی میں آگئی اور پھول نے نقاب اتار ڈالا

فرصتِ عیش نگہدار و بزن جامے چند
عیش کا موقع دیکھ، اور چند جام اڑائے

قندِ آمیختہ با گل نہ علاجِ دلِ ماست
گلاب کی قند، ہمارے دل کا علاج نہیں ہے

بوسہ چند بیامیز بدشنامے چند
چند بوسے، چند گالیوں کے ساتھ ملا دے

اے گدایانِ خرابات خدا یارِ شماست
اے شراب خانہ کے فقیرو! خدا تمہارا مددگار ہے

چشمِ انعام مدارید ز انعامے چند
جانوروں سے، انعام کی کچھ امید نہ رکھو

زاہد از کوچۂ رنداں بسلامت بگذر
اے زاہد! رندوں کے کوچہ سے سلامتی سے گذر جا

تا خرابت نکند صحبتِ بدنامے چند
تاکہ چند بدناموں کی صحبت، تجھے خراب نہ کر دے

عیبِ مے جملہ بگفتی ہنرش نیز بگو
تو نے شراب کی تمام برائیاں ذکر کیں، اس کی خوبیاں بھی بتا

نفیِ حکمت مکن از بہرِ دلِ عامے چند
چند عوام کے دل کی خاطر، حکمت کا انکار نہ کر

پیرِ میخانہ چہ خوش گفت بدردی کشِ خویش
میخانے کے پیر نے اپنے تلچھٹ پینے والے سے کیا عمدہ بات کہی

کہ مگو حالِ دلِ سوختہ با خامے چند
کہ جلے دل کا حال، چند کچوں سے نہ کہہ

حافظ از تابِ رخِ مہر فروغ تو بسوخت
سورج کو روشنی دینے والے تیرے رخ کی گرمی سے حافظ جل گیا

کامگارا نظرے کن سوئے ناکامے چند
اے بامراد! کچھ نامرادوں پر بھی نظر ڈالدے

حسنِ تو ہمیشہ در فزوں باد
تیرا حسن، ہمیشہ بڑھاؤ پر رہے

رویت ہمہ سال لالہ گوں باد
تیرا چہرہ، پورے سال لالہ کی طرح رہے

اندر سرِ من ہوائے عشقت
میرے سر میں، تیرے عشق کی خواہش

ہر روز کہ ہست در فزوں باد
جتنے دن باقی ہیں، بڑھاؤ پر رہے

ے بڑھاپے کے بال نوچنے سے جوانی نہیں آسکتی ہے۔
ے وصال تک اپنی کوشش سے نہیں پہونچا جا سکتا جب تک محبوب کی عنایت شاملِ حال نہ ہو۔
ے یعنی بہار کا وقت ہے عیش کر۔
ے دنیادار بمنزلہ چوپایوں کے ہیں ان سے انعام کی توقع نہ رکھ۔
ے شراب بھی خدا کی پیدا کردہ چیز ہے اس میں کوئی نہ کوئی خوبی تو ضرور ہے اللہ کا کام حکمت سے خالی نہیں ہو سکتا ہے۔
ے یعنی تیرا چہرہ لالہ کی طرح تر و تازہ رہے
ے عشق میں اضافہ ہوتا رہے۔

قدِ همه دلبرانِ عالم — در خدمتِ قامتت نگوں باد
تمام عالم کے حسینوں کا قد — تیرے قد کے حضور میں جھکا رہے

هر سرو که در چمن برآید — پیشِ الفِ قدت چو نوں باد
چمن میں، جو سرو بھی پیدا ہو — تیرے قد کے الف کے سامنے، نون کی طرح رہے

چشمے که نه فتنهٔ تو باشد — از گوہرِ اشک غرقِ خوں باد
وہ آنکھ، جو تیرے فتنہ میں مبتلا نہ ہو — آنسو کے گوہر سے، خون میں غرق رہے

هر جا که دلیست در غمِ تو — بے صبر و قرار و بے سکوں باد
جس جگہ، کوئی دل ہے تیرے غم میں — بے صبر و قرار اور بے سکون رہے

چشمِ تو ز بہرِ دلربائی — در کردنِ سحر ذوفنوں باد
تیری آنکھ، دلربائی کے لئے — جادو کرنے میں، ہنرمند رہے

هر کس که بہ ہجرِ تو نسازد — از حلقهٔ وصلِ تو بروں باد
جو شخص، تیرے فراق سے نباہ نہ کرے — تیرے وصل کے حلقہ سے باہر رہے

لعلِ تو که هست جانِ حافظ
تیرا وہ ہونٹ، جو حافظ کی جان ہے
دور از لبِ هر خسیسِ دوں باد
ہر کمینے کے ہونٹ سے دور رہے

خسروا گوئے فلک در خمِ چوگانِ تو باد — ساحتِ کون و مکاں عرصهٔ میدانِ تو باد
اے بادشاہ! آسمان کی گیند تیرے بلے کے خم میں ہو — کون و مکاں کا میدان، تیرے میدان کی زمین ہو

همه آفاق گرفت و همه اطراف گشاد — صیتِ خلقِ تو که پیوسته نگہبانِ تو باد
تمام جہان کو گرفت میں لے لیا اور تمام اطراف کو فتح کر لیا — تیرے اخلاق کی شہرت نے جو ہمیشہ تیرا نگہبان ہو

زلفِ خاتونِ ظفر شیفتهٔ پرچمِ تست — دیدهٔ فتح ابد عاشقِ جولانِ تو باد
بی بی فتح کی زلف تیرے پرچم کی عاشق ہے — ابدی فتحمندی کی آنکھ، تیری رفتار کی عاشق ہو

ایکه انشائے عطارد صفتِ شوکتِ تست — عقلِ کل چاکرِ طغراکشِ دیوانِ تو باد
اے وہ کہ عطارد کی انشاپردازی تیرے دبدبہ کی تعریف کی وجہ سے ہے — عقلِ کل، تیرے دفتر کے طغرا کش کی نوکر ہو

طرهٔ جلوهٔ طوبیٰ قدِ دلجوئے تو شد — غیرتِ خلدِ بریں ساحتِ ایوانِ تو باد
تیرا دلجو قد طوبیٰ کے جلوے کے لئے کلغی بن گیا ہے — تیرے قلعہ کا میدان، خلدِ بریں کی غیرت ہو

نه به تنہا حیوانات و نباتات و جماد — هر چه در عالمِ امر است بفرمانِ تو باد
صرف حیوانات، اور نباتات اور جمادات ہی نہیں — جو بھی عالمِ امر میں ہے، تیرے حکم میں ہو

حافظِ خسته باخلاص ثنا خوانِ تو شد
عاجز حافظ، خلوص سے تیرا ثنا خواں ہو گیا ہے
لطفِ عامِ تو شفا بخشِ ثنا خوانِ تو باد
تیرا عام لطف، تیرے ثنا خواں کو شفا بخشنے والا ہو

۱؎ قدِ معشوق کو الف سے سیدھا ہونے میں تشبیہ دیجاتی ہے۔ سرو کے نون بننے کا مطلب یہ ہے کہ وہ جھک جائے۔
۲؎ معشوق کی آنکھ کو جادوگر قرار دیا جاتا ہے
۳؎ وصل اسی کو میسر آئے جو جدائی پر صبر کرے
۴؎ یعنی تیرے اخلاق کی شہرت تمام عالم میں ہے۔
۵؎ کامیابی تیرے پرچم پر فریفتہ ہے فتحمندی بھی تیری عاشق ہو جائے
۶؎ عطارد ستارہ کو آسمان کا منشی قرار دیا گیا ہے یعنی عطارد کا کام تیری خوبیاں لکھنا ہے۔
۷؎ طغرا کش اس منشی کو جو بادشاہ کی جانب سے احکام لکھ کر صادر کرتا ہے
۸؎ معشوق کے قد کو دیکھ کر شجرِ طوبیٰ غیرت میں پڑ جاتا ہے۔
۹؎ عالمِ امر وہ کائنات ہے جو لفظ "کُن" امرِ خداوندی سے وجود میں آئی ہے۔

خوش ست خلوت اگر یار یارِ من باشد — نہ من بسوزم و او شمعِ انجمن باشد
تنہائی اچھی ہے، اگر دوست میرا دوست ہو — نہ یہ کہ میں جلوں، اور وہ محفل کی شمع ہو

منِ آں نگینِ سلیماں بہیچ نستانم — کہ گاہ گاہ بر و دستِ اہرمن باشد
میں سلیماں کے اس نگ کو کسی چیز کے بدلے میں نہ لوں — جس میں کبھی کبھی، شیطان کا ہاتھ ہو

روا مدار خدایا کہ در حریمِ وصال — رقیب محرم و حرماں نصیبِ من باشد
اے خدا! اس کو جائز نہ رکھ کہ وصال کے محل میں — رقیب تو رازدار ہو، اور محرومی میرا حصہ ہو

ہمای گو مفگن سایۂ شرف ہرگز — در آں دیار کہ طوطی کم از زغن باشد
ہما سے کہدو کہ وہ شرافت کا سایہ ہرگز نہ ڈالے — اس دیار پر، جہاں طوطی چیل سے کم ہو

بیانِ شوق چہ حاجت کہ حالِ آتشِ دل — تواں شناخت ز سوزے کہ در سخن باشد
شوق کے بیان کی کیا ضرورت ہے، اس لئے کہ دل کی آگ کا حال — اس سوز سے پہچانا جا سکتا ہے، جو گفتگو میں ہو

ہوائے کوئے تو از سر نمی‌رود ما را — غریب را دلِ آوارہ در وطن باشد
تیرے کوچہ کی محبت، ہمارے سر سے نہیں نکلتی ہے — مسافر کا آوارہ دل، وطن میں ہوتا ہے

بسانِ سوسن اگر دہ زباں شود حافظ
سوسن کی طرح اگر حافظ، دس زبانوں والا ہو جائے
چو غنچہ پیشِ تواش مُہر بر دہن باشد
تیرے سامنے، غنچہ کی طرح اس کے منہ پر مہر ہوگی

خوش آمد گل وزاں خوشتر نباشد — کہ در دستت بجز ساغر نباشد
عمدہ موسم بہار آیا اور اس سے بہتر کوئی بات نہ ہوگی — کہ تیرے ہاتھ میں ساغر کے سوا کچھ نہ ہو

زمانِ خوشدلی دریاب دریاب — کہ دائم در صدف گوہر نباشد
خوشدلی کے زمانہ کو، حاصل کر، حاصل کر — اس لیے کہ، سیپی میں گوہر ہمیشہ نہیں ہوتا

غنیمت داں و مے خور در گلستاں — کہ گل تا ہفتۂ دیگر نباشد
غنیمت جان، اور باغ میں شراب پی — کہ پھول دوسرے ہفتے تک، نہ ہوگا

عجب راہیست راہِ عشق کانجا — کسے سر بر کند کش سر نباشد
عشق کی راہ بھی، عجب راہ ہے کہ اس جگہ — وہی سر بلند کرتا ہے جس کا سر نہیں ہوتا

بشوی اوراق اگر ہمدرسِ مائی — کہ علمِ عشق در دفتر نباشد
اگر تو ہمارا ہم سبق ہے تو ورق دھو دے — اس لئے کہ عشق کا علم، کتاب میں نہیں ہوتا

ز من بنیوش و دل در شاہدے بند — کہ حسنش بستۂ زیور نباشد
مجھ سے سن، اور ایسے معشوق سے دل لگا — جس کا حسن، زیور سے وابستہ نہ ہو

بیا اے شیخ در خمخانۂ ما — شرابے خور کہ در کوثر نباشد
اے شیخ! ہمارے شراب خانہ میں آ — ایسی شراب پی، جو کوثر میں نہ ہو

ایا پُر لعل کردہ جامِ زریں — ببخشا بر کسے کش زر نباشد
اے وہ! جس نے زریں جام لعل سے پر کیا ہوا ہے — اس کو دیدے، جس کے پاس زر نہ ہو

---

۱ یار کے ساتھ تنہائی بہت اچھی ہے نہ کہ عاشق تنہا ہو اور معشوق دوسروں کے ساتھ۔
۲ اہرمن شیطان کو کہتے ہیں یہاں مراد رقیب ہے اور نگینِ سلیمان سے مراد معشوق ہے۔
۳ جس وطن میں طوطی کی قدر نہ ہو اور چیل کو لوگ اچھا سمجھیں اس پر کبھی ہما کا سایہ نہ ہو۔
۴ جس طرح سے مسافر کا دل وطن میں پڑا رہتا ہے اسی طرح کوچۂ معشوق کی محبت ہمارے سر میں ہے۔
۵ موسم بہار میں شراب نوشی سے بہتر کوئی چیز نہیں ہے۔
۶ صدف سے مراد زمانہ اور گوہر سے مراد خوشدلی ہے۔
۷ راہِ عشق میں سر بلندی اسی کو حاصل ہوتی ہے جو اپنا سر دیدے۔
۸ درسِ عشق مصحفِ معشوق سے حاصل کیا جاتا ہے۔
۹ مالداروں کو غریبوں کو داد و دہش کرنی چاہیے۔

شرابِ بے خمارم بخش ساقی
اے ساقی! مجھے ایسی بے خمار شراب دے
کہ با او ہیچ دردِ سر نباشد
جس کے ساتھ، کوئی دردِ سر نہ ہو

بنامِ[1] ایزد بتِ سیمیں تنم ہست
اللہ اکبر، میرا چاندی جیسے جسم والا بت ایسا ہے
کہ در بتخانۂ آذر نباشد
کہ آذر کے بتخانہ میں، نہ ہوگا

من از جاں بندۂ سلطاں اویسم[2]
میں دل سے، سلطان اویس کا غلام ہوں
اگرچہ یادش از چاکر نباشد
اگرچہ اس کو، غلام کی یاد نہ ہو

بتاجِ عالم آرایش کہ خورشید[3]
اس کے عالم آرا تاج کی قسم، کہ آفتاب
چنیں زیبندۂ افسر نباشد
اس طرح کی زینت دینے والا تاج، نہ ہوگا

کسے گیرد خطا در نظمِ حافظ
حافظ کی نظم میں وہی، عیب نکالے گا
کہ ہیچش لطف در گوہر نباشد
جس کی طبیعت میں، ذرا بھی لطافت نہ ہوگی

خستگاں[4] را چو طلب باشد و قوت نبود
درماندوں میں جب طلب ہو، اور طاقت نہ ہو
گر تو بیداد کنی شرطِ مروت نبود
اگر تو ان پر ظلم کرے، تو مروت نہ ہوگی

ما جفا از تو ندیدیم و تو ہم نپسندی
ہم نے تیرے ظلم کو مناسب نہیں سمجھا اور تو بھی پسند نہ کرے گا
آنچہ در مذہبِ اربابِ فتوت نبود
اس بات کو، جو شرافت والوں کے مذہب میں نہ ہوگی

تا کہ افسوں نکند جادوئے چشم تو مدام
جب تک مستقل طور پر تیری آنکھ کا جادو منتر نہ کرے
نور در سوختنِ شمعِ محبت[5] نبود
محبت کی شمع کے جلنے میں نور نہ ہوگا

چوں چنیں نیک ز سررشتۂ خود بیخبرم
جبکہ میں بہت زیادہ اپنے انجام سے بے خبر ہوں
آں مبادا کہ مددگاریِ فرصت نبود
ایسا نہ ہو کہ مدد کی فرصت، نہ ہو

ہر کرا آئنہ صافی نشد از زنگِ ہوا[6]
ہر وہ شخص، جس کا ہوس کے زنگ سے آئینہ صاف نہ ہوا
دیدہ اش قابلِ رخسارۂ حکمت نبود
اس کی آنکھ حکمت کے رخسار کے قابل نہ ہوگی

خیرہ آں دیدہ کہ آبش نبرد گریۂ عشق
وہ آنکھ بیکار ہے جس کی آبرو عشق کے گریہ نے ختم نہ کی ہو
تیرہ آں دل کہ در و نورِ مودت نبود
وہ دل تاریک ہے، جس میں محبت کا نور نہ ہو

چوں طہارت[7] نبود کعبہ و بتخانہ یکیست
جب پاکی نہ ہو، کعبہ اور بتخانہ ایک ہے
نبود خیر در آں خانہ کہ عصمت نبود
اس گھر میں بھلائی نہیں ہے جس میں پاکدامنی نہ ہو

دولت از مرغِ ہمایوں طلب و سایۂ او
دولت، بابرکت پرندہ اور اس کے سایہ سے چاہ
زانکہ با زاغ و زغن شہپرِ دولت نبود
اس لئے کہ کوے اور چیل میں دولت کا شہپر نہیں ہوتا ہے

گر مدد خواستم از پیرِ مغاں عیب مکن
اگر میں نے پیر مغاں سے مدد چاہی، تو عیب نہ لگا
شیخِ ما گفت کہ در صومعہ ہمت[8] نبود
ہمارے شیخ نے کہا ہے کہ عبادت خانہ میں باطنی توجہ نہیں ہوتی

حافظا علم و ادب ورز کہ در مجلسِ شاہ
اے حافظ علم و ادب اختیار کر اس لئے کہ بادشاہ کی مجلس میں
ہر کرا نیست ادب لائقِ صحبت نبود
جس میں ادب نہیں ہے وہ صحبت کے لائق نہیں

---

[1] بنام ایزد تعجب کے موقع پر استعمال کرتا جاتا ہے۔ آذر حضرت ابراہیم کے والد یا چچا کا نام ہے جو مشہور بت تراش تھے۔

[2] سلطان احمد بن اویس حافظ کے ممدوح کا نام ہے جو بغداد کا بادشاہ تھا اور خواجہ کا معتقد، اس نے کئی بار خواجہ کو بغداد کی دعوت دی لیکن خواجہ نہ جا سکے۔

[3] اس کے تاج کے سامنے سورج ہیچ ہے۔

[4] عاشق اپنی استطاعت کے مطابق جب کام کر رہا ہے تو اس پر ظلم انسانیت کے خلاف ہے۔

[5] عاشق کے دل میں جو شمع محبت روشن ہے جب تک معشوق کا فیض اس میں شامل نہ ہو وہ پرنور نہیں ہو سکتی۔

[6] جب تک انسان دل کے زنگ کو صاف نہ کر لے وہ تجلیات کے مشاہدے کے قابل نہیں ہوتا ہے۔

[7] جب دل پاک نہ ہو تو بتخانہ اور کعبہ میں فرق نہیں۔

[8] جب عبادت خانے روحانیت سے خالی ہیں تو پیر مغاں کی فرمانبرداری عیب نہیں ہے۔

خوشا دلے کہ مدام از پئے نظر نرود
وہ دل خوب ہے جو ہمیشہ نظر کے پیچھے نہ دوڑے

بہر درش کہ بخوانند بے خبر نرود
تم دروازے پر بھی اس کو بلائیں تو بے خبر ہو کر نہ جائے

طمع در آں لب شیریں نکردنم اولیٰ ست
میں ان شیریں ہونٹوں کا لالچ نہ کرنا بہتر ہے

ولے چگونہ مگس از پئے شکر نرود
لیکن مکھی شکر پر کیسے نہ جائے

من گدا ہوس سرو قامتے دارم
میں فقیر ایک ایسے سرو قامت کی ہوس کرتا ہوں

کہ دست در کمرش جز بہ سیم و زر نرود
جس کی کمر میں ہاتھ بجز سونے چاندی کے نہ جائے

سواد دیدۂ غم دیدہ ام مشوے اے اشک
اے آنسو میری غم دیدہ آنکھ کی سیاہی نہ دھو

کہ نقش خال ویم ہرگز از نظر نرود
اس لئے کہ اس کے تل کا نقش ہرگز میری نظر سے نہ جائیگا

تو کز مکارم اخلاق عالم دگری
تو اخلاق کی شرافتوں کی وجہ سے ایک دوسری ہی دنیا ہے

وفائے عہد من از خاطرت بدر نرود
میری وعدہ وفائی تیری طبیعت سے نہیں نکل سکتی ہے

بہ تاج ہدہد مغرورم از رہ مبر کہ باز سفید
ہدہد کے تاج کے ذریعہ مجھے راستے سے نہ بہکا اس لئے کہ سفید باز

زکبر از پئے ہر صید مختصر نرود
تکبر کی وجہ سے ہر مختصر شکار کے پیچھے نہیں جاتا ہے

دلا مباش چنیں ہرزہ گرد و ہرجائی
اے دل ایسا آوارہ گرد اور ہرجائی نہ بن

کہ ہیچ کار ز پیشت بدیں ہنر نرود
اس لئے کہ تیرا کوئی کام اس ہنر سے پورا نہیں ہو سکتا ہے

سیاہ نامہ تر از خود کسے نمی بینم
میں اپنے سے زیادہ سیاہ نامۂ اعمال والا کسی کو نہیں دیکھتا ہوں

چگونہ چوں قلمم دود دل بسر نرود
قلم کی طرح دل کا دھواں کس طرح میرے سر تک نہ پہنچے

ز من چو باد صبا بوئے خود دریغ مدار
مجھ سے باد صبا کی طرح اپنی خوشبو نہ روک

چرا کہ بے سر زلف توام بسر نرود
اس لئے کہ تیری زلف کے بدون، میری بسر نہیں ہوتی ہے

بپوش دامن عفوے بزلت من مست
مجھ مست کی لغزش پر معافی کا دامن ڈھانپ دے

کہ آبروئے شریعت بدیں قدر نرود
اس لئے کہ شریعت کی آبرو اس مقدار سے نہیں چلی جائیگی

بیار بادہ و اول بدست حافظ دہ
شراب لا اور پہلے حافظ کے ہاتھ میں دے

بشرط آنکہ ز مجلس سخن بدر نرود
اس شرط پر، کہ بات مجلس سے باہر نہ جائے

دلبر برفت و دل شدگاں را خبر نکرد
دلبر چلا گیا اور دل گئے ہوؤں کو خبر نہ کی

یاد حریف شہر و رفیق سفر نکرد
شہر کے دوست، اور سفر کے ساتھی کی یاد نہ کی

یا بخت من طریق محبت فرو گذاشت
یا تو میرے نصیبے نے محبت کے راستہ کو چھوڑ دیا

یا او بشاہراہ حقیقت گذر نکرد
یا اس نے حقیقت کی شاہراہ پر گذر نہ کی

من ایستادہ تا کنمش جاں فدا چو شمع
میں کھڑا رہا تاکہ شمع کی طرح اس پر جان قربان کر دوں

او خود گذر بمن چو نسیم سحر نکرد
وہ خود، صبح کی نسیم کی طرح میرے پاس سے نہ گزرا

گفتم مگر بگریہ دلش مہرباں کنم
میں سمجھا شاید روتے سے اس کے دل کو مہربان کر لوں

در سنگ خارہ قطرۂ باراں اثر نکرد
سنگ خارہ میں، بارش کے قطرہ نے اثر نہ کیا

۱ سالک کو جو کچھ نظر آتا ہے وہ حقیقت ہی نہیں ہوتی ہے لہٰذا باخبر ہو کر دیکھ بھال سے کام کرنا چاہیے۔
۲ میری اور لب معشوق کی مثال شہد اور مکھی کی ہے، مکھی شہد سے کیسے جدا ہو سکتی ہے۔
۳ آنکھ کی پتلی کو معشوق کے رخسار کا تل قرار دیا ہے
۴ تیرے اخلاق کریمانہ کا تقاضہ ہے کہ تو میری وفاداری کو فراموش نہیں کر سکتا ہے۔
۵ تاج ہدہد سے مراد معمولی قسم کا شکار ہے
۶ دود دل کہو... ہے میرے... کا دل صبا... ہیا اور وہ میرے قلم کی روشنائی کی طرح ختم ہونے والا نہیں ہے
۷ میں تو اس قدر حقیر ہوں کہ میری بداعمالی سے شریعت پر کوئی دھبہ نہیں لگ سکتا ہے۔
۸ شاید کہ ہم شہر میں اس کے ساتھ تھے سفر میں بھی اس کے ساتھی بنے رہتے۔
۹ ہم انتظار میں کھڑے ہوئے شمع کی مانند اپنی جان گھلاتے رہے۔
۱۰ سنگ خارا ایک پتھر ہے جو بہت سخت ہوتا ہے یہاں مراد معشوق کا دل ہے۔

ہر کش کہ دید روئے تو بوسید چشمِ من
جس نے تیرا چہرہ دیکھا، میری آنکھوں کو چوم لیا

کارے کہ کرد دیدۂ من بے نظر نکرد
اس لیے کہ جو کام میری آنکھ نے کیا ہے وہ بے دیکھے نہیں کیا[1]

در حیرتم کہ بہر چہ شد ہمدمِ رقیب
میں حیران ہوں کہ وہ رقیب کے ساتھ کس وجہ سے ہو گیا؟

خر مہرہ ہیچکس چو قرینِ گہر نکرد
جبکہ کسی نے کوڑی کو موتی کا ساتھی نہیں بنایا[2]

مرغِ دل ار چہ بال و پرش غم بسوختہ است
اگرچہ غم نے مرغِ دل کے بال، اور پر جلا دیئے ہیں

سودائے خامِ عاشقی از سر بدر نکرد
عشق کے ناقص جنوں کو سر سے نہیں نکالا ہے

کلکِ[3] زباں بریدۂ حافظ در انجمن
حافظ کے زبان کٹے قلم نے، انجمن میں

باکس نگفت رازِ تو تا ترکِ سر نکرد
تیرا راز کسی سے نہیں کہا، جبتک کہ سر جدا نہیں ہو گیا

دل از من برد و روز از من نہاں کرد
میرا دل لے گیا، اور مجھ سے منہ چھپا لیا

خدارا با کہ ایں بازی تواں کرد
ہائے خدا! یہ کھیل کس سے کھیلا جا سکتا ہے؟

شبِ[4] تنہائیم در قصدِ جاں بود
ہجر کی رات، میری جان کے درپے تھی

خیالش لطفہائے بیکراں کرد
اس کے خیال نے بے انتہا مہربانیاں کیں

چرا[5] چوں لالہ خونیں دل نباشم
میں لالہ کی طرح، خونی دل کیوں نہ ہوں؟

کہ با من نرگسِ او سرگراں کرد
اس لیے کہ اس کی آنکھ نے، مجھ پر غصہ کیا

صبا[6] گر چارہ داری وقت وقت است
اے صبا! اگر تیرے پاس علاج ہے تو یہی وقت ہے

کہ دردِ اشتیاقم قصدِ جاں کرد
اس لیے کہ عشق کے درد نے میری جان کا ارادہ کیا ہے

کرا[7] گویم کہ با ایں دردِ جانسوز
میں کس سے کہوں کہ اس جانسوز درد کے ہوتے ہوئے

طبیبم قصدِ جانِ ناتواں کرد
میرے طبیب نے ہی کمزور جان لینے کا ارادہ کر لیا ہے

بداں ساں سوخت چوں شمعم کہ بر من
اس نے مجھے شمع کی مانند اس طرح جلایا کہ مجھ پر

صراحی گریہ و بربط فغاں کرد
صراحی روئی، اور بربط نے فریاد کی

میانِ مہرباناں کے تواں گفت
دوستوں میں کب بیان کیا جا سکتا ہے

کہ یارِ من چنیں گفت و چناں کرد
کہ میرے دوست نے ایسا کہا، اور ویسا کیا

عدو[8] با جانِ حافظ آں نکردے
حافظ کی جان کے ساتھ، دشمن بھی وہ نہ کرتا

کہ تیرِ چشمِ آں ابرو کماں کرد
جو اس کمان جیسے ابرو والے کی آنکھ کے تیر نے کیا

دلا[9] بسوز کہ سوزِ تو کارہا بکند
اے دل! جل، کہ تیرا جلنا بہت سے کام کرے گا

دعائے نیم شبی دفعِ صد بلا بکند
آدھی رات والی دعا سو بلاؤں کو دفع کرتی ہے

عتابِ یارِ پریچہرہ عاشقانہ بکش
پری جیسے چہرے والے یار کے غصہ کو، عاشقانہ انداز پر برداشت کر

کہ یک کرشمہ تلافیِ صد جفا بکند
اسلیے کہ ایک ادا، سو ظلموں کی تلافی کر دیتی ہے

---

[1] تیرا رُخ دیکھ کر سب اس بات کے قائل ہو گئے کہ میری آنکھوں کا گریہ بے محل نہیں ہے۔

[2] محبوب بمنزلہ گوہر اور رقیب بمنزلہ کوڑی کے ہے دونوں کا جوڑ بے محل ہے۔

[3] حافظ کے قلم نے رازِ عشق جب ظاہر کیا جبکہ اس کا سر قلم ہو گیا۔

[4] اگر محبوب کا تصور مہربانی نہ کرتا تو شبِ ہجر جان لے لیتی۔

[5] محبوب کی نگاہِ کرم نہ رہی تو دل خون کیوں نہ ہو۔

[6] صبا! معشوق کا زندگی عطا کرنے والا پیغام لا، ورنہ جان گئی۔

[7] جو میرا طبیب ہے وہی قاتل ہے۔

[8] دشمن تو قتل ہی کرتا نگاہ نے نیم بسمل بنا دیا۔

[9] جب دل میں سوز پیدا ہوتا ہے دعا میں اثر ہوتا ہے۔

زملک تا ملکوتش حجاب برگیرند
ملک سے ملکوت تک پردہ، ہٹا دیتے ہیں

ہرآنکہ خدمتِ جامِ جہاں نما بکند
اس شخص کے لئے جو جامِ جہاں نما کی خدمت کرتا ہے

طبیبِ عشق مسیحا دمست و مشفق لیک
عشق کا طبیب مسیحا جیسے دم والا اور مہربان ہے لیکن

چو درد در تو نہ بیند کرا دوا بکند
جب تجھ میں درد نہ دیکھے تو دوا کس کی کرے؟

تو با خدائے خود انداز کار و دل خوش دار
تو کام اپنے خدا کے سپرد کر، اور دل خوش رکھ

کہ رحم اگر نکند مدعی خدا بکند
کیونکہ اگر رقیب رحم نہ کرے گا تو خدا کرے گا

زبختِ خفتہ ملولم بود کہ بیدارے
میں اپنے سوئے نصیبے سے رنجیدہ ہوں ہو سکتا ہے کہ کوئی بیدار

بوقتِ فاتحۂ صبح یک دعا بکند
صبح کے ابتدائی وقت میں، ایک دعا کر دے

بسوخت حافظ و بوئے ز زلفِ یار نبرد
حافظ جل گیا اور محبوب کی زلف کی خوشبو اس کو حاصل نہ ہوئی

مگر دلالتِ ایں دولتش صبا بکند
شاید اس دولت کی طرف صبا اس کی رہبری کر دے

دیدی اے دل کہ غمِ یار دگربار چہ کرد
اے دل تو نے پھر دیکھا کہ دوست کے غم نے پھر کیا کیا؟

چوں بشد دلبر و با یارِ وفادار چہ کرد
دوست کیسا چلا گیا، اور وفادار یار کے ساتھ کیا کیا؟

آہ ازاں نرگسِ جادو کہ چہ بازی انگیخت
آہ! اس جادو کی نرگس پر کہ اس نے کیا بازی کھیلی

وائے ازاں مست کہ با مردمِ ہشیار چہ کرد
ہائے اس مست پر کہ اس نے ہوشمندوں کے ساتھ کیا غضب کیا!

اشکِ من رنگِ شفق یافت ز بے مہریِ یار
یار کی بیوفائی سے میرے آنسوؤں میں شفق کا رنگ پیدا ہو گیا

طالعِ بے شفقت بیں کہ دریں کار چہ کرد
بے شفقت نصیبے کو دیکھو کہ اس نے اس معاملہ میں کیا کیا!

ساقیا جامِ میم دہ کہ نگارندۂ غیب
اے ساقی! مجھے شراب کا جام دے اس لیے کہ غیب کے نقش ڈالنے والے نے

نیست معلوم کہ در پردۂ اسرار چہ کرد
یہ معلوم نہیں کہ رازوں کے پردے میں کیا کیا؟

آنکہ بر نقش زد ایں دائرۂ مینائی
جس نے، اس جڑاؤ دائرہ کو بنایا

کس نہ دانست کہ در گردشِ پرکار چہ کرد
کسی کو معلوم نہیں کہ اس نے پرکار کی گردش میں کیا کیا!

برقے از پردۂ لیلے بدرخشید سحر
لیلےٰ کے پردہ سے صبح کی ایک بجلی کوندی

وہ کہ با خرمنِ مجنونِ دلِ افگار چہ کرد
واہ، واہ! اس نے زخمی دل مجنوں کے کھلیان کا کیا کیا؟

برقِ عشق آتشِ غم در دلِ حافظ زد و سوخت
عشق کی بجلی نے حافظ کے دل میں آگ لگا دی اور وہ جل گیا

یارِ دیرینہ ببینید کہ با یار چہ کرد
دیکھو پرانے دوست نے دوست کے ساتھ کیا کیا!

دست در حلقۂ آں زلفِ دوتا نتواں کرد
اس دو لڑی زلف کے حلقہ میں ہاتھ نہیں ڈالا جا سکتا

تکیہ بر عہدِ تو و بادِ صبا نتواں کرد
تیرے عہد اور بادِ صبا پر بھروسہ نہیں کیا جا سکتا

آنچہ سعی ست من اندر طلبت بنمودم
جو کچھ کوشش ممکن ہے میں نے تیری طلب میں کی

ایں قدر ہست کہ تغییرِ قضا نتواں کرد
ہاں یہ ضرور ہے کہ تقدیر کو نہیں بدلا جا سکتا

---

۱ جامِ جہاں بینی دنیا سے لیکر عالم بالا تک کے راز کھول دیتی ہے۔
۲ خدا پر اگر بھروسہ ہوتا ہے تو خدا مدد کرتا ہے۔
۳ صبا محبوب کی زلف کی خوشبو لے آئے۔
۴ نرگس جادو یعنی جادو بھری آنکھ جو خود مست تھی اس نے ہوش والوں کو مدہوش کر دیا۔
۵ اب میں خونی آنسو رو رہا ہوں۔
۶ شاید مستی رازوں کو کھول دے۔
۷ انسان اپنی سعی کوشش کرے نتیجہ کو تقدیر کے حوالے کر دے۔

دامنِ دوست بصد خونِ دل افتاد بدست
دل کے سو خون کر کے دوست کا دامن ہاتھ میں آیا
بفسونیکه کند خصم رہا نتواں کرد
مخالف جو منتر کر رہا ہے اُس سے وہ نہیں چھوڑا جا سکتا

عارضش را بمثل ماہِ فلک نتواں خواند
اس کے رخسار کو آسمان کے چاند سے مثال نہیں دیا جا سکتی
نسبتِ دوست بہر بے سروپا نتواں کرد
دوست کی نسبت ہر بے سروپا سے نہیں کی جا سکتی

سروبالائے من آں دم کہ در آید بسماع
میرا بلند سرو، جب وجد میں آتا ہے
چہ محل جامۂ جاں را کہ قبا نتواں کرد
کیا موقع ہے کہ جان کے کرتے کو چوغہ نہ کیا جا سکے؛

مشکلِ عشق کہ در حوصلۂ دانشِ ماست
عشق کی مشکل جو ہماری عقل کے حوصلہ میں ہے
حلِ ایں نکتہ بدیں فکرِ خطا نتواں کرد
اس نکتہ کا حل اس غلط تفکر سے نہیں کیا جا سکتا

غیرتم کشت کہ محبوبِ جہانی لیکن
مجھے اس غیرت نے مار ڈالا کہ تو دنیا بھر کا محبوب ہے لیکن
روز و شب عربدہ با خلقِ خدا نتواں کرد
دن رات خلقِ خدا سے لڑائی نہیں کی جا سکتی

من چہ گویم کہ ترا نازکیِ طبعِ لطیف
میں کیا کہوں کہ تیری پاکیزہ طبیعت کی نزاکت
تا بحدیست کہ آہستہ دعا نتواں کرد
اس حد تک ہے کہ آہستہ بھی نہیں پکارا جا سکتا

نظرِ پاک تواں در رخِ جاناں دیدن
محبوب کے رُخ کو پاک، نظر دیکھ سکتی ہے
کہ در آئینہ نظر جز بصفا نتواں کرد
اس لیے کہ آئینہ میں صفائی بغیر نظر نہیں کیا جا سکتی

بجز ابروئے تو محرابِ دلِ حافظ نیست
حافظ کے دل کی محراب تیرے ابرو کے سوا نہیں ہے
طاعتِ غیرِ تو در مذہبِ ما نتواں کرد
ہمارے مذہب میں تیرے غیر کی اطاعت نہیں کیا جا سکتی

دانی کہ چنگ و عود چہ تقریر میکنند
تجھے معلوم ہے چنگ اور سارنگی کیا تقریر کرتی ہے!
پنہاں خورید بادہ کہ تکفیر میکنند
شراب چھپ کر پیو کیونکہ کافر ٹھہراتے ہیں

ناموسِ عشق و رونقِ عشاق میبرند
عشق کی عزت اور عاشقوں کی رونق چھین رہے ہیں
عیبِ جوان و سرزنشِ پیر میکنند
جوان کو عیب دار اور بوڑھے کو سرزنش کرتے ہیں

جز قلبِ تیرہ ہیچ نشد حاصل و ہنوز
تاریک دل کے علاوہ کچھ حاصل نہیں ہوا اور اب بھی
باطل دریں خیال کہ اکسیر میکنند
اس باطل خیال میں ہیں کہ اکسیر بناتے ہیں

گویند رمزِ عشق مگوئید و مشنوید
کہتے ہیں، عشق کے راز نہ بتاؤ نہ سنو
مشکل حکایتیست کہ تقریر میکنند
بہت مشکل بات ہے، جس کی تقریر کرتے ہیں

تشویشِ وقتِ پیرِ مغاں میدہند باز
پیرِ مغاں کے وقت کو پھر پریشان کرتے ہیں
ایں سالکاں نگر کہ چہ با پیر میکنند
ان سالکوں کو دیکھو پیر کے ساتھ کیا کرتے ہیں

صد ملکِ دل بہ نیم نظر میتواں خرید
دل کے سو ملک آدھی نظر میں خریدے جا سکتے ہیں
خوباں دریں معاملہ تقصیر میکنند
حسین اس معاملہ میں کوتاہی کرتے ہیں

ما از برونِ در شدہ مغرورِ صد فریب
ہم پردے کے باہر سو فریبوں کے دھوکے میں ہیں
تا خود درونِ پردہ چہ تقریر میکنند
معلوم وہ پردے کے اندر کیا تقریر کرتے ہیں!

ملے یعنی دامن ہزار دل کی مشغول سے حاصل ہوا۔ رقیب کے منتروں سے ہاتھ سے نہیں چھوٹیگا۔
ے معشوق کے رخ کو چاند سے تشبیہ دینا بے محل ہے وہ بے سروپا ہے۔
ے کرتے کو قبا بنانا یعنی اس کو چاک کر ڈالنا۔
ے عشق کی مشکلات کو عقل کے زور پر حل نہیں کیا جا سکتا ہے۔
ے جبکہ تمام خدا کی مخلوق عاشق ہے تو سب سے کہاں تک جھگڑا کیا جائے۔
ے نزاکت طبع زور سے بولنے کو بھی برداشت نہیں کرتی تو پھر آپ کیسے کہا جائے
ے نظر کو پاک کر کے ہی محبوب کے رخ پر نظر ڈالی جاتی ہے۔
ے دوسرا مصرع چنگ اور عود کی تقریر کا بیان ہے
ے یعنی زاہدانِ خشک۔
ے یہ زاہدانِ خشک عشق اور عشاق کی بے آبروئی کرتے ہیں ہر قسم کے عاشقوں کے درپے آزار ہیں۔
ے ان زاہدوں کا قلب سیاہ ہے اور اپنے عمل کو بہتر سمجھ رہے ہیں۔
ے عشق کی باتیں کرنے سے روکتے ہیں کیسی مشکل بات ہے۔
ے یہ زاہد پیر مغاں کے اوقات کو مکدر کرتے ہیں۔
ے معشوق سب کو ایک نگاہ کے بدلے خرید سکتا ہے۔

قومے بجد و جہد گرفتند وصلِ دوست
کچھ لوگوں نے دوست کا وصل کوشش سے حاصل کر لیا

قومے دگر حوالہ بتقدیر میکنند
دوسرے لوگ تقدیر کے حوالے کرتے ہیں

فی الجملہ اعتماد مکن بر ثباتِ دہر
زمانہ کے ٹھکاؤ پر، بالکل بھروسہ نہ کر

کایں کارخانہ الیست کہ تغیر میکنند
اس لیے کہ یہ ایسا کارخانہ ہے جس کو الٹ پلٹ کرتے ہیں

مے خور کہ شیخ و حافظ و مفتی و محتسب
شراب پی، اس لیے کہ شیخ، اور حافظ، اور مفتی اور محتسب

چوں نیک بنگری ہمہ تزویر میکنند
جب تو غور سے دیکھے، سب فریب کرتے ہیں

در نظر بازیِ ما بیخبراں حیرانند
بے خبر لوگ، ہماری نظر بازی میں حیران ہیں

من چنینم کہ نمودم دگر ایشاں دانند
میں تو ایسا ہی ہوں جیسا میں نے ظاہر کیا، دوسرے وہ جانیں

عاقلاں نقطۂ پرکارِ وجودند ولے
عقلمند، وجود کی پرکار کا نقطہ ہیں لیکن

عشق داند کہ دریں دائرہ سرگردانند
عشق کو معلوم ہے کہ اس دائرے میں چکر کاٹ رہے ہیں

وصفِ رخسارۂ خورشید ز خفاش مپرس
خورشید کے رخسار کی خوبی، چمگادڑ سے نہ پوچھ

کہ دریں آئنہ صاحب نظراں حیرانند
اس لیے کہ اس معاملہ میں صاحبِ نظر حیران ہیں

گر شوند آگہ از اندیشۂ ما مغبچگاں
اگر ہمارے خیال سے مغبچے آگاہ ہو جائیں

بعد ازیں خرقۂ صوفی بگرو نستانند
اس کے بعد کسی صوفی کی گدڑی گروی نہ رکھیں

لافِ عشق و گلہ از یار زہے لافِ خلاف
عشق کی ڈینگیں اور معشوق کا شکوہ، جھوٹی ڈینگوں کا کیا کہنا

عشقبازان چنیں مستحقِ ہجرانند
ایسے عشقباز، ہجر کے مستحق ہیں

جلوہ گاہِ رخِ او دیدۂ من تنہا نیست
اُس کے رخ کی جلوہ گاہ صرف میری ہی آنکھیں نہیں ہیں

ماہ و خورشید ہمیں آئینہ میگردانند
چاند، اور سورج بھی اسی آئینہ کو گھما رہے ہیں

مگرم چشمِ سیاہِ تو بیاموزد کار
شاید، تیری ہی سیاہ آنکھ مجھے یہ کام سکھائے

ورنہ مستوری و مستی ہمہ کس نتوانند
ورنہ پرہیزگاری، اور مستی، سب لوگ نہیں کر سکتے

مفلسانیم و ہوائے مے و مطرب داریم
ہم مفلس ہیں، اور شراب و مطرب کی خواہش رکھتے ہیں

آہ اگر خرقۂ پشمیں بگرو نستانند
آہ! اگر اونی گدڑی وہ گروی نہ رکھیں

گر بنزہتگہِ ارواح برد بوئے تو باد
اگر ہوا تیری خوشبو، روحوں کی تفریح گاہ میں پہونچا دے

عقل و جاں گوہرِ ہستی بہ نثار افشانند
عقل، اور جان ہستی کا گوہر نچھاور کر دیں

عہدِ ما با لبِ شیریں دہناں بست خدا
خدا نے ہمارا عہد، میٹھا مُنہ رکھنے والوں کے لب کے ساتھ باندھ دیا ہے

ما ہمہ بندہ و ایں قوم خداوندانند
ہم سب غلام ہیں، اور یہ لوگ آقا ہیں

زاہد ار رندیِ حافظ نکند فہم چہ باک
حافظ کی رندی کو اگر زاہد نہیں سمجھتا ہے تو کیا پرواہ ہے؟

دیو بگریزد ازاں قوم کہ قرآں خوانند
شیطان اُن سے بھاگتا ہے، جو قرآن پڑھتے ہیں

---

۱ جب سب ایک ہی حمام میں ننگے ہیں تو کوئی دریغ کرتا ہے۔

۲ ہم تو نظر باز ہیں معلوم دوسرے ہمیں کیا سمجھتے ہیں۔

۳ جبکہ صاحب نظر حیران ہیں چمگادڑ کیا بتا سکے گی۔

۴ اگر مُغبچے ہماری حالت سے واقف ہو جائیں تو گدڑی کی کوئی قیمت باقی نہ رہے۔

۵ جو عاشق یار کے شکوے کریں وہ ہجر کے مستحق ہیں۔

۶ چاند سورج میں بھی محبوب ہی کے چہرے کا عکس ہے۔

۷ گدڑی کو گروی رکھ کر ہی اپنی تمنا پوری کر سکتے تھے۔

۸ ہم سب حسینوں کے غلام ہیں اور وہ آقا ہیں

۹ زاہد دیو ہے اور میں قرآن خواں حافظ ہوں۔

دوش وقتِ سحر از غصه نجاتم دادند
شب گذشتہ صبح کے وقت انھوں نے مجھے غم سے نجات دیدی
وندر آں ظلمتِ شب آبِ حیاتم دادند
اور اس تاریکی میں انھوں نے مجھے آبِ حیات دیدیا

بیخود از شعشعهٔ پرتوِ ذاتم کردند
انھوں نے ذات کے پرتو کے نور سے مجھے بیخود بنا دیا
باده از جامِ تجلّیِ صفاتم دادند
صفاتی تجلّی کے جام سے، مجھے شراب دیدی

چه مبارک سحرے بود و چه فرخنده شبے
کیا بابرکت صبح تھی اور کیا مبارک رات تھی
آں شبِ قدر که ایں تازه براتم دادند
وہ شبِ قدر جس نے مجھے تازہ دستاویز دیدی

چوں من از عشقِ رخش بیخود و حیراں گشتم
جب میں اس کے رخ کے عشق سے بیخود اور حیران ہو گیا
خبر از واقعهٔ لات و مناتم دادند
مجھے لات اور منات کے واقعہ کی خبر دیدی

من اگر کام روا گشتم و خوشدل چه عجب
میں اگر کامیاب اور خوش دل ہو گیا تو کیا تعجب ہے
مستحق بودم و اینها بزکاتم دادند
میں مستحق تھا اور یہ چیزیں انھوں نے مجھے خیرات میں دیدیں

بعد ازیں روئے من و آئینهٔ حسنِ نگار
اس کے بعد میرا چہرا ہوگا، اور معشوق کے حسن کا آئینہ
که در آنجا خبر از جلوهٔ ذاتم دادند
اس لیے کہ اس جگہ انھوں نے مجھے ذات کے جلوہ کی خبر دیدی

هاتف آں روز بمن مژدهٔ ایں دولت داد
غیبی فرشتے نے اس دن مجھے اس دولت کی خوشخبری دی
که بداں جور و جفا صبر و ثباتم دادند
جبکہ تیرے غم کے بازار میں مجھے صبر اور ٹھہراؤ دیدیا

ایں همه قند و شکر کز سخنم می ریزد
یہ سب قند و شکر، جو میرے کلام سے جھڑتی ہے
اجرِ صبریست کز آں شاخِ نباتم دادند
اس صبر کا بدلہ ہے جو اس شاخِ نبات کے عوض مجھے انھوں نے دیدیا

کیمیائیست عجب بندگیِ پیرِ مغاں
پیرِ مغاں کی غلامی، عجیب کیمیا ہے
خاکِ او گشتم و چندیں درجاتم دادند
میں اس کی خاک بنا اور انھوں نے مجھے اس قدر درجے دیدیئے

بحیاتِ ابد آں روز رسانید مرا
ہمیشگی کی زندگی پر اس نے مجھے اس روز پہونچا یا
خطِ آزادگی از حسنِ مماتم دادند
جبکہ حسن خاتمہ کی آزادی کا خط انھوں نے مجھے دے دیا

عاشق آں دم که بدامِ سرِ زلفِ تو فتاد
عاشق، جس وقت تیری زلف کے جال میں پھنسا
گفت کز بندِ غم و غصه نجاتم دادند
بولا کہ غم و غصہ کی قید سے انھوں نے مجھے نجات دیدی

شکرِ شکر بشکرانه بیفشاں اے دل
اے دل شکر کی شکر، شکرانے میں نچھاور کر
که نگارِ خوشِ شیریں حرکاتم دادند
اسلیے کہ انھوں نے مجھے شیریں حرکات والا اچھا معشوق دیدیا

همتِ حافظ و انفاسِ سحر خیزاں بود
حافظ کی باطنی توجہ اور صبح کو اٹھنے والوں کے سانس تھے
که ز بندِ غمِ ایّام نجاتم دادند
کہ انھوں نے زمانہ کے غم سے، مجھے نجات دے دی

دوش دیدم که ملائک درِ میخانه زدند
میں نے کل شب دیکھا کہ فرشتوں نے میخانہ کا دروازہ کھٹکھٹایا
گلِ آدم بسرشتند و به پیمانه زدند
آدم کی مٹی کو گوندھا اور اس سے پیمانہ بنایا

ساکنانِ حرمِ سترِ عفافِ ملکوت
عالمِ ملکوت کی پاکدامنی کے راز کے حرم کے بسنے والوں نے
با منِ راه نشیں بادهٔ مستانه زدند
مجھ، مسافر کو مستانہ شراب دیدی

ا۔ دادند کا فاعل کاتبانِ قضا و قدر کو بنایا جائے۔
۲۔ تجلّی کے بہت سے اقسام ہیں ایک تجلّی صفاتی ہے یعنی جب تجلّی صفاتی مجھ پر پڑی میں اپنی ذات کو بھول گیا۔
۳۔ برات اس شاہی تحریر کو کہا جاتا ہے جس کے ذریعہ خزانہ سے روپے حاصل کیے جا سکیں۔
۴۔ لات وہ بت تھا جس کو حضرت شعیب کی قوم پوجتی تھی اور منات عرب میں ہذیل قبیلہ کا بت تھا یعنی اپنے وجود کو مستقل سمجھنا بُت پرستی ہے۔
۵۔ یعنی روئے محبوب میں مجھے تجلّیِ ذاتی کا مشاہدہ ہوا۔
۶۔ شاخِ نبات، گنّا، مراد محبوب ہے اور ایک خاص معشوقہ کا نام بھی ہے۔
۷۔ چونکہ مجھے یہ خوشخبری دی ہے کہ میرا خاتمہ ایمان پر ہوگا لہٰذا مجھے ابدی زندگی حاصل ہے۔
۸۔ عشق میں مبتلا ہو کر دنیا کے جھگڑوں سے نجات حاصل ہو جاتی ہے۔
۹۔ آدم کی مٹی سے شرابِ محبت کے لیے جام تیار کیا یعنی فرشتوں نے انسان کو مستی کی شراب پلا دی۔

شکر ایزد کہ میانِ من و او صلح فتاد
خدا کا شکر ہے کہ مجھ میں اور اس میں صلح ہو گئی

حوریاں رقص کناں ساغرِ شکرانہ زدند
حوروں نے ناچتے ہوئے شکرانہ کا ساغر پیا

جنگِ[1] ہفتاد و دو ملت ہمہ را عذر بنہ
بہتر ملتوں کے اختلاف کو معذور سمجھ

چوں ندیدند حقیقت رہِ افسانہ زدند
چونکہ انہوں نے حقیقت نہ دیکھی افسانہ کی راہ چل پڑے

آسماں[2] بارِ امانت نتوانست کشید
آسمان امانت کا بوجھ نہ اٹھا سکا

قرعۂ فال بنامِ منِ دیوانہ زدند
مجھ دیوانے کے نام انہوں نے فال کا قرعہ نکال دیا

نقطۂ[3] عشق دلِ گوشہ نشیناں خوں کرد
عشق کے نقطہ نے گوشہ نشینوں کے دل کو خون کر دیا

ہمچو آں خال کہ بر عارضِ جانانہ زدند
اس تل کی طرح، جو انہوں نے معشوق کے رخسار پر لگا دیا

ما بصد خرمنِ پندار زرہ چوں نروم
ہم تکبر کے سو کھلیانوں کے ہوتے ہوئے راستے سے کیوں نہ بھٹکیں

چوں رہِ[4] آدمِ خاکی بیکے دانہ زدند
جبکہ انہوں نے خاکی آدم کا ایک دانہ کی وجہ سے راستہ بند کر دیا

آتش[5] آں نیست کہ بر شعلۂ او خندد شمع
آگ وہ نہیں ہے جس کے شعلہ پر شمع ہنسے

آتش آنست کہ در خرمنِ پروانہ زدند
آگ وہ ہے جو انہوں نے پروانہ کے کھلیان میں لگا دی

کس چو حافظ نکشید از رخِ اندیشہ نقاب
خیال کے رخ سے حافظ کی طرح کسی نے نقاب نہیں اٹھایا

تا سرِ زلفِ عروسانِ سخن شانہ زدند
جب سے کلام کی دلہنوں کی زلف میں انہوں نے کنگھی کی ہے

دلِ[1] من بدورِ رویت ز چمن فراغ دارد
تیرے چہرے کے دور میں میرا دل چمن سے بے نیاز ہے

کہ چو سرو پائے بندست و چو لالہ داغ دارد
کیوں کہ سرو کی طرح قید ہے اور لالہ کی طرح داغدار ہے

سرِ ما فرو نیاید بکمانِ ابروئے کس
کسی کی ابرو کی کمان پر ہمارا سر نہیں جھکتا ہے

کہ درونِ گوشہ گیراں ز جہاں فراغ دارد
اس لیے کہ گوشہ نشینوں کا باطن دنیا سے بے نیاز ہوتا ہے

شبِ[2] تیرہ چوں سر آرم رہِ پیچ پیچ زلفت
تاریک رات میں تیری زلف کے پیچ در پیچ راستہ کو کیسے سر کروں

مگر آنکہ شمعِ رویت بر ہم چراغ دارد
مگر اس طور پر کہ تیرے چہرے کی شمع میرے راستہ پر چراغ رکھے

ز بنفشہ تاب دارم کہ ز زلفِ او زند دم
مجھے بنفشہ پر غصہ ہے کہ وہ اس کی زلف کا دم بھرتی ہے

تو[3] سیاہِ کم بہا بیں کہ چہ در دماغ دارد
تو کم قیمت حبشی کو دیکھ کہ اس کے سر میں کیا سمایا ہے

بفروغِ چہرہ زلفت ہمہ شب زند رہِ دل
چہرے کی روشنی ہوتے ہوئے تیری زلف تمام رات دل پر ڈاکہ ڈالتی ہے

چہ دلاور ست دزدے کہ بکف چراغ دارد
وہ چور کس قدر دلیر ہے جو ہاتھ میں چراغ لیے ہو

سزد ار[4] چو ابرِ بہمن کہ بریں چمن بگریم
مناسب ہے اگر بہمن کے ابر کی طرح میں اس چمن پر روؤں

طربِ آشیانِ بلبل بنگر کہ زاغ دارد
دیکھو بلبل کے آشیانہ کی مستی کوے کو حاصل ہے

من و شمعِ صبحگاہی سزد ار بہم بگرییم
میں اور صبح کی شمع مناسب ہوگا اگر دونوں مل کر روئیں

کہ بسوختیم و از ما بتِ ما فراغ دارد
اس لیے کہ ہم تو جل گئے، اور ہمارا معشوق ہم سے بے نیاز ہے

بچمن[5] خرام و بنگر بر تختِ گل کہ لالہ
چمن میں ٹہل اور پھول کے تخت کے پاس دیکھ کہ لالہ

بہ ندیمِ شاہ ماند کہ بکف ایاغ دارد
شاہ کے مصاحب کی طرح ہے کہ ہاتھ میں پیالہ لیے ہے

---

[1] مذہبی تو بہتر ملتوں والے ہیں جو اختلاف میں معذور ہیں چونکہ حقیقت کو نہیں سمجھے لہذا باہم مختلف ہیں۔
[2] یہ قرآن پاک سے ہے ہم نے امانت کو آسمانوں اور زمینوں پر پیش کیا لیکن انھوں نے اس کے تحمل سے انکار کیا انسان نے اس کا تحمل کر لیا۔ سو دیوانہ سے مراد انسان ہے۔
[3] یہ نقطہ عشق خال۔ محبوب کی طرح عاشقوں کے دل کا خون کرتا ہے
[4] حضرت آدم گیہوں کے ایک دانہ کی وجہ سے راہ سے بھٹک گئے ہم تو تکبر کے کھلیان لیے ہوئے ہیں پھر بے راہ کیوں نہ ہوں۔
[5] آگ وہ نہیں ہے جو شمع میں ہے آگ وہ ہے جو پروانے کے دل میں ہے

[1] جبکہ چمن کا سرو قیدی اور لالہ داغدار ہے لہذا تیرے چہرے کے ہوتے ہوئے ان سے بے نیازی ہے۔
[2] محبوب کے چہرے کی شمع، اگر راہ بری نہ کرے تو زلف کا پیچ راستہ طے نہیں ہو سکتا۔
[3] کم قیمت حبشی سے مراد بنفشہ ہے۔
[4] زلف چور ہے اور چہرہ چراغ ہے۔ بہمن برسات کا مہینہ ہے۔ یعنی بلبل کے آشیانہ میں کوا بیٹھا ہے۔
[5] لالہ کھلا ہوا ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شاہ گل کے لیے اس کے ہاتھوں میں پیالے ہیں۔

سر درس عشق دارد دلِ دردمندِ حافظ
حافظ کا دردمند دل، عشق کے سبق کا خیال رکھتا ہے

کہ نہ خاطرِ تماشا نہ ہوائے باغ دارد
اس لیے کہ نہ سیر کا خیال رکھتا ہے اور نہ باغ کی خواہش

دادگرا فلک ترا جرعہ کشِ پیالہ باد
اے منصف! آسمان تیرے پیالے سے گھونٹ بھرنے والا ہو

دشمنِ دل سیاہِ تو غرقہ بخوں چو لالہ باد
تیرا سیاہ دل دشمن، لالہ کی طرح خون میں ڈوبا ہو

ذروۂ کاخِ رفعتت رُست ز فرطِ ارتفاع
تیری بلندی کے محل کا کنگرہ، بہت بلندی کی وجہ سے اونچا ہوا

راہروانِ وہم را راہِ ہزار سالہ باد
وہم کا راستہ چلنے والوں کے لیے ہزار سالہ راہ ہو

زلفِ سیاہِ پرچمت چشم و چراغِ عالم ست
تیرے کالے پرچم کی زلف دنیا کا چشم و چراغ ہے

جانِ نسیمِ دولتت در شکنِ کلالہ باد
تیری دولت کی نسیم کی وجہ سے جان زلف کی شکن میں ہو

اے مہِ برجِ معدلت مقصدِ کل ز آدمی
اے انصاف کے برج کے چاند جو انسانیت کا مقصدِ کل ہے

بادۂ صاف دائمت در قدح و پیالہ باد
تیرے پیالے اور قدح میں ہمیشہ صاف شراب ہو

چوں بہوائے قامتت زہرہ شود ترانہ ساز
جب تیرے قد کے عشق میں زہرہ ترانہ گائے

حاسدت از سماعِ آں ہمدمِ آہ و نالہ باد
تیرا حاسد اس کے سننے سے آہ و نالہ کا ہمدم ہو

نہ طبقِ سپہر و آں قرصۂ سیم و زر کہ ہست
آسمان کے نو طبقے اور وہ چاندی سونے کی ٹکیہ جو موجود ہے

از لبِ خوانِ حشمتت سہل ترین نوالہ باد
تیری دولت کے دسترخوان کے کنارے کا آسان ترین نوالہ ہو

دخترِ فکرِ بکرِ من ہمدمِ صحبتِ تو شد
میرے فکر کی باکرہ لڑکی تیری صحبت کی ہمدم ہو گئی

مہرِ چنیں عروس را ہم بکفت حوالہ باد
ایسی دلہن کا مہر بھی تیرے ہاتھ کے حوالے ہو

حافظِ تو دریں غزل حجتِ بندگی نوشت
تیرے حافظ نے اس غزل میں غلامی کی دستاویز لکھ دی ہے

لطفِ عبید پرورت شاہدِ ایں قبالہ باد
تیری غلام پرور مہربانی اس دستاویز کی گواہ ہو

دیریست کہ دلدار پیامے نفرستاد
زمانہ گزر گیا کہ دلدار نے کوئی پیغام نہ بھیجا

ننوشت کلامے و سلامے نفرستاد
اس نے نہ کچھ لکھا، نہ سلام بھیجا

صد نامہ فرستادم و آں شاہِ سواراں
میں نے سو خط بھیجے اور اس شاہ سوار نے

پیکے ندوانید و پیامے نفرستاد
کوئی قاصد نہ دوڑایا، اور نہ پیام بھیجا

سوئے منِ وحشی صفتِ عقل رمیدہ
مجھ وحشی صفت، دیوانے کی جانب

آہو روشے کبک خرامے نفرستاد
کوئی آہو روش، کوئی کبک خرام نہ بھیجا

دانست کہ خواہد شدنم مرغِ دل از دست
وہ جانتا ہے کہ مرغِ دل میرے ہاتھ سے جا رہا ہے

زاں طرۂ چوں سلسلہ دامے نفرستاد
اس زنجیر جیسی زلف کا اس نے جال نہ بھیجا

فریاد کہ آں ساقیِ شکر لبِ سرمست
ہائے اس شکر جیسے ہونٹ والے سرمست ساقی نے

دانست کہ مخمورم و جامے نفرستاد
جان لیا کہ میں اعضا شکنی میں ہوں اور ایک جام نہ بھیجا

۱؎ یعنی تیرا ممنونِ احسان ہو۔

۲؎ یعنی وہم و خیال کی زد سے بالاتر ہو۔

۳؎ یعنی تو آدمیت کا مقصود ہے۔

۴؎ زہرہ ستارے کو رقاصۂ فلک مانا گیا ہے۔

۵؎ دنیا و ما فیہا تیرے دسترخوان سے حاصل ہو۔

۶؎ میرے اشعار کا عوض تو اپنے ہاتھ کے شایانِ شان دے۔

۷؎ آہو رفتارے معشوق، اور چلو رفتار سے قاصد مراد ہے۔

۸؎ خمار سے مراد شراب کے اُتار کی کیفیت ہوتی ہے جس میں شرابی بے چینی محسوس کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ اس کو جلد شراب ملے۔

چندانکہ زدم لاف کرامات و مقامات — ہیچم خبر از ہیچ مقامے نفرستاد
میں نے کرامات اور مقامات کی بہت ڈینگیں ماریں — اس نے مجھے کسی مقام کی کوئی خبر نہ بھیجی

حافظ بادب باش کہ واخواست نباشد
حافظ ادب سے رہ، کوئی مواخذہ نہیں ہوتا ہے

گر شاہ[1] پیامے بغلامے نفرستاد
اگر بادشاہ نے کوئی پیام کسی غلام کو نہیں بھیجا

دی پیر[2] مے فروش کہ ذکرش بخیر باد — گفتا شراب نوش و غمِ دل ببر زیاد
کل مے فروش پیر نے (اس کا ذکر خیر سے ہو) — فرمایا شراب پی، اور غمِ دل بھلا دے

گفتم بباد میدہدم بادہ نام و ننگ — گفتا قبول کن سخن و ہرچہ باد باد
میں نے کہا شراب میری عزت آبرو کو برباد کر دیگی — اس نے کہا بات مان لے، اور جو بھی ہو، ہو

سود[3] و زیانِ مایہ چو خواہد شدن زدست — از بہرِ ایں معاملہ غمگیں مباش و شاد
سرمایہ کا نفع نقصان جبکہ ہاتھ سے نکل جائے گا — اس معاملہ کے لئے غمگین اور خوش نہ ہو

بیخار[4] گل نباشد و بے نیش نوش ہم — تدبیر چیست وضعِ جہاں ایں چنیں فتاد
کانٹے بدون پھول، اور ڈنک بدون شہد نہیں ہوتا — کیا تدبیر ہے؟ زمانہ کی وضع یہی ہے

پرکن[5] زبادہ جام دمادم بگوشِ ہوش — بشنو از و حکایتِ جمشید و کیقباد
شراب سے پے در پے جام پر کر، ہوش کے کان سے — اس سے جمشید، اور کیقباد کا قصہ سن

در آرزوئے[6] آنکہ رسد دل براحتے — جاں در درونِ سینہ غمِ عشق او نہاد
اس آرزو میں کہ دل کسی راحت تک پہونچ جائے — جان نے سینہ میں اس کے عشق کا غم رکھ لیا ہے

بادت[7] بدست باشد اگر دل نہی بہیچ — در معرضے کہ تختِ سلیماں رود بباد
اگر تو معمولی چیز سے دل لگائے گا تیرے ہاتھ میں ہوا ہوگی — اس جگہ جہاں سلیماں کا تخت ہوا پر چلتا ہے

گو نامراد[8] زی کہ بجائے نمیرسد — آنکس کہ بر رخش درِ ہر آرزو کشاد
کہدو، نامراد جیئے اس لیے کہ کسی جگہ نہیں پہونچا — وہ شخص جس کے رخ پر ہر آرزو کا دروازہ کھل گیا

ہرگز نمی رسد زمیش نشئہ وصال — آنرا کہ رہ بمیکدۂ عشق خود نداد
اس کی شراب سے وصال کا نشہ ہرگز نہیں حاصل ہوتا — جس کو اس نے، اپنے عشق کے شرابخانہ کا راستہ نہ دیا

حافظ گرت ز پندِ حکیماں ملالت ست
اے حافظ! اگر تجھے داناؤں کی نصیحت سے ملال ہے

کوتہ کنیم قصہ کہ عمرت[9] دراز باد
ہم قصہ مختصر کرتے ہیں خدا کرے تیری عمر دراز ہو

دوش در حلقۂ ما قصۂ گیسوئے تو بود — تا دلِ شب سخن از سلسلۂ موئے تو بود
شب گذشتہ ہمارے حلقہ میں تیرے گیسو کا قصہ تھا — آدھی رات تک تیرے بالوں کے سلسلہ کی بات تھی

دل کہ از ناوکِ مژگانِ تو در خوں میگشت — باز مشتاقِ کمانخانۂ ابروئے تو بود
وہ دل جو کہ تیری پلکوں کے تیر سے زخمی ہوا — پھر تیرے ابرو کے کمان خانہ کا مشتاق تھا

---

[1] محبوب شاہ ہے اور حافظ غلام۔
[2] پیر نے کہا دل کے غم کو بھلانے کا یہی طریقہ ہے کہ شراب پی، میں نے کہا بدنام ہو جاؤں گا اس نے کہا بات مان لے خواہ کچھ بھی ہو۔
[3] مرنے کے بعد مال کا نقصان نفع قبضے میں نہ رہیگا۔
[4] دنیا میں راحت و غم ملے جلے ہیں۔
[5] شراب پچھلے بڑے شرابیوں کا حال سنائے گی۔
[6] محبوب کا عشق موجب راحت ہے۔
[7] جس دنیا نے سلیمان جیسے صاحب عظمت و جلال ختم کر دیئے اس سے دل لگانا محرومی ہے۔
[8] شلا بھی ہمیشہ محروم رہتا ہے۔
[9] اس دعا پر بات ختم کر رہا ہوں۔

هم عفاالله زصبا کز تو پیامے آورد
خدا صبا کو بخشے جو تیری جانب سے ایک پیام لائی

ورنه در کس نرسیدیم که در کوئے تو بود
ورنہ ہماری کبھی ایسے شخص تک رسائی نہ ہوئی جو تیرے کوچہ میں تھا

عالم از شور و شر عشق خبر هیچ نداشت
دنیا کو عشق کے شور و شر کی کچھ خبر نہ تھی

فتنه انگیز جهاں غمزهٔ جادوئے تو بود
دنیا میں فتنہ بپا کرنے والی تیرے جادو کی ادا تھی

من سرگشته هم از اهل سلامت بودم
میں حیران بھی سلامتی والوں میں سے تھا

دام راهم شکن طرهٔ هندوئے تو بود
میرے راستے کا جال، تیری کالی زلف کی شکن تھی

بگشا بند قبا تا بگشاید دل من
قبا کا بند کھول دے، تاکہ وہ میرا دل کھولے

که کشادے که مرا بود ز پهلوئے تو بود
اس لیے کہ جو کشادگی مجھے حاصل تھی تیرے ہی پہلو سے تھی

بوفائے تو که بر تربت حافظ بگذر
تجھے تیری وفا کی قسم، حافظ کی قبر پر سے گذر

کز جهاں میشد و در آرزوئے روئے تو بود
جو دنیا سے جا رہا تھا اور تیرے چہرے کا آرزو مند تھا

در ازل پرتو حسنت ز تجلی دم زد
ازل میں تیرے حسن کے پرتو نے ظہور کا دم بھرا

عشق پیدا شد و آتش بهمه عالم زد
عشق پیدا ہوا اور اس نے سارے عالم میں آگ لگا دی

جلوهٔ کرد رخش دید ملک عشق نداشت
اس کے رخ نے ظہور کیا، دیکھا فرشتہ کو عشق نہ ہوا

عین آتش شد ازیں غیرت و بر آدم زد
اس غیرت سے بالکل آگ بن گیا اور آدم میں لگا دی

مدعی خواست که آید بتماشا گه راز
مدعی نے چاہا کہ راز کی تماشا گاہ تک آ جائے

دست غیب آمد و بر سینهٔ نامحرم زد
غیبی ہاتھ آیا، اور نامحرم کے سینہ پر مارا

عقل میخواست کز آں شعله چراغ افروزد
عقل نے چاہا کہ اُس شعلہ سے چراغ روشن کرے

برق غیرت بدرخشید و جهاں برهم زد
غیرت کی بجلی کوندی اور جہان درہم برہم کر دیا

جان علوی هوس چاه زنخدان تو داشت
عالم بالا کی جان نے تیری ٹھوڑی کے کنویں کی تمنا کی

دست در حلقهٔ آں زلف خم اندر خم زد
ہاتھ، اس پیچ در پیچ زلف کے حلقہ میں ڈالا

دیگراں قرعهٔ قسمت همه بر عیش زدند
دوسروں نے قسمت کا قرعہ تمام تر عیش پر ڈالا

دل غم دیدهٔ ما بود که هم بر غم زد
ہمارا غم دیدہ دل تھا کہ اس نے غم پر ڈال دیا

نظرے کرد که بیند بجهاں صورت خویش
اس نے سوچا کہ دنیا میں اپنی صورت دیکھے

خیمه در آب و گل مزرعهٔ آدم زد
آدم کے کھیت کے پانی اور مٹی میں خیمہ لگا لیا

خواست تا جلوه کند صورت خود را محبوب
محبوب نے چاہا کہ اپنی صورت کا جلوہ کرے

خیمه در معرکهٔ آب و گل آدم زد
آدم کے پانی اور مٹی کے میدان میں خیمہ لگایا

حافظ آں روز طربنامهٔ عشق تو نوشت
حافظ نے تیرے عشق کا مستی نامہ اُس روز لکھا

که قلم بر سر اسباب دل خرم زد
خوش دل کے اسباب کے سر پر قلم پھیر دیا

۱ خدا صبا کا بھلا کرے اس نے پیام لا دیا ورنہ ہماری کسی ایسے شخص سے ملاقات نہیں ہوئی جو کوچۂ محبوب میں ہو کر آیا ہو۔
۲ محبوب کا غمزہ شور و شر کا سبب بنا ورنہ دنیا اس فتنہ سے خالی تھی۔
۳ میری راحت تیرے پہلو سے وابستہ ہے جب تو قبا کا بند کھولیگا دل کو راحت پہونچیگی۔
۴ ازل میں تیرے حسن کی وجہ سے عشق عالم وجود میں آیا اور تمام دنیا کو اس نے پھونک ڈالا۔
۵ فرشتوں میں عشق کا مادہ نہ تھا تو معشوق کو غیرت آئی اور آتش عشق کو انسانوں پر مسلط کر دیا۔
۶ مدعی اور نامحرم سے جھوٹا عاشق مراد ہے۔
۷ عقل بھی عشق حاصل کرنا چاہتی تھی عشق نے تمام جہان کو درہم برہم کر دیا تاکہ اس کی مداخلت نہ ہو سکے۔
۸ ظاہر ہے کہ کنویں میں اترنے کے لیے رسی درکار ہے۔
۹ دوسروں کا حصہ عیش اور ہمارا حصہ غم ہے۔
۱۰ خدا نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا فرمایا ہے گویا اپنی صورت کا خود مشاہدہ کرنا چاہتا تھا لہٰذا آدم کو پیدا فرمایا۔ م

۱۱ خوشی کے تمام اسباب کو خیرباد کہکر حافظ نے تیرا مستی نامہ تحریر کیا ہے۔

دوشؔ می آمد و رخسارہ برافروختہ بود
وہ کل آرہا تھا، اور منہ سرخ کئے ہوئے تھا
تا کجا باز دلِ غمزدۂ سوختہ بود
د معلوم، پھر کہاں کس غمزدہ کے دل کو جلایا تھا

رسمؔ عاشق کُشی و شیوۂ شہر آشوبی
عاشق کُشی کی رسم، اور شہر کو فتنے میں مبتلا کرنے کا طریقہ
جامہ بود کہ بر قامتِ او دوختہ بود
ایک ایسا لباس تھا کہ اس کے قد پر سلا تھا

کفرِ زلفش رہِ دیں میزد و آں سنگیں دل
اس کی زلف کا کفر دین کی رہزنی کرتا تھا اور وہ سنگ دل
در رہش مشعلہ از چہرہ برافروختہ بود
اس کے راستہ میں چہرہ کی مشعل روشن کئے ہوئے تھا

دلؔ بسے خوں بکف آورد ولے دیدہ بریخت
دل نے بہت سا خون جمع کیا لیکن آنکھ نے بہا دیا
اللہ اللہ کہ تلف کرد و کہ اندوختہ بود
اللہ، اللہ، کس نے برباد کیا، اور کس نے جمع کیا تھا!

یارؔ مفروش بدنیا کہ بسے سود نکرد
دنیا کے بدلے محبوب کو فروخت نہ کر اس لیے کہ بہت فائدہ نہ اٹھایا
آنکہ یوسف بزرِ ناسرہ بفروختہ بود
اُس نے جس نے یوسف کو کھوٹے سونے کے عوض بیچا تھا

جانؔ عشّاق سپندِ رخِ خود میدانست
وہ عاشقوں کی جان کو اپنے رخسار کا کالا دانہ سمجھتا تھا
و آتشِ چہرہ بریں کار برافروختہ بود
اور چہرے کی آگ اسی مقصد کے لئے روشن کئے ہوئے تھا

گرچہؔ میگفت کہ زارت بکشم میدیدم
اگرچہ کہتا تھا کہ تجھے بری طرح قتل کروں گا لیکن میں دیکھ رہا تھا
کہ نہانش نظرے با منِ دلسوختہ بود
کہ پوشیدہ طور پر اس کی نگاہ، مجھ دل سوختہ کی طرف تھی

گفتؔ و خوش گفت برو خرقہ بسوزاں حافظ
اس نے کہا اور خوب کہا جا حافظ گدڑی پھونک دے
یاربؔ ایں قلب شناسی ز کہ آموختہ بود
اے خدا کھوٹ کی پہچان اس نے کس سے سیکھی تھی؟

دوشؔ آگہی ز یارِ سفر کردہ داد باد
کل صبا نے، سفر میں گئے ہوئے یار کی خبر دی
من نیز دل بباد دہم ہر چہ باد باد
میں بھی دل کو برباد کردوں گا، جو کچھ ہونا ہے ہو

درؔ چینِ طرۂ تو دلِ بے حفاظِ من
میرے بے مروت دل نے، تیری زلف کی شکن میں
ہرگز نگفت مسکنِ مالوف یاد باد
ہرگز نہ کہا کہ وطن مالوف یاد رہے

دلؔ خوش شدم بیادِ تو ہر گہ کہ در چمن
میں تیری یاد سے خوش دل ہوا جب بھی چمن میں
بندِ قبائے غنچۂ گل می کشاد باد
ہوا نے، پھول کے غنچہ کی قبا کے بند کھولے

طرفؔ کلاہِ شاہیت آمد بخاطرم
میرے دل میں، تیری شاہی ٹوپی کا کنارا آیا
آنجا کہ تاج بر سرِ نرگس نہاد باد
جس جگہ ہوا نے، نرگس کے سر پہ تاج دھرا

کارمؔ بداں رسید کہ ہمرازِ خود کنم
میرا معاملہ یہاں تک پہونچ گیا کہ اپنے ہمراہ کروں
ہر شام برقِ لامع و ہر بامداد باد
ہر شام کو چمکتی بجلی، اور ہر صبح کو ہوا

از دستؔ رفتہ بود وجودِ ضعیفِ من
میرا ضعیف وجود، ہاتھ سے جا چکا تھا
صبحم ببوئے وصلِ تو جاں باز داد باد
صبح کے وقت تیرے وصل کی خوشبو سے ہوا نے جان ڈال دی

امروزؔ قدرِ پندِ عزیزاں شناختم
میں نے آج دوستوں کی نصیحت کی قدر پہچانی
یارب روانِ ناصحِ ما از تو شاد باد
خدا کرے ہمارے ناصح کی روح تجھ سے خوش ہو

ے کسی غم زدہ کو جلا کر آرہا تھا اسی لیے اس کا منہ سرخ تھا۔
ے عاشق کشی اور شہر آشوبی اس پر پھبتی تھی۔
ے زلف ڈاکہ زنی کرتی ہے اور اس کا رخ اس کو راستہ دکھاتا ہے۔
ے دل کی کمائی آنکھوں نے لٹائی۔
ے برادرانِ یوسف نے یوسف کو بیچ کر بڑا نقصان اٹھایا تھا۔
ے کالے دانہ کو آگ پر جلایا جاتا ہے تاکہ نظر نہ لگے۔
ے گدڑی ریاکاری ہے اس کو جلا کر خالص ہونا ہے گا۔
ے میرا دل ایسا بے مروت نکلا کہ زلفوں میں رہنے لگا اور میرے سینے کو جو اس کا اصل وطن ہے کبھی یاد نہ کیا۔
ے جب غنچہ پھول بنا اس نے تیری یاد تازہ کردی۔
ے نرگس کے سر پہ گل نرگس دیکھ کر تیرے تاجِ شاہی کی یاد تازہ ہوگئی۔
ے برق سے مراد آتشِ عشق، اور باد سے مراد آہ ہے یعنی میں صبح و شام آہ و زاری میں مبتلا ہوں۔

تاریخِ عیش ما شبِ دیدارِ دوست بود
جائے عیش کا زمانہ دوست کے دیدار کی رات تھی
عہدِ شباب و صحبتِ احباب یاد باد
جوانی کا زمانہ اور دوستوں کی صحبت یاد رہے

ہر شب ہزار غم بمن آمد ز عشقِ تو
تیرے عشق کی وجہ سے ہر شب کو ہزاروں غم مجھ پر ٹوٹے
یارب کہ ہر دمم غمِ عشقت زیاد باد
خدا کرے میرے ہر سانس میں تیرے عشق کا غم زیادہ ہو

حافظ نہادِ نیکِ تو کامت برآورد
حافظ! تیری نیک طینت تیرا مقصود پورا کرے گی
جانہا فدائے مردمِ نیکو نہاد باد
خدا کرے نیک طبیعت انسانوں پر، جانیں قربان ہوں

درآں ہوا کہ جز برق اندر طلب نباشد
جس عشق میں برق کے سوا کچھ مطلوب نہ ہو
گر خرمنے بسوزد چندیں عجب نباشد
اگر کوئی کھلیان جل جائے، تو زیادہ تعجب نہ ہوگا

مرغے کہ با غمِ دل شد الفتیش حاصل
وہ پرندہ جس کو دل کے غم کے ساتھ ایک محبت ہو گئی ہو
بر شاخسارِ عمرش برگِ طرب نباشد
اس کی عمر کی شاخ پر خوشی کا پتا نہ ہوگا

درکارخانۂ عشق از کفر ناگزیر است
عشق کے کارخانہ میں، کفر ضروری ہے
آتش کرا بسوزد گر بولہب نباشد
آگ کس کو جلائے گی، اگر ابولہب نہ ہوگا

در کیشِ جانفروشاں فضل و ہنر نزیبد
جانفروشوں کے طریقہ میں، فضل اور ہنر زیب نہیں دیتا ہے
اینجا نسب نگنجد اینجا حسب نباشد
اس جگہ نسب کی گنجائش نہیں، اس جگہ حسب نہ ہوگا

در محفلے کہ خورشید اندر شمارِ ذرہ است
جس محفل میں آفتاب ذرے میں شمار ہے
خود را بزرگ دیدن شرطِ ادب نباشد
اپنے آپ کو بڑا سمجھنا، ادب نہ ہوگا

مے خور کہ عمرِ سرمد گر در جہاں تواں یافت
شراب پی! اگر دنیا میں عمر جاویدہ پائی جاسکتی ہے
جز بادۂ بہشتی ہیچش سبب نباشد
تو بہشتی شراب کے سوا اس کا کوئی ذریعہ نہ ہوگا

حافظ وصالِ جاناں با چوں تو تنگدستے
اے حافظ! محبوب کا وصل تجھ جیسے ایک مفلس کو
روزے شود کہ با او پیوندِ شب نباشد
اس دن حاصل ہوگا، جس میں رات کا جوڑ نہ ہوگا

دلم جز مہرِ مہ رویاں طریقے بر نمیگیرد
میرا دل ماہ رویوں کی محبت کے سوا کوئی راستہ اختیار نہیں کرتا ہے
زہر در میدہم پندش و لیکن در نمیگیرد
میں ہر طرح اس کو نصیحت کرتا ہوں لیکن اثر نہیں کرتی ہے

خدا را اے نصیحتگو حدیث از مطرب و مے گو
اے ناصح! خدا کے لئے مطرب اور شراب کی بات کر
کہ نقشے در خیالِ ما ازیں خوشتر نمیگیرد
اس لئے کہ ہمارے ذہن میں اس سے بہتر کسی چیز کا نقشہ نہیں جمتا

صراحی میکشم پنہاں و مردم دفتر انگارند
میں صراحی چھپا کر لے جاتا ہوں اور لوگ کتاب سمجھتے ہیں
عجب گر آتشِ ایں زرق در دفتر نمیگیرد
تعجب ہوگا اگر اس مکر کی آگ کتاب میں نہ لگے

نصیحت کم کن و مارا الفریاد ز دف و نے بخش
نصیحت کم کر اور ہمیں دف اور نے کی فریاد بخش دے
کہ غیر از راستی نقشے دریں جوہر نمیگیرد
اس لئے کہ اس جوہر میں سچائی کے علاوہ اور کوئی نقش قائم نہیں ہوتا ہے

ے اگر سوزِ عشق نہ ہو تو آگ کس کو جلائیگی یعنی کفر، عشق کا کارخانہ برباد ہو جائے گا۔
ے بندۂ عشق شدی ترکِ نسب کن جامی کاندریں راہ فلاں بن فلاں چیزے نیست
ے جس محفل میں ایسے محبوب ہوں کہ سورج بھی ان کے بالمقابل ذرہ ہے وہاں خودی بہت بے ادبی ہے
ے یعنی قیامت کے دن جس کے بعد رات نہ آئیگی
ے جو بات اثر کرے وہی کہنی چاہیے۔
ے اس مکاری سے یہ کتاب جل جانی چاہیے۔

میانِ گریہ میخندم کہ چوں شمع اندریں مجلس
میں رونے کے دوران ہنستا ہوں کہ شمع کی طرح اس مجلس میں
زبانِ آتشینم ہست امّا در نمیگیرد
میری زبان آتشیں ہے، لیکن اثر نہیں کرتی ہے

سرو چشمے بایں خوبی تو گوئی چشم از و بر گیر
اس حسن کا سراور آنکھ، تو کہتا ہے اس سے نظر ہٹاتے
برو کایں وعظِ بے معنی مرا در سر نمیگیرد
جا یہ بے معنی وعظ میرے دماغ میں نہیں بیٹھتا ہے

نصیحتگوئے رنداں را کہ با حکمِ خدا جنگ ست
رندوں کو نصیحت کرنیوالا، جس کی خدا کے حکم سے لڑائی ہے
دلش بس تنگ می بینم چرا ساغر نمیگیرد
میں اس کا دل بہت تنگ دیکھتا ہوں، وہ ساغر کیوں نہیں سنبھالتا ہے

چہ خوش صیدِ دلم کردی بنازم چشمِ مستت را
میرے دل کو کیسی اچھی طرح تو نے شکار کیا تیری مست آنکھوں پر مجھے ناز ہے
کہ کس آہوئے وحشی را ازیں خوشتر نمیگیرد
اس لیے کہ وحشی ہرن کو کوئی اس سے بہتر طریقہ پر نہیں پکڑ سکتا ہے

سخن در احتیاجِ ما و استغنائے معشوق ست
ہماری ضرورت اور معشوق کی بے نیازی کی بات ہے
چہ سود افسونگری اے دل کہ در دلبر نمیگیرد
اے دل منتر پڑھنے کا کیا فائدہ ہے، جب دلبر میں اثر نہیں کرتا ہے!

خدا را رحمے اے منعم کہ درویشِ سرِ کویت
اے منعم! خدا کے لیے رحم کر، اس لیے کہ تیرے کوچہ کا فقیر
درِ دیگر نمیداند رہِ دیگر نمیگیرد
دوسرا دروازہ نہیں جانتا ہے اور دوسرا راستہ اختیار نہیں کرتا ہے

من از پیرِ مغاں دیدم کراماتے مردانہ
میں نے پیرِ مغاں کی، مردانہ کرامتیں دیکھیں
کہ ایں دلقِ ریائی را بجامے بر نمیگیرد
کہ اس ریا کی گدڑی کو ایک جام کے بدلے قبول نہیں کرتا ہے

من ایں دلقِ مرقع را بخواہم سوختن روزے
میں اس پیوند لگی گدڑی کو ایک دن پھونک دوں گا
کہ پیرِ میفروشانش بجامے بر نمیگیرد
اس لیے کہ مے فروشوں کا پیر اس کو ایک جام کے بدلے میں نہیں لیتا ہے

من ایں آئینہ را روزے بدست آرم سکندر وار
میں اس آئینہ کو سکندر کی طرح کسی دن حاصل کرلوں گا
اگر میگیرد ایں آتش زمانے در نمیگیرد
اگر یہ آگ قبول کرلیتا ہے، وہ ایک زمانہ تک اس میں اثر نہیں کرتی ہے

بیا اے ساقیِ گلرخ بیاور بادۂ رنگیں
اے گل رخ ساقی! آ، رنگین شراب لا
کہ رنگے در درونِ ما ازیں بہتر نمیگیرد
اس لیے کہ اس سے بہتر کوئی رنگ ہمارے اندر اثر نہیں کرتا ہے

بایں شعرِ تر و شیریں ز شاہنشہ عجب دارم
ان تر اور میٹھے شعروں کے باوجود مجھے بادشاہ پر تعجب ہے
کہ سرتاپائے حافظ را چرا در زر نمیگیرد
کہ حافظ کو سر سے پیر تک سونے میں کیوں نہیں مڑھتا ہے!

دیدم بخوابِ خوش کہ بدستم پیالہ بود
میں نے ایک اچھے خواب میں دیکھا میرے ہاتھ میں پیالہ تھا
تعبیر رفت و کار بدولت حوالہ بود
تعبیر ظاہر ہوگئی اور کام خوش قسمتی کے حوالے تھا

چل سال رنج و غصہ کشیدیم و عاقبت
چالیس سال تک ہم نے رنج اور غصہ برداشت کیا اور انجام کار
تدبیرِ ما بدستِ شرابِ دوسالہ بود
ہماری تدبیر، دوسالہ شراب کے ہاتھ میں تھی

آں نافۂ مراد کہ میخواستم ز غیب
میں غیب سے جس نافۂ مشک کی مراد مانگتا تھا
در چینِ زلفِ آں بتِ مشکیں کلالہ بود
وہ اس مشکیں زلف، بت کے گیسو کی شکن میں تھا

از دست بردہ بود وجودم خمارِ عشق
عشق کا خمار، میرے وجود کو ہاتھ سے چھین چکا تھا
دولت مساعد آمد و مے در پیالہ بود
خوش قسمتی مددگار ہی، اور شراب پیالے میں تھی

ا شمع کے لیے خندہ اور گریہ اور آتشیں زبان ثابت ہی ہوتی ہے لیکن اس کی آتشیں زبان مجلس والوں کو متاثر نہیں کرتی ہے۔ اسی طرح میری فصاحت و بلاغت سے محبوب متاثر نہیں ہوتا ہے۔
۲ جب رندوں کے لیے خدا کی مشیت اور حکم کے مطابق رندی ہے تو ناصح کا روکنا خدائی حکم سے جنگ کرنا ہے۔
۳ دل، عاشق وحشی ہرن ہے۔
۴ جب محبوب ہم سے بے نیاز ہے اور اس پر کوئی افسوں اثر نہیں کرتا ہے تو افسوں بیکار ہے۔
۵ گدڑی کو شراب کے بدلے قبول نہ کرنا ہی اس کی مردانہ کرامت ہے۔
۶ جبکہ یہ گدڑی اس قدر پہنچ ہے اسکو جلادوں گا۔
۷ خواب میں ہاتھ میں پیالہ دیکھنا خوش قسمتی کی علامت۔
۸ چالیس سال رنج کو دوسالہ شراب دور کردیتی ہے۔
۹ نافۂ مشک چین میں نہیں ہے بلکہ محبوب کی زلف کی شکن میں ہے۔
۱۰ قسمت نے ساتھ دیا، پیالہ میں شراب تھی ورنہ خمارِ عشق سے جان چلی جاتی۔

نالاں وداد خواہ بمیخانہ میروم — کانجا کشادِ کارِ من از آہ و نالہ بود
میں روتے ہوئے انصاف کے لیے میخانہ میں جاتا ہوں — اس لئے کہ اس جگہ میرے کام کی کشادگی آہ و نالہ سے ہوتی تھی

خوں میخورم ولیک نہ جائے شکایت ست — روزی ما ز خوانِ کرم ایں نوالہ بود
میں خون پیتا ہوں، لیکن شکایت کا موقع نہیں ہے — کرم کے دستر خوان سے، ہماری روزی یہی نوالہ تھی

برطرفِ گلشنم نظر افتاد وقتِ صبح — آں دم کہ کارِ مرغِ چمن آہ و نالہ بود
صبح کے وقت گلشن کے کنارے پر میری نظر پڑی — جبکہ چمن کے پرندہ کا کام آہ اور نالہ تھا

ہرکو نہ کاشت مہر و ز خوبی گلے نچید — در رہگذارِ باد نگہبانِ لالہ بود
ہر وہ جس نے محبت کا بیج نہ بویا اور خوبی کا پھول نہ چنا — وہ ہوا کے راستہ میں، لالہ کا نگہبان تھا

آتش فگند در دلِ مرغاں نسیمِ باغ — زاں داغِ سر بمہر کہ در جانِ لالہ بود
باغ کی نسیم نے پرندوں کے دل میں آگ لگا دی — اس سر بمہر داغ سے، جو لالہ کے دل میں تھا

آں شاہِ تند حملہ کہ خورشیدِ شیر گیر — پیشش بروزِ معرکہ کمتر غزالہ بود
وہ سخت حملہ والا بادشاہ کہ شیر گیر آفتاب — لڑائی کے دن، اس کے سامنے ہرن سے کمتر تھا

دیدم کہ شعرِ دلکشِ حافظ بمدحِ شاہ
میں نے دیکھا کہ شاہ کی تعریف میں حافظ کے دلکش شعر

ہر بیت از آں سفینہ بہ از صد رسالہ بود
اس دیوان کا ہر شعر سو رسالوں سے بہتر تھا

دمے با غم بسر بردن جہاں یکسر نمی ارزد — بمے بفروش دلقِ ما کزیں بہتر نمی ارزد
تھوڑی دیر بھی غم میں بسر کرنا، تمام دنیا کے بدلے مناسب نہیں — ہماری گدڑی شراب کے عوض بیچ دو کہ اس سے بہتر قیمت کے لائق نہیں ہے

بکوئے مے فروشانش بجامے برنمیگیرند — زہے سجادۂ تقویٰ کہ یک ساغر نمی ارزد
مے فروشوں کے کوچہ میں اس کو ایک جام پر بھی نہیں لیتے ہیں — سبحان اللہ تقویٰ کا کیا مصلّٰی ہے کہ ایک ساغر کے بھی لائق نہیں

شکوہِ تاجِ سلطانی کہ بیمِ جاں درو درج است — کلاہِ دلکش ست اما بدردِ سر نمی ارزد
شاہی تاج کا دبدبہ جس میں جان کا خوف بھی ہے — دلکش ٹوپی ہے لیکن دردِ سر کے لائق نہیں

رقیبم سرزنشہا کرد کز ایں باب سر برتاب — چہ افتاد ایں سرِ ما را کہ خاکِ در نمی ارزد
رقیب نے مجھے جھڑکیاں دیں کہ اس در سے سر ہٹا لے — اس ہمارے سر کو کیا ہوا کہ دروازہ کی خاک کے لائق نہیں

ترا آں بہ کہ روئے خود ز مشتاقاں بپوشانی — کہ سودائے جہانداری غمِ لشکر نمی ارزد
تیرے لئے مناسب ہے کہ عاشقوں سے اپنا چہرہ چھپا لے — بادشاہت کا سودا لشکر کے غم کے لائق نہیں

بشو ایں نقشِ دلتنگی کہ در بازارِ یکرنگی — بنعمتہائے گوناگوں مے احمر نمی ارزد
اس دل تنگی کے نقش کو دھو ڈال اس لیے کہ یکرنگی کے بازار میں — گوناگوں نعمتیں سرخ شراب کے بدلے کے لائق نہیں

دیار و یار مردم را مقید میکند ورنہ — چہ جائے پارس کایں محنت جہاں یکسر نمی ارزد
وطن اور معشوق انسانوں کو پابند کرتے ہیں ورنہ — فارس تو کیا یہ مصیبت پوری دنیا کے عوض کے لائق نہیں

بس آساں می نمود اوّل غمِ دریا ببوئے سود — غلط گفتم کہ ہر موجش بصد گوہر نمی ارزد
فائدے کی بو کی وجہ سے ابتداءً دریا کا غم بہت آسان معلوم ہوتا ہے — میں نے غلط کہا اس کی کوئی موج سو گوہر کے لائق نہیں

لالہ کا پھول ہوا کے معمولی جھونکے سے جھڑ جاتا ہے تو ہوا کا راستہ روکنا تاکہ لالہ کا پھول نہ جھڑے ناممکن اور بیکار بات ہے۔ یہ نسیم نے چل کر لالہ کو کھلایا اور بلبلیں عشق کی آگ میں جلنے لگیں۔
خورشید کا تعلق برج اسد سے ہے اس لئے خورشید کو شیر گیر قرار دیا ہے۔
شاہ کی تعریف کی غزل کا ہر شعر سو رسالوں سے بہتر ہے۔
شاہ محمود دکن کے بادشاہ نے حافظ کو بلایا تھا حافظ جب کشتی میں سوار ہو کر چلے بادِ مخالف چل پڑی مجبور ہو کر سفر کا ارادہ ترک کر دیا اور یہ قصیدہ لکھ کر بھیجدیا پوری دنیا بھی ملے تو بھی تھوڑی دیر کے غم پر راضی نہ ہونا چاہیے، گدڑی شراب میں بک جانے کے لائق ہے۔
تقوے کے مصلے کو ایک ساغر کے بدلے میں بھی نہیں خریدتے ہیں۔
تاج سلطانی اس قابل نہیں کہ اس کی وجہ سے تھوڑا سا بھی دردِ سر مول لیا جائے۔
مشتاقان بمنزلہ لشکر ہیں تجھے ان پر سلطنت حاصل ہے لیکن ان کی فکر اگر دامن گیر ہو تو سلطانی

سکار ہے۔ دیکر تنگی کو گوناگوں نعمتوں کی قیمت ایک شراب کی بوتل کبھی نہیں لگاتی ہے۔ دیار اور یار انسان کو پابند کرتے ہیں ورنہ یہ بلند و فارس تو کیا پوری دنیا کے بدلے میں بھی مناسب نہیں ہے۔

بروگنجِ قناعت جو بکنجِ عافیت بنشیں — کہ یکدم تنگدل بودن بہ بحر و بہ نمی ارزد
جا صبر کا خزانہ تلاش کر، عافیت کے گوشہ میں بیٹھ — اس لیے کہ تھوڑی دیر کے لیے تنگدل ہونا سمندر اور خشکی کے برابر نہیں

چو حافظ در قناعت کوش و از دنیائے دوں بگذر
حافظ کی طرح قناعت میں کوشش کر اور کمینی دنیا سے گذر جا

کہ یک جو منتِ دوناں بصد من زر نمی ارزد
اس لیے کہ کمینوں کا ایک جو احسان سو من سونے کے لائق نہیں

دوستاں[1] دخترِ رز توبہ ز مستوری کرد — شد بر محتسب و کار بدستوری کرد
اے دوستو! انگور کی بیٹی نے پردہ نشینی سے توبہ کی — محتسب کے پاس گئی، اور اجازت سے کام کیا

آمد از پردہ بہ مجلس عرقش پاک کنید[2] — تا نگویند حریفاں کہ چرا دوری کرد
پردہ سے نکل کر مجلس میں آئی، اس کا پسینہ پوچھو — تاکہ دوست یہ نہ کہیں کہ اس نے دوری کیوں اختیار کی

مژدگانی بدہ اے دل کہ دگر مطربِ عشق — راہِ مستانہ زد و چارۂ مخموری کرد
اے دل انعام دے کہ عشق کے مطرب نے پھر — مستانہ راہ چلی، اور اعضاء شکنی کا علاج کیا

جائے[3] آنست کہ در عقدِ وصالش گیرند — دخترِ رز کہ بخم ایں ہمہ مستوری کرد
اس کا موقع ہے کہ عقدِ نکاح میں لے لیں — انگور کی بیٹی جس نے مٹکے میں یہ سب حجاب کیا

نہ بہفت آب[4] کہ رنگش بصد آتش نرود — آنچہ با خرقۂ زاہد مئے انگوری کرد
سات سمندروں سے نہیں بلکہ سو آگ سے بھی اس کا رنگ نہ جائے گا — جو کچھ کہ انگوری شراب نے زاہد کی گدڑی کے ساتھ کیا ہے

غنچۂ گلبنِ وصلم ز نسیمش بشگفت — مرغِ شبخواں طرب از برگِ گلِ سوری کرد
میرے وصل کی شاخ کا غنچہ اس کی نسیم سے کھل گیا — عندلیب نے، گلِ سوری کی پتی پر مستی کی

حافظ[5] افتادگی از دست مدہ زانکہ حسود
حافظ! انکسار کو نہ چھوڑ اس لیے کہ حاسد نے

عرض و مال و دل و دیں در سرِ مغروری کرد
آبرو، مال، دل، اور دین غرور کی نذر کر دیا

درختِ[6] دوستی بنشاں کہ کامِ دل ببار آرد — نہالِ دشمنی برکن کہ رنج بیشمار آرد
دوستی کا درخت لگا، کیونکہ دل کا مقصد پھل لاتا ہے — دشمنی کا پودا اکھاڑ پھینک کیونکہ بیشمار تکلیفیں دیتا ہے

چو[7] مہمانِ خراباتی بعشرت باش با رنداں — کہ دردِ سر کشی جاناں گرت مستی خمار آرد
جب تو خرابات کا مہمان ہے رندوں کے ساتھ عیش اڑا — اے جاناں اگر مستی نے خمار پیدا کیا، تو تجھے دردِ سر ہو جائے گا

شبِ صحبت غنیمت داں و دادِ خوشدلی بستاں — بسے گردش کند گردوں بسے لیل و نہار آرد
ملاقات کی رات کو غنیمت سمجھ اور خوشدلی کی داد حاصل کر — آسمان بہت گردش کرے گا اور بہت سے رات اور دن لائے گا

عماری[8] دارِ لیلیٰ را کہ مہر و ماہ در حکم ست — خدایا در دل اندازش کہ بر مجنوں گذار آرد
لیلیٰ کا شتربان جس کے قبضہ میں سورج اور چاند ہے — اے خدا اس کے دل میں ڈال دے کہ مجنوں کے پاس سے گزرے

بہارِ عمر خواہ اے دل وگرنہ ایں چمن ہر سال — چو نسریں صد گل آرد بار و چوں بلبل ہزار آرد
اے دل! عمر کی بہار چاہ ورنہ یہ چمن ہر سال — نسریں جیسے سو پھول کھلاتا ہے اور بلبل جیسے ہزار دل پیدا کرتا ہے

[1] شراب محتسب کی اجازت سے مٹکے کے پردے سے باہر نکل آئی۔
[2] اس کا پسینہ پونچھو تاکہ دوست یہ نہ کہیں کہ پہلے دور تھی اب قریب آ کر شرما رہی ہے اور پسینہ پسینہ ہو رہی ہے۔
[3] چونکہ مٹکے کے پردے میں چھپی تھی لہٰذا نکاح کے لائق ہے۔
[4] شراب کے دھبے گدڑی کو سات سمندر کے پانی میں دھونے سے تو در کنار سو بار آگ کی بھٹی سے بھی نہ جائیں گے۔
[5] حاسد کا سب کچھ غرور کی بنا پر تباہ ہوا تو انکساری نہ چھوڑ۔
[6] دوستی سے دل کا مدعا پورا ہوتا ہے دشمنی سے رنج و غم ملتا ہے۔
[7] رندوں کے ساتھ گذار ورنہ نشہ کے خمار سے دردِ سر ہو جائیگا۔
[8] عماری محمل کو کہتے ہیں چونکہ لیلیٰ اونٹ پر بیٹھی ہے جو چاند سورج سے کم نہیں ہے لہٰذا شتربان کے حکم میں چاند، سورج کو بتایا گیا ہے۔

خدارا چوں دلِ ریشم قرارے بستہ بازلفت
جبکہ میرے زخمی دل نے تیری زلف سے ایک عہد وابستہ کر دیا ہے تو خدا کیلئے

بفرما لعلِ نوشیں را کہ جاں را بر قرار آرد
شیریں لعل کو حکم دیدے کہ جان کو برقرار رکھے

زکار افتادہ اے دل کہ صد من بارِ غم داری
اے دل تو بیکار ہو گیا ہے، سو من غم کا بوجھ رکھتا ہے

بر و یک جرعہ مے درکش کہ در حالت بکار آرد
جا ایک گھونٹ شراب پی لے کہ تجھے فوراً کام کی حالت میں لے آئیگی

دریں باغ ار خدا خواہد دریں پیرانہ سر حافظ
اگر خدا چاہے گا حافظ بڑھاپے میں اسی باغ میں

نشیند بر لبِ جوئے و سروے در کنار آرد
نہر کے کنارے پر بیٹھے گا، اور کسی سرو سے بغل گیر ہوگا

دوش از جنابِ آصف پیکِ بشارت آمد
کل، جنابِ آصف کی طرف سے خوشخبری کا قاصد آیا

کز حضرتِ سلیماں عشرت اشارت آمد
کہ سلیمان کے دربار سے عیش و عشرت کا اشارہ ہو گیا

خاکِ وجودِ ما را از آبِ بادہ گِل کن
ہمارے وجود کی مٹی کو شراب کے پانی سے گوندھ

ویراں سرائے دل را گاہِ عمارت آمد
دل کی ویران سرائے کی تعمیر کا وقت آگیا

ایں شرحِ بے نہایت کز حسنِ یار گفتند
یہ بے انتہا تشریح جو انھوں نے یار کے حسن کی کی ہے

حرفیست کز ہزاراں اندر عبارت آمد
ہزاروں میں سے ایک حرف ہے جو عبارت میں آگیا

عیبم بپوش زنہار اے خرقۂ مے آلود
اے شراب آلود گدڑی دیکھ! میری عیب پوشی کر دے

کاں پاکدامن اینجا بہرِ زیارت آمد
اس لیے کہ وہ پاک دامن اس جگہ زیارت کے لئے آگیا

امروز جائے ہر کس پیدا شود ز خوباں
آج حسینوں میں سے ہر ایک کا مقام کھل جائے گا

کاں ماہِ مجلس آرا اندر صدارت آمد
اس لیے کہ وہ مجلس کو زینت دینے والا چاند صدارت کیلئے آگیا

بر تختِ جم کہ تاجش محرابِ آفتاب ست
جمشید کے تخت پر کہ جس کا تاج آفتاب کی محراب ہے

ہمت نگر کہ مورے با ایں حقارت آمد
ہمت تو دیکھو کہ ایک چیونٹی باوجود اس حقارت کے آگئی

از چشمِ شوخش اے دل ایمانِ خود نگہدار
اے دل اس کی شوخ آنکھ سے اپنے ایمان کو بچا

کاں جادوئے کماں کش بر عزمِ غارت آمد
اس لیے کہ وہ کمان کھینچنے والا جادو لوٹ مار کے ارادہ سے آگیا

دریاست مجلسِ شہ دریاب وقت و بشناس
بادشاہ کی مجلس دریا ہے، وقت کو غنیمت سمجھ اور پہچان لے

ہاں اے زیاں رسیدہ وقتِ تجارت آمد
ہاں اے نقصان اٹھائے ہوئے تجارت کا وقت آگیا

آلودۂ تو حافظ فیضے ز شاہ در خواہ
اے حافظ تو آلودہ ہے بادشاہ سے فیض چاہ

کاں عنصرِ سماحت بہرِ طہارت آمد
اس لیے کہ وہ سخاوت کی اصل، پاک کرنے کیلئے آگیا

در نمازم خمِ ابروئے تو چوں یاد آمد
نماز میں جب مجھے تیرے ابرو کا خم یاد آگیا

حالتے رفت کہ محراب بفریاد آمد
ایسی حالت ہو گئی کہ محراب فریاد کرنے لگی

از من اکنوں طمعِ صبر و دل و ہوش مدار
اب مجھ سے صبر، اور دل و ہوش کی امید نہ رکھ

کاں تحمل کہ تو دیدی ہمہ برباد آمد
اس لئے کہ جو برداشت تو نے دیکھی تھی سب برباد ہو گئی

---

۱ غموں میں مبتلا ہو کر دل بیکار ہو جاتا ہے۔ لہٰذا شراب کے گھونٹ سے غم دور کر کے دل کو کارآمد بنایا جائے۔

۲ حافظ بڑھاپے میں عیش و عشرت کی زندگی گذارے گا۔

۳ آصف بن برخیاء حضرت سلیمان کے وزیر کا نام ہے۔

۴ دل کی تعمیر کا وقت آگیا ہے لہٰذا وجود کی مٹی شراب سے گوندھ کر تیار کرو۔

۵ محبوب کی تعریف میں جو کچھ کہا گیا ہے یہ ہزارواں حصہ ہے۔

۶ رنگی عیب پوشی شراب آلود گدڑی ہی کر سکتی ہے۔

۷ مجلس میں ہمارا محبوب صدر نشین ہے اب حسینوں کو اپنا اپنا مرتبہ معلوم ہو جائیگا۔

۸ ہمت مردانہ سے دشوار کام آسان ہو جاتے ہیں۔

۹ اب اس دریا سے جس قدر چاہو موتی نکال لو اور اپنا نقصان پورا کرو۔

۱۰ میری بے تابی کو دیکھ کر محراب نالہ و زاری کرنے لگی۔

بادہ[۱] صافی شد و مرغانِ چمن مست شدند
شراب صاف ہو گئی اور چمن کے پرندے مست ہو گئے
موسمِ عاشقی و کار بہ بنیاد آمد
عاشقی کا موسم ہے اور کام مضبوط ہو گیا

بوئے[۲] بہبود ز اوضاعِ جہاں می‌شنوم
میں زمانہ سے بہبودی کی خوشبو سونگھ رہا ہوں
شادی آورد گل و بادِ صبا شاد آمد
پھول خوشی لایا ہے اور بادِ صبا خوش ہو کر آئی ہے

اے[۳] عروسِ ہنر از دہر شکایت منمای
اے ہنر کی دلہن! زمانہ کی شکایت نہ کر
حجلۂ حسن بیارائے کہ داماد آمد
حسن کا چھپر کھٹ سجا کر شوہر آ گیا

بر زلیخا ستم اے یوسفِ مصری مپسند
اے مصری یوسف زلیخا پر ظلم پسند نہ کر
زانکہ از عشق بر او اینہمہ بیداد آمد
اس لیے کہ اس پر عشق ہی کی وجہ سے یہ سب ظلم ہوئے

دلفریبانِ[۴] نباتی ہمہ زیور بستند
سب نباتی دلفریبوں نے زیور پہن لیا ہے
دلبرِ ماست کہ با حسنِ خداداد آمد
ہمارا معشوق ہے کہ خداداد حسن کے ساتھ آیا

زیرِ بارند درختاں کہ تعلق دارند
جو درخت تعلق رکھتے ہیں، وہ زیرِ بار ہیں
اے خوشا سرو کہ از بندِ غم آزاد آمد
وہ سرو کیا اچھا ہے جو غم کی قید سے آزاد ہے

مطرب از گفتۂ حافظ غزلے نغز بخواں
اے مطرب حافظ کے کلام میں سے کوئی عمدہ غزل گا
تا بگویم کہ ز عہدِ طربم یاد آمد
تاکہ میں کہوں، کہ مجھے مستی کا زمانہ یاد آ گیا

دلے کہ غیب نمایست و جامِ جم دارد
وہ دل جو غیب نما ہے، اور جامِ جمشید رکھتا ہے
ز خاتمے[۵] کہ ازو گم شود چہ غم دارد
اس انگوٹھی سے جو اس سے گم ہو جائے کیا غم کرتا ہے!

بخط و خالِ گدایاں مدہ خزینۂ دل
دل کا خزانہ فقیروں کے خط و خال کو نہ دے
بدستِ شاہ وشے دہ کہ محترم دارد
بادشاہ جیسے کے ہاتھ میں دے کہ عزت سے رکھے

نہ[۶] ہر درخت تحمل کند جفائے خزاں
ہر درخت خزاں کے ظلم کو برداشت نہیں کرتا
غلامِ ہمتِ سروم کہ ایں قدم دارد
میں سرو کی ہمت کا غلام ہوں کہ یہ ثابت قدمی رکھتا ہے

رسید[۷] موسمِ آں کز طرب چو نرگسِ مست
اس کا موسم آ گیا کہ خوشی سے مست نرگس کی طرح
نہد بپائے قدح ہر کہ شش درم دارد
پیالے کے قدموں پر ڈال دے جو بھی چھ درم رکھے

زر[۸] از بہائے مے اکنوں چو گل دریغ مدار
اب پھول کی طرح سونے کو شراب کی قیمت ادا کرنے سے نہ بچا
کہ عقلِ کل بصدت عیب متہم دارد
کہ عقلِ کل، تجھے سو عیب سے متہم کرے

ز سرِ غیب کس آگاہ نیست قصہ مخواں
غیب کے راز سے کوئی باخبر نہیں ہے، قصے نہ سنا
کدام محرمِ دل رہ دریں حرم دارد
دل کے کون سے محرم کو، اس حرم کا راستہ ملا ہے

دلم[۹] کہ لافِ تجرد زدے کنوں صد شغل
میرا وہ دل جو بے تعلقی کی ڈینگیں مارتا تھا اب سو شغل
ببوئے زلفِ تو با بادِ صبحدم دارد
تیری زلف کی خوشبو کی وجہ سے صبح کی ہوا کے ساتھ رکھتا ہے

مرادِ دل ز کہ جویم کہ نیست دلدارے
میں دل کی مراد کس سے چاہوں، کوئی دلدار نہیں ہے
کہ جلوۂ نظر و شیوۂ کرم دارد
جو نگاہ کا جلوہ، اور کرم کی عادت رکھتا ہو

[۱] موسم بہار آگیا اب ہر طبیعت عشق اور مستی کی متقاضی ہے۔
[۲] موسم بہار کی وجہ سے جہان میں چہل پہل ہے۔
[۳] اب ہنر کی قدر دانی کا زمانہ آگیا ہے۔
[۴] سب درختوں نے پھولوں کے زیورات پہن لیے ہیں ہمارا معشوق خداداد حسن کی وجہ سے زیور کی آرائش سے بے نیاز ہے۔
[۵] حضرت سلیمان کے پاس ایک انگوٹھی تھی جس کے اثرات سے وہ جن وانس اور حیوانات وغیرہ پر حکومت کرتے تھے۔ جس کو صخرہ نامی دیو چرا کر لے گیا تو وہ پریشان ہو گئے تھے۔
[۶] سرو کا درخت موسم خزاں سے متاثر نہیں ہوتا ہے۔
[۷] مستی کا موسم آگیا ہر شخص اپنا سب کچھ شراب نوشی پر خرچ کر ڈالنے کو آمادہ ہے۔
[۸] موسم بہار میں جب پھول کھلتا ہے تو اس کا زیرہ جھڑتا ہے جس کو زرِ گل کہا جاتا ہے عقلِ کل: عقلِ اول اور حضرت جبرئیل کو کہا جاتا ہے۔
[۹] عالم سے بے تعلقی محض زبانی دعویٰ تھا اب ہر وقت بادِ صبا سے تعلق ہے۔

زجیبِ خرقۂ حافظ چہ طرف بتواں بست
حافظ کے چوغے کے گریبان سے کیا علاقہ رکھا جا سکتا ہے!

کہ ما صمد طلبیدیم و او صنم دارد
اس لئے کہ ہم نے صمد طلب کیا، اور وہ صنم رکھتا ہے

دست از طلب ندارم تا کامِ من برآید
میں طلب سے دست بردار نہیں ہوں گا جب تک کہ مقصد پورا نہ ہو

یا جاں رسد بجاناں یا جاں زتن برآید
یا جان جاناں تک پہونچے یا جان جسم سے نکل جائے

بکشائے تربتم را بعد از وفات و بنگر
مرنے کے بعد، میری قبر کھول اور دیکھ

کز آتشِ درونم دُود از کفن برآید
کہ میری اندرونی آگ کی وجہ سے کفن سے دھواں نکل رہا ہے

بنمائے رُخ کہ خلقے والہ شوند و حیراں
رُخ دکھا دے کہ لوگ دیوانہ اور حیران ہو جائیں

بکشائے لب کہ فریاد از مرد و زن برآید
ہونٹ ہلا، تاکہ مرد و زن فریاد کریں

جاں برلب ست و حسرت در دل کہ از لبانش
جان ہونٹوں پر ہے اور حسرت دل میں کہ اس کے ہونٹوں سے

نگرفتہ ہیچ کامے جاں از بدن برآید
کوئی مقصد پورا کیے بدون جسم سے جان نکلتی ہے

از حسرتِ دہانت جانم بہ تنگ آمد
تیرے منہ کی حسرت سے میری جان تنگ آگئی ہے

خود کامِ تنگدستاں کے زاں دہن برآید
مفلسوں کا مقصد اس منہ سے کب پورا ہوگا

گفتم بخویش کز وے برگیر دل دلم گفت
میں نے اپنے آپ سے کہا کہ اس سے دل ہٹا لے، میرا دل بولا

کارِ کسے ست ایں کو باخویشتن برآید
یہ کام تو اسکا ہے، جس کو اپنے اوپر قابو ہو

ہر یک شکن ز زلفت پنجاہ شست دارد
تیری زلف کی ہر شکن پچاس حلقے رکھتی ہے

چوں ایں دلِ شکستہ با آں شکن برآید
یہ ٹوٹا ہوا دل اس شکن سے کس طرح نکلے

بر بوئے آنکہ در باغ آید گلے چو رویت
اس امید پر کہ باغ میں تیرے چہرے جیسا کوئی پھول کھلے

آید نسیم و ہر دم گردِ چمن برآید
نسیم آتی ہے اور ہر وقت چمن میں چاروں طرف چکر کاٹتی ہے

ہر دم چو بیوفایاں نتواں گرفت یارے
بیوفاؤں کی طرح ہر وقت ایک نیا دوست نہیں بنایا جا سکتا

مائیم و آستانش تا جاں زتن برآید
ہم ہیں اور اس کی چوکھٹ جب تک جسم سے جان نکلے

برخیز تا چمن را از قامت و میانت
اٹھ، تاکہ چمن کے لئے تیرے قد اور کمر سے

ہم سرو در بر آید ہم نارون برآید
سرو بھی بغل میں آئے اور نارون بھی مل جائے

گویند ذکرِ خیرش در خیلِ عشقبازاں
اس کا ذکرِ خیر عشق بازوں کے گروہ میں کرتے ہیں

ہر جا کہ نامِ حافظ در انجمن برآید
انجمن میں جس جگہ، حافظ کا نام آتا ہے

در ازل ہر کو بفیضِ دولت ارزانی بود
جس کو ازل میں دولت کا فیض عنایت ہوتا ہے

تا ابد جامِ مرادش ہمدمِ جانی بود
ابد تک اس کی مراد کا جام اس کی جان کا ساتھی ہوتا ہے

من ہماں ساعت کہ از مے خواستم شد توبہ کار
میں نے اسی گھڑی جبکہ میں نے شراب سے توبہ کرنی چاہی تھی

گفتم ایں شاخ ار دہد بارے پشیمانی بود
کہا تھا کہ اگر یہ شاخ کوئی پھل دیگی تو وہ پشیمانی ہوگا

۱۔ جیب گریبان یعنی اس کے دل میں خدا نہیں بلکہ صنم بیٹھا ہے۔
۲۔ یا تو وصل ہی حاصل ہو یا موت آجائے۔
۳۔ مرنے کے بعد بھی عشق کی آگ نہیں بجھی۔
۴۔ محبوب کے وصل بدون جان نکل رہی ہے۔
۵۔ اس کے دہن سے لطف اندوز جب ہوتے جبکہ کوئی سرمایہ ہمارے پاس ہوتا۔
۶۔ شکار کمزور اور جال ایسا سخت تو بچاؤ کی کوئی صورت نہیں ہے
۷۔ باد صبا معشوق کی جستجو میں باغ کے چکر کاٹ رہی ہے۔
۸۔ محبوب کا قد سرو ہے، کمر نارون، جو ایک قسم کا انار ہے جس کو گلنار بھی کہتے ہیں۔
۹۔ حافظ کا نام آتے ہی لوگ اس کو عشقبازوں میں گنتے ہیں۔
۱۰۔ جس کو ازل میں خوش قسمتی سے فیض حاصل ہو گیا ہے۔ وہ ہمیشہ جام بکف رہیگا۔
۱۱۔ توبہ کا نتیجہ شرمندگی ہوگی تو بہ پر قائم نہ رہا جائے گا

خود گرفتم کافگنم سجّاده چوں سوسن بدوش
میں نے ... سوسن کی طرح مصلّیٰ کاندھے پر ڈالوں گا

همچو گل بر خرقه رنگِ مے مسلمانی بود
کیا گدڑی پر پھول کی طرح شراب کے رنگ رہتے مسلمانی ہوگی

خلوتِ ما را فروغ از عکسِ جامِ باده باد
ہماری خلوت کا نور شراب کے جام کے عکس سے رہے

زانکه کنجِ اهلِ دل باید که نورانی بود
اس لیے کہ اہلِ دل کا گوشہ نورانی ہونا چاہیے

بے چراغِ جام در خلوت نمی آرم نشست
میں جام کے چراغ بغیر، خلوت میں نہیں بیٹھ سکتا

وقتِ گل مستوریِ مستاں ز نادانی بود
پھول کے موسم میں مستوں کی پرہیزگاری نادانی ہوگی

مجلسِ انس و بهار و بحثِ عشق اندر میاں
محبت اور بہار کی مجلس، اور اس میں عشق کی بحث

جامِ مے نگرفتن از جاناں گراں جانی بود
محبوب سے شراب کا جام نہ تھامنا کاہلی ہوگی

همّتِ عالی طلب جامِ مرصّع گو مباش
بلند ہمت کر چاہ، خواہ جڑاؤ جام نہ ہو

رند را آبِ عنب یاقوتِ رمّانی بود
رند کے لیے انگور کا پانی رمّانی یاقوت ہوتا ہے

نیکنامی خواهی اے دل با بداں صحبت مدار
اے دل اگر تو نیکنامی چاہتا ہے بروں کی صحبت اختیار نہ کر

خودپسندی جانِ من برهانِ نادانی بود
اے میری جان! تکبّر نادانی کی دلیل ہے

گرچه بے ساماں نماید کارِ ما سهلش مبیں
اگرچہ ہمارا کام بے سرو ساماں نظر آتا ہے اس کو آساں نہ سمجھ

کاندریں کشور گدائی رشکِ سلطانی بود
اس لیے کہ اس ملک میں فقیری بادشاہت کا رشک ہے

خوش بود خلوت هم اے صوفی ولیکن گر درو
اے صوفی خلوت بھی اچھی چیز ہے لیکن اگر اس میں

باده ریحانی و ساقی مستِ ریحانی بود
ریحانی شراب اور ریحانی شراب سے مست ساقی ہو

دی عزیزے گفت حافظ میخورد پنهاں شراب
کل ایک دوست نے کہا حافظ چھپ کر شراب پیتا ہے

اے عزیزِ من گنه آں به که پنهانی بود
اے میرے عزیز گناہ وہی اچھا ہے جو چھپ کر ہو

دلم بے جمالت صفائے ندارد
میرا دل، تیرے جمال بغیر کوئی صفائی نہیں رکھتا

چو بیگانه کاشنائے ندارد
ایسے بیگانہ کی طرح جو کوئی آشنا نہ رکھتا ہو

متاعِ دلِ پاکِ مشتاقِ مسکیں
مسکین عاشق کے پاک دل کی پونجی

ببازارِ حسنش بهائے ندارد
اس کے حسن کے بازار میں، کوئی قیمت نہیں رکھتی ہے

دلا جام و ساقیِ گلرخ طلب کن
اے دل جام اور گل رخ ساقی ڈھونڈ

که چوں گل زمانه بقائے ندارد
اس لیے کہ پھول کی طرح زمانہ کو بھی بقا نہیں ہے

اگرچه دلم رفت لیکن غمش نیست
اگرچہ میرا دل چلا گیا، لیکن اس کی کوئی فکر نہیں

بجز آں خمِ زلف جائے ندارد
اس لیے کہ اس زلف کے پیچ کے سوا اس کی کوئی جگہ نہیں ہے

ازیں سینهٔ تنگ ترسم که تیرش
میں اس تنگ سینے سے ڈرتا ہوں کہ اس پہ تیر

رود جائے وانگه دوائے ندارد
ایسی جگہ جا لگے، کہ پھر اس کی کوئی دوا نہ ہو

همه چیز دارد دلآرام لیکن
محبوب سب کچھ رکھتا ہے لیکن

دریغا که با ما وفائے ندارد
افسوس! کہ ہمارے ساتھ وفا نہیں رکھتا ہے

۱؎ سوسن کے درخت پر جب پھول کھلتے ہیں تو ایسی معلوم ہوتی ہے کہ مصلّیٰ کاندھے پر ڈالے ہوئے ہے۔ یعنی مصلّے کو کاندھے پر ڈالنا بیشک مسلمانی کی علامت ہے لیکن شراب کے دھبوں کا کیا ہوگا۔
۲؎ خلوت میں جام کے عکس سے ہی نور پیدا کیا جا سکتا ہے۔
۳؎ جب شراب نوشی کے جملہ اسباب مہیا ہیں تو دوست کے ہاتھ سے شراب نہ پینا کاہلی ہے۔
۴؎ سرخ یاقوت کی قسموں میں سے ایک رمّانی کہلاتی ہے۔
۵؎ اگرچہ ہمارے پاس ساز و ساماں نہیں ہے لیکن ہماری فقیری بادشاہوں کے لیے قابلِ رشک ہے۔
۶؎ ریحانی شراب وہ کہلاتی ہے جس میں خوشبودار پھول ملائے گئے ہوں۔
۷؎ جب وقت چاہیں گے معشوق کی زلف میں سے اس کو پا کر لے آئیں گے۔
۸؎ چونکہ میرا سینہ تنگ ہے اس لیے ڈر ہے کہ تیر ایسی جگہ نہ آ لگے جس کا علاج ہی نہ ہو سکے۔ ۹؎ محبوب میں سب ہی خوبیاں ہیں لیکن وفاداری نہیں ہے۔

چو ماہ است روشن کہ بے مہرِ رویش
چاند کی طرح روشن ہے، کہ اس کے چہرے کے آفتاب کے بدون

دل وجانِ حافظ صفائے ندارد
حافظ کی جان اور دل کوئی نور نہیں رکھتا ہے

دل شوقِ لبت مدام دارد
دل کو، ہمیشہ تیرے لب کا شوق لگا رہتا ہے
یارب زلبت چہ کام دارد
اے خدا! تیرے لب سے اس کا کیا مقصد ہے؟

جاں شربتِ مہرو بادۂ شوق
جان، محبت کا شربت، اور شوق کی شراب
در ساغرِ دل مدام دارد
دل کے ساغر میں ہمیشہ رکھتی ہے

شوریدۂ زلفِ یار دائم
یار کی زلف کا دیوانہ، ہمیشہ
در دامِ بلا مقام دارد
مصیبت کے جال میں مقام رکھتا ہے

آخر نرسد کہ باز پرسیم
کیا ہمیں یہ حق بھی نہیں پہونچتا کہ ہم پھر دریافت کریں
کاں دلبرِ ما چہ نام دارد
کہ ہمارے اُس دلبر کا کیا نام ہے؟

با یار کجا نشیند آں کو
دوست کے ساتھ، وہ کہاں بیٹھ سکتا ہے جس کو
اندیشۂ خاص و عام دارد
خواص، اور عوام کی فکر ہو

خرم دلِ آں کسے کہ صحبت
اس کا دل خوش ہے، جو صحبت
با یار علی الدّوام دارد
دوست کے ساتھ ہمیشہ رکھے

تا صید کند دلے بشوخی
تاکہ شوخی سے کسی دل کو شکار بنائے
بر گل زبنفشہ دام دارد
پھول پر، بنفشہ کا جال رکھتا ہے

حافظ چو دمے خوش ست مجلس
چونکہ تھوڑی دیر کے لئے بھی مجلس جمنا اچھا ہے اسلئے حافظ

اسبابِ طرب تمام دارد
مستی کے تمام سامان تیار رکھتا ہے

دلم ز رنج فراواں دمے نیاساید
میرا دل بہت زیادہ رنج کی وجہ سے تھوڑی دیر بھی آرام نہیں پاتا
تنم ز اندُہِ دوری ہمی بفرساید
میرا جسم، دوری کے رنج سے گھِسا جاتا ہے

بخارِ حسرت اگر پر شود دلِ خرم
حسرت کے ابخرات اگر بھر جاتے ہیں اے خوش دل!
ز دیدگاں نمِ بارانِ غم فرود آید
تو آنکھوں سے غم کی بارش کی نمی گرتی ہے

زبس غمے کہ بدیدم چناں شدم کہ مرا
زیادہ غموں کی وجہ سے جو میں نے دیکھے ہیں ایسا ہو گیا ہوں کہ مجھے
نسیمِ صبح بہ یکدم ز جائے برباید
صبح کی ہوا ایک دم جگہ سے اڑالے جائے

زمانہ جوید و ہر جا کہ فتنۂ باشد
زمانہ تلاش کرتا ہے اور جس جگہ بھی کوئی فتنہ ہوتا ہے
چو نو عروس بچشمِ منش بیاراید
میری نگاہ میں، دلہن کی طرح اس کو سنوارتا ہے

دو چشمِ من رخِ من زرد دید نتوانست
میری دو آنکھیں، میرے رخ کو زرد نہ دیکھ سکیں
ازآں بخونِ دلم دمبدم بلندا ید
اسی وجہ سے ہر وقت میرے دل کے خون سے لیپتی ہیں

ا؎ حافظ کا محبوب، چاند ہے اور محبوب کا چہرہ سورج، چاند میں روشنی سورج سے ہی آتی ہے۔
۲؎ محبوب کی زلف کا دیوانہ ہمیشہ مصیبت میں رہتا ہے۔
۳؎ ہمیں یہ تو حق ہے کہ ہم محبوب کا نام پوچھ لیں۔
۴؎ محبوب کی صحبت تو وہی اختیار کر سکتا ہے جو تمام انسانوں سے بے تعلق ہو۔
۵؎ گل سے چہرہ اور بنفشہ سے زلف مراد ہے۔
۶؎ دل سارنج سے بے چین ہے جسم فراق کے ڈر سے گھل رہا ہے
۷؎ زمین سے ابخرات اٹھتے ہیں وہی آسمان سے بشکلِ بارش برستے ہیں
۸؎ اتنا ہلکا ہو گیا ہوں کہ ہوا اڑا لیجائے۔
۹؎ ہر بلائے کز آسماں آید / گرچہ بر دیگرے قضا باشد / بزمیں نارسیدہ می پرسد / خانۂ انوری کجا باشد
۱۰؎ میری آنکھیں چونکہ میرے چہرے کو زرد دیکھنا پسند نہیں کرتی ہیں اس لیے خون کے آنسوؤں سے اس کو لیپ دیتی ہیں۔

کہ گر نگہ کنندم روئے زرد بدخواہے
تاکہ اگر کوئی بدخواہ میرا زرد چہرہ دیکھے

بچشم او رخ من زرد رنگ ننماید
میرا رخ اس کی نگاہ کو زرد رنگ نہ دکھائی دے

اگر نہ نالہ کنم گو بیدم چہ حاجت ماست
اگر میں نہیں روتا ہوں مجھے تعجب ہے ہماری کیا ضرورت ہے؟

وگر بموییہ سرایم بہ پیچ وتاب آید
اگر روتا ہوں پیچ وتاب کھاتا ہے

غمیں مباش چو حافظ کہ حی جاویداں
حافظ کی طرح غمگین نہ رہ اس لئے کہ ہمیشہ زندہ رہنے والا

درے نہ بند کند تا دگرے نہ بکشاید
کوئی دروازہ بند نہیں کرتا جب تک دوسرا نہیں کھولتا ہے

رُو بر رہش نہادم و بر من گذر نکرد
میں نے اس کے راستہ پر چہرہ رکھ دیا لیکن وہ میرے پاس سے نہ گذرا

صد لطف چشم داشتم و یک نظر نکرد
مجھے سو مہربانیوں کی توقع تھی اس نے ایک بار بھی نہ دیکھا

سیل سرشک ما ز دلش کیں بدر نبرد
ہمارے آنسوؤں کے سیلاب نے اس کے دل سے کینہ کو نہ نکالا

در سنگ خارہ قطرۂ باراں اثر نکرد
سنگ خارہ میں بارش کے قطرے نے اثر نہ کیا

ماہی و مرغ دوش نخفت از فغان من
کل شب میری فریاد سے مچھلیاں اور پرندے نہ سوئے

واں شوخ دیدہ بیں کہ سر از خواب بر نکرد
اس شوخ چشم کو دیکھو کہ نیند سے سر نہ ابھارا

میخواستم کہ میرمش اندر قدم چو شمع
میں چاہتا تھا کہ اس کے قدموں پر شمع کی طرح جان دیدوں

او خود گذر بمن چو نسیم سحر نکرد
اس نے میرے پاس سے نسیم سحری کی طرح گذر نہ کیا

یارب تو آں جوانِ دلاور نگاہدار
اے خدا تو اس بہادر، جوان کی حفاظت کر

کز تیرِ آہ گوشہ نشیناں حذر نکرد
جس نے گوشہ نشینوں کی آہ کے تیر سے بچاؤ نہ کیا

جاناں کدام سنگدلِ بے کفایت ست
اے محبوب! کونسا سنگدل، بے سلیقہ ہے

کو پیشِ زخمِ تیغ تو جاں را سپر نکرد
کہ جس نے تیری تلوار کے زخم کے سامنے جان کو ڈھال نہ بنایا

شوخی نگر کہ مرغِ دل بال و پر کباب
شوخی دیکھ، کہ مرغ دل جس کے بال اور پر کباب ہو چکے ہیں

سودائے خامِ عاشقی از سر بدر نکرد
عاشقی کے خام جنون کو اس نے سر سے نہ نکالا

حافظ حدیثِ عشقِ تو از بسکہ دلکش ست
اے حافظ تیرے عشق کی کہانی بہت زیادہ دلچسپ ہے

نشنید کس کہ از سرِ رغبت ز بر نکرد
کسی ایسے شخص نے نہیں سنی جس نے رغبت سے یاد نہ کر لی ہو

راہے بزن کہ آہے بر سازِ آں تواں زد
کوئی ساز چھیڑ، جس کے نغمہ پر آہ کھینچا جا سکے

شعرے بخواں کہ با او رطل گراں تواں زد
کوئی شعر پڑھ، جس پر بڑا جھل پیالہ پیا جا سکے

بر آستانِ جاناں گر سر تواں نہادن
اگر معشوق کے در پر سر دھرا جا سکے

گلبانگِ سربلندی بر آسماں تواں زد
سربلندی کا نعرہ آسمان تک پہونچایا جا سکتا ہے

در خانقہ نگنجد اسرارِ عشق و مستی
عشق اور مستی کے راز خانقاہ میں نہیں سما سکتے

جامِ مئے مغانہ ہم با مغاں تواں زد
مغوں کی شراب کا جام مغوں کے ساتھ ہی پیا جا سکتا ہے

ل ۱ آنسو میرے چہرے پر خون اس لیے بہا رہی ہیں تاکہ دشمن میری زرد روئی دیکھ کر خوش نہ ہو سکے۔
ل ۲ محبوب کے راستہ پر ہم سر دھرے ہوئے تھے، لیکن وہ وہاں سے نہ گذرا۔
ل ۳ سیلاب ہر چیز کو دھو ڈالتا ہے لیکن ہمارے آنسوؤں کا سیلاب اس کے کینہ کو نہ دھو سکا۔
ل ۴ ہمارے نالہ و فریاد نے حیوانات تک کی نیند حرام کر دی لیکن محبوب آرام سے سوتا رہا۔
ل ۵ شمع نسیم سحری سے بجھ جاتی ہے، گویا شمع نسیم کے قدموں پر جان دیدیتی ہے۔
ل ۶ آہیں اثر کرتی ہیں لیکن وہ پرواہ نہیں کرتا خدا اس کی حفاظت کرے۔
ل ۷ نغمہ پر آہیں کرنی چاہئیں
ل ۸ محبوب کے آستانہ پر سر دھرنا بڑے فخر کی بات ہے۔
ل ۹ اہل خانقاہ اسرار عشق کو نہیں سمجھ سکتے ہیں ہر کام واقف کار لوگ کے ساتھ ہونا چاہیے۔

شد رہزنِ سلامت زلفِ تو ویں عجب نیست
تیری زلف سلامتی کی راہزن بن گئی اور یہ تعجب کی بات نہیں

گر راہزن تو باشی صد کارواں تواں زد
اگر راہزن تو ہو تو سو قافلے لوٹے جا سکتے ہیں

گر دولتِ وصالت خواہد درے کشودن
اگر تیرے وصال کی دولت، دروازہ کھول لینا چاہے

سرہا بایں تخیّل بر آستاں تواں زد
اسی خیال سے بہت سے سر چوکھٹ پر مارے جا سکتے ہیں

قدِ خمیدۂ ما سہلت نماید اما
ہمارا کبڑا قد، تجھے حقیر نظر آتا ہے لیکن

بر چشمِ دشمنانت تیر از کماں تواں زد
تیرے دشمنوں کی آنکھوں پر، کمان سے تیر مارا جا سکتا ہے

از شرم در حجابم ساقی تلطفے کن
میں شرم کی وجہ سے پردے میں ہوں، ساقی مہربانی کر دے

باشد کہ بوسہ چند بر آں دہاں تواں زد
ہو سکتا ہے کہ اس منہ کے چند بوسے لیے جا سکیں

بر جو یبارِ چشمم گر سایہ افگند دوست
میری آنکھوں کی نہر پر، اگر دوست سایہ ڈالے

بر خاکِ رہگذارش آبِ رواں تواں زد
اس کے راستہ کی خاک پر چلتا پانی چھڑکا جا سکتا ہے

درویش را نباشد منزل سرائے سلطاں
فقیر کو بادشاہ کی منزل سرائے حاصل نہیں ہوتی ہے

ما ایم و کہنہ دلقے کآتش دراں تواں زد
ہم ہیں اور پرانی گدڑی کہ اس میں آگ لگائی جا سکتی ہے

اہلِ نظر دو عالم در یک نظر ببازند
اہلِ نظر دونوں جہان کو ایک نظر میں ہار دیتے ہیں

عشق ست و داوِ اول بر نقدِ جاں تواں زد
عشق ہے اور پہلی بازی، نقد جان پر لگائی جا سکتی ہے

با عقل و فہم و دانش دادِ سخن تواں داد
عقل اور فہم اور دانش سے سخن کی داد دی جا سکتی ہے

چوں جمع شد معانی گوئے بیاں تواں زد
جب معانی جمع ہو جائیں، بیان کی گیند جیتی جا سکتی ہے

عشق و شباب و رندی مجموعۂ مراد ست
عشق اور جوانی، اور رندی، تمنا کا مجموعہ ہے

ساقی بیا کہ جامے دریں زماں تواں زد
اے ساقی آ جا اس زمانہ میں ایک جام چلا جا سکتا ہے

بر عزمِ کامرانی فالے بزن چو دانی
اگر تو جانتا ہے کامیابی کے ارادہ پر فال نکال

باشد کہ گوئے دولت دریں میاں تواں زد
ہو سکتا ہے کہ خوش قسمتی کی گیند اس درمیان میں تو جیت لیجائے

حافظ بحقِ قرآں کز زرق و شید باز آ
حافظ تجھے قرآن کے حق کی قسم ہے، مکر اور فریب سے باز آ جا

باشد کہ گوئے عیشے دریں میاں تواں زد
ہو سکتا ہے کہ عیش کی گیند اس دوران میں جیت لیجائے

روزِ وصلِ دوستداراں یاد باد
دوستوں کے وصل کا دن، یاد رہے

یاد باد آں روزگاراں یاد باد
یاد رہے، وہ زمانہ یاد رہے

ایں زماں در کس وفاداری نماند
اس زمانہ میں کسی میں وفاداری نہیں رہی

زاں وفاداراں و یاراں یاد باد
ان وفاداروں، اور یاروں کی یاد رہے

کامم از تلخیِ غم چوں زہر گشت
غم کی تلخی سے، میرا حلق زہر جیسا ہو گیا ہے

بانگِ نوشِ بادہ خواراں یاد باد
شراب نوشوں کے پینے کی آواز یاد رہے

من کہ در تدبیرِ غم بیچارہ ام
میں، جو غم کی تدبیر سے ناچار ہوں

چارۂ آں غمگساراں یاد باد
ان غمگساروں کی، چارہ سازی یاد رہے

اگر یہ معلوم ہو کہ وصال کا دروازہ کھٹکھٹانے سے کھل جائیگا تو ہاتھوں سے نہیں بلکہ سروں سے کھٹکھٹایا جا سکتا ہے۔
ہمارا کبڑا قد تیرے دشمنوں کے لئے کمان کا حکم رکھتا ہے۔
یہ جب ہی ممکن ہے کہ مدہوشی میں ہو سکتا ہے ورنہ شرم آڑے آ رہی ہے۔
اگر اس چشمہ پر سیر کرنا چاہے تو راستہ کے گرد و غبار پر آنسوؤں کا چھڑکاؤ کر دوں تاکہ اسکو غبار سے تکلیف نہ پہونچے
فقیر جس وقت چاہے اپنی گدڑی کو پھونک دے
شعر گوئی عقل و فہم سے تعلق رکھتی ہے معانی کو جمع کر کے شعر کیا جا سکتا ہے
ان چیزوں کا جمع ہونا انسان کی انتہائی تمنا ہے لہٰذا اس موقع سے فائدہ اٹھانا چاہیے۔
تو حافظ قرآن ہے تجھے قرآن کی قسم مکر چھوڑ دے تاکہ مقصد پورا ہو سکے۔
اب تو وصل وصل نہیں لیکن زمانہ وصل کی یاد تازہ رہنی چاہیے
اب تو وفاداری کا

گرچہ یاراں فارغند از یادِ من — از من ایشاں را ہزاراں یاد باد
اگرچہ دوست، میری یاد سے خالی ہیں — میری جانب سے اُن کی ہزاروں بار یاد رہے

مبتلا گشتم دریں دامِ بلا — کوششِ آں حق گذاراں یاد باد
میں اس مصیبت کے جال میں، پھنس گیا ہوں — ان حق ادا کرنے والوں کی، کوشش یاد رہے

گرچہ صد رود است در چشمم رواں — زندہ رودِ باغِ کاراں یاد باد
اگرچہ میری آنکھوں میں، سو نہریں جاری ہیں — باغکاراں کی زندہ رود، یاد رہے

زاں سرِ زلف و رُخِ گلفامِ او — روز و شب اے گلعذاراں یاد باد
اس زلف، اور اس کے پھول جیسے رُخ کی — اے معشوقو! دن رات یاد رہنی چاہیے

رازِ حافظ بعد ازیں ناگفتہ بہ
حافظ کا راز، اس کے بعد نہ کہنا بہتر ہے

اے دریغ از رازداراں یاد باد
ہائے افسوس! راز داروں کی یاد رہنی چاہیے

رسید مژدہ کہ ایامِ غم نخواہد ماند — چناں نماند و چنیں نیز ہم نخواہد ماند
خوش خبری پہونچی ہے کہ غم کا زمانہ نہ رہے گا — ویسا بھی نہیں رہا، ایسا بھی نہ رہے گا

من ارچہ در نظرِ یار خاکسار شدم — رقیب نیز چنیں محترم نخواہد ماند
یار کی نظر میں، اگرچہ میں ذلیل ہوگیا ہوں — رقیب بھی، اس طرح باعزت نہ رہے گا

چو پردہ دار بشمشیر میزند ہمہ را — کسے مقیمِ حریمِ حرم نخواہد ماند
پردہ نشیں، جبکہ سب کو تلوار سے مارتا ہے — کوئی بھی حرم کے احاطہ میں، مقیم نہ رہے گا

توانگرا دلِ درویشِ خود بدست آور — کہ مخزنِ زر و گنجِ درم نخواہد ماند
اے مالدار! اپنے فقیر کا دل ہاتھ میں لے — سونے کا خزانہ، اور درہم کا خزانہ نہ رہیگا

غنیمتے شمر اے شمع وصلِ پروانہ — کہ ایں معاملہ تا صبحدم نخواہد ماند
اے شمع! پروانہ کے وصل کو غنیمت جان — اس لیے، کہ یہ معاملہ صبح تک نہ رہے گا

سروشِ عالمِ غیبم بشارتے خوش داد — کہ بر درِ کرمش کس دژم نخواہد ماند
عالمِ غیب کے فرشتہ نے، مجھے اچھی خوشخبری سنائی — کہ اس کے کرم کے دروازہ پر کوئی غمگین نہ رہے گا

بریں رواقِ زبرجد نوشتہ اند بزر — کہ جز نکوئیِ اہلِ کرم نخواہد ماند
اس زبرجد کے چھجے پر، سونے کے پانی سے لکھا ہے — کہ اہلِ کرم کی بھلائی کے سوا کچھ نہ رہے گا

سرودِ مجلسِ جمشید گفتہ اند ایں بود — کہ جامِ بادہ بیاور کہ جم نخواہد ماند
لوگوں نے کہا ہے، جمشید کی مجلس کا گانا یہ تھا — کہ شراب کا پیالہ لا، کیونکہ جمشید نہ رہے گا

چہ جائے شکر و شکایت ز نقشِ نیک و بد است — کہ کس ہمیشہ گرفتارِ غم نخواہد ماند
اچھے بُرے کے نقش سے، شکر و شکایت کا کیا موقع ہے — اس لئے کہ کوئی ہمیشہ غم میں گرفتار نہ رہے گا

ز مہربانیِ جاناں طمع مبر حافظ — کہ نقشِ مہر و نشانِ ستم نخواہد ماند
اے حافظ! محبوب کی مہربانی سے مایوس نہ ہو — اس لیے کہ محبت کا نقش، اور ظلم کا نشان نہ رہے گا

ۓ دوستوں نے مجھے بھلا دیا لیکن میرے لئے ان کی یاد تازہ رہنی چاہیے۔
ۓ زندہ رود اصفہان کی ایک نہر کا نام ہے اس کے کنارے ایک باغ ہے جس کا نام باغکاراں ہے۔
ۓ اب راز داری نہیں رہا کراں سے راز کہا جا سکے اقبال کوئی محرم اپنا نہیں جہاں میں معلوم کیا کسی کو دردِ نہاں ہمارا
ۓ چناں سے ایامِ عیش اور چنیں سے ایامِ غم مراد ہیں۔
ۓ ہماری چغلیاں کھا کر اس نے ہمیں ذلیل کرایا انجام کار وہ خود بھی ذلیل ہوگا۔
ۓ اس میں محبوب کا ہی نقصان ہے۔
ۓ فیوضِ کو دینا چاہیے ورنہ کل کچھ نہ رہیگا۔
ۓ محبوب کے دروازہ سے کوئی رنجیدہ ہوکر واپس نہ ہوگا۔
ۓ شفاف زبرجد فیروزی جیسا نیلا آسمان ہے۔
ۓ یعنی اچھائی پر شکر اور برائی پر شکایت کا موقع نہیں اس لیے کہ ان میں سے کسی کا بقا نہیں ہے۔

روشنیِ طلعتِ تو ماہ ندارد
تیرے چہرے کی روشنی چاند نہیں رکھتا
پیشِ تو گُل رونقِ گیاہ ندارد
تیرے بالمقابل پھول گھاس کی رونق نہیں رکھتا

جانبِ دلہا نگاہدار کہ سلطاں
دلوں کی دیکھ بھال رکھو اس لیے کہ بادشاہ
مُلک ندارد اگر سپاہ ندارد
مُلک نہیں رکھتا، اگر سپاہی نہیں رکھتا

دیدہ ام آں چشمِ دل سیہ کہ تو داری
میں نے اس سیاہ دل آنکھ کو دیکھا ہے جو تو رکھتا ہے
جانبِ ہیچ آشنا نگاہ ندارد
کسی آشنا کی طرف، نگاہ نہیں کرتی

اے شہِ خوباں بعاشقاں نظرے کن
اے حسینوں کے بادشاہ، عاشقوں پر نظر ڈال
ہیچ شہے چوں تو ایں سپاہ ندارد
تیری طرح، کوئی بادشاہ یہ لشکر نہیں رکھتا

نے زمن تنہا کشم تطاولِ زلفت
میں تنہا ہی تیری زلف کی دست درازی برداشت نہیں کرتا ہوں
کیست بدل داغِ ایں سیاہ ندارد
کون ہے جو اس کالے کا دل میں داغ نہ رکھتا ہو؟

شوخیِ نرگس نگر کہ پیشِ تو بشگفت
نرگس کی شرارت دیکھ، تیرے سامنے کھِلی
چشم دریدہ، ادب نگاہ ندارد
بے حیا، ادب کو ملحوظ نہیں رکھتی

رطلِ گرانم دہ اے مریدِ خرابات
اے شراب خانہ کے معتقد! مجھے بھاری جام دے
شادیِ شیخے کہ خانقاہ ندارد
اس شیخ کی خوشی میں، جو خانقاہ نہیں رکھتا

گو برو و آستیں بخونِ جگر شوی
کہہ دو کہ چلا جائے، اور خونِ جگر سے آستین تر کرے
ہر کہ دریں آستانہ راہ ندارد
جو، اس چوکھٹ کا راستہ نہیں رکھتا

تا چہ کند بارخِ تو دودِ دلِ من
دیکھیے میرے دل کا دھواں تیرے رُخ کا کیا کرتا ہے
آئنہ دانی کہ تابِ آہ ندارد
تجھے معلوم ہے کہ آئنہ آہ کی تاب نہیں رکھتا

خوں خور و خامش نشیں کہ آں دلِ نازک
خون پی یار، اور چپ بیٹھا رہ اس لیے کہ وہ نازک دل
طاقتِ فریادِ دادخواہ ندارد
فریادی کی فریاد سننے کی طاقت نہیں رکھتا

گوشۂ ابروئے تست منظرِ چشمم
میری آنکھ کا منظر، تیری ابرو کا گوشہ ہے
خوشتر ازیں گوشہ بادشاہ ندارد
بادشاہ بھی اس سے زیادہ خوبصورت گوشہ نہیں رکھتا

حافظ اگر سجدۂ تو کرد مکن عیب
حافظ نے اگر تجھے سجدہ کیا عیب نہ لگا
کافرِ عشق اے صنم گناہ ندارد
اے صنم، عشق کے کافر پر کوئی گناہ نہیں ہوتا

رسید مژدہ کہ آمد بہار و سبزہ دمید
خوش خبری آئی، کہ بہار آگئی اور سبزہ اُگ گیا
وظیفہ گر برسد مصرفش گُل است و نبید
اگر تنخواہ ملی تو اس کا مصرف پھول اور شراب ہے

صفیرِ مرغ برآمد بطِ شراب کجاست
پرندوں کا چہچہانا شروع ہو گیا شراب کی بطخ کہاں ہے؟
فغاں فتاد ز بلبل نقابِ گُل کہ درید
بلبل نے شور کیا، پھول کا نقاب کس نے چاک کر دیا

ز روئے ساقیِ مہوش گلے بچیں امروز
آج، چاند جیسے ساقی کے رخسار سے پھول چن
کہ گردِ عارضِ بستاں خطِ بنفشہ دمید
اس لیے کہ باغ کے رخسار کے گرد بنفشہ اُگ آئی ہے

ا محبوب کے چہرے جیسی روشنی چاند کو حاصل نہیں، پھول اُس کے چہرے کے سامنے گھاس سے بھی کم ہے۔
۲ معشوق کی فوج عاشق ہی ہیں اگر ان کو تباہ کر دیگا سلطنت برباد ہو جائیگی
۳ عاشقوں کی فوج جو تجھے میسر ہے کسی بادشاہ کو حاصل نہیں ہے۔
۴ تیری زلف کا صرف میں ہی زخمی نہیں جس اس کالے نے بہت سوں کے دلوں کو داغ دار بنایا ہے
۵ نرگس کی بے حیائی ہے کہ محبوب کے سامنے کھلتی ہے اس کو تو اس کی آنکھ سے شرم کرنی چاہیئے۔
۶ جس شخص کو اس آستانہ تک رسائی نہ ملے تو اس کو خون کے آنسو بہانے چاہئیں۔
۷ محبوب کا رخسار آئینہ جیسا ہے آئینہ کے سامنے آہ کرنے سے وہ دھندلا ہو جاتا ہے۔
۸ شاہد ہر کجا کہ علاءالدولہ نازک است بار کہ بر وی کند ار تا بدنا نازک است
۹ کافرِ عشق کیلئے محبوب کو سجدہ کرنا جائز ہے۔
۱۰ کہتے ہیں کہ خواجہ قوام، وزیر شاہ شجاع کے یہاں حافظ کا وظیفہ مقرر تھا اُس کے آنے میں دیر ہو گئی تو یہ غزل لکھی اس میں اسکی طرف اشارہ ہے۔
بیمذالِ منقوطہ و دالِ

چناں کرشمۂ ساقی دلم ز دست ببرد
ساقی کی ادا میرا دل، ہاتھ سے اس طرح چھین لے گئی
کہ باکسے دگرم نیست روئے گفت و شنید
کہ اب کسی کے ساتھ گفت و شنید کا موقع نہیں

من ایں مرقع رنگیں چو گل بخواہم سوخت
میں اس پیوند لگی پھولوں کی طرح رنگین گدڑی کو جلا دوں گا
کہ پیر بادہ فروشش بجرعۂ نخرید
اس لئے کہ شراب فروش پیر نے اس کو ایک گھونٹ میں نہ خریدا

بکوئے عشق منہ بے دلیل راہ قدم
عشق کے کوچہ میں، راہبر بدون قدم نہ رکھ
کہ گم شد آنکہ دریں رہ برہبرے نرسید
اس لئے کہ اس راہ میں جو شخص راہبر تک نہ پہونچا وہ گم گیا

ز میوہائے بہشتی چہ ذوق دریابد
بہشتی میووں سے اس کو کیا ذائقہ ملے گا؟
کسے کہ سیب زنخدان شاہدے نگزید
جس نے کسی معشوق کی ٹھوڑی کا سیب نہ کاٹا

مکن ز غصہ شکایت کہ در طریق ادب
رنج کی شکایت نہ کر اس لیے کہ ادب کے راستہ میں
براحتے نرسید آنکہ زحمتے نکشید
وہ شخص کبھی راحت کو نہیں پہونچا جس نے تکلیف نہ اٹھائی

عجائب رہ عشق اے رفیق بسیارست
اے دوست راہِ عشق کے عجائب بہت ہیں
ز پیش آہوئے ایں دشت شیر نر برمید
اس جنگل کے ہرن کے سامنے سے نر شیر بھاگ گیا

خدائے را مددے اے دلیل راہ حرم
اے حرم کے راستہ کے رہبر خدا کے لئے مدد کر
کہ نیست بادیۂ عشق را کرانہ پدید
اس لیے کہ عشق کے جنگل کا کنارہ ظاہر نہیں ہے

گلے نچید ز بستان آرزو دل من
میرے دل نے آرزو کے باغ سے کوئی پھول نہ چنا
مگر نسیم مروت دریں چمن نہ وزید
شاید مروت کی ہوا اس چمن میں نہ چلی

شراب نوش کن و جام زر بصوفی دہ
شراب پی، اور سونے کا جام صوفی کو دے
کہ پادشہ ز کرم جرم صوفیاں بخشید
اس لیے کہ بادشاہ نے کرم سے صوفیوں کی خطا معاف کردی

بہار میگذرد مہر گسترا دریاب
بہار گذر رہی ہے اے کرم فرما، توجہ کر
کہ رفت موسم و حافظ ہنوز مے نچشید
کہ وقت گذر گیا اور حافظ نے اب تک شراب نہیں چکھی

روز ہجران و شب فرقت یار آخر شد
ہجر کا دن، اور فرقت کی رات ختم ہو گئی
زدم ایں فال و گذشت اختر و کار آخر شد
میں نے یہ فال نکالی اور ستارہ گذر گیا اور کام پورا ہو گیا

آں ہمہ ناز و تنعم کہ خزاں مے فرمود
وہ سب ناز، اور عیش جو خزاں کرتی تھی
عاقبت در قدم باد بہار آخر شد
انجام کار بادِ بہار کی آمد سے ختم ہو گیا

بعد ازیں نور بآفاق دہیم از دل خویش
اس کے بعد ہم اپنے دل سے زمانہ کو نور بخشیں گے
کہ بخورشید رسیدیم و غبار آخر شد
اس لیے کہ ہم خورشید تک پہونچ گئے اور غبار ختم ہو گیا

آں پریشانی شبہائے دراز و غم دل
وہ لمبی راتوں کی پریشانی، اور دل کا غم
ہمہ در سایۂ گیسوئے نگار آخر شد
سب محبوب کے گیسو کے سایہ میں ختم ہو گیا

ساقیا عمر دراز و قدحت پر مے باد
اے ساقی تیری عمر دراز، اور پیالہ شراب سے پُر ہے
کہ بسعی تو ام اندوہ خمار آخر شد
تیری کوشش سے میرا اعضا شکنی کا غم ختم ہوا

ساقی کے عشق میں ایسا مبتلا ہو گیا ہوں کہ کسی دوسرے سے بات چیت کا موقع نہیں۔
راہِ عشق بدون راہبر طے نہیں کیا جا سکتی ہے۔
یہ بھی عجائب میں سے ہے کہ ہرن سے شیر بھاگ جائے۔
عشق کی وادی ناپیدا کنار ہے۔
صوفیوں سے خدا کوئی مواخذہ نہ کرے گا۔
بہار سے مراد جوانی ہے۔
خزاں کے مزے ختم ہوئے موسم بہار آ گیا۔
ہم محبوب کے نور سے دل منور کریں گے اور دنیا کو بھی پہونچائیں گے، درمیانی غبار ہٹ گیا ہے اور ہم محبوب تک پہونچ گئے ہیں۔
شب ہائے دراز زلف محبوب کی حریف تھیں زلف نے ان کو شکست دیدی۔

شکرِ ایزد کہ باقبالِ کُلہ گوشۂ گُل	نخوتِ بادِ دَے و شوکتِ خار آخر شد
خدا کا شکر ہے کہ پھول کی کج کلاہی کے اقبال سے	دَے کے مہینہ کی ہوا کا تکبر اور کانٹے کا دبدبہ ختم ہوا
باورم نیست زبدعہدیِ ایام ہنوز	قصۂ غصہ کہ در وصلتِ یار آخر شد
زمانہ کی بدعہدی کی وجہ سے مجھے ابتک یقین نہیں کہ	رنج کا قصہ یار کے وصل کے بارے میں ختم ہوگیا
صبح امید کہ بُد معتکفِ پردۂ غیب	گو بروں آی کہ کارِ شبِ تار آخر شد
اُمید کی صبح جو غیب کے پردے میں معتکف تھی	اس کو کہدو کہ باہر آجائے اندھیری رات کا کام ختم ہوگیا
گرچہ آشفتگیِ کارِ من از زلفِ تو بود	حلِ ایں عقدہ ہم از روئے نگار آخر شد
اگرچہ میرے کام کی پریشانی تیری زلف کی وجہ سے تھی	اس عقدہ کا حل بھی معشوق کے چہرے سے مکمل ہوگیا

در شمار ارچہ نیاورد کسے حافظ را
اگرچہ حافظ کو، کوئی گنتی میں نہ لایا
شکر کاں محنتِ بے حدّ و شمار آخر شد
شکر ہے، کہ وہ بے حد و حساب مصیبت بھی ختم ہوگئی

زاہدِ خلوت نشیں دوش بمیخانہ شد	از سرِ پیماں گذشت بر سرِ پیمانہ شد
گوشہ نشیں زاہد، کل شب، میخانہ میں چلا گیا	اس نے عہد کو توڑ دیا، اور پیمانہ کے سر ہوگیا
شاہدِ عہدِ شباب آمدہ بودش بخواب	باز بہ پیرانہ سر عاشق و دیوانہ شد
اس کے خواب میں جوانی کے زمانہ کا معشوق آگیا تھا	پھر بڑھاپے میں، عاشق، اور دیوانہ ہوگیا
مغبچہ میگذشت راہزنِ عقل و دیں	در پئے آں آشنا از ہمہ بیگانہ شد
عقل، اور دین کا رہزن ایک مغبچہ گذر رہا تھا	اس آشنا کے پیچھے، سب سے بیگانہ ہوگیا
آتشِ رخسارِ گُل خرمنِ بلبل بسوخت	چہرۂ خندانِ شمع آفتِ پروانہ شد
پھول کے رخسار کی آگ نے، بلبل کا کھلیان جلادیا	شمع کا مسکراتا چہرہ، پروانہ کی مصیبت بن گیا
گریۂ شام و سحر شکر کہ ضائع نگشت	قطرۂ بارانِ ما گوہرِ یک دانہ شد
شکر ہے، شام، اور صبح کا رونا ضائع نہ ہوا	ہماری بارش کا قطرہ دُرِ یکتا بن گیا
نرگسِ ساقی بخواند آیتِ افسوں گری	حلقۂ اورادِ ما گردشِ پیمانہ شد
ساقی کی آنکھ نے، منتر کی آیت پڑھ دی	ہمارے وظیفوں کا حلقہ، پیمانہ کی گردش بن گیا
صوفیِ مجلس کہ دی جام و قدح می شکست	دوش بیک جرعہ مے عاقل و فرزانہ شد
مجلس کا صوفی، جو کل جام، اور پیالہ توڑ رہا تھا	رات ایک گھونٹ شراب سے عقلمند، اور فرزانہ بن گیا

منزلِ حافظ کنوں بارگہِ کبریاست
اب حافظ کا مقام، کبریا کی بارگاہ ہے
دل برِ دلدار رفت جاں برِ جانانہ شد
دل، دلدار کے پاس چلا گیا جان، جانانہ کے پاس چلی گئی

زہے خجستہ زمانے کہ یار باز آید	بکامِ غمزدگاں غمگسار باز آید
کیا ہی مبارک زمانہ ہوگا دوست واپس آجائے	غمزدوں کی منشاء کے مطابق، غمگسار واپس آجائے

۱ دَے کا مہینہ سخت جاڑے کا ہوتا ہے اس میں موسم خزاں ہوتا ہے، اس لئے سردی اور خزاں دونوں معنی میں مستعمل ہے۔
۲ چونکہ زمانہ ناقابلِ اعتبار ہے باوجود وصل حاصل ہو جانے کے یقین نہیں آتا ہے۔
۳ زلف کی پیدا کردہ پریشانی بھی چہرہ نے زائل کردی۔
۴ زاہد نے توبہ توڑ دی اور پیمانہ سے دوستی جوڑ لی۔
۵ بڑھاپے میں جوانی کا معشوق خواب میں نظر آگیا اور عشق پیدا ہوگیا۔
۶ وہ زاہد اس مغبچہ کو دیکھ کر سب کو بھلا بیٹھا۔
۷ شمع کو خنداں بھی قرار دیا جاتا ہے اور گریاں بھی۔
۸ رونا بیکار نہ گیا اس کے قطروں سے دُرِ یکتا پیدا ہوگیا۔
۹ آنکھ نے ایسا منتر پڑھا کہ اب ہمارا وظیفہ پیمانہ کی گردش بن گیا۔
۱۰ صوفی جو بے عقلی کا کام کر رہا تھا ایک گھونٹ میں عقلمند بن گیا۔

بہ پیشِ شاہِ خیالش کشیدم ابلقِ چشم
اس کے خیال کے بادشاہ کے سامنے میں آنکھ کا ابلق گھوڑا لایا
بداں اُمید کہ آں شہسوار باز آید
اس امید پر کہ وہ شہسوار واپس آجائے

دُرِ انتظارِ خدنگش ہمی پرد دلِ صید
اس کے تیر کے انتظار میں شکار کا دل اڑا پھر رہا ہے
خیال آنکہ برسمِ شکار باز آید
اس خیال سے کہ شکار کے لئے وہ لوٹ آئے

مُقیم بر سرِ راہش نشستہ ام چوں گرد
میں گرد کی طرح، اس کے راستہ پر مقیم ہو بیٹھا ہوں
بدل ہوس کہ بداں رہگذار باز آید
اس ہوس میں، کہ اس راستہ سے لوٹ آئے

دلے کہ با سرِ زلفینِ او قرارے داد
وہ دل، جس نے اس کی دو زلفوں کو قول دیدیا ہے
گماں مبر کہ درآں دل قرار باز آید
خیال بھی نہ کر کہ اس دل کو پھر قرار آجائے

اگر نہ در خمِ چوگانِ او رود سرِ من
اگر، اس کے کھنڈے کے موڑ میں میرا سر نہ جائے
ز سر نگویم و سر خود چہ کار باز آید
سر کے متعلق کیا کہوں، پھر وہ سر خود کس کام آئے

چہ جورہا کہ کشیدند بلبلاں از دے
بلبلوں نے دَے کے مہینہ کا کس قدر ظلم برداشت کیا
ببوئے آنکہ دگر نوبہار باز آید
اس امید پر، کہ نوبہار، پھر لوٹ آئے

سرشکِ من نزند موج بر کنار چو بحر
میرے آنسو سمندر کی طرح کنارے پر موجیں نہ ماریں
اگر میانِ ویم در کنار باز آید
اگر اس کی کمر میری بغل میں پھر آجائے

زِ نقشبندِ قضا ہست امیدِ آں حافظ
اے حافظ تقدیر کے نقوش بنانے والے سے امید ہے
کہ چوں حنا بکفم آں نگار باز آید
کہ مہندی کی طرح میری ہتھیلی میں وہ معشوق پھر آجائے

سالہا دل طلبِ جامِ جم از ما میکرد
دل سالوں ہم سے جامِ جم مانگتا رہا
آنچہ خود داشت ز بیگانہ تمنا میکرد
جو کچھ خود اس کے پاس تھا، غیر سے مانگتا رہا

گوہرے کز صدفِ کون و مکاں بیروں بود
وہ موتی، جو کون و مکاں کے سیپ سے باہر تھا
طلب از گم شدگانِ لبِ دریا میکرد
دریا کے کنارے کے گم شدوں سے مانگتا رہا

مشکلِ خویش برِ پیرِ مغاں بردم دوش
میں اپنی مشکل کل شب پیر مغاں کے پاس لے گیا
کو بتائیدِ نظر حلِّ معما میکرد
کیونکہ وہ نظر کی طاقت سے معمے کو حل کرتا تھا

بیدلے در ہمہ احوال خدا با او بود
ایک بیدل، خدا تمام احوال میں اس کے ساتھ ہے
او نمیدیدش و از دور خدارا میکرد
وہ اس کو نہیں دیکھتا تھا، اور دور سے خدا کہتا تھا

دیدمش خرم و خنداں قدحِ بادہ بدست
میں نے اس کو ہاتھ میں پیالہ لئے خوش، اور ہنستا ہوا دیکھا
واندر آں آئنہ صد گونہ تماشا میکرد
اور اس آئینہ میں وہ سینکڑوں چیزیں دیکھ رہا تھا

گفتم ایں جامِ جہاں بیں بتو کے داد حکیم
میں نے کہا، یہ جہاں بیں جام خدا نے تجھے کب دیا؟
گفت آں روز کہ ایں گنبدِ مینا میکرد
اس نے کہا جس دن خدا یہ گنبد بنا رہا تھا

آں ہمہ شعبدہ ہا عقل کہ میکرد آنجا
وہ تمام شعبدے، جو عقل اس جگہ کر رہی تھی
سامری پیشِ عصا و یدِ بیضا میکرد
سامری، عصا اور ید بیضا کے بالمقابل کر رہا تھا

---

۱ ابلق سیاہ و سفید گھوڑے کو کہتے ہیں۔ چونکہ آنکھ میں بھی سیاہی اور سفیدی ہے لہٰذا اس کو ابلق قرار دیا ہے۔
۲ پرندے کے اڑنے پر شکاری اس کا پیچھا کرتا ہے۔
۳ اگر میرا سر محبوب کے بلّے کی گیند نہ بنا تو پھر بیکار ہے۔
۴ نقشبند قضا سے اللہ تعالیٰ مراد ہے۔ مہندی ہاتھ پر لگائی جاتی ہے۔
۵ دل خور دیم تبسیں سعدی نے کہا ہے
دیگری جست زبیت الحرم او بجدار ... با تو ہم بود دلم لیک ... [illegible]
اس شعر کا مطلب بھی پہلے شعر سے ملتا جلتا ہے۔
۶ ایک بیدل جس کو خدا نظر نہیں آرہا تھا وہ دور سے خدا کو پکار رہا تھا حالانکہ خدا اس کے ساتھ تھا۔
۷ پیر مغاں کے ہاتھ میں پیالہ تھا جس سے اس پر اسرار کھل رہے تھے۔ میں نے اس سے معلوم کیا کہ پیالہ کب سے ہاتھ آیا وہ بولا ازل سے۔
۸ عشق کے بالمقابل عقل کی شعبدہ بازی ایسی ہی ہے جیسے سامری کی حضرت موسیٰ کے بالمقابل۔
عصا سے مراد حضرت موسیٰ کی وہ لکڑی ہے جو اژدہے بن جاتی تھی۔ ید بیضا سے
مراد حضرت موسیٰ کا وہ ہاتھ ہے جس سے بیمار شفا پاتے تھے۔

گفت آں یار کزو گشت سرِ دار بلند — جرمش آں بود کہ اسرار ہویدا میکرد
اس نے کہا وہ دوست جس سے سولی کا سر بلند ہوا — اس کی خطا یہ تھی کہ راز ظاہر کر رہا تھا

فیضِ روح القدس ار باز مدد فرماید — دیگراں ہم بکنند آنچہ مسیحا میکرد
جبرئیل کا فیض، اگر پھر مدد کرے — دوسرے بھی وہ کریں، جو مسیحا کر رہا تھا

گفتمش سلسلۂ زلفِ بتاں دانی چیست
میں نے اس سے کہا تو جانتا ہے معشوق کی زلفوں کا سلسلہ کیا ہے؟

گفت حافظ گلہ از شبِ یلدا میکرد
وہ بولا، حافظ تاریک رات کا شکوہ کر رہا تھا

سالہا دفترِ ما در گروِ صہبا بود — رونقِ میکدہ از درس و دعائے ما بود
ہماری کتاب سالہا سال تک شراب میں گروی تھی — میکدہ کی رونق، ہمارے درس اور دعا سے تھی

نیکیِ پیرِ مغاں بیں کہ چو ما بدمستاں — ہرچہ کردیم بچشمِ کرمش زیبا بود
پیر مغاں کی نیکی دیکھ کر ہم جیسے بدمستوں نے — جو کچھ کیا، اس کی نگاہِ کرم میں مناسب تھا

دل چو پرکار بہر سو دورانے میکرد — واندراں دائرہ سرگشتہ و پا برجا بود
دل پرکار کی طرح ہر جانب چکر لگا رہا تھا — اور اس دائرہ میں حیران، اور پیر اپنی جگہ پر تھا

می شگفتم ز طرب زانکہ چو گل بر لبِ جوئی — بر سرم سایۂ آں سروِ سہی بالا بود
میں خوشی سے کھلا جا رہا تھا اس لیے کہ پھول کی طرح نہر کے کنارے — میرے سر پر اس بلند سرو کا سایہ تھا

پیرِ گلرنگِ من اندر حقِ ازرق پوشاں — رخصتِ بحث نداد ارنہ حکایتہا بود
میرے گلرنگ پیر نے نیلی کملی پہننے والوں کے حق میں — بحث کی اجازت نہ دی ورنہ بہت سے قصے تھے

دفترِ دانشِ ما جملہ بشوئید بمے — کہ فلک دیدم و در قصدِ دلِ دانا بود
ہماری عقل کی پوری کتاب کو شراب سے دھو دو — اس لیے کہ میں نے آسمان کو دیکھا ہے وہ عقلمند کے دل کی گھات میں تھا

مطرب از دردِ محبت غزلے می پرداخت — کہ حکیمانِ جہاں را مژہ خوں پالا بود
مطرب محبت کے درد سے ایسی غزل گا رہا تھا — کہ دنیا کے حکماء کی پلکیں خون سے آلودہ تھیں

از بتاں آں طلب ار حسن شناسی اے دل — کیں کسے گفت کہ در علمِ نظر دانا بود
اے دل اگر تو حسن شناس ہے تو معشوقوں سے وہ چاہ — اس لیے کہ یہ اس نے کہا ہے جو نظر بازی کے علم میں عقلمند تھا

قلبِ اندودۂ حافظ برِ او خرج نشد
حافظ کا ملمع کیا ہوا سکہ اس کے سامنے نہ چل سکا

کہ معامل بہمہ عیبِ نہاں بینا بود
اس لیے کہ معاملہ کرنے والا تمام پوشیدہ عیبوں کا دیکھنے والا تھا

ساقی حدیثِ سرو و گل و لالہ میرود — وایں بحث با ثلاثۂ غسالہ میرود
اے ساقی سرو اور گل اور لالہ کی بات ہو رہی ہے — اور یہ بحث تین غسالہ کے ساتھ ہو رہی ہے

مے دہ کہ نو عروسِ چمن حدِ حسن یافت — کار ایں زماں ز صنعتِ دلّالہ میرود
شراب دے اس لیے کہ چمن کی نئی دلہن نے کمال حدِ حسن پایا — اس زمانہ میں کام دلالہ کی کاری گری سے چلتا ہے

۱؎ منصور کو اس بنیاد پر سزا ملی کہ وہ اسرار ظاہر کر رہا تھا۔
۲؎ ہم سالہا سال شراب پینے میں مصروف رہے اور ہمارا علمی سرمایہ شراب میں گروی رہا۔
۳؎ ہر کام ہم کرتے تھے پیر مغاں کی نگاہ میں مستحسن تھا۔
۴؎ پیر کے سایہ میں ایسے سکون سے رہتا تھا جیسے نہر کے کنارے پھول خوب کھلتا ہے۔
۵؎ ہم سے کاروں کے قصے سنانے کی پیر نے اجازت نہ دی۔
۶؎ دل دانا کو آسمان ستانے کی فکر میں ہے۔
۷؎ مطرب نے ایسی پُر درد غزل گائی جس سے تمام حکماء خون کے آنسو رونے لگے۔
۸؎ معشوقوں سے حسن ہی طلب کیا جانا چاہیے۔
۹؎ پیر مغاں چونکہ حقیقت حال سے واقف ہے اس لیے دل کا کھوٹا سکہ نہ چل سکا۔
۱۰؎ سلطان غیاث الدین فرمانروائے بنگال ایک بار بیمار پڑا تیمارداری اور نہلانے کی خدمت تین لونڈیوں کے سپرد ہوئی جن کے نام سرو، گل، لالہ تھے ان خدمات کی بنا پر وہ مقرب بن گئیں، حرم میں شکوے شکایت پیدا ہوئے اس پر بادشاہ نے پہلا مصرعہ تصنیف کیا لیکن دوسرا مصرعہ نہ بنا تو مجبوراً حافظ کو مصرعہ ...

شکرشکن شوند همه طوطیانِ هند
ہندوستان کی تمام طوطیاں شکر خور ہو جائیں گی

زیں قندِ پارسی که به بنگاله میرود
اس پارسی قند سے جو بنگال کو جا رہی ہے

طیِّ مکان ببین و زمان در سلوکِ شعر
شعر کے سلوک میں طیِّ زماں و مکان کو دیکھ

کایں طفلِ یک شبه رهِ یکساله میرود
اس لیے کہ یہ ایک رات کا بچہ ایک سال کے راستہ پر جاتا ہے

بادِ بهار می وزد از بوستانِ شاه
بادشاہ کے باغ سے بہار کی ہوا چلتی ہے

وز ژاله باده در قدحِ لاله میرود
اور شبنم سے لالہ کے پیالے میں شراب بھرتی ہے

آں چشمِ جادوانهٔ عابد فریب بیں
اس جادو بھری، عابد فریب آنکھ کو دیکھ

کش کاروانِ سحر بدنباله میرود
جادو کا قافلہ اس کے پیچھے پیچھے چلتا ہے

خوی کرده میخرامد و بر عارضش سمن
پسینہ میں نہایا ہوا ٹہلتا ہے، اور سمن رخسار پر

از شرمِ روئے او عرق از ژاله میرود
اس کے چہرہ کی شرم سے، شبنم کا پسینہ بہتا ہے

ایمن مشو ز عشوهٔ دنیا که ایں عجوز
دنیا کی ادا سے مطمئن نہ ہو اس لیے کہ یہ بڑھیا

مکاره می نشیند و محتاله میرود
مکار بن کر بیٹھتی ہے اور حیلہ گری کرتی چلتی ہے

چوں سامری مباش که زر دید از خری
سامری کی طرح نہ بن کہ اس نے گدھے پن سے سونا دیکھا

موسیٰ بهشت و از پے گوساله میرود
موسیٰ کو چھوڑا اور بچھڑے کے پیچھے جاتا ہے

حافظ ز شوقِ مجلسِ سلطان غیاثِ دیں
اے حافظ سلطان غیاث الدین کی مجلس کے شوق سے

خامش مشو که کارِ تو از ناله میرود
چپ نہ ہو اس لیے کہ تیرا کام رونے سے چلتا ہے

سروِ چمانِ من چرا میلِ چمن نمیکند
میرا خراماں سرو، چمن کی خواہش کیوں نہیں کرتا؟

همدمِ گل نمیشود یادِ سمن نمیکند
پھول کا ساتھی نہیں ہوتا، سمن کی یاد نہیں کرتا!

تا دلِ هرزه گردِ من رفت بچینِ زلفِ او
میرا آوارہ دل جب سے اس کی زلف کی شکن میں گیا ہے

زاں سفرِ درازِ خود یادِ وطن نمیکند
اپنے اس دراز سفر سے، وطن کی یاد نہیں کرتا

پیشِ کمانِ ابرویت لابه همی کنم ولے
تیری ابرو کی کمان کے سامنے خوشامد کرتا ہوں لیکن

گوشه کشیده است ازاں گوش بمن نمیکند
کھنچی ہوئی ہے اس لیے میری طرف توجہ نہیں کرتی

چوں ز نسیم میشود زلفِ بنفشه پر شکن
بنفشہ کی زلف جب نسیم سے پر شکن ہوتی ہے

وه که دلم چو یاد از آں عهد شکن نمیکند
اُف میرا دل، اُس عہد شکن کی کب کیا یاد نہیں کرتا ہے

با همه عطرِ دامنت آیدم از صبا عجب
مجھے صبا پر تعجب آتا ہے باوجود تیری عطر دامنی کے

کز گذرِ تو خاک را مشک ختن نمیکند
کہ تیرے گزرنے سے خاک کو ختن کا مشک نہیں کرتی ہے

ساقیٔ سیم ساقِ من گر همه زهر میدهد
چاندی جیسی پنڈلی والا، میرا ساقی اگر پھر زہر دیدے

کیست که تن چو جامِ مے جمله دهن نمیکند
کون ہوگا کہ پورے جسم کو جام کی طرح منہ نہیں بناتا ہے

دل بامیدِ وصلِ تو همدمِ جاں نمیشود
تیرے وصل کی امید میں دل جان کا ساتھی نہیں ہوتا

جاں بهوائے کوئے تو فکرِ چمن نمیکند
جان تیرے کوچہ کی خواہش کی وجہ سے چمن کی فکر نہیں کرتی

---

۱ یعنی میری اس فارسی غزل سے تمام شعرائے ہند محظوظ ہوں گے۔

۲ طیّ زمان و مکاں یعنی زمان و مکان لپیٹ دینا سالکوں میں یکساں پیدا ہو جاتا ہے کہ وہ ایسی طویل مسافت کو جو سالوں کی ہو اور سالوں میں طے کی جائے معمولی وقت میں طے کر لیتے ہیں طفلِ یکشبہ سے مراد غزل ہے جو حافظ نے ایک رات میں کہی ہے۔

۳ سامری حضرت موسیٰ کے زمانہ کا مشہور شعبدہ باز ہے جس نے حضرت موسیٰ کے طُور پر جانے کے بعد سونے کا بچھڑا بنایا اور حضرت موسیٰ سے جدا ہو کر اس کی پرستش کرنے اور کرانے لگا۔

۴ نسیم کی وجہ سے جب بنفشہ کی زلفیں پر شکن بنتی ہیں تو مجھے وہ عہد شکن یاد آتا ہے۔

۵ محبوب کے گزرنے سے اگر صبا خاک راہ کو مشک نہ بنائے تو بڑا تعجب ہوگا۔

۶ اگر ساقی زہر بھی پلائے تو میرا جسم دہن بن جائیگا

۷ جسم یہاں پڑا ہے اور ... وصل کے شوق میں ... کو چھوڑ کر چلا گیا۔

دی گلہ ز طرہ اش کردم واز سرِ فسوں
کل میں نے اس کی زلف کی شکایت کی اور اس نے حیلہ کرتے ہوئے

گفت کہ ایں سیاہِ کج گوش بمن نمیکند
کہا یہ کالی، ٹیڑھی میری بات نہیں سنتی

دستِ کرش جفا مکن آبِ رخم کہ فیضِ ابر
میرے رخسار کے آنسوؤں کو ظلم سے عاجز نہ کر اس لئے کہ ابر کا فیض

بے مددِ سرشکِ من درِّ عدن نمیکند
میرے آنسوؤں کی مدد کے بغیر، عدن کے موتی نہیں بناتا

طبلہ سائے شد صبا دامنِ پاکت از چہ رو
صبا طبلہ بیز ہو گئی، تیرا پاک دامن کس لئے

خاکِ بنفشہ زار را مشکِ ختن نمیکند
بنفشہ کے کھیت کی خاک کو ختن کا مشک نہیں بناتا

کشتۂ غمزۂ تو شد حافظِ ناشنیدہ پند
حافظ نصیحت نہ سننے والا، تیری ادا کا شہید ہو گیا

تیغ سزاست ہر کرا درکِ سخن نمیکند
جو بات نہیں سمجھتا، اس کی سزا تلوار ہے

سمن بویاں غبارِ دل چو بنشینند بنشانند
سمن جیسی خوشبو والے جب بیٹھتے ہیں تو دل کا غبار بٹھا دیتے ہیں

پری رویاں قرارِ دل چو بستیزند بستانند
پری جیسے چہرے والے جب ناراض ہوتے ہیں دل کا سکون چھین لیتے ہیں

بفتراکِ بلا جانہا چو بر بندند بر بندند
مصیبت کے فتراک سے جب جانوں کو باندھتے ہیں تو خوب باندھتے ہیں

ز زلفِ عنبریں دلہا چو بفشانند بفشانند
جب عنبریں زلف سے دلوں کو جھٹکتے ہیں تو خوب جھٹکتے ہیں

ز چشم لعلِ رمانی چو میبارند میخندند
جب میری آنکھوں سے رمانی لعل جھڑتے ہیں وہ ہنستے ہیں

ز رویم رازِ پنہانی چو می بینند میخوانند
جب میرے چہرے پر پوشیدہ راز دیکھتے ہیں تو پڑھ لیتے ہیں

بعمرے یک نفس با ما چو بنشینند برخیزند
پوری زندگی میں تھوڑی دیر ہمارے ساتھ بیٹھتے ہیں تو اٹھ کھڑے ہوتے ہیں

نہالِ شوق در خاطر چو برخیزند بنشانند
جب اٹھتے ہیں تو عشق کا پودا، دل میں لگا دیتے ہیں

چو منصور از مراد آنانکہ بر دارند بر دارند
جو منصور کی طرح سولی پر ہیں وہ مقصد پورا کر لیتے ہیں

کہ با ایں درد اگر در بندِ درمانند درمانند
اس لیے کہ اس درد کے ہوتے ہوئے جو علاج کی فکر میں ہیں محروم ہیں

سرشکِ گوشہ گیراں را چو دریابند دُر یابند
جب گوشہ نشینوں کے آنسو حاصل کرتے ہیں، موتی پاتے ہیں

رخ از مہرِ سحر خیزاں نگردانند اگر دانند
اگر پہچان جاتے ہیں تو سحر خیزوں کی محبت سے روگردانی نہیں کرتے

بدیں حضرت چو مشتاقاں نیاز آرند ناز آرند
اس دربار میں جب عاشق نیاز پیش کرتے ہیں تو وہ ناز کرتے ہیں

بدیں درگاہ حافظ را چو می رانند میخوانند
اس دربار سے جب حافظ کو بھگا دیتے ہیں، بلا لیتے ہیں

سحرم دولتِ بیدار بہ بالیں آمد
صبح بیدار بخت، میرے سرہانے آیا

گفت برخیز کہ آں خسروِ شیریں آمد
بولا، اٹھ وہ شیریں شاہ آ گیا

قدحے درکش و سرخوش بتماشا بخرام
پیالہ پی، اور مست ہو کر سیر کے لیے نکل

تا بہ بینی کہ نگارت بچہ آئیں آمد
تاکہ تو دیکھے کہ تیرا محبوب کس شان سے آیا

مژدگانی بدہ اے خلوتیِ نافہ کشائے
اے نافہ کے کھولنے والے گوشہ نشیں انعام دے

کہ ز صحرائے ختن آہوئے مشکیں آمد
اس لیے کہ ختن کے جنگل سے مشک والا ہرن آ گیا

---

[1] زلف کے مظالم پر کہنے لگا کہ یہ میرے قبضہ میں بھی نہیں ہے۔
[2] بارش میں جب میرے آنسو ملتے ہیں جب اِن سے عدن کے سمندر میں موتی بنتا ہے لہٰذا یہ قابلِ احترام ہیں۔
[3] طبلہ چند خوشبوؤں کے مجموعہ سے بنایا جاتا ہے جس کی پوٹلی دماغی تفریح کے لیے سنگھائی جاتی ہے۔ یعنی بادِ صبا نے چمن میں خوشبو بچھا رکھی ہے۔
[4] حسینوں کی ملاقات دل کی کلفتیں دور کر دیتی ہے ان کی ناراضگی بیقرار کر دیتی ہے۔
[5] فتراک اس تھیلے کو کہا جاتا ہے جو زین میں لٹکایا جاتا ہے تاکہ شکار کر کے اس میں رکھ دیا جائے۔
[6] میرے دل راز چہرے سے پڑھ لیتے ہیں۔
[7] حسن بن منصور حلاج مشہور صوفی ہیں جو انا الحق کہنے کی پاداش میں سولی پر چڑھا دیے گئے تھے۔
[8] عاشقوں کے آنسوؤں سے ان کو دولت ملتی ہے۔
[9] خلوتی یعنی عاشق، اس کو نافہ کشا اس لئے قرار دیا ہے کہ وہ گوشۂ تنہائی میں معشوق کی خوشبو سے مشامِ جہان کو معطر کرتا رہتا ہے۔

گریۂ آبے برُخِ سوختگاں باز آورد
جلے ہوؤں کے رُخ پر گریہ نے پھر رونق پیدا کر دی

نالۂ فریاد رس عاشقِ مسکیں آمد
نالہ، مسکین عاشق کا فریاد رس بن کر آیا

مرغِ دل باز ہوادارِ کماں ابروئیست
مُرغِ دل اُس کمان جیسی ابرو والے کا پھر خواہشمند ہے

کہ کمیں صیدگہش جان و دل و دیں آمد
جس کی اولیٰ شکار گاہ، جان، اور دل و دین ہیں

در ہوا چند معلّق زنی و جلوہ کنی
ہوا میں کب تک قلا بازی کھائے گا اور جلوہ دکھائے گا

اے کبوتر نگراں باش کہ شاہیں آمد
اے کبوتر ہوشیار ہو خبردار کہ باز آ گیا

ساقیا مے بدہ و غم مخور از دشمن و دوست
اے ساقی شراب دے، اور دشمن و دوست کا غم نہ کر

کہ بکامِ دلِ ما آں بشد و ایں آمد
اس لیے کہ ہماری تمنا کے موافق وہ گیا اور یہ آیا

شادیِ یارِ پریچہرہ بدہ بادۂ ناب
پری چہرہ یار کی خوشی میں، خالص شراب دے

کہ مئے لعل دوائے دلِ غمگیں آمد
اس لیے، کہ لعل جیسی شراب غمگین دل کی دوا ہے

رحمِ بدعہدیِ ایّام چو دید ابرِ بہار
ابرِ بہار نے جب زمانہ کی بدعہدی کی عادت دیکھی

گریہ اش بر سمن و سنبل و نسریں آمد
اس کو سمن، سنبل اور نسرین پر رونا آیا

چوں صبا گفتۂ حافظ بشنید از بلبل
جب صبا نے بلبل سے حافظ کا کہا ہوا سنا

عنبر افشاں بتماشائے ریاحیں آمد
عنبر بکھیرتی ہوئی، پھولوں کی سیر کو آئی

ستارۂ بدرخشید و ماہِ مجلس شد
ایک ستارہ چمکا، اور مجلس کا چاند بن گیا

دلِ رمیدۂ مارا انیس و مونس شد
ہمارے وحشی دل کے لئے انیس اور مونس ہو گیا

نگارِ من کہ بمکتب نرفت و خط ننوشت
میرا محبوب، جو نہ مکتب گیا، نہ اس نے لکھنا سیکھا

بغمزہ مسئلہ آموزِ صد مدرّس شد
اپنی ادا سے سو مدرّسوں کو مسئلہ سکھانے والا ہو گیا

طربِ سرائے محبت کنوں شود معمور
محبت کی طرب سرائے، اب آباد ہو جائیگی

کہ طاقِ ابروئے یارِ منش مہندس شد
اس لیے کہ میرے یار کے ابرو کا طاق اس کا انجنیئر ہو گیا

ببوئے او دلِ بیمارِ عاشقاں چو صبا
عاشقوں کا بیمار دل اس کی خوشبو کی وجہ سے صبا کی طرح

فدائے عارضِ نسرین و چشمِ نرگس شد
نسرین کے رخسار اور نرگس کی آنکھ پر قربان ہو گیا

بصدرِ مصطبہ ام می نشاند اکنوں یار
یار مجھے اب شراب خانہ کے صدر مقام پر بٹھاتا ہے

گدائے شہر نگہ کن کہ میرِ مجلس شد
دیکھو! شہر کا فقیر، میرِ مجلس ہو گیا

لب از ترشحِ مے پاک کن برائے خدا
خدا کے لیے شراب کے قطروں سے ہونٹ صاف کر لے

کہ خاطرم بہزاراں گنہ موسوس شد
اس لیے کہ میری طبیعت میں ہزار گناہوں کے وسوسے آنے لگے

کرشمۂ تو شرابے بعاشقاں پیمود
تیری ادا نے عاشقوں کے لیے وہ شراب ناپی

کہ علم بیخبر افتاد و عقل بیحس شد
کہ علم بے خبر ہو گیا، اور عقل بے حس ہو گئی

خیالِ آبِ خضر بست و جامِ کیخسرو
آبِ حیات کا خیال باندھا اور کیخسرو کے جام کا

بجرعہ نوشی سلطاں ابوالفوارس شد
ایک گھونٹ پینے سے سلطان، ابوالفوارس بن گیا

۱۔ عاشق کا چہرہ زرد پڑ گیا تھا خونی آنسو رونے سے پھر چہرہ سُرخ ہو گیا گویا کہ نالہ نے مدد کی اور یہ فائدہ پہونچایا۔
۲۔ کبوتر سے دل، اور شاہین سے محبوب مراد ہے۔
۳۔ آں سے مراد دشمن اور ایں سے مراد دوست ہے۔
۴۔ ابرِ بہار کی بارش گویا کہ چمن کی آنے والی تباہی پر رونا ہے۔
۵۔ حافظ کی یہ غزل بدحت النبی میں ہے ستارہ سے آنحضور مراد ہیں۔
۶۔ اب چونکہ تیرے طاقِ ابرو کے نقشہ پر ہوگی لہذا پر رونق تعمیر ہوگی۔
۷۔ نسرین کے رخسار اور نرگس کی آنکھ پہ دل اس لیے قربان ہے کہ ان میں محبوب کی شباہت ہے۔
۸۔ عاشق شراب کو آبحیات اور جام کو جامِ کیخسرو سمجھتے ہیں اور ایک گھونٹ پینے سے شاہ بنجاتے ہیں۔

چو زرِ عزیز وجود است شعرِ من آرے
سونے کی طرح میرے اشعار نادر الوجود ہیں، ہاں
قبولِ دولتیاں کیمیائے ہر مس شد
دولتمندوں کی پسندیدگی، ہر تانبے کی کیمیا بنی

ز دو چشمت از دل و دیں ہر چہ داشتم بردند
دل اور دین جو کچھ میرے پاس تھا تیری دونوں آنکھیں لے گئیں
توانگرے کہ بمستاں[1] نشست مفلس شد
جو مالدار، مستوں کے ساتھ بیٹھا مفلس ہوا

زراہِ میکدہ یاراں عناں بگردانید
اے یارو! شراب خانہ کے راستے سے باگ موڑ دو
چرا کہ حافظ ازیں راہ رفت و مفلس شد
اس لیے کہ حافظ اس راستے پر چلا اور مفلس ہوا

ساقی[2] ار بادہ ازیں دست بجام اندازد
ساقی، اگر اس ہاتھ سے جام میں شراب ڈالے گا
عارفاں را ہمہ در شربِ مدام اندازد
تمام عارفوں کو مسلسل شراب نوشی میں مبتلا کر دیگا

ور چنیں زیرِ خمِ زلف نہد دانۂ خال
اگر زلف کے پیچ کے نیچے تل کا ایسا ہی دانہ رکھے گا
اے بسا مرغِ خرد را کہ بدام اندازد
تو عقل کے بہت سے پرندوں کو جال میں پھنسائیگا

آں زماں وقتِ مے صبح فروغ است کہ شب
صبح کو روشن کرنیوالی شراب پینے کا وہ وقت ہے جبکہ رات
گردِ خرگاہِ افق پردۂ شام اندازد
افق کے خیمہ کے چاروں طرف شام کا پردہ ڈالے

روز در کسبِ ہنر کوش کہ مے خوردنِ روز[3]
دن میں ہنر حاصل کرنے کی کوشش کر اس لیے کہ دن میں شراب پینا
دلِ چوں آئنہ در زنگِ ظلام اندازد
آئینہ جیسے دل کو تاریکی کے زنگ میں مبتلا کر دیتا ہے

اے خوشا حالتِ آں مست کہ در پائے حریف
اس مست کی حالت کیا ہی اچھی ہے جو کہ یار کے قدموں پر
سر و دستار[4] نداند کہ کدام اندازد
یہ نہ سمجھے کہ سر اور دستار میں سے کس کو ڈالے

زاہدا سر بکلہ گوشۂ خورشید بر آر
اے زاہد خورشید کی کلاہ کے گوشہ کی برابر سر ابھار
بختت ار قرعہ بدیں ماہِ تمام اندازد
اگر تیرا نصیبہ اس پورے چاند پر قرعہ ڈالدے

زاہدِ خام طمع بر سرِ انکار بماند
ناقص، زاہد، انکار پر قائم رہا
پختہ گردد چو نظر بر مے جام اندازد
پختہ بنجائے، اگر شراب کے جام پر نظر ڈالے

بادہ با محتسبِ شہر ننوشی حافظ
اے حافظ شہر کے محتسب کے ساتھ شراب نوشی نہ کرنا
کہ خورد بادۂ ات و سنگ بجام اندازد
تیری شراب بھی پی جائیگا اور جام پر پتھر مارے گا

سحر چوں خسروِ خاور علم بر کوہساراں زد
صبح کو جب مشرق کے بادشاہ نے پہاڑوں پر جھنڈا گاڑا
بدستِ مرحمت یارم درِ امیدواراں زد
میرے یار نے مہربانی کے ہاتھ سے امیدواروں کا دروازہ کھٹکھٹایا

چو پیشِ صبح روشن شد کہ حالِ مہرِ گردوں چیست
جب صبح پر یہ بات کھل گئی کہ آسمان کی محبت کا کیا حال ہے
بر آمد خندۂ خوش[5] بر غرورِ کامگاراں زد
نمودار ہوئی، کامیابوں کے غرور پر ایک قہقہہ لگایا

نگارم دوش در مجلس بعزمِ رقص چوں برخاست
کل شب جب میرا محبوب رقص کے ارادے سے مجلس میں کھڑا ہوا
گرہ بکشود از گیسو و بر دلہائے یاراں زد
گیسو کی گرہ کھولی اور دوستوں کے دلوں پر لگا دی

[1] مستاں سے مراد، محبوب کی آنکھیں ہیں۔
[2] ساقی اگر اس ادا سے شراب پلاتا رہیگا تو تمام عارف مستقل شرابی بن جائیں گے۔
[3] شراب نوشی کا وقت دن پیچھے کا ہے، دن کی شراب نوشی تباہ کر دیتی ہے۔
[4] اتنا بھی ہوش نہ رہے کہ سر کو قربان کرے یا پگڑی کو۔
[5] چونکہ صبح پر یہ بات روشن ہو گئی کہ آسمان کی محبت ناپائیدار ہے لہٰذا اس نے کامیابوں کے غرور پر قہقہہ لگایا۔

منِ از رنگِ صلاح آندم بخونِ دل بشستم دست
میں نے نیکی کے رنگ سے دل کے خون سے اس وقت ہاتھ دھو
کہ چشمِ بادہ پیمایش صلا بر ہوشیاراں زد
جبکہ اُس کی بادہ پیما آنکھ نے ہوشیاروں پر آوازہ کسا

کدام آہن دلش آموخت این آئینِ عیاری
کس لوہے کے دل والے نے اس کو اس چالاکی کا طریقہ سکھایا ہے
کز اوّل چون برون آمد رہِ شب زندہ داراں زد
کہ جیسے ہی وہ باہر نکلا شب بیداروں پر اس نے ڈاکہ ڈالا

خیالِ شہسواراں پخت و شد ناگہ دلِ مسکیں
مسکین دل نے شہسواروں کا خیال پکایا اور روانہ ہو گیا
خداوندا نگہدارش کہ بر قلبِ سواراں زد
اے خدا اس کی حفاظت فرما، سواروں کے بیچ پر حملہ آور ہوا ہے

منِ با خرقۂ پشمیں کجا اندر کمند آرم
اونی گدڑی کے ساتھ میں اس کو کیسے کمند میں پھنسا سکتا ہوں!
زرہ موئے کہ مژگانش رہِ خنجر گذاراں زد
جو بالوں کی زرہ پہنے ہے جس کی ہر پلک نے خنجر زنوں پر ڈاکہ ڈالا

نظر بر قرعۂ توفیق و یمنِ دولتِ شاہ است
توفیق کے قرعہ اور بادشاہ کی دولت کی برکت پر نظر ہے
بدہ کامِ دلِ عاشق کہ فالِ بختیاراں زد
عاشق کے دل کا مقصد پورا کر کہ اس نے نصیبے والوں کی فال نکالی ہے

شہنشاہِ مظفر فر شجاعِ ملک و دیں منصور
جو مظفر کی شان و شوکت والا، ملک اور دین کا شجاع منصور ہے
کہ جودِ بیدریغش خندہ بر ابرِ بہاراں زد
جس کی بے روک ٹوک سخاوت نے ابرِ بہاری کی ہنسی اڑائی ہے

از آں ساعت کہ جامِ مے بدستِ او مشرف شد
جس وقت سے کہ شراب کا جام اس کے ہاتھ سے مشرف ہوا
زمانہ ساغرِ شادی بیادِ میگساراں زد
زمانے نے خوشی کا ساغر شرابیوں کی یاد پر اڑایا

ز شمشیرِ سر افشانش ظفر آں روز بدرخشید
سروں کو کاٹنے والی تلوار کے ذریعہ فتحمندی اس دن چمکی
کہ چوں خورشیدِ انجم سوز تنہا بر ہزاراں زد
جبکہ ستاروں کو جلا دینے والے آفتاب کی طرح تنہا ہزاروں پر حملہ کیا

تعالی اللہ زہے ذاتے کہ تا از رنگِ ہستی یافت
سبحان اللہ وہ ذات کیا ہی خوب ہے کہ اس نے جب سے وجود کا رنگ اختیار کیا ہے
صفائے جوہرِ پاکش دم از پرہیزگاراں زد
اس کے پاک جوہر کی صفائی نے پرہیزگاروں میں دم بھرا ہے

در آب و رنگِ رخسارش چہ خوں خوردیم و جاں دادیم
اس کے رخسار کے آب اور رنگ کی وجہ سے جب ہم نے خون پیا جان دیدی
چو نقشش دست داد اوّل رقم بر جاں سپاراں زد
جب اس کا نقش ظاہر ہوا ہے پہلے جان نثاروں پر خط کھینچ دیا

دوامِ ملک و عمرِ او بخواہ از لطفِ حق حافظ
اے حافظ! حق کی مہربانی سے اس کے ملک اور عمر کی ہمیشگی چاہ
کہ چرخ ایں سکۂ دولت بنامِ شہسواراں زد
اس لیے کہ آسمان نے اس حکومت کا سکہ شاہسواروں کے نام پر چلایا

سحر بلبل حکایت با صبا کرد
صبح کو بلبل نے صبا سے کہا
کہ عشقِ گل بما دیدی چہا کرد
تو نے دیکھا، پھول کے عشق نے ہمارے ساتھ کیا کیا

غلامِ ہمتِ آں نازنینم
میں اس نازنین کی توجہ کا غلام ہوں
کہ کارِ خیر بے روی و ریا کرد
جس نے رو اور ریا کے بدون کارِ خیر کیا

خوشش باد آں نسیمِ صبحگاہی
صبح کے وقت کی نسیم اس کے لیے مبارک ہو
کہ دردِ شب نشیناں را دوا کرد
جس نے شب نشینوں کے درد کی دوا کی

من از بیگانگاں ہرگز ننالم
میں بیگانوں کا ہرگز شاکی نہیں ہوں
کہ با من ہر چہ کرد آں آشنا کرد
اس لیے کہ میرے ساتھ جو کچھ کیا اس آشنا نے کیا

ؔ محبوب کی نگاہ نے جب ہوشیاروں پر آوازہ کسا تو میں نیکی سے ہاتھ دھو بیٹھا۔
ؔ رات کو جاگنے والوں پر ڈاکہ ڈالنا انتہائی سخت دلی اور چالاکی ہے
ؔ محبوب شہسوار ہے اس پر حملہ کر کے رام کرنا آسان نہیں ہے۔
ؔ میں گدڑی پوش اور وہ ریشمیں زرہ پہنے ہوئے ہے اس کی ہر پلک خنجر ہے
ؔ یہاں سے شاہ مظفر شجاع الدین منصور کی تعریف کی طرف گریز کیا ہے۔
ؔ جب صورت سکتی ہے تو سب رستے غائب ہو جاتے ہیں۔
ؔ صورت ہمیشہ سے نیک ہے۔
ؔ اس کے کاموں میں ریاکاری کا شائبہ نہیں ہے۔

نقابِ گل کشید از زلفِ سنبل
سنبل کی زلف سے، پھول پر نقاب ڈالدیا
اگر بندِ قبائے غنچہ وا کرد
اگر غنچہ کی قبا کا بند کھولا

ازآں رنگ ورخم خوں در دل انداخت
اُس رنگ اور رُخ سے اس نے میرے دل میں خون ڈالدیا
ازآں گلشن بخارم مبتلا کرد
اس گلشن سے، مجھے کانٹوں میں مبتلا کردیا

بہر سو بلبلِ بیدل درافغاں
بےدل، بلبل ہر جانب فریادی رہا
تنعّم درمیاں بادِ صبا کرد
بادِ صبا نے بیچ میں، عیش اڑائے

گرازسلطاں طمع کردم خطا بود
اگر میں نے بادشاہ سے توقع لگائی غلطی تھی
ورازدلبر وفا جستم جفا کرد
اگر دلبر سے، وفا چاہی اس نے ظلم کیا

وفا از خواجگانِ شہر بامن
شہر کے سرداروں میں سے میرے ساتھ وفا
کمالِ دین و دولت بوالوفا کرد
دین اور دولت کے کمال ابوالوفا نے کی

بشارت بر بکوئے مے فروشاں
مے فروشوں کے کوچہ میں خوشخبری لے جا
کہ حافظ توبہ از زہد و ریا کرد
کہ حافظ نے زہد، اور ریا سے توبہ کرلی

سرِ سودائے تو اندر سرِ ما میگردد
تیری محبت کا خیال، ہمارے سر میں چکر لگاتا ہے
تو ببیں در سرِ شوریدہ چہا میگردد
تو دیکھ، پریشان سر میں کیا کچھ گذر رہا ہے

ہر کہ دل در سرِ چوگانِ سرِ زلفِ تو بست
جس نے تیری زلف کے بلّے سے دل وابستہ کردیا
لاجرم گوئے صفت بے سر و پا میگردد
لامحالہ گیند کی طرح بے سر اور پیر کے گھومتا ہے

گرچہ بیداد و جفا میکند ایں دلبرِ من
اگرچہ میرا یہ دلبر، ظلم کرتا ہے
ہمچناں در پئے آں دل بوفا میگردد
دل اسی طرح سے وفا کی اُمید میں اس کے پیچھے گھومتا ہے

از جفائے فلک و غصّۂ دوراں صد بار
آسمان کے ظلم، اور زمانے کے رنج سے سو بار
بر تنم پیرہن صبر قبا میگردد
میرے جسم پر، صبر کا کرتہ قبا بن جاتا ہے

در نحیفی و نزاری تنِ بیچارۂ من
کمزوری اور لاغری میں میرا بیچارہ جسم
چوں ہلالیست کہ انگشت نما میگردد
چاند کی طرح ہے، جو انگشت نمائی کے قابل بنجاتا ہے

بلبلِ طبعِ من از فرقتِ گلزارِ رخش
اُسکے رُخ کے گلزار کی جدائی کی وجہ سے میری طبیعت کی بلبل
دیر گاہست کہ بے برگ و نوا میگردد
کافی زمانہ ہوگیا ہے کہ بے سرو سامان چکر لگا رہی ہے

بہ ہواداریت اے سرو قدِ لالہ عذار
اے سرو قد! لالہ رخسار، تیری محبت میں
بسکہ آشفتہ و سرگشتہ چو ما میگردد
بہت سے حیران اور پریشان ہیں جو ہماری طرح چکر لگا رہے ہیں

دلِ حافظ چو صبا بر سرِ کوئے تو مقیم
حافظ کا دل، صبا کی طرح تیرے کوچہ میں مقیم ہے
دردمندست و بہ امیدِ دوا میگردد
دردمند ہے اور دوا کی امید میں گھوم رہا ہے

۱؎ یہ شعر اور اگلا شعر اُس آشنا کے ظلم کا بیان ہے یعنی اگر وہ کبھی بلٹ کرتا ہے تو چہرے پر زلف کا نقاب ڈال لیتا ہے۔
۲؎ عاشق پریشان ہے دوسرے مزے اڑا رہے ہیں۔
۳؎ کمال الدین ابوالوفا حافظ کا ممدوح ہے۔
۴؎ محبوب کا خیال ہمارے سر میں سمایا ہے اور طرح طرح سے ستا رہا ہے۔
۵؎ جو تیری زلف سے دل وابستہ کرے گا وہ گیند کی طرح بے سر وپا ہو جائے گا۔
۶؎ یعنی دامن صبر چاک ہو جاتا ہے۔
۷؎ جس طرح پہلی رات کے چاند کی طرف انگلیاں اٹھتی ہیں اسی طرح لاغری کی وجہ سے میری طرف اٹھتی ہیں۔

ساقی اندر قدحم بازمئے گلگوں کرد
ساقی نے میرے پیالے میں پھر گلگوں شراب بھر دی

درمئے کہنۂ دیرینۂ ما افیوں کرد
ہماری بہت پرانی شراب میں افیون ملا دی

دیگراں راقدح دیرینہ برابر میداد
دوسروں کو پرانی شراب برابر دے رہا تھا

بمن دل شدہ چوں بازرسید افزوں کرد
جب مجھ دل گم شدہ تک پہنچا تو اس میں اضافہ کر دیا

ایں قدح ہوشِ مرا جملہ بیکبار ببرد
یہ پیالہ میرے ہوش کو یکبارگی اڑا لے گیا

ایں مے ایں بار مرا پاک زخود بیروں کرد
اس شراب نے اس بار مجھے آپنے سے بالکل باہر کر دیا

تو مپندار کہ در ساغر و پیمانۂ ما
تو یہ نہ سمجھ کہ ہمارے ساغر اور پیمانہ میں

بتِ سنگیں دلِ من خونِ جگر اکنوں کرد
میرے پتھر دل محبوب نے خونِ جگر اب ملایا ہے

آنچہ در سینۂ مجروحِ منش دل خوانی
میرے زخمی سینہ میں جو چیز جسکو تو دل کہتا ہے

شورِ عشق است کہ با خونِ جگر معجوں کرد
وہ عشق کا شور ہے جو خونِ جگر کے ساتھ معجون بنایا ہے

روزِ اول کہ بہ استاد سپردند مرا
پہلے دن جب انہوں نے مجھے استاد کے سپرد کیا

دیگراں را خرد آموخت مرا مجنوں کرد
اس نے دوسروں کو عقل سکھائی، مجھے مجنوں بنا دیا

دلِ حافظ کہ ز افسونِ لبت ایمن بود
حافظ کا دل، جو تیرے ہونٹ کے منتر سے محفوظ تھا

چشمِ جادوئے تو اش بارِ دگر افسوں کرد
تیری جادو کی آنکھ نے اس پہ دوبارہ جادو کر دیا

سپیدہ دم کہ صبا بوئے دوستاں گیرد
صبح کی پو پھٹتے وقت جبکہ صبا دوستوں کی خوشبو حاصل کر لیتی ہے

چمن ز لطفِ ہوا نکہتِ جناں گیرد
چمن ہوا کی پاکیزگی کی وجہ سے جنتوں کی خوشبو پا لیتا ہے

نوائے چنگ بدانساں زند صلائے صبوح
چنگ کی آواز، صبوحی شراب کی دعوت اس طور پر دیتی ہے

کہ پیرِ صومعہ راہِ درِ مغاں گیرد
کہ عبادت خانہ کا پیر مغوں کے دروازہ کا راستہ اختیار کرتا ہے

شہِ سپہر چو زریں سپر کشد بر دوش
جب آسمان کا بادشاہ کندھے پر زریں ڈھال دھر لیتا ہے

بہ تیغِ صبح و عمودِ افق جہاں گیرد
صبح کی تلوار اور افق کے گرز سے دنیا پر قبضہ کر لیتا ہے

برغمِ زاغِ سیہ شاہبازِ سدرہ نشیں
سدرہ پر بیٹھنے والا شہباز سیاہ کوے کے منشا کے خلاف

دریں مقرنسِ زنگاری آشیاں گیرد
اس زنگاری بلند قلعہ میں آشیانہ بنا لیتا ہے

بہ بزمگاہِ چمن رو کہ خوش تماشائیست
چمن کی سیرگاہ میں جا، بہترین منظر ہے

کہ لالہ کاسۂ نسرین و ارغواں گیرد
کہ لالہ نسرین، اور ارغواں کا پیالہ اٹھائے ہے

چہ حالتیست کہ گل در سحر نماید رخ
کیا حالت ہے، کہ پھول صبح کو رونمائی کرتا ہے

چہ آتشیست کہ در مرغِ صبح خواں گیرد
کیا آگ ہے جو صبح کو چہکنے والے پرند میں لگتی ہے

چہ پرتویست کہ نورِ چراغِ صبح دہد
کیا روشنی ہے، جو صبح کے چراغ کا نور دیتا ہے

چہ شعلہ ایست کہ در شمعِ آسماں گیرد
کیا شعلہ ہے، جو آسمان کی شمع میں لگتا ہے

خیالِ شاہی اگر نیست در سرِ حافظ
اگر حافظ کے سر میں، شاہی کا خیال نہیں ہے

چرا بہ تیغِ سخن عرصۂ جہاں گیرد
تو کیوں کلام کی تلوار سے دنیا کا میدان فتح کرتا ہے

---

۱ شراب کے نشہ کو دوبالا کرنے کیلئے اس میں افیون ملا دی جاتی ہے۔
۲ اس پیالے نے مجھے بالکل بیخود اور مدہوش بنا دیا۔
۳ میرا دل کیا ہے عشق اور خونِ جگر کی معجون مرکب ہے۔
۴ استاد ازل نے دوسروں کو عقل اور ہمیں جنون کی تعلیم دی۔
۵ صبا جب دوستوں کی خوشبو لیکر چلتی ہے، چمن جنت بن جاتا ہے۔
۶ زریں سپر یعنی سورج۔
۷ زاغ سیہ سے رات اور شاہباز سے دن مراد ہے۔ مقرنس زنگاری نیلے رنگ کا بلند قلعہ یعنی آسمان۔
۸ لالہ اپنے ہاتھ میں نسرین اور ارغوان کا ساغر تھامے ہے۔
۹ حافظ اپنے کلام کے ذریعہ دنیا پر بادشاہت کا سکہ جمانا چاہتا ہے۔

شاہداں گر دلبری زینساں کنند — زاہداں را رخنہ در ایماں کنند
معشوق، اگر اس طرح دلبری کریں گے — زاہدوں کے ایمان میں، خلل ڈالدیں گے

ہر کجا آں شاخِ نرگس بشگفد — گلرخانش دیدہ نرگسداں کنند
جہاں کہیں، وہ نرگس کی شاخ کھلتی ہے — گلرخ اپنی آنکھ کو اس کے لئے نرگس دان بناتے ہیں

یارِ ما چوں سازد آہنگ سماع — قدسیاں در عرش دست افشاں کنند
میرا یار، جب سماع کا ارادہ کرتا ہے — فرشتے عرش پر، رقص کرنے لگتے ہیں

رُخ نماید آفتابِ دولتت — گر چو صبحت آئنہ رخشاں کنند
تیری دولت کا آفتاب، طلوع ہوگا — اگر صبح کی طرح، تیرا آئینہ روشن کردیں

مردمِ چشمم بخوں آغشتہ شد — از کجا ایں ظلم بر انساں کنند
میری آنکھ کی پتلی، خون میں آلودہ ہوگئی — یہ ظلم انسان پر، کہاں سے کرتے ہیں

عاشقاں را بر سرِ خود حکم نیست — ہرچہ فرمانِ تو باشد آں کنند
عاشقوں کو اپنے اوپر اختیار نہیں ہے — جو تیرا حکم ہوتا ہے، وہ کرتے ہیں

پیشِ چشمم کمتر است از قطرہ — آں حکایتہا کہ از طوفاں کنند
میری نظر میں، ایک قطرے سے بھی کم ہیں — وہ قصے جو طوفان کے بیان کرتے ہیں

کن نگاہے از دو چشمت تا رواں — مرگ را بر بیدلاں آساں کنند
اپنی دونوں آنکھوں سے ایک نظر ڈالدے تاکہ جلد — موت کو، بیدلوں پر آسان کردیں

عیدِ رخسارِ تو کو تا عاشقاں — در وفایت جان و دل قرباں کنند
تیرے رخسار کی عید کہاں ہے؟ تاکہ عاشق — تیری وفاداری میں جان اور دل کو قربان کردیں

اے جوانِ سرو قد گوئے بزن — پیش ازاں کز قامتت چوگاں کنند
اے سرو قد، نوجوان! گیند مار — اس سے پہلے کہ تیرا قد بلے کی طرح کردیں

خوش برآی از غصہ اے دل کاہلِ راز — عیشِ خوش در بوتۂ ہجراں کنند
اے دل! خوش خوش رنج سے نکل آ، اس لئے کہ راز والے — فراق کی کٹھالی میں عیش کی زندگی بسر کرتے ہیں

سرمکش حافظ ز آہِ نیم شب
اے حافظ! آدھی رات کی آہ سے سرتابی نہ کر

تا چو صبحت آئینہ رخشاں کنند
تاکہ صبح کی طرح تیرے آئینہ کو روشن کردیں

شرابِ بیغش و ساقیِ خوش دو دامِ رہند — کہ زیرکانِ جہاں از کمندِ شاں نرہند
خالص شراب اور حسین ساقی، راستے کے ایسے دو جال ہیں — کہ دنیا کے عقلمند ان کی کمند سے رہائی نہیں پاتے ہیں

من ارچہ عاشقم و رند و مست و نامہ سیاہ — ہزار شکر کہ یارانِ شہر بیگنہند
میں اگرچہ عاشق اور رند اور مست اور نامہ سیاہ ہوں — ہزار شکر ہے کہ شہر کے دوست بے گناہ ہیں

مبیں حقیر گدایانِ عشق را کایں قوم — شہانِ بے کمر و خسروانِ بے کلہ اند
عشق کے فقیروں کو حقیر نہ سمجھ اس لئے کہ یہ لوگ — بے پٹکے کے شاہ، اور بے تاج کے بادشاہ ہیں

ے شعر
پڑے تسبیح زاہد پر نگاہ مست اگر اسکی
تو بنے ہر اک دانہ انگور اسکے دانہ دانہ سے

ے میرے معشوق کو دوسرے حسین آنکھوں پر بٹھاتے ہیں۔
ے عاشق خود بے اختیار اور معشوق کے فرمانبردار ہوتے ہیں۔
ے طوفانِ نوح میری نظروں میں ایک قطرہ بھی نہیں ہے۔
ے جوانی میں کوئی کام کرلے بڑھاپا بیکاری کا وقت ہے۔
ے نیم شبی آہ سے دل کا آئینہ صاف ہوتا ہے۔
ے یہ زہد کے دعوے داروں پر لطیف طنز ہے۔
ے شعر
خاکسارانِ جہاں را بحقارت منگر
تو چہ دانی کہ دریں گرد سوارے باشد

جفا نہ شیوۂ درویشی است و راہروی
درویشی، اور سلوک کا شیوہ ظلم نہیں ہے

بیار بادہ کہ ایں سالکاں نہ مردِ رہند
شراب لا، یہ سالک مردِ راہ نہیں ہیں

مکن کہ کوکبۂ دلبری شکستہ شود
ایسا نہ کر ورنہ دلبری کی شان و شوکت ختم ہو جائیگی

چو چاکراں بگریزند و بندگاں بجہند
جب خادم بھاگ جائیں گے، اور غلام مفرور ہو جائیں گے

غلامِ ہمتِ دُردی کشانِ یکرنگم
میں یکرنگ، تلچھٹ پینے والوں کی توجہ کا غلام ہوں

نہ آں گروہ کہ ازرق لباس و دل سیہند
نہ کہ اس گروہ کا، جو نیلے لباس والے اور سیاہ دل ہیں

قدم منہ بخرابات جز بشرطِ ادب
ادب کے طریقہ کے بغیر شراب خانہ میں قدم نہ دھر

کہ ساکنانِ درش محرمانِ پادشہند
اس لئے کہ اس کے در کے باشندے بادشاہ کے خواص ہیں

بہوش باش کہ ہنگامِ بادِ استغنا
ہوش میں رہ کہ بے نیازی کی ہوا کے وقت

ہزار خرمنِ طاعت بہ نیم جو بدہند
اطاعت کے ہزار کھلیانوں کو آدھے جو میں دے بیٹھتے ہیں

جنابِ عشق بلندست ہمتے حافظ
عشق کی بارگاہ اونچی ہے، حافظ ہمت بلند رکھ

کہ عاشقاں رہِ بے ہمتاں بخود ندہند
اس لیے کہ عاشق بے ہمتوں کا راستہ نہیں اپناتے

شاہد آں نیست کہ موئے و میانے دارد
معشوق وہ نہیں ہے جو زلف اور کمر رکھتا ہو

بندۂ طلعتِ آں باش کہ آنے دارد
اس کے چہرے کا غلام بن، جو کوئی آن رکھتا ہو

شیوۂ حور و پری خوب و لطیف است ولے
حور اور پری کا شیوہ، اچھا اور پاکیزہ ہے لیکن

خوبی آنست و لطافت کہ فلانے دارد
خوبی اور لطافت وہ ہے، جو فلاں رکھتا ہے

چشمۂ چشمِ مرا اے گلِ خنداں دریاب
اے ہنستے پھول! میری آنکھ کے چشمہ پر پہونچ

کہ بامیدِ تو خوش آبِ روانے دارد
کیونکہ تیری امید میں بہت اچھا جاری پانی رکھتا ہے

مرغِ زیرک نشود در چمنش نغمہ سرائے
ہوشیار پرندہ اس کے چمن میں نہیں گاتا

ہر بہارے کہ بدنبال خزانے دارد
ہر وہ بہار جو اپنے پیچھے ایک خزاں رکھتی ہو

خمِ ابروئے تو در صنعتِ تیر اندازی
تیر اندازی کے ہنر میں، تیرے ابرو کا خم

بستد از دستِ ہر آنکس کہ کمانے دارد
ہر کمان دار کے ہاتھ سے کمان چھین لیتا ہے

گوئے خوبی کہ برد از تو کہ خورشید آنجا
تجھ سے خوبی کی گیند کون جیت سکتا ہے کیونکہ آفتاب بھی وہاں

نہ سوار لیست کہ در دست عنانے دارد
ایسا سوار نہیں ہے، جو ہاتھ میں باگ رکھتا ہو

دلنشیں شد سخنم تا تو قبولش کردی
جب سے تونے اس کو پسند کیا ہے میرا کلام دلنشیں ہو گیا ہے

آرے آرے سخنِ عشق نشانے دارد
ہاں، ہاں، عشق کی بات ایک اثر رکھتی ہے

در رہِ عشق نشد کس بیقیں محرمِ راز
عشق کے راستہ میں کوئی شخص یقین کے ساتھ محرم راز نہیں بنا

ہر کسے بر حسبِ فہم گمانے دارد
ہر شخص اپنی سمجھ کے مطابق ایک گمان رکھتا ہے

با خراباتِ نشیناں ز کرامات ملاف
خراباتیوں کے سامنے، کرامات کی ڈینگیں نہ مار

ہر سخن جائے و ہر نکتہ مکانے دارد
ہر بات ایک مقام اور ہر نکتہ کوئی موقع رکھتا ہے

ے جنابِ باری کے استغنا کے وقت ہزاروں سال کی عبادت بھی ہیچ ہے۔

ے گل اور آب کا جوڑ کیا خوب ہے۔

ے دنیا کی ہر لذت ناپائیدار ہے اس لیے عقلمند زیادہ مسرور نہیں ہوتے

ے جبکہ سورج بے لگام گھوڑے پر سوار ہے تجھ سے چوگان میں کیسے بازی جیت سکتا ہے۔

ے راہِ عشق میں کا کسی کو پتہ نہیں چلا، ہر شخص اپنی سمجھ کے مطابق کچھ کہتا ہے۔

مردمِ دیدہ تیمّم کند از خاکِ درت — گرچہ در خانۂ خود آبِ روانے دارد
آنکھ کی پتلی، تیرے در کی خاک سے تیمم کرتی ہے — اگرچہ خود اپنے گھر میں، رواں پانی رکھتی ہے

مدّعی گو برو و نکتہ بحافظ مفروش
مدّعی کو کہدو، چلا جا، اور حافظ کے سامنے نکتہ بازی نہ کر

کلکِ ما نیز زبانے و بیانے دارد
ہمارا قلم بھی کوئی زبان اور کچھ بیان رکھتا ہے

شرابِ و عیشِ نہاں چیست کارِ بے بنیاد — زدیم در صفِ رنداں و ہرچہ بادا باد
خفیہ شراب نوشی اور عیش کیا ہے؟ بے بنیاد کام ہے — ہم نے اپنے آپ کو رندوں کی صف میں ملا دیا جو ہونا ہے ہو

گرہ ز دل بکشا و ز سپہر یاد مکن — کہ فکرِ ہیچ مہندس چنیں گرہ نکشاد
دل کی گرہ کھول، اور آسمان کی یاد نہ کر — اس لئے کہ کسی نجومی کی فکر نے ایسی گرہ نہیں کھولی

از انقلابِ زمانہ عجب مدار کہ چرخ — ازیں فسانہ و افسوں ہزار دارد یاد
زمانہ کے انقلاب سے تعجب نہ کر، اس لئے کہ آسمان کو — اس قسم کے ہزاروں افسانے اور منتر یاد ہیں

قدح بشرطِ ادب گیر زانکہ ترکیبش — ز کاسۂ سرِ جمشید و بہمن است و قباد
پیالہ ادب سے تھام، اس لئے کہ اس کی ترکیب — جمشید اور بہمن اور کیقباد کے سر کی کھوپڑی سے ہے

کہ آگہ است کہ جمشید و کے کجا رفتند — کہ واقف است کہ چوں رفت تختِ جم برباد
کون جانتا ہے کہ جمشید، اور کیقباد کہاں گئے؟ — کون جانتا ہے کہ سلیمان کا تخت کس طرح برباد گیا ہے؟

زحسرتِ لبِ شیریں ہنوز می بینم — کہ لالہ می دمد از خاکِ تربتِ فرہاد
میں دیکھتا ہوں کہ شیریں کے ہونٹوں کی حسرت میں ابتک — فرہاد کی قبر کی مٹی سے، لالہ اگتا ہے

مگر کہ لالہ بدانست بیوفائیِ دہر — کہ تا بزاد و بشد جامِ مے ز کف ننہاد
شاید لالہ نے زمانے کی بیوفائی کو سمجھ لیا ہے — اس لیے کہ جب سے پیدا ہوا اور جب تک مرا ہاتھ سے شراب کا پیالہ نہ دھرا

نمی دہند اجازت مرا بسیر و سفر — نسیمِ خاکِ مصلّیٰ و آبِ رکنا باد
مجھے سیر اور سفر کی اجازت نہیں دیتے ہیں — مصلّیٰ کی خاک کی نسیم، اور رکنا باد کا پانی

بیا بیا کہ زمانے ز مے خراب شویم — مگر رسیم بگنجے دریں خراب آباد
آؤ، تاکہ تھوڑی دیر کے لئے شراب سے مست ہو جائیں — شاید اس خراب آباد میں کسی خزانہ تک پہونچ جائیں

بنوش بادۂ صافی بنالۂ دف و چنگ — کہ بستہ اند بر ابریشم طرب دلِ شاد
دف اور چنگ کے نالہ پر صاف شراب پی — کہ خوش دل کو مستی کے ابریشم سے وابستہ کیا ہے

ز دست اگر ننہم جامِ مے مکن عیبم — کہ پاک تر بہ از ینم حریف دست نداد
اگر میں شراب کا جام ہاتھ سے نہ چھوڑوں، مجھ پر عیب نہ لگا — اس لیے کہ اس سے پاک دوست، ابھی میرے ہاتھ نہیں لگا ہے

رسید در غمِ عشقش بہ حافظ آنچہ رسید
حافظ پر اس کے عشق کے غم میں، جو گذرا، سو گذرا

کہ چشمِ زخمِ زمانہ بعاشقاں مرساد
خدا کرے زمانہ کی نظر بد عاشقوں کو نہ پہونچائے

ا؎ اگرچہ پانی کے ہوتے ہوئے تیمم درست نہیں لیکن آنکھوں سے خود چشمے جاری ہیں اور وہ محبوب کے در کی خاک سے تیمم کرتی ہیں۔
۲؎ خفیہ شراب نوشی بیکار ہے لہٰذا ہم رندوں میں شامل ہو گئے ہیں
۳؎ آسمان کے مظالم فراموش کر دے اور دل میں گرہ نہ ڈال یہ گرہ کسی نجومی سے بھی نہیں کھلی ہے۔
۴؎ زمانہ ناقابلِ بھروسہ ہے سینکڑوں کو مٹایا ہے جن کے افسانے اس کو یاد ہیں
۵؎ کاسۂ شراب سینکڑوں بڑے انسانوں کی سر کی مٹی سے بنا ہے، اس کو ادب و احترام سے ہاتھ میں لینا چاہیے
۶؎ فرہاد کی قبر سے لالہ شیریں کے ہونٹوں کے شوق میں اُگ رہا ہے۔
۷؎ لالہ کا جام بکف ہونا اسی لیے ہے، کہ وہ غمِ دنیا سے نجات حاصل کرنا چاہتا ہے۔
۸؎ حافظ کو مصلیٰ اور رکنا باد اس قدر پسند تھے کہ وہ سرِ سفر کی دعوت کو انکی محبت میں ٹھکراتا رہا۔
۹؎ چنگ میں ریشم کے تار باندھے جاتے تھے م

صوفی نہاد دام و سرِ حقہ باز کرد
صوفی نے جال بچھایا، اور ڈبہ کھولا
بنیادِ مکر با فلکِ حقہ باز کرد
شعبدہ باز، آسمان کے ساتھ مکر کی بنیاد ڈالی

بازیِ چرخ بشکندش بیضہ در کلاہ
آسمان سے بازی گری کرنا، اس کی مکاری ظاہر کر دے گا
زیرا کہ عرضِ شعبدہ با اہلِ راز کرد
اس لیے کہ اس نے شعبدہ، راز دار پر پیش کیا ہے

ساقی بیا کہ شاہدِ رعنائے صوفیاں
اے ساقی آجا، صوفیوں کا چالاک معشوق
دیگر بجلوہ آمد و آغازِ ناز کرد
پھر نمودار ہوا ہے، اور ناز شروع کر دیا ہے

ایں مطرب از کجاست کہ سازِ عراق ساخت
یہ مطرب کہاں کا ہے؟ کہ عراق کا ساز چھیڑا ہے
و آہنگِ بازگشت ز راہِ حجاز کرد
اور بازگشت کا ارادہ، حجاز کے راستے سے کیا ہے

اے دل بیا کہ ما بہ پناہِ خدا رویم
اے دل آجا، تاکہ ہم خدا کی پناہ میں چلیں
زانچہ آستینِ کوتہ و دستِ دراز کرد
ان کارناموں سے جو کوتہ آستین اور دست دراز نے کیے ہیں

صنعت مکن کہ ہر کہ محبت نہ راست باخت
تصنع نہ برت، اس لیے کہ جس نے سچی محبت نہیں کی
عشقش بروئے دل درِ محنت فراز کرد
عشق نے اس کے دل پر محنت کا دروازہ کھول دیا ہے

اے کبکِ خوش خرام کہ خوش میروی بناز
اے خوش رفتار چکور! جو ناز سے خوش خوش جا رہا ہے
غرہ مشو کہ گربۂ عابد نماز کرد
دھوکا نہ کھا کہ عابد گنہگار کی بلی نے نماز پڑھی ہے

فردا کہ پیشگاہِ حقیقت شود پدید
کل جب حقیقت کا منظر ظاہر ہوگا
شرمندہ رہروے کہ نظر بر مجاز کرد
وہ مسافر شرمندہ ہوگا، جس نے مجاز پر نظر کی ہے

حافظ مکن ملامتِ رنداں کہ در ازل
اے حافظ رندوں کو ملامت نہ کر اس لیے کہ ازل میں
مارا خدا ز زہد و ریا بے نیاز کرد
ہمیں خدا نے زہد اور ریا سے بے نیاز کر دیا ہے

صوفی ار بادہ باندازہ خورد نوشش باد
اگر صوفی شراب اندازے کے مطابق پیتا ہے اس کی نوش جان ہو
ورنہ اندیشۂ ایں کار فراموشش باد
ورنہ اس کام کا خیال بھی اس سے فراموش ہو

آنکہ یک جرعہ مے از دست تواند دادن
جو شخص شراب کا ایک گھونٹ ہاتھ سے نہ دے سکے
دست با شاہدِ مقصود در آغوشش باد
اس کا ہاتھ مقصد کے معشوق سے ہمکنار ہو

کیست آں شاہ سوارِ خوش و خرم کہ دو کون
وہ خوش و خرم شہسوار کون ہے، خدا کرے دونوں جہان
بستہ بندِ قبا و علمِ دوشش باد
اس کی قبا کے بند اور کندھے کے جھنڈے سے وابستہ ہوں

نرگسِ مست نوازش کنِ مردم دارش
اس کی مست نرگس، نوازش کرنے والی، مردم نواز
خونِ عاشق بخورد گر بقدح نوشش باد
اگر پیالے سے عاشق کا خون پئے تو اس کے لیے نوش جان ہو

چشم از آئینہ دارانِ خط و خالش گشت
میری آنکھ اس کے خط و خال کے آئینہ داروں میں ہو گئی ہے
لبم از بوسہ ربایانِ لبِ نوشش باد
خدا کرے میرا ہونٹ اس کے شیریں ہونٹ کے بوسہ لینے والوں میں ہو

گرچہ از کبر سخن با منِ درویش نکرد
اگرچہ تکبر کی وجہ سے اس نے مجھ فقیر سے بات نہ کی
جاں فدائے شکرینِ پستۂ خاموشش باد
اس کے شیریں خاموش پستہ پر میری جان قربان ہو

ے مشہور ہے کہ حافظ کے دور میں عماد فقیہ کرمان کی ایک بلی تھی جس کے بارے میں یہ مشہور تھا کہ ان کی کرامت سے ان کی بلی نماز پڑھتی ہے اس دور کا بادشاہ، شاہِ شجاع ان فقیہ کا معتقد تھا۔ حافظ نے اس غزل میں ان پر طنز کیے ہیں جو شاہ شجاع کو ناگوار گزرے اور حافظ کو طرح طرح کے مصائب کا سامنا کرنا پڑا۔ حقہ بازی گر کا وہ ڈبہ ہے جس سے وہ عجیب و غریب چیزیں نکال کر دکھا دیتا ہے۔

ے عراق اور حجاز موسیقی کے دو پردوں کا نام بھی ہے۔

ے صوفی کے لیے مناسب ہے کہ وہ ایک خاص حد سے شراب نوشی کرے ورنہ اس کام کو بھول جائے۔

شاہِ ترکاں سخنِ مدعیاں می شنود
ترکوں کا بادشاہ رقیبوں کی بات سنتا ہے

شرم از مظلمۂ خونِ سیاوشش باد
سیاوش کے خون کے ظلم سے اس کو شرم آئے

پیرِ ما گفت خطا بر قلمِ صنع نرفت
ہمارے پیر نے کہا، قدرت کے قلم سے کوئی غلطی نہیں ہوئی ہے

آفرین بر نظرِ پاکِ خطا پوشش باد
اس کی خطا پوشی پاک نظر کو شاباش ہو

بغلامیِ تو مشہورِ جہاں شد حافظ
حافظ! تیری غلامی سے دنیا میں مشہور ہو گیا ہے

حلقۂ بندگیِ زلفِ تو در گوشش باد
تیری زلف کی غلامی کا حلقہ اس کے کان میں رہے

صبا وقتِ سحر بوئے ز زلفِ یار می آورد
صبح کے وقت، صبا یار کی زلف کی خوشبو لا رہی تھی

دلِ شوریدۂ ما را ز نو در کار می آورد
ہمارے دیوانے دل کو از سر نو کام میں لگا رہی تھی

ز رشکِ تارِ زلفِ یار بر بادِ سحر میلرد
یار کی زلف کے بال کے رشک میں، صبح ہوا کو دے رہی تھی

صبا ہر نافۂ مشکے کہ از تاتار می آورد
صبا مشک کا ہر وہ نافہ جو تاتار سے لا رہی تھی

فروغِ ماہ میدیدم ز بامِ قصرِ او روشن
میں اس کے مکان کے بالاخانے سے چاند کے فروغ کو روشن دیکھتا تھا

کہ روی از شرمِ آں خورشید بر دیوار می آورد
جس کی شرم کی وجہ سے سورج، دیوار میں منہ چھپا رہا تھا

عفی اللہ چینِ ابرویش اگرچہ ناتوانم کرد
اس کے ابرو کی شکن کو خدا بخشے اگرچہ اس نے مجھے کمزور بنا دیا ہے

برحمت ہم پیامے بر سرِ بیمار می آورد
رحمت کا ایک پیغام بھی وہی بیمار کے سرہانے لا رہی تھی

سراسر بخششِ جاناں طریقِ لطف و احسان بود
محبوب کی بخشش سراسر لطف اور احسان کا طریقہ تھا

اگر تسبیح میفرمود اگر زنار می آورد
خواہ تسبیح کا حکم فرماتا تھا، خواہ زنار لاتا تھا

من آں شاخِ صنوبر را ز باغِ سینہ بر کندم
میں نے سینہ کے باغ سے اس صنوبر کی شاخ کو اکھاڑ پھینکا

کہ ہر گل کز غمش بشگفت محنت بار می آورد
اس لئے کہ اس کے غم کا جو پھول کھلا رنج کا پھل لاتا تھا

ز بیمِ غارتِ چشمش دلِ خونیں رہا کردم
اس کی آنکھوں کی غارت گری کے ڈر سے میں نے خون آلودہ دل کو چھوڑ دیا

ولے میریخت خوں در رہ بدیں ہنجار می آورد
لیکن وہ اس کو اس طریقے سے لاتا تھا کہ راستے میں خون ٹپکاتا تھا

خوش آں وقت و خوش آں ساعت کہ آں زلفِ گرہ بندش
وہ وقت اور گھڑی کس قدر اچھی تھی کہ اس کی گرہ بند زلف

بزر دیدے چناں لہا کہ خصم اقرار می آورد
دلوں کو اس طرح چراتی تھی کہ دشمن بھی اعتراف کر لیتا تھا

بقولِ مطرب و ساقی بروں رفتم گہ و بیگہ
مطرب اور ساقی کے کہنے پر میں وقت بے وقت ایسی جگہ بھی نکل گیا

کز آں راہِ گراں قاصد خبر دشوار می آورد
کہ اس دشوار راستے سے قاصد بھی مشکل سے خبر لاتا تھا

عجب میداشتم دیشب ز حافظ جام و پیمانہ
کل رات، حافظ کے جام اور پیمانہ پر مجھے تعجب ہو رہا تھا

ولے منعش نمیکردم کہ صوفی وار می آورد
لیکن میں اس کو منع نہ کرتا تھا کیونکہ وہ صوفیانہ طریقہ پر لاتا تھا

صبا بہ تہنیتِ پیرِ میفروش آمد
مے فروش پیر کو مبارک باد دینے، صبا آئی

کہ موسمِ طرب و عیش و ناز و نوش آمد
کیونکہ مستی، عیش، ناز، اور پینے کا زمانہ آ گیا

کاؤس، شاہِ ایران کے یہاں ایک بچہ پیدا ہوا اس کا نام سیاوش رکھا گیا۔ لیکن نجومیوں نے اس کو منحوس قرار دیا، بادشاہ نے اسکو قلعہ سے نکالدیا تو اسکو رستم نے پال لیا جوان ہونے پر کاؤس کو وہ پسند آیا تو کاؤس نے اس کو قلعہ میں بلا لیا وہاں اس پر کاؤس کی ایک بیوی عاشق ہو گئی اور اس نے اس کو پھسلانا چاہا لیکن سیاوش کی شرافت آڑے آئی اس پر کاؤس کی بیوی نے انتقام لینے کے لئے سیاوش پر تہمت رکھی اور وہ کاؤس کی نگاہ میں بھی مجرم ٹھہرا وہ اپنی برأت کے لئے دہکتی آگ میں کود گیا اور صحیح و سالم باہر آ گیا لیکن وہ کاؤس سے ناخوش ہو گیا۔ افراسیاب جو کاؤس کا حریف تھا اس نے سیاوش کو بلا بھیجا اور اپنی لڑکی سے اس کی شادی کر دی لیکن بعد میں وہ سیاوش کا دشمن ہو گیا اور افراسیاب کے حکم سے اس کو قتل کر دیا گیا۔ اسی لئے سیاوش کے خون بے گناہ قتل کے آئے گئے ہیں۔

موجودہ زمانے کا مخالفوں کو بھی اعتراف کرنا پڑتا ہے۔ صبا نے مے فروش کو خوشخبری دی ہے کہ اب موسم بہار آ گیا ہے جو شراب نوشی کا موسم ہے۔

ہوا مسیح نفس گشت و باد نافہ کشا
صبا مسیح کے سانس والی اور ہوا نافہ کھولنے والی ہو گئی
درخت سبز شد و مرغ در خروش آمد
درخت سبز ہو گئے، اور پرندے شور کرنے لگے

تنورِ لالہ چناں بر فروخت بادِ بہار
بادِ بہاری نے لالہ کے تنور کو اس طرح روشن کر دیا
کہ غنچہ غرقِ عرق گشت و گل بجوش آمد
کہ غنچہ پسینے میں ڈوب گیا، اور پھول جوش میں آ گیا

بگوشِ ہوش نیوش از من و بعشرت کوش
میری نصیحت ہوش کے کان سے سن لے اور عیش کی کوشش کر
کہ ایں سخن سحر از ہاتفم بگوش آمد
اس لیے کہ یہ بات صبح کو غیبی فرشتے سے میرے کان میں پڑی ہے

ز فکرِ تفرقہ باز آی تا شوی مجموع
تفرقے کے خیال سے باز آ جا تا کہ تو مطمئن ہو جائے
بحکمِ آنکہ چو شد اہرمن سروش آمد
اس لیے کہ جب شیطان گیا فرشتہ آیا

ز مرغِ صبح ندانم کہ سوسنِ آزاد
مجھے معلوم نہیں کہ صبح کے پرندے سے آزاد سوسن نے
چہ گوش کرد کہ با دہ زباں خموش آمد
کیا سن لیا کہ دس زبانوں کے باوجود چپ رہی

چہ جائے صحبتِ نامحرم است مجلسِ انس
محبت کی مجلس، نامحرم کی صحبت کی جگہ نہیں ہے
سرِ پیالہ بپوشاں کہ خرقہ پوش آمد
پیالہ ڈھانپ، کہ گدڑی پہننے والا آ گیا

بگویمت سخن خوش بیا و بادہ بنوش
میں تجھ سے پیاری بات کہتا ہوں آ اور شراب پی
کہ زاہد از برِ ما رفت و بادہ نوش آمد
اس لیے کہ زاہد ہمارے پاس سے گیا اور شراب نوش آ گیا

ز خانقاہ بمیخانہ می رود حافظ
حافظ، خانقاہ سے میخانہ کو جاتا ہے۔
مگر ز مستیِ زہد و ریا بہوش آمد
شاید، زہد اور ریا کی مستی سے ہوش میں آ گیا

صورتِ خوبت نگارا خوش بہ آئیں بستہ اند
اے معشوق تیری حسین صورت، بہترین زیبائش سے بنائی ہے
گوئیا نقشِ لبت از جانِ شیریں بستہ اند
گویا تیرے ہونٹ کی صورت، شیریں جان سے بنائی ہے

از برائے مقدمِ خیلِ خیالت مردماں
تیرے خیالات کی جماعت کی پیشوائی کے لیے پتلیوں نے
ز اشکِ رنگیں در دیارِ دیدہ آئیں بستہ اند
رنگین آنسوؤں سے آنکھ کے وطن میں زیبائش کی ہے

کارِ زلفِ تست عطاری و مشک افشانی
عطاری، اور مشک افشانی تیری زلف کا کام ہے
مصلحت را تہمتے بر نافۂ چیں بستہ اند
مصلحتاً چین کے نافہ پر تہمت باندھی ہے

یا رب آں رویست در پیرامنش آویزۂ گوش
اے خداوند ایک چہرہ ہے اور اس کے اطراف میں کان کے موتی
یا بگردِ ماہِ تاباں عقدِ پرویں بستہ اند
یا روشن چاند کے چاروں طرف ثریا کا ہار باندھا ہے

نقش بندانِ خطا از خطِ سبزِ عارضت
خطا کے نقاشوں نے، تیرے رخسار کے سبز خط سے
سائباںِ گردِ عنبر گردِ نسریں بستہ اند
عنبری گرد کا سائبان، نسریں کے چاروں طرف باندھا ہے

جملہ وصفِ عشقِ من بود و حسنِ روئے تو
سب میرے عشق، اور تیرے چہرے کے حسن کے وصف ہیں
آں حکایتہا کہ از فرہاد و شیریں بستہ اند
وہ حکایتیں جو شیریں اور فرہاد کی بنائی ہیں

حافظا تُخنِ حقیقت گوئی سرِ عشق را
اے حافظ! تو عشق کے راز کا خالص حقیقت گو ہے
غیر ازیں گوئی خیالاتے بہ تخمیں بستہ اند
اس کے علاوہ گویا اندازے سے کچھ خیالات بندی کی ہے

ل خوشگوار ہوا مردوں میں جان ڈال رہی ہے۔
۲ بادِ بہاری نے گُلِ لالہ کو دہکا دیا ہے۔
۳ بابر بعیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست
۴ تفرقہ شیطانی کام ہے، اطمینانِ خاطر فرشتۂ رحمت کی عطا ہے۔
۵ سوسن کو دس زبانوں والا مانا جاتا ہے، بلبل نے دنیا کی ناپائیداری کی بات اس سے کہدی ہے اسی لئے وہ خاموش ہے۔
۶ زاہد نامحرم ہے اسکے سامنے شراب نوشی نہیں ہو سکتی ہے۔
۷ تیرے خیالات کی پیشوائی میں ہم آنکھوں سے لعل بنا رہے ہیں تاکہ نچھاور کریں۔
۸ روشن چہرہ کے اطراف میں کان کے آویزے، ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے چاند کے گلے میں ثریا کا ہار ہو۔
۹ خطا کے نقاش جب تیری تصویر بناتے ہیں تو گلِ نسرین کے چاروں طرف عنبر کی گرد جماتے ہیں۔ یعنی تیرا رخسار بمنزلہ گلِ نسرین اور سبزۂ خط بمنزلہ گردِ عنبر ہے
۱۰ شیریں فرہاد کے قصے درو اصل ہمارے ہی قصے ہیں۔

طائرِ دولت اگر باز گذارے بکند
نصیبے کا پرندہ اگر پھر ایک بار گذر کرے
یار باز آید و با وصل قرارے بکند
دوست واپس آ جائے اور وصل کا اقرار کرے

دیدہ را دستگہِ دُرّ و گہر گرچہ نماند
آنکھوں کو موتی اور گوہر پر اگرچہ قدرت نہ رہی
بخورد خونے و تدبیرِ نثارے بکند
خون پئے اور نچھاور کرنے کی تدبیر کرے

شہر خالیست ز عشّاق مگر کز طرفے
عاشقوں سے شہر خالی ہے، شاید ایسا ہو کہ کسی کنارے سے
مردے از غیب بروں آید و کارے بکند
کوئی مردِ غیب سے برآمد ہو اور کوئی کام کرے

کش زیارد برِ او دم زدن از قصّۂ ما
اس کو ہمارا قصہ سنانے کا کوئی دم نہیں بھر سکتا ہے
مگرش بادِ صبا گوش گزارے بکند
شاید بادِ صبا کچھ اس کے گوش گذار کرے

دادہ ام بازِ نظر را بہ تذروے پرواز
میں نے نظر کے باز کو ایک چکور پر اڑایا ہے
باز خواند مگرش بخت و شکارے بکند
شاید اس کو نصیبہ پھر دعوت دے اور وہ ایک شکار کرے

گو کریمے کہ ز بزمِ طربش غمزدہ
ایسا داتا کہاں ہے، کہ اس کی عیش کی مجلس میں کوئی غمزدہ
جرعۂ درکشد و دفعِ خمارے بکند
ایک گھونٹ پی لے اور خمار کو دفع کرے

یا وفا یا خبرِ وصلِ تو یا مرگِ رقیب
یا وفا، یا تیرے وصل، یا رقیب کی موت کی خبر
بازیِ چرخ ازیں یک دو سہ کارے بکند
آسمان کی بازی ان ایک دو تین کاموں میں سے کوئی کام کرے

دوش گفتم بکند لعلِ لبش چارۂ دل
کل شب میں نے کہا اس کے ہونٹ کا لعل دل کا علاج کریگا
ہاتفِ غیب ندا داد کہ آرے بکند
ہاتفِ غیبی نے کہا، ہاں کرے گا

حافظا گر نروی از درِ او ہم روزے
اے حافظ! اگر تو اس کے دروازہ سے نہ ٹلے گا وہ بھی کسی دن
گذرے بر سرت از گوشہ کنارے بکند
کسی گوشہ کے کنارے سے تجھ پر گذرے گا

عکسِ روئے تو چو در آئنۂ جام افتاد
جب تیرے چہرے کا عکس، جام کے آئینہ میں پڑا
عارف از پرتوِ مے در طمعِ خام افتاد
عارف شراب کے سایہ سے، غلط فہمی میں پڑ گیا

حسنِ روئے تو بیک جلوہ کہ در آئنہ کرد
تیرے چہرے کے حسن کے ایک جلوہ نے جو اس نے آئینہ میں کیا
اینہمہ نقش در آئینۂ اوہام افتاد
اوہام کے آئینہ میں یہ تمام نقش قائم ہو گئے

جلوہ کرد رخش روزِ ازل زیرِ نقاب
روزِ ازل میں زیرِ نقاب اس کے رخ نے جلوہ دکھایا
عکسے از پرتوِ آں بر رُخِ افہام افتاد
اس کے سایہ کا عکس، عقلوں کے رُخ پر پڑ گیا

اینہمہ عکسِ مے و نقشِ مخالف کہ نمود
یہ سب، شراب والا عکس اور بالمقابل نقش جو ظاہر ہوا
یک فروغِ رُخِ ساقی ست کہ در جام افتاد
ساقی کے رُخ کا ایک جلوہ ہے جو جام میں آیا ہے

غیرتِ عشق زبانِ ہمہ خاصاں ببرید
عشق کی غیرت نے تمام خواص کی زبان کاٹ دی
از کجا سرِّ غمش در دہنِ عام افتاد
عوام کے منہ میں اس کے غم کا راز کہاں سے پڑا؟

ہر دمش با منِ دل سوختہ لطفِ دگرست
جو دل جلے پر ہر وقت اس کا ایک نیا کرم ہے
ایں گدا بیں کہ چہ شائستۂ انعام افتاد
اس فقیر کو دیکھو کہ کیسا انعام کا مستحق جا بنا

پاک بیں از نظرِ پاک بمقصود رسید
صاف دیکھنے والا، صاف نظر کی وجہ سے مقصود تک پہنچ گیا
احول از چشمِ دو بیں در طمعِ خام افتاد
بھینگا، دو دیکھنے والی آنکھ سے غلط لالچ میں پڑا

زیرِ شمشیرِ غمش رقص کناں باید رفت
اس کے غم کی تلوار کے نیچے ناچتے ہوئے جانا چاہیے
کانکہ شد کشتۂ او نیک سرانجام افتاد
اس لیے کہ جو اس کا مقتول بنا، نیک انجام ہوا

در خمِ زلفِ تو آویخت دل از چاہِ زنخ
ٹھوڑی کے کنویں سے نکل کر دل تیری زلف کے پیچ میں لٹک گیا
آہ کز چاہ برون آمد و در دام افتاد
آہ! کنویں سے نکلا، اور جال میں پھنس گیا

آں شد اے خواجہ کہ در صومعہ بازم بینی
اے خواجہ بات گئی کہ تو مجھے پھر عبادت خانہ میں دیکھے
کارِ ما با رخِ ساقی و لبِ جام افتاد
ہمارا واسطہ ساقی کے رخ اور جام سے پڑ گیا

من ز مسجد بخرابات نہ خود افتادم
میں مسجد سے خرابات میں، خود نہیں جا پڑا
اینم از روزِ ازل حاصلِ فرجام افتاد
میرا روزِ ازل سے یہی حاصل، اور انجام بنا

چہ کند کز پےِ دوراں نرود چوں پرکار
کیا کرے، اگر پرکار کی طرح زمانے کے پیچھے نہ چلے
ہر کہ در دائرۂ گردشِ ایام افتاد
جو کہ، زمانہ کی گردش کے دائرے میں جا پڑا

منکہ در زمرۂ عشاق برندی علمم
میں جو کہ عاشقوں کی جماعت میں رند فاسق ہوں
طبلِ پنہاں چہ زنم طشتِ من از بام افتاد
چھپ کر ڈھول کیا بجاؤں میرا طشت بالاخانہ سے گر پڑا

صوفیاں جملہ حریفند و نظر باز و لے
صوفی سب ہی عاشق، اور نظر باز ہیں، لیکن
زیں میاں حافظِ دل سوختہ بدنام افتاد
ان میں حافظ، دل جلا، بدنام ہو گیا

عشقت نہ سرسری ست کہ از سر بدر شود
تیرا عشق سرسری نہیں ہے کہ دماغ سے نکل جائے
مہرت نہ عارضی ست کہ جائے دگر شود
تیری محبت عارضی نہیں ہے کہ دوسری جگہ چلی جائے

عشقِ تو در وجودم و مہرِ تو در دلم
تیرا عشق میرے تن میں ہے اور تیری محبت میرے دل میں ہے
با شیر در درون شد و با جاں بدر شود
دودھ کے ساتھ اندر گئی ہے جان کے ساتھ باہر نکلے گی

دردیست دردِ عشق کہ اندر علاج او
دردِ عشق ایسا درد ہے کہ اس کے علاج میں
ہر چند سعی بیش نمائی بتر شود
تو جس قدر زیادہ کوشش کرے گا بدتر ہو جائے گا

اوّل منم یکے کہ دریں شہر ہر شبے
اس شہر میں سب سے پہلا، میں تو ایک ہوں کہ ہر رات
فریادِ من بگنبدِ افلاک بر شود
میری فریاد، آسمانوں کے گنبد پر جاتی ہے

ور زانکہ من سرشک فشانم بزندہ رود
اگر ایسا ہو کہ میں زندہ رود میں اپنے آنسوں بہا دوں
کشتِ عراق جملہ بیکبار تر شود
عراق کی سب کھیتی، ایک دم سے تر ہو جائے

دی در میانِ زلف بدیدم رخِ نگار
کل میں نے دوست کے چہرے کو زلفوں کے درمیان دیکھا
بر ہیئتے کہ ابر محیطِ قمر شود
اس طرح جیسے چاند کو ابر گھیرے

گفتم کہ ابتدا کنم از بوسہ گفت نے
میں نے کہا بوسہ سے ابتداء کروں، اس نے کہا نہیں
بگذار تا کہ ماہ ز عقرب بدر شود
رہنے دے جب تک کہ چاند برجِ عقرب سے نکلے

---

۱ صحیح النظر، صحیح دیکھ سکتا ہے، بھینگے کو ایک کے دو نظر آتے ہیں۔
۲ دل کنویں سے نکلا تو جال میں پھنس گیا۔
۳ اب ہم رخِ ساقی اور جام سے وابستہ ہیں۔
۴ عبادت خانہ میں ہمارا کیا کام ہے۔
۵ جو زمانہ کی گردش میں پھنس گیا ہے وہ پرکار کی طرح چکر کاٹے گا۔
۶ میں رندوں میں صاحبِ علم و جیل ہوں۔
۷ تیرا عشق و محبت میری گھٹی میں پڑا ہے اب جان کے ساتھ ہی نکل سکتا ہے۔
۸ شعر [illegible] زندہ رود اصفہان کو مشہور دریا ہے۔ عراق سے عراقِ عجم مراد ہے۔
۹ چاند جب برجِ عقرب میں ہوتا ہے تو کسی کام کو شروع کرنا مناسب نہیں ہوتا، چاند سے چہرہ اور عقرب سے زلف بھی مراد ہو سکتی ہے۔

ایدل بیادِ لعلش اگر بادہ میخوری — مگذار ہاں کہ مدعیاں را خبر شود

اے دل! اس کے لعل کی یاد میں، اگر تو شراب نوش کرے — ایسا ہرگز نہ کرنا، کہ رقیبوں کو خبر ہو جائے

حافظ سراز لحد بدر آرد بپائے بوس

پیر چومنے کے لئے حافظ لحد سے سر نکالے گا

گر خاکِ او بپائے شما پے سپر شود

اگر اس کی خاک، آپ کے پیروں سے پامال ہوگی

عشقِ تو نہالِ حیرت آمد — وصلِ تو کمالِ حیرت آمد

تیرا عشق، حیرت کا پودا ثابت ہوا — تیرا وصل، حیرت کا کمال ہوا

بس غرقۂ حالِ وصل کآخر — ہم باسرِ حال حیرت آمد

بہت سے، حالِ وصل میں ڈوبے ہوئے ہیں — کچھ بھی، ابتدائے حال سے حیرت آئی

نے وصل بماند و نہ واصل — آں جا کہ خیالِ حیرت آمد

نہ وصل رہیگا، نہ صاحبِ وصال — جہاں، حیرت کا خیال آیا

از ہر طرفے کہ گوش کردم — آوازِ سوالِ حیرت آمد

میں نے، جس طرف بھی کان لگائے — حیرت کے سوال کی، آواز آئی

آں دل بنما کہ در رہِ او — بر چہرہ نہ خالِ حیرت آمد

وہ دل دکھا، کہ اس کے راستہ میں — چہرے پر، حیرت کا تِل نہ لگا ہو

شد منحرم از کمالِ عزت — آنجا کہ جلالِ حیرت آمد

کمالِ عزت کی وجہ سے، با احترام بنا — جس جگہ، حیرت کا جلال پہنچا

سرتا قدمِ وجودِ حافظ

حافظ کا وجود، سر سے پیر تک

در عشق نہالِ حیرت آمد

عشق کے عالم میں، حیرت کا پودا تھا

عاشقاں را دردِ دل بسیار میباید کشید — داغِ [illegible] و غصۂ اغیار می باید کشید

عاشقوں کو بہت کچھ اندر دِ دل برداشت کرنا چاہئے — یار کا داغ، اور رقیبوں کا غصہ برداشت کرنا چاہئے

در دلِ شبہائے تارار ز اشتیاقِ روئے دوست — آہِ سرد و نالہائے زار می باید کشید

اندھیری راتوں میں یار کے چہرے کے عشق میں — سرد آہ، اور عاجزی کے نالے کرنے چاہئیں

داد خواہے گر ہمیخواہد ز سلطاں دادخواہ — انتظارِ بامدادِ پار می باید کشید

اگر کوئی فریادی، بادشاہ سے اپنا انصاف چاہے — برسوں کی صبح کا انتظار برداشت کرنا چاہئے

ہر کہ عاشق شد اگرچہ نازنینِ عالم ست — نازکی کے راست آید بار می باید کشید

جو بھی عاشق بنا، خواہ دنیا بھر کا نازوں کا پالا ہو — نزاکت کب موافق آئیگی، بار برداشت کرنا پڑتا ہے

از برائے دیدنِ دیدارِ گل یارِ عزیز — خواریِ دہقان و جورِ خار می باید کشید

اے پیارے دوست! پھول کا دیدار کرنے کے لئے — کاشتکار کی ذلت اور کانٹے کا ظلم برداشت کرنا چاہئے

۱؎ یہ شعر پہلے قصائد میں گذر چکا ہے۔

۲؎ عشق کا پودا حیرت کے پھل لاتا ہے، وصل اور زیادہ حیرت کا سبب ہے۔

۳؎ مقامِ حیرت میں عاشق سب کچھ گم کر بیٹھتا ہے۔

۴؎ راہِ عشق میں ہر منزل پر حیرت طاری ہوتی ہے

۵؎ حافظ کا پورا وجود حیرت کا پودا بنا ہوا ہے

۶؎ عشق کے معاملہ میں نزاکت سے کام نہیں چلتا سختیں جھیلنی پڑتی ہیں۔

حافظا چندیں الم ما را در ایامِ فراق
اے حافظ! ہمیں فراق کے زمانہ میں کس قدر رنج

بر امیدِ وعدۂ دیدار می باید کشید
یار کے دیدار کے وعدہ پر برداشت کرنا چاہئے

غلامِ نرگسِ مستِ تو تاجدارانند
تیری مست نرگس کے غلام، تاجدار ہیں

خرابِ بادۂ لعلِ تو ہوشیارانند
تیرے لعل کی شراب کے مست، ہوشیار ہیں

ترا حیا و مرا آبِ دیدہ شد غمّاز
تیری حیا اور میرا آنکھ کا پانی چغلخور بنا

وگرنہ عاشق و معشوق رازدارانند
ورنہ عاشق، اور معشوق راز دار ہیں

بزیرِ زلفِ دوتا چوں گذر کنی بنگر
جب تو گزرتا ہے تو دیکھ، کہ دُہری زلف کے نیچے

کہ از یمین و یسارت چہ بیقرارانند
تیرے دائیں بائیں، کس قدر بے قرار ہیں

گذار کن چو صبا بر بنفشہ زار و ببیں
بنفشہ کے کھیت میں صبا کی طرح گذر، اور دیکھ

کہ از تطاولِ زلفت چہ سوگوارانند
کہ تیری زلف کی دست درازی سے کتنے غمگین ہیں

رقیب درگذر و بیش ازیں مکن نخوت
اے رقیب! آگے بڑھ، اور اس سے زیادہ تکبر نہ کر

کہ ساکنانِ درِ دوست خاکسارانند
اس لیے کہ دوست کے دروازے کے مقیم خاکسار ہوتے ہیں

نصیبِ ماست بہشت اے خداشناس برو
اے خداشناس! چلا جا، بہشت ہمارا حصہ ہے

کہ مستحقِ کرامت گناہگارانند
اس لیے کہ بخشش کے مستحق گنہگار ہیں

نہ من بر آں گلِ عارض غزل سرایم و بس
اس رخسار کے پھول پر صرف میں ہی غزل سرا نہیں ہوں

کہ عندلیبِ تو از ہر طرف ہزارانند
ہر طرف، تیری ہزاروں بلبلیں ہیں

تو دستگیر شو اے خضرِ پے خجستہ کہ من
اے مبارک قدم خضر! تو دستگیر بن اس لیے کہ میں

پیادہ میروم و ہمرہاں سوارانند
پیدل جا رہا ہوں، اور ساتھی سوار ہیں

بیا بمیکدہ و چہرہ ارغوانی کن
شراب خانہ میں آ، اور چہرہ لال کر لے

مرو بصومعہ کانجا سیاہ کارانند
عبادت خانہ میں نہ جا اس لیے کہ وہاں سیاہ کار ہیں

خلاصِ حافظ ازاں زلفِ تابدار مباد
اس پر پیچ زلف سے خدا کرے حافظ کا چھٹکارا نہ ہو

کہ بستگانِ کمندِ تو رستگارانند
اس لیے کہ تیری کمند کے گرفتار، آزاد ہیں

قتلِ ایں خستہ بشمشیرِ تو تقدیر نبود
اس خستہ کا تیری تلوار سے قتل ہونا، مقدر نہ تھا

ورنہ ہیچ از دلِ بیرحمِ تو تقصیر نبود
ورنہ تیرے بے رحم دل کی جانب سے کوئی کمی نہ تھی

یا رب آئینۂ حسنِ تو چہ جوہر دارد
اے خدا! تیرے حسن کا آئینہ کیا جوہر رکھتا ہے!

کہ در و آہِ مرا قوتِ تاثیر نبود
کہ میری آہ کو اس میں اثر کرنے کی قوت نہ تھی

سر ز حیرت بدرِ میکدہ ہا بر کردم
میں نے حیرت سے میکدے کے دروازے کا رخ کیا

چوں شناسائے تو در صومعہ یک پیر نبود
جبکہ عبادت خانہ میں کوئی پیر تیرا شناسا نہ تھا

ے بادشاہ وہی ہیں جو تیری آنکھ کے غلام ہیں ہوشیار وہی ہیں جو تیری شراب سے مست ہیں۔

ے شعر
ماجرائے دل نمی گویم ولیکن آب چشم ترجمانی میکند

ے بنفشہ سیاہی مائل ہوتی ہے لہٰذا اس کو سوگوار قرار دیا جاتا ہے

ے تیرے بے رحم دل نے تو قتل کرنے میں کسر نہ اٹھا رکھی لیکن ہم ہی مقدر کے جیتے تھے

ے آئینہ پر آہ کرو تو نم کی بھاپ سے متاثر ہو جاتا ہے لیکن تیرے حسن کے آئینہ پر میری آہوں کا کوئی اثر نہیں پڑتا ہے۔

من دیوانہ چو زلفِ تو رہا میکردم
مجھ دیوانے نے، جب تیری زلف کو چھوڑا تھا
ہیچ لائق ترم از حلقۂ زنجیر نبود
تو میرے لئے بیڑی کے حلقے سے زیادہ مناسب کوئی چیز نہ تھی

نازنیں تر ز قدت در چمنِ حسن نرست
حسن کے چمن میں تیرے قد سے زیادہ نازنین کچھ نہ اُگا
خوشتر از نقشِ تو در عالمِ تصویر نبود
عالم تصویر میں تیرے نقش سے زیادہ حسین کوئی نہ تھا

تا مگر ہمچو صبا باز بزلفِ تو رسم
شاید صبا کی طرح پھر تیری زلف تک پہنچ جاؤں
کارِ من دوش بجز نالۂ شبگیر نبود
رات، تمام شب رونے کے سوا میرا کچھ کام نہ تھا

آں کشیدم ز تو اے آتشِ ہجراں کہ چو شمع
اے ہجر کی آگ! تیری بدولت میں نے وہ تکلیف سہی کہ شمع کی طرح
جز فنائے خودم از دستِ تو تدبیر نبود
تیرے ہاتھ سے اپنے آپ کو فنا کر لینے کے سوا کوئی تدبیر نہ تھی

آیتے بد ز عذاب اندُہِ حافظ بے تو
حافظ کا غم، تیرے بدون، عذاب کی ایسی آیت تھی
کہ برِ ہیچ کسش حاجتِ تفسیر نبود
کہ کسی کے سامنے، اس کی تفسیر کی ضرورت نہ تھی

قطرۂ اشکے کہ میریزم ز چشمِ تر سفید
ترا فکر سے آنسو کا جو سفید قطرہ میں گراتا ہوں
مینماید در شبِ ہجرِ تو چوں اختر سفید
تیرے ہجر کی رات میں تارے کی طرح سفید نظر آتا ہے

سوئے ما مائل نشد ہرگز ہمائے وصلِ او
اس کے وصل کا ہما، ہماری طرف مائل نہ ہوا
استخوانم گرچہ شد از ہجرِ آں دلبر سفید
اگرچہ اس دلبر کے ہجر سے، میری ہڈیاں سفید ہو گئیں ہیں

بسکہ تیرت تا بپر بنشست در پہلوئے ما
تیرے بہت سے تیر، میرے پہلو میں لگے
چوں کبوتر پر بر آوردیم اما پر سفید
کبوتر کی طرح ہم نے پر نکالے لیکن سفید پر

ساقیا چوں بر لبِ میگوں نہی جامِ شراب
اے ساقی! جب شرابی رنگ کے ہونٹ پر تو شراب کا جام رکھتا ہے
مینماید سرخ از عکسِ لبت ساغر سفید
تیرے ہونٹ کے عکس سے، سفید ساغر سُرخ نظر آتا ہے

نیست ماہِ نو کہ از بیداد و کیں ترکِ فلک
یہ ہلال نہیں ہے، بلکہ آسمان کے تُرک نے ظلم اور کینہ جوئی کو ہے
بر میاں بستہ بخونِ عاشقاں خنجر سفید
عاشقوں کا خون بہانے کے لئے، کمر پر سفید خنجر باندھا ہے

آں لب و دندانِ او حافظ بہنگامِ سخن
اے حافظ! بات کرتے وقت اُس کے وہ ہونٹ اور دانت
حقۂ لعلست گویا پُر ز دُرّ و گوہر سفید
لعل کی ڈبیہ ہے گویا موتی اور سفید گوہر سے بھری ہوئی

کلکِ مشکینِ تو روزے کہ ز ما یاد کند
تیرا سیاہ قلم، اگر کسی دن ہمیں یاد کرے
ببرد اجرِ دو صد بندہ کہ آزاد کند
دو سو غلاموں کا ثواب حاصل کرے جنکو وہ آزاد کرے

قاصدِ حضرتِ سلمیٰ کہ سلامت بادا
جناب سلمیٰ کا قاصد خدا کرے وہ سلامت رہے
چہ شود گر بسلامے دلِ ما شاد کند
کیا ہو جائے گا اگر ایک سلام سے ہمارے دل کو خوش کرے

یا رب اندر دلِ آں خسروِ شیریں انداز
اے خدا اس شیریں بادشاہ کے دل میں ڈال دے
کہ برحمت گذرے بر سرِ فرہاد کند
کہ وہ رحم کھا کر، فرہاد کے پاس سے گزرے

ا جو دیوانہ تیری زلف سے رہائی حاصل کرے وہ بیڑی کے لائق ہے۔
۲ تیرے فراق میں حافظ کا غم ایک ایسی آیت ہے جو خود واضح تھی۔
۳ ہماری خوراک پُرانی ہڈیاں ہیں۔
۴ مشہور ہے کہ اگر کبوتر کے پر اکھاڑ دیئے جائیں تو پھر ان کی جگہ سفید پر نکلتے ہیں یعنی اس قدر تیر آکر لگے کہ جب ان کو بدن سے نکالا گیا تو ہمارے سفید پر نکل آئے۔
۵ ہلال کو سفید خنجر قرار دیا ہے۔
۶ محبوب اگر ہمیں خط لکھ کر چند حرفوں سے یاد کرے تو اس کو دو سو غلاموں کے آزاد کرنے کا ثواب ملے۔
۷ ہمارا ممدوح بمنزلہ شیریں کے ہے اور ہم بمنزلہ فرہاد کے۔

حالیا عشوۂ عشقِ تو ز بنیادم بُرد
اس وقت تو تیرے عشق کے ناز نے میری بنیاد اکھاڑ دی

تا دگر فکرِ حکیمانہ چہ بنیاد کند
دیکھیے! پھر حکیمانہ فکر کیا بنیاد قائم کرے!

گوہرِ پاکِ تو از مدحتِ ما مستغنیست
تیرا پاک جوہر، ہماری تعریف سے بے نیاز ہے

فکرِ مشاطہ چہ با حُسنِ خداداد کند
ناءن کی تدبیر، خدا داد حسن میں کیا کرے؟

امتحاں کن کہ بسے گنجِ مرادت بدہند
آزمالے۔ تیری مراد کے بہت سے خزانے تجھے دیں گے

گر خرابے چو مرا لطفِ تو آباد کند
اگر مجھ جیسے تباہ کو، تیری مہربانی آباد کرے

شاہ را بہ بود از طاعتِ صد سالہ و زہد
زہد کی سو سالہ عبادت سے، بادشاہ کے لئے بہتر ہے

قدرِ یکساعتِ عمرے کہ در و داد کند
ایک گھڑی کے بقدر عمر، جس میں وہ انصاف کرے

رہ نبردیم بمقصودِ خود اندر شیراز
شیراز میں اپنے مقصد کی طرف، ہمیں راستہ نہ ملا

خرّم آں روز کہ حافظ رہِ بغداد کند
وہ دن مبارک ہے جس دن حافظ بغداد کا راستہ طے کرے

کسیکہ حُسنِ رُخِ دوست در نظر دارد
جو شخص، دوست کا حسن نگاہ میں رکھتا ہے

محقّق ست کہ او حاصلِ بصر دارد
یہ بات طے ہے، کہ وہ بینائی کا حاصل رکھتا ہے

چو خامہ بر خطِ فرمانِ او سرِ طاعت
اس کے حکم کے خط پر ہم نے تابعداری کا سر قلم کی طرح

نہادہ ایم مگر او بہ تیغ بر دارد
رکھ دیا ہے، بجز اس کے کہ وہ تلوار کے ذریعہ اٹھائے

کسے بوصلِ تو چوں شمع یافت پروانہ
تیرے وصل کا پروانہ اُسی کو حاصل ہوا، جو شمع کی طرح

کہ زیرِ تیغِ تو ہر دم سرِ دگر دارد
تیری تلوار کے نیچے ہر وقت ایک نیا سر دھرے

بپائے بوسِ تو دست کسے رسید کہ او
تیری قدم بوسی اسی کو حاصل ہوتی ہے جو

چو آستانہ بدیں در ہمیشہ سر دارد
چوکھٹ کی طرح، اس دروازہ پر ہمیشہ سر دھرے

ز زہدِ خشک ملولم بیار بادۂ ناب
میں خشک زہد سے رنجیدہ ہوں، خالص شراب لا

کہ بوئے بادہ دماغم مُدام تر دارد
اس لیے کہ شراب کی خوشبو میرے دماغ کو ہمیشہ تر و تازہ رکھتی ہے

بزد رقیبِ تو روزے بسینہ ام تیرے
تیرے نگہبان نے ایک دن میرے سینہ پر ایک تیر مارا

زبسکہ تیرِ غمت سینہ بے سپر دارد
یقیناً تیرے غم کا تیر، بے ڈھال کا سینہ رکھتا ہے

کسیکہ از رہِ تقویٰ قدم بروں ننہاد
جس شخص نے تقوے کے راستہ سے قدم باہر نہیں رکھا

بعزمِ میکدہ اکنوں سرِ سفر دارد
شراب خانہ کے ارادہ سے اب سفر کا خیال رکھتا ہے

ز بادہ ہیچت اگر نیست ایں نہ بس کہ ترا
اگر شراب سے تجھے کچھ حاصل نہیں ہوا، کیا تیرے لیے یہ کافی نہیں ہے؟

دمے ز وسوسۂ عقل بے خبر دارد
تھوڑی دیر کے لیے عقل کے وسوسے سے بے خبر رکھتی ہے

دلِ شکستۂ حافظ بخاک خواہد بُرد
حافظ کا شکستہ دل، قبر میں لے جائے گا

چو لالہ داغِ ہوائے کہ بر جگر دارد
لالہ کی طرح، محبت کے اس داغ کو جو جگر پر رکھتا ہے

۱ حسن خداداد کے ہوتے ہوئے کسی بناؤ سنگھار کی ضرورت نہیں ہے۔
۲ میری مراد پوری کرنے سے تیری بہت سی مرادیں پوری ہوں گی۔
۳ بادشاہ کی تھوڑی سی منصفانہ زندگی صد سالہ زاہدانہ زندگی سے بہتر ہے۔
۴ سلطان احمد بن اویس حافظ کا معتقد تھا اور بغداد پہونچنے کی دعوت دیتا تھا۔
۵ خدا نے آنکھ اسی لیے دی ہے کہ اس سے حسن دوست کا مشاہدہ کیا جائے۔
۶ پروانہ، شاہی حکم کو بھی کہا جاتا ہے اور یہی معنی یہاں مراد ہیں۔
۷ آستانہ کو قدم بوسی کا شرف حاصل ہے۔ جو آستانہ کی طرح بچھ جائیگا وہی یہ فضیلت حاصل کر سکے گا۔
۸ محبوب کے غم کا تیر سیدھا سینہ پر آکر لگتا ہے، اس کے لئے میرا سینہ بے سپر ہے۔
۹ جو ہمیشہ کا متقی مشہور تھا اب میکدہ کا ارادہ کئے ہوئے ہے۔
۱۰ شراب نوشی سے بھی کس قدر بڑا فائدہ ہے کہ وہ عقل کے وساوس سے چھٹکارا دیتی ہے۔

کے شعرِ تر انگیزد خاطر کہ حزیں باشد
لطیف شعر کب برانگیختہ کر سکتا ہے اس طبیعت کو جو غمگین ہو

یک نکتہ دریں معنی گفتیم و ہمیں باشد
ہم نے اس معاملہ میں ایک نکتہ بیان کیا ہے، اور یہی واقعہ ہے

از لعلِ تو گر یابم انگشتریِ زنہار
میں اگر تیرے لعل سے امان کی انگوٹھی حاصل کر لوں

صد ملکِ سلیمانم در زیرِ نگیں باشد
سلیمان کے سو ملک میرے زیرِ نگیں ہوں گے

غمناک نباید بود از طعنِ حسود اے دل
اے دل! حاسد کے طعنے سے رنجیدہ نہ ہونا چاہیے

شاید کہ چو وابینی خیرِ تو دریں باشد
اگر تو غور سے دیکھے تو شاید تیری بھلائی اسی میں ہو

ہر کو نکند فہمے ایں کلکِ خیال انگیز
اس خیال انگیز، قلم کو جو نہ سمجھے

نقشش بتراش از خود صورتگرِ چیں باشد
اس کا نقش کاٹ پھینک، خواہ وہ چین کا نقاش ہو

جامِ مے و خونِ دل ہر یک بکسے دادند
شراب کا جام اور دل کا خون، ہر ایک کسی ایک کو دیا ہے

در دائرۂ قسمت اوضاع چنیں باشد
تقسیم کے دائرے میں اسی طرح کی صورتیں ہوتی ہیں

در کارِ گلاب و گل حکمِ ازلی ایں بود
عرق گلاب اور گلاب کے معاملہ میں ازلی حکم یہ تھا

کاں شاہدِ بازاری ویں پردہ نشیں باشد
کہ وہ بازاری معشوق، اور یہ پردہ نشین ہو

آں نیست کہ حافظ را مستی رود از خاطر
یہ بات نہیں کہ حافظ کی طبیعت سے رندی نکل جائے

کایں سابقۂ رندی تا روزِ پسیں باشد
اس لیے کہ یہ رندی کا معاملہ آخری دن تک ہو گا

کنوں کہ در چمن آمد گل از عدم بوجود
اب جبکہ چمن میں پھول عدم سے وجود میں آیا

بنفشہ در قدمِ او نہاد سر بسجود
بنفشہ نے اس کے قدم پر، سجدہ میں سر دھرا

بنوش جامِ صبوحی بنالۂ دف و چنگ
دف اور چنگ کی تان پر صبح کی شراب کا جام پی

ببوس غبغبِ ساقی بنغمۂ نے و عود
ساقی کے چاہِ غبغب کو بانسری اور سارنگی کے نغمہ پر چوم

بباغ تازہ کن آئینِ دینِ زردشتی
زردشتی دین کی رسموں کو باغ میں تازہ کر

کنوں کہ لالہ برافروخت آتشِ نمرود
اب جبکہ لالہ نے نمرود کی آگ روشن کی ہے

ز دستِ شاہدِ سیمیں عذارِ عیسیٰ دم
چاندی جیسے رخسار والے، عیسیٰ جیسے سانس والے معشوق کے ہاتھ سے

شراب نوش و رہا کن حدیثِ عاد و ثمود
شراب پی، اور عاد و ثمود کے قصوں کو چھوڑ

جہاں چو خلدِ بریں شد بدورِ سوسن و گل
سوسن اور گل کے دور میں دنیا بہشت ہو گئی ہے

ولے چہ سود کہ درو نے نہ ممکنست خلود
لیکن کیا فائدہ کہ اس میں ہمیشگی ممکن نہیں ہے

شد از فروغِ ریاحیں چو آسماں گلشن
پھولوں کے فروغ سے گلشن آسمان کی طرح ہو گیا ہے

زُمُنِ اخترِ میمون و طالعِ مسعود
مبارک ستارے اور نیک نصیبہ کی برکت سے

چو گل سوار شود بر ہوا سلیمان وار
جب پھول، سلیمان کی طرح ہوا پر سوار ہوتا ہے

سحر کہ مرغ در آید بنغمۂ داؤد
صبح کے وقت پرندے نغمۂ داؤدی شروع کر دیتے ہیں

بدورِ گل منشیں بے شراب و شاہد و چنگ
پھول کے موسم میں شراب اور معشوق اور چنگ کے بدون نہ بیٹھ

کہ ہمچو دورِ بقا ہفتۂ بود معدود
اس لیے کہ زندگی کی طرح ایک ہفتہ بھی، گنا چنا ہے

ے پاکیزہ شعر اس کو متاثر کرتا ہے جو غم دنیا سے فارغ ہو۔
ے انگشتریِ زنہار وہ انگوٹھی ہوتی ہے جو قتلِ عام کے حکم کے وقت بادشاہ کسی ایسے شخص کو دیدیتا ہے جس کو پناہ دینی ہو، اس انگوٹھی کو دیکھ کر ہر سپاہی اس کے قتل سے رک جاتا ہے۔
ے ملامت بھی عشق کی زیادتی کا سبب بنتی ہے تو عاشق کا اسی میں فائدہ ہے کہ اسکو ملامت کی جاتی ہے۔
ے شعر مجمل کیفیت ذوق کو ... پھول ... میں کھلتا ہے اور مقبول ہے۔
بجا یا بینے سے عرق گلاب کو مراحی میں گھر میں رکھا جاتا ہے۔
ے حافظ نے اس غزل میں عماد الدین محمود کا ذکر کیا ہے جو اسحاق کا وزیر تھا جو شاہ شجاع کے دور میں بغاوت کے الزام میں مارا گیا۔ اس غزل میں اس کو آصف دوراں کہا ہے۔ بنفشہ عموماً کیاری کے تختوں کے درمیان بھری جاتی ہے اسی لئے اسکو پھول کے لیے سربسجود قرار دیا ہے۔
ے زردشت آتش پرستوں کے مذہب کا بانی ہے۔ ... اسکی کتاب ژند کو آسمانی کتاب مانتے ہیں۔

ے نوں قوم، تازیانوں کیوجہ سے ہلاک کردی گئی تھیں۔ ے ایک جھونکے میں بے ادھر سے ادھر۔ ے چاروں کی بہار ہے دنیا۔ ے حضرت داؤد جو حضرت سلیمان کے والد تھے نہایت خوش گلو تھے

بیار جام لبالب بیادِ آصفِ عہد
وزیرِ مُلکِ سلیماں عمادِ دیں محمود

آصفِ زمانہ کی یاد پر بھرا ہوا جام لا
جو ملکِ سلیمان کا وزیر عماد الدین محمود ہے

بُود کہ مجلسِ حافظ بیُمنِ تربیتش
ہو سکتا ہے کہ اس کی تربیت کی برکت سے حافظ کی مجلس

ہر آنچہ می طلبد جملہ باشدش موجود
جو کچھ چاہتی ہے وہ سب اس کے لئے موجود ہو جائے

کارم ز دورِ چرخ بساماں نمیرسد
آسمان کی گردش سے میرا کام سامان کو نہیں پہونچتا ہے

خوں شد دلم ز درد و بدرماں نمیرسد
میرا دل درد کی وجہ سے خون ہو گیا اور علاج تک نہیں پہونچتا ہے

چوں خاکِ راہ پست شدم ہمچو باد و باز
میں راستے کی گرد و باد کی طرح پست ہو گیا پھر بھی

تا آبِ رو نمیرود دم ناں نمیرسد
جب تک میری آبرو نہیں جاتی روٹی نہیں پہونچتی ہے

از دستبردِ جورِ زماں اہلِ فضل را
اہلِ کمال کے لئے زمانہ کے ظلم کی دست درازی پر

ایں غصہ بس کہ دست سوئے جاں نمیرسد
یہی رنج کافی ہے کہ جان تک ہاتھ نہیں پہونچتا ہے

سیرم ز جانِ خود بدلِ راستاں و لے
سچوں کے دل کی قسم میں زندگی سے دل بھر چکا ہے لیکن

بیچارہ را چہ چارہ کہ فرماں نمیرسد
بیچارے کے لئے کیا تدبیر ہے کہ حکم نہیں پہونچتا ہے

تا صد ہزار خار نمی روید از زمیں
جب تک زمین سے لاکھوں کانٹے نہیں اُگتے ہیں

از گلبنے گلے بگلستاں نمیرسد
شاخ سے کوئی پھول بھی باغ کو نہیں ملتا ہے

یعقوب را دو دیدہ ز حسرت سفید شد
حضرت یعقوب کی دونوں آنکھیں حسرت سے سفید ہو گئیں

آوازۂ ز مصر بکنعاں نمیرسد
مصر سے کنعان تک کوئی شہرت نہیں پہونچتی ہے

بے پارۂ نمی کنم از ہیچ استخواں
کسی ٹکڑے سے تیرے کا ایک ٹکڑا بھی میں نہیں اکھاڑتا ہوں

تا صد ہزار زخم بدنداں نمیرسد
جب تک دانتوں پر لاکھ زخم نہیں لگتے ہیں

از حشمت اہلِ جہل بکیواں رسیدہ اند
جاہل دولت کی وجہ سے ساتویں آسمان پر پہونچے ہیں

جز آہِ اہلِ فضل بکیواں نمیرسد
اہلِ فضل کی آہ کے سوا ساتویں آسمان تک کچھ نہیں پہونچتا ہے

صوفی بشوی زنگِ دلِ خود بآبِ مے
اے صوفی اپنے دل کے زنگ کو شراب کے پانی سے دھو

زیں شست و شوئے خرقہ غفراں نمیرسد
خرقے کے دھونے پچھاڑنے سے مغفرت حاصل نہیں ہوتی ہے

حافظ صبور باش کہ در راہِ عاشقی
اے حافظ صابر بن اس لیے کہ عاشقی کے راستے میں

ہر کس کہ جاں نداد بجاناں نمیرسد
جس شخص نے جان نہیں دی معشوق تک نہیں پہونچتا ہے

کیند آں دو کہ مست و خراب میگردند
وہ دو کون ہیں جو مست اور بیہوش گھوم رہے ہیں

نشستہ پشت بر آفتاب میگردند
آفتاب کی پشت پر بیٹھے ہوئے گھوم رہے ہیں

دو ترک زادہ و خرگہ نشینِ سر مستند
دو ترک زادے اور خیمہ نشین، مست ہیں

بسانِ ساقی و جامِ شراب میگردند
ساقی اور شراب کے جام کی طرح گھوم رہے ہیں

[illegible]

دو بحر بند که در عین آب میباشند
دو سمندری ہیں جو بالکل پانی میں رہتے ہیں

چو آفتاب بجائے خراب میگردند
آفتاب کی طرح، خراب جگہ گھوم رہے ہیں

دو صوفیند که در دلق ازرقند مدام
دو صوفی ہیں جو ہمیشہ نیلی گدڑی میں ہیں

درون صومعه مست و خراب میگردند
عبادت خانہ میں مست اور مدہوش گھوم رہے ہیں

دو دزد رہزن و دو ترک شوخ عیارند
دو ڈاکو چور ہیں، دو چالاک شریر ترک ہیں

بگرد نقدگہ شیخ و شاب میگردند
بڈھے اور نوجوان کے خزانے کے گرد گھوم رہے ہیں

دو شیرگیر چو روباه خوش فریبانند
دو شیر کو پھانسنے والے، لومڑی کی طرح بہترین چالاکی کرنے والے

بگاه صبح و گه ماہتاب میگردند
صبح کے وقت اور چاندنی کے وقت گھوم رہے ہیں

دو زنگیند که ملّاح وار گرد محیط
دو حبشی ہیں کہ سمندر کے چاروں طرف ملّاح کی طرح

بسان زورق سیمیں بر آب میگردند
چاندی کی کشتی کی طرح، پانی پر گھوم رہے ہیں

دو نازنین بلاجوئے فتنه انگیزند
دو نازنیوں کے پالے، بلا جو، فتنہ انگیز ہیں

بقصد حافظ مسکیں شتاب میگردند
مسکین، حافظ کے ارادے سے تیز گھوم رہے ہیں

گر میفروش حاجت رنداں روا کند
اگر شراب فروش رندوں کی حاجت روائی کرے

ایزد گنه ببخشد و دفع بلا کند
خدا گناہ بخش دیگا اور مصیبت دفع کر دے گا

در کارخانه که ره علم و عقل نیست
جس کارخانہ میں علم اور عقل کا راستہ نہیں ہے

وہم ضعیف رائے فضولی چرا کند
کمزور وہم، بے کار رائے کیوں دے؟

مطرب بساز عود که کس بے اجل نمرد
مطرب سارنگی پر گا کہ بے موت کوئی نہیں مرا

واں کو نه ایں ترانه سراید خطا کند
اور وہ جو یہ گانا نہیں گاتا، غلطی کرتا ہے

گر رنج پیشت آید و گر راحت اے حکیم
اے ہوشیار! خواہ تجھے رنج پیش آئے یا راحت

نسبت مکن بغیر که اینہا خدا کند
دوسرے کی طرف نسبت نہ کر اس لیے کہ یہ سب خدا کرتا ہے

ما را که درد عشق و بلائے خمار ہست
ہیں، جو عشق کا درد اور اعضا شکنی کی مصیبت ہے

یا وصل دوست یا مے صافی دوا کند
دوست کا وصل یا صاف شراب اس کی دوا کر سکتی ہے

حقا که در زماں برسد مژده اماں
یقیناً، فوراً امن کی خوش خبری پہنچ جائے

گر سالکے بعہد امانت وفا کند
اگر کوئی سالک امانت کے عہد کو پورا کرے

ساقی بجام عدل بده باده تا گدا
اے ساقی انصاف کے پیمانہ سے شراب دے تاکہ فقیر کو

غیرت نیاورد که جہاں پر بلا کند
غیرت آمادہ نہ کرے کہ وہ دنیا کو مصیبت سے بھر دے

جاں رفت در سر مے و حافظ ز غصه سوخت
شراب کے خیال میں جان چلی گئی اور حافظ رنج سے جل مرا

عیسیٰ دمے کجاست که احیائے ما کند
عیسیٰ جیسے سانس والا کہاں ہے؟ جو ہمیں زندہ کر دے

ل نقد گہ سے خزانۂ دل مراد ہے۔
۲ جس کارخانہ میں عقل کی رسائی نہیں ہے وہاں وہم کیا کام کرسکتا ہے۔
۳ شعر [illegible]
۴ شعر [illegible]
۵ درد عشق کا علاج وصل دوست اور خمار کی دوا شراب ہے۔
۶ [illegible] مقصد غضب [illegible] دنیا کو مصیبت میں ڈال دیتا ہے

گفتم کیم دہان و لبت کامراں کنند
میں نے کہا، تیرا منہ اور ہونٹ مجھے کب کامیاب کریں گے

گفتا بچشم ہرچہ تو گوئی ہماں کنند
اس نے کہا، بسروچشم جو تو کہے گا وہ وہی کریں گے

گفتم خراج مصر طلب میکند لبت
میں نے کہا، تیرے ہونٹ مصر کا خراج طلب کرتے ہیں

گفتا دریں معاملہ کمتر زیاں کنند
اس نے کہا، اس معاملہ میں ٹوٹا نہیں دیتے ہیں

گفتم بنقطۂ دہنت خود کہ برد راہ
میں نے کہا، تیرے منہ کے نقطہ سا کس کو راستہ ملا ہے

گفت ایں حکایتیست کہ بانکتہ داں کنند
اس نے کہا یہ وہ بات ہے جو نکتہ دانوں سے کرتے ہیں

گفتم صنم پرست مشو باصمد نشیں
میں نے کہا بت پرست نہ بن، خدا کا ہم نشیں بن

گفتا بکوئے عشق ہم ایں و ہم آں کنند
اس نے کہا، عشق کے کوچہ میں یہ بھی اور وہ بھی کرتے ہیں

گفتم ہوائے میکدہ غم میبرد ز دل
میں نے کہا، شراب خانہ کی محبت دل سے غم کو نکال دیتی ہے

گفتا خوش آں کساں کہ دلے شادماں کنند
اس نے کہا وہ کیسے اچھے ہیں، جو کسی دل کو خوش کرتے ہیں

گفتم شراب و خرقہ نہ آئینِ مذہب است
میں نے کہا، شراب اور گدڑی یہ مذہبی طریقہ نہیں ہے

گفت ایں عمل بمذہب پیر مغاں کنند
اس نے کہا یہ کام پیر مغاں کے مذہب پر کرتے ہیں

گفتم ز لعلِ نوش لباں پیر را چہ سود
میں نے کہا، شیریں ہونٹ والوں کے تعلق سے بوڑھے کو کیا فائدہ

گفتا بوسۂ شکرینش جواں کنند
اس نے کہا، میٹھے بوسے سے اس کو جوان کرتے ہیں

گفتم کہ خواجہ کے بسر حجلہ میرود
میں نے کہا، کہ خواجہ چھپر کھٹ کے پاس کب جائے گا؟

گفت آں زماں کہ مشتری و مہ قراں کنند
اس نے کہا، اس وقت جب مشتری اور چاند ملیں گے

گفتم دعائے دولتِ تو ورد حافظ است
میں نے کہا، تیری دولت کی دعا حافظ کا وظیفہ ہے

گفت ایں دعا ملائکِ ہفت آسماں کنند
اس نے کہا، ساتوں آسمانوں کے فرشتے یہ دعا کرتے ہیں

گرمن از باغِ تو یک میوہ بچینم چہ شود
میں اگر تیرے باغ سے ایک میوہ چن لوں تو کیا ہو جائیگا؟

پیش پائے بچراغ تو بہ بینم چہ شود
تیرے چراغ سے، آگے کا راستہ دیکھ لوں تو کیا ہو جائیگا؟

یارب اندر کنفِ سایۂ آں سروِ بلند
اے خدا اس بلند سرو کے سایہ کے پہلو میں

گر من سوختہ یکدم بنشینم چہ شود
اگر میں جلا ہوا، تھوڑی دیر کے لئے بیٹھ جاؤں تو کیا ہو جائیگا!

آخر اے خاتمِ جمشید سلیماں آثار
اے سلیمان آثار والی، جمشید کی انگشتری!

گر فتد عکس تو بر لعل نگینم چہ شود
اگر تیرا سایہ میرے نگ کے لعل پر پڑ جائے گا تو کیا ہو جائے گا!

زاہدِ شہر چو مہرِ ملک و شحنہ گزید
شہر کے زاہد نے جبکہ بادشاہ اور کوتوال کی محبت اختیار کر لی

من اگر مہر نگارے بگزینم چہ شود
میں اگر ایک معشوق کی محبت اختیار کر لوں تو کیا ہو جائے گا!

صرف شد عمرِ گرانمایہ بمعشوقہ و مے
قیمتی عمر معشوق اور شراب میں صرف ہو گئی

تا از آنم چہ بہ پیش آید ازینم چہ شود
دیکھئے! اس سے مجھے کیا پیش آئے اس سے مجھے کیا ہو!

عقلم از خانہ بدر رفت و اگر مے اینست
میری عقل گھر سے چل گئی، اور اگر شراب یہی ہے

دیدم از پیش کہ در خانۂ دینم چہ شود
تو میں پہلے ہی سمجھ گیا کہ میرے دین کے خانہ میں کیا ہوگا!

---

۱ شعر
ہر دو عالم قیمت خود گفتۂ
نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز
۲ عشق کے کوچہ میں
صنم پرستی اور صمد پرستی
دونوں چیزیں ہوتی ہیں۔
۳ شراب اور گدڑی کا
اجتماع جائز نہیں ہے
۴ زہرہ اور مشتری کا یا
چاند اور زہرہ کا یا چاند
اور مشتری کا ایک برج
میں جمع ہو جانا قران السعدین
کہلاتا ہے جو کام شروع
کرنے کے لئے بہت
مبارک وقت خیال
کیا جاتا ہے۔
۵ ان باتوں میں تیرا
کوئی نقصان
نہیں اور
میری
زندگی ہے۔
۶ جب زاہد
بادشاہ اور کوتوال سے
محبت کر سکتا ہے تو میرا
معشوق سے محبت کرنا
کونسی بری بات ہے۔
۷ جوانی معشوق اور
شراب میں کٹی دیکھئے
بڑھاپا کس حالت میں
گزرتا ہے اور انجام
کیا ہوتا ہے۔
۸ شراب نے عقل
تو بہا دیا، بے دین
بھی بنا کر چھوڑے
گی۔

منکہ در کوئے بتاں منزل و ماوا دارم
میں جو کہ معشوقوں کے کوچے میں منزل اور مقام رکھتا ہوں

گر دہی جائے بفردوس بریںم چہ شود
اگر تو مجھے فردوس بریں میں جگہ دے گا تو کیا ہو جائیگا!

خواجہ دانست کہ من عاشقم و ہیچ نگفت
آقا نے جان لیا کہ میں عاشق ہوں اور اس نے کچھ نہ کہا

حافظ ار نیز بداند کہ چنینم چہ شود
حافظ بھی اگر جان لیگا، کہ میں ایسا ہوں تو کیا ہو جائیگا!

گداخت جاں کہ شود کارِ دل تمام و نشد
جان پگھل گئی کہ دل کا کام مکمل ہو، اور نہ ہوا

بسوختیم دریں آرزوئے خام و نشد
اس ناقص آرزو میں ہم جل گئے، اور وہ پوری نہ ہوئی

فغاں کہ در طلبِ گنجِ گوہرِ مقصود
فریاد ہے کہ گوہر مقصود کے خزانہ کی تلاش میں

شدم خرابِ جہانے زغم تمام و نشد
مکمل غم سے میں تمام دنیا میں خراب ہوا، اور وہ نہ ملا

دریغ و درد کہ در جستجوئے گنجِ حضور[1]
افسوس اور درد ہے کہ حضوری کے خزانہ کی تلاش میں

بسے شدم بگدائی برِ کرام و نشد
بھیک کے لیے بزرگوں کے پاس بہت گیا اور وہ نہ ملا

بطنزہ گفت شبے میرِ مجلس تو شوم
بطور طعنے کے اُس نے کہا کہ کسی رات کو میں تیرا میر مجلس ہونگا

شدم بمجلسِ او کمتریں غلام و نشد
میں اس کی مجلس میں کمترین غلام بن کر گیا، اور یہ نہ ہوا

پیام داد کہ خواہم نشست با رنداں
اس نے پیغام بھیجا کہ میں رندوں کے ساتھ بیٹھوں گا

بشد برندی و دردی کشیم نام و نشد
رندی اور تلچھٹ پینے میں ہمارا نام مشہور ہو گیا، اور یہ نہ ہوا

رواست در بر اگر می طپد کبوترِ دل
اگر دل کا کبوتر پہلو میں تڑپے تو مناسب ہے

کہ دید در رہِ خود پیچ و تابِ دام و نشد
اس لیے کہ اس نے اپنے راستے میں جال کے پیچ و تاب کو دیکھا اور نہ بنا

بکوئے عشق منہ بے دلیلِ راہ قدم
عشق کے کوچہ میں راہبر بدون قدم نہ رکھ

کہ من بخویش نمودم صد اہتمام و نشد
اس لیے کہ میں نے خود بخود سو اہتمام کئے اور کچھ نہ ہوا

بداں ہوس کہ بمستی ببوسم آں لبِ لعل
اس ہوس میں کہ مستی میں اس لعل جیسے ہونٹ کو بوسہ دونگا

چہ خوں کہ در دلم افتاد ہمچو جام و نشد
جام کی طرح دل میں کس قدر خون ہوا، اور وہ نہ ہوا

ہزار حیلہ برانگیخت حافظ از سرِ مہر
محبت میں، حافظ نے ہزاروں حیلے کئے

بداں ہوس کہ شود آں حریف رام و نشد
اس ہوس میں کہ وہ یار قابو میں آ جائیگا، اور نہ ہوا

گل بے رخِ یار خوش نباشد
یار کے رخ کے بدون پھول، اچھا معلوم نہیں ہوتا

بے بادہ بہار خوش نباشد
بغیر شراب کے بہار، اچھی نہیں معلوم ہوتی

طرفِ چمن و ہوائے بستاں
چمن کا کنارہ، اور باغ کی ہوا

بے لالہ عذار خوش نباشد
لالہ رخسار کے بدون، اچھی معلوم نہیں ہوتی

رقصیدنِ سرو و حالتِ گل
سرو کا رقص کرنا، اور پھول کا حال کھلنا

بے صوتِ ہزار خوش نباشد
بلبل کی چہک کے بدون، اچھا معلوم نہیں ہوتا

---

[1] جبکہ دنیا میں حسینوں کے کوچہ میں قیام ہوا آخرت میں بھی حوروں کی بستی میں جگہ ملنی چاہیے۔

[2] بہت سے سخیوں کے پاس گیا کہ وہ محبوب دربار کی حاضری عنایت کردیں لیکن محروم رہا۔

[3] اس نے طنزاً کہا تھا ہم نے پھر بھی اُس کو صحیح مانا، مجلس کی غلامی کی لیکن وہ جلوہ افروز نہ ہوا۔

[4] خوب تڑپے، خود کردہ را علاجے نیست۔

[5] شعر
عہد کردیم کہ بے دوست بصحرا نرویم
بے تماشائے گل و سرو بہ تماشا نرویم

باغ و گل و مُل خوشست لیکن
باغ، پھول اور شراب اچھی چیزیں ہیں، لیکن

بے صحبتِ یار خوش نباشد
دوست کی صحبت کے بدوں، اچھی معلوم نہیں ہوتیں

ہر نقش کہ دستِ عقل بندد
عقل کا ہاتھ، جو نقش بھی بنائے

بے نقشِ نگار خوش نباشد
معشوق کے نقش کے بدون، اچھا معلوم نہیں ہوتا

با یارِ شکر لب گُل اندام
شکر لب، پھول جیسے جسم والے، دوست کے ساتھ

بے بوس و کنار خوش نباشد
بوسہ، اور بغلگیر ہونے کے علاوہ کچھ اچھا معلوم نہیں ہوتا

جاں نقدِ محقّرست حافظ
اے حافظ! جان حقیر سا نقد ہے

از بہرِ نثار خوش نباشد
نچھاور کرنے کے لیے، اچھی معلوم نہیں ہوتی

گفتم غمِ تو دارم گفتا غمت سر آید
میں نے کہا مجھے تیرا غم ہے، اس نے کہا تیرا غم ختم ہو جائے گا

گفتم کہ ماہِ من شو گفتا اگر بر آید
میں نے کہا میرا چاند بنجا، اس نے کہا، اگر ہو سکا

گفتم ز مہر ورزاں رسمِ وفا بیاموز
میں نے کہا محبت کرنے والوں سے وفاداری سیکھ لے

گفتا ز ماہرویاں ایں کار کمتر آید
اس نے کہا چاند جیسے چہرے والوں سے یہ کام کم ہوتا ہے

گفتم کہ بوئے زلفت گمراہِ عالمم کرد
میں نے کہا، تیری زلف کی خوشبو نے مجھے دنیا بھر کا گمراہ بنا دیا

گفتا کہ بندگی کن ہم اوت رہبر آید
اس نے کہا، غلامی کر، وہی تیری رہبر بن جائے گی

گفتم دلِ رحیمت کے عزمِ صلح دارد
میں نے کہا، تیرا مہربان دل کب تک صلح کرنے کا ارادہ رکھتا ہے

گفتا بکش جفا را تا وقتِ آں بر آید
اس نے کہا، جفا برداشت کر تاکہ اس کا وقت آئے

گفتم کہ بر خیالت راہِ نظر بہ بندم
میں نے کہا، تیرے خیال پر نظر کا راستہ بند کر دوں گا

گفتا کہ شبروست ایں از راہِ دیگر آید
اس نے کہا، یہ چور ہے، دوسرے راستے سے آ جائے گا

گفتم خوش آں ہوائے کز باغِ خلد خیزد
میں نے کہا، وہ ہوا کس قدر بھلی ہے جو جنت کے باغ سے چلے

گفتا خنک نسیمے کز کوئے دلبر آید
اس نے کہا، وہ نسیم ٹھنڈی ہے جو معشوق کے کوچے سے آئے

گفتم کہ نوشِ لعلت مارا بآرزو کشت
میں نے کہا، تیرے ہونٹ کی شیرینی نے ہمیں آرزو میں مار ڈالا

گفتا تو بندگی کن کاں بندہ پرور آید
اس نے کہا، تو بندگی کر کیونکہ وہی بندہ پرور بنے گی

گفتم زمانِ عشرت دیدی کہ چوں سر آمد
میں نے کہا، تو نے دیکھا عیش کا زمانہ کیا ختم ہو گیا

گفتا خموش حافظ کایں غصہ ہم سر آید
اس نے کہا، اے حافظ خاموش، یہ رنج بھی ختم ہو جائے گا

گوہرِ مخزنِ اسرار ہمانست کہ بود
اسرار کے خزانے کا موتی وہی ہے جو تھا

حُقّۂ مہر بداں مُہر و نشانست کہ بود
محبت کی ڈبیہ اسی مہر اور نشان کے ساتھ ہے جو تھی

از صبا پرس کہ ما را ہمہ شب تا دمِ صبح
صبا سے دریافت کر لے کہ ہمارے لئے پوری رات صبح تک

بوئے زلفِ تو ہماں مونسِ جانست کہ بود
تیری زلف کی خوشبو اسی طرح جان کی مونس رہی جیسے کہ تھی

۱۔ وصل کی امید دلائی۔
۲۔ عاشقوں سے وفاداری کرنا سیکھ لے۔
۳۔ زلف ہی ہدایت کا سبب بن جائیگی۔
۴۔ جب بھی صلح کا وقت ہوگا صلح ہو جائے گی۔
۵۔ تیرا خیال آنکھوں کے راستے سے دل میں جاتا ہے اس کا یہ راستہ بند کر دوں گا۔
۶۔ شعر [illegible]
۷۔ ازل سے جو دل تھا وہی ہے، اس میں جس طرح محبت بھری ہوئی تھی اسی طرح بھری ہے۔
۸۔ صبا گواہ ہے کہ ہماری محبت میں کوئی فرق نہ آیا۔

طالبِ لعل و گہر نیست وگرنہ خورشید
لعل اور گوہر کا کوئی طلبگار نہیں ہے ورنہ سورج
ہمچناں در عملِ معدن و کانست کہ بود
معدن اور کان کے کام میں اسی طرح لگا ہے جیسا کہ تھا

رنگِ خون دل ما را کہ نہاں کرد خطت
ہمارے دل کے خون کا رنگ جسے تیرے خط نے پوشیدہ کر دیا
ہمچناں از لبِ لعلِ تو عیانست کہ بود
تیرے لعل جیسے ہونٹ سے اسی طرح ظاہر ہے جیسا کہ تھا

عاشقاں محرمِ اسرارِ امانت باشند
عاشق تو امانت کے رازوں کے محرم ہوتے ہیں
لاجرم چشمِ گہربار ہمانست کہ بود
لیکن آنکھ تو آنسو بہانے والی وہی ہے جو تھی

کشتۂ غمزۂ خود را بزیارت می آئی
تو اپنی ادا کے شہید کی زیارت کو آ
زانکہ بیچارہ ہماں دل نگرانست کہ بود
اس لیے کہ بیچارہ دل اسی طرح منتظر ہے جیسا کہ تھا

زلفِ ہندوئے تو گفتم کہ دگر رہ نزند
میں نے سمجھا کہ تیری کافر زلف پھر ڈاکہ نہ ڈالے گی
سالہا رفت و بداں سیرت و شانست کہ بود
سالوں گذر گئے، اور اسی عادت اور شان سے ہے کہ تھی

حافظا باز نما قصۂ خونابۂ چشم
اے حافظ! آنکھوں کے خون بہانے کا معاملہ پھر دکھا
کہ دریں چشمہ ہماں آبِ روانست کہ بود
اس لیے کہ اس چشمہ میں وہی پانی جاری ہے، جو تھا

گفتم کہ خطا کردی و تدبیر نہ ایں بود
میں نے کہا، تو نے غلطی کی، اور تدبیر یہ نہ تھی
گفتا چہ تواں کرد کہ تقدیر چنیں بود
اس نے کہا، کیا کیا جائے تقدیر ایسے ہی تھی

گفتم کہ خدا داد مرادت بوصالش
میں نے کہا، خدا نے اُسکے وصال کیلئے تیری مراد پوری کر دی
گفتا کہ مرادم بوصالش نہ ہمیں بود
اس نے کہا، اس کے وصال سے میری مراد صرف یہی نہیں تھی

گفتم کہ قرینِ بدت افگند بدیں روز
میں نے کہا، تیرے کس بُرے ساتھی نے تجھے یہ دن دکھایا؟
گفتا کہ مرا بختِ بدِ خویش قریں بود
اس نے کہا، میرا بُرا نصیبہ ہی بُرا ساتھی تھا

گفتم زمن اے ماہ چرا مہر بریدی
میں نے کہا، اے چاند! مجھ سے محبت کیوں توڑ لی
گفتا کہ فلک با منِ بدمہر بکیں بود
اس نے کہا، مجھ نامہربان سے آسمان کو کینہ تھا

گفتم کہ بسے جامِ طرب خوردی ازیں پیش
میں نے کہا، اس سے پہلے تو تو نے مستی کے بہت سے جام پیئے ہیں
گفتا کہ شفا در قدحِ بازپسیں بود
اس نے کہا، شفا، آخری پیالے میں تھی

گفتم کہ تو اے عمر چرا زود برفتی
میں نے کہا، اے عمر! تو اس قدر جلدی کیوں گذر گئی
گفتا کہ فلانے چکنم عمر ہمیں بود
اس نے کہا، اے فلانے میں کیا کروں، عمر ہی اتنی تھی

گفتم کہ بسے خطِ جفا بر تو کشیدند
میں نے کہا، انھوں نے تیرے اوپر ظلم کے بہت خط کھینچے
گفتا ہمہ آں بود کہ بر لوحِ جبیں بود
اس نے کہا، سب کچھ وہ تھا جو پیشانی کی تختی پر تھا

گفتم کہ نہ وقتِ سفرت بود چنیں زود
میں نے کہا، اس قدر جلد تیرے سفر کا وقت نہ تھا
گفتا کہ مگر مصلحتِ وقت چنیں بود
اس نے کہا، لیکن وقت کی مصلحت یہی تھی

گفتم کہ ز حافظ بچہ علت شدہ دور
میں نے کہا، تو حافظ سے کیوں دور ہو گیا؟
گفتا کہ ہمہ وقت مرا داعیہ ایں بود
اس نے کہا، یہ میری ہمیشہ کی خواہش تھی

---

۱ لعل اور گوہر کے طلبگار ختم ہو گئے ورنہ سورج تو کانوں میں برابر لعل و گوہر بنا رہا ہے۔

۲ محبوب کے رخسار اور ہونٹ عاشق کے دل کے خون سے رنگین تھے خط نکل آنے سے رخسار کا رنگ تو چھپ گیا ہونٹوں کی وہی سرخی باقی ہے۔

۳ عاشق تو راز عشق کو پوشیدہ رکھنا چاہتے ہیں لیکن آنکھ آنسو بہا کر راز فاش کر دیتی ہے۔

۴ یہ برابر راز فاش کر رہی ہے۔

۵ آنکھیں بدستور خونباری کر رہی ہیں۔

۶ اس غزل میں گویا ایک عاشق مرتے وقت خود اپنی جان سے سوال و جواب کر رہا ہے۔

گرچہ بر واعظِ شہر ایں سخن آساں نشود
خواہ شہر کے واعظ کے لئے یہ بات آسان نہ ہو

تا ریا ورزد و سالوس مسلماں نشود
جب تک ریا اور مکاری کرے گا مسلمان نہ ہوگا

رندی آموز و کرم کن کہ نہ چنداں ہنر است
رندی سیکھو، اور بخشش کر اس لئے کہ کوئی ہنر نہیں ہے

حیوانے کہ ننوشد مے و انساں نشود
اس جانور کے لئے جو شراب نہ پئے گا اور انسان نہ بنے

گوہرِ پاک بباید کہ شود قابلِ فیض
فیض کے قابل ہونے کے لئے پاک جوہر چاہیے

ورنہ ہر سنگ و گلے لؤلؤ و مرجاں نشود
ورنہ ہر پتھر اور مٹی، موتی اور مونگا نہیں بنتا

اسمِ اعظم بکند کارِ خود ایدل خوش باش
اے دل خوش رہ، اسمِ اعظم اپنا کام کرتا ہے

کہ بہ تلبیس و حیل دیو مسلماں نشود
اس لئے کہ مکاری اور حیلہ بازی سے شیطان مسلمان نہیں بنتا

دردمندیکہ کند دردِ نہاں پیشِ طبیب
وہ مریض جو اپنا مرض طبیب کے سامنے چھپائے

دردِ او بے سببے قابلِ درماں نشود
اس کا درد بیشک علاج کے قابل نہیں ہوتا

عشق می ورزم و امید کہ ایں فنِ شریف
میں عشق اختیار کرتا ہوں اور یہ امید ہے کہ یہ شریف فن

چوں ہنرہائے دگر موجبِ حرماں نشود
دوسرے ہنروں کی طرح، محرومی کا سبب نہ ہوگا

دوش میگفت کہ فردا بدہم کامِ دلت
وہ کل رات کہہ رہا تھا کہ کل کو تیرے دل کا مقصد پورا کردوں گا

سببے ساز خدایا کہ پشیماں نشود
اے خدا! ایسا سبب پیدا کر دے کہ وہ شرمندہ نہ ہو

حسنِ خلقے ز خدا می طلبم خوئے ترا
میں خدا سے تیری عادت کے لئے حسنِ خلق طلب کرتا ہوں

تا دگر خاطرِ ما از تو پریشاں نشود
تاکہ پھر تجھ سے ہماری طبیعت پریشان نہ ہو

ہر کہ در پیشِ بتاں از سرِ جاں میلرزد
جو معشوقوں کے سامنے جان جانے کے خیال سے کانپتا ہے

بے تکلف تنِ او لائقِ قرباں نشود
بیشک اس کا جسم قربان ہونے کے لائق نہیں ہوتا

ذرہ را تا نبود ہمتِ عالی حافظ
اے حافظ! جب تک ذرہ بلند ہمت نہ ہو

طالبِ چشمۂ خورشیدِ درخشاں نشود
روشن آفتاب کے چشمہ کا طالب نہیں ہوتا

گرچہ از غمزہ بتم زخمے بدل کاری کند
اگرچہ میرا محبوب غمزہ سے دل پر کاری زخم لگاتا ہے

گاہ گاہ از مرہم باشد کہ دلداری کند
ہوسکتا ہے کہ کبھی کبھی مرہم سے میری دلداری کرے

گر نباشد از مے لعلِ تو بوئے در مشام
اگر تیرے ہونٹ کی شراب کی بو دماغ میں نہ ہو

عاشقاں را دیدہ دائم کارِ خماری کند
عاشقوں کی آنکھ، ہمیشہ خماری کا کام کرے

زاہدے را ذوق گر ہمچو منے حاصل شود
اگر زاہد کو مجھ جیسوں کا ذوق حاصل ہو جائے

مست می آید ہمہ توبہ ز ہشیاری کند
شراب سے مست ہو جائے اور ہوشیاری سے بالکل توبہ کرے

ہم ستانم زادِ مے ہم میکنم مستانہ رقص
شراب نوشی کی بھی داد حاصل کروں اور مستانہ رقص بھی کروں

ساقیا آں مطربم امروز اگر یاری کند
اے ساقی! اگر وہ مطرب آج میری مدد کرے

تا خورد از دستِ تو جامِ صبوحی یک صباح
تاکہ کسی صبح کو تیرے ہاتھ سے صبوحی کا جام پی لے

اہلِ تقویٰ ہر شبے تا صبح بیداری کند
متقی، ہر رات کو صبح تک بیداری کرتا ہے

۱۔ واعظِ شہر کے لیے اگرچہ یہ آسان بات نہیں ہے لیکن وہ مسلمان جب ہی بنے گا جب مکاری چھوڑ دے گا۔
۲۔ شراب نوشی بدون انسان کا جانور ہے۔
۳۔ اگر طبیعت میں صلاحیت نہیں ہے تو فیض حاصل نہیں ہو سکتا ہر پتھر موتی اور مونگا نہیں بن سکتا ہے۔
۴۔ اسمِ اعظم "اللہ" کا ورد لامحالہ اثر کرتا ہے۔
۵۔ اور ہنر تو محرومی کا سبب ہی ہے یہ ہنر کام آئے گا۔
۶۔ محبوب میں اور خوبیاں تو ہیں دعا ہے کہ حسنِ خلق بھی حاصل ہو جائے تاکہ ہم مصیبت سے بچ سکیں۔
۷۔ ذرہ سورج سے روشنی حاصل کرتا ہے۔
۸۔ محبوب زخم لگاتا ہے اس سے مرہم کی بھی امید ہے
۹۔ خمار شراب کو پیالوں میں ڈالتا ہے۔ کارِ خماری جو نہ مرینے کی یعنی آنکھیں آنسو گرتی رہیں گی۔
۱۰۔ شب بیداری کی وجہ یہ ہے کہ صبح کی شراب ہاتھ آجائے۔

حافظِ مسکیں غریبِ کُنجِ تے او شد خراب
حافظ مسکین اور غریب ہو انہ کے پیچھے ویران ہو گیا
گر رسید ے ساقیا از بادہ معماری کند
اگر ساقی آجائے تو شراب کے ذریعہ آباد کرے

گر زلفِ پریشانت در دستِ صبا افتد
اگر تیری بکھری ہوئی زلف صبا کے ہاتھ پڑ جائے
ہر جا کہ دلے باشد بر بادِ ہوا افتد
جہاں کہیں کوئی دل ہو، ہوا میں برباد ہو جائے

ما کشتیِ صبرِ خود در بحرِ غم افگندیم
ہم نے اپنے صبر کی کشتی غم کے سمندر میں ڈال دی
تا آخر ازیں طوفاں ہر تختہ کجا افتد
دیکھئے! اس طوفان سے ہر تختہ کہاں پہونچے!

ہر کس بہ تمنائے فال از رُخِ او گیرد
ہر شخص تمنا میں اس کے رخ سے فال نکالتا ہے
بر تختۂ فیروزی تا قرعہ کرا افتد
دیکھئے، کامیابی کے تختے پر کس کا قرعہ پڑے!

آں بادہ کہ دلہا را از غم دہد آزادی
وہ شراب، جو دلوں کو غم سے آزادی دیتی ہے
پر خونِ جگر گردد چوں دَور بما افتد
جب ہماری باری آتی ہے جگر کے خون سے بھرتی ہے

گر زلفِ سیاہت را من مشکِ ختن گفتم
اگر میں نے تیری سیاہ زلف کو ختن کا مشک کہہ دیا
در تاب مشو جاناں در گفتہ خطا افتد
تو اے جاناں غصہ نہ کر، کہنے میں غلطی ہو جاتی ہے

حالِ دلِ حافظ شد از دستِ غمِ ہجرت
تیرے ہجر کے غم کے ہاتھوں حافظ کے دل کا حال ایسا ہو گیا ہے
چوں عاشقِ سرگرداں کز دوست جدا افتد
جیسا کہ وہ حیران عاشق، جو دوست سے جدا ہو جائے

مرا بہ رندی و عشق آں فضول عیب کند
مجھ پر رندی اور عشق کا وہی فضول شخص عیب لگاتا ہے
کہ اعتراض بر اسرارِ علمِ غیب کند
جو علمِ غیب کے رازوں پر اعتراض کرتا ہے

کمالِ صدق و محبت ببیں نہ نقصِ گناہ
سچائی اور محبت کے کمال کو دیکھ، نہ کہ گناہ کے عیب کو
کہ ہر کہ بے ہنر افتد نظر بعیب کند
اس لیے کہ جو بے ہنر ہوتا ہے اس کی نظر عیب پر پڑتی ہے

چناں بزد رہِ اسلام غمزۂ ساقی
ساقی کی ادا نے اسلام پر ایسا ڈاکہ مارا
کہ اجتناب ز صہبا مگر صہیب کند
کہ اب شاید صہیبؓ ہی شراب سے بچ سکے

ز عطرِ حورِ بہشت آں زماں برآید بوئے
بہشت کی حور کے عطر سے اسی وقت خوشبو آئے گی
کہ خاکِ میکدۂ ما عبیرِ جیب کند
جبکہ ہمارے شراب خانہ کی خاک کو گریبان کی خوشبو بنائے

کلیدِ گنجِ سعادت قبولِ اہلِ دل ست
سعادت کے خزانہ کی کنجی اہلِ دل کے یہاں مقبول ہونا ہے
مباد کس کہ دریں نکتہ شک و ریب کند
ایسا نہ ہو کہ اس نکتہ میں کوئی شک اور شبہ کرے

شبانِ وادیِ ایمن گہے رسد بمراد
وادئ ایمن کا گڈریا اس وقت مراد کو پہونچتا ہے
کہ چند سال بجاں خدمتِ شعیب کند
جبکہ چند سال دل سے شعیب کی خدمت کرے

ز دیدہ خوں بچکاند فسانۂ حافظ
حافظ کا قصہ، آنکھوں سے خون ٹپکا دیتا ہے
چو یادِ عہدِ شباب و زمانِ شیب کند
جب وہ جوانی کے وقت، اور بڑھاپے کے زمانہ کی یاد دلاتا ہے

۱ ہر شخص اُس کے رخ کی تمنا میں فال نکال رہا ہے لیکن یہ معلوم نہیں کہ قرعہ کس کے نام کا نکلے۔
۲ زلف کو مشکِ ختن کہنا کمی نہ لفظی کی توہین ہے
۳ ہمیں رند بنانے میں بھی خدا کی کوئی مصلحت ہوگی لہذا ہماری رندی پر عیب لگانا مناسب نہیں ہے۔
۴ ہنر پر نگاہ ہونی چاہیے عیب بینی بے ہنروں کا کام ہے۔
۵ حضرت صہیبؓ کا تقویٰ صحابہ میں ضرب المثل تھا۔
۶ اہلِ دل میں مقبول ہونا سعادت مندی کی دلیل ہے۔
۷ حضرت موسیٰ نے حضرت شعیبؑ کی آٹھ سال بکریاں چرائیں جب کہیں وادئ ایمن میں ان کو تجلیات کا مشاہدہ ہوا

مژده ایدل که مسیحا نفسے می آید
اے دل! تو خوشخبری ہو کہ ایک مسیحا جیسے سانس والا آتا ہے

که ز انفاسِ خوشش بوئے کسے می آید
اس لیے کہ اُس کے بہترین سانسوں سے کسی کی خوشبو آ رہی ہے

از غم و درد مکن ناله و فریاد که دوش
غم اور درد سے نالہ اور فریاد نہ کر اس لیے کہ کل رات

زده ام فالے و فریاد رسے می آید
میں نے فال نکالی ہے اور ایک فریاد رس آ رہا ہے

ز آتشِ[1] وادیِ ایمن نه منم خرم و بس
وادیٔ ایمن کی آگ سے صرف میں ہی خوش نہیں ہوں

موسیٰ اینجا بامیدِ قبسے می آید
موسیٰ بھی اس جگہ، چنگاری کی اُمید میں آتا ہے

هیچکس[2] نیست که در کوئے تواش کارے نیست
کوئی شخص ایسا نہیں ہے جس کا تیرے کوچہ میں کوئی کام نہ ہو

هر کس اینجا بامیدِ هوسے می آید
اس جگہ ہر شخص، ایک ہوس کی اُمید میں آتا ہے

کس[3] ندانست که منزلگهِ معشوق کجاست
کوئی نہیں جانتا کہ معشوق کی منزل کہاں ہے؟

اینقدر هست که بانگِ جرسے می آید
بس اتنا ہے، کہ گھنٹے کی آواز آتی ہے

جرعهٔ[4] ده که بمیخانهٔ اربابِ کرم
ایک گھونٹ دے، اس لیے کہ سخیوں کے شراب خانہ میں

هر حریفے ز پئے ملتمسے می آید
ہر دوست ایک آرزو لے کر آتا ہے

خبرِ[5] بلبلِ ایں باغ مپرسید که من
اس باغ کے بلبل کی بات نہ پوچھو اس لیے کہ میں

ناله می شنوم کز قفسے می آید
ایک نالہ سن رہا ہوں، جو ایک پنجرے سے آتا ہے

دوست[6] را گر سرِ پرسیدنِ بیمارِ غم ست
اگر دوست کو، غم کے بیمار کو، پوچھنے آنے کا خیال ہے

گو بیا خوش که هنوزش نفسے می آید
تو کہدو خوشی سے آجائے اس لیے کہ ابھی اس کا سانس چل رہا ہے

یار دارد سرِ صیدِ دلِ حافظ یاراں
اے دوستو! محبوب کو حافظ کے دل کے شکار کرنے کا خیال ہے

شاهبازے بشکارِ مگسے می آید
ایک شہباز ایک مکھی کے شکار کے لئے آتا ہے

مطربِ عشق عجب ساز و نوائے دارد
عشق کا مطرب، عجب ساز اور آواز رکھتا ہے

نقشِ[7] هر پرده که زد راه بجائے دارد
جس پردے کے نقش کو بجاتا ہے ایک خاص مقام کی طرف جاتا ہے

عالم از نالهٔ عشاق مبادا خالی
خدا کرے عاشقوں کے نالہ سے دنیا خالی نہ ہو

که خوش آهنگ و فرح بخش نوائے دارد
کیونکہ وہ عمدہ آواز اور تفریح دینے والی لَے رکھتا ہے

پیرِ دُردی کشِ ما گرچه ندارد زر و زور
ہمارا تلچھٹ پینے والا پیر، اگرچہ زر اور زور نہیں رکھتا ہے

خوش عطا بخش و خطا پوش خدائے دارد
لیکن اچھا عطا بخش، اور خطا پوش خدا رکھتا ہے

از عدالت[8] نبود دور گرش پرسد حال
اُس کے انصاف سے بعید نہ ہوگا، اگر حال پوچھے

پادشاہے که بہ همسایه گدائے دارد
وہ بادشاہ جو پڑوس میں ایک فقیر رکھتا ہے

محترم[9] دار دلم کایں مگسِ قندپرست
میرے دل کو محترم رکھ، اس لیے کہ یہ میٹھے کی عاشق مکھی

تا هوا خواهِ تو شد فرِ همائے دارد
جب سے تیری ہوا خواہ ہوئی ہے ہُما کی شان رکھتی ہے

اشکِ خونیں بطبیباں بنمودم گفتند
میں نے خونی آنسو طبیبوں کو دکھائے تو انہوں نے کہا

دردِ[10] عشق ست و جگر سوز دوائے دارد
عشق کا درد ہے جس کی دوا جگر کو جلانے والی ہے

---

[1] وادیٔ ایمن میں جب حضرت موسیٰ کو روشنی نظر آئی وہ اسکو آگ سمجھ کر اس میں سے چنگاری لینے کے لیے گئے تب ان پر حقیقت کھلی کہ یہ آگ نہیں ہے خدا کی تجلی ہے۔

[2] تیرے کوچہ کی ہوس میں ہر شخص مبتلا ہے۔

[3] قافلہ کے اونٹوں کی گردنوں میں گھنٹیاں باندھ دی جاتی تھیں تاکہ معلوم ہو سکے کہ قافلہ جا رہا ہے۔ معلوم نہیں کہ محبوب کا قافلہ کہاں پہونچا ہے لیکن گھنٹیوں کی آواز پر قافلہ کی سمت چلے جا رہے ہیں۔

[4] ارباب کرم کی محفل میں ہر شخص ملتجی بنکر آتا ہے۔

[5] ذکر ہے جاری ہے جو قفس میں بند ہے۔

[6] اب بھی بیمار پرسی کا موقع ہے۔

[7] ماہر مطرب جس پردے پر ہاتھ مارتا ہے ایک خاص اثر پیدا ہوتا ہے۔

[8] شعر [illegible] شہنشاہ کا ہمسایہ فقیر کو پوچھنا عین انصاف ہے۔

[9] چونکہ دل میں تیری محبت ہے لہٰذا وہ قابلِ احترام بن گیا ہے۔

[10] اس درد کی دوا سے جگر جل جائے گا لہٰذا دوا نہ کرنا بہتر ہے۔

ستم از غمزہ میاموز کہ در مذہبِ عشق
غمزے سے ظلم کرنا دسیکھو، اس لیے کہ عشق کے مذہب میں

ہر عمل اجرے و ہر کردہ جزائے دارد
ہر عمل ایک اجر، اور ... ایک بدلہ رکھتا ہے

نغز گفت آں بتِ ترسا پسرِ بادہ فروش
اُس آتش پرست معشوق، شراب فروش کے لڑکے نے عمدہ بات کہی

شادیِ روئے کسے ... صفائے دارد
کسی ایسے شخص کے چہرے کی خوشی ... جو صفائی رکھتا ہے

خسروا حافظِ درگاہ نشیں فاتحہ خواند
اے بادشاہ! درگاہ نشیں، حافظ نے فاتحہ پڑھی

وز زبانِ تو تمنائے دعائے دارد
اور تیری زبان سے، دعا کی تمنا رکھتا ہے

من و انکارِ شراب ایں چہ حکایت باشد
میں، اور شراب کا انکار، یہ کیا قصہ ہوگا!

غالباً ایں قدرم عقل کفایت باشد
شاید اس قدر عقل، میرے لئے کافی ہوگی

منکہ شبہا رہِ تقوٰی زدہ ام با دف و چنگ
میں، جس نے دف اور چنگ کے ساتھ راتوں تقوے پر ڈاکہ ڈالا ہے

ایں زماں سر بہ رہ آرم چہ حکایت باشد
اب اگر میں سر راستہ پر لاؤں کیا بات ہوگی؟

زاہد ار راہ بہ رندی نبرد معذور ست
زاہد اگر رندی کے راستہ پر نہ چلے، معذور ہے

عشق کاریست کہ موقوفِ ہدایت باشد
عشق ایسا کام ہے، جو ہدایت پر موقوف ہے

تا بغایت رہِ میخانہ نمیدانستم
میں تو اب تک، شراب خانہ کا راستہ نہیں جانتا تھا

ورنہ مستوریِ ما تا بچہ غایت باشد
ورنہ ہماری پرہیزگاری، کس حد تک ہوگی

بندۂ پیرِ مغانم کہ ز جہلم برہاند
میں پیرِ مغاں کا غلام ہوں کیونکہ اُس نے مجھے جہل سے چھڑا دیا

پیرِ ما ہرچہ کند عینِ رعایت باشد
ہمارا پیر جو کچھ کرے، عین مناسب ہوگا

زاہد و عُجب و نماز و من و مستی و نیاز
زاہد ہے، اور تکبر، اور نماز، اور میں ہوں اور مستی اور عاجزی

تا خود او را ز میاں با کہ عنایت باشد
دیکھئے! اس کی خود کس پر مہربانی ہو

دوش ازیں غصہ نخفتم کہ حکیمے میگفت
کل شب میں اس رنج سے نہ سویا کہ ایک سمجھ دار کہتا تھا

حافظ ار بادہ خورد جائے شکایت باشد
حافظ اگر شراب پئے گا، شکایت کا موقع ہوگا

مسلماناں مرا وقتے دلے بود
اے مسلمانو! میرا بھی کسی وقت ایسا دل تھا

کہ با وے گفتمے گر مشکلے بود
اگر کوئی مشکل پیش آتی تھی، تو میں اُس سے کہتا تھا

دلے ہمدرد و یارے مصلحت بیں
ایک ہمدرد دل، اور ایک مصلحت بیں دوست

کہ استظہارِ ہر اہلِ دلے بود
جو ہر صاحبِ دل کی پشت پناہ تھا

بگردابے چو می افتادم از غم
جب میں غم کے کسی بھنور میں پھنستا تھا

بتدبیرش امیدِ ساحلے بود
اُس کی تدبیر سے کسی ساحل کی اُمید ہوتی تھی

ز من ضائع شد اندر کوئے جاناں
وہ دل، مجھ سے معشوق کے کوچہ میں گم ہوگیا

چہ دامنگیر یارب منزلے بود
اے خدا! کیسی دامنگیر منزل تھی

---

۱ تو میں شراب کا انکار نہ کروں۔
۲ شعر: ... آخری وقت میں کیا ... ہوں
۳ چونکہ اس کو رہبری حاصل نہیں ہوئی لہٰذا وہ اس راستہ پر نہیں چل سکتا ہے۔
۴ چونکہ میخانہ کے راستہ سے ناواقف ہیں اس لئے ہم متقی بنے ہوئے ہیں۔
۵ ظاہر ہے کہ خدا کو نیاز مندی ہی پسند ہے
۶ چونکہ سمجھ دار ہوکر ناسمجھی کی بات کر رہا تھا لہٰذا مجھے بڑا دکھ ہوا
۷ غزل کا مضمون مسلسل ہے جس نے دل کی کیفیات کو ظاہر کیا ہے۔
۸ ایسا دل جس سے سب کچھ توقعات تھیں محبوب کے کوچہ میں گم ہوگیا، یہ کوچہ بڑا دامنگیر ثابت ہوا۔

بحالِ ایں پریشاں رحمت آرید
اس پریشان کی حالت پر رحم کرو
کہ وقتے کاردانِ کاملے بود
اس لیے کہ ایک وقت وہ ایک مکمل واقف کار تھا

مِنِ آشفتہ را در ہر بلائے
مجھ پریشاں کے لیے، ہر مصیبت میں
رفیقِ کاروانِ قابلے بود
قافلہ کا، ایک قابل رفیق تھا

مرا تا عشق تعلیمِ سخن کرد
مجھے، جب سے عشق نے بات کرنی سکھائی
حدیثم نکتۂ ہر محفلے بود
میری بات، ہر محفل کا نکتہ تھی

ہنر بے عیبِ حرماں بود لیکن
ہنر محرومی کے عیب سے خالی تھا، لیکن
ز من محروم تر کے سائلے بود
مجھ سے زیادہ محروم کب کوئی بھکاری تھا

سرشکم در طلب دُرہا فشانید
طلب میں، میرے آنسوؤں نے موتی بکھیرے
ولے از وصلِ او بیجا صلے بود
لیکن، اس کے وصل سے محروم تھے

مگو دیگر کہ حافظ نکتہ دانست
پھر نہ کہنا، کہ حافظ نکتہ داں ہے
کہ ما دیدیم محکم غافلے بود
اس لیے، ہم نے دیکھ لیا پکا غافل تھا

معاشراں ز حریفِ شبانہ یاد آرید
اے ساتھیو! رات کے دوست کو یاد کرو
حقوقِ بندگیِ مخلصانہ یاد آرید
مخلصانہ غلامی کے حقوق کو، یاد رکھو

چو در میانِ مراد آورید دستِ امید
جب مراد کی کمر میں، امید کا ہاتھ ڈالو
ز عہدِ صحبتِ ما در میانہ یاد آرید
اس وقت، ہماری دوستی کا زمانہ یاد رکھو

چو عکسِ بادہ کند جلوہ در رخِ ساقی
جب شراب کا عکس، ساقی کے رُخ میں رونما ہو
ز زہدِ من بسرود و ترانہ یاد آرید
گانے اور ترانے کے ساتھ میرے زہد کو بھی یاد رکھو

بوقتِ سرخوشی از آہ و نالۂ عشاق
مستی کے وقت، عاشقوں کی آہ، اور نالہ کو
بصوتِ نغمۂ چنگ و چغانہ یاد آرید
چنگ، اور چغانہ کے نغمہ کی آواز پر یاد رکھو

نمی خورید زمانے غمِ وفاداراں
تم تھوڑی دیر کے لیے بھی وفاداروں کا غم نہیں کھاتے
ز بیوفائیِ دورِ زمانہ یاد آرید
دورِ زمانہ کی، بے وفائی کو یاد رکھو

سمندِ دولت اگر تند و سرکش ست ولے
دولت کا گھوڑا، اگرچہ تیز، اور سرکش ہے، لیکن
ز ہمرہاں بسرِ تازیانہ یاد آرید
کوڑے کے وقت، ساتھیوں کو بھی یاد رکھو

بوقتِ مرحمت اے ساکنانِ صدرِ جلال
اے بزرگی کے صدر نشینو! مرحمت کے وقت
ز روئے حافظ و آں آستانہ یاد آرید
حافظ کے چہرے، اور اس آستانے کو یاد رکھو

من و صلاح و سلامت کس ایں گماں نبرد
میں اور نیکی اور سلامتی، یہ گمان کوئی نہیں کرتا
کہ کس برندِ خرابات ظنِ آں نبرد
اس لیے کہ شراب خانہ کے رند کے بارے میں اس کا گمان کوئی نہیں کرتا

ا یہ بھی درست ہے کہ ہنر کی قسمت ہوتی ہے۔ لیکن میں بہرحال محروم رہا۔

۴ تاکہ تمہاری یاد میرے زہد کو بھی ختم کردے اور رندی میسر آجائے۔

۵ عیش کے وقت عاشقوں کی آہ اور نالہ کو یاد رکھو۔

۶ زمانے کی بیوفائی سے ڈرنا چاہیے اور وفاداروں کے غم میں شرکت کرنی چاہیے۔

۷ تم دولت کے گھوڑے پر سوار ہو لیکن پیادہ پا ساتھیوں کو یاد رکھو۔

۸ ہم نے بھی اس آستانہ پر پیشانی رگڑی ہے جب رحم کرنے کا وقت آئے تو ہمیں یاد رکھنا

منؔ ایں مُرقّعِ پشمینہ بہرِ آں دارم — کہ زیرِ خرقہ کشم مے کس ایں گماں نبرد
میں نے اُون کی یہ گُدڑی اس لیے اختیار کی ہے — کہ گدڑی میں چھپا کر میں شراب لیجاتا ہوں، کوئی یہ گمان نہ کرے

مباش غرّہ بعلم و عمل فقیہِ زماں — کہ ہیچکس ز قضائے خدائے جاں نبرد
اے فقیہِ زمانہ! علم اور عمل پر غرور نہ کر — اس لیے کہ کوئی شخص خدا کی تقدیر سے جان نہیں بچاسکتا ہے

مشو فریفتۂ رنگ و بو قدح درکش — کہ زنگِ غم ز دلت جز مے مغاں نبرد
رنگ اور بو پر فریفتہ نہ ہو اور پیالہ پی — اس لیے کہ تیرے دل کے غم کے زنگ کو پیرِ مغاں کی شراب کے علاوہ اور کوئی چیز صاف نہیں کرتی

اگرچہ دیدہ بود پاسبانِ تو اے گل — بہوش باش کہ نقدِ تو پاسباں نبرد
اے پھول! اگرچہ آنکھ تیری نگہبان ہو — ہوش رکھ، کہ تیری نقدی نگہبان ہی نہ لیجائے

منِ ضعیف چگونہ غمِ تو بر دارم — کہ بارِ ہجرِ تو ایں جانِ ناتواں نبرد
میں کمزور کس طرح تیرا غم برداشت کروں — کہ تیرے ہجر کا بوجھ یہ کمزور جان برداشت نہیں کرتی

سخن بنزدِ سخنداں ادا مکن حافظ
اے حافظ! سخنداں کے سامنے بات نہ کر
کہ تحفہ کس دُر و گوہر بہ بحر و کاں نبرد
اس لئے کہ موتی اور گوہر کا تحفہ، سمندر اور کان کے پاس کوئی نہیں لیجاتا ہے

مرا مے دگر بارہ از دست بُرد — بمن باز آورد مے دست بُرد
مجھے، شراب نے دوبارہ بیخود بنادیا — مجھ پر، شراب نے دوبارہ غلبہ حاصل کرلیا

ہزار آفریں بر مئے سُرخ باد — کہ از روئے ما رنگِ زردی ببرد
سُرخ شراب کو، ہزار بار شاباش ہو — اس لیے کہ ہمارے چہرے سے زرد رنگ کو لے گئی

بنازیم دستے کہ انگور چید — مریزاد پائے کہ در ہم فشرد
ہمیں اس ہاتھ پر ناز ہے، جس نے انگور چنا — خدا کرے، وہ پاؤں نہ گرے جس نے نچوڑا

بروؔ زاہدا خُردہ بر من مگیر — کہ کارِ خدائی نہ کاریست خرد
اے زاہد! جا، مجھ پر عیب نہ لگا — خدائی کا کام، معمولی کام نہیں ہے

مرا از ازل عشق شد سرنوشت — قضائے نبشتہ نشاید سترد
ازل سے، عشق میری تقدیر بنا — لکھی ہوئی تقدیر، مٹائی نہیں جاسکتی ہے

مزنؔ دم ز حکمت کہ در وقتِ مرگ — ارسطو دہد جاں چو بیچارہ کُرد
حکمت کی ڈینگیں نہ مار، اس لئے کہ مرتے وقت — ارسطو، بیچارہ کُردی کی طرح جان دے دیتا ہے

مکن رنجِ بیہودہ خُرسند باش — قناعت کن ار نیست اطلس بہ برد
بیکار رنج نہ کر، خوش رہ — اگر اطلس نہیں ہے، چادر پر صبر کر

چناںؔ زندگانی کن اندر جہاں — کہ چوں مُردہ باشی نگویند مرد
دنیا میں، اس طرح زندگی بسر کر — کہ جب تو مرے، لوگ یہ نہ کہیں کہ مرگیا

شودؔ مستِ وحدت ز جامِ الست — ہر آں کو چو حافظ مئے صاف خورد
الست کے جام سے توحید کا مست ہوجائیگا — جس کسی نے حافظ کی طرح صاف شراب پی لی

۱؎ نجات کے معاملہ میں محض علم و عمل پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا ہے
۲؎ آنکھیں انسان کی پاسبان بھی ہیں اور یہی تباہی کا سبب بھی ہیں۔
۳؎ شعر کے جس ہاتھ نے شراب بنانے کے لیے انگور توڑے وہ ہمارے لئے باعث ناز ہے، جس پیر نے شراب بنائی اُس کے ہم دعاگو ہیں۔
۵؎ اللہ کی حکمتیں زاہد نہیں سمجھتا، ہمیں بندہ کسی مصلحت کی بنا پر ہی بنایا ہے۔
۶؎ کُرد، کردستانی کو کہا جاتا ہے جو عموماً ناخواندہ ہوتے تھے۔ یعنی مرتے وقت کُردی اور ارسطو حکیم کی یکساں حالت ہے۔
۷؎ مرنے کے بعد تیرا نام زندہ رہنا چاہیے۔
۸؎ الست سے وہی عہد مراد ہے جو ازل میں اللہ نے روحوں سے اپنی ربوبیت پر لیا ہے۔

؎ یہ مصرعہ اور اگلے شعر کا مصرعۂ ثانی، شاہنامۂ فردوسی کا شعر ہے جس پر حافظ نے تضمین کی ہے۔

مرا مہرِ سیہ چشماں ز دل بیروں نخواہد شد
سیاہ آنکھوں والوں کی محبت میرے دل سے نہ نکلیگی
قضائے آسمانست این و دیگرگوں نخواہد شد
یہ آسمانی فیصلہ ہے، اور یہ نہ بدلے گا

مرا روزِ ازل کارے بجز رندی نفرمودند
میرے لیے ازل میں رندی کے سوا کوئی حکم نہیں فرمایا
ہر آں قسمت کہ آنجا شد کم و افزوں نخواہد شد
جو تقدیر وہاں بن چکی ہے، کم اور زیادہ نہ ہوگی

مجالِ من ہمیں باشد کہ پنہاں مہرِ او ورزم[1]
میری طاقت میں تو یہی ہے کہ پوشیدہ طور پر اس کی محبت اختیار کروں
کنار و بوس و آغوشش چگویم چوں نخواہد شد
چلو مادہ بوسہ اور آغوش میں لینے کے بارے میں کیا کہوں جبکہ یہ ہو گے ہی نہیں

شرابِ لعل و جائے امن و یارِ مہرباں ساقی
سرخ شراب، اطمینان کی جگہ، اور مہربان دوست ساقی
دلا کے بہ شود کارت اگر اکنوں نخواہد شد
اے دل تیرا کام کب بنے گا اگر اب بھی نہ ہوگا

بیا تا در صفِ رنداں بہ بانگِ چنگ مے نوشیم[2]
آ، تاکہ رندوں کی صف میں چنگ کی دھن پر ہم شراب پئیں
کہ سازِ شرع زیں افسانہ بے قانوں نخواہد شد
اس لیے کہ شریعت کا ساز اس قصہ سے بے قانون نہ ہوگا

شبے مجنوں بلیلیٰ گفت کاے محبوبِ بے ہمتا
ایک رات مجنوں نے لیلیٰ سے کہا، اے بے مثال محبوب
ترا عاشق شود پیدا و لے مجنوں نخواہد شد[3]
تجھے عاشق مل جائے گا، لیکن وہ مجنوں نہ ہوگا

رقیب آزارہا فرمود و جائے آشتی نگذاشت
رقیب نے بہت سی تکلیفیں پہونچائیں اور صلح کی گنجائش نہ چھوڑی
مگر آہِ سحر خیزاں سوئے گردوں نخواہد شد[4]
شاید سحر خیزوں کی آہ آسمان کی طرف نہ جائے گی

بیا تا در مے صافیت رازِ دہر بنمایم
آ، تاکہ تجھے صاف شراب میں زمانے کے راز دکھاؤں
کہ کارِ عشق ازیں افسانہ بے افسوں نخواہد شد[5]
اس لیے کہ عشق کا کام اس بے جادو کے قصہ سے نہ ہوگا

نشوئے دیدہ نقشِ غم ز لوحِ سینۂ حافظ
اے آنکھ! غم کا نقش حافظ کے سینہ کی تختی سے نہ دھو
کہ زخمِ تیرِ دلدار است و رنگِ خوں نخواہد شد
اسلیے کہ یہ محبوب کے تیر کا زخم ہے، اور خون کا رنگ نہ جائیگا

معاشراں گرہ از زلفِ یار باز کنید
ساتھیو! یار کی زلف سے گرہ کھول دو
شبے خوش ست بایں قصہ اش دراز کنید
اچھی رات ہے اس کو اس قصے سے دراز کردو

حضورِ مجلسِ انس ست و دوستاں جمعند
محبت کی مجلس کی حاضری ہے، اور دوست جمع ہیں
واِن یکاد[6] بخوانید و در فراز کنید
وان یکاد پڑھو، اور دروازہ بند کردو

رباب و چنگ ببانگِ بلند میگویند
رباب، اور چنگ بلند آواز سے کہتے ہیں
کہ گوشِ ہوش بہ پیغامِ اہلِ راز کنید
کہ اہلِ راز کے پیغام کی طرف ہوش کے کانوں کو متوجہ کرو

ہر آنکسے کہ دریں حلقہ نیست زندہ بعشق[7]
جو شخص اس حلقہ میں عشق کے ذریعہ زندہ نہیں ہے
برو چو مردہ بفتوائے من نماز کنید
اس پر میرے فتوے سے مرنے کی طرح نماز پڑھ دو

میانِ عاشق و معشوق فرق بسیار است
عاشق، اور معشوق میں بہت بڑا فرق ہے
چو یار ناز نماید شما نیاز کنید
جب دوست ناز کرے، تم عاجزی کرو

بجانِ دوست کہ غم پردۂ شما ندرد[8]
دوست کی جان کی قسم، غم تمہارا پردہ چاک نہ کریگا
گر اعتماد بر الطافِ کارساز کنید
اگر کارساز کی مہربانیوں پر بھروسہ کروگے

[1] ہمارے اختیار میں تو یہی ہے کہ اس سے محبت کرتے رہیں بوس وکنار جب ہمارے قبضہ کی بات نہیں ہے تو اس کی کیا بات کریں۔
[2] ہماری شراب نوشی سے شریعت کا نظام درہم برہم نہ ہوگا۔
[3] عاشق تو ملجائیں گے لیکن مجھ جیسا دیوانہ عاشق نہ ملے گا۔
[4] ہماری آہیں آسمان تک نہیں پہونچتی ہیں کہ رقیب کو پاداش ملے۔
[5] عشق کا کام شراب سے چلے گا دنیاوی باتوں سے یہ مسئلہ حل نہ ہوگا۔
[6] محبوب کی گرہ کشائی میں شب بیداری کرو
[6] وان یکاد الذین کفروا۔ الایۃ نظر بد دفع کرنیکے لیے پڑھا جاتا ہے یعنی یہ آیت پڑھلو تاکہ اس مجمع کو نظر نہ لگ جائے۔
[7] جس نے عشق کے ذریعہ زندگی حاصل نہیں کی وہ مردہ ہے۔
[8] خدا کی مہربانیوں پر نظر رکھو تم تمہارا کچھ نہ بگاڑ سکے گا۔

نخست موعظہ پیرِ مے فروش اینست
اے فروش پیر کی سب سے پہلی نصیحت یہ ہے

کہ از معاشرِ ناجنس احتراز کنید
کہ ناجنس، ساتھی سے بچو

اگر طلب کند انعامے از شما حافظ
اگر حافظ، تم سے انعام طلب کرے

حوالتش بلبِ یارِ دل نواز کنید
اس کو دلنواز، یار کے ہونٹ کے حوالے کردو

مرا بوصلِ تو گر زانکہ دسترس باشد
مجھے، اگر تیرے وصل پر دسترس ہو

دگر ز طالعِ خویشم چہ ملتمس باشد
پھر مجھے اپنے نصیب سے اور کب درکار ہوگا؟

اگر بہر دو جہاں یک نفس زنم با دوست
اگر دونوں جہانوں میں تھوڑی دیر کیلئے بھی دوست کے ساتھ سانس لوں

مرا ز ہر دو جہاں حاصل آں نفس باشد
میرے لیے دونوں جہان کا حاصل وہی سانس ہوگا

بر آستانِ تو غوغائے عاشقاں چہ عجب
تیری چوکھٹ پر عاشقوں کا شور کیا تعجب کی بات ہے

کہ ہر کجا شکرستاں بود مگس باشد
اس لیے کہ جہاں کہیں شکرستان ہوگا مکھیاں ہوں گی

رہِ خلاص کجا باشد آں غریقے را
اس ڈوبنے والے کے لئے بچاؤ کا راستہ کہاں ہوگا

کہ سیلِ محنتِ عشقش ز پیش و پس باشد
جس کے آگے پیچھے عشق کی تکلیف کا بہاؤ ہو

چہ حاجت ست بشمشیر قتلِ عاشق را
عاشق کے قتل کے لئے تلوار کی کیا ضرورت ہے!

کہ نیم جانِ مرا یک کرشمہ بس باشد
اس لئے کہ میری آدھی جان کے لیے ایک ادا کافی ہے

ہزار بار شود آشنا و دیگر بار
ہزار بار جان پہچان والا ہوتا ہے، اور پھر

مرا ببیند و گوید کہ ایں چہ کس باشد
مجھے دیکھتا ہے، اور کہتا ہے یہ کون ہوگا؟

ازیں سبب کہ مرا دستِ بخت کوتاہ ست
چونکہ، میرے نصیبہ کا ہاتھ کوتاہ ہے

کجم بسرو بلندِ تو دسترس باشد
تیرے بلند سرو پر، مجھے کب قدرت ہوسکتی ہے؟

خوش ست بادۂ رنگین و صحبتِ جاناں
رنگین شراب اور معشوق کی صحبت اچھی چیز ہے

مدام حافظِ بیدل دریں ہوس باشد
بیدل حافظ، ہمیشہ اس ہوس میں ہوگا

میزنم ہر نفس از دستِ فراقت فریاد
تیرے فراق کے ہاتھ سے، میں ہر وقت فریاد کرتا ہوں

آہ اگر نالۂ زارم نرساند بتو باد
اگر ہوا، میرا نالۂ زار تجھ تک نہ پہنچائے تو افسوس ہے

چہ کنم گر نہ کنم نالہ و فریاد و فغاں
کیا کروں، اگر نالہ اور فغاں، اور فریاد نہ کروں

کز فراقِ تو چنانم کہ بداندیش مباد
اس لیے کہ تیرے فراق میں ایسا ہوں کہ دشمن بھی نہ ہو

روز و شب غصہ و خوں میخورم و چوں نخورم
دن رات رنج اور خون کھاتا ہوں، اور کیسے نہ کھاؤں

چوں ز دیدارِ تو دورم بچہ باشم دلشاد
جبکہ تیرے دیدار سے دور ہوں، خوش دل کیسے رہوں؟

تا تو از چشمِ منِ سوختہ دل دور شدی
جب سے تو، مجھ جلے دل، کی آنکھ سے دور ہوا ہے

اے بسا چشمۂ خونیں کہ دل از دیدہ کشاد
بہت خونی چشمے ہیں جو دل نے آنکھوں سے بہائے ہیں

۱؎ ناجنس کی صحبت سے بچنا چاہیے۔
۲؎ اس کے لئے بوسہ کا انعام کافی ہوگا۔
۳؎ اگر وصل میسر آجائے تو اس سے بڑھ کر اور کیا تمنا ہوسکتی ہے۔
۴؎ دوست کے ساتھ تھوڑا سا وقت گذار لینا میرے لیے دو جہان کا خلاصہ ہے۔
۵؎ میرے قتل کے لیے معشوق کی ایک ادا کافی ہے۔
۶؎ بربار تجاہلِ عارفانہ برتتا ہے۔
۷؎ جن مصائب میں مبتلا ہوں خدا دشمن کو بھی مبتلا نہ کرے۔
۸؎ تیرے بدون زائے آنکھوں کے راستے خونی چشمے نکلے ہیں۔

ازیں ہر مژہ صد قطرۂ خوں بیش چکید — چوں برآورد دل از دستِ فراقت فریاد
ہر پلک کی جڑ سے سو سے زیادہ خون کے قطرے ٹپکے — جبکہ دل نے، تیرے فراق کے ہاتھ سے فریاد کی

حافظِ دل شدہ مستغرقِ یادت شب و روز
بے دل حافظ دن رات تیری یاد میں ڈوبا ہوا ہے

تو ازیں بندۂ دلخستہ بکلّی آزاد
تو اس دل خستہ، غلام سے بالکل آزاد ہے

مژدہ ایدل کہ دگر بادِ صبا باز آمد — ہدہدِ خوش خبر از طرفِ سبا باز آمد
اے دل خوشخبری ہو کہ بادِ صبا پھر آئی — خوش خبر، ہد ہد، سبا کی طرف سے پھر آیا

برکش اے مرغِ سحر نغمۂ داؤدی را — کہ سلیمانِ گل از طرفِ ہوا باز آمد
اے صبح کے پرندے نغمۂ داؤدی شروع کر — کیونکہ پھول کا سلیمان، ہوا کی طرف سے پھر آیا

لالہ بوئے مے نوشیں بشنید از دمِ صبح — داغ دل بود بامید دوا باز آمد
صبح کے سانس سے لالے نے خوش ذائقہ شراب کی خوشبو سونگھی — اس کا دل داغ دار تھا، دوا کی امید میں پھر آیا

عارفے کو کہ کند فہم زبانِ سوسن — تا بگوید کہ چرا رفت و چرا باز آمد
ایسا عارف کہاں ہے، جو سوسن کی زبان سمجھے؟ — اور یہ تجھے بتائے کیوں گئی، اور کیوں پھر آئی؟

مردمی کرد و کرم بختِ خدا دادۂ من — کاں بتِ سنگدل از راہِ وفا باز آمد
میرے خدا داد نصیبہ نے شرافت اور کرم کیا — کہ وہ سنگدل بت ہوفا کے طریقہ پر لوٹ آیا

جانِ من از پئے ایں قافلہ بس آہ کشید — تا بگوشِ دلم آوازِ درا باز آمد
میری جان نے اس قافلہ کے پیچھے بہت آہیں بھریں — یہاں تک کہ میرے دل کے کان میں گھنٹہ کی آواز پھر آ گئی

گرچہ ما عہد شکستیم و گنہ حافظ کرد
اگر چہ ہم نے عہد شکنی کی اور حافظ نے گناہ کیا

لطفِ او بیں کہ بصلح از درِ ما باز آمد
اس کی مہربانی دیکھ کہ صلح کے لیے ہمارے دروازے سے پھر آ گیا

نفس بر آمد و کام از تو بر نمی آید — فغاں کہ بختِ من از خواب بر نمی آید
دم نکل گیا اور تجھ سے مقصد پورا نہیں ہوتا ہے — فریاد ہے کہ میرا نصیبہ نیند سے بیدار نہیں ہوتا ہے

مگر بروئے دل آرائے یارِ من ورنہ — بہیچ گونہ دگر کار بر نمی آید
شاید میرے یار دل آرا کے چہرے سے ہو جائے ورنہ — کسی دوسرے طریقہ پر، کام نہیں نکلتا ہے

دریں خیال بسر شد دریغ عمرِ عزیز — بلائے زلفِ سیاہت بسر نمی آید
افسوس ہماری عمرِ عزیز اس خیال میں ختم ہو گئی — تیری کالی زلف کی مصیبت ختم نہیں ہوتی ہے

چناں بحسرتِ خاکِ درِ تو می میرم — کہ آبِ زندگیم در نظر نمی آید
تیرے در کی خاک کی حسرت میں، میں اس طرح سے مر رہا ہوں — کہ آبِ حیات میری نظر میں نہیں آتا ہے

بسے حکایتِ دل ہست با نسیمِ سحر — ولے بہ بختِ من امشب سحر نمی آید
صبح کی ہوا سے کہنے کے بہت سے دل کے قصے ہیں — لیکن میرے نصیبہ سے آج کی رات صبح نہیں ہوتی ہے

ا۔ سبا بلقیس کے ملک کا نام ہے حضرت سلیمان کو ہد ہد نے وہاں کی خبریں لا کر دی تھیں
۲۔ سوسن کو دس زبانوں والا مانا گیا ہے۔ اس لیے کہ اس کے پھول کی دس پنکھڑیاں بصورتِ زبان ہوتی ہیں یعنی سوسن سے دریافت کرے کہ تو کیوں گئی تھی اور پھر کیوں آئی ہے۔
۳۔ قافلہ کی آواز سننے کے لیے میں آہیں بھرتا ہوا پیچھے پیچھے جا رہا تھا چنانچہ آواز سن لی۔
۴۔ جان نکل گئی اور مقصد پورا نہ ہوا۔
۵۔ محبوب کا چہرہ عقدہ کشائی کرے گا ورنہ کام بنتا نظر نہیں آتا۔
۶۔ ہم پھر کی رات کی باتیں نسیم سحر سے کرنا چاہتے ہیں لیکن آج رات صبح ہی نہیں ہو رہی ہے۔
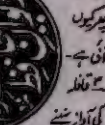
قدِ بلندِ ترا تا ببر نمے گیرم
جب تک تیرے بلند قد کو بغل میں نہیں لیتا ہوں
درختِ بختِ مرادم ببر نمی آید
میری مراد کے نصیب کا درخت پھل نہیں دیتا ہے

مُقیمِ زلفِ تو شد دل کہ خوش ہوائے داشت
دل تیری زلف میں مُقیم ہو گیا اس لیے کہ اسکی ہوا خوب تھی
وز آں غریبِ بلا کشش خبر نمی آید
اور اس مصیبت زدہ پردیسی کی خبر نہیں آتی ہے

فدائے دوست نکردیم عمر و مال دریغ
زندگی اور مال کو ہم نے دوست پر قربان نہ کیا افسوس ہے!
کہ کارِ عشق ز ما ایں قدر نمی آید
کہ ہم سے عشق کا اتنا سا کام نہیں ہوتا ہے

ہمیشہ تیرِ سحرگاہِ من خطا نشدے
میرا صبح کے وقت کا تیر کبھی خطا نہیں کرتا تھا
کنوں چہ شد کہ یکے کارگر نمی آید
اب کیا ہوا کہ ایک بھی کارگر نہیں ہوتا ہے!

ز شستِ صدق کشادم ہزار تیرِ دعا
میں نے سچائی کی شست سے دعا کے ہزار تیر چلائے
ازآں میانہ یکے کارگر نمی آید
ان میں سے ایک بھی کارگر نہیں ہوتا ہے

کمینہ شرطِ وفا ترکِ سر بود حافظ
اے حافظ وفا کی معمولی شرط، سر کو چھوڑ دینا ہے
برو اگر ز تو ایں کار بر نمی آید
چلا جا، اگر تجھ سے یہ کام نہیں ہوتا ہے

زبسکہ شد دلِ حافظ رمیدہ از ہمہ کس
حافظ کا دل سب لوگوں سے بہت زیادہ بیزار ہو گیا ہے
کنوں ز حلقۂ زلفت بدر نمی آید
جو اب تیری زلف کے حلقے سے باہر نہیں آتا ہے

نقدہا را بود آیا کہ عیارے گیرند
کب اچھا ہو کہ نقدوں کو پرکھیں
تا ہمہ صومعہ داراں پئے کارے گیرند
تاکہ سب عبادت خانہ والے کسی کام میں لگ جائیں

مصلحت دیدِ من آنست کہ یاراں ہمہ کار
میری رائے میں تو مناسب یہ ہے، کہ دوست سب کام
بگذارند و خمِ طرۂ یارے گیرند
چھوڑ دیں، اور دوست کے حلقۂ زلف کو پکڑ لیں

خوش گرفتند حریفاں سرِ زلفِ ساقی
دوستوں نے مست ساقی کی زلف کو اچھی طرح پکڑ لیا ہے
گر فلک شاں بگذارد کہ قرارے گیرند
اگر آسمان ان کو موقع دے کہ انھیں سکون ملے

یارب ایں بچۂ ترکاں چہ دلیرند بخوں
اے خدا یہ ترک بچے خون بہانے میں کس قدر دلیر ہیں
کہ بہ تیرِ مژہ ہر لحظہ شکارے گیرند
کہ ہر دم پلکوں کے تیر سے ایک شکار کرتے ہیں

رقص بر شعرِ تر و نالۂ نے خوش باشد
پاکیزہ شعر اور بانسری کے نالہ کی دُھن پر رقص اچھا ہوتا ہے
خاصہ رقصے کہ در و دستِ نگارے گیرند
خاص طور پر وہ رقص جس میں کسی حسین کا ہاتھ پکڑیں

قوّتِ بازوئے پرہیز بخوباں مفروش
حسینوں کے سامنے پرہیزگاری کی قوتِ بازو کی ڈینگیں نہ مار
کہ دریں خیل حصارے بسوارے گیرند
اس لیے کہ اس لشکر میں ایک قلعہ ایک سوار کے ذریعہ فتح کر لیتے ہیں

زاغ چوں شرم ندارد کہ نہد پا بر گل
جب کوا اس پر نہیں شرماتا کہ پھول پر پاؤں دھرے
بلبلاں را سزد ار دامنِ خارے گیرند
تو بلبلوں کے لئے مناسب ہے کہ کانٹے کا دامن تھام لیں

تا کنند اہلِ نظر خاکِ رہت کحلِ بصر
تاکہ اہلِ نظر تیرے راستے کی خاک کو آنکھ کا سرمہ بنالیں
عمرہا شد کہ سرِ راہگذارے گیرند
عمریں گذر گئیں ہیں کہ وہ ایک راستے پر بیٹھے ہوئے ہیں

لے بیشک تو ہنگیر نہ ہوگا میرا نصیبہ بار آور نہ ہوگا۔
۲ افسوس کی بات ہے کہ ہم اپنی عمر اور دولت دوست پر نثار نہ کرسکے۔
۳ میری صبح کی دعائیں ضرور مقبول ہوتی تھیں لیکن اب کوئی دعا مقبول نہیں ہوتی ہے
۴ سر ہار نا تو عشق کی ادنیٰ شرط ہے اگر عاشق یہ نہ کرسکے تو اس کو یہ رستہ چھوڑ دینا چاہئے۔
۵ اگر احال کی پرکھ ہونے لگے تو پھر عبادت گذار اپنے دیا کے کام کو چھوڑ کر کسی اچھی کام میں لگیں۔
۶ میری رائے میں یہی مناسب ہے کہ سب کام چھوڑ کر معشوق کی زلف میں لگا جائے۔
۷ حسینوں کے جمگھٹ میں تقوے کی ڈینگیں مارنا مناسب نہیں ان کا ایک سوار تقوے کے محفوظ سے محفوظ قلعے کو فتح کرلیتا ہے۔
۸ جب نااہلوں کا عروج ہے تو اہلِ کمال کو گوشہ نشینی اختیار کر لینی چاہیے۔

حافظ ابنائے زمانہ غمِ مسکیناں نیست
حافظ زمانے والوں کو مسکینوں کی فکر نہیں ہے
زاں میاں گر بتواں بہ کہ کنارے گیرند
اگر ہو سکے تو یہ بہتر ہے کہ وہ ان سے کنارہ کشی کر لیں

نہ ہر کہ چہرہ برافروخت دلبری داند
ایسا نہیں ہے کہ جس نے چہرہ سنوار لیا وہ دلبری جانتا ہے
نہ ہر کہ آئینہ سازد سکندری داند
نہ ہر وہ شخص جو آئینہ بناتے، سکندری جانتا ہے

نہ ہر کہ طرفِ کلہ کج نہاد و تند نشست
ایسا نہیں ہے کہ جس نے ٹوپی کا کنارہ ٹیڑھا کر لیا اور اکڑ کر بیٹھ گیا
کلاہ داری و آئینِ سروری داند
بادشاہی، اور سرداری کا طریقہ جانتا ہے

ہزار نکتۂ باریک تر ز مو اینجاست
اس جگہ ہزاروں نکتے، بال سے بھی زیادہ باریک ہیں
نہ ہر کہ سر بتراشد قلندری داند
یہ نہیں ہے کہ جس نے سر منڈا لیا وہ قلندری جانتا ہے

در آبِ دیدۂ خود غرقہ ام چہ چارہ کنم
میں اپنی آنکھوں کے پانی میں ڈوبا ہوا ہوں کیا کروں؟
کہ در محیط نہ ہر کس شناوری داند
اس لیے کہ سمندر میں ہر شخص تیراکی نہیں جانتا ہے

غلامِ ہمتِ آں رندِ عافیت سوزم
میں اس عافیت سوز رند کی توجہ کا غلام ہوں
کہ در گدا صفتی کیمیا گری داند
جو گدائی میں کیمیا گری جانتا ہے

سوادِ نقطۂ بینش ز خالِ تست مرا
میری بینائی کے نقطہ کی سیاہی تیرے تل سے ہے
کہ قدرِ گوہرِ یکدانہ گوہری داند
اس لیے کہ دُرِ یکتا کی قدر، جوہری جانتا ہے

بباختم دلِ دیوانہ و ندانستم
میں نے دیوانہ دل، ہار دیا، اور میں نہ سمجھا
کہ آدمی بچہ ء شیوۂ پری داند
کہ ایک آدمی زادہ، پری کا طور طریقہ جانتا ہے

بقد و چہرہ ہر آنکس کہ شاہِ خوباں شد
ہر وہ شخص جو چہرے اور قد میں حسینوں کا بادشاہ بن گیا
جہاں بگیرد اگر دادگستری داند
وہ دُنیا پر قبضہ کر لے اگر انصاف کرنا جانے

وفائے عہد نکو باشد ار بیاموزی
اگر تو سیکھے، تو وفاداری بہتر بات ہے
وگرنہ ہر کہ تو بینی ستمگری داند
ورنہ جس کو بھی تو دیکھے، ستمگری جانتا ہے

تو بندگی چو گدایاں بشرطِ مزد مکن
تو بھکاریوں کی طرح غلامی اجرت کے لیے نہ کر
کہ خواجہ خود روشِ بندہ پروری داند
اس لیے کہ آقا خود بندہ پروری کا طریقہ جانتا ہے

زشعرِ دلکشِ حافظ کسے شود آگاہ
حافظ کے دلکش اشعار سے وہ شخص واقف ہو سکتا ہے
کہ لطفِ طبع و سخن گفتنِ دری داند
جو طبیعت کی پاکیزگی، اور فارسی میں شعر گوئی جانتا ہے

نیست در شہر نگارے کہ دلِ ما ببرد
شہر میں کوئی ایسا معشوق نہیں ہے کہ ہمارا دل لیجائے
بختم ار یار شود رختم ازینجا ببرد
میرا نصیبہ اگر دوست ہو یہاں سے میرا سامان لیجائے

کو حریفے خوش و سرمست کہ پیش کرمش
ایسا خوش اور سرمست دوست کون ہے کہ اس کے کرم کے سامنے
عاشقِ سوختہ دل نامِ تمنا ببرد
دل جلا عاشق، تمنا کا نام لے

۱ بناؤ سنگھار سے ہر شخص معشوق نہیں بن سکتا۔ مشہور ہے کہ سکندر کے پاس آئینہ تھا جس کے ذریعہ اس کو اپنی ساری مملکت کے احوال معلوم ہوتے رہتے تھے۔
۲ محض سر منڈا لینے سے انسان قلندر نہیں بن جاتا ہے۔
۳ آنکھوں کی پتلی کی سیاہی محبوب کے تل سے حاصل ہوئی ہے، تیرا تل دُرِ یکتا ہے جس کی خوبی کو میں جانتا ہوں۔
۴ ظلم و ستم کرنا تو ہر شخص جانتا ہے وفاداری سیکھنے کی چیز ہے۔
۵ اجرت کی نیت سے عبادت گداگری ہے
۶ فارسی زبان کی سات قسموں میں سے ایک قسم کا نام دری ہے جو سب سے زیادہ فصیح سمجھی جاتی ہے۔
۷ ممکن ہے کسی دوسرے شہر میں جانے سے کوئی دلبر مل جائے۔

درخیال ایں ہمہ لعبت بہوس میبازم — بوکہ صاحب نظرے نام تماشا برد

عہ خیال میں یہ تمام کھیل اس امید پر کھیل رہا ہوں — ہو سکتا ہے کہ کوئی صاحب نظر دیکھنے کا نام لے

راہِ عشق ارچہ کمیں گاہِ کماندارانست — ہرکہ دانستہ رود صرفہ زاعدا ببرد

عشق کا راستہ اگرچہ تیر اندازوں کی گھات کی جگہ ہے — جو سمجھ بوجھ کر چلتا ہے دشمنوں سے بازی لیجاتا ہے

سحر با معجزہ پہلو نزند دل خوش دار — سامری کیست کہ دست از یدِ بیضا برد

جادو معجزے کی برابری نہیں کر سکتا، دل خوش رکھ — سامری کون ہے جو یدِ بیضا سے بازی جیت لے!

جامِ مینائی مے سدِّ رہِ تنگدلیست — منہ از دست کہ سیلِ غمت از جا برد

شراب کا مینائی جام، غم کے راستہ کے لئے روک ہے — ہاتھ سے نہ رکھ، ورنہ غم کا بہاؤ تجھے بہالے جائے گا

باغباناز خزاں بے خبرت مے بینم — آہ ازاں روز کہ بادت گلِ رعنا برد

اے باغباں! تجھ کو خزاں سے بے خبر دیکھ رہا ہوں — اس دن پر افسوس ہے کہ ہوا تیرے حسین پھول کو اڑا لیجائیگی

رہزنِ دہر نخفتست مشو ایمن ازو — اگر امروز نبردست کہ فردا برد

زمانہ کا ڈاکو، سویا ہوا نہیں ہے اس سے مطمئن نہ ہو — اگرچہ آج نہیں لے گیا ہے کہ کل لے جائے گا

بانگِ گاوے چو صدا باز دہد عشوہ مخر — کے سہا عکس ز خورشیدِ مصفا برد

بیل کی آواز، اگر بلند ہو، دھوکا نہ کھا — سُہا روشن آفتاب کا نور کب لیجا سکتا ہے!

علم و فضلے کہ بچل سال دلم جمع آورد — ترسم آں نرگسِ مستانہ بیکجا برد

وہ علم و فضل جو چالیس سال میں میرے دل نے جمع کیا — مجھے ڈر ہے کہ وہ مستانہ آنکھ ایک دم سے لیجائے

حافظ ارجاں طلبد نرگسِ مستانۂ او
اے حافظ اس کی مستانہ آنکھ اگر جان طلب کرے

خانہ از غیر بپرداز و بہل تا برد
گھر کو دوسرے سے خالی کر دے اور چھوڑ تاکہ لیجائے

نفسِ بادِ صبا مشک فشاں خواہد شد — عالمِ پیر دگر بارہ جواں خواہد شد

بادِ صبا کا جھونکا، مشک چھڑکنے والا ہو جائے گا — بوڑھا عالم، دو بارہ جوان ہو جائے گا

ارغواں جامِ عقیقی بسمن خواہد داد — چشمِ نرگس بشقائق نگراں خواہد شد

ارغواں، عقیقی جام سمن کو دے گا — نرگس کی آنکھ گُلِ لالہ کو دیکھنے والی ہو جائے گی

گل عزیزست غنیمت شمریدش صحبت — کہ بباغ آمد ازیں راہ وازاں خواہد شد

پھول پیارا ہے اس کی صحبت کو غنیمت سمجھو — اس لئے کہ اس راستہ سے باغ میں آیا ہے اور اس راستہ سے چلا جائیگا

زیں تطاول کہ کشید از غمِ ہجراں بلبل — تا سراپردۂ گل نعرہ زناں خواہد شد

اس ظلم سے جو بلبل نے ہجر کے غم سے برداشت کیا — پھول کے خیمہ تک نعرے لگاتی چلی جائے گی

ایدل ار عشرتِ امروز بفردا فگنی — مایۂ نقدِ بقا را کہ ضماں خواہد شد

اے دل! اگر تو آج کے عیش کو کل پر ڈالے گا — بقا کی نقدی کے سرمایہ کا کون ضامن بنے گا

ماہِ شعباں مدہ از دست قدح کایں خورشید — از نظر تا شبِ عیدِ رمضاں خواہد شد

شعبان کے مہینہ میں پیالہ ہاتھ سے نہ چھوڑ کہ یہ آفتاب — رمضان کی عید کی رات تک نگاہوں سے غائب ہو جائیگا

عہ خیال آفرینی اس لئے کر رہا ہوں کہ شاید کوئی صاحب نظر اس کو دیکھے
عہ سامری وہی شخص ہے جس نے جادو کا بچھڑا بنا کر بنی اسرائیل کو اس کی پوجا میں لگا دیا تھا۔ یدِ بیضا سے حضرت موسیٰ کا وہ ہاتھ مراد ہے جو روشن ہو جاتا تھا اور بیماروں کو شفا بخشتا تھا۔
عہ شراب غموں کو دل تک نہیں جانے دیتی ہے، اگر پیالہ چھوڑ دیا غم برباد کر دیں گے۔
عہ نا بدوں کو معلوم نہیں ہے کہ ایک دن ان کا گلِ وجود تباہ ہو جائے گا
عہ سامری کا بنایا ہوا بچھڑا جو جادو کے زور سے بولتا تھا حضرت موسیٰ کے معجزے کے مقابلہ میں بے حقیقت ہے
سُہا ستارہ آفتاب کو بے رونق نہیں بنا سکتا ہے۔
عہ گھر کو غیروں سے بالکل خالی کر دو تاکہ لوٹنے میں آسانی ہو۔
عہ موسم بہار کی آمد ہے
عہ ارغواں سرخ جام یعنی پھول سمن کو پیش کریگا نرگس کھیلیگا اور گُلِ لالہ کو دیکھیگی۔
عہ بلبل چہچہا کر پھرا ہے [illegible]

مطربا مجلسِ انس ست غزل خوان و سرود
اے مطرب، محبت کی مجلس ہے غزل پڑھ، اور گا

چند گوئی کہ چنین ست و چناں خواہد شد
کب تک کہے گا کہ ایسا ہے، اور ویسا ہوگا

گر ز مسجد بخرابات شدم عیب مکن
اگر میں مسجد سے شراب خانہ میں چلا گیا عیب نہ لگا

مجلسِ وعظ دراز ست و زماں خواہد شد
وعظ کی مجلس دراز ہے اور وقت ختم ہو جائے گا

حافظ از بہرِ تو آمد سوئے اقلیم وجود
حافظ تیری وجہ سے وجود کی دنیا میں آیا ہے

قدمے نہ بوداعش کہ رواں خواہد شد
اس کو رخصت کرنے کے لیے قدم دھر وہ روانہ ہو جائے گا

نقدِ صوفی نہ ہمہ صافی و بیغش باشد
صوفی کا نقد سب صاف اور بے کھوٹ نہیں ہوگا

اے بسا خرقہ کہ مستوجبِ آتش باشد
بہت سی گدڑیاں ہیں جو آگ کے قابل ہوں گی

صوفیِ ما کہ زورد ِ سحری مست شدے
ہمارا صوفی، جو صبح کے وظیفہ سے مست ہوتا تھا

شامگاہش نگراں باش کہ سرخوش باشد
اس کو شام کے وقت دیکھ کہ نشے میں ہوگا

خوش بود گر محکِ تجربہ آید بمیاں
کیا اچھا ہو، اگر تجربہ کی کسوٹی درمیان میں آئے

تا سیہ روی شود ہر کہ درو غش باشد
تاکہ جس کسی میں بھی کھوٹ ہو وہ روسیاہ ہو جائے

ناز پروردِ تنعم نبرد راہ بدوست
عیش کا ناز پروردہ، دوست تک نہیں پہنچ سکتا

عاشقی شیوۂ رندانِ بلاکش باشد
عاشقی، بلاکش رندوں کا طریقہ ہوتا ہے

خطِ ساقی گر ازیں گونہ زند نقش برآب
ساقی کا خط اگر اسی طرح پانی پر نقش کھینچے گا

اے بسا رخ کہ بخونابہ منقش باشد
بہت سے چہرے ہیں جو خون سے نقشین ہوں گے

غمِ دنیائے دنی چند خوری بادہ بخور
کمینی دنیا کا غم کب تک کھائے گا، شراب پی

حیف باشد دلِ دانا کہ مشوش باشد
افسوس ہوگا، اگر سمجھدار کا دل پریشان ہو

دلق و سجادۂ حافظ ببرد بادہ فروش
حافظ کی گدڑی، اور مصلیٰ شراب فروش لیجائے گا

گر شراب از کفِ آں ساقیِ مہوش باشد
اگر اس چاند جیسے، ساقی کے ہاتھ سے شراب ہوگی

نسبتِ رویت اگر با ماہ و پرویں کردہ اند
اگر تیرے چہرے کو چاند، اور ثریا سے نسبت دی ہے

صورتِ نادیدہ تشبیہے بتخمیں کردہ اند
بدون صورت دیکھے، اندازے سے تشبیہ دی ہے

شمۂ از داستانِ عشقِ شور انگیزِ ماست
ہمارے شور انگیز، عشق کی داستان کا تھوڑا سا حصہ ہیں

ایں حکایتہا کہ از فرہاد و شیریں کردہ اند
یہ قصے جو فرہاد اور شیریں کے بیان کیے گئے ہیں

نکہتِ جان بخش دارد خاکِ کوئے گلرخاں
پھول جیسے رخسار والوں کے کوچہ کی خاک جان بخش خوشبو رکھتی ہے

عارفاں آنجا مشامِ عشق مشکیں کردہ اند
عارفوں نے اس جگہ سے عشق کا دماغ معطر کیا ہے

خاکیانِ بے بہرہ اند از جرعۂ کأس الکرام
خاک نشیں، سخیوں کے پیالے کے گھونٹ سے محروم ہیں

ایں تطاول بیں کہ با عشاقِ مسکیں کردہ اند
اس ظلم کو دیکھو! جو مسکین عاشقوں کے ساتھ کیا ہے

ا شراب نوشی کا وقت نکل جائے گا۔
۲ صوفی کی گدڑی اکثر آگ میں لیجائے گی۔
۳ ہمارا صوفی جو صبح کے ورد سے مست رہتا تھا اب شام کی شراب سے مست ہے۔
۴ دنیا میں اگر تجربہ کی کسوٹی ہوتی تو دنیا میں جھوٹے روسیاہ ہوتے۔
۵ اگر شراب میں ساقی کا رخسار نظر آتا رہا تو بہت سے خون کے آنسو روئیں گے
۶ عقلمند کو دنیا کے غموں سے تشویش میں نہ پڑنا چاہیے
۷ حافظ کی جائے نماز اور گدڑی گروی پڑ جائیگی
۸ جن لوگوں نے محبوب کے چہرے کو چاند اور ثریا سے تشبیہ دی ہے وہ بغیر دیکھے دی ہے ورنہ وہ روئے محبوب کی توہین نہ کرتے۔
۹ فرہاد و شیریں کے قصے ہمارے عشق کی تھوڑی سی داستان ہے۔
۱۰ خاک نشیں یعنی عاشق محروم ہیں۔

شہپرِ زاغ و زغن زیبائے صید و قید نیست
چیل اور کوے کا شہپر شکار اور قید کے لائق نہیں ہے

کایں کرامت ہمرہِ شہباز و شاہیں کردہ اند
انہوں نے یہ اعزاز شہباز اور شاہین کا کیا ہے

ساقیا مے دہ کہ با حکمِ ازل تدبیر نیست
اے ساقی شراب دے ازلی حکم کے مقابلہ کوئی تدبیر نہیں ہے

قابلِ تغییر نبود آنچہ تعیین کردہ اند
جو انہوں نے تعیین کیا ہے بدلنے کے قابل نہیں ہے

از خرد بیگانہ شو چوں جانش اندر بر بکش
عقل سے بیگانہ بن، جان کی طرح بغل میں دبا لے

دخترِ رز را کہ نقدِ عقل کابیں کردہ اند
اس انگور کی بیٹی کو، جس کا مہر نقد عقل مقرر کیا ہے

در سفالیں کاسۂ رنداں بخواری منگرید
رندوں کے مٹی کے پیالے کو ذلت سے نہ دیکھو

کایں حریفاں خدمتِ جامِ جہاں بیں کردہ اند
اس لیے کہ ان دوستوں نے جہاں بیں جام کی خدمت کی ہے

تیرِ مژگانِ دراز و غمزۂ جادو نکرد
لمبی پلکوں کے تیر، اور ادا کے جادو نے نہ کیا

آنچہ آں زلفِ دراز و خالِ مشکیں کردہ اند
وہ جو اس دراز زلف اور کالے تل نے کیا ہے

یک شکرِ انعامِ ما بود و لبت رخصت نداد
ہمارا انعام تھوڑی سی شکر تھی اور تیرے ہونٹ نے اجازت نہ دی

ہم تو انصافش بدہ شیریں لباں ایں کردہ اند
تو ہی اس کا انصاف کر شیریں ہونٹ والوں نے یہ کیا ہے

شاہداں از آتشِ رخسارِ رنگیں دمبدم
معشوقوں نے رنگین رخسار کی آگ سے ہر لحظہ

زاہداں را رخنہا اندر دل و دیں کردہ اند
زاہدوں کے دل اور دین میں شگاف ڈالدئے ہیں

شعرِ حافظ را کہ یکسر مدحِ احسانِ شماست
حافظ کے اشعار کو جو سارے تمہارے احسان کی تعریف ہیں

ہر کجا بشنیدہ اند از لطف تحسیں کردہ اند
جہاں بھی انہوں نے سنا ہے لطافت کی تعریف کی ہے

واعظاں کیں جلوہ بر محراب و منبر میکنند
یہ واعظ جو کہ محراب اور منبر پر جلوہ گری کرتے ہیں

چوں بخلوت میروند آں کارِ دیگر میکنند
جب تنہائی میں جاتے ہیں، وہ دوسرا کام کرتے ہیں

مشکلے دارم ز دانشمندِ مجلس باز پرس
مجھے ایک مشکل درپیش ہے مجلس کے عقلمند سے دریافت کر

توبہ فرمایاں چرا خود توبہ کمتر میکنند
توبہ کا حکم دینے والے خود توبہ کم کیوں کرتے ہیں

گوئیا باور نمیدارند روزِ داوری
گویا انہیں انصاف کے دن کا یقین نہیں ہے

کایں ہمہ قلب و دغل در کارِ داور میکنند
اس لیے کہ یہ سب کھوٹ اور فریب خدا کے معاملہ میں کرتے ہیں

یارب ایں نودولتاں را بر خرِ خودشاں نشاں
اے خدا ان نو دولتوں کو ان کے گدھے پر بٹھا

کایں ہمہ ناز از غلامِ ترک و استر میکنند
اس لیے کہ یہ سب ناز، ترک غلام اور خچر کی وجہ کرتے ہیں

بندۂ پیرِ خراباتم کہ درویشانِ او
میں شراب خانہ کے ایسے پیر کا غلام ہوں کہ اس کے فقیر

گنج را از بے نیازی خاک بر سر میکنند
بے نیازی کی وجہ سے خزانے کے سر پر خاک ڈالتے ہیں

اے گدائے خانقہ باز آ کہ در دیرِ مغاں
اے خانقاہ کے بھکاری آجا اس لیے کہ آتش پرستوں کے آتش کدہ میں

میدہند آبے و دلہا را توانگر میکنند
ایک پانی پلاتے ہیں اور دلوں کو مالدار بنا دیتے ہیں

حسنِ بے پایانِ او چندانکہ عاشق میکشد
اس کا بے انتہا حسن، جس قدر عاشقوں کو قتل کرتا ہے

زمرۂ دیگر بعشق از غیب سر بر میکنند
دوسری جماعت، عشق میں غیب سے سر ابھارتی ہے

۱۔ باز اور شاہین کو قید و بند میں رکھا جاتا ہے معمولی جانور کو کون پکڑتا ہے۔
۲۔ شراب انسان کی عقل لے لیتی ہے۔
۳۔ حافظ کا بہت ہی مشہور شعر ہے یعنی علماء ظاہر محراب و منبر پر تو وعظ گوئی کرتے ہیں لیکن خلوت میں جا کر خلاف شریعت کام کرتے ہیں۔
۴۔ یہ علماء دوسروں کو توبہ کرنے کے لئے تلقین کرتے ہیں لیکن خود ان کو توبہ کی توفیق نہیں ہوتی ہے۔
۵۔ انہیں قیامت کا یقین نہیں ہے ورنہ خدا کے کام میں دغل و فصل نہ کرتے
۶۔ نو دولت وہ لوگ ہیں جو معمولی حالت سے ایکدم مالدار بنجاتے ہیں یعنی ان کو پھر گدھے کی سواری نصیب ہو یہ اپنے غلاموں اور خچر کی وجہ سے اکڑتے ہیں۔
۷۔ اکثر عبادت گذار اپنی عبادت کا عوض جنت چاہتے ہیں یہ گداگری ہے ورنہ عبادت کا اخلاص یہ ہے کہ عبادت میں نہ جنت کا لالچ ہو نہ دوزخ کا خوف بلکہ عبادت سے مقصود محض ذات خداوندی ہو
۸۔ جس قدر عاشقوں کو قتل کرتا ہے اس سے زیادہ عاشق پیدا ہو جاتے ہیں۔

خانہ خالی کن دلا تا منزلِ جاناں شود
اے دل گھر کو خالی کرلے تاکہ وہ معشوق کی منزل بنے
کیں ہوسناکاں دل و جاں جائے دیگر میکنند
اس لیے کہ یہ لوالہوس دل اور جان کو دوسرے کی جگہ بناتے ہیں

آہ آہ از دستِ صرّافانِ گوہر ناشناس
گوہر کو نہ پہچاننے والے صرّافوں کے ہاتھ سے فریاد ہے
ہر زماں خرمہرہ را با دُر برابر میکنند
ہر وقت کوڑی کو، موتی کے برابر کرتے ہیں

بر درِ میخانۂ عشق اے ملک تسبیح گوی
اے فرشتے! عشق کے شرابخانہ کے دروازہ پر تسبیح پڑھ
کاندر آنجا طینتِ آدم مخمّر میکنند
اس لیے کہ اس جگہ آدم کی مٹی کو شراب سے گوندتے ہیں

صبحدم از عرش می آمد خروشِ بار گفت
صبح کے وقت عرش سے گفتگو کا شور آرہا تھا
قدسیاں گوئی کہ شعرِ حافظ از بر میکنند
گویا عرش والے حافظ کے اشعار یاد کرتے ہیں

ہر کہ شد محرمِ دل در حرمِ یار بماند
جو شخص دل کا راز دار بنا وہ یار کے حرم میں رہا
و آنکہ ایں کار ندانست دراں کار بماند
جس نے یہ کام نہ جانا، اُس کام سے عاجز رہا

اگر از پردہ بروں شد دلِ من عیب مکن
اگر میرا دل، پردہ سے باہر آگیا تو عیب نہ لگا
شکر ایزد کہ نہ در پردۂ پندار بماند
خدا کا شکر ہے، وہ غرور کے پردہ میں نہ رہا

صوفیاں و استدند از گرو مے ہمہ رخت
صوفیوں نے تمام سامان شراب کی گروی سے چھڑا لیا
خرقۂ ماست کہ در خانۂ خمّار بماند
ہماری گدڑی ہے کہ شراب فروش کے گھر پڑی رہ گئی

خرقہ پوشاں ہمگی مست گذشتند و گذشت
گدڑی پہننے والے سب مست گذرے اور ختم ہوا
قصۂ ماست کہ در ہر سرِ بازار بماند
ہمارا قصہ ہے کہ ہر بازار میں موجود رہ گیا

داشتم دلقے و صد عیبِ مرا میپوشید
میرے پاس ایک گدڑی تھی اور میرے سو عیب چھپاتی تھی
خرقہ رہنِ مے و مطرب شد و زنّار بماند
گدڑی شراب اور مطرب میں گروی ہوگئی اور زنّار رہ گیا

از صدائے سخنِ عشق ندیدم خوشتر
میں نے عشق کی بات کی صدا سے زیادہ بہتر نہ دیکھا
یادگارے کہ دریں گنبدِ دوّار بماند
کسی یادگار کو جو اس گھومنے والے گنبد میں باقی رہ گئی

ہر مے لعل کز آں جامِ بلوریں ستدم
ہر وہ سرخ شراب جو میں نے اس بلوری جام سے حاصل کی
آبِ حسرت شد و در چشمِ گہر بار بماند
وہ حسرت کا پانی بن گئی اور موتی برسانے والی آنکھ میں ٹھہری

جز دلم کو ز ازل تا بابد عاشقِ اوست
میرے دل کے سوا کون ہے جو ازل سے ابد تک اس کا عاشق ہے
جاوداں کس نشنیدم کہ دریں کار بماند
میں نے کسی کے بارے میں نہیں سنا جو ہمیشہ اس کام میں رہا ہو

گشت بیمار کہ چوں چشمِ تو گردد نرگس
نرگس بیمار بنی تاکہ تیری آنکھ کی طرح ہو جائے
شیوۂ او نشدش حاصل و بیمار بماند
اس کا طور طریق اس کو حاصل نہ ہوا اور بیمار رہ گئی

بر جمالِ تو چناں صورتِ چیں حیراں شد
چینی تصویر تیرے حسن پر ایسی حیران ہوگئی
کہ حدیثش ہمہ جا بر در و دیوار بماند
کہ اس کا قصہ سب جگہ درو دیوار پر رہ گیا

بتماشا گہِ زلفش دلِ حافظ روزے
اس کی زلف کی تماشاگاہ میں حافظ کا دل ایک دن
شد کہ باز آید و جاوید گرفتار بماند
گیا کہ وہ لوٹ آئے گا اور ہمیشہ کے لئے گرفتار ہوگیا

---

۱ دل جب غیر سے خالی ہوتا ہے تب وہ محبوب کی منزل بنتا ہے۔

۲ حدیث شریف میں آیا ہے جس نے اپنے آپ کو پہچان لیا اس نے خدا کو پہچان لیا۔

۳ اگر میں مستوری سے مستی میں آگیا تو کوئی خرابی نہیں، مستوری پندار کا پردہ تھی۔

۴ دوسرے صوفی کچے شرابی تھے جو سامان شراب کے بدلے گروی رکھا تھا اُس کو چھڑا لائے۔

۵ پہلے عشاق فنا ہوئے اور ان کے قصے بھی ختم ہوئے لیکن بعد از مرگ ہمارے چرچے ہیں۔

۶ میری گدڑی زنار کو چھپائے ہوئے تھی جب وہ شراب میں گروی ہوگئی زنّار نظر آنے لگا۔

۷ جو شراب پیتا ہوں وہ مزید شراب کی حسرت میں آنسو بن جاتی ہے۔

۸ نرگس نے تیری آنکھ کی ریس کی تیری آنکھ کی سی ادائیں تو اس کو حاصل نہ ہوئیں، بیماری حاصل ہوگئی۔

ہر آں کو خاطرِ مجموع و یارِ نازنیں دارد
جو شخص اطمینانِ قلب اور نازنیں دوست رکھتا ہے
سعادت ہمدمِ او گشت و دولت ہمنشیں دارد
سعادت اُس کی ساتھی ہوئی اور وہ دولت کو ساتھ رکھتا ہے

جنابِ عشق را درگہ بسے بالاتر از عقل است
جنابِ عشق کی درگاہ، عقل سے بہت بلند ہے
کسے آں آستاں بوسد کہ جاں در آستیں دارد
وہ شخص اس چوکھٹ کو بوسہ دیتا ہے جو جان کو آستین میں رکھتا ہے

بخواری منگر اے منعم ضعیفان و فقیراں را
اے دولت مند ضعیفوں اور فقیروں کو ذلت سے نہ دیکھ
کہ صدرِ مسندِ عزت فقیرِ رہ نشیں دارد
اس لیے کہ عزت کی مسند کا صدر مقام گداو نشیں فقیر رکھتا ہے

دہانِ تنگِ شیرینش مگر مہرِ سلیمان است
اس کا تنگ شیریں دہان شاید سلیمان کی انگوٹھی ہے
کہ نقشِ خاتمِ لعلش جہاں زیرِ نگیں دارد
اس لیے کہ اس کے ہونٹ کی انگشتری کا نقش دنیا کو زیرِ حکم رکھتا ہے

چو بر روئے زمیں باشی توانائی غنیمت داں
جہاں تک تو زمین کے اوپر ہے، طاقت کو غنیمت سمجھ
کہ دوراں ناتوانیہا بسے زیرِ زمیں دارد
اس لیے کہ زمانہ زمین کے نیچے بہت سی کمزوریاں رکھتا ہے

بلا گردانِ جان و دل دعائے مستمنداں است
حاجتمندوں کی دعا دل اور جان کی مصیبت کو ٹالنے والی ہے
کہ بیند خیر از آں خرمن کہ ننگ از خوشہ چیں دارد
اس کھلیان سے کون بھلائی دیکھ سکتا ہے جس کو خوشہ چیں سے عار محسوس ہوتی ہے

صبا از عشقِ من رمزے بگو با آں شہِ خوباں
اے صبا میرے عشق کی رمز، اس شاہِ خوباں کو سنا دے
کہ صد جمشید و کیخسرو غلامِ کمتریں دارد
جو سو جمشید اور کیخسرو، کمترین غلام رکھتا ہے

لبِ لعل و خطِ مشکیں چو آنش ہست و اینش نیز
لب لعل اور مشکیں خط جبکہ اس کے پاس وہ بھی ہے اور یہ بھی
بنازم دلبرِ خود را کہ حسنش آں و ایں دارد
مجھے اپنے دلبر پر ناز ہے کہ اس کا حسن وہ اور یہ رکھتا ہے

اگر گوید نمیخواہم چو حافظ بندۂ مفلس
اگر وہ کہے کہ میں حافظ جیسا مفلس غلام نہیں چاہتا ہوں
بگوئیدش کہ سلطانی گدائے رہ نشیں دارد
تو اس سے کہدو کہ راہ نشیں فقیر بادشاہت رکھتا ہے

ہر آنکہ جانبِ اہلِ وفا نگہ دارد
ہر وہ شخص جو وفاداروں کا خیال رکھتا ہے
خداش در ہمہ حال از بلا نگہ دارد
اس کو خدا تمام حالتوں میں بلا سے محفوظ رکھتا ہے

گرت ہواست کہ معشوق نگسلد پیوند
اگر تجھے خواہش ہے کہ معشوق جوڑ نہ توڑے
نگاہدار سرِ رشتہ تا نگہ دارد
تعلقات کا خیال رکھ، تاکہ وہ خیال رکھے

حدیثِ دوست نگویم مگر بحضرتِ دوست
میں دوست کی باتیں دوست کے سوا کسی سے نہیں کہتا ہوں
کہ آشنا سخنِ آشنا نگہ دارد
اس لیے کہ دوست، دوست کی بات محفوظ رکھتا ہے

سر و زر و دل و جانم فدائے آں محبوب
میرا سر اور مال اور دل اور جان اس محبوب پر قربان ہے
کہ حقِ صحبتِ مہر و وفا نگہ دارد
جو محبت اور وفا کی صحبت کے حق کا خیال رکھتا ہے

دلا معاش چناں کن کہ گر بلغزد پائے
اے دل اس طرح زندگی گذار کہ اگر پیر پھسلے
فرشتہ ات بدو دستِ دعا نگہ دارد
تو دعا کے دو ہاتھوں سے فرشتہ تجھے بچائے

نگہ نداشت دلِ ما و جائے رنجش نیست
اس نے ہمارے دل کا خیال نہ کیا، اور رنج کا موقع نہیں ہے
ز دستِ بندہ چہ خیزد خدا نگہ دارد
بندہ کے ہاتھ کا کیا اٹھتا ہے، خدا حفاظت کرتا ہے

ا جان در آستیں دارد یعنی سر ہتھیلی پر دھرے ہو۔
ے شعر ۳ جس کھلیان سے خوشہ چیں کو عار ہو وہ کھلیان کسی کی بھلائی کا سبب نہیں ہو سکتا ہے۔
ے سینکڑوں جمشید اور کیخسرو اس کے کمترین غلاموں میں شامل ہیں۔
ے میرے محبوب کے ہونٹ لعل جیسے ہیں اور اس کے رخسار پر مشکی خط ہے۔
ے یعنی حافظ اگرچہ بظاہر گدا ہے لیکن حقیقتاً بادشاہ ہے۔
ے جو اپنے وفاداروں کو نوازتا ہے خدا اس کو نوازتا ہے۔
ے عاشق کی باتوں کا معشوق ہی راز دار ہو سکتا ہے۔
ے انسان ایسی زندگی گذارے کہ اس کی لغزش کے وقت فرشتے اس کے لئے دستِ بدعا ہو جائیں۔

صبا در آں سرِ زلف ار دلِ مرا بینی — ز روئے لطف بگویش کہ جانگہ دارد
اے صبا اگر تو میرے دل کو اُس زلف میں دیکھے — نرمی سے اُس سے کہنا کہ جگہ کو نگاہ میں رکھے

غبارِ راہگذارت کجاست تا حافظ
تیرے راستہ کا غبار کہاں ہے تاکہ حافظ

بیادگارِ نسیمِ صبا نگہ دارد
صبا کی نسیم کی یادگار میں اس کو محفوظ رکھے

ہمائے اوجِ سعادت بدامِ ما افتد — اگر ترا گذرے بر مقامِ ما افتد
سعادت مندی کی بلندی کا ہما ہمارے جال میں آجائے — اگر تیرا گذر ہمارے جگہ پر ہو جائے

حُبابؔ وار براندازم از نشاط کلاہ — اگر ز روئے تو عکسے بجامِ ما افتد
خوشی سے بلبلے کی طرح میرے ٹوپی اتار پھینکوں — اگر تیرے چہرے کا عکس ہمارے جام میں پڑ جائے

ببارگاہِ تو چوں باد را نباشد راہ — کے اتفاقِ مجالِ سلامِ ما افتد
جبکہ تیری بارگاہ میں ہوا کا بھی گذر نہیں ہوتا — تو ہمارے سلام کا کیا موقع ہے!

چو جاں فدائے لبت شد خیال می بستم — کہ قطرۂ ز زلالت بکامِ ما افتد
جب جان تیرے ہونٹوں پر قربان ہوگئی تو میں نے سوچا — تیرے نیر پانی کا قطرہ ہمارے حلق میں پڑ جائے

خیالِ زلفِ تو گفتا کہ جاں وسیلہ مساز — کزیں شکار فراواں بدامِ ما افتد
تیری زلف کے خیال نے کہا کہ جان کو وسیلہ نہ بنا — اس لئے کہ اس طرح کے شکار بہت سے ہمارے جال میں پھنستے ہیں

ملوکؔ را چو رہِ خاک بوسِ ایں در نیست — کے التفاتِ جوابِ سلامِ ما افتد
جب بادشاہوں کو بھی اس در کی خاک کے بوسہ کا موقع نہیں ہے — ہمارے سلام کے جواب کی طرف توجہ کب ہوسکتی ہے

بنا اُمیدی ازیں در مرو بزن فالے — بود کہ قرعۂ دولت بنامِ ما افتد
اس در سے ناامیدی سے نہ جا، فال نکال — ہوسکتا ہے کہ دولت کا قرعہ ہمارے نام نکلے

شبے کہ ماہِ مراد از افق طلوع کند — بود کہ پرتوِ نورے ببامِ ما افتد
جس رات کو، مقصد کا چاند افق سے نکلے — ہو سکتا ہے کہ کسی نور کا سایہ ہمارے بالا خانہ پر پڑے

زِ خاکِ کوئے تو ہر گہ کہ دم زند حافظ
جس گھڑی حافظ تیرے کوچے کی مٹی کا ذکر کرتا ہے

نسیمِ گلشنِ جاں در مشامِ ما افتد
جان کے باغ کی ہوا، ہمارے دماغ میں آتی ہے

ہر کرا با خطِ سبزت سرِ سودا باشد — پائے ازیں دائرہ بیروں ننہد تا باشد
جس کو تیرے سبز خط کا عشق ہو — اس دائرے سے قدم باہر نہ رکھے گا جب تک زندہ رہے گا

در قیامت کہ سر از خاکِ لحد بر گیرم — داغِ سودائے توام سرِ سویدا باشد
قیامت میں، جب قبر کی خاک سے سر اٹھاؤں گا — تیرے عشق کا داغ، میرے دل کے سیاہ نقطہ کا راز ہوگا

ظلِّ ممدودِ خمِ زلفِ توام بر سر باد — کاندریں سایہ قرارِ دلِ شیدا باشد
تیری زلف کے خم کا دراز سایہ، میرے سر پر ہو — اس لیے کہ اس سایہ میں عاشق دل کو سکون ہوتا ہے

ؔ یعنی زلفِ یار کے آداب کا خیال رکھنا میرے سینہ کا ایک خیال رکھے جو اس کا اصل وطن تھا۔
ؔ بلبلے کو اگر قریب سے دیکھا جائے تو اس میں دیکھنے والے کی صورت کا عکس نظر آتا ہے لیکن ساتھ ساتھ وہ دیکھنے والے کے سانس سے بیٹھ جاتا ہے۔ بلبلے کا ٹوپی اتار پھینکنا یعنی اس کا بیٹھ جانا۔
ؔ جب ہوا کا بھی گزر نہیں ہے تو ہم جاکر کس طرح اس کو سلام کر سکتے ہیں۔
ؔ زلف کے نزدیک ہماری جان بے وقعت ہے ایسی سینکڑوں جانیں اُس جال میں پھنسی ہوئی تھیں۔
ؔ جبکہ اُسکے در کی خاک بوسی بادشاہوں کو میسر نہیں تو ہمارے سلام کی طرف وہ کیا توجہ دے گا۔
ؔ جو معشوق کے رخسار کے خط پر عاشق ہوا رہتے دم تک اسی عشق میں مبتلا رہے گا۔
ؔ سویدا نون، جس کالے نقطہ کو کہا جاتا ہے جو دل کے درمیان ہے ہو تا ہے لوگ [illegible]

[illegible] سودا [illegible] عشق کا داغ ہے۔

چوں دلِ من دمے از پردہ بروں آئی و در آئی — کہ دگر بارہ ملاقات نہ پیدا باشد

میرے دل کی طرح تھوڑی دیر کے لئے پردے سے نکل اور آجا — اس لئے کہ دوبارہ ملاقات نہ ہوگی

تا کے اے دُرِّ گرانمایہ روا خواہی داشت — کز غمت دیدۂ مردم ہمہ دریا باشد

اے قیمتی موتی! تو کب تک جائز رکھے گا — کہ تیرے غم میں، لوگوں کی آنکھیں پورا دریا ہوں

از بُنِ ہر مژہ ام آب روانست بیا — اگرت میلِ لبِ جوی و تماشا باشد

میری ہر پلک کی جڑ سے، پانی جاری ہے، آجا — اگر تجھے نہر کے کنارے، اور سیر کی خواہش ہو

چشمت از ناز بہ حافظ نکند میل آرے

تیری آنکھیں ناز کی وجہ سے حافظ کی طرف، مائل نہیں ہوتیں، ہاں

سرگرانی صفتِ نرگسِ شہلا باشد

تکبر، نرگسِ شہلا کی خاصیت ہوتی ہے

ہرگزم مہرِ تو از لوحِ دل و جاں نرود — ہرگز از یادِ من آں سروِ خراماں نرود

تیری محبت میرے دل اور جان کی تختی سے کبھی نہ نکلے گی — وہ ناز سے چلنے والا سرو، کبھی میری یاد سے نہ جائے گا

آں چناں مہرِ تو ام در دل و جاں جائے گرفت — کہ گرم سر برود مہرِ تو از جاں نرود

تیری محبت نے میرے دل اور جان میں اس طرح جگہ کرلی ہے — اگر میرا سر بھی چلا جائے گا تیری محبت جان سے نہ جائے گی

از دماغِ منِ سرگشتہ خیالِ رخِ دوست — بجفائے فلک و غصۂ دوراں نرود

مجھ پریشان کے دماغ سے دوست کے رخ کا خیال — آسمان کے ظلم سے اور زمانہ کے غم کی وجہ سے نہ نکلے گا

آنچہ از بارِ غمت در دلِ مسکینِ من است — برود دل ز من و از دلِ من آں نرود

تیرے غم کا بوجھ، جو میرے مسکین دل پر ہے — دل مجھ سے جاتا رہے گا اور میرے دل سے وہ نہ نکلے گا

در ازل بست دلم با سرِ زلفت پیوند — تا ابد سر نکشد و ز سرِ پیماں نرود

میرے دل نے ازل میں تیری زلف سے جوڑ لگایا ہے — ابد تک سر نہ موڑے گا اور عہد سے نہ ہٹے گا

گر رود از پئے خوباں دلِ من معذور است — درد دارد چہ کند گر پئے درماں نرود

میرا دل اگر حسینوں کے پیچھے جاتا ہے معذور ہے — وہ درد میں مبتلا ہے کیا کرے اگر علاج کے پیچھے نہ جائے

ہر کہ خواہد کہ چو حافظ نشود سرگرداں

جو چاہے، کہ حافظ کی طرح حیران نہ ہو

دل بخوباں ندہد در پئے ایشاں نرود

حسینوں کو دل نہ دے، ان کے پیچھے نہ پھرے

ہوسِ بادِ بہارم بسوئے صحرا بُرد — بادِ بوئے تو بیاورد و قرار از ما بُرد

موسمِ بہار کی ہوا کی ہوس، مجھے بیابان کی طرف لے گئی — ہوا تیری خوشبو لائی، اور ہمارا سکون لے گئی

ہر کجا بود دلے چشمِ تو بُرد از راہش — نہ دلِ خستۂ بیمارِ مرا تنہا بُرد

جہاں کہیں بھی کوئی دل تھا تیری آنکھ نے اس کو راستہ سے بھلا دیا — تنہا میرے خستہ، بیمار دل کو ہی نہیں لے گئی

جامِ مے دی ز لبت دم ز رواں بخشی زد — آبرو از لبِ جاں بخش رواں بخشا بُرد

شراب کے جام نے تیرے ہونٹوں کو چوم کے کل جان بخشی کا دعویٰ کیا — جان بخش، روح بخش، ہونٹوں کی آبرو لے گیا

۱۔ چونکہ محبوب کی آنکھیں نرگسِ شہلا ہیں لہذا ان میں بھی نرگس کا سا تکبر ہے۔

۲۔ عاشق کے دل کی دوا محبوب کے پاس ہے اور ہر مریض دوا کے پیچھے دوڑتا ہے۔

۳۔ میں بادِ بہاری کے شوق میں صحرا کی جانب گیا بادِ بہاری سے مجھے تیری خوشبو آئی جس نے بے قرار کردیا۔

۴۔ تیری آنکھ کا صرف میں ہی شیدا نہیں ہوں بلکہ ہر دل اسی شوق میں مبتلا ہے۔

۵۔ جامِ شراب تیرے ہونٹوں سے وابستہ ہوا تو اس کو یہ دعوے پیدا ہوگیا ہے کہ وہ زندگی بخشنے والا ہے لیکن اس کے بالمقابل دوسرے حسینوں کے زندگی بخشنے والے ہونٹوں کی کوئی قدر و منزلت نہیں رہی۔

راہِ ما غمزۂ آں تُرک کماں ابرو زد
اس کمان جیسا ابروالے، معشوق کی ادا نے ہم پر ڈاکہ ڈالا
رخت ما[۱] جملہ آں سروِ سہی بالا بُرد
اُس سروِ سہی جیسے قد والے کا رُخ، ہمارا سامان لوٹ لے گیا

دلِ سنگین ترا اشکِ من آورد براہ
تیرے پتھر جیسے دل کو میرے آنسو راہ پر لے آئے
سنگ را سیل تواند بہ رہِ دریا بُرد[۲]
بہاؤ، پتھر کو دریا میں بہا لیجاسکتا ہے

آمد و گرم بہ بُرد آبِ رخم اشکِ چو سیم[۳]
چاندی جیسے آنسو نکلے اور میرے چہرے کی رونق کو لوٹ لے گئے
زر بزر داد کسے کآمد و ایں کالا بُرد
جو آیا اور اس سامان کو لے گیا اس نے سونے پر سونا دیا

دوش دستِ طلبم سلسلۂ شوقِ تو بست
کل میری طلب کے ہاتھ کو تیرے عشق کی زنجیر نے باندھا
پائے خیلِ خردم لشکرِ غم از جا بُرد
غم کے لشکر نے میری عقل کے لشکر کے پاؤں اکھاڑ دیئے

بحثِ بُلبل برِ حافظ مکن از خوش سخنی
خوش کلامی میں حافظ کے پاس بُلبل کی بحث نہ چھیڑ
پیشِ طوطی[۴] نتواں صوتِ ہزار آوا بُرد
طوطی کے سامنے، بلبل کی آواز کی کچھ نہیں چلتی ہے

ہر کہ او یک سرِ مو پندِ مرا گوش کند
جو شخص بال برابر بھی میری نصیحت مان لے
ہمچو من حلقۂ گیسوئے تو در گوش کند
میری طرح، تیرے گیسو کا حلقہ بگوش ہو جائے

گر[۵] ببیند دہنِ تنگِ تو معصوم دلے
اگر کوئی معصوم دل والا تیرا تنگ منہ دیکھ لے
بادہ بر یادِ لبت ہمچو شکر نوش کند
تیرے ہونٹوں کی یاد پر، شراب کو شکر کی طرح پیئے

دوش بر دوش بدوشِ تو رسید ست دلم
کل رات میرا دل تیرے پاس دوش بدوش پہونچا ہے
خواہد امروز کہ جاں در سرِ آں دوش کند
آج اس کی خواہش ہے، کل رات کے خیال میں جان گنوائے

در چمن سوئے گل و نرگس و سوسن بگذر
چمن میں پھول، اور نرگس، اور سوسن کیجانب گذر
تا زبانِ ہمہ را حسنِ تو خاموش کند
تاکہ تیرا حسن سب کی زبان کو خاموش کردے

زآں سبب پیچ و خم و تاب دہد گیسو را
اس سبب سے وہ گیسو کو پیچ و خم اور بل دیرہا ہے
تا کہ او قیدِ دلِ عاشقِ مدہوش کند
تاکہ وہ مدہوش عاشق کے دل کو قید کردے

گرچہ صد عرضہ کند حافظِ مسکیں ز فراق
اگرچہ مسکین حافظ، فراق کے بارے میں سو عرضیاں دیتا ہے
چوں ببیند رُخِ تو جملہ[۶] فراموش کند
جب تیرا چہرہ دیکھ لیتا ہے، سب کو بھول جاتا ہے

یاد باد آنکہ نہانت نظرے با ما بود
یاد رہے کہ در پردہ ہم پر تیری نظر تھی
رقمِ مہرِ تو بر چہرۂ ما پیدا بود
تیری محبت کی علامت، ہمارے چہرے پر نمایاں تھی

یاد باد آنکہ چو چشمت بعتابم می کشت
یاد رہے کہ جب تیری آنکھیں غصہ سے مجھے مارے ڈالتی تھیں
معجزِ عیسویت در لبِ شکر خا بود
تو تیرے میٹھے ہونٹ میں عیسوی معجزہ تھا

یاد باد آنکہ مہِ من چو کُلہ بشکستے
یاد رہے کہ میرا چاند جب ٹیڑھی ٹوپی اوڑھتا تھا
در رکابش مہِ نو پیکِ جہاں پیما بود[۷]
تو اس کی رکاب میں نیا چاند، جہاں پیمائی قاصد ہوتا تھا

۱ سروِ سہی وہ سرو کہلاتا ہے جس کی جڑ سے سیدھی شاخیں نکلتی ہیں۔
۲ میرے رونے سے تیرا دل میری طرف مائل ہوگا۔ بیشک سیلاب پتھر دل کو دریا میں بہا لیجاتا ہے۔
۳ چاندی جیسے آنسوؤں نے میرے رخسار کی سرخی کو لوٹ لیا لیکن اس سے میری رونق کم نہیں بلکہ "نورٌ علیٰ نور" ہو گئی۔
۴ میری مثال طوطی کی سی ہے جس کے مقابلہ میں بلبل ہیچ ہے۔
۵ معصوم دل والا بھی تیرا منہ دیکھ کر تیرے ہونٹوں کی یاد میں شراب شکر کی طرح پینے لگے۔
۶ محبوب کو دیکھ کر سارے شکوے بھول جاتا ہوں۔
۷ اس شعر میں محبوب کی رکاب کو پہلی رات کے چاند سے تشبیہ دی ہے۔

یاد باد آنکہ رخت شمع طرب می افروخت
یاد رہے، کہ جب تیرا رخسار مستی کی شمع روشن کرتا تھا
ویں دلِ سوختہ پروانہ بے پروا بود
اور یہ جلا ہوا دل، اس کا بے پروا پروانہ تھا

یاد باد آنکہ چو یاقوت قدح خندہ زدے
یاد رہے، کہ جب یاقوت جیسا پیالہ مسکراتا تھا
درمیانِ من و لعلِ تو حکایتہا بود
مجھ میں، اور تیرے ہونٹ میں حکایتیں ہوتی تھیں

یاد باد آنکہ درآں بزمگہِ خلق و ادب
یاد رہے، کہ اس اخلاق، اور ادب کی محفل میں
آنکہ او خندۂ مستانہ زدے صہبا بود
جو مستانہ قہقہہ لگاتی تھی، وہ شراب تھی

یاد باد آنکہ صبوحی زدہ در مجلسِ اُنس
یاد رہے کہ صبح کی شراب پی کر محبت کی مجلس میں
جز من و یار نبودیم و خدا با ما بود
میرے اور دوست کے سوا کوئی نہ ہوتا تھا اور خدا ہمارے ساتھ تھا

یاد باد آنکہ خراباتِ نشیں بودم و مست
یاد رہے، کہ میں مست اور خرابات نشیں تھا
آنچہ در مجلسم امروز کمست آنجا بود
جو آج میری مجلس میں کم ہے وہ اس جگہ تھی

یاد باد آنکہ باصلاحِ شما میشد راست
یاد رہے، کہ تمہاری اصلاح سے درست ہوتی تھی
نظمِ ہر گوہرِ ناسفتہ کہ حافظ را بود
ہر بغیر بندھے ہوئے موتیوں کی نظم جو حافظ کی تھی

یاد باد آنکہ سرِ کوئے توام منزل بود
یاد رہے کہ تیرے کوچہ میں میرا پڑاؤ تھا
دیدہ را روشنی از خاکِ درت حاصل بود
تیرے در کی خاک سے آنکھ کو روشنی حاصل تھی

راست چوں سوسن و گل از اثرِ صحبتِ پاک
بالکل سوسن، اور گل کی طرح پاک صحبت کے اثر سے
بر زباں بود مرا آنچہ ترا در دل بود
میری زبان پر وہ تھا، جو تیرے دل میں تھا

دل چو از پیرِ خرد نقدِ معانی میجست
عقل کے بڑھے سے دل جب نقدِ معانی ڈھونڈتا تھا
عشق میگفت بشرح آنکہ برو مشکل بود
عشق تفصیل سے وہ بتا دیتا تھا جو اس پر مشکل تھا

آہ ازیں جور و تظلم کہ دریں دامگہ است
اس ظلم اور زیادتی پر آہ ہے، جو اس قید خانہ میں ہے
وائے زاں عیش و تنعم کہ درآں منزل بود
ہائے وہ عیش، اور ناز و نعمت جو اس منزل میں تھا

در دلم بود کہ بے دوست نباشم ہرگز
میرے دل میں تھا کہ دوست کے بغیر ہرگز نہ رہوں گا
چہ تواں گفت کہ سعیِ من و دل باطل بود
کیا کہا جائے کہ میری، اور دل کی کوشش غلط تھی

دوش بر یادِ حریفان بخرابات شدم
کل دوستوں کی یاد میں، شراب خانہ میں گیا
خمِ مے دیدم و خوں در دل و پا در گِل بود
شراب کا مٹکا دیکھا خون دل میں، اور پاؤں مٹی میں تھا

بس بگشتم کہ بپرسم سببِ دردِ فراق
بہت گھوما کہ فراق کے درد کا سبب دریافت کروں
مفتیِ عقل دریں مسئلہ لایعقل بود
عقل کا مفتی، اس مسئلہ میں بے عقل تھا

راستی خاتمِ فیروزۂ بواسحاقی
درست ہے، اسحاقی فیروزہ کی انگوٹھی
خوش درخشید ولے دولتِ مستعجل بود
اچھی چمکی تھی، لیکن ناپائیدار دولت تھی

دیدی آں قہقہۂ کبکِ خراماں حافظ
اے حافظ تو نے اکڑ کر چلنے والے کبک کے اس قہقہہ کو دیکھا
کہ ز سر پنجۂ شاہینِ قضا غافل بود
جو قضا کے شاہین کے پنجے سے غافل تھی

سنگت وہ شراب جیسی سرخ تھی ہے۔

ٹ یہ غزل ابواسحاق کے مرثیہ میں لکھی گئی ہے سلطان ابوسعید کے بعد شیراز اور فارس کے دیگر ملک کا امیر شیخ ابواسحاق بادشاہ بن گیا تھا اُس نے تھوڑے ہی زمانہ سلطنت کی تھی کہ امیر مبارز الدین کے حکم سے قتل کر دیا گیا تھا یہ خواجہ صاحب کا مربی اور ممدوح تھا۔

ٹ پھول کو دل اور سوسن کو زبان قرار دیا ہے یعنی جس طرح جو پھول میں ہے وہی سوسن میں ہے۔ اسی طرح میں تیرے دل کا ترجمان تھا۔

ٹ جس نکتہ کا حل عقل نہیں کر سکتی ہے اُس کو عشق حل کر دیتا ہے۔

ٹ دوستوں کی یاد میں سراسر اداسی تھی خم کے دل میں خون تھا یعنی اس میں سرتاسر شراب بھری تھی۔

ٹ بواسحاقی فیروزہ کی ایک کان کا نام ہے۔ جو نیشاپور میں ہے اور ابواسحاق کی طرف منسوب ہے اس شعر میں ابواسحاق کی سلطنت کے بہت جلد ختم ہو جانے کی طرف اشارہ ہے۔

ٹ کبک خراماں یعنی ابواسحاق

یارئ اندر کس نمی بینیم یاراں را چہ شد
ہم کسی میں دوستی نہیں دیکھ رہے ہیں، دوستوں کو کیا ہوا!
دوستی کی آخر آمد دوستداراں را چہ شد
دوستی گویا ختم ہو گئی، دوستوں کو کیا ہوا!

آب حیواں تیرہ گوں شد خضر فرخ پے کجاست
آب حیات گدلا ہو گیا، مبارک قدم خضر کہاں ہے؟
خوں چکید از شاخ گل باد بہاراں را چہ شد
پھول کی شاخ سے خون ٹپک پڑا، موسم بہار کی ہوا کو کیا ہوا!

صد ہزاراں گل شگفت و بانگ مرغے بر نخاست
لاکھوں پھول کھلے، اور کسی پرندے کی آواز نہ نکلی
عندلیباں را چہ پیش آمد ہزاراں را چہ شد
عندلیبوں کو کیا پیش آیا، بلبلوں کو کیا ہوا!

لعلے از کان مروت بر نیامد سالہاست
سالوں گزر گئے مروت کی کان سے کوئی لعل نہ نکلا
تابش خورشید و سعی باد و باراں را چہ شد
آفتاب کی گرمی، اور ہوا اور بارش کی کوشش کو کیا ہوا!

زہرہ ساز خود نمیگیرد مگر عودش بسوخت
زہرہ اپنا ساز نہیں تھامتی ہے شاید اس کی سارنگی جل گئی ہے؟
کس ندارد ذوق مستی میگساراں را چہ شد
مستی کا کسی کو شوق نہیں ہے، شرابیوں کو کیا ہوا!

کس نمیگوید کہ یارے داشت حق دوستی
کوئی نہیں کہتا ہے، کہ کوئی دوست دوستی کا حق رکھتا تھا
حق شناساں را چہ حال افتاد و یاراں را چہ شد
حق کے پہچاننے والوں کا کیا حال ہوا، دوستوں کو کیا ہوا!

گوئے توفیق و کرامت درمیاں افگندہ اند
توفیق اور بندگی کی گیند، درمیان میں ڈالے ہوئے ہیں
کس بمیداں در نمی آرد سواراں را چہ شد
کوئی میدان کا رخ نہیں کرتا ہے، سواروں کو کیا ہوا!

حافظ اسرار الٰہی کس نمیداند خموش
اے حافظ چپ رہ، خدائی بھید کوئی نہیں جانتا ہے
از کہ می پرسی کہ دور روزگاراں را چہ شد
کس سے پوچھتا ہے کہ زمانوں کے دور کو کیا ہوا!

یک دو جامم دی سحرگہ اتفاق افتادہ بود
کل صبح، مجھے دو ایک جام پینے کا اتفاق ہوا تھا
وز لب ساقی شرابم در مذاق افتادہ بود
ساقی کے ہونٹ سے، میرے منہ میں شراب پڑی تھی

از سر مستی دگر با شاہد عہد شباب
مستی کی وجہ سے جوانی کے زمانہ کے معشوق سے دوبارہ
رجعتے میخواستم لیکن طلاق افتادہ بود
رجعت کرنا چاہتا تھا، لیکن طلاق واقع ہو چکی تھی

نقش می بستم کہ گیرم بوسہ زاں چشم مست
میں نے نقشہ جمایا تھا کہ اس مست آنکھ کا بوسہ لوں گا
طاقت و صبر از خم ابروش طاق افتادہ بود
طاقت اور صبر اس کے ابرو کے خم کی وجہ سے جواب دے چکا تھا

ساقیا جامم دمادم دہ کہ در سیر طریق
اے ساقی پے در پے جام دے اس لیے کہ طریقت کے سفر میں
ہر کہ عاشق وش نیامد در نفاق افتادہ بود
جس نے عاشقانہ طرز اختیار کیا نفاق میں مبتلا تھا

اے معبر مژدہ فرما کہ دوشم آفتاب
اے تعبیر دینے والے مجھ کو خوشخبری دے کہ کل رات سورج
در شکر خواب صبوحی ہم وثاق افتادہ بود
میری صبح کی میٹھی نیند میں، ہم منزل تھا

در مقامات طریقت ہر کجا کردیم سیر
طریقت کے مقامات میں، جہاں کہیں ہم نے سیر کی
عافیت را با نظر بازی فراق افتادہ بود
آرام، اور نظر بازی میں جدائی تھی

گر نبودے شاہ یحییٰ نصرۃ الدین از کرم
اللہ کے کرم سے، اگر شاہ یحییٰ نصرت الدین نہ ہوتا
کار ملک و دیں ز نظم و اتفاق افتادہ بود
ملک اور دین کا کام انتظام اور اتفاق سے گرا ہوا تھا

۱ خواجہ صاحب نے اس غزل میں اپنے ہم عصروں کی بے مروتی کا شکوہ کیا ہے۔
۲ کان میں لعل سورج کی شعاعوں اور آب و ہوا سے بنتا ہے۔ یعنی مدت گزر گیا اور کوئی مروت والا انسان پیدا نہیں ہوا۔
۳ زہرہ ستارے کو رقاصۂ فلک مانا گیا ہے
۴ کوئی کسی کی دوستی کے حق کا قائل نہیں ہے
۵ میں مستی سے اپنے جوانی کے زمانہ کو لوٹانا چاہتا تھا لیکن معلوم ہوا کہ اس معشوق پر اس قسم کی طلاق پڑ چکی ہے جس کے بعد رجعت ممکن نہیں ہے یعنی جوانی لوٹ کر نہیں آ سکتی ہے۔
۶ سوچا تھا کہ آنکھوں کا بوسہ لوں گا لیکن ناطاقتی نے اجازت نہ دی۔
۷ صبح کے وقت خواب میں دیکھا کہ گھر میں سورج آیا ہوا ہے یقیناً اس کی تعبیر یہ ہے کہ معشوق آئے گا۔
۸ نظر بازی کے ساتھ راحت اور آرام جمع نہیں ہو سکتا ہے۔
۹ امیر تیمور نے شیراز فتح کرنے کے بعد شاہ یحییٰ نصرت الدین کو اس کا حاکم بنا دیا تھا جو بہت بہادر دل عزیز مخلص تھا۔

حافظ آں ساعت کہ ایں نظمِ پریشاں می نوشت
حافظ، جس وقت یہ پریشان نظم لکھ رہا تھا

طائرِ فکرش بدامِ اشتیاق افتادہ بود
اس کے فکر کا پرندہ عشق کے جال میں پھنسا ہوا تھا

یاد باد آنکہ زما وقتِ سفر یاد نکرد — بوداعے دلِ غمدیدۂ ما شاد نکرد
یاد رہے، کہ سفر کے وقت ہمیں یاد نہ کیا — چلتے وقت غمگین دل کو رخصت کرکے خوش نہ کیا

آں جوانمرد کہ میزد رقمِ خیر و قبول — بندۂ پیر ندانم زچہ آزاد نکرد
اس نوجوان نے جو خیر اور قبولیت کا نشان قائم کرتا تھا — بڈھے غلام کو نہ معلوم کس وجہ سے آزاد نہ کیا

دل بہ امید صدائے کہ مگر در تو رسد — نالہا کرد دریں کوہ کہ فرہاد نکرد
دل نے ایسی آواز کی امید پر کہ شاید تجھ میں اثر کر جائے — اس پہاڑ میں ایسے نالے کئے، جو فرہاد نے نہ کئے

ہر شبے جامہ بخونابہ بشویم کہ فلک — رہنموئیم بپائے علمِ داد نکرد
ہر رات کو خالص خون سے کپڑے دھوتا ہوں اس لئے کہ آسمان نے — انصاف کے جھنڈے کے نیچے تک میری رہنمائی نہ کی

سایہ تا باز گرفتی زچمن مرغِ سحر — آشیاں در شکنِ طرۂ شمشاد نکرد
جب سے چمن سے تو نے اپنا سایہ ہٹا لیا صبح کے پرندے نے — شمشاد کی زلف کی شکن میں، گھونسلا نہیں بنایا

شاید ار پیکِ صبا از تو بیاموزد کار — زانکہ چالاکتر ازیں حرکت باد نکرد
مناسب ہوگا، اگر صبا کا قاصد تجھ سے کام سیکھے — اس لئے، کہ اس سے ہوا بھی تیز نہ چلی

کلکِ مشاطۂ صنعش نکشد نقشِ مراد — ہر کہ اقرار بدیں حسنِ خداداد نکرد
خدائی سازگری کی نائن کا قلم اس کی مراد کا نقش نہیں بناتا — جس نے اس خداداد حسن کا اقرار نہ کیا

مطربا پردہ بگردان و بزن راہِ عراق — کہ ازیں راہ بشد یار و زما یاد نکرد
اے مطرب پردہ بدل اور نغمۂ عراق کو چھیڑ — اس لئے کہ معشوق اسی راستے سے چلا گیا اور ہمیں یاد نہ کیا

ازغزلہائے عراقیست سرودِ حافظ
حافظ کا گانا، عراقی غزلوں سے ہے

کہ شنید ایں رہِ دل سوز کہ فریاد نکرد
یہ دل سوز نغمہ کس نے سنا کہ فریاد نہ کی

یارم چوں قدح بدست گیرد — بازارِ بتاں شکست گیرد
جب میرا محبوب پیالہ ہاتھ میں تھام لیتا ہے — معشوقوں کا بازار، شکست کھا جاتا ہے

در بحر فتادہ ام چو ماہی — تا یار مرا بشست گیرد
میں مچھلی کی طرح، دریا میں گرا ہوا ہوں — تاکہ، مجھ کو محبوب کانٹے سے پکڑ لے

در پاش فتادہ ام بزاری — آیا بود آنکہ دست گیرد
میں عاجزی سے، اس کے قدموں میں گرا ہوا ہوں — کیا یہ ہو سکے گا، کہ وہ ہاتھ پکڑ لے

ہر کس کہ بدید چشمِ او گفت — کو محتسبے کہ مست گیرد
جس نے بھی اس کی آنکھ دیکھی، وہ بولا — محتسب کہاں ہے، جو مست کو گرفتار کرے

---

۱ معشوق بھلائی کا کام کرنے میں مشہور ہے لیکن بوڑھے غلام کو آزاد نہ کیا یہ بڑا ظلم ہے۔
۲ علم داد بادشاہ عموماً ایک جھنڈا گاڑ دیتے تھے تاکہ فریادی اس کے نیچے جمع ہو جائیں اور سب کا انصاف کر دیا جائے۔
۳ اتنی تیز رفتاری ہوا میں بھی نہیں ہے جس تیزی سے معشوق چلا گیا، تو صبا کو اس کی شاگردی کرنی چاہیے۔
۴ عراق موسیقی کے ایک پردے کا نام ہے جس پر عموماً حقیقیہ گانے گائے جاتے ہیں۔ غزلہائے عراقی وہ غزلیں کہلائیں گی جن میں حقیقیہ مضامین ہوں۔
۵ شراب نوشی کے بعد اس کے حسن میں ایسا اضافہ ہو جاتا ہے کہ دوسرے حسین ماند پڑ جاتے ہیں۔
۶ اس کی آنکھیں اس قدر مست ہیں کہ محتسب کو انہیں گرفتار کر لینا چاہیے۔

خرم دلِ آنکہ ہمچو حافظ
حافظ کی طرح اس کا دل خوش ہے جو
جامے ز مئے الست گیرد
الست کی شراب سے ایک جام بھر لے

ردیفِ ذالِ معجمہ

اے ذوقِ شہدِ لعلِ تو در کامِ من لذیذ
اے دوست تیرے ہونٹ کے شہد کا مزہ میرے حلق میں لذیذ ہے
حلوائے قند گرسنہ را در دہن لذیذ
قند کا حلوہ، بھوکے کے منہ میں لذیذ ہوتا ہے

دندانِ[1] یار در دہنِ تنگ خوش نمود
تنگ منہ میں، محبوب کے دانت بھلے معلوم ہوتے تھے
در کامِ حقّہ دانۂ دُرِّ عدن لذیذ
ڈبیہ کے منہ میں عدن کے موتی بھلے ہیں

شہد[2] و شکر ہر آنچہ ببازارِ عالم ست
شہد اور شکر، جو کچھ بھی دنیا کے بازار میں ہے
شیریں ازوست در دہنم این سخن لذیذ
اس کی وجہ سے شیریں ہے، میرے منہ میں یہ لذیذ بات ہے

حظے رسد بعنبرِ زلفت دماغ را
تیری زلف کے عنبر سے دماغ کو ایک حصہ ملتا ہے
باشد بمغز نفحۂ مشکِ ختن لذیذ
ختن کے مشک کی مہک دماغ کو لذیذ معلوم ہوتی ہے

مارا[3] بباغِ دیدہ ز اشکِ سفید و سرخ
ہماری آنکھ کے باغ میں سفید اور سرخ آنسوؤں سے
حظے ست چون بباغِ گل و یاسمن لذیذ
وہ لطف حاصل ہے جیسے باغ میں گلاب اور یاسمن کے پھول لذیذ ہوتے ہیں

گر خلق را بکام بود لذت از بہی
اگر دنیا والوں کے تالو کو بہی سے لذت حاصل ہوتی ہے
بیمارِ عشق را شدہ سیبِ ذقن لذیذ
عشق کے بیمار کے لیے، ٹھوڑی کا سیب لذیذ بن گیا ہے

عشقِ رخت بخاطرِ حافظ ز جملہ بہ
حافظ کی طبیعت میں تیرے رخسار کا عشق سب سے بہتر ہے
در مغزِ بلبل از ہمہ بوئے چمن لذیذ
بلبل کے دماغ میں چمن کی خوشبو سب سے زیادہ لذیذ ہے

اے گفتگوئے لعلِ تو در کامِ جاں لذیذ
اے کہ تیرے ہونٹوں کی بات، جان کے تالو میں لذیذ ہے
ذکرِ لبت چو طعمِ شکر در دہاں لذیذ
تیرے ہونٹوں کا ذکر، شکر کے ذائقہ کی طرح منہ میں لذیذ ہے

دندانِ[4] تست قطرۂ شیر و شکر لبت
تیرے دانت دودھ کا قطرہ، اور تیرے ہونٹ شکر ہیں
در کامہاست شیر و شکر بہرِ آں لذیذ
دودھ اور شکر حلقوں میں اس وجہ سے لذیذ ہے

خونِ دل و کبابِ جگر ہر دو بہرِ تست
دل کا خون، اور جگر کے کباب دونوں تیرے لئے ہیں
باشد بہم کباب و مئے ارغواں لذیذ
کباب اور ارغوانی شراب اکٹھے لذیذ ہوتے ہیں

گفتم حدیثِ لطفِ تو آمد سخن لطیف
میں نے تیری عنایتوں کا ذکر کیا، تو بات پُر لطف ہو گئی
کردم بیانِ وصفِ لبت شد بیاں لذیذ
میں نے تیرے ہونٹوں کی تعریف کی، تو بیان لذیذ ہو گیا

دل[5] ناوکِ تو خواست کہ باشد ہمائے را
دل نے تیرے تیر کی خواہش کی اس لیے کہ ہما کے لئے
نسبت بطعمہائے دگر استخواں لذیذ
دوسرے کھانوں کی بہ نسبت، ہڈی مزیدار ہوتی ہے

[1] دانتوں کو عدن کے موتیوں سے تشبیہ دی ہے۔
[2] محبوب کے حسن کی تعریفیں میرے لئے شہد و شکر سے بھی زیادہ شیریں ہیں۔
[3] ہم اس کے ہجر میں سفید اور سرخ آنسو بہا رہے ہیں اور ان کی سفیدی اور سرخی مل کر ایسا منظر پیش کرتی ہے جیسا کہ گلاب اور یاسمن کے باغ میں ہوتا ہے۔
[4] دانت دودھ کے قطرے کی طرح ہیں اور ہونٹ شکر کی طرح۔
[5] دل ہما ہے اور محبوب کا تیر ہڈی، دل نے محبوب کے تیر کی خواہش کی یعنی ہما ہڈی کا خواستگار رہتا۔

اُورا زبسکہ چاشنی حسنِ دلبری ست   پیوستہ حرفِ او گذرد بر زباں لذیذ
اُس کو چونکہ دلبری کے حسن کی بے حد چاشنی حاصل ہے   تو اس کی باتیں ہمیشہ زبان کو لذیذ معلوم ہوتی ہیں

حافظ بسے ز شیرۂ جاں پخت حلوۂ
حافظ نے جان کے شیرے سے اکثر حلوا پکایا

در آرزوئے آں لبِ نامد چناں لذیذ
اس ہونٹ کی تمنا میں، اور ایسا لذیذ نہ نکلا

بنویس دِلا بیار کاغذ   بفرست باں نگار کاغذ
اے دل! لکھ! کاغذ لا   اس محبوب کو خط بھیج

اے بادِ صبا ببر باں شوخ   از عاشقِ بے قرار کاغذ
اے بادِ صبا! اس شوخ کے پاس لیجا   بے قرار، عاشق کی جانب سے پیغام

ہرگز نہ نویسد اُو جوابے   بنویسم اگر ہزار کاغذ
وہ ہرگز جواب نہیں لکھے گا   اگرچہ میں، ہزار خط لکھوں

تا نامِ تو نقش شد بر و ماند   بر صفحۂ روزگار کاغذ
جب سے تیرا نام اس پہ نقش ہوا، باقی رہا   صفحہ روزگار پر کاغذ

بنویس ز روئے مہربانی
مہربانی کر کے لکھ

بر حافظِ دل فگار کاغذ
خستہ دل، حافظ کو خط

ردیفِ رائے مہملہ

الا اے طوطیِ گویائے اسرار   مبادا از شکر خالیت منقار
اے اسرار بیان کرنے والی طوطی!   خدا کرے تیری چونچ، شکر سے خالی نہ ہو

سرت سبز و دلت خوش باد جاوید   کہ خوش نقشے نمودی از خطِ یار
تو سرسبز، اور تیرا دل ہمیشہ خوش رہے   اس لیے کہ تو نے یار کے خط کا اچھا نقش قایم کیا ہے

سخن سربستہ گفتی با حریفاں   خدا را زیں معمّا پردہ بردار
تو نے دوستوں سے پوشیدہ بات کہی   خدا کے لیے، اس معمّہ پر سے پردہ اٹھا

بروئے ما زن از ساغر گلابے   کہ خواب آلودہ ایم اے بختِ بیدار
ساغر سے، ہمارے منہ پر کچھ گلاب چھڑک   اس لیے کہ اے بیدار بخت! ہم سوئے ہوئے ہیں

چہ رہ بود اینکہ زد در پردہ مطرب   کہ می رقصند باہم مست و ہشیار
مطرب نے پردہ پر جو گایا، وہ کیا گانا تھا!   کہ مست اور ہوشیار مل کر رقص کر رہے ہیں

ازیں افیوں کہ ساقی در مے افگند   حریفاں را نہ سر ماند نہ دستار
اس افیون سے، جو ساقی نے شراب میں ملائی   دوستوں کا نہ سر رہے گا، نہ پگڑی

ا۔ کاغذ لاکر محبوب کو خط لکھو۔
۲۔ اے صبا ہمارا پیغام معشوق کو پہنچا۔
۳۔ طوطی کی داستان دراصل محبوب کے خط کا مضمون ہے۔
۴۔ بیدار کرنے کے لئے منہ پر پانی چھڑک دیا جاتا ہے۔

خرد ہر چند نقدِ کائنات ست — چہ سنجد پیشِ عشقِ کیمیاکار
عقل اگرچہ کائنات کی دولت ہے — کیمیا ساز عشق کے سامنے اس کا کیا وزن ہے؟

سکندر را نمی بخشند آبے — بزور و زر میسر نیست ایں کار
سکندر کو پانی نہیں دیتے ہیں — یہ کام زور، اور زر سے حاصل نہیں ہوتا ہے

بیا و حالِ اہلِ درد بشنو — بلفظِ اندک و معنیِ بسیار
آ، اور درد مندوں کا حال سُن — کم الفاظ، اور زیادہ معنیٰ کے ساتھ

بمستوراں مگو اسرارِ مستی — حدیثِ جاں مپرس از نقشِ دیوار
مستی کے راز، عبادت گزاروں کو نہ بتا — دیوار کی تصویر سے، جان کی بات دریافت نہ کر

بُتِ چینی عدوِ دین و دل ست — خداوندا دل و دینم نگہ دار
چینی بُت، دین، اور دل کا دشمن ہے — اے خدا میرے دین اور دل کی حفاظت کر

خداوندی بجائے بندگاں کرد — خداوندا از آفاتش نگہ دار
غلاموں کے ساتھ، آقائی کا معاملہ کیا — اے خدا اُس کو مصیبتوں سے بچا

بیُمنِ دولتِ منصور شاہی
منصور شاہی، حکومت کی برکت سے

عَلَم شد حافظ اندر نظمِ اشعار
اشعار کے نظم کرنے میں، حافظ مشہور ہو گیا

اے بادِ مُشک بو بگذر سوئے آں نگار — بکشا گرہ ز زلفش و بوئے بمن بیار
اے مُشک جیسی خوشبو والی ہوا اس محبوب کے پاس سے گذر — اس کی زلف کی گرہ کھول، اور میرے پاس کچھ خوشبو لا

با او بگو کہ اے مہِ نا مہربانِ من — باز آ کہ عاشقانِ تو مُردند ز انتظار
اس سے کہہ دے کہ اے میرے بے رحم چاند! — آ جا اس لیے کہ تیرے عاشق انتظار میں مر رہے ہیں

دل دادہ ایم و مہرِ تو از جاں خریدہ ایم — بر ما جفا و جورِ فراقت روا مدار
ہم نے دل دیا ہے اور تیری محبت جان کے بدلے خریدی ہے — اپنے فراق کے ظلم اور ستم کو ہم پر روا نہ رکھ

کردی بجورِ روزگار فراموش بندہ را — زنہار عرضِ یارِ وفادار گوش دار
زمانہ کی طرح، تو نے غلام کو بھلا دیا — وفادار دوست کی گذارش ضرور سُن لے

ایدل بساز با غمِ ہجران و صبر کن — اے دیدہ در فراقش ازیں بیش خوں مبار
اے دل! ہجر کے ساتھ نباہ کر، اور صبر کر — اے آنکھ! اُس کے فراق میں اس سے زیادہ خون نہ برسا

آں بہ کہ خیالِ دوست ز پیشِ نظر شوی — چوں بر وصالِ یار نداریم اختیار
ہاں دوست کے تصور کو نظر کے سامنے سے نہ ہٹا — جبکہ ہمیں دوست کے وصال پر اختیار نہیں ہے

حافظ تو تا بکے غمِ مالِ جہاں خوری
اے حافظ! تو کب تک دنیا کی دولت کا غم کھائیگا؟

بسیار غم مخور کہ جہاں نیست پائدار
زیادہ غم نہ کھا اس لئے کہ دنیا پائدار نہیں ہے

۱ عقل اگرچہ کائنات کی دولت ہے لیکن عشق کے مقابلہ میں ہیچ ہے
۲ شعر
[illegible]
۳ منصور شیراز کا بادشاہ ہے جو شاہ یحییٰ کو قتل کرنے کے بعد بادشاہ بنا تھا یہ خواجہ کا بڑا محسن تھا۔
۴ مجھے عاشقوں پر ظلم کرنا مناسب نہیں ہے۔
۵ تو بھی زمانہ کی طرح بے وفائی کر رہا ہے۔
۶ دیار کے وصل پر تو قابو نہیں ہے اس کا تصور ہی کر لیا جائے۔
۷ ناپائیدار دنیا کے غم میں نہ پڑنا چاہیے۔

اے بردہ گوئے حسن ز خوبانِ روزگار — قدّت برآستی چو سہی سروِ جویبار
اے وہ جو کہ حسن کی گیند دنیا کے حسینوں سے جیت لے گیا — تیرا قد سیدھا ہے، نہر کے سروِ سہی کی طرح ہے

الحق وجودِ نقش و نشانِ دہانِ تو — موہوم نقطہ ایست نہ پنہاں نہ آشکار
صحیح بات یہ ہے کہ تیرے منہ کے نقش و نشان کا وجود — ایک ایسا موہوم نقطہ ہے جو نہ پوشیدہ ہے، نہ ظاہر

دادیم دل بدستِ خط و زلف و خال تو — از دستِ ہر سہ تا چہ کشد ایں دلِ فگار
ہم نے تیرے خط اور زلف اور تل کے ہاتھ میں دل دیا ہے — دیکھیے تینوں کے ہاتھوں سے یہ زخمی دل کیا مصیبت اٹھائے

بادا ہزار دشمن اگر یار با من است — دانم مصاف را و نترسم ز کارزار
اگر دوست میرے ساتھ ہو، ہزار دشمن ہوا کریں — میں لڑائی پہچانتا ہوں اور جنگ سے نہیں ڈرتا ہوں

عشقت چو در سراچۂ دل خانہ گیر شد — زیں در اگر بدر شوم آیم باضطرار
جب سے تیرا عشق دل کی سرائے میں مقیم ہوا ہے — اس دروازے سے اگر باہر نکلتا ہوں مجبوراً واپس لوٹتا ہوں

گر سرو پیشِ قدِ تو سر میکشد مرنج — عقلِ طویل را نبود ہیچ اعتبار
اگر تیرے قد کے بالمقابل سرو سرکشی کرے تو رنجیدہ نہ ہو — لمبے کی عقل کا کوئی بھروسہ نہیں ہوتا ہے

منصوبۂ ہوائے تو حافظ کنوں چو باخت
اب جبکہ حافظ نے تیری محبت کی بازی لگائی ہے
در ششدرِ غمت دلش افتاد مہرہ وار
گوٹ کی طرح تیرے غم کے ششدر میں اس کا دل پھنس گیا

اے خرم از فروغِ رخت لالہ زارِ عمر — باز آ کہ ریخت بے گلِ رویت بہارِ عمر
اے وہ کہ تیرے رخ کے نور سے عمر کا لالہ زار سرسبز ہے — لوٹ آ کہ تیرے رخ کے پھول کے بدون زندگی کی بہار ضائع ہو گئی

از دیدہ گر سرشک چو باراں رود رواست — کاندر غمت چو برق بشد روزگارِ عمر
اگر آنکھ سے آنسو بارش کی طرح بہیں تو مناسب ہے — اس لیے کہ تیرے غم میں زندگی کا زمانہ برق کی طرح ختم ہو گیا

بے عمر زندہ ام من و زیں بس عجب مدار — روزِ فراق را کہ نہد در شمارِ عمر
میں بدون عمر کے زندہ ہوں اور اس پر زیادہ تعجب نہ کر — ہجر کے زمانہ کو، عمر میں کون گنتا ہے!

اندیشہ از محیطِ فنا نیست ہر کرا — بر نقطۂ دہانِ تو باشد مدارِ عمر
اس کو فنا کے دریا سے، ہرگز خوف نہیں ہے — جس کی عمر کا مدار، تیرے منہ کے نقطہ پر ہو

در ہر طرف ز خیلِ حوادث کمیں گہ است — زاں رو عناں گسستہ دواند سوارِ عمر
حوادث کے لشکر کی ہر جانب گھات کی جگہ ہے — اسی لیے زندگی کا سوار باگ چھوڑے ہوئے دوڑ رہا ہے

ایں یک دو دم کہ دولتِ دیدار ممکن است — دریاب کارِ دل کہ نہ پیداست کارِ عمر
ان دو ایک سانسوں میں جبکہ دیدار کی دولت ممکن ہے — دل کا مقصد پورا کر لے، اس لئے کہ عمر کا معاملہ واضح نہیں ہے

تا کے مے صبوح و شکر خوابِ صبح دم — بیدار گرد ہاں کہ نماند اعتبارِ عمر
صبح کی شراب اور صبح کی میٹھی نیند کب تک؟ — ہاں، بیدار ہو جا، اس لیے کہ عمر کا بھروسہ نہیں رہا

دی در گذار بود و نظر سوئے ما نکرد — بیچارہ دل کہ ہیچ ندید از گذارِ عمر
کل جا رہا تھا اور اس نے ہماری طرف نظر نہ کی — دل بیچارہ ہے کہ عمر گزارنے سے اس نے کوئی فائدہ نہ دیکھا

۱ سروِ جویبار نہر کے کنارے لگایا جاتا ہے۔
۲ معشوق کے منہ کو موجود کہا جا سکتا ہے نہ معدوم۔
۳ دل تین چیزوں کے پھندے میں پھنسا ہے دیکھیے اس پر کیا گزرتی ہے۔
۴ سرو دراز قد ہے اور دراز قد والے عموماً احمق ہوتے ہیں لہٰذا اسکی سرکشی سے رنجیدہ نہ ہونا چاہیے۔
۵ ششدر شطرنج کی بازی میں وہ مقام ہوتا ہے کہ جہاں اگر گوٹ پھنس جائے تو بدون مخالف کی گوٹ کو راستہ دیئے اپنی گوٹ کو کوئی راستہ نہیں ملتا ہے۔
۶ جبکہ محبوب کے بغیر عمر بجلی کی طرح گذر رہی ہے تو اگر آنکھوں سے بارش برسے تو کیا تعجب ہے۔
۷ جبکہ ایک موہوم نقطہ پر زندگی کا مدار ہے تو فنا سے کیا ڈرنا ہے۔
۸ عمر کا گھوڑا بگٹٹ اس لیے دوڑ رہا ہے کہ ہر طرف حوادث گھات میں ہیں۔
۹ صبح کی شراب اور نیند میں وقت ضائع نہ کرنا چاہیے عمر کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

حافظ سخن بگوی که در صفحهٔ جہاں
حافظ! شعر کہہ کہ صفحۂ روزگار پہ

ایں نقش ماند از قلمت یادگارِ عمر
تیرے قلم کا یہ نقش، زندگی کی یادگار رہے گا

اے صبا نکہتے از خاکِ درِ یار بیار
اے صبا! یار کے دروازے کی خاک کی ذرا سی خوشبو لا

ببر اندوہِ دل و مژدهٔ دلدار بیار
دل کا رنج دور کردے اور محبوب کی خوشخبری لا

نکتهٔ روح فزا از دہنِ یار بگوئے
معشوق کے منہ کا کوئی روح فزا نکتہ بیان کر

نامهٔ خوش خبر از عالمِ اسرار بیار
رازوں کی دنیا سے خوشخبری کا خط لا

تا معطّر کنم از لطفِ نسیمِ تو مشام
تاکہ میں تیری نسیم کی لطافت سے دماغ کو معطر کروں

شمّهٔ از نفحاتِ نفسِ یار بیار
محبوب کے سانس کی خوشبو کا کچھ تھوڑا سا حصہ لا

بوفائے تو کہ خاکِ رہِ آں یارِ عزیز
تجھے اپنی وفاداری کی قسم کہ اس پیارے دوست کے راستے کی

بے غبارے کہ پدید آید از اغیار بیار
اس غبار کے بغیر، جو غیروں سے اٹھے، لا

روزگاریست کہ دل چہرهٔ مقصود ندید
ایک زمانہ گزر گیا کہ دل نے مقصود کا چہرہ نہیں دیکھا

ساقیا آں قدحِ آئینہ کردار بیار
اے ساقی! آئینہ کی صفات کا وہ پیالہ لا

گردے از رہگذرِ دوست بکوریِ رقیب
رقیب کے اندھے پن کے لئے دوست کے راستہ کی گرد

بہرِ آسائشِ ایں دیدهٔ خونبار بیار
اس خون بہانے والی آنکھ کی راحت کے لیے لا

دلِ دیوانہ ز زنجیر نمی آید باز
دیوانہ دل زنجیر سے باز نہیں آتا ہے

حلقهٔ از خمِ آں طرّهٔ طرّار بیار
اس طرار زلف کے پیچ کا ایک حلقہ لا

خامی و سادہ دلی شیوهٔ جانبازاں نیست
کچاپن اور سادہ دلی، جانبازوں کا شیوہ نہیں ہے

خبرے از برِ آں دلبرِ عیّار بیار
اس عیار دلبر کے پاس سے کوئی خبر لا

شکرِ آں را کہ تو در عشرتی اے مرغِ چمن
اے چمن کے پرندے! اس شکریہ میں کہ تو عیش میں ہے

باسیرانِ قفس مژدهٔ گلزار بیار
قفس کے قیدیوں کے لیے گلزار کی کوئی خوشخبری لا

کامِ جاں تلخ شد از صبر کہ کردم بے دوست
بغیر دوست کے جو میں نے صبر کیا اس سے جان کا حلق کڑوا ہو گیا

عشوهٔ زاں لبِ شیریں شکر بار بیار
اس کے شکر برسانے والے میٹھے ہونٹ کی کوئی ادا لا

دلقِ حافظ بچہ ارزد بہ میش رنگیں کن
حافظ کی گدڑی کس قیمت کی ہے اس کو شراب سے رنگ

وآنگہش مست و خراب از سرِ بازار بیار
اور پھر حافظ کو مست اور خراب سرِ بازار لا

اے صبا نکہتے از کوئے فلانے بمن آر
اے صبا! فلاں کے کوچہ کی ذرا سی خوشبو میرے پاس لا

زار و بیمارِ غمم راحتِ جانے بمن آر
میں غم کی وجہ سے لاغر اور بیمار ہوں کسی جان کی راحت میرے پاس لا

قلبِ بیحاصلِ ما را بزن اکسیرِ مراد
ہمارے نامراد دل پر، مراد کی اکسیر لگا دے

یعنی از خاکِ درِ دوست نشانے بمن آر
یعنی دوست کے دروازے کی خاک کا نشان میرے پاس لا

۱؎ حافظ کے اشعار زمانہ میں یادگار رہیں گے۔
۲؎ اس خاک میں رقیب کے پیروں کی گرد شامل نہ ہو۔
۳؎ وہ پیالہ دے جس میں آئینہ کی طرح محبوب کا رخ نظر آئے۔
۴؎ اس دیوانہ دل کو زنجیر سے قابو میں نہیں لایا جا سکتا اس لئے محبوب کے زلف کے حلقہ کی ضرورت ہے۔
۵؎ معشوق کے راستہ کی خاک ہمارے دل کے لیے اکسیر ہے۔

در کمیں گاہِ نظر با دلِ خویشم جنگ ست
نظر کی کمین گاہ میں میری اپنے دل سے جنگ ہے

زابروؔ و غمزۂ او تیر و کمانے بمن آر
اسکی ابرو اور ادا کا تیر اور کمان میرے پاس لا

در غریبی و فراق و غمِ دل پیر شدم
مسافرت اور فراق اور دل کے غم میں بوڑھا ہو گیا ہوں

ساغرِ مےؔ زکفِ تازہ جوانے بمن آر
شراب کا پیالہ کسی نوجوان کے ہاتھ سے میرے پاس لا

منکراں را ہم ازیں مے دو سہ ساغر بچشاں
انکار کرنے والوں کو بھی اس شراب کے دو تین ساغر چکھا دے

وگر ایشاں نستانند روانے بمن آر
اور اگر وہ نہ لیں، تو جلد میرے پاس لا

ساقیا عشرتِ امروز بفردا مفگن
اے ساقی! آج کے عیش کو کل پر نہ ڈال

یا ز دیوانؔ قضا خطِ امانے بمن آر
یا قضا کے دفتر سے امان کا ایک خط میرے پاس لا

دلم از پردہؔ بشد دوش کہ حافظ می گفت
میرا دل پردے سے باہر آ گیا کل جب کہ حافظ کہہ رہا تھا

اے صبا نکہتے از کوئے فلانے بمن آر
اے صبا فلاں کے کوچہ کی خوشبو میرے پاس لا

اے بر امیدِ وصلِ تو موقوف کارِ عمر
اے وہ کہ تیرے وصل کی امید پر زندگی کا کام موقوف ہے

عمرِ منی کہ پیر شوی در کنارِ عمر
تو میری زندگی ہے، خدا کرے زندگی کی بغل میں تو بوڑھا ہو

عمرِ عزیز ہمدمِ من باش یک دمے
پیاری زندگی، تھوڑی دیر کے لئے میرے ساتھ رہ

تا خوش شود بدولتِ وصلِ تو کارِ عمر
تاکہ تیرے وصل کی دولت سے زندگی کا معاملہ بہتر ہو جائے

دانندؔ عاشقاں کہ نیاید بہ ہیچ کار
عاشق جانتے ہیں، کہ کسی کام نہیں آتی ہے

عمرے کہ بے تو میگذرد در شمارِ عمر
عمر کی گنتی میں، وہ زندگی جو تیرے بدون گذرتی ہے

عمرِ منی اگرچہ کہ عمرست بے وفا
کہ میری زندگی ہے، اگرچہ زندگی بے وفا ہے

بادا ہزار جانِ گرامی نثارِ عمر
خدا کرے ہزاروں پیاری جانیں، زندگی پر نچھاور ہوں

زینساں کہ عمر میگذرد در فراقِ تو
اس طور پر، کہ زندگی تیرے فراق میں گذر رہی ہے

از جانِ خود ملول شدم در گذارِ عمر
میں زندگی گذارنے میں اپنی جان سے تنگ آ گیا ہوں

چوں بر مدارِ عمر دمے اختیار نیست
جب زندگی کے دارومدار پر، کچھ اختیار نہیں ہے

حافظ چہ اعتماد کند بر مدارِ عمر
زندگی کے مدار پر، حافظ کیا بھروسہ کرے

بعدؔ ازیں ہرگز نہ بیند ہیچ میخوارے دگر
اس کے بعد کوئی شراب نوش پھر ہرگز نہ دیکھے گا

ہمچو من میخوارہ و مثلِ تو خمارے دگر
مجھ جیسا شرابی، اور تجھ جیسا دوسرا شراب فروش

ساقیے داریم ما چندانکہ مے از دستِ وے
بھلا ایسا ساقی ہے کہ ہم جس قدر بھی اسکے ہاتھ سے شراب

میخوریم و باز میگوئیم یکبارے دگر
پیتے ہیں، اور پھر کہتے ہیں کہ ایک بار اور

خرقۂ پشمینہ بفروشیم و نفروشیم زہد
ہم اونی گدڑی بیچتے ہیں، اور زہد نہیں بیچتے ہیں

وز سرِ گیسوئے او پوشیم زنارے دگر
اور اس کے گیسو سے دوسرا جنیؤ پہنتے ہیں

۱ ابرو کی کمان اور غمزہ کا تیر لا۔
۲ نوجوان محبوب کے ہاتھ سے شراب پینے سے جوانی لوٹ آئیگی
۳ جس سے یہ اطمینان ہو جائے کہ میں کل تک زندہ رہوں گا۔
۴ حافظ نے جب مطلع کا پہلا مصرع پڑھا تو دل بے قابو ہو گیا۔
۵ جو زمانہ معشوق بدون گذرے وہ عمر میں نہیں جوڑا جاتا ہے، اس لیے کہ وہ زندگی کا نہیں موت کا زمانہ ہے
۶ شعر
جلا کر مجھ کو عاصی میکدہ میں [illegible]
[illegible]

ہر کہ عاشق گشت میگویند خونِ دل خورد
لوگ کہتے ہیں جو عاشق بنا وہ دل کا خون پیتا ہے

پس نمیدانیم ماجز عاشقی کارے دگر
لہٰذا ہم عاشقی کے سوا کوئی دوسرا کام نہیں جانتے ہیں

حرمتِ دستارِ حافظ را بدار اے میفروش
اے شراب فروش، حافظ کی پگڑی کی عزت کر

کو جز ایں کہنہ ندارد ہیچ دستارے دگر
اس لئے کہ اس کے پاس اس پرانی پگڑی کے سوا اور پگڑی نہیں ہے

پروانہ نمی شکیبد از نور
پروانہ روشنی سے صبر نہیں کرتا ہے

ور قصد کند بسوزد از دور
اور اگر ارادہ کرتا ہے تو دور سے ہی جل جاتا ہے

ہر کس بہوائے خود گرفتار
ہر شخص، اپنی خواہش میں گرفتار ہے

صاحب نظراں بروئے منظور
نظر والے محبوب کے چہرے کے شوق میں

آنروز کہ روزِ حشر باشد
جس دن، حشر کا دن ہوگا

ق

دیوانِ قضا و عرضِ منشور
فیصلوں کے دفتر کا، حکموں کی پیشی کا

ما زندہ بہ ذکرِ دوست باشیم
ہم، محبوب کے ذکر سے زندہ ہوں گے

دیگر حیواں بنفخہ صور
دوسرے جانور، صور پھکنے سے

آنگہ کہ تو در بہشت باشی
جب تو، بہشت میں ہوگا

خود کس نہ کند نگاہ در حور
اپنے آپ ہی، کوئی حور پر نگاہ نہ ڈالے گا

ما مستِ شرابِ نابِ عشقیم
ہم، عشق کی خالص شراب کے مست ہیں

نہ تشنہ سلسبیل و کافور
نہ سلسبیل، اور کافور کے پیاسے

اے یار حذر ز آہِ ما کن
اے یار! ہماری آہ سے بچ

کا تش نبرد حجابِ مستور
کہیں، آگ، چھپنے والے کے پردے کو نہ جلا دے

چوں صبح کرد عزمِ جہانگیری اختیار
جب صبح نے دنیا کو فتح کرنے کا پختہ ارادہ کیا

آفاق را ز حلّہ زربفت شد شعار
اطرافِ عالم کا زربفت کے جوڑے کا لباس بنا

آفاق را طلیعہ مہرِ جہاں فروز
دنیا کو روشن کرنے والے سورج کی ابتدا نے اطرافِ عالم کو

آراستہ چو طلعتِ خورشیدِ کامگار
کامیاب سورج کے چہرہ کی طرح آراستہ کر دیا

ایں گوہر از کدام صدف خاست کز بہا
یہ موتی کس سیپ سے نکلا، کہ قیمت کی وجہ سے

بر روے ہزار کوکبِ رخشاں کند نثار
اس پر صبح، ہزاروں چمکتے ستاروں کو نچھاور کر رہی ہے

فرصت شمار صحبت و بشنو بگوشِ ہوش
صحبت کو غنیمت جان، اور ہوش کے کان سے سن

از حالِ گردشِ فلک و دورِ روزگار
آسمان کی گردش، اور زمانہ کے چکر کا حال

منصوبہ ہوائے تو حافظ کنوں چہ باخت
اب حافظ، تیری محبت کا منصوبہ کیا ہارا

در ششدرِ غمت دلش افتادہ در دو جا
اس کا دل تیرے غم کے ششدر میں پھنس گیا

لے پروانہ کو شمع سے نہ ملتے بنتی ہے نہ جلے بنتی۔
لے شعر
ہیں تم پسند ہو تو ہیں کو یہ لئے
نکلا ہی اپنی پسند اپنی اپنی
سے دوسرے لوگ صور کے
پھونکنے سے زندہ ہوں
گے ہم محبوب کے ذکر سے
ہی اٹھیں گے۔
سے ہماری آہ نے
اگر پردہ جلا دیا تو تو
بے پردہ
ہو جائے گا
سے صبح
پر صبح اپنے
تمام ستارے
نچھاور کر دیتی ہے۔
سے اس شعر میں شطرنج
کی بازیوں کی طرف اشارہ
ہے ششدر اس بازی
کو کہتے ہیں جہاں گوٹ
ایسے مقام پر پھنس جائے
کہ بعض دوسرے کو
راستہ دے خود اپنا راستہ
بند ہو جائے۔

دِلا چندم بریزی خون ز دیدہ شرم دار آخر
اے دل میری آنکھ سے کتنا خون بہائے گا، آخر شرم کر

تو نیز اے دیدہ خوابے کن مرادِ دل برآر آخر
اے آنکھ تو بھی کچھ سو جا، آخر دل کی مراد پوری کر

منم یارب کہ جانا نرا ز عارض بوسہ میچینم
اے خدا کیا میں ہی ہوں کہ محبوب کے رخسار کا بوسہ لیتا ہوں

دعائے صبحدم دیدی کہ چوں آمد بکار آخر
تو نے دیکھا، آخر صبح کی دعا کیسی کار آمد ہوئی

چو باد از خرمنِ غیراں ربودن خوشہ تا چند
دوسروں کے کھلیان سے ہوا کی طرح خوشہ چینی کب تک

ز ہمت توشہ بردار و خود تخمے بکار آخر
ہمت کا توشہ لے، آخر خود کوئی بیج بولو

مرادِ دنیا و عقبیٰ بمن بخشید روزی بخش
روزی عنایت کرنے والے نے مجھے دنیا اور عقبیٰ کی مراد دیدی

بگوشم قولِ چنگ اول بدستم زلفِ یار آخر
ابتداءً میرے کان میں چنگ کا قول اور آخر میں میرے ہاتھ میں یار کی زلف

نگارستانِ چیں دانم نخواہد شد سرایت لیک
مجھے معلوم ہے تیرا گھر چین کا نگارستان نہ بنے گا لیکن

بنوکِ کلک رنگ آمیز نقشے می نگار آخر
قلم کی نوک سے رنگ ملا اور آخر کوئی نقش کھینچ

دلا در ملکِ شبخیزی گر از اندوہ نگریزی
اے دل شب خیزی کی دنیا میں اگر تو رنج سے گریز نہ کرے گا

دمِ صبحت بشارتہا بیارد زاں نگار آخر
صبح کا سانس آخر کار اس محبوب کی خوشخبریاں تجھے دے گا

بتے چوں ماہ زانو زدمے چوں لعل پیش آورد
چاند جیسا معشوق دو زانو ہو کر بیٹھا ہے اور لعل جیسی شراب لایا ہے

تو گوئی تائبم حافظ ز ساقی شرم دار آخر
اے حافظ تو کہتا ہے میں نے توبہ کر لی ہے آخر ساقی سے شرم کر

دیگر ز شاخِ سروِ سہی بلبلِ صبور
صابر بلبل نے سرو سہی کی شاخ سے پھر

گلبانگ زد کہ چشم بد از روئے گل بدور
آواز دی کہ پھول کے چہرے سے نظر بد دور ہو

اے گل بشکر آنکہ شگفتی بکامِ دل
اے پھول اس شکرانہ میں کہ تو دل کے مقصد کے مطابق کھل گیا ہے

با بلبلانِ بیدل شیدا مکن غرور
بے دل، عاشق، بلبلوں سے غرور نہ کر

زاہد اگر بحور و قصور ست امیدوار
زاہد، اگر حور اور محلوں کا امیدوار ہے

مارا شرابخانہ قصور ست و یار حور
ہمارے لیے شراب خانے، محل ہیں اور یار، حور ہے

از دستِ غیبتِ تو شکایت نمی کنم
تیری عدم موجودگی کی، میں شکایت نہیں کرتا ہوں

تا نیست غیبتے ندہد لذتے حضور
جب تک عدم موجودگی نہیں ہوتی ہے، موجودگی مزہ نہیں دیتی ہے

گر دیگراں بعیش و طرب خرم اند و شاد
اگر دوسرے عیش اور مستی میں خوش و خرم ہیں

مارا غمِ نگار بود مایۂ سرور
ہمارے لئے محبوب کا غم، خوشی کا سرمایہ ہے

مے خور ببانگ چنگ و مخور غصہ ور کسے
چنگ کی دھن پر شراب پی اور غصہ نہ کر اگر کوئی

گوید ترا کہ بادہ مخور گو ہو الغفور
تجھے کہے کہ شراب نہ پی تو کہدے وہ بخشنے والا ہے

حافظ شکایت از غمِ ہجراں چہ میکنی
اے حافظ ہجر کے غم کی تو کیا شکایت کرتا ہے

در ہجر وصل باشد و در ظلمت ست نور
ہجر میں ہی وصل ہوتا ہے اور تاریکی میں نور ہے

۱؎ دل کو شرم آنی چاہیے وہ آنکھوں سے خون بہا رہا ہے، سونے میں ہی محبوب کا دیدار میسر آتا ہے۔
۲؎ ہوا دوسروں کے کھلیان سے خوشہ چینی کرتی ہے، انسان کو اپنی کمائی کھانی چاہیے۔
۳؎ دنیا کی مراد چنگ کا گانا اور آخرت کی مراد زلفِ یار ہے۔
۴؎ اگر انسان مانی جیسی نقاشی نہ بھی کر سکے تو بھی کچھ نہ کچھ تو کرے۔
۵؎ موسم خزاں میں بلبل صابر بنی ہوئی تھی اب موسم بہار آنے پر نغمہ سرائی کر رہی ہے۔
۶؎ فراق کے بعد ہی وصال میں لذت پیدا ہوتی ہے۔
۷؎ خدا کی مغفرت پر بھروسہ کر کے پی جا۔

روئے بنما و مرا گو کہ دل از جاں برگیر
چہرہ دکھا اور مجھ سے کہہ کر جان سے دل ہٹالے

پیش شمع آتشِ پروانہ بجاں گو در گیر
کہدے کہ شمع کے سامنے، پروانہ کی آگ جان میں لگالے

بر لبِ تشنۂ من بیں و مدار آب دریغ
میرے پیاسے ہونٹ کو دیکھ، اور پانی میں دریغ نہ کر

بر سرِ کشتۂ خویش آی و ز خاکش برگیر
اپنے مقتول کے پاس آ، اور اس کو خاک سے اٹھالے

چنگ بنواز و بساز ار نبود عود چہ باک
چنگ بجا اور درست کرلے اگر عود نہیں تو کیا پروا ہے

آتشم عشق و دلم عود و تنم مجمر گیر
میرے عشق کو آگ، اور میرے دل کو اگر، اور میرے جسم کو انگیٹھی فرض کرلے

در سماع آی و ز سر خرقہ برانداز برقص
سماع میں آ، اور وجد میں سر سے خرقہ اتار پھینک

ورنہ در گوشہ نشیں دلقِ ریا در بر گیر
ورنہ گوشہ نشیں ہوجا، ریاکاری کی گدڑی پہن لے

دوست گو یار شود ہر دو جہاں دشمن باش
دوست کہدو یار بن جائے، اور دونوں جہان دشمن ہوں

بخت گو پشت مکن بروئے زمیں لشکر گیر
نصیبہ کو کہدو پشت نہ دکھائے اور روئے زمین لشکر ہوجائے

ترکِ درویش مگیر ار نبود سیم و زرش
فقیر کو نہ چھوڑ اگر اس کے پاس سونا اور چاندی نہ ہو

در غمت سیم شمار اشک و رخش را زر گیر
اپنے غم میں اسکے آنسوؤں کو چاندی اور اسکے رخ کو سونا سمجھ

میلِ رفتن مکن ای دوست دمے با ما باش
اے دوست جانے کی خواہش نہ کر، اور تھوڑی دیر ہمارے ساتھ رہ

بر لبِ جوئے طرب جوی و بکف ساغر گیر
نہر کے کنارے مستی چاہ، اور ہاتھ میں پیالہ پکڑ

رفتہ گیر از برم ایں آتش و آبِ دل و چشم
میرے جسم سے دل کی اس آگ کو اور آنکھ کے پانی کو گیا ہوا سمجھ

گونۂ ام زرد و لبم خشک و کنارم تر گیر
میرے رنگ کو زرد اور میرے ہونٹ کو خشک اور میری بغل کو تر سمجھ

صوف برکش ز سر و بادۂ صافی درکش
سر سے کمبل اتار پھینک، اور صاف شراب پی

سیم در باز و بر و سیمبرے در بر گیر
چاندی کو ہار دے اور جا چاندی جیسے جسم والے کو بغل میں لے لے

حافظ آراستہ کن بزم و بگو واعظ را
اے حافظ! مجلس سجا، اور واعظ سے کہدے

کہ ببین مجلسم و ترکِ سرِ منبر گیر
کہ میری مجلس دیکھ، اور منبر چھوڑ دے

روئے بنما و وجودِ خودم از یاد ببر
چہرہ دکھا دے اور میرے وجود کو میری یاد سے بھلادے

خرمنِ سوختگاں را ہمہ گو باد ببر
کہدے کہ سب جلے ہوؤں کے کھلیان کو ہوا اڑا لیجائے

ما کہ دادیم دل و دیدہ بطوفانِ بلا
ہم، جنھوں نے دل اور آنکھ کو مصیبت کے طوفان کے سپرد کردیا ہے

گو بیا سیلِ غم و خانہ ز بنیاد ببر
کہدو غم کا سیلاب آئے، اور گھر کو بنیاد سے اکھاڑ لیجائے

زلفِ چوں عنبرِ خامش کہ ببوید ہیہات
افسوس ہے، اسکی کچے عنبر جیسی زلف کو کون سونگھ سکتا ہے!

ای دلِ خام طمع ایں سخن از یاد ببر
اے خام طمع دل! اس بات کو بھلادے

سینہ گو شعلۂ آتشکدۂ پارس بکش
سینہ سے کہدو پارس کے آتشکدہ کی آگ کو بجھادے

دیدہ گو آبِ رخِ دجلۂ بغداد ببر
آنکھ سے کہدو بغداد کے دجلہ کی آبرو لیجائے

سعیِ ناکردہ دریں راہ بجائے نرسی
کوشش بدون تو اس راستہ میں کسی جگہ نہ پہونچے گا

مزد اگر می طلبی طاعتِ استاد ببر
اگر تو صلہ چاہتا ہے، استاد کی فرمانبرداری کر

۱ شمع سے محبوب کا رخسار آتش پروانہ سے عشق مراد ہے۔
۲ دشمن چہ کند چو مہرباں باشد دوست۔
۳ عاشق کے آنسو کو چاندی اور زرد چہرے کو سونا سمجھ۔
۴ یعنی آنکھوں سے نہریں بہہ رہی ہیں۔
۵ چہرہ دکھا کر مجھے بےخود بنادے اور خودی سے غافل کردے۔
۶ سینہ میں ایسی آگ ہونی چاہیے جس سے پارسیوں کا آتش کدہ شرما جائے۔ آنکھوں سے آنسو دجلہ سے زیادہ جاری ہونے چاہئیں۔

دوش میگفت بمژگانِ درازت بکشم
کل کہہ رہا تھا: تجھے لمبی پلکوں سے قتل کردوں گا

یارب از خاطرش اندیشۂ بیداد ببر
اے خدا! اس کی طبیعت سے ظلم کا ڈر نکال دے

روزِ مرگم نفسے وعدۂ دیدار بدہ
میرے مرنے کے دن کے لئے تھوڑی دیر دیدار کا وعدہ کرے

وآنگہم تا بہ لحد فارغ و آزاد ببر
پھر تو مجھے قبر تک فارغ، اور آزاد لیجا

دولتِ پیرِ مغاں باد کہ باقی سہل ست
پیر مغاں کی دولت باقی رہے، اس لیے کہ باقی باتیں تو آسان ہیں

دیگرے گو برود نامِ من از یاد ببر
دوسرے سے کہدو چلا جائے، اور میرا نام یاد سے بھلادے

بعد ازیں چہرۂ زردِ من و خاکِ درِ دوست
اس کے بعد میرا زرد چہرہ ہوگا اور دوست کے در کی خاک

بادہ پیش آر و بیکجا غمم از یاد ببر
شراب سامنے لا، اور مجھے غم بالکل بھلادے

حافظ اندیشہ کن از نازکیِ خاطرِ یار
اے حافظ! یار کے مزاج کی نزاکت کا خیال رکھ

برو از درگہش ایں نالہ و فریاد ببر
اس کے دربار سے چلا جا، اور اس نالہ اور فریاد کو لیجا

ساقیا مایۂ شباب بیار
اے ساقی! جوانی کا سرمایہ لا

یک دو ساغر شرابِ ناب بیار
خالص شراب کے ایک دو ساغر، لا

داروئے دردِ عشق یعنی مے
عشق کے درد کی دوا، یعنی شراب

کوست درمانِ شیخ و شاب بیار
جو بوڑھے، اور جوان کا علاج ہے، لا

آفتاب ست و ماہ بادہ و جام
سورج اور چاند ہیں، شراب، اور جام

درمیانِ مہ آفتاب بیار
چاند میں سورج، لا

غمِ دوراں مخور کہ رفت و نرفت
زمانہ کا غم نہ کھا، کہ گیا، اور نہ گیا

نغمۂ بربط و رباب بیار
بربط، اور رباب کا نغمہ، لا

میکشد عقل سرکشیِ تمام
عقل پوری سرکشی کرتی ہے

گردنش را زمے طناب بیار
اس کی گردن کے لئے شراب کی رسی، لا

بزن ایں آتشِ مرا آبے
میری اس آگ پر تھوڑا پانی ڈال

یعنی آں آتشِ چو آب بیار
یعنی وہ آگ، جو پانی کی طرح ہے، لا

گل اگر رفت گو بشادی رو
پھول اگر چلا گیا، کہدو خوشی سے جائے

بادۂ ناب چوں گلاب بیار
عرقِ گلاب کی طرح خالص شراب، لا

غلغلِ قمری ار نماند رواست
قمری کا شور، اگر نہیں رہا تو مناسب ہے

قلقلِ شیشۂ شراب بیار
شراب کے شیشہ کی قلقل، لا

یا صوابست یا خطا خوردن
پینا جائز ہے، یا گناہ

گر خطا ہست و گر صواب بیار
خواہ گناہ ہے، خواہ جائز، لا

وصلِ او جز بخواب نتواں دید
اس کے وصل کو خواب کے سوا نہیں دیکھا جاسکتا

داروئے کوست اصلِ خواب بیار
وہ دوا، جو نیند کی جڑ ہے، لا

۱ خدا کرے وہ قتل کردے اور ظلم کا خیال کرکے ارادہ ترک نہ کرے۔
۲ محبوب کے مزاج کی نزاکت فریاد اور نالہ کی برداشت نہیں کرسکتی ہے۔
۳ خالص شراب جوانی کا سرمایہ ہے۔
۴ چاند میں آفتاب لا یعنی جام میں شراب لا۔
۵ عقل کی سرکشی شراب کی رسی سے جائیگی۔
۶ قلقل وہ آواز ہے جو صراحی کے انڈیلنے سے پیدا ہوتی ہے۔
۷ وصل بیداری میں میسر نہ آئیگا بلکہ خواب میں میسر آسکتا ہے۔

گرچه مستم سه چار جامِ دگر — تا بکلّی شوم خراب بیار
اگرچہ میں مست ہوں، تین چار جام اور — لا، تاکہ میں بالکل مست ہو جاؤں

یک دو رطلِ گراں به حافظ ده
حافظ کو ایک دو بھاری پیمانے دے

گر گناه است وگر ثواب بیار
خواہ گناہ ہے، خواہ ثواب، لا

سروِ بالا بلندِ خوش رفتار — دلبرِ نازنینِ خوش گفتار
بلند قد، خوش رفتار، سرو — نازنین دلبر، خوش کلام

دلِ ما برده‌ ئی به عیّاری — از برائے خدا نگاهش دار
تو چالاکی سے ہمارا دل لے گیا — خدا کے لئے اس کی حفاظت کر

زلفِ سنبل اگر بر افشانی — نبود مشک را دگر مقدار
اگر تو سنبل کی زلف کو جھٹک دے — پھر مشک کی قدر نہ ہوگی

بیوفائی مکن دگر پیشه — بوفا کوش اے بُتِ عیّار
پھر بیوفائی کا پیشہ نہ اختیار کر — اے چالاک بُت! وفا اختیار کر

گاه گاهے به بوسه‌ ام بنواز — تا بگردی ز عمر بر خوردار
مجھے کبھی کبھی بوسہ سے نواز دے — تاکہ تو اپنی زندگی سے پھل کھانے والا بنے

تا بدیدم دو چشمِ جادویت — در دلِ من بماند صبر و قرار
جب سے میں نے تیری دونوں جادوگر آنکھوں کو دیکھا ہے — میرے دل میں صبر و قرار نہیں رہا

حافظِ درد مند حیران ست
درد مند، حافظ حیران ہے

بندهٔ تست بے زر و مقدار
مفلس اور بے مرتبہ تیرا غلام ہے

شبِ قدر ست و طے شد نامهٔ ہجر — سَلَامٌ هِیَ حَتّٰی مَطْلَعِ الْفَجْرْ
شب قدر ہے اور ہجر کا نامہ لپٹ گیا ہے — وہ سلامتی ہے، جب تک فجر طلوع ہو

دلا در عاشقی ثابت قدم باش — که در این ره نباشد کار بے اجر
اے دل! عاشقی میں ثابت قدم رہ — اس لیے کہ اس راستہ میں کوئی کام بلا اجر نہیں ہے

من از رندی نخواهم کرد توبه — وَلَوْ آذَیْتَنِیْ بِالْهَجْرِ وَالْحَجْرْ
میں رندی سے توبہ نہ کروں گا — اگرچہ تو مجھے بُرا بھلا کہہ کر، اور جدائی سے ستائے

دلم رفت و ندیدم روئے دلدار — فغاں از این تطاول آه از این زجر
میرا دل چلا گیا، اور میں نے محبوب کا چہرہ نہ دیکھا — اس ظلم سے فریاد ہے، اس جھڑکنے پر آہ ہے

بر آ اے صبحِ روشن دل خدا را — که بس تاریک می بینم شبِ ہجر
اے روشن دل صبح! خدا کے لئے نکل آ — میں فراق کی رات کو بہت تاریک دیکھ رہا ہوں

ﮯ محبوب کی زلف جو سنبل کی زلف کی طرح ہے اس کی خوشبو کے بالمقابل مشک کی قدر ہے۔
ﮯ حافظ اگرچہ مفلس اور حقیر ہے لیکن تیرا غلام ہے۔
ﮯ شب قدر کیا ہے میں جب تک وہ فجر کے طلوع ہونے تک سلامتی ہی سلامتی ہے۔
ﮯ ہجر بفتح ہا جدائی و بضم ہا برا بھلا کہنا

وفا خواہی جفاکش باش حافظ
اے حافظ! تو وفا چاہتا ہے تو جفاکش بن

فَاِنَّ الرِّبحَ وَالخُسرانَ فِی التَّجرِ
اس لیے کہ تجارت میں نفع اور ٹوٹا ہے

صبا ز منزلِ جاناں گذر دریغ مدار
اے صبا! محبوب کے مکان کے پاس سے گزرنے میں دریغ نہ کر

وز و بعاشقِ مسکیں خبر دریغ مدار
اور مسکین عاشق کو اس کی خبر دینے میں دریغ نہ کر

بشکرِ آنکہ شگفتی بکامِ دل اے گل
اے پھول! تو دل کی مراد کے موافق کھل گیا، اپنے کھلنے کے شکریہ میں

نسیمِ وصل ز مرغِ سحر دریغ مدار
وصل کی خوشبو کو بلبل تک پہونچانے میں دریغ نہ کر

مرادِ ما ہمہ موقوفِ یک کرشمۂ تست
ہماری ساری تمنا تیری ایک ادا پر موقوف ہے

ز دوستانِ قدیم ایں قدر دریغ مدار
قدیم دوستوں سے اس قدر دریغ نہ کر

حریفِ بزمِ تو بودم چو ماہِ نو بودی
جب تو نیا چاند تھا، میں تیری بزم کا شریک تھا

کنوں کہ ماہِ تمامی نظر دریغ مدار
اب جبکہ تو مکمل چاند ہے، نظر کرنے میں دریغ نہ کر

جہان و ہرچہ درو ہست سہل و مختصرست
دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے آسان اور مختصر ہے

ز اہلِ معرفت ایں مختصر دریغ مدار
جان پہچان والوں سے اس مختصر میں دریغ نہ کر

مکارمِ تو بآفاق می برد شاعر
شاعر تیری بھلائیاں، دنیا میں لیجاتا ہے

از و وظیفہ و زادِ سفر دریغ مدار
اس کے لئے وظیفہ اور سفر کے توشہ سے دریغ نہ کر

چو ذکرِ خیر طلب میکنی سخن این ست
اگر تو ذکر خیر چاہتا ہے، تو بات یہ ہے

کہ در بہائے سخن سیم و زر دریغ مدار
کہ شعر کی قیمت میں چاندی اور سونے سے دریغ نہ کر

کنوں کہ چشمۂ نوش ست لعلِ شیرینت
اب جبکہ تیرا لعل جیسا شیریں ہونٹ شہد کا چشمہ ہے

سخن بگوی و ز طوطی شکر دریغ مدار
بات کر، اور طوطی کو شکر دینے میں دریغ نہ کر

مسافراں کہ بہمت کنند سیرِ بسیط
وہ مسافر جو باطنی توجہ سے دنیا کی سیر کرتے ہیں

برائے مقدمِ ایشاں سفر دریغ مدار
ان کی پیشوائی میں، سفر سے دریغ نہ کر

غبارِ غم برود حال بہ شود حافظ
غم کا غبار جاتا رہے گا، حافظ! حالت اچھی ہو جائیگی

تو آبِ دیدہ ازیں رہگذر دریغ مدار
تو اس راستہ پر آنکھوں کے پانی سے دریغ نہ کر

عیدست و موسمِ گل عیاراں در انتظار
عید اور موسم بہار ہے اور دوست انتظار میں ہیں

ساقی بروئے شاہ ببیں ماہ و مے بیار
اے ساقی بادشاہ کے چہرے میں چاند دیکھ اور شراب لا

دل برگرفتہ بودم از ایامِ گل ولے
میں نے موسم بہار سے دل ہٹالیا تھا لیکن

کارے بکرد ہمتِ پاکانِ روزگار
زمانہ کے نیکوں کی توجہ نے کچھ کام نہ کیا

گر فوت شد سحور چہ نقصاں صبوح ہست
اگر سحری چھوٹ گئی تو کیا فکر ہے، صبح کی شراب تو ہے

از مے کنند روزہ کشا طالبانِ یار
یار کے طالب شراب سے روزہ کشائی کرتے ہیں

ے عشق کے کاروبار میں کبھی ٹوٹا یعنی ظلم کبھی نفع یعنی وفا حاصل ہوتا ہے۔

ے اے پھول اپنے کھلنے کے شکرانہ میں بلبل تک خوشبو پہونچا دے۔

ے جب تیرا نوخیز حسن تھا میں تیرا ہم مجلس تھا اب جبکہ تیرا حسن شباب پر ہے نگرکرم نہ پھیر۔

ے مدح سے عطیہ کی درخواست ہے۔

ے میں طوطی ہوں اور تیرا کلام شکر ہے طوطی کو شکر کھلائی جاتی ہے لہذا مجھ سے بات کر۔

ے اولیاء اللہ اپنے مراقبہ میں سارے جہانوں کی سیر کر لیتے ہیں۔

ے شاہ کا چہرہ دیکھ جو چاند کی طرح ہے۔

ے مقدس لوگوں کی باطنی توجہ کے ساتھ دنیا اور میں توبہ پر قائم نہ رہ سکا۔

ے رمضان کی سحری صبح کی شراب ہے اور شراب ہی افطاری ہے۔

جز نقدِ جاں بدست ندارم شراب کو
نقدِ جاں کے سوا میرے ہاتھ میں کچھ نہیں ہے شراب کہاں ہے؟

کاں نیز بر کرشمۂ ساقی کنم نثار
کہ وہ بھی میں ساقی کی ادا پر نچھاور کر دوں

خوش دولتے ست خرّم و خوش خسروِ کریم
دولت بھی اچھی ہے، اور سخی بادشاہ بھی خوش و خرم ہے

یا رب ز چشمِ زخمِ زمانش نگاہ دار
اے خدا! زمانہ کی نظرِ بد سے اسے بچا

مے خور بشعرِ بندہ کہ زیبے دگر دہد
بندہ کے اشعار پر شراب پی! اس لئے کہ نئی رونق دیگا

جامِ مُرصّع تو بدیں دُرِّ شاہوار
تیرا جڑاؤ جام، اس بادشاہ کے لائق موتی کے ساتھ

دل در جہاں مبند و ز مستے سوال کن
دنیا میں دل نہ پھنسا، اور کسی مست سے پوچھ

از فیضِ جام و قصۂ جمشیدِ کامگار
جام کے فیض، اور کامیاب جمشید کا قصہ

ایدل جنابِ عشق بلندست ہمتے
اے دل! عشق کی بارگاہ اونچی ہے، ہمت کر

نیکو شنو حدیث و تو ایں قصہ گوش دار
بات کو اچھی طرح سن، اور تو اس قصے پر کان دھر

زانجا کہ پردہ پوشیِ لطفِ عمیمِ تست
چونکہ تیری عام مہربانی، پردہ پوشی کی ہے

بر نقدِ ما بپوش کہ قلبے ست کم عیار
ہمارے سکے کی پردہ پوشی کر کیونکہ وہ کھوٹا کم خالص ہے

ترسم کہ روزِ حشر عناں بر عناں رود
مجھے ڈر ہے، کہ حشر کے دن برابر ہوں گی

تسبیحِ شیخ و خرقۂ رندِ شراب خوار
شیخ کی تسبیح، اور شراب خوار رند کی گدڑی

حافظ چو رفت روزہ و گل نیز میرود
اے حافظ! جبکہ رمضان گذر گیا اور موسمِ گل بھی گذر رہا ہے

ناچار بادہ نوش کہ از دست رفت کار
مجبوراً شراب پی، کہ ہاتھ سے کام نکل گیا

عاشقِ یارم مرا با کفر و ایماں چہ کار
میں تو یار کا عاشق ہوں، مجھے کفر، اور ایمان سے کیا کام؟

تشنۂ دردم مرا با وصل و با ہجراں چہ کار
میں درد کا پیاسا ہوں، مجھے وصل، اور ہجر سے کیا کام؟

از لبِ جاناں نمی یابم نشانِ زندگی
معشوق کے ہونٹ سے مجھے زندگی کا نشان نہیں ملتا ہے

پس مرا اے جانِ من با جان و با جاناں چہ کار
پس اے میری جان! مجھے معشوق، اور جان سے کیا کام؟

کشتۂ عشقم مرا از شحنۂ دوراں چہ غم
میں عشق کا مقتول ہوں، مجھے زمانہ کے کوتوال کا کیا غم؟

مُفلسِ عورم مرا با زمرۂ دیواں چہ کار
میں ننگا مفلس ہوں، میرا دفتر والوں سے کیا کام؟

قبلہ و محرابِ من ابروئے دلدارست و بس
میرا قبلہ، اور محراب بس دلدار کی ابرو ہے

ایں دلِ شوریدہ را با این چہ و با آں چہ کار
اس دیوانہ دل کو اِس، اور اُس سے کیا کام؟

چونکہ اندر ہر دو عالم یار میباید مرا
چونکہ دونوں جہانوں میں، مجھے یار چاہیے

با بہشت و دوزخ و با حور و با غلماں چہ کار
بہشت، اور دوزخ، اور حور، اور غلمان سے کیا کام؟

ہر کہ از خود شد مجرّد در طریقِ عاشقی
جو عشق کے راستہ میں اپنے وجود ہی سے جدا ہو گیا

از غم و دردش چہ آگاہی و با درماں چہ کار
اس کو درد اور غم سے کیا واقفیت، اور علاج سے کیا کام؟

صورتِ مرداں چہ خواہی سیرتِ مرداں گزیں
تو مردوں کی صورت کیا چاہتا ہے، مردوں کی عادت اختیار کر

مردِ عاشق پیشہ را با صورتِ الواں چہ کار
عاشق پیشہ انسان کو، نقل کی تصویر سے کیا کام؟

ؔ درِ شہوار یعنی وہ موتی جو بادشاہ کے لائق ہو مراد اشعار ہیں۔

ؔ مست بتادے گا کہ جام سے کیا فیض حاصل ہوتا ہے اور یہ کہ جب جمشید جیسا بادشاہ بھی مر گیا دنیا کس قدر ناپائیدار ہے۔

ؔ قیامت میں ریاکار شیخ کی تسبیح اور شراب خوار کی گدڑی یکسانیت ہوگی۔

ؔ ہمارا تعلق محبوب سے ہے ہمیں کفر اور ایمان سے کچھ بحث نہیں ہے۔

ؔ جبکہ ہمیں محبوب کا حیات بخش ہونٹ حاصل نہیں ہے تو ہم اب جان اور جاناں کی کیا بات کریں۔

ؔ مُردے کو کوتوال کا کوئی ڈر نہیں ہوتا مفلس دفتروں کے چکر نہیں کاٹتا ہے۔

ؔ شعر
ہرگز دل لبیب ہجر و وصال دوست طلب
[illegible]

ؔ جو عشق میں فنا کا درجہ حاصل کر لیتا ہے اس کو نہ درد کی خبر رہتی ہے نہ علاج کا طالب ہوتا ہے۔

حافظا اگر عاشق و مستی دگرہ باز گوی
اے حافظ اگر تو عاشق اور مست ہے دوبارہ کہہ
عاشقِ یارم مرا با کفر و با ایماں چہ کار
میں یار کا عاشق ہوں، مجھے کفر اور ایمان سے کیا کام؟

گر بود عمر بمیخانہ روم بارِ دگر
اگر زندگی رہی، میخانہ میں دوبارہ جاؤں گا
بجز از خدمتِ رنداں نکنم کارِ دگر
رندوں کی خدمت کے سوا دوسرا کام نہ کروں گا

خرم آں روز کہ با دیدۂ گریاں بروم
وہ دن مبارک ہوگا کہ روتی ہوئی آنکھوں کے ساتھ جاؤں گا
تا زنم آبِ درِ میکدہ یکبارِ دگر
تاکہ میکدہ کے دروازہ پر دوبارہ چھڑکاؤ کروں

معرفت نیست دریں قوم خدایا مددے
اس قوم کو پہچان نہیں ہے، اے خدا مدد کر
تا برم گوہرِ خود را بخریدارِ دگر
تاکہ اپنے گوہر کو دوسرے خریدار کے پاس لے جاؤں

عافیت می طلبد خاطرم ار بگذارند
میری طبیعت عافیت چاہتی ہے، اگر چھوڑ دیں
غمزۂ شوخش و آں طرۂ طرارِ دگر
پھر اس کی شوخ ادا، اور وہ طرار زلف

گر مساعد شودم دائرۂ چرخِ کبود
اگر نیلے چرخ کا دائرہ، میرا مددگار ہو
ہم بدست آورمش باز بپرکارِ دگر
پھر اس کو دوسری پرکار سے دائرہ میں لے آؤں گا

رازِ سربستۂ ما بیں کہ بدستاں گفتند
ہمارے سربستہ راز کو دیکھ، داستان میں انھوں نے بیان کیا
ہر زماں با دف و نے بر سرِ بازارِ دگر
دف اور بانسری کے ساتھ ہر وقت ایک نئے بازار میں

یار اگر رفت و حقِ صحبتِ دیریں نشناخت
دوست اگر چلا گیا اور دیرینہ صحبت کا حق نہ پہچانا
حاش للہ کہ روم من زپئے یارِ دگر
خدا بچائے کہ میں دوسرے یار کے پیچھے جاؤں

ہر دم از درد بنالم کہ فلک ہر ساعت
میں ہر وقت درد سے نالاں ہوں اس لیے کہ آسمان ہر گھڑی
کندم قصدِ دلِ زار بآزارِ دگر
میرے کمزور دل کا نئی تکلیف کے ساتھ ارادہ کرتا ہے

باز گویم نہ دریں واقعہ حافظ تنہاست
میں پھر کہتا ہوں اس واقعہ میں تنہا حافظ نہیں ہے
غرقہ گشتند دریں بادیہ بسیارِ دگر
اس جنگل میں دوسرے بہت سے تباہ ہو گئے ہیں

نصیحتے کنمت بشنو و بہانہ مگیر
تجھے ایک نصیحت کرتا ہوں، سن اور بہانہ نہ بنا
ہر آنچہ ناصحِ مشفق بگویدت بپذیر
جو کچھ مشفق، ناصح تجھ سے کہے، اس کو قبول کر

ز وصلِ روئے جواناں تمتعے بردار
جوانوں کے چہرے کے وصل سے فائدہ اٹھا
کہ در کمینگہِ عمر ست مکرِ عالمِ پیر
اس لیے کہ بوڑھے جہاں کا مکر زندگی کی گھات میں ہے

نعیمِ ہر دو جہاں پیشِ عاشقاں بجوے
عاشقوں کے نزدیک دونوں جہانوں کی نعمتیں ایک جَو کے برابر ہیں
کہ ایں متاعِ قلیل ست و آں بہائے حقیر
اس لیے کہ یہ تھوڑا سا سامان اور وہ حقیر قیمت ہے

معاشرے خوش و رودے بساز میخواہم
ایک اچھا دوست اور ساز میں سے ایک رود چاہتا ہوں
کہ دردِ خویش بگویم بنالۂ بم و زیر
تاکہ اونچے نیچے سروں سے اپنا درد بیان کروں

---

۱ یعنی اس غزل کے مطلع کو پھر پڑھو۔
۲ اپنے آنسوؤں سے چھڑکاؤ کروں تاکہ گرد و غبار ہٹ جائے۔
۳ جی تو آرام کو چاہتا ہے لیکن معشوق کی ادا اور زلف چین نہیں لینے دیتے ہیں۔
۴ پرکار کے دائرہ میں جو چیز آ جاتی ہے وہ چاروں طرف سے گھر جاتی ہے یعنی معشوق کو پھر قابو میں لاؤں گا۔
۵ لوگ ہمارے ہی راز کو دف اور نے کے ذریعہ ظاہر کر رہے ہیں۔
۶ نصیحت کا بیان اگلے اشعار میں ہے۔
۷ نصیحت یہ ہے کہ نوجوان معشوقوں سے لطف اندوز ہو۔
۸ ایں سے ہر دو جہان اور آں سے عمر کی طرف اشارہ ہے۔
۹ رود ایک قسم کے ساز کا نام ہے زیر گانے میں دھیمی آواز اور بم بلند آواز کو کہتے ہیں۔

برآں سرم کہ ننوشم مے و گنہ نکنم
ہم اس خیال میں ہوں کہ شراب نہ پیوں اور گناہ نہ کروں
اگر موافق تدبیرِ من شود تقدیر
اگر تقدیر، میری تدبیر کے موافق ہو جائے

دلِ رمیدۂ مارا کہ پیش میگیرد
ہمارے بھاگے ہوئے دل کو کون دستگیری کرے گا؟
خبر دہید بہ مجنونِ بستہ در زنجیر
زنجیر میں بندھے ہوئے، مجنوں کو خبر دے دو

چو قسمتِ ازلی بے حضورِ ما کردند
جب ازلی تقسیم ہماری موجودگی کے بغیر کر دی گئی
گر اندکے نہ بوفقِ رضاست خردہ مگیر
اگر تھوڑا سا مرضی کے موافق نہیں، اعتراض نہ کر

بعزمِ توبہ نہادم قدح ز کف صد بار
میں نے توبہ کے ارادے سے سو بار پیالہ ہاتھ سے رکھا
و لے کرشمۂ ساقی نمیکند تقصیر
لیکن ساقی کی ادا، کوتاہی نہیں کرتی ہے

چو لالہ در قدحم ریز ساقیا مے ناب
اے ساقی خالص شراب لالہ جیسے میرے پیالہ میں انڈیل
کہ نقشِ خالِ نگارم نمیرود ز ضمیر
اسلئے کہ میرے دل سے محبوب کے تل کا نقش نہیں ہٹتا ہے

مے دو سالہ و محبوبِ چاردہ سالہ
دو سالہ شراب، اور چودہ سالہ معشوق
ہمیں بس است مرا صحبتِ صغیر و کبیر
بڑے چھوٹے کی صحبت ہی سے مجھے بس کافی ہیں

نگفتمت کہ حذر کن ز زلفِ او اے دل
اے دل میں نے تجھ سے نہیں کہا تھا کہ اس کی زلف سے بچنا
کہ میکنند در آں حلقہ باد در زنجیر
اس لیے کہ اُس حلقہ میں ہوا کو بھی قید کر دیتے ہیں

بیار ساغرِ یاقوت و فیضِ در خوش آب
یاقوتی ساغر اور اچھی آب کے موتی کا فیض لا
حسود گو کرمِ آصفی ببین و بمیر
حاسد سے کہہ دے، آصفی کرم دیکھ اور مر جا

بنوش بادہ و عزمِ وصالِ جاناں کن
شراب پی اور محبوب کے وصل کا ارادہ کر
سخن شنو کہ زنندت ز بامِ عرش صفیر
بات سن اس لیے کہ عرش کے بالاخانہ سے تجھے پکارتے ہیں

حدیثِ توبہ دریں بزمگہ مگو واعظ
اے واعظ اس بزم میں توبہ کی بات نہ کر
کہ ساقیانِ کماں ابرویت زنند بہ تیر
کیونکہ کمان جیسے ابرو والے ساقی تجھ پر تیر چلا دینگے

چہ جائے گفتۂ خاجو و شعرِ سلمانست
خاجو کے کلام اور سلمان کے اشعار کا کیا موقع ہے؟
کہ شعرِ حافظِ شیراز بہ ز شعرِ ظہیر
اسلئے کہ شیراز کے حافظ کے اشعار ظہیر کے اشعار سے اچھے ہیں

ہمتے از عاشقاں گر عاشقی ہمراہ گیر
اگر تو عاشق ہے، عاشقوں کی توجہ ساتھ رکھ
پائے بر فرقِ خداوندِ کلاہ و گاہ گیر
تاج اور رتبہ والے کے سر پر پیر دھر

سنگِ مستی بر سرِ درویشِ غیرت خواہ زن
غیرت کھانے والے درویش کے سر پر مستی کا پتھر مار
داغِ حسرت بر دلِ دنیا دارِ دنیا خواہ گیر
دنیا کے طالب، دنیا دار کے دل پر حسرت کا داغ لگا

ز آسمان ہمت بیاموز و تواضع از زمیں
آسمان سے ہمت، اور زمین سے تواضع سیکھ
مردمی از مہر جوی و نورِ مہر از ماہ گیر
سورج سے بہادری سیکھ اور چاند سے محبت کا نور حاصل کر

تا بکے گیری ز سیرِ منصبے دامانِ شاہ
کسی عہدے کے لیے بادشاہ کا دامن کب تک تھامے گا
رو چو مردان حلقۂ درگاہِ شاہنشاہ گیر
جا، مردوں کی طرح بادشاہوں کے بادشاہ کے دروازے کا حلقہ پکڑ لے

ا یعنی خدائی فیصلے ہمارے سامنے نہیں ہو سکتے ہیں، اسلئے اگر اس سے تھوڑی سی غلطی ہو جائے تو ملامت کے قابل نہیں ہے۔

شعر پڑھنے کے [illegible]

۲ آصف حضرت سلیمان کے وزیر کا نام ہے یہاں عماد ابن محمود مراد ہے جو سلطان قطب الدین کا وزیر تھا۔

۳ خاجو سلمان ساوجی ظہیر فاریابی فارسی کے مشہور شعرا ہیں یعنی حافظ شیرازی کا کلام ان سب سے بہتر ہے۔

۴ جس درویش میں غیرت کا مادہ ہو اسکو مدہوش کر دے اور دنیا دار حاسد کے دل پر حسرت کا داغ لگا دے۔

۵ آسمان کو ہمت والا، زمین کو متواضع، سورج کو بہادر، چاند کو ممتاز محبت قرار دیا جاتا ہے۔

۶ فریادی شاہی دربار میں جا کر زنجیر کو پکڑتا تھا۔

گر چو شاہاں بر سریرِ ملک نتوانی نشست
اگر تو بادشاہوں کی طرح ملک کے تخت پر نہیں بیٹھ سکتا ہے

رو چو فراشاں طنابِ خیمہ و خرگاہ گیر
جا فراشوں کی طرح خیمہ اور خرگاہ کا رسا تھام لے

عشق گوید روز و شب در گوشِ ہر تر دامنے
دن رات ہر گنہگار کے کان میں عشق کہتا ہے

گر تو مردِ راہِ مائی زیں سبک تر راہ گیر
اگر تو ہماری راہ کا مرد ہے، اس سے ہلکا راستہ اختیار کر

تابکے از لا سخن گوئی بیا حافظ بیا
اے حافظ! آ کب تک لا کی بات کہے گا

ایں زماں فتراکِ عشقِ سرِ الا اللہ گیر
اب الا اللہ کے راز کے عشق کا شکار بند تھام لے

یوسفِ گم گشتہ باز آید بکنعاں غم مخور
گم شدہ یوسف کنعان میں واپس آجائے گا، غم نہ کر

کلبۂ احزاں شود روزے گلستاں غم مخور
غموں کی کوٹھری، کسی دن باغ بن جائے گی، غم نہ کر

ایں دلِ غمدیدہ حالش بہ شود دل بد مکن
اس غم زدہ دل کا حال اچھا ہو جائیگا، ناامید نہ ہو

ویں سرِ شوریدہ باز آید بسامان غم مخور
اور یہ پریشان دماغ، پھر آراستہ ہو جائیگا، غم نہ کر

گر بہارِ عمر باشد باز بر طرفِ چمن
اگر عمر کی بہار رہی، چمن کے کنارے پر پھر

چترِ گل بر سر کشی اے مرغِ خوشخواں غم مخور
پھول کا چھتر تو سر پر کھینچیگا اے خوش الحان پرندا غم نہ کر

دورِ گردوں گر دو روزے بر مرادِ ما نگشت
اگر زمانہ کا چکر ایک دو روز ہماری منشا کے مطابق نہ چلا

دائماً یکساں نماند کارِ دوراں غم مخور
تو زمانہ کا کام، ہمیشہ یکساں نہ رہے گا، غم نہ کر

ہاں مشو نومید چوں واقف نۂ از سرِ غیب
ہاں، ناامید نہ ہو جبکہ تو غیب کے راز سے واقف نہیں ہے

باشد اندر پردہ بازیہائے پنہاں غم مخور
پردے کے اندر چھپی بازیاں ہوں گی، غم نہ کر

ہر کہ سرگرداں بعالم گشت و غمخوارے نیافت
جو شخص دنیا میں پریشان پھرا، اور کوئی غمخوار نہ ملا

آخر الامر او بغمخوارے رسد ہاں غم مخور
انجام کار وہ کسی غمخوار تک پہنچتا ہے، غم نہ کر

در بیاباں گر بشوقِ کعبہ خواہی زد قدم
اگر کعبہ کے شوق میں، تو بیاباں میں قدم رکھنا چاہتا ہے

سرزنشہا گر کند خارِ مغیلاں غم مخور
اگر ببول کا کانٹا جھڑکیاں دے، غم نہ کر

حالِ ما در فرقتِ جاناں و ابرامِ رقیب
دوست کے فراق اور رقیب کے ستانے سے جو ہمارا حال ہے

جملہ میداند خدائے حال گرداں غم مخور
حالتوں کو بدلنے والا، خدا سب جانتا ہے، غم نہ کر

اے دل ار سیلِ فنا بنیادِ ہستی بر کند
اے دل! اگر فنا کا سیلاب اگر وجود کی بنیاد اکھاڑ دے

چوں ترا نوح ست کشتیباں ز طوفاں غم مخور
جبکہ تیرا کشتیبان نوح ہے، طوفان کا غم نہ کر

گرچہ منزل بس خطرناک ست و مقصد ناپدید
اگرچہ منزل بہت خطرناک ہے، اور مقصود لاپتہ ہے

ہیچ راہے نیست کو را نیست پایاں غم مخور
کوئی راستہ ایسا نہیں ہے جس کی انتہا نہ ہو، غم نہ کر

حافظا در کنجِ فقر و خلوتِ شبہائے تار
اے حافظ! فقر کے گوشہ میں اور تاریک راتوں کی تنہائی میں

تا بود وردت دعا و درسِ قرآں غم مخور
جب تک تیرا ورد دعا اور قرآن کا درس ہے، غم نہ کر

۱؎ لا یعنی نہیں ہے اللہ کے ماسوا کی نفی ہوتی ہے الا اللہ مگر اللہ، اس سے خدا کے وجود کا اقرار ہوتا ہے تصوف میں ابتدا لا کا تصور قائم کیا جاتا ہے پھر الا اللہ پر پہونچا جاتا ہے۔

۲؎ اس پوری غزل میں خواجہ نے اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا کی تفسیر کی ہے یعنی ہر تنگی کے بعد راحت ہے۔ کنعان حضرت یعقوب کا شہر ہے

۳؎ مغیلان اصل میں ام غیلان تھا ام بمعنی ماں اور غیلان غول کی جمع بمعنی دیو۔ ببول کے درخت کو کہا جاتا ہے جو صحرائے عرب میں بکثرت پیدا ہوتا ہے۔

ردیفِ زائے مُعجمہ

اے سروِ نازِ حُسن کہ خوش میروی بناز
اے حسن کے سروِ ناز! تو جو ناز سے خوش خرامی کر رہا ہے

عُشّاق رابناز تو ہر لحظہ صد نیاز
تیرے ناز پر عاشقوں کی جانب سے ہر وقت سو نیاز مندیاں ہیں

فرخندہ باد طالعِ نازت کہ در ازل
تیرے ناز کا نصیبہ مبارک ہو، اس لیے کہ ازل میں

بُبّرِیدہ اندر قدِ سروت قبائے ناز
تیرے سرو کے قد کے مطابق، ناز کی قبا چھانٹی ہے

آنرا کہ بوئے عنبرِ زلفِ تو آرزوست
جس کو تیری زلف کے عنبر کی خوشبو کی آرزو ہے

چوں عُود گو بر آتشِ سوزاں بسوز و ساز
کہہ دو اگر کی طرح جلتی آگ پر جلے اور دم نہ مارے

از طعنۂ رقیب نگردد عیار کم
رقیب کے طعنے سے، کھرا پن کم نہیں ہوتا ہے

چوں زر اگر برند مرا در دہانِ گاز
جبکہ گانتی کے منہ سے مجھے سونے کی طرح کاٹیں

پروانہ را ز شمع بود سوزِ دل ولے
پروانے کے دل میں جلن، شمع کی وجہ سے ہوتی ہے، لیکن

بے شمعِ عارضِ تو دلم را بود گداز
تیرے رخسار کی شمع کے بدون، میرا دل پگھلتا رہتا ہے

دل کز طوافِ کعبۂ کویت وقوف یافت
جس دل نے تیرے کوچہ کے کعبے کے طواف سے واقفیت حاصل کی

از شوقِ آں حریم ندارد سرِ حجاز
اس حرم کے شوق کی وجہ سے حجاز کا خیال نہیں کرتا ہے

ہر دم بخونِ دیدہ چہ حاصل وضو چو نیست
آنکھ کے خون سے ہر وقت وضو کرنے سے کیا فائدہ جبکہ

بے طاقِ ابروئے تو نمازِ مرا جواز
تیری ابرو کے طاق کے بدون، میری نماز کا جواز نہیں ہے

صوفیِ ما کہ توبہ ز مے کردہ بود دوش
ہمارا صوفی، جس نے کل شراب سے توبہ کی تھی

بشکست عہد چوں درِ میخانہ دید باز
اس نے عہد توڑ دیا جب شراب خانہ کا دروازہ کھلا دیکھا

چوں بادہ مست بر سرِ خم رفت کف زناں
تالیاں بجاتا ہوا، مستِ شراب کی طرح مٹکے پر پہونچا

حافظ کہ دوش از لبِ ساغر شنید راز
جب حافظ نے کل ساغر کے ہونٹ سے راز سنا

براہِ میکدہ عُشّاق راست در تگ و تاز
شراب خانہ کے راستہ میں، عُشّاق کی دوڑ بھاگ میں

ہماں نیاز کہ حُجّاج را براہِ حجاز
وہی عاجزی ہے جو حاجیوں کو حجاز کے راستے میں

چہ گویمت کہ ز سوزِ دروں چہ می بینم
میں تجھ سے کیا کہوں کہ اندرونی سوزش سے میرا کیا حال ہے

ز اشک پرس حکایت کہ من نیم غمّاز
آنسوؤں سے قصہ دریافت کرلے کیونکہ میں چغلخور نہیں ہوں

غرض کرشمۂ حسنست ورنہ حاجت نیست
حسن کو کرشمہ دکھانا ہے ورنہ کوئی ضرورت نہیں ہے

جمالِ دولتِ محمود را بزلفِ ایاز
محمود کی دولت کے جمال کو، ایاز کی زلف کی

بہیچ در نروم بعد ازیں ز حضرتِ دوست
اس کے بعد دوست کے دربار سے کسی دروازہ پر نہ جاؤنگا

چو کعبہ یافتم آیم ز بُت پرستی باز
جب میں نے کعبہ پا لیا بت پرستی سے باز آجاؤں گا

شبے چنیں بسحر گہ ز بخت میخواہم
صبح کے وقت، اپنے نصیبے سے ایسی رات مانگتا ہوں

کہ با تو شرحِ سرِ انجامِ خود کنم آغاز
جس میں تیرے سامنے اپنے انجام کی شرح کا آغاز کردوں

۱۔ ازل میں ناز کی قبا تیرے قد کے مطابق تراشی گئی ہے، اسی وجہ سے تیرے اوپر خوب پھبتی ہے۔
۲۔ جب تک عاشق اپنے وجود کو عود کی طرح عشق کی آگ پر نہیں جھلاتا ہے اس کو زلفِ محبوب کی خوشبو حاصل نہیں ہوتی۔
۳۔ اگرچہ رقیب اپنے منہ کی قینچی سے میرے ٹکڑے بھی کرڈالے تب بھی میرے خلاص میں کمی نہیں آسکتی ہے جس طرح سے خالص سونے کو گانتی سے کاٹ کر کٹھالی میں گلایا جاتا ہے۔
۴۔ محبوب کا طاقِ ابرو مجھے میسر نہیں اور اس کے بدون میری نماز جائز نہیں تو خونِ دل سے وضو کرنے سے کیا فائدہ ہے۔
۵۔ قدرت کو حسن کا کرشمہ ظاہر کرنا تھا ورنہ محمود کو ایاز سے ہر طرح کی بے نیازی حاصل تھی۔
۶۔ یا کعبہ تو دوست کا دربار ہے اس سے ہٹ کر جانا بت پرستی ہوگی۔
شعر: [illegible]

تنم ز ہجرِ تو چشم از جہاں فرو میدوخت
میرا بدن تیرے ہجر کی وجہ سے دنیا سے آنکھ بند کرنا چاہتا تھا

امیدِ دولتِ وصلِ تو داد جانم باز
تیرے وصل کی اُمید نے مجھے پھر زندگی بخشدی

چہ حلقہ ہا کہ زدم بر درِ دل از سرِ سوز
سوز کے ساتھ میں نے دل کے دروازہ پر کس قدر زنجیریں کھڑکائیں

ببوئے روزِ وصالِ تو در شبانِ دراز
لمبی راتوں میں تیرے وصل کے دن کی تمنا میں

چو غنچہ سرِ نہفتہ نہاں کجا ماند
غنچہ کی طرح چھپا ہوا راز کب پوشیدہ رہ سکتا ہے؟

دلِ مرا کہ نسیمِ صباست محرمِ راز
جبکہ صبا کی نسیم، میرے دل کی محرمِ راز ہے

زشوقِ مجلسِ آں ماہِ خرگہی حافظ
اے حافظ! اُس خیمہ والے، چاند کی مجلس کے شوق میں

گرت چو شمع جفائے رسد بسوز و بساز
اگر شمع کی طرح تجھے ظلم پہونچے جل اور موافقت کر

بر نیامد از تمنائے لبت کامم ہنوز
تیرے ہونٹ کی تمنا سے اب تک میرا مقصد پورا نہیں ہوا

بر امیدِ جامِ لعلت دُردی آشامم ہنوز
تیرے لعل کے جام کی اُمید میں ابتک تلچھٹ پینے والا ہوں

روزِ اول رفت دینم در سرِ زلفینِ تو
پہلے ہی دن تیری دونوں زلفوں کے خیال میں میرا دین چلا گیا

تا چہ خواہد شد دریں سودا سرانجامم ہنوز
دیکھو اس جنون میں میرا انجام اب کیا ہوگا؟

از خطا گفتم شبے موئے ترا مُشکِ ختن
ایک رات میں نے غلطی سے تیرے بالوں کو مشکِ ختن کہدیا

میزند ہر لحظہ تیرے مُو بر اندامم ہنوز
ہر لحظہ اب تک بال میرے بدن پر تیر مار رہے ہیں

نامِ من رفتہ است روزے بر لبِ جاناں بسہو
ایک دن میرا نام بھولے سے محبوب کے ہونٹوں پر آگیا تھا

اہلِ دل را بوئے جاں می آید از نامم ہنوز
اہلِ دل کو اب تک میرے نام سے جان کی خوشبو آرہی ہے

پرتوِ روئے ترا در خلوتم دید آفتاب
سورج نے تیرے رُخ کا نور میری خلوت میں دیکھ لیا تھا

میدود چوں سایہ ہر دم بر لبِ بامم ہنوز
اب تک سایہ کی طرح میرے بالاخانہ پر دوڑ رہا ہے

در ازل دادہ است ما را ساقیِ لعلِ لبت
ہمیں ازل میں تیرے لبِ لعلیں کے ساقی نے دیا ہے

جرعۂ جامے کہ من مدہوشِ آں جامم ہنوز
جام کا ایک ایسا گھونٹ جس سے میں اب تک اس جام کا مست ہوں

ساقیا یک جرعہ دہ زاں آبِ آتشگوں کہ من
اے ساقی اس آگ جیسے پانی سے ایک گھونٹ دے اس لیے کہ میں

درمیانِ پختگانِ عشقِ او خامم ہنوز
اُس کے عشق کے پختہ کاروں میں ابھی تک کچا ہوں

اے کہ گفتی جاں بدہ تا باشدت آرامِ دل
اے وہ کہ تو نے کہا جان دیدے تاکہ تجھے دل کا آرام حاصل ہو جائے

جاں بغمہایش سپردم نیست آرامم ہنوز
میں نے جان اس کے غموں کے سپرد کر دی مجھے ابتک آرام حاصل نہیں ہے

در قلم آورد حافظ قصۂ لعلِ لبش
حافظ اس کے ہونٹ کا قصہ تحریر میں لے آیا

آبِ حیواں میرود ہر دم ز اقلامم ہنوز
میرے قلموں سے اب تک آبِ حیات بہہ رہا ہے

بیا و کشتیِ ما در شطِ شراب انداز
آ اور ہماری کشتی کو شراب کے دریا میں ڈال دے

غریو و ولولہ در جانِ شیخ و شاب انداز
جوش اور خروش بوڑھے اور جوان کی جان میں ڈالدے

ے نسیمِ صبا میری ہمراز ہے وہ جس طرح غنچے کے راز ظاہر کر دیتی ہے میرے راز بھی ظاہر کر دیگی۔ غنچہ نسیم سے کھل جاتا ہے۔

ے محبوب کی زلف کو مشکِ ختن کہنا زلف کی توہین ہے۔

ے چونکہ محبوب نے بھولے سے ایک بار میرا نام لے لیا تھا اسلئے اس میں خوشبو آگئی۔

ے سورج میرے گھر کو مجھے اپنے لیے ٹٹولتا پھرتا ہے کہ اس کو میرے گھر میں محبوب کا نور نظر آگیا تھا۔

ے لوگوں نے بتایا تھا کہ جان دینے سے راحت حاصل ہو جائیگی، لیکن ایسا نہ ہوا۔

ے چونکہ حافظ نے قلم سے محبوب کے ہونٹوں کی تعریف لکھی ہے اس لیے اس کے قلم سے آبِ حیات جاری ہو گیا ہے۔

ے کشتی سے پیالہ مراد ہے جو کشتی کی صورت میں بنایا جاتا ہے۔

مرا بکشتیِ باده درافگن ای ساقی
اے ساقی! مجھے شراب کی کشتی میں ڈال دے
که گفته‌اند نکوئی کن و در آب انداز
اس لیے کہ لوگوں نے کہا ہے نیکی کر اور دریا میں ڈال دے

ز کوی میکده برگشته‌ام ز راهِ خطا
غلطی سے میں شراب خانہ کے کوچہ سے واپس لوٹ آیا
مرا دگر ز کرم در رهِ صواب انداز
کرم کرکے مجھے دوبارہ درست راستے پر ڈال دے

بیار از آن میِ گلرنگِ مشکبو جامی
اس گلرنگ مشک کی سی خوشبو والی شراب سے ایک جام لا
شرارِ رشک و حسد در دلِ گلاب انداز
رشک اور حسد کی چنگاری گلاب کے دل میں ڈال دے

اگرچه مست و خرابم تو نیز لطفی کن
اگرچہ میں مست اور خراب ہوں تو تو مہربانی کر
نظر برین دلِ سرگشتهٔ خراب انداز
اس حیران، اجڑے دل پر ایک نظر ڈال دے

به نیم شب اگرت آفتاب می باید
اگر آدھی رات میں، تجھے سورج چاہیے
ز روی دخترِ گلچهرِ رز نقاب انداز
گلاب جیسے چہرے والی انگور کی لڑکی کے چہرے سے نقاب ہٹا دے

مهل که روزِ وفاتم بخاک بسپارند
نہ چھوڑنا کہ مجھے مرنے کے دن مٹی کے سپرد کردیں
مرا بمیکده بر در خمِ شراب انداز
مجھے شراب خانہ میں لیجا اور شراب کے مٹکے میں ڈال دے

ز جورِ چرخ چو حافظ بجان رسید دلت
جبکہ آسمان کے ظلم سے اے حافظ تیرا دل جان سے عاجز آگیا
بسوی دیوِ محن ناوکِ شهاب انداز
مصیبتوں کے بھوت کی طرف ستارے کا تیر چلا

گر از تو یک سرِ مو سرکشد دلِ حافظ
اگر حافظ کا دل تجھ سے ایک بال برابر کشیدگی اختیار کرے
بگیر و در خمِ زلفش به پیچ و تاب انداز
اس کو پکڑ لا اور زلف کے پیچ و تمہ میں باندھ کر ڈال دے

حالِ خونین دلان که گوید باز
خونی دل والوں کا حال، پھر کون کہے گا؟
وز فلک خونِ جم که جوید باز
آسمان سے جمشید کے خون کا پھر کون بدلہ لے گا؟

جز فلاطونِ خم نشینِ شراب
مٹکے کی سترپ کے افلاطون کے علاوہ
سرِ حکمت بما که گوید باز
دانائی کا راز، ہم سے پھر کون کہے گا؟

شرمش از چشمِ می پرستان باد
مے پرستوں کی آنکھ سے اُسے تجھ شرم آنی چاہیے
نرگسِ مست اگر بروید باز
اگر مست نرگس اس کے بعد اُگے

هر که چون لاله کاسه گردان شد
جو شخص لالہ کی طرح پیالہ لیکر پھرنے والا ہوا
زین جفا رخ بخون بشوید باز
اس ظلم سے، وہ پھر چہرے کو خون سے دھوئے گا

بسکه در پرده چنگ گفت سخن
چنگ نے، کتنی ہی درپردہ بات کہی
ببرش موی تا نموید باز
اس کے بال کاٹ دو تاکہ پھر نوحہ نہ کرے

بگشاید دلم چو غنچه اگر
میرا دل، غنچہ کی طرح کھل جائے، اگر
ساغرِ لاله گون ببوید باز
لالہ جیسا، ساغر پھر خوشبو دیوے

گرد بیت الحرامِ خم حافظ
حافظ، مٹکے کے بیت الحرام کے چاروں طرف
گر نمیرد به سر بپوید باز
اگر نہیں مرتا، تو سر کے بل گھومے گا

ا نیکی کر اور دریا میں ڈال، کا مطلب ظاہر ہے، لیکن حافظ نے یہ لیا کہ مجھے بار کر شراب کے مٹکے میں ڈال دے۔
۲ میں اگرچہ مست و خراب ہوں لیکن تو اس برائی پر نظر نہ کر اور رحم کی نظر ڈال دے۔
۳ ساغرِ شراب بمنزلہ آفتاب ہے۔
۴ مرنے کے بعد مجھے سپردِ خاک نہ کرنا بلکہ مٹکے میں غرق کر دینا۔
۵ شیطان لوگوں کو شہابِ ثاقب سے مارا جاتا ہے
۶ شراب کو افلاطون حکیم قرار دیا ہے کیونکہ اس کے ذریعہ دانائی کے راز کھلتے ہیں۔
۷ مے نوشوں کی آنکھ سے نرگس کو شرمانا چاہیے۔
۸ لالہ کا رخ خونی ہونا اسی وجہ سے ہے، کہ وہ گداگری کرتا ہے۔
۹ چنگ نظرت کے چھپے راز ظاہر کرتی ہے اس کے تار کاٹ دو۔
۱۰ بیت الحرام، خانہ کعبہ یعنی جب اگر زندہ رہا تو شراب کے مٹکے کا اسی طرح طواف کروں گا جیسا کہ کعبہ کا کیا جاتا ہے۔

خیز و در کاسۂ زر آب طربناک انداز
اُٹھ، اور سونے کے پیالے میں مستی لانے والا پانی ڈال

پیش از آنے کہ شود کاسۂ سر خاک انداز
اس سے پہلے کہ سر کا پیالہ خاکدان بنے

عاقبت منزلِ ما وادیِ خاموشان است
انجام کار، ہماری منزل قبرستان ہے

حالیا غلغلہ در گنبدِ افلاک انداز
اب فلک کے گنبد میں، شور پیدا کر

بلکِ این مزرعہ دانی کہ ثباتے نکند
اس کھیت کی ملک، تجھے معلوم ہے ثبات نہیں رکھتی ہے

آتشے از جگرِ جام در املاک انداز
جام کے جگر کی آگ، کھیتوں میں لگا دے

بسرِ سبزِ تو اے سرو کہ چوں خاک شوم
اے سرو! تجھ اپنے سبز سر کی قسم کہ جب میں خاک ہو جاؤں

ناز از سر بنہ و سایہ برآں خاک انداز
ناز سر سے نکال دے، اور اس خاک پر سایہ ڈال دے

دلِ ما را کہ ز مارِ سرِ زلفِ تو بخست
ہمارے دل کو جو کہ تیری زلف کے سانپ سے خستہ ہوا ہے

از لبِ خود بشفاخانۂ تریاک انداز
اپنے ہونٹ کے تریاق کے شفاخانہ میں ڈال دے

غسل[1] در اشک زدم کاہلِ طریقت گویند
میں نے آنسوؤں سے غسل کیا اس لیے کہ اہل طریقت کہتے ہیں

پاک شو اوّل و پس دیدہ برآں پاک انداز
پہلے پاک ہو جا، پھر اس پاک پر نظر ڈال

یا رب آں زاہدِ خود بیں کہ بجز عیب ندید
اے خدا! وہ خودبیں زاہد جس نے عیب کے سوا کچھ نہ دیکھا

دُودِ[2] آہیش در آئینۂ ادراک انداز
اُس کے پہچان کے آئینہ پر کسی آہ کا دھواں ڈال دے

چشمِ آلودہ نظر از رخِ جاناں دور است
گندی نظر والی آنکھ دوست کے رُخ سے دور ہے

بر رُخِ او نظر از آئینۂ پاک انداز
پاک آئینہ سے، اُس کے رُخ پر نظر ڈال

با چنیں دیدۂ آلودہ تراتواں دید
ایسی گندی آنکھ سے، تجھے نہیں دیکھا جا سکتا

دیدہ از خود دہ و بر خود نظرِ پاک انداز
ایسی آنکھ کو اپنے سے علیحدہ کر اور اپنے اوپر پاک نظر ڈال

چوں[3] گل از نکہتِ او جامہ قبا کن حافظ
حافظ! پھول کی طرح اس کی خوشبو سے کپڑے پھاڑ ڈال

ویں قبا در رہِ آں قامتِ چالاک انداز
اور اس قبا کو اس چالاک قد کے راستہ میں پھینک دے

دلم ربودہ لولی وشیست شور انگیز
میرا دل ایک مطرب صفت، شور انگیز کا اُچکا ہوا ہے

دروغ[4] وعدہ و قتّال وضع و رنگ آمیز
جو وعدہ خلاف اور قاتل وضع اور رنگ آمیز ہے

فدائے پیرہنِ چاکِ ماہرویاں باد
حسینوں پر چاک لباس پر، قربان ہوں

ہزار جامۂ تقویٰ و خرقۂ پرہیز
تقوے کے ہزار لباس اور پرہیز گاری کی گدڑیاں

فرشتہ[5] عشق نداند کہ چیست قصہ مخواں
فرشتہ نہیں جانتا کہ عشق کیا ہے، قصے نہ سنا

بخواہ جامِ شرابے بخاکِ آدم ریز
شراب کا جام لا، آدم کی خاک پر ڈال دے

غلامِ آں کلماتم کہ آتش افروزد
میں ان باتوں کا عاشق ہوں، جو آگ بھڑکا دیں

نہ آبِ سرد زند در سخن بر آتشِ تیز
نہ اس کا جو باتوں میں تیز آگ پر ٹھنڈا پانی چھڑکے

فقیر و خستہ بدرگاہت آمدم رحمے
تیرے دربار میں فقیر اور خستہ ہو کر آیا ہوں، کچھ رحم کر

کہ جز ولائے توام نیست ہیچ دستاویز[6]
تیری دوستی کے علاوہ میرے پاس کوئی دستاویز نہیں ہے

---

[1] جب تک عاشق آنسوؤں سے غسل نہیں کرتا پاک نہیں ہوتا ہے
[2] آئینہ پر آہ کرنے سے دھند چھا جاتی ہے۔ خدا کرے عیب بین زاہد کا آئینۂ ادراک ہماری آہوں سے اندھا ہو جائے تاکہ اس میں کچھ نظر نہ آئے۔
[3] اس قبا کو معشوق کے قدموں پہ ڈال دینا چاہیے اور اس کی خوشبو سے مست ہو کر کپڑے پھاڑ دے
[4] لولی گانے والی طوائف کو کہا جاتا ہے۔ دروغ وعدہ یعنی اُس کا کوئی وعدہ سچا نہیں ہے۔ قتال وضع وہ عاشقوں کو قتل کرتی ہے رنگ آمیز یعنی وفادار نہیں ہے
[5] فرشتے عشق سے خالی ہیں عشق صرف آدم کے خمیر میں ہے لہٰذا اس پر شرابِ محبت ڈالنی چاہیے۔
[6] وہ دستاویز جس سے میں رحم کا مستحق ثابت ہوتا ہوں۔

بیا کہ ہاتفِ میخانہ دوش با من گفت
آجا، اس لیے کہ شراب خانہ کے ہاتف نے کل مجھ سے کہا ہے
کہ در مقامِ رضا باش و از قضا مگریز[1]
کہ رضا کے مقام پر رہ، اور قضا و قدر سے نہ بھاگ

پیالہ در کفنم بند تا سحر گہِ حشر
میرے کفن میں پیالہ باندھ دینا تاکہ حشر کی صبح کو
بمے ز دل ببرم ہولِ روزِ رستاخیز[2]
شراب کے ذریعہ دار و گیر کے دن کے خوف کو دل سے دور کر دوں

مباش غرہ بہ بازوئے خود کہ ہر ساعت
اپنے بازوؤں پر گھمنڈ نہ کر، اس لیے کہ ہر وقت
ہزار شعبدہ بازد سپہر مہر انگیز
مہربان آسمان ہزار شعبدے کھیلتا ہے

میانِ عاشق و معشوق ہیچ حائل نیست
عاشق اور معشوق کے درمیان کوئی آڑ نہیں ہے
تو خود حجابِ خودی حافظ از میاں برخیز[3]
اے حافظ! تو خود اپنے لیے پردہ ہے، درمیان سے اٹھ جا

درآ کہ در دلِ خستہ تواں درآید باز
آجا، تاکہ ٹوٹے ہوئے دل میں طاقت واپس آجائے
بیا کہ در دلِ مردہ رواں درآید باز
آجا، تاکہ مردہ دل میں پھر روح آجائے

بیا کہ فرقتِ تو چشمِ من چناں بربست
آجا، تیرے فراق نے میری آنکھیں اس طرح بند کر دی ہیں
کہ فتحِ بابِ وصالت مگر کشاید باز[4]
کہ شاید تیرے وصل کے دروازہ کا کھلنا ان کو پھر کھول دے

بہ پیشِ آئینۂ دل ہر آنچہ می آرم
میرا دل کے آئینہ کے سامنے جو چیز بھی کرتا ہوں
بجز خیالِ جمالت نمی نماید باز[5]
تیرے حسن کے خیال کے سوا، کچھ نہیں دکھاتا ہے

غمے کہ چوں سپہ زنگ ملکِ دل بگرفت
جس غم نے زنگی سپاہیوں کی طرح دل کے ملک پر قبضہ کر لیا ہے
ز خیلِ شادیِ رومِ رخت زداید باز[6]
تیرے روم جیسے رخسار کی خوشی کے لشکر سے زائل ہو جائیگا

بداں مثل کہ شب آبستن آمدہ است بروز
اس مثل کی وجہ سے کہ رات دن سے حاملہ ہو کر آتی ہے
ستارہ مے شمرم تا کہ شب چہ زاید باز
ستارے گن رہا ہوں، دیکھوں کہ رات پھر کیا جنتی ہے؟

ز خوفِ بادیہ دل بد مکن ببند احرام
جنگل کے ڈر سے دل رنجیدہ نہ کر، احرام باندھ لے
کہ مرد راہ نیندیشد ار چہ ناید باز[7]
اس لیے کہ مرد راہ فکر نہیں کرتا ہے، خواہ وہ واپس نہ آئے

بیا کہ بلبلِ مطبوعِ خاطرِ حافظ
آجا، حافظ کی طبیعت کی پسندیدہ بلبل
بہ بوئے گلشنِ وصلِ تو می سراید باز
تیرے وصل کے باغ کی خوشبو کی وجہ سے پھر چہک رہا ہے

روزِ عیش و طرب و ماہِ صیام ست امروز
آج عیش اور مستی اور رمضان کے مہینہ کا دن ہے
کامِ دل حاصل و ایّام بکام ست امروز
آج دل کا مقصد حاصل ہے، اور زمانہ مقصد کے مطابق ہے

گو عروسِ فلکی رخ منمائے از مشرق[8]
کہہ دو کہ سمائی دلہن مشرق سے چہرہ نہ دکھائے
کہ مرا دیدنِ آں ماہِ تمام ست امروز
اس لیے کہ آج مجھے اس مکمل چاند کو دیکھنا ہے

زاہدے را کہ نبودے چو صوامع جائے
وہ زاہد جس کے نزدیک عبادت خانوں کی طرح کوئی جگہ نہ تھی
بیں کہ در کنجِ خرابات مقام ست امروز[9]
دیکھو خرابات کے گوشہ میں آج اس کا مقام ہے

---

[1] خدا کی قضا پر راضی رہنا چاہئے قضا سے بھاگنا ممکن نہیں ہے۔
[2] کفن میں شراب کا پیالہ رکھ دے تاکہ قیامت کی پریشانیاں کو شراب پی کر دور کر سکوں۔
[3] انسان کی خودی بڑا پردہ ہے یہ اٹھ جائے تو وصال میسر آجاتا ہے۔
[4] اب آنکھ کا کھلنا بجز وصال کے ممکن نہیں ہے۔
[5] دل کے آئینہ سے محبوب کے سوا سب خیال مٹ گئے ہیں۔
[6] غموں کو زنگی سپاہیوں کے لشکر سے اور معشوق کے رخ کو رومیوں کے لشکر سے تعبیر کیا ہے۔
[7] عاشق کے لئے خطرات سدِّ راہ نہ ہونے چاہئیں۔
[8] عروسِ فلکی سے سورج اور ماہِ تمام سے معشوق مراد ہے۔
شعر — [illegible]
[9] زاہد پہلے عبادت خانوں کے سوا کسی جگہ کو متبرک نہ سمجھتا تھا اب شراب خانہ میں مقیم ہے۔

صبح دم بلبلِ مست از چہ سبب می نالد
مست بلبل صبح کے وقت کیوں نالاں ہے؟

کارِ او چوں ز بہاراں بہ نظام ست امروز
جبکہ آج اس کا کام بہاروں کی وجہ سے منظم ہے

محتسب بیہدہ گو پند مدہ رنداں را
محتسب سے کہدو رندوں کو بیہودہ نصیحت نہ کرے

کانکہ با شاہد و مے نیست کدام ست امروز
آج وہ کون ہے جو معشوق اور شراب لئے ہوئے نہیں ہے!

شیخ واعظ کہ مرا منع ز زلفش کردے
وہ واعظ شیخ، جو مجھے اس کی زلف سے روکتا تھا

دیدمش باز کہ چوں مرغ بدام ست امروز
پھر میں نے آج اسے دیکھا تو جال میں پرندے کی طرح پھنسا ہے

گو بگویند خلائق کہ کنوں حافظ را
کہدو اگر لوگ کہیں کہ اب حافظ کی

چشم بر روئے نگار و لبِ جام ست امروز
نظر محبوب کے چہرے، اور جام کے لب پر ہے

زلفینِ سیہ خم بخم اندر زدۂ باز
تونے پھر اپنے گھونگھر والے بالوں کو، پیچ در پیچ کیا ہے

وقتِ منِ شوریدہ بہم برزدۂ باز
مجھ دیوانے کے وقت کو پھر برہم کیا ہے

زاں روئے نکو چشم بداں دور کہ امروز
اس خوبصورت چہرے سے خدا کرے بروں کی نظر دور رہے

بر مہ زدۂ طعنہ و بر خور زدۂ باز
تونے چاند پر طعنہ زنی کی ہے، اور پھر سورج پر

بر ساغرِ عیشم زدۂ سنگ و لیکن
میرے عیش کے ساغر پر تونے پتھر مارا ہے لیکن

با تو چہ تواں گفت کہ ساغر زدۂ باز
تجھے کیا کہا جا سکتا ہے کہ تونے پھر ساغر چڑھا لیا ہے

از دودِ دلِ خستہ ام اے دوست حذر کن
اے دوست! میرے ٹوٹے ہوئے دل کے دھوئیں سے بچ

کاتش بمنِ سوختہ دل برزدۂ باز
کیونکہ مجھ دل جلے کو تونے پھر آگ لگادی ہے

منِ سر چو قلم بر سرِ سودائے تو دارم
قلم کی طرح میں تیرے عشق پر سر دھرتا ہوں

باآنکہ منِ سر زدہ را سر زدۂ باز
اس کے باوجود کہ مجھ سر کٹے کا تونے پھر سر کاٹ دیا ہے

نقدِ سرۂ قلب کہ پالودہ ام از چشم
دل کے خالص نقد کو جس کو میں نے آنکھوں سے صاف کیا!

بر سکۂ روئیم ہمہ بر زر زدۂ باز
میرے چہرے کے سکہ پر تو تے پھر سونے پر مارا ہے

از غالیہ برہم زدۂ خوش شکر و قند
خوشبو کی وجہ سے تونے شکر اور قند کو اچھی طرح برہم کیا ہے

امروز ہمہ بر گل و شکر زدۂ باز
آج پھر گل، اور شکر پر تونے حملہ کیا ہے

شہبازِ غمت راست کبوتر دلِ حافظ
تیرے غم کے باز کے لئے، حافظ کا دل کبوتر ہے

ہشدار کہ بر صیدِ کبوتر زدۂ باز
ہوشیار رہ کہ تونے باز کو، کبوتر کے شکار پر چھوڑا ہے

صبا بمقدمِ گل راحِ روح بخشد باز
پھول کی آمد پر، صبا پھر روح کو راحت بخش دی ہے

کجاست بلبلِ خوشگوئے گو برآر آواز
خوش الحان بلبل کہاں ہے، کہدو کہ چہکے

دلا ز ہجر مکن نالہ زانکہ در عالم
اے دلا! ہجر سے نالاں نہ ہو، اس لئے کہ دنیا میں

غم ست و شادی و خار و گل و نشیب و فراز
غم ہے اور خوشی، اور خار ہے اور گل اور نیچ ہے اور اونچ

ے محبوب کا چہرہ چاند اور سورج پر طعنہ زنی کر رہا ہے۔
ے چونکہ محبوب مست ہے لہٰذا مستی میں جو کر گذرے اس پر ملامت نہیں ہو سکتی ہے۔
ے میرے دل میں آگ لگی ہوئی ہے اس کے دھوئیں سے ڈر، اور زیادہ نہ جلا۔
ے جس طرح قلم تراشا جاتا ہے اور پھر سیاہی میں سر دھرتا ہے اسی طرح میں سر کٹنے کے باوجود سودائے عشق پر سر دھرے ہوں۔
ے سونا کر میں نے دل کے سونے کو صاف کیا تھا اب محبوب نے میرے رخساروں کو بھی سونے کی طرح زرد کر دیا ہے۔
ے موسم بہار آگیا جو روح افزا ہے بلبل کو چہکنا چاہیے۔

دوتا شدم چو کماں از غم و نمیگویم
میں غم کی وجہ سے کمان کی طرح دوہرا ہو گیا ہوں اور قائل نہیں کہ

ہنوز ترکِ کمان ابروان تیر انداز
اب بھی تیر انداز، کمان جیسے ابروؤں کو چھوڑنے کا

حکایتِ شبِ ہجراں بدشمناں مکنید
ہجر کی رات کا قصہ، دشمنوں کو مت سناؤ

کہ نیست سینۂ اربابِ کینہ محرمِ راز
اس لیے کہ کینہ وروں کا سینہ، محرم راز نہیں ہے

زطرۂ تو پریشانیِ دلم شد فاش
میرے دل کی پریشانی تیرے طرہ سے ظاہر ہو گئی

زمشک نیست غریب آرے اربود غماز
ہاں مشک پر تعجب نہیں ہے اگر وہ چغلخور ہو

ہزار دیدہ بروئے تو ناظرند و تو خود
ہزاروں آنکھیں تیرے چہرے کو دیکھنے والی ہیں اور تو خود

نظر برخِ کسے نمیکنی از ناز
کسی کے چہرہ پر ناز کی وجہ سے نظر نہیں ڈالتا ہے

اگر بسوزدت اے دل ز درد نالہ مکن
اے دل اگر محبوب تجھکو جلا دے تو درد سے نالہ مت کر

دم از محبتِ او میزن و بدرد بساز
اس کی محبت کا دم بھر اور درد کو گوارا کر

غبارِ خاطرِ ما چشمِ خصم کور کند
ہمارے دل کا غبار دشمن کی آنکھ کو اندھا کرتا ہے

تو رخ بخاک نہ اے حافظ از مقامِ نیاز
اے حافظ نیاز مندی سے تو خاک پر چہرہ رکھدے

مستم از بادۂ شبانہ ہنوز
رات کی شراب سے میں اب تک مست ہوں

ساقیِ ما نرفت خانہ ہنوز
ہمارا ساقی، ابھی گھر نہیں گیا

میکشد ایں غمم کہ میگوید
مجھے یہ غم مارے ڈالتا ہے کہ وہ کہتا ہے

توبہ کردی زعشق یا نہ ہنوز
کہ تو نے ابھی تک، عشق سے توبہ کی ہے یا نہیں

چشمِ مستش زغمزۂ جادو
اس کی مست آنکھ، جادو کی ادا سے

میزند تیر بر نشانہ ہنوز
ابھی تک نشانہ پر، تیر چلاتی ہے

دُرِ دریائے عشق می طلبی
تو عشق کے سمندر کا موتی طلب کرتا ہے

جاں نیاوردہ درمیانہ ہنوز
جان کو ابھی تک درمیان میں نہیں لایا ہے

نازنینا زعشقِ تو باللہ
اے نازنین! تیرے عشق سے، خدا کی قسم

عالمے توبہ کرد و ما نہ ہنوز
ایک جہان نے توبہ کرلی اور ہم نے اب تک نہیں کی ہے

ہست مجلس بر آں قرار کہ بود
مجلس اسی طرح پر ہے، جس طرح تھی

ہست مطرب بر آں ترانہ ہنوز
مطرب ابھی تک اسی ترانہ پر ہے

حافظِ خستہ درمیاں آمد
عاجز، حافظ درمیان میں آگیا

میکند یار ازو کرانہ ہنوز
دوست، اب تک اس سے کنارہ کرتا ہے

منم غریبِ دیار و توئی غریب نواز
میں پردیسی ہوں، اور تو پردیسی کو نوازنے والا ہے

دمے بحالِ غریبِ دیارِ خود پرداز
تھوڑی دیر کے لیے اپنے پردیسی کی حالت پر توجہ کر

۱؎ اگرچہ عشق میں کمان بن گیا ہوں لیکن اسکی ابرو کی کمان کو چھوڑنے کو تیار نہیں ہوں۔
۲؎ میرے دل کی پریشانی تیرے گیسو نے ظاہر کردی ہے وہ مشک ہے اور مشک چغلخور ہوتا ہی ہے
۳؎ دریائے عشق سے اس وقت تک موتی ہاتھ نہیں لگتا جب تک انسان جان کی بازی نہ لگائے۔
۴؎ دوسروں کا عشق ناپائیدار تھا ہمارا عشق پائدار ہے۔
۵؎ چونکہ حافظ مجلس میں آگیا اس لیے یار نے کنارہ کشی کرلی۔

۱ بہر کمند کہ خواہی بگیر و بازم بند
تو جس کمند سے چاہے مجھے پکڑ لے اور پھر باندھ
بشرطِ آنکہ زکارم نظر نگیری باز
اس شرط پر کہ تو پھر میرے مقصد سے نظر نہ پھیرے

برآستینِ خیالِ تو می دہم بوسہ
میں تیرے خیال کی آستین کو چومتا ہوں
برآستانِ وصالت چو نیست دستِ نیاز
جبکہ عاجزی کا ہاتھ تیرے وصل کی چوکھٹ پر نہیں ہے

۲ نہ ایں زماں منِ شوریدہ دل نہادم روی
مجھ شوریدہ دل نے صرف اسی وقت چہرہ نہیں دھرا
برآستانِ تو کاندر ازل نہادم باز
تیری چوکھٹ پر، بلکہ ازل میں ہی رکھ دیا تھا

دلا منال زشامے کہ صبح درپئے اوست
اے دل! اس شام سے نالاں نہ ہو جس کے پیچھے صبح ہے
کہ نیش و نوش بہم باشد و نشیب و فراز
اس لیے کہ ڈنک اور شہد اور نیچ اونچ ساتھ ہوتی ہے

۳ گرم چو خاکِ زمیں خوار می کنی سہل ست
اگر تو مجھے زمین کی خاک کی طرح ذلیل کرے، آسان ہے
خرام می کن و بر خاک سایہ می انداز
ناز سے چل اور خاک پہ سایہ ڈال دے

درونِ سینہ دلم چوں کبوتراں بطپید
میرا دل سینہ میں، کبوتروں کی طرح تڑپنے لگا
چہ آتشے ست کہ بر جانِ ما نہادی باز
یہ کیا آگ ہے جو تو نے پھر ہماری جان میں لگا دی ہے؟

خیالِ قدِ بلندِ تو می کند دلِ من
میرا دل تیرے بلند قد کا خیال کرتا ہے
تو دستِ کوتہِ من بین و آستینِ دراز
تو میرے کوتاہ ہاتھ اور لمبی آستین کو دیکھ

حدیثِ دردِ من اے مدعی نہ امروز ست
اے رقیب! میرے درد کا قصہ آج کا نہیں ہے
کہ حافظ از ازل او رند بود و شاہد باز
بلکہ وہ حافظ تو ازل سے رند اور شاہد باز تھا

۴ منم کہ دیدہ بدیدارِ دوست کردم باز
میں ہوں جس نے دوست کے دیدار پر آنکھ کھولی ہے
چہ شکر گویمت اے کارساز بندہ نواز
اے کام بنانے والے، غلام کو نوازنے والے تیرا کس طرح شکریہ ادا کروں

نیاز مندِ بلا گو رخ از غبار مشوی
عشق کے نیاز مند کو کہہ دو کہ رخ سے غبار کو نہ دھوئے
کہ کیمیائے مراد ست خاکِ کوئے نیاز
نیاز کے کوچہ کی خاک، مراد کی کیمیا ہے

۵ بیک دو قطرہ کہ ایثار کردی اے خواجہ
اے خواجہ! ان ایک دو قطروں کی وجہ سے جو تو نے قربان کئے
بسا کہ در رخ دولت کنی کرشمہ و ناز
تو دولت کے چہرے پر بہت کچھ کرشمہ و ناز کر رہا ہے

۶ طہارت ار نہ بخونِ جگر کند عاشق
اگر عاشق جگر کے خون سے وضو نہ کرے
بقولِ مفتیِ عشقش درست نیست نماز
عشق کے مفتی کے بقول، اس کی نماز درست نہیں ہے

۷ زمشکلاتِ طریقت عناں متاب اے دل
اے دل! طریقت کی مشکلات سے باگ نہ موڑ
کہ مردِ راہ نیندیشد از نشیب و فراز
اس لیے کہ راستہ کا مرد نیچ اونچ کی فکر نہیں کرتا ہے

۸ دریں مقامِ مجازی بجز پیالہ مگیر
اس مجازی مقام میں پیالے کے سوا نہ تھام
دریں سراچہ بازیچہ غیرِ عشق مباز
اس کھیل کود کی سرائے میں عشق کے علاوہ کوئی کھیل نہ کھیل

من از نسیم سخن چیں چہ طرف بر بندم
میں چغلخور، نسیم سے کیا تعلق پیدا کروں؟
چو سرو راست دریں باغ نیست محرمِ راز
جبکہ سیدھا سرو بھی اس باغ میں محرمِ راز نہیں ہے

---

۱ اگر دل کا مدعا پورا ہوتا ہے تو عشق کی قید و بند آسان ہے۔
۲ ہم محبوب کے آستانہ پر ازل سے سر دھرے ہیں۔
۳ ہمیں خاک کی طرح ذلیل ہونا منظور ہے بشرطیکہ محبوب کا سایہ پڑ جائے۔
۴ خدا کا شکر ہے کہ مجھے دوست کا دیدار حاصل ہے۔
۵ چونکہ میں نے عشق میں دو چار آنسو بہائے ہیں مجھے دولتِ عشق حاصل ہے۔
۶ نمازِ عشق کا وضو خونِ جگر سے ہوتا ہے۔
۷ طریقت میں بہت سی مشکلات آتی ہیں ان سے گھبرانا نہ چاہیے
۸ دنیا کا مقام چند روزہ ہے، اس لئے یہ مجازی مقام ہے، حقیقی مقام عالمِ آخرت ہے، دنیا بازیچۂ اطفال ہے یہاں عشقبازی ہونی چاہیے۔

اگرچہ حسنِ تو از عشق غیر مستغنی ست · من آں نیم کہ ازیں عشقبازی آیم باز
اگرچہ تیرا حسن، غیر کے عشق سے بے نیاز ہے · میں وہ نہیں ہوں جو اس عشقبازی سے باز آجاؤں

غزل سرائیِ ناہید صرفہ ئے نبرد
زہرہ کا گانا، غالب نہیں آسکتا
درآں مقام کہ حافظ برآورد آواز
جس جگہ حافظ آواز نکالے

ہزار شکر کہ دیدم بکامِ خویشت باز · ترا بکامِ خود و با تو خویش را دمساز
ہزار شکر ہے کہ میں نے پھر تجھے اپنے مقصد کے موافق دیکھا · تجھے اپنے منشا کے مطابق اور اپنے آپ کو تیرے ساتھ ملا ہوا دیکھا

روندگانِ حقیقت رہِ بلا سپرند · رفیقِ عشق چہ غم دارد از نشیب و فراز
حقیقت پر چلنے والے، مصیبت کا راستہ طے کرتے ہیں · عشق کا ساتھی نیچ اور اونچ کا کیا غم کرے!

غمِ حبیب نہاں بہ ز جستجوئے رقیب · کہ نیست سینۂ اربابِ کینہ محرمِ راز
رقیب کے دریافت کرنے پر دوست کا غم چھپا بہتر ہے · اس لیے کہ کینہ وروں کا سینہ محرمِ راز نہیں ہے

چہ فتنہ بود کہ مشاطۂ قضا انگیخت · کہ کرد نرگسِ مستش سیہ بسرمۂ ناز
کیا فتنہ تھا، جو قضا کی مشاطہ نے اٹھایا · کہ اس کی مست نرگس کو ناز کے سرمے سے سیاہ کردیا

بدیں سپاس کہ مجلس منور ست بدوست · گرت چو شمع جفائے رسد بسوز و بساز
اس شکریہ میں کہ دوست سے مجلس روشن ہے · اگر شمع کی طرح تجھ پر ظلم ہو، جل اور موافقت کر

مقامِ اہلِ سعادت ملامت است اے دل · کزیں رہ است برایشاں درِ سعادت باز
اے دل! سعادت مندوں کا مقام ملامت ہے · اُن پر اسی راستہ سے سعادت کا دروازہ کھلا ہے

ملامتے کہ بروئے من آمد از غمِ عشق · ز اشک پرس حکایت کہ من نیم غماز
وہ ملامت جو عشق کے غم کی وجہ سے مجھ پر ہوئی · آنسو سے دریافت کرلے میں چغلخور نہیں ہوں

امیدِ قدِ تو می داشتم ز بختِ بلند · نسیمِ زلفِ تو می خواستم ز عمرِ دراز
میں بلند نصیبہ سے تیرے قد کی امید رکھتا تھا · درازِ عمر سے، تیری زلف کی خوشبو چاہتا تھا

بہ نیم بوسہ دعائے بخر ز اہلِ دلے · کہ کیدِ دشمنت از جان و جسم دارد باز
کسی صاحبِ دل سے آدھا بوسہ دیکر دعا خریدلے · تاکہ تیری جان، اور جسم کو دشمن کے مکر سے بچائے

زہاے ہائے شبانہ نگشتہ ام واقف · بحالِ من ز ترحم بہ نیم شب پرداز
میں رات کی ہائے ہائے سے واقف نہیں ہوا ہوں · رحم کرکے آدھی رات میں میرے حال پر دھیان دے

فگند زمزمۂ عشق در حجاز و عراق
حجاز، اور عراق میں عشق کی گونج پیدا کردی
نوائے بانگِ غزلہائے حافظِ شیراز
حافظِ شیراز کی غزلوں کی آواز نے

ا؎ حسنِ محبوب ہمارے عشق سے بے نیاز ہے ہم اس کے حسن کے نیاز مند ہیں۔
۲؎ ناہید، زہرہ ستارے کو کہتے ہیں، اس کو آسمان کی مطربہ مانا گیا ہے۔
۳؎ راہِ حقیقت راہِ عشق ہے عاشق کو نشیب و فراز کی پرواہ نہیں ہوتی ہے۔
۴؎ آنکھ مستی کی وجہ سے خود ہی فتنہ برپا کر رہی تھی سرمے نے اس کی فتنہ گری کو اور بڑھا دیا۔
۵؎ بوسہ کے عوض دعا لے لے تاکہ تو مصیبتوں سے محفوظ رہے۔
۶؎ حافظ کی عشقیہ غزلوں نے فارس سے گذر کر حجاز اور عراق میں عشق کی دھوم مچادی۔

ردیفِ سینِ مُہملہ

اے صبا اگر بگذری بر ساحلِ رودِ ارس
اے صبا اگر تو دریائے آرس کے ساحل پر سے گزرے

بوسہ زن بر خاکِ آن وادی و مشکین کن نفس
اس وادی کی خاک کو بوسہ دے اور سانس کو مشکیں بنائے

منزلِ سلمیٰ کہ بادش ہر دم از ما صد سلام
سلمیٰ کی منزل کو جس پر ہماری جانب سے ہردم سو سلام ہوں

پر صدائے ساربانان بینی و آہنگِ جرس
ق تو ساربان کی صدا، اور گھنٹے کی آواز پر دیکھے

محملِ جاناں ببوس آنگہ بزاری عرضہ دار
جاناں کے کجاوہ کو چومنا پھر عاجزی سے عرض کرنا

کز فراقت سوختم اے مہرباں فریاد رس
کہ تیرے فراق میں جل گیا ہوں، اے مہربان فریاد کو پہونچ

عشرتِ شبگیر کن مے نوش کاندر راہِ عشق
پوری رات کا عیش کر، شراب پی اس لیے کہ عشق کے راستہ میں

شبروان را آشنائیہاست با میرِ عسس
چوروں کے کوتوال سے تعلقات ہوتے ہیں

دل برغبت می سپارد جان بچشمِ مستِ یار
یار کی مست آنکھ پر دل خوشی سے جان دیتا ہے

گرچہ ہشیاران ندادند اختیارِ خود بکس
اگرچہ عقلمندوں نے اپنا اختیار کسی کو نہیں دیا ہے

منکرِ قولِ ناصحان را خواندے بانگِ رباب
میں جو کہ نصیحت کرنیوالوں کی بات کو رباب کی آواز سمجھتا تھا

گوشمالے خوردم از ہجران کہ انیم پند بس
ہجر نے میرے ایسے کان اینٹھے کہ مجھے یہ نصیحت کافی ہے

طوطیاں در شکرستاں کامرانی می کنند
شکرستان میں طوطیاں، مزے اڑا رہی ہیں

وز تحسر دست بر سر می زند مسکیں مگس
مکھی بیچاری، حسرت میں سر پر دو ہتڑ مار رہی ہے

عشقبازی کارِ بازی نیست اے دل سر بباز
عشقبازی کھیل کود نہیں ہے اے دل! سر کی بازی لگا

زانکہ گوئے عشق نتوان زد بچوگانِ ہوس
اس لیے کہ ہوس کے بلّے سے عشق کی گیند نہیں لیجائی جا سکتی ہے

نامِ حافظ گر برآید بر زبانِ کلکِ دوست
اگر حافظ کا نام دوست کے قلم کی زبان پر آجائے

از جنابِ حضرتِ شاہم بس است ایں ملتمس
جناب حضرت بادشاہ سے میری صرف یہی درخواست ہے

بوئے بہار آمد بنال اے بلبلِ مشکیں نفس
اے مشک جیسے سانس والی بلبل! نالہ کر بہار کی خوشبو آئی ہے

ور بپائے بندی ہمچو من فریاد می کن در قفس
اگر تو قید ہے تو پنجرہ میں میری طرح فریاد کر

من بر سر کوئے تو اے آرامِ جاں شب تا سحر
اے راحتِ جاں! رات بھر صبح تک تیرے کوچہ میں

فریاد و آہ و نالہ از جاں برآید چوں جرس
فریاد اور آہ اور نالہ میری جان سے گھنٹی کی طرح نکلتا ہے

ہر چند می داری مرا دور از لبِ شیرینِ خود
تو جتنا بھی مجھے اپنے شیریں لب سے دور کرتا ہے

آیم روانے باز پس پیشِ تو اے جاں چوں مگس
اے جان! میں مکھی کی طرح فوراً لوٹ کر تیرے سامنے آجاتا ہوں

خود ہر کرا سیم و زر است از دزد می ترسد مدام
جس کے پاس چاندی اور سونا ہے، وہ ہمیشہ چور سے ڈرتا ہے

آنکس کہ فعلش شد چو من تر سے ندارد از عسس
جس کا کام میری طرح ہو گیا ہے اسے سپاہی کا کوئی ڈر نہیں ہوتا ہے

۱؎ ان تینوں شعروں کا مطلب یہ ہے کہ اے صبا جب تو سلمیٰ معشوقہ کی منزل پر پہونچے تو محمل کو بوسہ دینا اور پھر اس سے ہمارا حالِ زار عرض کر دینا۔

۲؎ ارس ایک نہر کا نام ہے جو آذربائیجان کے کنارے پر بہتی ہے

۳؎ رات میں خوب مستی کر اور کوتوال سے نہ ڈر اس لیے کہ عموماً کوتوال رات کے چوروں سے سازباز رکھتے ہیں۔

۴؎ یعنی تفریح کی بات، جو ناقابلِ عمل ہوتی ہے۔

۵؎ ممکن ہے اس جگہ بھی شاہ سے سلطان احمد جلائرس والیِ بغداد مراد ہو جو حافظ کا بہت زیادہ قدر دان تھا۔

۶؎ تیرے ہونٹ شکرستان ہیں اور میں ان کی مکھی ہوں۔

۷؎ جس کے پاس مال ہو وہ چور سے ڈرے مفلس کو کوتوال کا کوئی خوف نہیں رہتا

گر پند خواہی دادیم ور بند خواہی کرد یم
خواہ تو مجھے نصیحت کرنا چاہے، خواہ قید

ہرگز نخواہد شد بروں ما را ازیں سر ایں ہوس
ہمارے اس سر سے یہ ہوس ہرگز نہ نکلے گی

چوں[1] حافظِ دلخستہ را ہر دم بفریاد آوری
جبکہ خستہ دل حافظ کو تو ہمیشہ فریاد میں مبتلا رکھتا ہے

اے تُرکِ شہر آشوب من بارے بفریادم رس
اے شہر کو فتنہ میں مبتلا کرنے والے میرے ترک ایک بار میری فریاد کو پہنچ

جاناں ترا کہ گفت کہ احوالِ ما مپرس
اے محبوب تجھ سے کس نے کہا ہے کہ ہمارے حالات نہ پوچھ

بیگانہ گرد و قصۂ ہیچ آشنا مپرس
بیگانہ بنجا، اور کسی آشنا کی بات نہ پوچھ

آنجا[2] کہ لطفِ شامل و خلقِ کریم تست
جہاں کہ تیری عام مہربانی ہے اور بھلے اخلاق ہیں

جرمِ گذشتہ عفو کن و ماجرا مپرس
پچھلی خطا کو معاف کر دے اور گذشتہ بات نہ پوچھ

خواہی[3] کہ روشنت شود احوالِ سرِ عشق
اگر تو چاہتا ہے کہ عشق کے راز تجھ پر روشن ہو جائیں

از شمع پرس قصہ ز بادِ صبا مپرس
شمع سے قصہ پوچھ، بادِ صبا سے نہ پوچھ

ہیچ[4] آگہی ز عالمِ درویشیش نبود
اس کو درویشی کی دنیا کی کچھ واقفیت نہ تھی

آنکس کہ با تو گفت کہ درویش را مپرس
جس نے تجھ سے کہہ دیا ہے کہ درویش کو نہ پوچھ

از دلق[5] پوش صومعہ نقدِ طلب مجوی
عبادت خانہ کے گدڑی پہننے والے سے نقدِ عیش نہ ڈھونڈ

یعنی ز مفلساں سخنِ کیمیا مپرس
یعنی مفلسوں سے کیمیا کی بات دریافت نہ کر

در دفتر[6] طبیبِ خرد بابِ عشق نیست
عقل کے طبیب کی کتاب میں عشق کا باب نہیں ہے

اے دل بدرد خو کن و نامِ دوا مپرس
اے دل درد کی عادت ڈال اور دوا کا نام نہ پوچھ

نقشِ حقوقِ خدمت و اخلاص و بندگی
خدمت اور اخلاص اور بندگی کے حقوق کا نقش

از لوحِ سینہ محو کن و نامِ ما مپرس
سینہ کی تختی سے مٹا دے، اور ہمارا نام نہ پوچھ

ما قصۂ سکندر و دارا نخواندہ ایم
ہم نے سکندر اور دارا کے قصے نہیں پڑھے ہیں

از ما بجز حکایتِ مہر و وفا مپرس
ہم سے محبت اور وفا کے قصہ کے علاوہ، نہ پوچھ

من ذوقِ دردِ عشقِ تو دانم نہ مدعی
میں تیرے دردِ عشق کا ذائقہ جانتا ہوں نہ کہ رقیب

از شعلہ پرس حالِ زر پروانہ را مپرس
شعلہ سے حال پوچھ، پروانہ سے نہ پوچھ

حافظ رسید موسمِ گل معرفت مخواں
اے حافظ، پھول کا موسم آگیا معرفت کے نغمے نہ سنا

دریاب نقدِ عمر زچون و چرا مپرس
زندگی کا نقد حاصل کر لے، اور چون و چرا کے متعلق نہ پوچھ

دارم از زلفِ سیاہت گلہ چنداں کہ مپرس
تیری کالی زلف سے مجھے اس قدر شکوہ ہے کہ نہ پوچھ

کہ[7] چناں زو شدہ ام بے سر و ساماں کہ مپرس
کیونکہ میں اس کی وجہ سے اس قدر بے سر و ساماں ہو گیا ہوں کہ نہ پوچھ

کس بامید وفا ترکِ دل و دیں مکناد
وفا کی امید پر کوئی دل اور دین کو نہ چھوڑے

کہ چناں من ازیں کردہ پشیماں کہ مپرس
میں اس چیز سے اس قدر شرمندہ ہوں کہ نہ پوچھ

---

[1] جبکہ ہر وقت فریاد بنائے ہوئے ہے ایک بار تو فریاد رسی کر دے۔

[2] تیرے اخلاق کا تقاضا ہے کہ پہلی خطائیں معاف کر دے اور گذشتہ باتوں کی باز پرس نہ کر۔

[3] شمع عاشقِ صادق ہے صبا ہرجائی ہے۔

[4] جس نے درویشوں سے بے تعلقی کا مشورہ دیا ہے وہ درویشوں کی حقیقت سے بے خبر ہے۔

[5] عبادت خانے والے تو مفلس ہیں ان کو کیمیا نہیں آتی ہے۔

[6] عقل کی کتاب میں عشق کا باب نہیں ہے لہذا عقل سے عشق کی دوا دریافت کرنا بے کار ہے۔

[7] ہم نے وفا کی امید میں دین اور دل دیا۔ اب ہم شرمندہ ہیں۔

بہر یک جرعہ کہ آزار کشش در پے نیست
ایک گھونٹ کی خاطر جوان کے در پے آزار نہیں ہے

زحمتے می کشم از مردم ناداں کہ مپرس
نادان انسانوں کی اس حد تکلیفیں برداشت کرتا ہوں کہ نہ پوچھ

گوشہ گیری و سلامت ہوسم بود و لے
میری خواہش گوشہ گیری اور سلامتی کی تھی لیکن

فتنہ می کند آں نرگس فتاں کہ مپرس
وہ فتنے ڈالنے والی نرگس ایسا فتنہ پیدا کردیتی ہے کہ نہ پوچھ

زاہد از ما بسلامت بگذر کاں مے لعل
اے زاہد ہمارے پاس سے سلامتی سے گذر جا اس لیے کہ وہ سرخ

دل و دیں میبرد از دست بداں ساں کہ مپرس
اس طور پر ہاتھ سے دل اور دین لیجاتی ہے کہ نہ پوچھ

گفتم از گوئے فلک صورت حالے پرسم
میں نے کہا، آسمان کی گیند سے صورت حال دریافت کروں

گفت آں می کشم اندر خم چوگاں کہ مپرس
اس نے کہا اس کو بلے کے خم میں ایسا کھینچوں گا کہ نہ پوچھ

گفتمش زلف بکین کہ کشادی گفتا
میں نے اس سے کہا، کس سے دشمنی کے لیے تو نے یہ زلف کھولی ہے تو کہا

حافظ ایں قصہ دراز است بقرآں کہ مپرس
حافظ یہ قصہ دراز ہے، تجھے قرآن کی قسم نہ پوچھ

دردِ عشقے کشیدہ ام کہ مپرس
میں نے عشق کا ایسا درد برداشت کیا ہے کہ نہ پوچھ

زہر ہجرے چشیدہ ام کہ مپرس
میں نے فراق کا ایسا زہر چکھا ہے، کہ نہ پوچھ

گشتہ ام در جہان و آخر کار
میں دنیا میں بہت پھرا ہوں اور آخر کار

دلبرے بر گزیدہ ام کہ مپرس
ایسا دلبر چن لیا ہے، کہ نہ پوچھ

آنچناں در ہوائے خاکِ درش
اس کے دروازے کی خاک کی ہوس میں اس طرح

میرود آبِ دیدہ ام کہ مپرس
میرے آنکھ سے آنسو بہتے ہیں، کہ نہ پوچھ

بے تو در کلبۂ گدائیِ خویش
اپنی فقیری کی کٹیا میں، تیرے بدون

رنجہائے کشیدہ ام کہ مپرس
وہ رنج برداشت کئے ہیں، میں نے نہ پوچھ

من بگوشِ خود از دہانش دوش
کل میں نے اس کے منہ سے اپنے کانوں سے

سخنانے شنیدہ ام کہ مپرس
وہ باتیں سنی ہیں، کہ نہ پوچھ

سوئے من لب چہ میگزی کہ مگوی
میری طرف ہونٹ کیوں چبا تا ہے کہ نہ کہہ

لبِ لعلے گزیدہ ام کہ مپرس
میں نے ایسا سرخ ہونٹ کاٹا ہے کہ نہ پوچھ

ہمچو حافظ غریب در رہِ عشق
پردیسی حافظ کی طرح عشق کی راہ میں

بمقامے رسیدہ ام کہ مپرس
ایسے مقام پر پہونچ گیا ہوں کہ نہ پوچھ

در ضمیر ما نمی گنجد بغیر از دوست کس
ہمارے دل میں دوست کے سوا کسی کی گنجائش نہیں ہے

ہر دو عالم را بدشمن دہ کہ ما را دوست بس
دونوں جہان دشمن کو دیدے اس لیے کہ ہمیں دوست کافی ہے

یارِ گندم گونِ ما گر میل کردے نیم جو
ہمارا گندم گوں محبوب اگر آدھا جو بھی جھکا ؤ کرتا

ہر دو عالم پیشِ چشم ما نمودے یک عدس
دونوں جہان ہماری نظر میں ایک مسور کا دانہ نظر آتے

۱؎ ایک گھونٹ شراب کسی کا کیا بگاڑتی ہے جو لوگ مجھے اس قدر ستاتے ہیں۔
۲؎ زاہد تو اپنا دل اور دین بچا کر لیجا ورنہ یہ شراب تباہ کردیگی۔
۳؎ میں نے کہا آسمان سے صورت حال معلوم کروں گا اس پر وہ بولا میرے سامنے آسمان کی کیا حقیقت ہے۔ شعر
۴؎ ان کرشمہ عاشق تیرا جن کو پریشان کرنا ہے۔
۵؎ ایسا محبوب چنا ہے جس کی خوبیاں نا قابل بیان ہیں۔
۶؎ محبوب نے مجھ سے ایسی کچھ باتیں کہیں جو نا قابل بیان ہیں۔
۷؎ تو وہ کئے کے لئے چاہے جس قدر اشارے کرے میں اس کے ذکر سے باز نہ آؤں گا۔
۸؎ ہمیں دوست درکار ہے بقیہ دونوں جہاں رقیب کو دیدو۔

میروی چوں شمع و جمعے از پس و پیشت دو دل
تو شمع کی طرح جاتا ہے، اور ایک مجمع آگے پیچھے دوڑتا ہے

نے غلط گفتم نباشد شمع را خود پیش و پس
نہیں میں نے غلط کہا، خود شمع کا آگا پیچھا نہیں ہوتا ہے

غافلست آں کو بشمشیر از تو می پیچد عناں
وہ نادان ہے جو تلوار کے باعث تجھ سے باگ توڑتا ہے

قند را لذت مگر نیکو نمیداند مگس
شاید مکھی اچھی طرح شکر کی لذت کو نہیں جانتی ہے

خاطرم وقتے ہوس کردے کہ بینم چیزہا
ایک وقت میرا دل ہوس کرتا تھا کہ میں بہت سی چیزیں دیکھوں

تا ترا دیدم نکردم جز بدیدارت ہوس
جب سے تجھے دیکھا ہے میں نے تیرے دیدار کے سوا ہوس نہیں کی

مردماں را از عسس شب گر خیالے در سرست
انسانوں کو اگر رات کے چوکیدار کا خیال ہے

من چناں کز خیالم باز نشناسد عسس
میں ایسا ہوں کہ میرے خیال کو چوکیدار پہچان ہی نہیں سکتا ہے

گویت از اشکم چو دریا گشت و بیتر سم کہ باز
میرے آنسوؤں سے تیری گلی دریا جیسی بن گئی، اور میں ڈرتا ہوں کہ پھر

بر سر آیند ایں رقیبان سبکسارت چو خس
یہ تیرے ہلکے رقیب، تنکے کی طرح اوپر چڑھ آئیں

حافظا ایں رہ بپائے لاشۂ لنگ تو نیست
اے حافظ یہ راستہ تیرے لنگڑے مردہ جسم کے پیر کے مناسب نہیں ہے

بعد ازیں بنشیں کہ گردے بر نخیزد زیں فرس
اس کے بعد بیٹھ رہ، کہیں اس گھوڑے کی دھول نہ اڑ جائے

دلا رفیق سفر بخت نیکخواہت بس
اے دل تیرے سفر کا ساتھی تیرا نیک خواہ نصیبہ کافی ہے

نسیم روضۂ شیراز پیک راہت بس
شیراز کے باغ کی نسیم تیرے لیے راستہ کا قاصد کافی ہے

دگر ز منزل جاناں سفر مکن درویش
اے درویش محبوب کی منزل سے، پھر سفر نہ کرنا

کہ سیر معنوی و کنج خانقاہت بس
تیرے لیے روحانی سیر اور خانقاہ کا گوشہ کافی ہے

بصدر مصطبہ بنشین و ساغر مے نوش
شراب خانہ کے صدر مقام پر بیٹھ اور شراب کا ساغر پی

کہ ایں قدر ز جہاں کسب مال و جاہت بس
اس لیے کہ تیرے لیے دنیا سے اس قدر مال اور مرتبہ کمانا کافی ہے

زیادتی مطلب کار بر خود آساں کن
زیادتی نہ چاہ، اپنے اوپر کام آسان کرے

کہ شیشۂ مے صاف و بت چو ماہت بس
اس لیے کہ تیرے لیے صاف شراب کی بوتل اور چاند جیسا محبوب کافی ہے

فلک بمردم ناداں دہد زمام مراد
آسمان نادان لوگوں کے ہاتھ میں مراد کی باگ پکڑا دیتا ہے

تو اہل دانش و فضلی ہمیں گناہت بس
تو عقل اور بزرگی والا ہے، تیرا یہی گناہ کافی ہے

وگر کمیں بکشاید غمے ز گوشۂ دل
اور اگر کوئی غم دل کے ملک پر گھات لگائے

حریم درگہ پیر مغاں پناہت بس
تیری پناہ کے لیے پیر مغاں کی درگاہ کا احاطہ کافی ہے

ہوائے مسکن مالوف و عہد یار قدیم
محبوب وطن کی محبت، اور پرانے دوست کا عہد

ز رہروان سفر کردہ عذر خواہت بس
سفر کیے ہوئے مسافروں سے تیرا عذر خواہ کافی ہے

بمنت دگراں خو مکن کہ در دو جہاں
دوسروں کے احسان کا عادی نہ ہو، اس لیے کہ دونوں جہان میں

رضائے ایزد و انعام پادشاہت بس
تیرے لیے خدا کی رضامندی، اور بادشاہ کا انعام کافی ہے

بہیچ ورد دگر نیست حاجت اے حافظ
اے حافظ کسی دوسرے وظیفہ کی کوئی ضرورت نہیں ہے

دعائے نیم شب و درس صبحگاہت بس
آدھی رات کی دعا، اور صبح کا وظیفہ تیرے لیے کافی ہے

ے مکھی شکر کی لذت سے پوری آشنا نہیں ورنہ ہٹانے سے نہ ہٹتی۔
ے شعر جب سے پڑی ہے تجھ پہ نظر ہم ہیں محو دونوں نظر سے ہوئے
ے یہ مطلب ہے کہ چوکیدار مجھ کو محض ایک صورت خیالی سمجھے گا میں اس قدر نحیف ہو چکا ہوں۔
ے چونکہ رقیب ہلکے لوگ ہیں اس لیے پانی میں نہ ڈوبیں گے اوپر تیرنے لگیں گے۔
ے حافظ عشق کے راستہ پر تیرا لنگڑا گھوڑا چل سکیگا خود تھک ہو جائے گا۔
ے درویش کو روحانی سفر کرنا چاہیے اور خانقاہ میں گوشہ نشین رہنا چاہیے۔
ے شراب خانہ کی صدر نشینی کا مرتبہ اور دنیا کی دولت میں سے شراب کا ساغر کافی ہے
ے فلک نااہلوں کی مراد پوری کرتا ہے۔
ے دوستوں کے ساتھ سفر میں نہ جانے کے لئے وطن کی محبت اور قدیم دوست کی دوستی کا عذر کافی ہے۔

گلعذارے زگلستانِ جہاں مارا بس
دنیا کے باغ سے ایک پھول جیسے رخسار والا ہمارے لئے کافی ہے

زیں چمن سایۂ آں سروِ رواں مارا بس
اس چمن سے اس سرو رواں کا سایہ ہمارے لئے کافی ہے

من و ہمصحبتیِ اہلِ ریا دورم باد
میں اور ریاکاروں کی صحبت خدا کرے مجھ سے دور رہے

از گرانانِ جہاں رطلِ گراں مارا بس
دنیا کی بھاری چیزوں میں سے ہمارے لئے بھاری پیمانہ کافی ہے

قصرِ فردوس بپاداشِ عمل می بخشند
جنت کا محل، عمل کے بدلہ میں دیتے ہیں

ماکہ رندیم و گدا دیرِ مغاں مارا بس
چونکہ ہم رند اور گدا ہیں ہمارے لئے دیرِ مغاں کافی ہے

بنشیں برلبِ جوی و گذرِ عمر ببیں
نہر کے کنارے بیٹھ، اور عمر کے گذرنے پر غور کر

کایں اشارت زجہانِ گذراں مارا بس
گزرنے والی دنیا کے متعلق یہ اشارہ ہمارے لئے کافی ہے

نقدِ بازارِ جہاں بنگر و آزارِ جہاں
دنیا کے بازار کے نقد، اور دنیا کی تکلیف کو دیکھ

گر شمارا نہ بس ایں سود و زیاں مارا بس
اگر یہ نفع اور نقصان تیرے لئے کافی نہیں ہے، ہمارے لئے کافی ہے

یار با ماست چہ حاجت کہ زیادت طلبیم
دوست ہمارے ساتھ ہے کیا ضرورت ہے کہ ہم اور چاہیں

دولتِ صحبتِ آں مونسِ جاں مارا بس
اس جان کے مونس کی صحبت کی دولت ہمارے لئے کافی ہے

از درِ خویش خدارا بہبہشتم مفرست
خدا کے لئے اپنے در سے مجھے بہشت میں نہ بھیج دینا

کہ سرِ کوئے تو از کون و مکاں مارا بس
کیونکہ کون و مکاں کے بدلے ہمارے لئے تیرا کوچہ کافی ہے

نیست مارا بجز از وصلِ تو در سر ہوسے
ہمارے سر میں تیرے وصل کے علاوہ کوئی خواہش نہیں ہے

ویں تجارت ز متاعِ دو جہاں مارا بس
دونوں جہاں کے سامان میں سے ہمارے لئے یہ تجارت کافی ہے

خلوتِ انس و صالش کہ بعمرے جستم
اس کے وصل کی محبت کی تنہائی جو ایک عمر میں میں نے تلاش کی ہے

دست داد ست بما و ز دو جہاں مارا بس
ہمیں حاصل ہو گئی ہے اور دونوں جہاں سے ہمارے لیے یہ کافی ہے

باغ و عشرت گہِ دنیا بملوک ارزانی
باغ اور دنیا کے عیش کی جگہ بادشاہوں کو عنایت ہو

ما فقیریم و گدا کوئے بتاں مارا بس
ہم تو فقیر اور گدا ہیں، ہمارے لیے بتوں کا کوچہ کافی ہے

حافظ از مشربِ قسمت گلہ بے انصافی ست
اے حافظ تقسیم کے طریقہ کا شکوہ بے انصافی ہے

طبع چوں آب و غزلہائے رواں مارا بس
پانی جیسی طبیعت اور رواں غزلیں ہمارے لئے کافی ہیں

ردیفِ شین معجمہ

اگر رفیقِ شفیقی درست پیماں باش
اگر تو مہربان دوست ہے تو وعدے کا پکا رہ

حریفِ حجرہ و گرمابہ و گلستاں باش
حجرہ، اور حمام، اور باغ کا یار بن

شکنجِ زلفِ پریشاں بدستِ باد مدہ
پریشان زلفوں کے پیچ کو ہوا کے ہاتھ میں نہ دے

مگو کہ خاطرِ عشاق گو پریشاں باش
یہ نہ کہہ کہ کہدو عاشقوں کی طبیعت پریشان رہے

۔ خدا یہ کا رخسار کی محبت ہے۔ دنیا کی بھاری چیزوں سے صرف بھاری جام کافی ہے۔ نیز گرانانِ جہاں سے بے کار بھی مراد ہو سکتے ہیں۔
۔ جنت تو عمل کے بدلے میں ملے گی جو ہمارے پاس نہیں ہے ہمارے لیے پارسیوں کا آتش کدہ کافی ہے۔
۔ نہر کے پانی کو دیکھ کر عبرت حاصل کر کہ عمر اسی طرح گذری چلی جا رہی ہے۔
۔ دنیا میں تکالیف زیادہ ہیں اور نفع کم ہے۔ ہمارے اسی سے عبرت حاصل کرتی ہے۔
۔ محبوب کے در کے عوض ہم جنت کے بھی طالب نہیں ہیں۔
۔ دنیا کی دولتوں میں سے وصلِ یار ہمارے لئے کافی ہے۔
۔ جبکہ ہمیں رواں طبیعت اور رواں غزلیں حاصل ہیں تو پھر تقسیم کا شکوہ مناسب نہیں۔
۔ اگر تو مہربان دوست ہے تو وفادار اور ہر جگہ کا ساتھی بن۔
۔ زلفوں کو پریشان کر کے عاشقوں کی پریشانی بڑھتی ہے۔

گرت ہواست کہ با خضر ہمنشیں باشی
اگر تجھے خواہش ہے کہ تو خضر کا ساتھی ہو
نہاں ز چشمِ سکندر چو آبِ حیواں باش
آبِ حیات کی طرح سکندر کی آنکھ سے پوشیدہ رہ

رموزِ عشق نوازی نہ کارِ ہر مرغیست
عشق کے رموز کو گاتا ہر پرند کا کام نہیں ہے
بیا و نو گلِ ایں بلبلِ غزل خواں باش
آ، اور اس غزل خواں بلبل کا تازہ پھول بن

طریقِ خدمت و آئینِ بندگی کردن
خدمتگاری کا طریقہ، اور غلامی کرنے کا طرز
خدائے را کہ رہا کن بیا و سلطاں باش
خدا کے لیے چھوڑ دے، آ، اور بادشاہ بن

دگر بصیدِ حرم تیغ برمکش زنہار
خبردار! حرم کے شکار پر پھر تلوار نہ کھینچنا
وز آنچہ با دلِ ما کردۂ پشیماں باش
اور تو نے جو ہمارے دل کے ساتھ کیا ہے اس سے شرمندہ رہ

تو شمعِ انجمنی یک زبان و یک دل شو
تو انجمن کی شمع ہے، یک زبان اور یک دل بن جا
خیالِ کوششِ پروانہ بین و خنداں باش
پروانے کی کوشش کے خیال کو دیکھ اور خوش رہ

کمالِ دلبری و حسن در نظر بازیست
دلبری اور حسن کا کمال نظر بازی میں ہے
بشیوۂ نظر از نا ظرانِ دوراں باش
نظر کرنے کی عادت میں، دنیا کے نظر بازوں میں سے بن

خموش حافظ و از جورِ یار نالہ مکن
اے حافظ! چپ رہ اور دوست کے ظلم سے نالاں نہ ہو
ترا کہ گفت کہ بر روئے خوب حیراں باش
تجھ سے کس نے کہا تھا کہ خوبصورت چہرہ پر عاشق بن

اے دل غلامِ شاہِ جہاں باش و شاہ باش
اے دل! جہاں کے بادشاہ کا غلام بن، اور بادشاہ بن
پیوستہ در حمایتِ لطفِ الٰہ باش
ہمیشہ خدا کی مہربانی کی حمایت میں رہ

از خارجی ہزار بیک جو نمی خرند
ہزار خارجیوں کو ایک جو تک نہیں خریدتے ہیں
گو کوہ تا بکوہ منافق پناہ باش
اگر چہ وہ پہاڑ سے لیکر پہاڑ تک منافقوں کی پناہ ہوں

چوں احمدم شفیع بود روزِ رستخیز
قیامت کے دن جبکہ احمد میرے سفارشی ہوں
گو ایں تنِ بلاکشِ من پُر گناہ باش
تو کہہ دو کہ میرا یہ بلاکش جسم گناہوں سے پر ہو

آنرا کہ دوستیِ علی نیست کافرست
جس کو علی کی دوستی میسر نہ ہو، وہ کافر ہے
گو زاہدِ زمانہ و گو شیخِ راہ باش
خواہ وہ دنیا بھر کا زاہد اور طریقت کا شیخ ہو

امروز زندہ ام بولائے تو یا علی
اے علی! آج میں تیری دوستی کی وجہ سے زندہ ہوں
فردا بروحِ پاکِ اماماں گواہ باش
کل کو اماموں کی پاک روحوں کے طفیل تو گواہ رہنا

قبرِ امامِ ہشتم سلطانِ دیں رضا
دین کے بادشاہ، آٹھویں امام رضا کی قبر کو
از جاں ببوس و بر درِ آں بارگاہ باش
جان سے بوسہ دے اور اس بارگاہ کے دروازہ پر رہ

دستت نمی رسد کہ بچینی گلے ز شاخ
تیرا ہاتھ نہیں پہونچتا کہ تو کسی شاخ سے پھول چنے
بارے بپائے گلبنِ ایشاں گیاہ باش
ایک بار ان کی پھول کی شاخ کے نیچے گھاس بن جا

مردِ خدا کہ زاہد تقوے طلب بود
وہ خدا کا مرد جو زاہد، تقوے کا طالب ہو
خواہی سفید جامہ و خواہی سیاہ باش
خواہ سفید کپڑے پہنے، یا سیاہ کپڑے پہنے

ـلہ انسان خضر کا ہمنشین جب بن سکتا ہے جب دنیاداروں کی نگاہ سے چھپا رہے۔
ـلہ رموزِ عشق بیان کرنا صرف حافظ کا کام ہے
ـلہ ہمارا دل حرم کا کبوتر ہے اس کو ستانا جائز نہیں ہے۔
ـلہ اے حافظ چپ رہ اور دوست کے ظلم کا شکوہ نہ کر تو خود عاشق بنا ہے۔
ـلہ خارجی وہ لوگ کہلاتے ہیں جو صفین کی جنگ میں ابتداءً حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے طرفداروں میں سے تھے پھر مخالف ہو گئے اور حضرت علی کو نافرمان گردان کر ان سے برسرِ پیکار ہو گئے۔
ـلہ چونکہ آنحضور ہمارے سفارشی ہیں لہٰذا گناہوں سے گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے۔
ـلہ حدیث شریف کا یہی مضمون ہے کہ علی سے مومن دوستی رکھے گا، منافق عناد رکھے گا۔
ـلہ بارہ اماموں سے مراد وہ ہیں جن کو شیعہ صاحبان کا فرقہ اثنا عشریہ مانتا ہے۔ ان بارہ اماموں میں سے آٹھویں امام علی موسیٰ رضا ہیں۔

ـلہ یعنی یہ بارہ ... ہیں۔ ـلہ مقصود تقوی اور زہد ہے خواہ لباس کچھ ہو۔

حافظ طریقِ بندگیِ شاہ پیشہ کن
اے حافظ شاہ کی غلامی کو، پیشہ بنا
وانگاہ در طریق چو مردانِ راہ باش
پھر طریقت میں، مردانِ شاہ کی طرح بن

اے ہمہ شکلِ تو مطبوع و ہمہ جائے تو خوش
اے وہ کہ تیری تمام صورتیں پسندیدہ اور تمام جگہیں اچھی ہیں
دلم از عشوۂ شیرینِ شکر خائے تو خوش
تیری میٹھی شکر چبانے والی ادا سے میرا دل خوش ہے

ہمچو گلبرگِ ترے ہست وجودِ تو لطیف
تیرا وجود، پھول کی تر پتی کی طرح پاکیزہ ہے
ہمچو سروِ چمنی ہست سراپائے تو خوش
چمن کے سرو کی طرح، تیرا سراپا حسین ہے

ہم گلستانِ خیالم ز تو پر نقش و نگار
تیری وجہ سے میرے خیال کا باغ بھی نقش و نگار سے پر ہے
ہم مشامِ دلم از زلفِ سمن سائے تو خوش
نیز تیری سمن جیسی خوشبو والی زلف کی وجہ سے میرے دل کا دماغ معطر ہے

شیوۂ نازِ تو شیریں خط و خالِ تو ملیح
تیرے ناز کا طریقہ شیریں ہے، تیرے خط و خال ملیح ہیں
چشم و ابروئے تو زیبا قدِ بالائے تو خوش
تیری آنکھ اور ابرو زیب دینے والا ہے، تیرا بلند قد حسین ہے

پیشِ چشمِ تو بمیرم کہ بدان بیماری
میں تیری آنکھ کے سامنے جان دیتا ہوں اس لیے کہ اس بیماری کے
میکند دردِ مرا از رخِ زیبائے تو خوش
میرے درد کو تیرے زیب دینے والے رخ سے اچھا کرتی ہے

در رہِ عشق کہ از سیلِ فنا نیست گزیر
عشق کے راستے میں جبکہ فنا کے بہاؤ سے بچاؤ نہیں ہے
میکنم خاطرِ خود را بتمنائے تو خوش
اپنی طبیعت کو، تیری تمنا سے خوش رکھتا ہوں

در بیابانِ طلب گرچہ ز ہر سو خطر است
طلب کے بیابان میں، اگرچہ ہر جانب سے خطرہ ہے
میرود حافظِ بیدل بتولائے تو خوش
بیدل حافظ تیری دوستی کے سہارے آرام سے چلتا ہے

باز آی و دلِ تنگِ مرا مونسِ جاں باش
پھر آ جا اور میرے رنجیدہ دل کے لیے جان کا مونس بن جا
ویں سوختہ را محرمِ اسرارِ نہاں باش
اور اس سوختہ کے پوشیدہ رازوں کا محرم بن جا

زاں بادہ کہ در مصطبۂ عشق فروشند
اس شراب سے جو عشق کے شراب خانہ میں بیچتے ہیں
ما را دو سہ ساغر بدہ و گو رمضاں باش
ہمیں دو تین ساغر دے خواہ رمضان بھی ہو

در خرقہ چو آتش زدی اے عارفِ سالک
اے عارف، سالک، جبکہ تو نے گدڑی میں آگ لگا دی ہے
جہدے کن و سر حلقۂ رندانِ جہاں باش
کوشش کر اور دنیا بھر کے رندوں کا سرگروہ بن

آں یار کہ گفتا بتو ام دل نگران است
جس یار نے کہا ہے کہ میرا دل تیرا منتظر ہے
گو میرسم اکنوں بسلامت نگراں باش
اس سے کہہ کہ میں ابھی سلامتی سے پہنچتا ہوں منتظر رہے

خوں شد دلم از حسرتِ آں لعلِ رواں بخش
اس روح بخشنے والے ہونٹ کی حسرت میں میرا دل خون ہو گیا
آں حقّۂ محبت بہماں مہر و نشاں باش
وہ محبت کی ڈبیا اسی مہر و نشان کے ساتھ رہے

تا بر دلش از غصہ غبارے ننشیند
تاکہ اس کے دل پر غصہ کی وجہ سے کچھ غبار نہ بیٹھے
اے سیلِ سرشک از عقبِ نامہ رواں باش
اے آنسوؤں کے سیل خط کے پیچھے روانہ ہو جا

سلہ شاہِ مرداں حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہیں۔
سلہ محبوب کا ہر عضو حسین ہے اور ہر جگہ کے لیے باعثِ رونق ہے۔
سلہ تیری آنکھ بیمار ہے لیکن اس کی بیماری ہی ہمارے درد کا علاج ہے۔
سلہ حافظ تیری دوستی کے سہارے آرام سے راستہ طے کر رہا ہے۔ ورنہ بڑا پرخطر راستہ ہے۔
سلہ مصطبہ شراب خانہ۔ یعنی شراب عشق پلا دے خواہ رمضان ہی کیوں نہ ہو۔
سلہ جب گدڑی پھونک دی ہے تو اب رندوں کا سردار بننا چاہیے۔
سلہ ڈبیہ محبت سے مراد عاشق کا دل ہے یعنی وہ محبوب کی محبت سے خالی نہ ہو۔
سلہ خط پڑھ کر اگر محبوب کے دل پر غصہ کا غبار بیٹھے گا تو آنسو اس کو دھو دیں گے۔

ای زاہد اگر وصلت مینا دہد دست
اے زاہد اگر مزے کا وصل تجھے میسر آجائے

از ہمت پیران دو عالم باماں باش
دونوں جہانوں سے بزرگوں کی باطنی توجہ سے امن میں رہ

حافظ کہ ہوس میکند از جام جہاں بیں
حافظ، جو کہ جام جہاں بیں کی ہوس کرتا ہے

گو در نظر آصفِ جمشید مکاں باش
اس کو کہہ دو کہ جمشید مرتبہ آصف کی نظر میں رہے

باغباں گر پنج روزے صحبتِ گل بایدش
اگر باغباں کو پھول کی پنج روزہ صحبت چاہیے

بر جفائے خارِ ہجراں صبرِ بلبل بایدش
ہجر کے کانٹے کے ظلم پر اس کو بلبل کا سا صبر چاہیے

ای دل اندر بندِ زلفش از پریشانی منال
اے دل! اس کی زلف کے پھندے میں پریشانی سے نالاں نہ ہو

مرغِ زیرک چوں بدام افتد تحمل بایدش
دانا پرند جب جال میں پھنس جائے تو اس کو برداشت کرنی چاہیے

با چنیں زلف و رخے بادش نظر بازی حرام
ایسی زلف اور رخسار کے ہوتے ہوئے اس کے لئے نظر بازی حرام ہو

ہر کہ روئے یاسمین و جعدِ سنبل بایدش
جس کو چنبیلی کا چہرہ اور سنبل کے گھنگریالے بال چاہئیں

رندِ عالم سوز را با مصلحت بینی چہ کار
دنیا کو جلا ڈالنے والے رند کو مصلحت بینی سے کیا واسطہ

کارِ ملکت آنکہ تدبیر و تحمل بایدش
جس کام کو تدبیر اور تحمل کی ضرورت ہے وہ سلطنت کا کام ہے

تکیہ بر تقویٰ و دانش در طریقت کافری ست
تقویٰ، اور عقل پر بھروسہ کرنا، طریقت میں کفر ہے

راہرو گر صد ہنر دارد توکل بایدش
مسافر اگر سو ہنر بھی جانتا ہو تو اس کو توکل کرنا چاہیے

نازہا زاں نرگسِ مستانہ میباید کشید
اس مست نرگس کے بہت ناز اٹھانے چاہئیں

ایں دلِ شوریدہ گر آں زلف و کاکل بایدش
اگر اس دیوانہ دل کو، وہ زلف اور کاکل چاہیے

ساقیا در گردشِ ساغر تعلل تا بچند
اے ساقی! ساغر کی گردش میں، لیت و لعل کب تک

دور چوں با عاشقاں افتد تسلسل بایدش
جب عاشقوں کی باری آجائے تو اس کا تسلسل چاہیے

کیست حافظ تا نہ نوشد بادہ بے آوازِ چنگ
حافظ کون ہے جو چنگ کی آواز کے بغیر شراب نہ پیئے

عاشقِ مسکیں چرا چندیں تجمل بایدش
مسکین عاشق کو اس قدر ٹھاٹ کیوں چاہئیں؟

برد از من قرار و طاقت و ہوش
لے گیا میرا قرار، اور طاقت، اور ہوش

بتِ سنگیں دل و سیمیں بنا گوش
پتھر جیسے دل والا، اور چاندی جیسی کانوں کی لو والا

نگارے چابکے شوخے پری وش
ایک حسین، چالاک، شوخ، پری جیسا

حریفِ مہوشے ترکِ قبا پوش
دوست۔ چاند جیسا۔ ترک، قبا پہننے والا

ز تابِ آتشِ سودائے عشقش
اس کے عشق کے جنون کی آگ کی گرمی سے

بساں دیگ دائم میزنم جوش
میں ہمیشہ دیگ کی طرح جوش مارتا ہوں

چو پیراہن شوم آسودہ خاطر
میں کرتے کی طرح، آسودہ طبیعت ہو جاؤں گا

گرت ہمچوں قبا گیرم در آغوش
اگر تجھ کو قبا کی طرح آغوش میں لے لوں گا

۱۔ آصف سے عماد بن محمود سلطان قطب الدین کا وزیر مراد ہے یعنی اگرچہ وہ وزیر ہے، لیکن جمشید کا رتبہ اس کو حاصل ہے۔

۲۔ محبوب کے رخ اور زلف کے ہوتے ہوئے اگر کوئی چنبیلی اور سنبل کی زلف کی خواہش کرے تو اس پر نظر بازی حرام ہے وہ اس میدان کا مرد نہیں ہے۔

۳۔ اصل اعتماد ذاتِ باری پر ہے اور یہی توکل ہے، اپنے اعمال پر بھروسہ نہ کرنا چاہیے۔

۴۔ حافظ تو ایک مسکین عاشق ہے وہ بدون چنگ کی آواز کے بھی شراب پی لے گا اس کو اس قدر ٹھاٹ کی ضرورت نہیں ہے۔

۵۔ اس مصرع اور اگلے دونوں مصرعوں میں محبوب کی صفات کا ذکر ہے۔

۶۔ کرتا ڈھیلا ہوتا ہے، قبا چست ہوتی ہے یعنی اگر اس معشوق کو چپٹا لوں گا تو طبیعت میں کشادگی پیدا ہو جائے گی۔

اگر بوسیدہ گردد استخوانم
اگر میری ہڈیاں پرانی بھی ہو جائیں گی

نگردد مہرش از جانم فراموش
تو اس کی محبت میری جان سے فراموش نہ ہوگی

دلش و دینم دل و دینم ببردہ ست
میرا دل اور دین، میرا دل اور دین لے گئے ہیں

بر و دوشش بر و دوشش بر و دوش
اس کا سینہ اور کندھا، اس کا سینہ اور کندھا، سینہ اور کندھا

دوائے تو دوائے تست حافظ
تیری دوا ہے، تیری دوا ہے اے حافظ!

لب نوشش لب نوشش لب نوش
اس کا شیریں ہونٹ، اس کا شیریں ہونٹ، شیریں ہونٹ

بجد و جہد چو کارے نمیرود از پیش
محنت اور کوشش سے جبکہ کام نہیں بنتا ہے

بکردگار رہا کردہ بہ مصالح خویش
اپنی مصلحتوں کو خدا پر چھوڑ دینا بہتر ہے

بپادشاہی عالم فرو نیارد سر
دنیا کی بادشاہی کے سامنے سر نہ جھکائے

اگر ز سر قناعت خبر شود درویش
اگر درویش قناعت کے راز سے واقف ہو جائے

ز سنگ تفرقہ خواہی کہ منحنی نشوی
اگر تو چاہتا ہے کہ تفرقہ کے پتھر سے نہ جھکے

مشو لسان ترازو تو در پئے کم و بیش
ترازو کی طرح، تو کم و بیش کے درپے نہ ہو

ریائے زاہد سالوس جان من فرسود
مکار زاہد کی ریاکاری نے میری جان گھلا دی

قدح بیار و بزن مرہمے برین دل ریش
پیالہ لا، اور اس زخمی دل پر مرہم رکھ دے

بنوش بادہ کہ قسام صنع قسمت کرد
شراب پی، اس لیے کہ قدرت کے تقسیم کنندہ نے تقسیم کر دیں

در آفرینش از انواع نوشدار و نیش
ابتدا ہی میں تریاق اور زہر کی قسمیں

ریا حلال شمارند و جام بادہ حرام
ریاکاری کو جائز، اور شراب کے جام کو حرام سمجھتے ہیں

زہے طریقت و ملت زہے شریعت و کیش
طریقت اور ملت کا کیا کہنا، شریعت اور مذہب کا کیا کہنا

بدلربائی اگر خود سر آمدی چہ عجب
دلربائی میں اگر تو سردار بنا ہے تو کیا تعجب ہے!

کہ نور حسن تو بود از اساس عالم بیش
اس لیے کہ تیرے حسن کا نور دنیا کی بنیاد سے پہلے تھا

دہان تنگ تو دلخواہ جان حافظ شد
تیرا تنگ منہ حافظ کی جان کا چاہا بن گیا

بجاں بود خطرم زین دل محال اندیش
اس ناممکن بات سوچنے والے دل سے مجھے جان کا خطرہ ہو گیا ہے

بدور لالہ قدح گیر و بے ریا میباش
لالہ کے موسم میں، پیالہ پکڑ، اور بے ریا بن

ببوئے گل نفسے ہمدم صبا میباش
پھول کی خوشبو کے ساتھ تھوڑی دیر کے لیے صبا کا ساتھی بن جا

نگویمت کہ ہمہ سال مے پرستی کن
میں تجھے یہ نہیں کہتا ہوں کہ پورے سال شراب نوشی کر

سہ ماہ مے خور و نہ ماہ پارسا میباش
تین مہینے شراب پی، نو مہینے پارسا بن

چو پیر سالک عشقت بمے حوالہ کند
جب عشق کا سالک پیر تجھے شراب کے حوالے کر دے

بنوش و منتظر رحمت خدا میباش
پی لے، اور خدا کی رحمت کا منتظر بن

---

۱ اس کے سینہ اور کندھے کو دیکھ کر میں نے دل اور دین قربان کر دیا ہے۔ ان مصرعوں میں الفاظ کی تکرار تاکید کے لیے ہے۔
۲ شعر
کارساز ما بفکر کار ما
فکر ما در کار ما آزار ما
۳ سنگ تفرقہ یا سنگ تفرقہ کی تکلیف یعنی ترازو کے پلڑے کی بیشی کی وجہ سے جھکتے رہتے ہیں اگر تو نہیں چاہتا تو کمی بیشی کا خیال ترک کر دے سیدھا قدر ہیگا۔
۴ سالوس، مکار
بت بنا۔
۵ شراب پی جو تریاق ہے، یہ سب ازلی تقسیم ہے اس میں کسی کا دخل نہیں ہے۔
۶ ریاکاری کو حلال اور شراب کو حرام سمجھنے والوں کی بھی عجیب و غریب شریعت ہے۔
۷ یہ شعر نعت النبی میں معلوم ہوتا ہے یعنی اگر آنحضور تمام انبیاء کے سردار ہیں تو کوئی تعجب نہیں چونکہ آپ کا نور ازلی ہے تو ایسا ہونا ہی چاہیے تھا
۸ محبوب کا منہ ایک معدوم چیز ہے میرا دل اس کا طالب بنا لہٰذا میری جان خسارے میں پڑ گئی اور

گرت هواست که چون جم به سرِّ غیب رسی
اگر تجھے تمنا ہے کہ جمشید کی طرح غیب کے راز تک پہونچے

بیا و همدمِ جامِ جهان‌نما میباش
آ، اور جامِ جہاں نما کا ہمدم بن

چو غنچه گرچه فروبستگی‌ست کارِ جهان
دنیا کا کام، اگرچہ غنچہ کی طرح گرہ لگانا ہے

تو همچو بادِ بهاری گره‌گشا میباش
تو موسمِ بہار کی طرح گرہ کو کھولنے والا بن

وفا مجوی ز کس ور سخن نمی‌شنوی
کسی سے وفا کا طالب نہ بن، اور اگر تو بات نہیں سنتا ہے

بهرزه طالبِ سیمرغ و کیمیا میباش
تو بیکار، سیمرغ، اور کیمیا کا طالب بن

مریدِ طاعتِ بیگانگان مشو حافظ
اے حافظ! غیروں کی بندگی کا طالب نہ بن

ولی معاشرِ رندانِ آشنا میباش
لیکن، دوست رندوں کا، ہم صحبت بن

چو برشکست صبا زلفِ عنبرافشانش
جب صبا نے اس کی عنبر چھڑکنے والی زلف کو پریشان کیا

بهر شکسته که پیوست تازه شد جانش
جس شکستہ کو وہ لگی، اس کی جان تازہ ہو گئی

کجاست همنفسی تا به شرحِ غصه دهم
وہ ہمراز کہاں ہے جس سے رنج کی تشریح کروں

که دل چه میکشد از روزگارِ هجرانش
کہ دل اس کے ہجر کے زمانہ سے کیا برداشت کرتا ہے

نسیمِ صبح وفانامه که برد بدوست
صبح کی نسیم جو وفانامہ دوست کے پاس لے گئی

ز خونِ دیدهٔ ما بود مُهرِ عنوانش
اس کے عنوان کی مہر ہماری آنکھوں کے خون کی تھی

زمانه از ورقِ گل مثالِ روی تو بست
زمانہ نے پھول کی پتی سے تیرے چہرے کی مثال بنائی

ولی ز شرمِ تو در غنچه کرد پنهانش
لیکن تیری شرم کی وجہ سے اس کو غنچہ میں چھپا دیا

بسی شدیم و نشد عشق را کرانه پدید
ہم بہت پھرے، اور عشق کا کنارہ نمودار نہ ہوا

تبارک الله ازین ره که نیست پایانش
تبارک اللہ! اس راستہ کی کوئی انتہا نہیں ہے!

جمالِ کعبه مگر عذرِ رهروان خواهد
کعبہ کا جمال، شاید مسافروں کی عذر خواہی کرے

که جانِ زنده‌دلان سوخت در بیابانش
اس لیے کہ زندہ دلوں کی جان اس کے بیابان میں جل گئی

دلم که مهرِ تو از غیرِ تو نهان میداشت
میرا دل جو تیری محبت تیرے غیر سے پوشیدہ رکھتا تھا

ببین که دیده کند فاش پیشِ یارانش
دیکھ کہ دوستوں کے سامنے آنکھ اس کا راز فاش کر رہی ہے

بدین شکسته بیت الحزن که می‌آرد
اس غم کی کوٹھری کے شکستہ کے لیے کون لائے گا؟

نشانِ یوسفِ دل از چهِ زنخدانش
اس کی ٹھوڑی کے کنویں سے دل کے یوسف کا پتہ

بگیرم آن سرِ زلف و بدستِ خواجه دهم
میں اس زلف کو پکڑوں گا اور آقا کے ہاتھ میں دیدوں گا

که دادِ من بستاند مگر ز دستانش
شاید اس کے مکروفریب سے مجھے انصاف دلائے

سحر بطرفِ چمن می‌شنیدم از بلبل
صبح کو چمن کے کنارے پر میں بلبل سے سن رہا تھا

نوای حافظِ خوش لهجهٔ غزلخوانش
اس کے غزل خواں، خوش لہجہ، حافظ کی آواز

۱ غنچہ شکل گرہ بند ہوتا ہے موسم بہار کی ہوا اس کو کھلاتی ہے یعنی تو گرہ کشائی کر۔

۲ وفا دنیا سے ایسی ہی ناپید ہے جیسے کیمیا اور سیمرغ سے یعنی وفا اٹھ گئی زمانے سے گویا اس جہاں میں تھی ہی نہیں

۳ صبا جب اس کی زلف کی خوشبو لیکر چلتی ہے تو شکستہ دلوں میں تازہ جان ڈال دیتی ہے۔

۴ صبا نے ہمارے خون کے آنسوؤں سے رونے کی خبر محبوب کو پہونچائی۔

۵ غنچہ میں پتی اس لیے چھپی ہوئی ہے کہ اس کو محبوب کے چہرے سے شرم آ رہی ہے۔

۶ جو لوگ کعبہ کے بیابان میں جل کر رہ گئے ہیں اور کعبہ تک نہیں پہونچ سکے، کعبہ ان کی جانب سے خود عذر بیان کریگا۔

۷ بیت الحزن وہ کوٹھری جس میں حضرت یعقوب نے حضرت یوسف کے فراق کے مصائب جھیلے تھے، دل کو یوسف قرار دیا ہے۔

۸ صبح کو چمن میں بلبل حافظ کی غزلیں گاتی ہیں جو ہم معشوق کا غزلخواں ہے۔

چو جامِ لعلِ تو نوشم کجا بماند ہوش
جب میں تیرے لعل سا جام پیتا ہوں تو ہوش کہاں بچتا ہے؟

چو چشمِ مستِ تو بینم بجا نماند گوش
جب تیری مست آنکھ دیکھ لیتا ہوں تو کان اپنی جگہ پر نہیں رہتے ہیں

منم غلامِ تو ورزانکہ از من آزادی
میں تیرا غلام ہوں، اور چونکہ تو مجھ سے آزاد ہے

مرا بکوزہ فروشِ شرابخانہ فروش
مجھے شراب خانہ کے کوزہ فروش کے ہاتھ بیچ دے

ببوئے آنکہ زمیخانہ کوزۂ یابم
اس امید پر کہ شراب خانہ سے ایک کوزہ حاصل کر لوں گا

روم سبوئے خراباتیاں کشم بر دوش
جاتا ہوں، شرابیوں کی مشک کندھے پر اٹھاتا ہوں

مرا مگوی کہ خاموش باش و دم درکش
مجھے نہ کہہ چپ رہ، اور سانس کھینچ لے

کہ در چمن نتواں یافت مرغ را خاموش
اس لیے کہ چمن میں بلبل کو خاموش نہیں پایا جا سکتا ہے

اگر نشانِ تو جویم کدام صبر و قرار
اگر تیرا پتہ ڈھونڈوں، تو مجھے صبر و قرار کہاں ہے؟

وگر حدیثِ تو گویم کدام طاقت و ہوش
اور اگر تیری بات کروں، تو طاقت اور ہوش کہاں ہے؟

شرابِ پختہ بخاماں دلِ فسردہ مدہ
پرانی شراب افسردہ دل، کچوں کو نہ دے

کہ بادہ آتشِ تیزست و پختگاں در جوش
اس لیے کہ شراب ایک تیز آگ ہے اور پختہ کار جوش میں ہیں

نعیمِ روضۂ جنت بذوقِ آں نرسد
جنت کے باغ کی نعمت اس مزے کو نہیں پہنچتی ہے

کہ یار نوش کند بادہ و تو گوئی نوش
کہ یار شراب پیے اور تو کہے، پیجیے

مرا چو خلعتِ سلطانِ عشق میدادند
جب مجھے عشق کے بادشاہ کی خلعت دے رہے تھے

ندا زدند کہ حافظ خموش باش خموش
انہوں نے پکار کر کہا حافظ! چپ رہ، چپ

خوشا شیراز و وضعِ بیمثالش
شیراز اور اس کی بے مثال وضع کیسی اچھی ہے

خداوندا نگہ دار از زوالش
اے خدا! اس کو زوال سے بچا

ز رکنا بادِ ما صد لوحش اللہ
ہمارے رکنا باد پر، سو بار لوحش اللہ ہو

کہ عمرِ خضر می بخشد زلالش
اس لیے کہ اس کا نیر، پانی خضر کی عمر بخشتا ہے

میانِ جعفر آباد و مصلےٰ
جعفر آباد، اور مصلےٰ کے درمیان

عبیر آمیز می آید شمالش
رکنا باد کی شمالی ہوا، مشک آمیز آتی ہے

بشیراز آی و فیضِ روحِ قدسی
شیراز میں آجا، اور جبرئیل کا فیض

بخواہ از مردمِ صاحب کمالش
طلب کر، اس کے صاحبِ کمال انسانوں سے

کہ نامِ قندِ مصری برد آنجا
اس جگہ، مصری قند کا کس نے نام لیا؟

کہ شیریناں ندادند انفعالش
کہ شیریں لب والوں نے اس کو شرمندہ نہیں کیا

صبا زاں لولیِ شنگولِ سرمست
اے صبا! اس مطربہ، شوخ، مست کی

چہ داری آگہی چونست حالش
تو کیا خبر رکھتی ہے، اس کا حال کیا ہے؟

مکن بیدار ازیں خوابم خدارا
خدا کے لیے، مجھے اس نیند سے بیدار نہ کر

کہ دارم عشرتے خوش با خیالش
اس لیے کہ میرا اس کے خیال سے عمدہ میل جول ہو رہا ہے

---

۱ شراب خانہ کے کوزہ فروش کی غلامی میں شراب تو پینے کو ملیگی۔
۲ ایک پیالہ شراب کی تمنا میں شرابیوں کی خدمتگاری کرتا ہوں
۳ جس قدر لطف اس بات میں ہے کہ یار پیے اور تو پلائے اس قدر لطف جنت کی نعمتوں میں بھی نہیں ہے۔
۴ جب مجھے عشق کی خلعت ملی ساتھ ساتھ چپ رہنے کا حکم بھی ملا۔
۵ اس غزل میں خواجہ صاحب نے شیراز، رکنا باد، اور مصلیٰ کی تعریفیں کی ہیں جن سے خواجہ صاحب کو بہت زیادہ محبت تھی۔
۶ لوحش اللہ در اصل لا اوحش اللہ تھا یعنی خدا اس کو ویران نہ بنائے استعمال کی کثرت سے اب اس طرح بولا جاتا ہے
۷ چونکہ یہاں کے حسین مصری قند کو اپنے لبوں سے شرمندہ کرتے ہیں لہذا لوگ اس کا نام بھی نہیں لیتے ہیں۔

گر آں شیریں پسر خونم بریزد — دلا چوں شیر مادر کن حلالش

اگر وہ شیریں لڑکا میرا خون بہاتا ہے — اے دل! ماں کے دودھ کی طرح اس کے لئے حلال کر دے

چرا حافظ چو می ترسیدی از ہجر

اے حافظ جبکہ تو اس کے ہجر سے ڈرتا تھا تو کیوں؟

نکردی شکر ایام وصالش

اس کے وصال کے دنوں کا، تو نے شکریہ ادا کیا

در عہد بادشاہ خطا بخش جرم پوش[۱] — حافظ قرابہ کش شد و مفتی پیالہ نوش

خطا بخش، جرم پوش بادشاہ کے دور میں — حافظ قرابہ کش، اور مفتی پیالہ نوش ہو گیا

صوفی ز کنج صومعہ در پائے خم نشست — تا دید محتسب کہ سبو میکشد بدوش

صوفی عبادت خانہ کے گوشے سے خُم کے قدموں میں آ بیٹھا — جب اس نے دیکھا کہ محتسب بھی کندھے پر صراحی لیے پھرتا ہے

احوال شیخ و قاضی و شرب الیہود[۲] شاں — کردم سوال صبحدم از پیر مے فروش

شیخ اور قاضی اور ان کے چھپ کر پینے کے حالات کا — ق میں نے صبح کے وقت شراب فروش پیر سے سوال کیا

گفتا نہ گفتنی ست سخن گرچہ محرمی — درکش زبان و پردہ نگہدار و مے بنوش

اس نے کہا، اگرچہ تو محرم ہے لیکن بات کہنے کی نہیں ہے — زبان بند کر لے اور پردے کا خیال رکھ اور شراب پی

ساقی بہار میرسد و جام مے نماند — فکرے بکن کہ خون دل آمد ز غم بجوش

اے ساقی بہار کا موسم آ رہا ہے، اور شراب کا جام نہیں رہا — کوئی تدبیر کر کہ دل کا خون غم کی وجہ سے جوش میں آ گیا ہے

عشق ست و مفلسی[۳] و جوانی و نو بہار — عذرم پذیر و جرم بذیل کرم بپوش

عشق ہے، اور مفلسی، اور جوانی ہے اور نو بہار — میرا عذر قبول کر لے اور کرم کے دامن سے جرم کو ڈھانپ لے

اے بادشاہ صورت و معنی کہ مثل تو — نا دیدہ ہیچ دیدہ و نشنید ہیچ گوش

اے صورت اور سیرت کے بادشاہ تجھ جیسا — کسی آنکھ نے نہیں دیکھا اور کسی کان نے نہیں سنا

چنداں بماں کہ خرقۂ ازرق کند قبول — ق بخت جوانت از فلک پیر ژندہ پوش[۴]

اس قدر زندہ رہ، کہ نیلا خرقہ قبول کر لے — تیرا جوان نصیبہ گدڑی پہننے والے بوڑھے آسمان سے

تا چند ہمچو شمع زباں آوری کنی — پروانۂ مراد رسید اے محب خموش

شمع کی طرح، تو کب تک زبان درازی کرے گا — اے عاشق! خاموش ہو جا، مراد کا پروانہ آ گیا

دی شب ندا ز غیب بگوش دلم رسید

میرے دل کے کان میں، کل رات غیب سے آواز آئی

حافظ تو غصہ کم خور و بنشین و مے بنوش

اے حافظ! تو غم کم کھا، بیٹھ اور شراب پی

دلم رمیدہ شد و غافلم من درویش — کہ آں شکاری[۵] سرگشتہ را چہ آمد پیش

میرا دل اڑ گیا، اور میں درویش غافل ہوں — کہ اس پریشان شکاری کو کیا پیش آیا؟

چو بید بر سر ایمان خویش می لرزم — کہ دل بدست کماں ابروئیست کافر کیش

میں اپنے ایمان کے بارے میں بید کی مانند لرزتا ہوں — اس لیے کہ دل ایک کمان جیسا ابرو والے کافر کیش کے ہاتھ میں ہے

۱ امیر مبارز الدین نے شراب خانے بند کرا دیئے تھے اس کے مرنے کے بعد شاہ شجاع نے پھر جاری کرا دیئے خواجہ صاحب نے اس غزل میں اسی طرف اشارہ کیا ہے، قرابہ: شراب کی صراحی یعنی اب حافظ اور مفتی سب شراب نوش ہو گئے ہیں

۲ شرب الیہود: یہودیوں کا پینا چونکہ وہ اسلامی دور میں چھپ کر شراب پیتے تھے اس لیے چھپ کر پینے کو شرب الیہود کہا جانے لگا۔

۳ مفلسی کے سارے اسباب جمع ہیں اگر غلطی ہو جائے تو معاف کر دینا۔

۴ یہ شعر قطعہ بند ہے اگلے شعر کے ساتھ مل کر مطلب پورا ہوگا، ایران کا قاعدہ تھا کہ بادشاہ بوڑھا ہو جانے پر گدڑی گدڑی پہن لیتا تھا اور ولیعہد نیلا خرقہ پہن کر گدی نشین ہوتا تھا مطلب یہ ہے کہ تو بے مثل بادشاہ ہے تیری عمر دراز ہو۔

۵ شکاری سے دل رمیدہ مراد ہے۔

خیالِ[1] حوصلۂ بحر می پزم ہیہات
میں سمندر کے حوصلہ کا خیال پکا رہا ہوں، افسوس ہے

چہاست در سرِ ایں قطرۂ محال اندیش
اس ناممکن بات سوچنے والے قطرے کے سر میں کیا کچھ ہے

بکوئے میکدہ گریان و سر فگندہ روم
شراب خانہ کے کوچہ میں، روتے ہوئے اور سر جھکائے جاؤں گا

چرا کہ شرم ہمی آیدم ز حاصلِ خویش
اس لیے کہ اپنی پونجی سے مجھے شرم آرہی ہے

نہ عمرِ خضر بماند نہ مُلکِ اسکندر
نہ خضر کی عمر رہتی ہے، نہ سکندر کا ملک

نزاع بر سرِ دنیائے دوں مکن درویش
اے درویش! کمینی دنیا پر جھگڑا نہ کر

بنازم آں مژۂ شوخِ عافیت کُش را
اُس عافیت کُش، شوخ پلک پر میں ناز کرتا ہوں

کہ موجِ[2] میزندش آبِ نوش بر سرِ نیش
کہ جس کے ڈنگ پر آبِ حیات جوش مارتا ہے

ز آستینِ[3] طبیباں ہزار خوں بچکد
طبیبوں کی آستین سے خون کے ہزاروں قطرے ٹپکیں

گرم بتجربہ دستے نہند بر دلِ ریش
اگر میرے زخمی دل پر تشخیص کے لیے ہاتھ رکھیں

تو بندہ گلہ از بادشہ مکن اے دل
اے دل! تو غلام ہے، بادشاہ کا شکوہ نہ کر

کہ شرطِ عشق نباشد شکایت از کم و بیش
اس لیے کہ کم و بیش کی شکایت عشق کے مناسب نہیں ہوتی ہے

بداں[4] کمر نرسد دستِ ہر گدا حافظ
اے حافظ! اس کمر تک ہر فقیر کا ہاتھ نہیں پہنچتا ہے

خزینۂ بکف آور ز گنجِ قاروں بیش
قارون کے خزانے سے بڑا خزانہ حاصل کر

دوش با من گفت پنہاں[5] کاردانے تیز ہوش
کل، مجھ سے تیز ہوش ایک راز داں نے چپکے سے کہا

کز شما پنہاں نشاید داشت رازِ مے فروش
کہ شراب فروش کا راز، تم سے پوشیدہ نہیں رکھا جا سکتا ہے

گفت آساں گیر بر خود کارہا کز روئے طبع
اس نے کہا اپنے اوپر آسان کام لے، اس لیے کہ طبعاً

سخت میگیرد جہاں بر مردمانِ سخت کوش
سخت کوش انسانوں کو دنیا سخت پکڑتی ہے

وانگہم[6] در داد جامے کز فروغش بر فلک
پھر اس نے مجھے ایسا جام دیا کہ اُس کے نور سے آسمان پر

زہرہ در رقص آمد و بربط زناں میگفت نوش
زہرہ رقص میں آگئی اور وہ بربط بجاتے ہوئے کہہ رہی تھی، پی لے

تا نگردی آشنا زیں پردہ بوئے نشنوی
جب تک تو اس پردے سے آشنا نہ ہوگا، خوشبو نہ سونگھے گا

گوشِ نامحرم نباشد جائے پیغامِ سروش
نامحرم کے کان غیبی فرشتہ کے پیغام کی جگہ نہیں ہوتے ہیں

در حریمِ[7] عشق نتواں زد دم از گفت و شنید
عشق کے احاطہ میں گفت و شنید کا دم نہیں مارا جا سکتا

زانکہ آنجا جملہ اعضا چشم باید بود و گوش
اس لیے کہ اس جگہ تمام اعضاء کو آنکھ اور کان بنجانا چاہئے

در بساطِ نکتہ داناں خود فروشی شرط نیست
نکتہ دانوں کی بساط پر اپنی نمائش جائز نہیں ہے

یا سخن دانستہ گو اے مردِ بخرد یا خموش
اے عقلمند! یا بات سمجھ کر کر یا چپ رہ

با دلِ[8] خونیں لبِ خنداں بیاور ہمچو جام
جام کی طرح خونی دل کے ساتھ مسکراتے ہونٹ لا

نے گرت زخمے رسد آئی چو نے اندر خروش
نہ! اگر تجھے ایک زخم لگے، بانسری کی طرح جوش میں آجائے

گوش کن پند اے پسر از بہرِ دنیا غم مخور
اے بیٹے! نصیحت سُن، دنیا کے لیے غم نہ کھا

گفتمت چوں دُر حدیثے گر توانی دار گوش
میں نے تجھ سے موتی جیسی بات کہی ہے، ہو سکے تو کان لگا

[1] قطرے سے دل، اور بحر سے عشق کا سمندر مراد ہے۔
[2] ظاہر ہے ڈنک میں زہر ہوتا ہے لیکن محبوب کی پلک جو کہ ڈنک کی طرح ہے اس سے آبِ حیات ٹپکتا ہے۔
[3] ہمارا دل اس قدر زخمی ہے کہ اگر طبیب دل پر ہاتھ دھریگا تو اس کی آستین سے خون کے ہزاروں قطرے ٹپکیں گے۔
[4] معشوق کی کمر تک ہاتھ پہونچانے کے لئے قارون کے خزانہ سے بھی زیادہ خزانے کی ضرورت ہے۔
[5] رازدان نے جو راز بتایا ہے وہ اگلے شعر میں مذکور ہے یعنی دنیا میں آسان راستہ اختیار کرنا چاہیے۔
[6] راز بتا کر ایسا جام دیا کہ زہرہ جو رقاصۂ فلک ہے ناچنے لگی اور پینے کی دعوت دینے لگی۔
[7] عشق کے معاملہ میں انسان کو زبان گونگی کر لینی چاہئے۔
[8] جام کو خونی دل اس لئے کہا ہے چونکہ اس میں سرخ شراب بھری ہوتی ہے اور اس کے ہونٹ کو مسکراتا ہوا تصور کیا گیا ہے۔

ساقیا مے دہ کہ رندیہائے حافظ عفو کرد
اے ساقی! شراب دے اس لیے کہ حافظ کی رندیوں کو معاف کر دیا ہے

خسروِ صاحبقران جرم بخشِ عیب پوش
جرم بخش، عیب پوش صاحبقران بادشاہ نے

سحر زہاتفِ غیبم رسید مژدہ بگوش
صبح کے وقت، غیبی ہاتف کی جانب سے خوشخبری میرے کان میں پہنچی

کہ دورِ شاہ شجاع ست مے دلیر بنوش
کہ شاہ شجاع کا دور ہے دلیری سے شراب پی

شد آنکہ اہلِ نظر بر کنارہ میرفتند
وہ وقت گیا کہ نظر باز کنارے پر چلتے تھے

ہزار گونہ سخن بر دہان ولب خاموش
منہ میں ہزاروں قسم کی باتیں تھیں اور ہونٹ خاموش تھا

ببانگِ چنگ بگوئیم آں حکایتہا
چنگ کی دھن پر ہم وہ حکایتیں بیان کریں گے

کہ از نہفتنِ او دیگِ سینہ میزد جوش
جن کے چھپانے سے سینہ کی دیگ جوش مارتی تھی

شرابِ خانگی از بیمِ محتسب خوردن
چھپ کر شراب پینا، محتسب کے ڈر سے تھا

بروئے یار بنوشیم و بانگِ نوشا نوش
یار کے سامنے، پیو، پیو کی آواز پر پیتے ہیں

زکوئے میکدہ دوشش بدوش می بُردند
شراب خانہ کے کوچہ سے کل اس کو کندھے پر لیجا رہے تھے

امامِ شہر کہ سجادہ می کشید بدوش
جو شہر کا امام کندھے پر مصلّے لیے پھرتا تھا

دلا دلالتِ خیرت کنم براہِ نجات
اے دل! نجات کے راستہ پر میں تیری نیک رہنمائی کرتا ہوں

مکن بفسق مباہات و زہد ہم مفروش
فسق پر فخر نہ کر، اور زہد فروشی بھی نہ کر

محلِّ نورِ تجلّی ست رائے انورِ شاہ
بادشاہ کی روشن رائے، تجلّی کے نور کی جگہ ہے

چو قربِ او طلبی در صفائے نیت کوش
اگر اُس کی نزدیکی چاہتا ہے نیت کی صفائی میں کوشش کر

بجز ثنائے جلالش مساز وِردِ ضمیر
اس کے جلال کی تعریف کے علاوہ، دل کا کوئی وظیفہ نہ بنا

کہ ہست گوشِ دلش محرمِ پیامِ سروش
اسلیے کہ اُس کے دل کا کان غیبی فرشتے کے پیام کا محرم ہے

رموزِ مصلحتِ مُلک خسرواں دانند
ملک کی مصلحت کے راز بادشاہ جانتے ہیں

گدائے گوشہ نشینی تو حافظا مخروش
اے حافظ! تو ایک گوشہ نشین فقیر ہے، غل نہ مچا

شرابِ تلخ میخواہم کہ مرد افگن بود زورش
میں ایسی کڑوی شراب چاہتا ہوں کہ جسکا زور مرد افگن ہو

کہ تا یکدم بیاسایم ز دنیا و شر و شورش
تاکہ دنیا اور اس کے شور و شر سے ذرا آرام پاؤں

بیاور مے کہ نتواں شد زمکرِ آسماں ایمن
شراب لا، اس لیے کہ آسمان کے مکر سے مطمئن نہیں ہوا جا سکتا

بلعبِ زہرۂ چنگی و بہرامِ سلحشورش
چنگ والی زہرہ کے کھیل اور اس کے ہتھیار بند بہرام کی وجہ سے

کمندِ صیدِ بہرامی بیفگن جامِ جم بردار
شکار کی بہرامی کمند پھینک دے، جامِ جم اٹھالے

کہ من پیمودم ایں صحرا نہ بہرام ست نے گورش
اس لیے کہ میں نے یہ جنگل ناپا ہے نہ بہرام ہے نہ اس کا گورخر

نظر کردن بدرویشاں منافیِ بزرگی نیست
درویشوں کی طرف نظر کرنا، بڑائی کے منافی نہیں ہے

سلیماں با چناں حشمت نظرہا بود با مورش
باوجود ایسی حشمت کے سلیمان کی نظریں چیونٹی پر تھیں

لے صاحبقران وہ شخص کہلاتا ہے جس کی پیدائش کے وقت زحل اور مشتری ایک برج میں ہوں ایسا شخص صاحب نصیب ہوتا ہے یہاں عماد بن محمود وزیر سلطان [illegible] مراد ہے۔

ے یہ غزل بھی حافظ نے اسی وقت کہی ہے جب امیر مبارز الدین کے انتقال کے بعد اس کے بیٹے شاہ شجاع نے شراب خانے کھلوا دیے تھے۔

ے مدہوش پڑا تھا کندھے پر ڈال کر لیجانا پڑا۔

ے بادشاہ کا قرب نیت کی صفائی سے حاصل ہوتا ہے۔

ے یعنی اگر شاہ شجاع نے شراب خانے کھلوا دیے ہیں تو کیوں شور کرتا ہے وہ ملکی مصلحتوں کو جانتا ہے۔

ے زہرہ ستارے کو رقاصۂ فلک مانا گیا ہے اور دنیا میں ناچ رنگ اس کے اثر سے ہے بہرام سے مریخ مراد ہے قتل اور غارتگری اس کے اثر سے مانی گئی ہے۔

ے بہرام عراق کا مشہور بادشاہ گذرا ہے چونکہ اس کو گورخر کے شکار کا بہت شوق تھا لہٰذا اس کو بہرام گور کہا جاتا ہے۔ شعر میں گور سے دونوں معنی مراد ہو سکتے ہیں یعنی گورخر اور قبر۔

بیا تا در مے صافیت راز دہر بنمایم
آ، تاکہ صاف شراب میں تجھے زمانہ کا راز دکھاؤں

بشرطِ آنکہ ننمائی بکج طبعانِ دل کورش
اس شرط پر کہ تو اس کو کج طبع اندھے دل والوں کو نہ دکھائے

شرابِ لعل مینوشم من از جامِ زمرد گوں
میں زمردیں جام سے لعل جیسی شراب پیتا ہوں

کہ زاہد افعیٔ وقت است ومیسازم ازیں کورش
اس لیے کہ زاہد وقت کا سانپ ہے اور اس سے اس کو اندھا کرتا ہوں

سماطِ عہدِ دوں پرور ندارد شہدِ آسایش
کمینہ پرور زمانہ کا دستر خوان آرام کا شہد نہیں رکھتا ہے

مذاقِ حرص وآز اے دل بشوی از تلخ وز شورش
اے دل حرص اور لالچ کا مزا اس کے تلخ اور نمکین سے دھو ڈال

کمانِ ابروئے جاناں نمی پیچد سر از حافظ
محبوب کے ابرو کی کمان حافظ سے سر نہیں موڑتی ہے

ولیکن خندہ می آید بریں بازوئے پُر زورش
لیکن اس کے طاقتور بازو پر، ہنسی آتی ہے

صوفی گُلے بچین ومرقع بخار بخش
اے صوفی، کوئی پھول چن اور گدڑی کانٹے کو بخش دے

ویں زہدِ خشک را بمئے خوشگوار بخش
اور یہ خشک زہد، خوشگوار شراب کو بخش دے

طامات وزرق در رہِ آہنگِ چنگ نہ
ڈینگوں اور مکر کو چنگ کی آواز کے راستہ میں رکھ دے

تسبیح وطیلساں بمے ومیگسار بخش
تسبیح اور چادر کو، شراب اور شراب نوشوں کو بخش دے

زہدِ گراں کہ ساقی وشاہد نمی خرند
بھاری زہد جس کو ساقی اور معشوق نہیں خریدتے ہیں

در حلقۂ چمن بہ نسیمِ بہار بخش
چمن کے حلقہ میں، موسم بہار کی نسیم کو بخش دے

راہم شرابِ لعل زد اے میرِ عاشقاں
اے عاشقوں کے سردار سرخ شراب نے مجھ پر ڈاکہ ڈال دیا ہے

خونِ مرا بچاہِ زنخدانِ یار بخش
میرا خون دوست کی ٹھوڑی کے کنویں کو بخش دے

یا رب بوقتِ گُل گنہِ بندہ عفو کن
اے خدا پھول کے موسم میں بندے کے گناہ معاف کر دے

ویں ماجرا بسرو لبِ جوئبار بخش
اور اس قصہ کو جو نہر کے کنارے کے سرو کے پاس ہوا بخش دے

اے آنکہ رہ بمشربِ مقصود بردۂ
اے وہ جو مقصد کے گھاٹ پر پہنچ گیا ہے

زیں بحر قطرۂ بمنِ خاکسار بخش
اس سمندر کا ایک قطرہ مجھ خاکسار کو بخش دے

شکرانہ کہ روئے ترا چشمِ بد ندید
اس شکرانہ میں کہ تیرے چہرے کو نظر بد نے نہیں دیکھا ہے

ما را بعفو ولطفِ خداوندگار بخش
ہمیں خدا کے عفو اور مہربانی کے طفیل بخش دے

ساقی چو شاہ نوش کند بادۂ صبوح
اے ساقی! جب شاہ صبح کی شراب پیے

گو جامِ زر بحافظِ شب زندہ دار بخش
کہدے کہ سنہری جام شب بیدار حافظ کو بخش دے

فکرِ بلبل ہمہ آنست کہ گل شد یارش
بلبل کا صرف یہ خیال ہے کہ پھول اس کا یار ہو گیا

گُل در اندیشہ کہ چوں عشوہ کند در کارش
پھول اس فکر میں ہے کہ اس کے معاملہ میں ناز کیسے دکھائے

دلربائی ہمہ آں نیست کہ عاشق بکشند
ساری دلربائی یہی نہیں ہے کہ عاشق کو قتل کریں

خواجہ آنست کہ باشد غمِ خدمتگارش
آقا وہ ہے جس کو خدمت گزار کی فکر ہو

۱ مشہور ہے کہ زمرد کی تاثیر سے سانپ اندھا ہو جاتا ہے۔
۲ انسان کو ایسا بننا چاہیے کہ زمانہ کے تلخ اور شیریں میں اس کے لیے کوئی فرق نہ رہے۔
۳ کیونکہ باوجود اس طاقت کے وہ میرے گرد دل کھلے ہیں۔
۴ طامات وہ باتیں جو صوفی اپنی کرامات کے طور پر کہتے ہیں۔ طیلسان وہ چادر جو عموماً صوفیا اوڑھتے تھے۔
۵ مجھے محبوب کے ہونٹوں اور چاہِ زنخداں نے مار ڈالا ہے لیکن میرے خون کا بدلہ نہ لینا۔
۶ موسم بہار اور لبِ دریا سرو کے نیچے کے گناہ قابل معافی ہیں۔
۷ عاشق سمجھ رہا ہے کہ معشوق کو رام کر لیا، معشوق ظلم کی تدبیریں سوچ رہا ہے۔

جائے آنست کہ خوں موج زند در دلِ لعل
موقع اس کا ہے، لعل کے دل میں خون ہٹّا رے مارے

زیں تغابن کہ خزف می شکند بازارش
اس ٹوٹنے پر کہ ٹھیکری اس کے بازار کو ٹھنڈا کرتی ہے

بلبل از فیضِ گل آموخت سخن ورنہ نبود
بلبل پھول کے فیض سے بات کرنا سیکھی ورنہ

اینہمہ قول و غزل تعبیہ در منقارش
یہ سب قول اور غزل اس کی چونچ میں چھپے ہوئے نہ تھے

آں سفر کردہ کہ صد قافلۂ دل ہمرہِ اوست
وہ مسافر، جس کے ہمراہ دل کے سو قافلے ہیں

ہر کجا ہست خدایا بسلامت دارش
جہاں بھی ہے، خدا اس کو سلامت رکھ

اگر از وسوسۂ نفس و ہوا دور شوی
اگر تو نفس اور خواہش کے وسوسے سے دور ہو جائے

بیشکے رہ ببری در حرمِ دیدارش
بیشک تو اس کے دیدار کے حرم کا راستہ طے کرلے

اے کہ از کوچۂ معشوقۂ ما میگذری
اے وہ جو ہماری معشوقہ کے کوچہ سے گذر رہا ہے

باخبر باش کہ سر می شکند دیوارش
ہوشیار رہ اس لیے کہ اس کی دیوار سر پھوڑ دیتی ہے

صحبتِ عافیت ارچہ خوش افتاد اے دل
اے دل، اگرچہ آرام کی صحبت تجھے پسند آگئی ہے

جانبِ عشق عزیز ست فرو مگذارش
عشق کا پہلو بھی عزیز ہے، اس کو نہ چھوڑ

صوفی ار سرخوش ازینست کہ کج کرد کلاہ
صوفی اگر اس سے مست ہے کہ اس نے ٹوپی ٹیڑھی کرلی ہے

بدو جامِ دگر آشفتہ شود دستارش
اور دو پیالوں میں، اس کی پگڑی بکھر جائے گی

دلِ حافظ کہ بدیدارِ تو خوگر شدہ است
حافظ کا دل، جو تیرے دیدار کا عادی ہوگیا ہے

ناز پروردِ وصال ست مجو آزارش
وہ وصل کے نازوں کا پالا ہوا ہے، اسکو نہ ستا

کنارِ آب و پائے بید و طبعِ شعر و یارے خوش
پانی کا کنارہ ہے اور بید کا سایہ اور موزوں طبیعت اور ایک حسین معشوق ہے

معاشر دلبرِ شیرین و ساقی گلعذارے خوش
شیریں دلبر ساتھی ہے اور حسین، پھول جیسے رخسار والا ساقی ہے

الا اے دولتِ طالع کہ قدرِ وصل میدانی
اے نصیبہ کی دولت، ہاں تو وصل کی قدر جانتی ہے

گوارا بادت ایں عشرت کہ داری روزگارے خوش
خدا کرے تجھے یہ عیش راس آئے کہ تجھے اچھا زمانہ میسر ہے

عروسِ طبع را زیور ز فکرِ بکر می بندم
طبیعت کی دلہن کو نازہ فکر کا زیور پہناتا ہوں

بود کز نقشِ ایامم بدست افتد نگارے خوش
ہوسکتا ہے کہ زمانہ کے نقش سے کوئی حسین معشوق میرے ہاتھ لگ جائے

شبِ صحبت غنیمت داں و دادِ خوشدلی بستاں
صحبت کی رات کو غنیمت سمجھ اور خوشدلی کی داد حاصل کر

کہ مہتاب دل افروز ست و طرفِ لالہ زارے خوش
اس لیے کہ دل افروز چاندنی ہے اور حسین لالہ زار کا کنارہ ہے

چہ مے در کاسۂ چشمِ ساقی را بنام ایزد
نام خدا، ساقی کی آنکھوں کے پیالہ میں کیسی شراب ہے!

کہ مستی میکند با عقل و می آرد خمارے خوش
جو عقل کے ساتھ مستی کرتی ہے اور بہترین نشہ لاتی ہے

ہر آنکس را کہ بر خاطر ز عشقِ دلبرے بار یست
جو شخص کسی معشوق کے عشق کا دل پر بوجھ رکھتا ہے

سپندے گو بر آتش نہ کہ داری کار و بارے خوش
اس سے کہہ دو آگ پر تھوڑا کالا دانہ رکھے کیونکہ تیرا کاروبار اچھا ہے

بغفلت عمر شد حافظ بیا با ما بمیخانہ
اے حافظ بغفلت میں عمر ختم ہو گئی، ہمارے ساتھ شراب خانہ میں آ

کہ شنگولان سرمستت بیاموزند کارے خوش
تاکہ مست معشوق تجھے ایک بہتر کام سکھائیں

ے جبکہ ٹھیکری کی وجہ سے لعل کا بازار پھیکا ہے، تو اس کا دل خون ہو جانا چاہیے۔
ے بلبل گل کے فیض سے بہچانی ہے۔
ے کوچۂ عشق میں ہوا کتیں ہیں۔
ے صوفی میں اگر کچھ نخوت ہے تو دو چار جام اس کو اور پلا دو۔
ے یہ سارے اسباب عیش مہیا ہیں طبعِ شعر سے مراد یہ ہے کہ ایسا پرلطف سماں ہے کہ دل شعر کہنے پر آمادہ ہے۔
ے چونکہ تو وصل کا قدر دان ہے خدا کرے تجھے یہ عیش موافق آجائے
ے عیش کا جو وقت بھی میسر آجائے اس کو غنیمت جان کر اس سے فائدہ اٹھانا چاہیے۔
ے عشق کی دولت کو نظر بد سے بچانے کے لئے کالا دانہ آگ پر جلانا چاہیے۔

ما آزمودہ ایم دریں شہر بختِ خویش
اس شہر میں ہم نے اپنا مقدر آزمایا ہے
باید بروں کشید ازیں ورطہ رختِ خویش
اس بھنور سے اپنا سامان باہر لیجانا چاہیئے

از بسکہ دست می گزم و آہ می کشم
میں حد سے زیادہ ہاتھ کاٹتا ہوں، اور آہ بھرتا ہوں
آتش زدم چو گل بتنِ لخت لختِ خویش
میں نے پھول کی طرح اپنے پارہ پارہ جسم میں آگ لگادی ہے

دوشم ز بلبلے چہ خوش آمد کہ می سرود
کل مجھے بلبل کی بات کیسی بھلی معلوم ہوئی جبکہ وہ گا رہی تھی
گل گوش پہن کردہ ز شاخِ درختِ خویش
پھول نے اپنے درخت کی شاخ سے کان کھول رکھے تھے

کاے دل صبور باش کہ آں یارِ تندخوی
کہ اے دل! صبر کر کہ وہ بد مزاج یار
بسیار تندخوے نشیند ز بختِ خویش
اپنے نصیبہ کی وجہ سے بہت بدمزاج بنکر بیٹھا ہے

گر موج خیز حادثہ سر بر فلک زند
اگر پیدا ہونے والی مصیبت آسمان تک بھی پہونچ جائے
عارف بآب تر نکند رختِ بختِ خویش
عارف اپنے نصیبہ کے سامان کو پانی میں تر نہیں کرتا ہے

خواہی کہ سخت و سستِ جہاں تو نگذرد
اگر تو چاہتا ہے کہ زمانہ کا سخت اور سست تجھ پر نہ گذرے
بگذر ز عہدِ سست و سخنہائے سختِ خویش
اپنے کچے وعدے، اور سخت باتوں سے باز آجا

اے حافظ ار مراد میسر شدے مدام
اے حافظ! اگر مراد ہمیشہ حاصل ہو جایا کرتی
جمشید نیز دور نماندے ز تختِ خویش
جمشید بھی اپنے تخت سے دور نہ رہتا

من خرابم ز غمِ یارِ خراباتیِ خویش
میں اپنے خراباتی معشوق کے غم میں خراب ہو رہا ہوں
میزند غمزۂ او ناوکِ غم بر دلِ ریش
زخمی دل پر، اس کی ادا غم کا تیر مارتی ہے

با تو پیوستم و از غیرِ تو دل ببریدم
میں تجھ سے پیوستہ ہوگیا ہوں اور تیرے غیر سے دل ہٹالیا ہے
آشنائے تو ندارد سرِ بیگانہ و خویش
تیرا آشنا اپنے، اور غیر کا خیال نہیں رکھتا ہے

بعنایت نظرے کن کہ منِ دل شدہ را
مہربانی کی نظر کر، اس لیے کہ مجھ دل گشتہ کا
نرود بے مددِ لطفِ تو کارے از پیش
تیری مہربانی کی مدد کے بغیر کوئی کام آگے نہیں بڑھتا ہے

آخر اے پادشہِ حسن و ملاحت چہ شود
اے حسن اور ملاحت کے بادشاہ آخر کیا ہو جائے گا!
گر لبِ لعلِ تو ریزد نمکے بر دلِ ریش
اگر تیرا لعل جیسا ہونٹ زخمی دل پر نمک چھڑک دے گا

خرمنِ صبرِ منِ سوختہ دل داد بباد
مجھ سوختہ دل کے صبر کا کھلیان، برباد کر دیا
چشمِ مستِ تو کہ بکشاد کمیں از پس و پیش
تیری مست آنکھ نے جس نے آگے پیچھے سے گھات لگادی

گر چلیپائے سرِ زلف ز ہم بکشاید
اگر وہ زلف کا چیپا، کھول دے
بس مسلماں کہ شود کشتۂ آں کافرکیش
بہت سے مسلمان اس کافر مذہب کے مقتول ہو جائیں گے

پسِ زانو منشیں و غمِ بیہودہ مخور
فکر میں نہ بیٹھ، اور بیہودہ غم نہ کر
کہ ز غم خوردنِ تو رزق نگردد کم و بیش
اس لیے کہ تیرے غم کھانے سے رزق کم و بیش نہیں ہو سکتا ہے

چونکہ ایں کوششِ بیفائدہ سودے ندہد
چونکہ یہ بے فائدہ کوشش، کوئی فائدہ نہیں دیتی ہے
پس میازار دلِ خود ز غم اے دور اندیش
تو اے دور اندیش، غم سے اپنے دل کو نہ ستا

۱؎ پھول کی پتیاں چونکہ سرخ ہوتی ہیں لہٰذا گویا کہ انہیں آگ لگی ہوئی ہے۔

۲؎ بلبل گا رہی تھی اور پھول غور سے سن رہا تھا بلبل کا گانا اگلے شعر میں مذکور ہے۔

۳؎ یعنی پھول چونکہ چند روزہ زندگی رکھتا ہے اس لیے اپنی ناپائداری کے رنج میں ہے۔

۴؎ اگر ہر شخص کی مراد پوری ہوا کرتی تو جمشید کی سلطنت ختم نہ ہوتی۔

۵؎ مقصد کی کامیابی محبوب کی نظرِ عنایت پر موقوف ہے۔

۶؎ اگر زخمی دل پر ذرا سی نمک پاشی کر دے گا تو تیرے نمک میں کمی نہ آئے گی۔

۷؎ چلیپا صلیب کی شکل کو کہتے ہیں یہاں مراد زلف ہے زلف کو کافر مذہب اس لیے کہا ہے کہ وہ کالی ہے۔

پرسشِ حالِ دلِ سوختہ کن بہرِ خدا
خدا کے لیے جلے دل کے حال کی پرسش کر

نیست از شاہ عجب گر بنواز د درویش
بادشاہ سے تعجب نہیں ہے اگر درویش کو نوازے

حافظ از نوشِ لبِ لعلِ تو کامے نگرفت
تیرے لعل جیسے ہونٹ کے تریاق سے حافظ نے کوئی مقصد پورا نہ کیا

کہ نزد بر دلِ ریشش دو ہزاراں سرِ نیش
جب تک کہ اس کے زخمی دل پر دو ہزار ڈنک نہ مارے

مجمعِ خوبی و لطف ست عذارِ چو مہش
اس کا چاند جیسا رخسار خوبی اور پاکیزگی کا مجموعہ ہے

لیکنش مہر و وفا نیست خدایا بدہش
لیکن اس میں محبت اور وفا نہیں ہے اے خدا اس کو عطا فرما

دلبرم شاہد و طفل ست بہ بازی روزے
میرا دلبر معشوق ہے اور بچہ، کسی دن کھیل کود میں

بکشد زارم و در شرع نباشد گنہش
مجھے بری طرح قتل کر ڈالے گا اور شریعت میں اس کا کوئی گناہ نہ ہوگا

چاردہ سالہ بتے چابک و شیریں دارم
میں ایک چودہ سالہ ایسا چالاک اور میٹھا بت رکھتا ہوں

کہ بجاں حلقہ بگوش ست مہِ چاردہش
کہ چودھویں کا چاند، دل سے اس کا غلام ہے

من ہماں بہ کہ از و نیک نگہ دارم دل
میرے لیے یہی بہتر ہے کہ اس سے دل کو خوب بچا کر رکھوں

کہ بد و نیک ندیدہ ست و ندارد نگہش
کیونکہ اس نے اچھا اور برا نہیں دیکھا ہے اور وہ اس کی حفاظت نہ کریگا

بوئے شیر از لبِ ہمچوں شکرش می آید
اس کے شکر جیسے ہونٹوں سے دودھ کی خوشبو آتی ہے

گرچہ خوں میچکد از شیوۂ چشمِ سیہش
اگرچہ اس کی کالی آنکھوں کے شیوے سے خون ٹپکتا ہے

در پے آں گلِ نو رستہ دلِ ما یارب
اس نوخیز پھول کے پیچھے، اے خدا ہمارا دل

خود کجا شد کہ ندیدیم دریں چند گہش
خود کہاں چلا گیا کہ ہم نے اس کو بہت دنوں سے نہیں دیکھا ہے

یارِ دلدارِ من ار قلب بدیں ساں شکند
میرا دلدار یار، اگر اسی طرح دل شکنی کرے گا

ببرد زود بہ سرداریِ خود بادشہش
بادشاہ اس کو جلد اپنی سرداری میں لے لیگا

جاں بشکرانہ کنم صرف گر آں دانۂ دُر
میں شکرانہ میں جان خرچ کر دوں گا اگر اس موتی کے دانہ کیلئے

صدفِ دیدۂ حافظ شود آرام گہش
حافظ کی آنکھ کی سیپ، آرام گاہ بن جائے

مرا کاریست مشکل با دلِ خویش
مجھے اپنے دل سے ایک ایسا مشکل کام ہے

کہ گفتن می نیارم مشکلِ خویش
کہ میں اپنی مشکل بیان بھی نہیں کر سکتا ہوں

خیالت داند و جانِ من از غم
تیرا تصوّر، اور میری جان جانتی ہے کہ غم کی وجہ سے

کہ ہر شب در چہ کارم با دلِ خویش
ہر رات اپنے دل کے ساتھ، کس کام میں لگا ہوں

زوا پس ماندگاں یادے کن آخر
بچھڑے ہوؤں کو ذرا یاد کر، آخر

چہ رانی تند یارا محملِ خویش
اے دوست اپنے کجاوے کو تیز کیوں ہنکاتا ہے؟

بسے گشتم چو مجنوں کوہ و صحرا
میں مجنوں کی طرح پہاڑ اور جنگل میں بہت گھوما

مگر یابم سراغ از منزلِ خویش
شاید کہ اپنی منزل کا سراغ پاؤں

سلشاہ بھی جو شب نوازے گا۔ یہ عشق میں سیکڑوں مصیبتیں برداشت کرنے کے بعد کچھ راحت ملتی ہے۔

یہ محبوب میں وفا کے سوا سب ہی خوبیاں ہیں خدا کرے یہ خوبی بھی اس کو حاصل ہو جائے

یہ معشوق کم سن ہے اگر قتل بھی کر ڈالے گا تو گنہگار نہ ہوگا۔

یہ چودہ سالہ معشوق ہے اور چودھویں کا چاند اس کا غلام ہے۔

یہ چونکہ کمسن معشوق ہے ابھی ناتجربہ کار ہے دل کی حفاظت نہ کر سکے گا۔

یہ کمسنی کی وجہ سے منہ سے دودھ کی خوشبو آتی ہے لیکن آنکھیں خونی ہیں۔

یہ تعیبت، دلدار، وصلابت کی ہر تہت یعنی جو کہ اس میں تب شکنی کی طاقت ہے تو بادشاہ اس کو فوج کا سردار بنا دیگا۔

یہ مجھے اپنے دل سے ایسا مشکل کام آن پڑا ہے جس کا بتانا بھی مشکل ہے۔

یہ تیرے تصور میں جان اور دل غم سے کش مکش میں ہے۔

مرادر اوّلِ منزل رہ اُفتاد
میں منزل کی ابتداء ہی میں ، بھٹک گیا

گم آمد کشتیم در ساحلِ خویش
اپنے ساحل پر ، میری کشتی نہ گئی

چہ فرصتہا کہ گم کردم دریں راہ
کس قدر مواقع ہیں جن میں نے اس راہ میں کھو دیئے

زبختِ خوابناکِ غافلِ خویش
اپنے خوابیدہ ، غافل نصیبہ کی وجہ سے

گم از جولانے آخر در رہِ ما
آخر ہمارے راستہ میں ، ایک بار تو آ جا

چو حافظ خاک کرد آب و گلِ خویش
جبکہ حافظ ، نے اپنے جسم کو خاک بنا دیا ہے

ہاتفے از گوشۂ میخانہ دوش
شراب خانہ کے کونہ سے ، کل ایک ہاتف نے

گفت بہ بخشند گنہ مے بنوش
کہا ، گناہ بخش دیں گے ، شراب پی

عفوِ الٰہی بکند کارِ خویش
خدا کی بخشش ، اپنا کام کرتی ہے

مژدۂ رحمت برساند سروش
غیبی فرشتہ رحمت کی خوشخبری دیتا ہے

ایں خردِ خام بمیخانہ بر
اس کچی عقل کو شراب خانہ میں لیجا

تا مے لعل آوردش خوں بجوش
تاکہ سرخ شراب اس کے خون کو جوش میں لائے

عفوِ خدا بیشتر از جرمِ ماست
خدا کی بخشش ، ہمارے گناہ ہوں سے زیادہ ہے

نکتۂ سربستہ چہ گوئی خموش
پوشیدہ نکتہ ، کیوں بتاتا ہے ، چپ رہ

گرچہ وصالش نہ بکوشش دہند
اگر چہ اس کا وصل کوشش سے نہیں دیتے ہیں

ہر قدر اے دل کہ توانی بکوش
اے دل ، تجھ سے جس قدر ، ہو سکے کوشش کر

گوشِ من و حلقۂ گیسوئے یار
میرا کان ہے ، اور یار کی زلف کا حلقہ

روئے من و خاکِ درِ مے فروش
میرا چہرہ ہے ، اور شراب فروش کے در کی خاک

داورِ دیں شاہِ شجاع آنکہ کرد
دین کا حاکم ، شاہِ شجاع وہ ہے کہ ڈال لیا ہے

روحِ قدس حلقۂ امرش بگوش
جبرئیل نے ، اس کے حکم کا حلقہ کان میں

اے مَلِکُ العرش مرادش بدہ
اے عرش کے بادشاہ اس کی مراد پوری کر

وز خطرِ چشمِ بدش دار گوش
اور نظرِ بد کے خطرے سے اس کی حفاظت کر

رندیِ حافظ نہ گناہیست صعب
حافظ کی رندی ، کوئی بڑا گناہ نہیں ہے

با کرمِ پادشہِ عیب پوش
عیب پوش ، بادشاہ کے کرم کے سامنے

یارب آں نوگلِ خنداں کہ سپردی بمنش
اے خدا جو مسکراتا ہوا نیا پھول تو نے میرے سپرد کیا ہے

میسپارم بتو از چشمِ حسودِ چمنش
باغ کے حاسدوں کی نظرِ بد سے اسکو میں تیرے سپرد کرتا ہوں

ہمرہِ اوست دلم بادِ بہر جا کہ رود
میرا دل ، اُس کے ساتھ ہے وہ جہاں بھی جائے

ہمتِ اہلِ کرم بدرقۂ جان و تنش
اہلِ کرم کی توجہ اس کی جان اور جسم کی محافظ ہو

سلہ ہم پر شروع منزل ہی میں ڈاکہ پڑا اور ساحل پہونچے بدون کشتی تباہ ہو گئی۔
سلہ حافظ نے اپنے جسم کو راستے کی خاک بنا دیا ہے اس پر چلنے کی ایک بار تو زحمت کر
سلہ گنا ہگاروں کو رحمت سے مایوس نہ ہونا چاہیے رحمتِ خداوندی گناہوں سے بڑھی ہوئی ہے۔
شعر
سلہ وصلِ یار اگرچہ کوشش سے حاصل نہیں ہوتا ہے بلکہ محض خدا کی دین ہے لیکن کوشش کرنا انسانی فرض ہے۔
سلہ جو پھول تو نے میرے سپرد کیا ہے نظرِ بد سے بچانے کے لئے تیرے سپرد کرتا ہوں۔
سلہ محبوب جہاں بھی جائے گا میرا دل اس کے ساتھ ہے خدا کرے وہ زندہ و سلامت رہے۔

گر بسرِ منزلِ سلمیٰ رسی اے بادِ صبا
اے بادِ صبا اگر تو سلمیٰ کی منزل کے پاس پہونچے
چشم دارم کہ سلامے برسانی ز منش
مجھے امید ہے کہ تو میرا سلام اسکو پہونچا دے گی

بادبؐ نافہ کشائی کن ازاں زلفِ سیاہ
اس کالی زلف کی، ادب سے خوشبو پھیلا
جائے دلہائے عزیز ست بہم بر مزنش
وہ قیمتی دلوں کی جگہ ہے، اس کو درہم برہم مت کر

چوں دلم حقِ وفا با خط و خالش دارد
چونکہ اس کے خط و خال پر میرا دل وفا کا حق رکھتا ہے
محترم دار درآں طرۂ عنبر شکنش
اس کو اس عنبر شکن زلف میں باعزت رکھ

گرچہ از کوئے وفا گشت بصد مرحلہ دور
اگرچہ وہ وفا کے کوچہ سے سینکڑوں مرحلے دور ہوگیا ہے
دور باد آفتِ دورِ فلک از جان و تنش
آسمان کی گردش کی مصیبت اس کے جسم و جان سے دور رہے

در مقامیکہؑ بیادِ لبِ اوے نوشند
جس مقام پر، اس کے ہونٹوں کی یاد میں شراب پیتے ہیں
سفلہ آں مست کہ باشد خبر از خویشتنش
وہ مدہوش کمینہ ہے، جس کو اپنی خبر رہے

عرضؑ و مال از درِ میخانہ نشاید اندوخت
سامان اور مال شراب خانہ کے دروازے سے بچانا نہ چاہیے
ہر کہ ایں آب خورد رخت بدریا فگنش
جو یہ پانی پئے، اس کا سامان دریا میں ڈال دو

ہر کہ ترسد ز ملال اندہِ عشقش نہ حلال
جو تکلیف سے ڈرے، عشق کا غم اس کے لیے جائز نہیں ہے
سرِ ما و قدمش یا لبِ ما و دہنش
ہمارا سر ہے اور اس کے قدم یا ہمارے ہونٹ ہیں اور اس کا منہ

شعرِ حافظ ہمہ بیتؑ الغزلِ معرفت ست
حافظ کے سب شعر معرفت کے بیت الغزل ہیں
آفریں بر نفسِ دلکش و لطفِ سخنش
اس کے دلکش سانس اور کلام کی پاکیزگی کو آفرین ہے

ردیفِ صادِ مہملہ

ازؑ رقیبت دلم نیافت خلاص
میرے دل کو تیرے رقیب سے چھٹکارا نہ ملا
زانکہ القاصُ لا یُحِبُّ القاص
اس لیے کہ قصہ گو قصہ گو سے محبت نہیں کرتا ہے

محتسبؑ خم شکست و من سرِ او
محتسب نے مٹکا توڑا اور میں نے اس کا سر
سِنٌّ بالسِّنِّ وَالجُرُوحُ قِصاص
دانت کا بدلہ دانت، اور زخموں کا بدلہ زخم

مطربِ ما رہے بزد کہ بچرخ
ہمارے مطرب نے ایسا ساز چھیڑا کہ آسمان پر
مشتری ہمچو زہرہ شد رقاص
مشتری، زہرہ کی طرح ناچنے والی بن گئی

گوہر از بحر کے بروں آرد
سمندر سے، موتی کب باہر نکالے گا
ترکِ سر تا نمی کند غواص
جب تک غوطہ خور سر کی پروا نہ چھوڑے

نقدے از عشق جوئی نہ از عقل
کوئی سرمایہ، عشق سے مانگ، نہ کہ عقل سے
تا کہ خالص شوی چو زرِ خلاص
تاکہ کٹھالی کے سونے کی طرح، تو بھی خالص بن جائے

؎ یہ بھی صبا کو خطاب ہے یعنی محبوب کی زلف کو پریشان نہ کر ورنہ بہت سے دل پریشان ہو جائیں گے۔
؎ جس محفل میں محبوب کے ہونٹوں کی یاد پر شراب نوشی ہو رہی ہو اگر کوئی مست ہوش میں رہے تو وہ کمینہ ہے۔
؎ شراب خانہ کے دروازہ پر پہونچکر مال اور سامان کو لٹا دینا چاہیے
؎ بیت الغزل وہ شعر کہلاتا ہے جو غزل میں سب سے اچھا ہو۔ حافظ کے تمام اشعار بیت الغزل ہیں۔
؎ یہ مشہور ہے کہ الحکام یشبہ بعضہم بعضاً لہٰذا دل اور رقیب کی کسی طرح نہیں بنتی ہے
؎ محتسب نے شراب کا مٹکا پھوڑا میں نے شرعی فیصلہ کے مطابق اس کا سر پھوڑ دیا اس لیے کہ قرآن کا حکم ہے دانت کا بدلہ دانت اور زخموں کا بدلہ زخم ہے۔

حافظ اوّل ز مصحفِ رخِ دوست
حافظ نے سب سے پہلے دوست کے چہرے کے قرآن سے

خواند الحمد و سورۂ اخلاص
الحمد للہ، اور سورۂ اخلاص پڑھی

نیست کس را ز کمندِ سرِ زلفِ تو خلاص
تیری زلف کی کمند سے کسی کو رہائی نہیں ہے

میکشی عاشقِ مسکین و نترسی ز قصاص
مسکین عاشق کو تو قتل کرتا ہے اور انتقام سے نہیں ڈرتا

عاشقِ سوختہ دل تا بہ بیابانِ فنا
سوختہ دل عاشق جب تک فنا کے بیابان میں

نرود در حرمِ دل نشود خاص الخاص
نہ جائیگا دل کے حرم میں، خاص الخاص نہ بنے گا

جان نہادم بمیان شمع صفت از سرِ شوق
شوق کی وجہ سے میں نے شمع کی طرح جان درمیان میں رکھ دی

کردم ایثارِ تنِ خویش ز روئے اخلاص
اخلاص کی وجہ سے میں نے اپنا جسم قربان کر دیا

آتشے در دلِ دیوانۂ ما در زدۂ
تو نے ہمارے دیوانہ دل میں، ایسی آگ لگا دی ہے

کہ چو دود ایم ہمیشہ بہوایت رقاص
کہ تیری محبت میں مسلسل دھوئیں کی طرح ہم ناچ رہے ہیں

کیمیائے غمِ عشقِ تو تنِ خاکی را
تیرے عشق کے غم کی کیمیا، خاکی جسم کو

زرِ خالص کند ار چند بود ہمچو رصاص
خالص سونا کر دیتی ہے خواہ وہ کتنا ہی رانگ کی طرح ہو

بہواداریِ آں شمع چو پروانہ وجود
اس شمع کی محبت میں، پروانہ کی طرح وجود کو

تا نسوزی نشوی از خطرِ عشق خلاص
جب تک تو نہ جلا دے گا تجھے عشق کے خطرے سے خلاصی حاصل نہ ہوگی

ناوکِ غمزۂ او دست برد از رستم
اس کے غمزہ کے تیر نے رستم سے بازی جیت لی

حاجبِ ابروئے او برد گرو از وقاص
اس کی ابرو کا دربان، وقاص سے بازی لے گیا

قیمتِ دُرِّ گرانمایہ چہ دانند عوام
گرانبہا موتی کی قیمت، عوام کیا جانیں

حافظا گوہرِ یکدانہ مدہ جز بخواص
اے حافظ! دُرِ یکتا، خواص کے علاوہ کسی کو نہ دے

ردیفِ ضادِ معجمہ

بیا کہ می شنوم بوئے جاں از آں عارض
آجا، کیونکہ میں اس رخسار سے جان کی خوشبو سونگھتا ہوں

کہ یافتم دلِ خود را نشاں از آں عارض
اس لیے کہ مجھے اپنے دل کا پتہ اسی رخسار سے ملا ہے

بگِل بماند قدِ سروِ ناز از آں قامت
سروِ ناز کا قد اس قد کی وجہ سے مٹی میں پھنس گیا

خجل شدہ است گلِ گلستاں از آں عارض
باغ کا پھول، اس رخسار سے شرمندہ ہو گیا ہے

معانیٔ کہ ز حوراں بشرح می گویند
جو خوبیاں کہ حوروں کی تفصیل کے ساتھ بیان کرتے ہیں

ز حسن و لطف بریں ایں بیاں از آں عارض
اس رخسار سے یہ بیان حسن اور پاکیزگی کے ساتھ دریافت کر

---

۱ شعر
زہے بگل آید قرآں پڑھنا ہے تم خوانم
ہر گفتار معشوق است قرآں کر من دارم

۲ عاشق خواص میں جب شمار ہوگا جبکہ فنا فی المعشوق کا درجہ طے کرلے گا۔

۳ کمالِ عشق یہی ہے کہ عاشق اپنے وجود کو قربان کر دے۔

۴ دھواں چکر کھاتا ہوا اٹھتا ہے:

۵ راہِ عشق کے خطرات سے عاشق جب ہی محفوظ ہوتا ہے جبکہ اپنے وجود کو ختم کر دے۔

۶ وقاص کے لغوی معنی گردن توڑنے والے کے ہیں یہاں مراد کوئی کمان گر ہے یا حضرت سعد بن ابی وقاص مراد ہیں۔

۷ معشوق کے قد سے سرو ناز بھی زمین میں گڑ گیا ہے۔

گرفتہ نافہ چیں بوئے مشک ازآں گیسو
اس زلف سے چین کے نافہ نے مشک کی خوشبو حاصل کی ہے
گلاب یافتہ بوئے چناں ازآں عارض
گلاب نے بھی اچھی خوشبو اس رخسار سے حاصل کی ہے

بشرم رفتہ تنِ یاسمن ازآں اندام
اس جسم سے یاسمن تھا جسم شرمندہ ہے
بخوں نشستہ گلِ ارغواں ازآں عارض
اس رخسار کی وجہ سے گلِ ارغواں خون میں نہایا ہوا ہے

زمہرِ روئے تو خورشید گشتہ غرقِ عرق
تیرے چہرے کے آفتاب سے سورج پسینہ میں ڈوبا ہوا ہے
نزار ماندہ مہِ آسماں ازآں عارض
اس رخسار کی وجہ سے آسمان کا چاند لاغر بنا ہوا ہے

زنظمِ دلکشِ حافظ چکید آبِ حیات
حافظ کی دل کش نظم سے آبِ حیات اس طرح ٹپکتا ہے
چنانکہ خوی شدہ جاناں چکاں ازآں عارض
جس طرح پسینہ میں نہائے ہوئے معشوق کے رخسار سے پسینہ ٹپکتا ہے

حسن و جمالِ تو جہاں جملہ گرفت طول و عرض
تیرے حسن اور جمال نے تمام دنیا کے طول اور عرض پر قبضہ کر لیا ہے
شمسِ فلک خجل شد از رخِ خوبِ ماہِ ارض
زمین کے چاند کے حسین رخ سے آسمان کا سورج شرمندہ ہے

از رخِ تست مقتبس خور ز چہارمِ آسماں
چوتھے آسمان کا سورج تیرے رخ سے روشنی حاصل کرنے والا ہے
ہمچو زمینِ ہفتمیں ماندہ بزیرِ بارِ قرض
ساتویں زمین کی طرح، قرض کا زیر بار ہے

دیدنِ حسنِ روئے تو بر ہمہ خلق واجب است
تیرے چہرے کے حسن کا دیکھنا تمام مخلوق پر واجب ہے
سجدۂ درگہِ تو شد بر ہمہ شاہِ ارض فرض
تیری درگاہ کا سجدہ زمین کے تمام بادشاہوں پر فرض ہے

گر لبِ روح پرورت گلشکرے نبخشدم
اگر تیرا روح پرور ہونٹ، مجھے گلقند نہ بخشے گا
کے تنِ دردمندِ من رستہ شود ازیں مرض
میرا دردمند جسم اس مرض سے کس طرح نجات پائے

بوسہ بخاکِ پائے او دست کجا دہد ترا
اس کی خاکِ پا کا بوسہ تجھے کب میسر آ سکتا ہے
قصۂ شوقِ حافظا خود کہ رساندش بعرض
اے حافظ عشق کا قصہ خود اس کی خدمت میں پیش کرے گا

سوادِ دیدۂ من شد ز آبِ چشم بیاض
آنسوؤں کی وجہ سے میری آنکھ کی سیاہی سفیدی ہو گئی
ہنوز چند نگارا ز من کنی اعراض
اے معشوق! اب کب تک مجھ سے رو گردانی کرے گا

بیا کنار بگیریم و آشتی بکنیم
آ جا، ہم بغلگیر ہوں، اور صلح کر لیں
گذشتہ یاد چہ آری مضیٰ مضیٰ ما ماض
گزشتہ باتوں کو کیا یاد کرتا ہے، گزرا، گزرا جو گزرنے والا تھا

چہ تیزی ست بمژگانِ چشمِ او یارب
اے خدا! اس کی آنکھوں کی پلکوں میں کس قدر تیزی ہے
برید جامۂ تقویٰ بغمزہ چوں مقراض
تقوے کے جامہ کو اس نے قینچی کی طرح غمزے سے کاٹ دیا

چو عکسِ زلف و رخت در میانِ چشم افتاد
جب تیری زلف اور رخ کا عکس آنکھ میں پڑا
گرفت دیدۂ مردم ازاں سواد و بیاض
انسانوں کی آنکھ کو اسی سے سیاہی اور سفیدی حاصل ہوئی

غزل بقافیۂ ضاد نایدے حافظ
اے حافظ! ضاد کے قافیہ کی غزل نہیں کہی جا سکتی
مگر ہم از تو بیابد طبیعتِ فیاض
شاید فیاض طبیعت، تجھ سے حاصل کرے

۱۔ مشک نے اس کی زلف سے اور گلاب نے اُس کے رخسار سے رنگ و بو حاصل کی ہے۔
۲۔ پہلی رات کا چاند اس کے رخسار کے رشک سے لاغر بنا ہوا ہے۔
۳۔ سورج معشوق کے چہرے سے نور حاصل کرتا ہے
روئے زمین پر معشوق کا نور پھیلا ہوا ہے۔
۴۔ میرا مرض تیرے ہونٹ کے گلقند سے ہی شفایاب ہوگا۔
۵۔ تیرے فراق میں روتے روتے آنکھوں کی پتلیاں سفید ہو گئی ہیں۔
۶۔ گذشتہ شکووں کو بھلا کر بغلگیر ہو جا۔
۷۔ آنکھ کی سیاہی اور سفیدی محبوب کی زلف اور رخ سے قائم ہے۔

ردیفِ طائے مہملہ

گردِ عذارِ یارِ من تا بنوشت حسن خط
میرے معشوق کے رخسار کے گرد جب سے حسن نے خط کھینچا ہے

ماہ ز حسنِ روئے او راست فتادہ در غلط
اس کے چہرے کے حسن کو دیکھ کر چاند واقعی غلطی میں پڑ گیا ہے

از ہوسِ لبش کہ آں ز آبِ حیات خوشتر ست
اُس کے ہونٹ کے عشق میں جو آبِ حیات سے بہتر ہے

گشتہ رواں ز دیدہ ام چشمۂ آب ہمچو شط
میری آنکھ سے نہر جیسا چشمہ جاری ہو گیا ہے

خالِ سیاہ را برآں عارضِ سیم رنگ بیں
اس چاندی جیسے رنگ والے رخسار پر سیاہ تل دیکھو

راست ز مشک ماندہ آں بر رخِ ماہ یک نقط
بالکل مشک کا ایک نقطہ ہے جو چاند کے رخ پر قائم ہوا ہے

موئے کشادہ کردہ خوی تا بچمن درآمدی
پسینے میں نہائے ہوئے بال کھولے ہوئے جب تو چمن میں آیا ہے

شد رخِ گل چو زعفراں مشک و گلاب شد سقط
گلاب کا رخسار زعفران کی طرح ہو گیا ہے، مشک اور گلاب گری پڑی چیزیں بن گئے

گہ بہواش میدہم گرد مثالِ جان و دل
کبھی اس کی محبت میں جان اور دل گرد کی طرح بہاتا ہوں

گاہ بآب میکشم آتشِ عشق ہمچو بط
کبھی بط کی طرح عشق کی آگ کو پانی سے بجھاتا ہوں

گر بغلامی خودم شاہ قبول میکند
اگر مجھے بادشاہ اپنی غلامی میں قبول کرتا ہے

تا بمبارکی دہم بندہ بہ بندگیش خط
تو بیشک خادم اُس کی غلامی کی تحریرِ مبارکی میں لکھ کر دیدے گا

آبِ حیات حافظا گشتہ خجل ز نظمِ تو
اے حافظا تیری غزل سے آبِ حیات شرمندہ ہو گیا

کس بہوائے عشقِ او شعر نگفتہ زیں نمط
اس کے عشق میں اس طریقہ پر کسی نے شعر نہیں کہا ہے

ردیفِ ظائے معجمہ

ز چشمِ بد رُخِ خوبِ ترا خدا حافظ
نظرِ بد سے تیرے حسین رخسار کا خدا نگہبان ہو

کہ کرد جملہ نکوئی بجائے ما حافظ
اس لیے کہ اے حافظا اس نے ہمارے ساتھ ساری بھلائیاں کی ہیں

اگرچہ خونِ دلت خورد لعلِ او لبتاں
اگرچہ اس کے ہونٹ نے تیرے دل کا خون پی لیا ہے لے لے

بکامِ دل ز لبش بوسہ خوں بہا حافظ
اے حافظ دل کے مدعا کے مطابق خون بہا میں اس کے ہونٹ کے بوسے

بزلف و خالِ بتاں دل مبند دیگر بار
بتوں کی زلف اور تل میں دوبارہ دل نہ پھنسا

اگر بجستی ازیں بند و ایں بلا حافظ
اے حافظا اگر تو اس قید اور مصیبت سے بچ نکلا ہے

بیا کہ نوبتِ صلح ست و دوستی و صفا
آجا کہ خلوص اور دوستی اور صلح کا وقت ہے

کہ با تو نیست مرا جنگ و ماجرا حافظ
اس لیے کہ اے حافظا تجھ سے میری کوئی لڑائی اور قصہ نہیں ہے

---

۱ معشوق کے چہرے کے گرد خط نے مزید حسن پیدا کر دیا ہے، چنانچہ چاند نے اس کو آفتاب سمجھ کر اُس سے نور حاصل کرنے کا خیال کیا جو واقعی غلط خیال ہے۔

۲ معشوق کے رُخ پر تل ایسا معلوم ہوتا ہے جیسا کہ چاند پر مشکیں نقطہ

۳ اگر شاہ غلامی میں قبول کرے تو مبارکبادی میں خطِ غلامی لکھ کر پیش کروں۔

۴ حافظ کے دل کا خون بہا یہی ہے کہ قاتل کے ہونٹ کے چند بوسے دلا دیے جائیں۔

توازکجا و اُمیدِ وصالِ اوز کجا
تو کہاں اور اس کے وصل کی امید کہاں

بدامنش نرسد دستِ ہر گدا حافظ
اے حافظ! اسکے دامن تک ہر گدا کا ہاتھ نہیں پہونچتا ہے

چہ ذوق یافتِ دلِ من ز وصلِ آں محبوب
اس محبوب کے وصل سے میرے دل نے کیا مزا پایا

مراست تحفۂ جاں بخش دلربا حافظ
اس لیے کہ اے حافظ مجھے دلربا کا جاں بخش تحفہ حاصل ہے

بیا بخواں غزلِ خوب و طرفہ و پُر سوز
آ، پُر درد، اور عجیب، اور اچھی غزل پڑھ

کہ شعرِ تست فرح بخش و جانفزا حافظ
اس لیے کہ اے حافظ تیرے اشعار فرحت بخشنے والے اور جانفزا ہیں

ردیفِ عینِ مُہملہ

بفرِّ دولتِ گیتی فروز شاہِ شجاع
شاہ شجاع کی دنیا کو روشن کرنے والی حکومت کے دبدبہ کی قسم

کہ نیست در نظرِ من جہاں حقیر متاع
کہ دنیا میری نگاہ میں ایک ذلیل پونجی ہے

صراحیے و حریفے خوشم ز دنیا بس
تمام دنیا میں بس ایک صراحی اور اچھا دوست میرے لیے کافی ہے

کہ غیر ازیں ہمہ اسبابِ تفرقہ است و صُداع
اس لیے کہ اس کے علاوہ سب پریشانی اور دردِ سر کے اسباب ہیں

مگوئے وعظ و بجامے بدل کن ایں شفقت
وعظ کہہ اور اس شفقت کو ایک جام سے تبدیل کر دے

کہ نیست با تو کسے را بہیچ گونہ نزاع
پھر کسی کا تجھ سے کوئی جھگڑا نہیں ہے

ز مسجدم بخرابات میفرستد عشق
عشق مجھے مسجد سے خرابات میں بھیجتا ہے

بسر ہمی روم ایجاں نمی کنیم نزاع
اے جان! میں سر کے بل جا رہا ہوں ہم کسی سے جھگڑا نہیں کرتے ہیں

بس ست بزرِ شبانہ مئے مُغانہ بیار
بت کا معمول کافی ہے، مُغوں کی شراب لا

حریفِ بادہ رسید اے رفیق تو بدرداع
شراب کا ساتھی پہونچ گیا ہے، اے توبہ کے ساتھی رخصت ہو

ہنر نمی خرد ایام و غیر ازینم نیست
زمانہ ہنر نہیں خریدتا ہے اور میرے پاس اسکے سوا کچھ نہیں ہے

کجا روم بتجارت بایں کسادِ متاع
اس کھوٹی پونجی کو لیکر تجارت کرنے کہاں جاؤں؟

بیار مے کہ چو خورشید مشعل افروزد
شراب لا اس لیے کہ جب آفتاب مشعل روشن کرتا ہے

رسد بکلبۂ درویش نیز فیضِ شعاع
فقیر کی کوٹھری میں بھی، شعاع کا فیض پہونچتا ہے

جبین و چہرۂ حافظ خدا جدا نکناد
خدا، حافظ کی پیشانی، اور چہرہ کو جدا نہ کرے

ز خاکِ بارگہِ کبریائے شاہِ شجاع
شاہ شجاع کی بلند بارگاہ کی خاک سے

بامداداں کہ ز خلوتگہِ کاخِ ابداع
صبح کو جبکہ ایجاد کے محل کی خلوت گاہ سے

شاہِ خاور فگند بر ہمہ اطراف شعاع
مشرق کا بادشاہ، چاروں طرف شعاعیں ڈالتا ہے

۱۔ دنیا کی چیزوں میں سے مشروق اور صراحی کافی ہے باقی دردِ سر ہے۔
۲۔ اے واعظ اپنی شفقت کا مظاہرہ بجائے وعظ کے ایک جام کے ذریعہ
۳۔ زمانہ میں ہنر کی کساد بازاری ہے اور میرے پاس اس کے علاوہ کوئی پونجی نہیں ہے۔
۴۔ یعنی جب صبح کو سورج نمودار ہوتا ہے اور مشرق سے ناچتا ہوا آئینہ گھماتا ہوا نمودار ہوتا ہے اور دنیا کو مختلف رنگوں میں دکھاتا ہے اور جمشید تک کے رقص خانہ میں زہرہ ارغنوں سنبھالتی ہے تو چنگ شور کرتی ہے اور منکرین پر طعنہ زنی کرتی ہے اور کہتی ہے کہ زمانہ کی حالت کو دیکھو عیش و عشرت میں وقت کاٹ دینا ہی بہترین بات ہے۔

برکشد آئینہ از جیبِ افق چرخِ زناں
افق کی جیب سے، گھماتے ہوئے، آئینہ نکالتا ہے
بنماید رخِ گیتی بہزاراں انواع
دنیا کا چہرہ، ہزاروں طرح سے دکھاتا ہے

در زوایائے طرب خانۂ جمشیدِ فلک
آسمان کے جمشید کے طرب خانہ کے گوشوں سے
ارغنوں ساز کند زہرہ بآہنگِ سماع
زہرہ بجانے کے ارادہ سے ارغنوں بجاتی ہے

چنگ در غلغلہ آید کہ کجا شد منکر
چنگ شور کرتی ہے، کہ منکر کہاں گیا!
جام در قہقہہ آید کہ کجا شد مناع
جام قہقہہ لگاتا ہے کہ روکنے والا کہاں گیا!

وضعِ دوراں بنگر ساغرِ عشرت برگیر
زمانہ کی حالت کو دیکھ، عیش کا ساغر تھام
کہ بہر حال ہمین ست بہینِ اوضاع
اس لئے، کہ بہترین حالتیں لامحالہ یہی ہیں

طرۂ شاہدِ دنیا ہمہ مکر ست و فریب
دنیا کے معشوق کی زلف تمام تر مکر اور فریب ہے
عارفاں بر سرِ ایں نکتہ نجویند نزاع
جانکار، اس نکتہ پر اختلاف نہیں کرتے ہیں

عمرِ خسرو طلب ار نفعِ جہاں می طلبی
اگر تو دنیا کا نفع چاہتا ہے، بادشاہ کی عمر کی درازی چاہ
کہ وجودیست عطا بخش و کریم و نفاع
اس لیے کہ وہ بڑا عطا بخشنے والا، سخی اور نفع رساں وجود ہے

مظہرِ لطفِ ازل روشنیِ چشمِ امل
ازلی مہربانی کا مظہر ہے، امید کی آنکھ کی روشنی ہے
جامعِ علم و عمل جانِ جہاں شاہ شجاع
علم و عمل کا جامع ہے، شاہِ شجاع دنیا کی جان ہے

حافظ ار بادہ خوری با صنمِ گلرخ خور
حافظ اگر تو شراب پئے تو گلابی رخسار والے معشوق کے ساتھ پی
کہ ازیں بہ نبود در دو جہاں ہیچ متاع
اس لیے کہ دونوں جہان میں اس سے بہتر کوئی پونجی نہیں ہے

در وفائے عشقِ تو مشہورِ خوبانم چو شمع[1]
میں حسینوں میں شمع کی طرح تیرے عشق کی وفاداری میں مشہور ہوا
شب نشینِ کوئے سربازان و رندانم چو شمع
میں شمع کی طرح، سر کی بازی لگانیوالوں اور رندوں کے کوچہ میں تمام رات بیٹھنے والا

کوہِ صبرم نرم شد چوں موم از دستِ غمت[2]
تیرے غم کے ہاتھوں میرے صبر کا پہاڑ موم کی طرح نرم ہو گیا ہے
تا در آب و آتشِ عشقت گدازانم چو شمع
جب سے کہ تیرے عشق کے آب و آتش میں شمع کی طرح پگھل رہا ہوں

بے جمالِ عالم آرائے تو روزِ من شب ست
تیرے عالم کو سنوارنے والے جمال کے بدون میرا دن رات ہے
با کمالِ عشقِ تو در عینِ نقصانم چو شمع[3]
تیرے عشق کے کمال کے ہوتے ہوئے بھی شمع کی طرح عین نقصان میں ہوں

رشتۂ صبرم بمقراضِ غمت ببریدہ شد
میرے صبر کا دھاگا تیرے غم کی قینچی سے کاٹ دیا گیا
ہمچناں در آتشِ ہجرِ تو سوزانم چو شمع
تیرے ہجر کی آگ میں، اسی طرح شمع کی مانند جل رہا ہوں

گر کمیتِ اشکِ گلگونم نبودے تند رو
اگر میرے سرخ آنسوؤں کا گھوڑا، تیز رو نہ ہوتا
کے شدے پیدا بگیتی رازِ پنہانم چو شمع[4]
میرا چھپا ہوا راز دنیا میں شمع کی مانند کب ظاہر ہوتا

روز و شب خوابم نمی آید بچشمِ غم پرست
میری غم پرست آنکھ میں دن رات نیند نہیں آتی ہے
بسکہ در بیماریِ ہجرِ تو گریانم چو شمع
بس تیرے ہجر کی بیماری میں شمع کی طرح روتا ہوں

در میانِ آب و آتش ہمچناں سرگرمِ تست
پانی اور آگ کے درمیان بھی اسی طرح تیرے لئے سرگرم ہے
ایں دلِ زار و نزار و اشکبارانم چو شمع
میرا یہ دل جو عاجز اور لاغر ہے اور شمع کی طرح آنسو بہانے والا ہے

[1] تیرے عشق میں حسینوں کی مجلس میں شمع کی طرح مشہور ہوں۔
[2] جب سے تیرے ہجر میں شمع کی طرح پگھل رہا ہوں میرا کوہِ صبر موم بن گیا ہے۔
[3] شمع ہر وقت پگھلتی اور گھٹتی رہتی ہے۔
[4] میں تو راز دار تھا آنسوؤں نے راز پھیلا دیا۔

در شبِ ہجراں مرا پروانۂ وصلے فرست
ہجر کی رات میں میرے پاس وصل کا پروانہ بھیج دے

ورنہ از آہے جہانے را بسوزانم چو شمع
ورنہ آہ کے ذریعہ ایک دنیا کو شمع کی طرح جلا ڈالوں گا

سرفرازم کن شبے از وصلِ خود اے ماہرو
اے چاند جیسے چہرے والے! کسی رات کو اپنے وصل سے مجھے کامیاب بنا

تا منور گردد از دیدارت ایوانم چو شمع
تاکہ شمع کی طرح تیرے دیدار سے میرا مکان منور ہو جائے

ہمچو صبحم یک نفس باقیست بے دیدارِ تو
تیرے دیدار کے بدولہ میرا ایک سانس باقی ہے صبح کی طرح مجھے

چہرہ بنما دلبرا تا جاں بیفشانم چو شمع
اے دلبر! چہرہ دکھا تاکہ شمع کی طرح جان قربان کر دوں

آتشِ مہرِ ترا حافظ عجب در سر گرفت
تیرے عشق کی آگ حافظ کے سر میں عجب لگی ہے

آتشِ دل کے بآبِ دیدہ بنشانم چو شمع
شمع کی طرح دل کی آگ کو آنکھ کے پانی سے کب بجھا سکتا ہوں

قسم بحشمتِ جاہ و جلالِ شاہ شجاع
شاہ شجاع کے جاہ و جلال کی حشمت کی قسم

کہ نیست با کسم از بہر مال و جاہ نزاع
کہ مال اور مرتبہ کے لئے میرا کسی سے جھگڑا نہیں ہے

بفیضِ جرعۂ جامِ تو تشنہ ایم و لے
ہم تیرے جام کے گھونٹ کے فیض کے پیاسے ہیں لیکن

نمی کنیم دلیری نمی دہیم صداع
ہم دلیری نہیں کرتے، درد سر نہیں دیتے

خدائے را بمیم شست و شوئے خرقہ کنید
خدا کے لیے میری گدڑی کو شراب کے ذریعہ پاک صاف کر دو

کہ من نمی شنوم بوئے خیر ازیں اوضاع
اس لیے کہ ان حالتوں سے مجھے خیر کی خوشبو نہیں آتی ہے

ببیں کہ رقص کناں می رود بنالۂ چنگ
دیکھ! چنگ کے نالہ پر ناچتا جا رہا ہے

کسے کہ اذن نمی داد بہ استماعِ سماع
وہ، جو گانا سننے کی اجازت نہ دیتا تھا

بعاشقاں نظرے کن بشکرِ ایں نعمت
اس نعمت کے شکرانہ میں، عاشقوں کی طرف نظر کر

کہ من غلامِ مطیعم تو بادشاہِ مطاع
کہ میں فرمانبردار غلام ہوں، اور تو مطاع بادشاہ ہے

برو ادیب و نصیحت مگو کہ دیگر تو
اے ادب سکھانے والے! چلا جا اور نصیحت نہ کر اس لیے کہ پھر تو

نہ بینیم پس ازیں ہیچگہ بکنجِ بقاع
اس کے بعد زمین کے گوشہ پر کبھی جگہ مجھے نہ دیکھ گا

ز زہدِ حافظ و طاماتِ او ملول شدم
حافظ کے زہد اور اس کی بزرگی کی ڈینگوں سے میں ملول ہو گیا ہوں

بساز رود و غزل گوئی بر سرودِ سماع
رود بجا، اور قوالی کی لے میں غزل سنا

ردیفِ غینِ معجمہ

سحر چو بلبلِ بیدل دمے شدم در باغ
صبح کو بیدل بلبل کی طرح میں تھوڑی دیر کے لئے باغ میں گیا

کہ تا چو بلبلِ بیدل کنم علاجِ دماغ
تاکہ بے دل بلبل کی طرح، دماغ کا علاج کروں

۱؎ ہجر کی رات وصل کا پروانہ بھیج دے ورنہ آہ کے ذریعہ دنیا کو شمع کی طرح جلا ڈالوں گا پروانہ اور شمع کا جوڑ پر لطف ہے
۲؎ میں زندگی کے آخری سانس لے رہا ہوں چہرہ دکھا دے تاکہ شمع کی طرح میں بھی جان دے دوں جو صبح ہوتے ہی بجھ جاتی ہے۔
۳؎ پانی آنکھ سے جاری ہے آگ دل میں لگی ہے تو اس پانی سے وہ آگ کیسے بجھ سکتی ہے۔
۴؎ ہم خود بڑھ کر جام اٹھا لینے کی دلیری نہیں کرنا چاہتے ہیں ممکن ہے ناگواری کا سبب بن جائے
۵؎ گدڑی میں سے ریا کی بو آ رہی ہے اس کو شراب سے دھو ڈالو۔
۶؎ وہ محتسب دوسروں کو سماع کی اجازت نہ دیتا تھا اب خود چنگ کی آواز پر رقص کر رہا ہے۔

بچهرهٔ گلِ سوری نگاه میکردم
میں گلِ سوری کے چہرہ کو دیکھ رہا تھا

که بود در شبِ تاری بروشنی چو چراغ
جو اندھیری رات میں روشنی دینے میں چراغ کی طرح تھا

چنان بحسن و جوانی خویشتن مغرور
اپنے حسن اور جوانی پر ایسا مغرور تھا

که داشت از دلِ بلبل هزار گونه فراغ
کہ بلبل کے دل سے ہزار طرح کی بے پروائی رکھتا تھا

گشاده نرگسِ رعنا بحسرت آب از چشم
حسین نرگس حسرت میں آنکھ سے آنسو بہا رہی تھی

نهاده لالهٔ حمرا بجان و دل صد داغ
سُرخ لالہ، دل اور جان میں سو داغ رکھتا تھا

زبان کشیده چو تیغی بسرزنش سوسن
سوسن سرزنش کے لیے تلوار کی طرح زبان سونتے ہوئے تھی

دهان گشاده شقائق چو مردمانِ نباغ
گلِ لالہ دو بولیوں والے انسانوں کی طرح مُنہ پھیلائے ہوئے تھا

یکے چو باده پرستاں صراحی اندر دست
ایک بادہ پرستوں کی طرح، صراحی ہاتھ میں لیے تھا

یکے چو ساقی مستاں بکف گرفته ایاغ
ایک مستوں کے ساقی کی طرح پیالہ ہاتھ میں لیے تھا

نشاط و عیشِ جوانی چو گل غنیمت داں
خوشی اور جوانی کے عیش کو پھول کی طرح غنیمت سمجھ

که حافظا نبود بر رسول غیر بلاغ
اس لیے کہ اے حافظ رسول کی ذمہ داری بجز پیغام پہونچانے کے کچھ نہیں ہے

ردیفِ فائے مُوحّدہ

طالع اگر مدد کند دامنش آورم بکف
نصیبا اگر مدد کرے تو اس کا دامن ہاتھ سے پکڑ لوں گا

گر بکشم زهے طرب ور بکشد زهے شرف
اگر میں اس کو کھینچ لوں زہے خوشی اور اگر وہ کھینچ لے زہے عزت

طرفِ کرم ز کس نبست این دلِ پر امید من
میرے اس امید وار دل نے کسی سے کرم کا فائدہ نہ اٹھایا

گرچه صبا همی برد قصهٔ من بهر طرف
اگرچہ صبا، میرا قصہ ہر طرف لیجا رہی ہے

چند بناز پرورم مهر بتان سنگدل
سنگدل معشوقوں کی محبت کو میں کہاں تک ناز سے پالوں

یاد پدر نمیکنند این پسران ناخلف
یہ نالائق لڑکے اپنے باپ کو بھی یاد نہیں کرتے ہیں

از خمِ ابروے توام هیچ گشایشے نشد
تیرے ابرو کے خم سے مجھے کوئی آرام نہ ملا

وه که دریں خیالِ کج عمرِ عزیز شد تلف
ہائے اس غلط خیال میں پیاری عمر تلف ہو گئی

من بخیالِ زاهدی گوشه‌نشین و طرفه آنک
میں تقوے کے خیال سے گوشہ نشین ہوں، اور تعجب یہ کہ

مُغبچهٔ ز هر طرف میزندم بچنگ و دف
ایک مُغبچہ ہر طرف سے میرے لئے چنگ اور دف بجا رہا ہے

ابروے دوست کے شود دست‌کشِ خیالِ من
دوست کی ابرو میرے خیال سے کب دست بردار ہو سکتی ہے

کس نزدست زیں کمان تیرِ مراد بر هدف
اس کمان کے ذریعہ کسی نے نشانہ پر تیرِ مراد نہیں مارا ہے

بیخبرند زاهدان نقش بخوان و لاتقل
زاہد بے خبر ہیں، تو نقش پڑھ اور نہ بتا

مستِ ریاست محتسب باده بنوش و لاتخف
محتسب ریاکاری میں مست ہے، تو شراب پی اور نہ ڈر

۱ گلِ سوری اپنے حسن اور نوجوانی پر مغرور تھا اور بلبل کے عشق سے بے پروا تھا۔

۲ صبح کو نرگس کے پھول پر جو شبنم ہوتی ہے اس کو حسرت کے آنسوؤں سے تعبیر کیا ہے۔

۳ گلِ سوسن نیلے رنگ کا پھول ہے جس کی پتیوں کو زبان سے تشبیہ دیجاتی ہے، شقائق لالہ کے پھول کو کہتے ہیں۔

۴ حافظ کا یہی پیغام ہے جو پہلے مصرع میں دیا ہے۔

۵ دامن کھینچ لیا تو مقصد پورا ہوا اور اگر قتل کر دیا تو عزت ملی۔

۶ صبا نے میرے عشق کی داستان ہر جگہ کہی لیکن کہیں سے مدد حاصل نہ ہوئی ہے لہٰذا ہمیں بھی ان سے دعا کی کیا اُمید ہو سکتی ہے۔

۷ میں زہد کے خیال سے گوشہ نشیں ہونا چاہتا ہوں لیکن مُغبچے بیٹھنے نہیں دیتے ہیں۔

صوفیِ شہر بیں کہ چوں لقمۂ شبہہ میخورد
شہر کے صوفی کو دیکھو! حرام کا لقمہ کس طرح کھاتا ہے

یالش دُمش دراز باد ایں حیوانِ خوش علف
اس خوش خوراک جانور کی گردن کے بال اور دم دراز ہو

من بکدام دلخوشی مے خورم و طرب کنم
میں کس خوش دلی سے شراب پیوں، اور مستی کروں،

کز پس و پیش خاطرم لشکرِ غم کشیدہ صف
اس لیے کہ میری طبیعت کے آگے پیچھے غم کے لشکر نے صف بندی کی ہے

حافظا گر قدم زنی در رہِ خاندانِ عشق
اے حافظ اگر تو خاندانِ عشق کے راستے میں قدم دھرے گا

بدرقہ رہت شود ہمتِ شحنۂ نجف
نجف کے کوتوال کی باطنی توجہ تیرے راستہ کی رہبر ہوگی

ردیفِ قاف

زبانِ خامہ ندارد سرِ بیانِ فراق
قلم کی زبان، فراق کے بیان کی طاقت نہیں رکھتی ہے

وگرنہ شرح دہم با تو داستانِ فراق
ورنہ تجھ سے فراق کی داستان کی تفصیل بیان کروں

رفیقِ خیلِ خیالیم و ہمرکابِ شکیب
ہم خیال کے لشکر کے ساتھی، اور صبر کے ہمرکاب ہیں

قرینِ محنت و اندوہ و ہمقرانِ فراق
محنت اور رنج کے ساتھی، اور فراق کے ملاقاتی ہیں

دریغ مدتِ عمرم کہ بر امیدِ وصال
افسوس ہے میری عمر کی مدت پر کہ وصال کی امید میں

بسر رسید و نیامد بسر زمانِ فراق
ختم ہو چلی، اور فراق کا زمانہ ختم نہ ہوا

سرے کہ بر سرِ گردوں بفخر می سودم
وہ سر جس کو میں فخر سے آسمان کے سر سے لگاتا تھا

ز روئے عجز نہادم بر آستانِ فراق
عاجزی کی وجہ سے میں نے فراق کی چوکھٹ پر رکھ دیا

چگونہ باز کنم بال در ہوائے وصال
وصال کی ہوا میں، پروں کو کیسے پھیلاؤں؟

کہ ریخت مرغِ دلم پر در آشیانِ فراق
اس لیے کہ میرے دل کے پرندے نے فراق کے آشیانہ میں پر گرا دیا

بسے نماند کہ کشتیِ عمر غرقہ شود
زیادہ وقفہ نہیں رہا کہ عمر کی کشتی ڈوب جائے

ز موجِ شوقِ تو در بحرِ بیکرانِ فراق
فراق کے لا انتہا سمندر میں، تیرے شوق کی بے تابی کی وجہ سے

فلک چو دید سرم را اسیرِ چنبرِ عشق
میرے سر کو آسمان نے، جب عشق کے پھندے کا قیدی دیکھا

ببست گردنِ صبرم بریسمانِ فراق
تو میرے صبر کی گردن، فراق کی رسی سے کس دی

کنوں چہ چارہ کہ در بحرِ غم بگردابے
اب کیا تدبیر ہے کہ غم کے سمندر کے ایک بھنور میں

فتاد کشتیِ صبرم ز بادبانِ فراق
فراق کے بادبان کی وجہ سے میرے صبر کی کشتی پھنس گئی ہے

چگونہ دعوئے وصلت کنم بجاں کہ شدہ است
میں جان کے ذریعہ کس طرح سے تیرے وصل کا دعویٰ کروں اس لیے کہ

تنم وکیلِ قضا و دلم ضمانِ فراق
میرا جسم قضا کا وکیل اور میرا دل فراق کا ضامن ہو گیا ہے

فراق و ہجر کہ آورد در جہاں یارب
اے خدا فراق اور ہجر کو دنیا میں کون لایا تھا؟

کہ روئے ہجر سیہ باد و خانمانِ فراق
خدا کرے ہجر کا چہرہ، اور فراق کا گھر سیاہ ہو۔

۱؎ صوفی جو دو سروں کی کمائی کھاتا ہے ایک خوش خوراک جانور ہے خدا اس کی دم اور گردن کے بال دراز کرے۔
۲؎ نجف عراق کا وہی شہر ہے جہاں حضرت علی کرم اللہ وجہہ مدفون بتلائے جاتے ہیں شحنۂ نجف سے وہی مراد ہیں یعنی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی باطنی توجہ تیری رہنمائی کرے گی۔
۳؎ داستانِ فراق بیان کرنے کی قلم میں طاقت نہیں ہے ورنہ اس کی خوب تشریح کرتا۔
۴؎ فراق کا زمانہ اس قدر دراز تھا کہ تمام عمر وصل کی امید میں ختم ہو گئی۔
۵؎ اب مرغِ دل بے بال و پر ہے اس میں پرواز کی طاقت نہیں رہی ہے۔
۶؎ اب زیادہ دیر نہیں ہے ہم عنقریب فراق میں جان دے دیں گے
۷؎ جبکہ جسم اور دل ہی ہمارا ساتھ نہیں دیتے ہیں ہم وصل کا دعویٰ کس طرح کریں؟

زسوزِ شوق دلم شد کباب دور از یار
دوست سے دور، عشق کی سوزش سے میرا دل کباب ہو گیا ہے

مدام خونِ جگر میخورم زخوانِ فراق
میں ہمیشہ فراق کے دسترخوان سے خونِ جگر کھاتا ہوں

بپائے شوق گر ایں رہ بسر شدے حافظ
اے حافظ! اگر شوق کے پیر سے راستہ طے ہوتا

بدستِ ہجر ندادے کسے عنانِ فراق
فراق کی باگ، ہجر کے ہاتھ میں کوئی نہ دیتا

مباد کس چو منِ خستہ مبتلائے فراق
مجھ خستہ کی طرح خدا کرے کوئی فراق میں مبتلا نہ ہو

کہ عمرِ من ہمہ بگذشت در بلائے فراق
اس لیے کہ میری تمام عمر فراق کی مصیبت میں بیت گئی

غریب و عاشق و بیدل فقیر و سرگرداں
میں، پردیسی، اور عاشق، اور بیدل، اور فقیر، اور حیران ہوں

کشیدہ محنتِ ایام و دردہائے فراق
زمانے کی مصیبت اور فراق کے درد اٹھائے ہوئے ہوں

اگر بدستِ من افتد فراق را بکشم
اگر میرے ہاتھ پڑ جائے، تو فراق کو مار ڈالوں

بآبِ دیدہ دہم باز خونبہائے فراق
اور پھر فراق کا خون بہا آنسوؤں سے ادا کروں

کجا روم چہ کنم حالِ دل کرا گویم
کہاں جاؤں کیا کروں، دل کا حال کس سے کہوں؟

کہ دادِ من بستاند دہد جزائے فراق
جو میرا انصاف کرے، فراق کو سزا دے

ز دردِ ہجر و فراقم دمے خلاصی نیست
ہجر اور فراق کے درد سے تھوڑی دیر کے لیے بھی میرا چھٹکارا نہیں ہے

خدائے را بستاں داد و دہ سزائے فراق
خدا کے لیے میرا انصاف کر اور فراق کو سزا دے

فراق را بفراقِ تو مبتلا سازم
فراق کو تیرے فراق میں، مبتلا کر دوں

چنانکہ خوں بچکانم ز دیدہائے فراق
اس طور پر کہ فراق کی آنکھوں سے خون ٹپکاؤں

من از کجا و فراق از کجا و غم ز کجا
میں کہاں کا، فراق کہاں کا؛ اور غم کہاں سے؟

مگر کہ زاد مرا مادر از برائے فراق
شاید میری ماں نے، مجھے فراق کے لیے جنا ہے

بداغِ عشقِ تو حافظ چو بلبلِ سحری
تیرے عشق کے داغ کی وجہ سے حافظ صبح کی بلبل کی طرح

زند بروز و شباں خونفشاں نوائے فراق
دن رات فراق کے خون برسانے والے نعرے لگاتا ہے

مقامِ امن و مےِ بیغش و رفیقِ شفیق
امن کی جگہ، اور خالص شراب، اور مہربان ساتھی

گرت مدام میسر شود زہے توفیق
اگر تجھے ہمیشہ میسر آجائیں، تو زہے نصیب

جہان و کارِ جہاں جملہ ہیچ در ہیچ ست
دنیا اور دنیا کے کام سب، ہیچ در ہیچ ہیں

ہزار بار من ایں نکتہ کردہ ام تحقیق
میں نے ہزار بار، اس نکتہ کی تحقیق کی ہے

دریغ و درد کہ تا ایں زماں ندانستم
افسوس، اور درد ہے کہ میں اس وقت تک جان نہ سکا

کہ کیمیائے سعادت رفیق بود رفیق
کہ مخلص دوست خوش نصیبی کی کیمیا ہے

برو بامنے رو و فرصت شمر غنیمتِ وقت
کسی امن کی جگہ چلا جا، اور فرصت کو وقت کی غنیمت سمجھ

کہ در کمینگہ عمرند قاطعانِ طریق

ا۔ عشق کی منزل اگر پائے شوق سے طے ہو جایا کرتی تو اپنے آپ کو کون ہجر کے سپرد کرتا۔
۲۔ مجھ خستہ کی اب یہ حالتیں ہیں۔
۳۔ یعنی فراق کو قتل کر کے خوشی کے آنسو خون بہا میں دے دوں گا۔
۴۔ لطف یہ ہے کہ فراق خود فراق میں مبتلا ہو جائے۔
۵۔ بلبل بھی فراق میں مبتلا ہے اور میں بھی۔
۶۔ توفیقِ خداوندی ہے اگر یہ چیزیں مہیا ہو جائیں تو زہے نصیب۔
۷۔ کسی مخلص دوست کا حاصل ہو جانا کیمیائے سعادت ہے۔

کجاست[1] اہلِ دلے تا کند دلالتِ خیر
لہٰذا ہے وہ اہل دل کہ جو بہتری کی رہنمائی کرے؟

کہ ما بدوست نبردیم رہ بہیچ طریق
اس لیے کہ ہم نے کسی طریقہ پر دوست کا راستہ نہ پایا

فدائے غمزۂ ساقی ہزار جاں آندم
میں ساقی کی ادا پر، ہزار جان سے قربان ہوں، جب کہ

کہ تر کند لبِ لعل از شراب ہمچو عقیق
وہ عقیق جیسی شراب سے ہونٹ تر کرے

حلاوتے کہ ترا در چہِ زنخدانست
وہ شیرینی جو تیری ٹھوڑی کے کنویں میں ہے

بکنہِ او نرسد صد ہزار فکرِ عمیق
ہزاروں گہری فکریں اس کی حقیقت کو نہیں پہنچ سکتی ہیں

اگرچہ[2] موئے میانت بچوں منے نرسد
اگرچہ تیری کمر کا بال مجھ جیسے تک نہیں پہونچتا

خوش ست خاطرم از فکرِ ایں خیالِ دقیق
لیکن اس باریک خیال سے میری طبیعت خوش ہے

ازاں برنگِ عقیقست اشکِ من ہمہ وقت
اسی وجہ سے میرے آنسو ہر وقت عقیق کے رنگ کے ہیں

کہ مہرِ خاتمِ چشمِ منست ہمچو عقیق
کہ میری آنکھ کی انگوٹھی کی مہر، عقیق جیسی ہے

بیا کہ توبہ زلعلِ نگار و خندۂ جام
تو آجا، اس لیے کہ محبوب کے ہونٹ اور جام کے قہقہہ سے توبہ

تصوریست کہ عقلش نمیکند تصدیق
ایک ایسا تصور ہے، جس کی تصدیق عقل نہیں کرتی ہے

بخندہ گفت کہ حافظ غلامِ طبعِ توام
اس نے ہنسی میں کہا کہ اے حافظ! میں تیری طبیعت کا غلام ہوں

ببیں کہ تا بچہ حدّم ہمی کند تحمیق
دیکھ، کس حد تک مجھے بے وقوف بنا تا ہے

ردیفِ کافِ عربی

اگر شراب[3] خوری جرعۂ فشاں بر خاک
اگر تو شراب پیے، تو ایک گھونٹ زمین پر چھڑک دے

ازاں گناہ کہ نفعے رسد بغیر چہ باک
جس گناہ سے دوسرے کو فائدہ پہونچے اس سے کوئی نقصان نہیں ہے

بزن براوجِ فلک حالیا سرادقِ عشق
اب آسمان کی بلندی پر عشق کی قنات تان دے

کہ خود برد اجلت ناگہاں تیرہ مغاک
اس لیے کہ اچانک تجھے خود تیری موت تاریک گڑھے میں لیجائیگی

مخور دریغ[4] و بخورمے بشاہد و دف و چنگ
افسوس نہ کر اور معشوق اور دف اور چنگ کے ساتھ شراب پی

کہ بیدریغ زند روزگار تیغِ ہلاک
اس لیے کہ زمانہ بے دریغ ہلاکت کی تلوار مارتا ہے

بخاکِ پائے[5] تو اے سروِ نازپرورِ من
اے میرے نازپرور سرو! تجھے اپنے پیر کی خاک کی قسم

کہ روزِ واقعہ پا وامگیرم از سرِ خاک
کہ موت کے روز میری خاک سے پاؤں نہ ہٹانا

چہ[6] دوزخی چہ بہشتی چہ آدمی چہ ملک
کیا دوزخی، کیا بہشتی، کیا آدمی کیا فرشتہ

بمذہبِ ہمہ کفرِ طریقت ست امساک
سب کے مذہب میں بخل، طریقت کا کفر ہے

فریبِ دخترِ رز طرفہ میزند رہِ عقل
انگور کی بیٹی کا فریب عجب طرح عقل پر ڈاکہ ڈالتا ہے

مبادتا بقیامت خرابِ طارمِ تاک
انگور کی ٹٹی قیامت تک برباد نہ ہو

---

[1] اب تو اہلِ دل کی دعا سے ہی وصال میسر آسکے گا۔

[2] اگرچہ کمر تک رسائی نہیں لیکن یہ باریک خیال ہی باعثِ لطف ہے۔

[3] توبہ عقلاً ممکن نہیں ہے لہٰذا اے ساقی تو آکر شراب پلادے۔

[4] زمین پر ایک گھونٹ گرا دینے سے شاید کوئی پیاسا مردہ سیراب ہو جائے۔

[5] جب تک موقع ملے لطف کی زندگی گذار، ورنہ زمانہ تباہی کے درپے ہے۔

[6] موت کے وقت موجود رہنا، تاکہ مجھے پاؤں کا شرف حاصل ہو جائے۔

[7] بخل سب ہی کے نزدیک برا ہے۔

براہِ میکدہ حافظ خوش از جہاں رفتی
اے حافظ دنیا سے میکدہ کے راستہ تو خوب اٹھا چلا گیا

دعائے اہلِ دلت باد مونسِ دلِ پاک
تیرے پاک دل کے لئے اہلِ دل کی دعا غمخوار رہے

اے دلِ ریش مرا بالبِ تو حقِ نمک
اے محبوب میرے زخمی دل کا تیرے ہونٹ پر حقِ نمک ہے

حق نگہدار کہ من میروم اللہ معک
حق کی حفاظت کر کہ میں جاتا ہوں خدا تیرے ساتھ ہے

توئی آں گوہرِ پاک کہ در عالمِ قدس
تو ہی وہ دُرِ یکتا ہے کہ عالمِ قدس میں

ذکرِ خیرِ تو بود حاصلِ تسبیحِ ملک
فرشتوں کی تسبیح کا حاصل، تیرا ذکرِ خیر ہوتا ہے

در خلوصِ منت ار ہست شکے تجربہ کن
اگر تجھے میرے خلوص میں شک ہے تجربہ کرلے

کس عیارِ زرِ خالص نشناسد چو محک
کسوٹی کی طرح خالص سونے کے خالص پن کو کوئی نہیں پہچانتا ہے

گفتہ بودی کہ شوم مست و دو بوست بدہم
تو نے کہا تھا میں مست ہوں گا اور تجھے دو بوسے دوں گا

وعدہ از حد بشد و ما نہ دو دیدیم و نہ یک
وعدہ حد سے گزر گیا اور ہم نے نہ دو دیکھے نہ ایک

بکشا پستۂ خنداں و شکر ریزی کن
مسکراتا ہوا پستہ کھول، اور شکر ریزی کر

خلق را از دہنِ خویش میندار بہ شک
مخلوق کو اپنے منہ کے بارے میں شک میں نہ ڈال

چرخ برہم زنم ار جز بمرادم گردد
آسمان کو درہم برہم کردوں گا اگر وہ میری مراد کے سوا گھومے گا

من نہ آنم کہ زبونی کشم از چرخِ فلک
میں وہ نہیں ہوں، کہ چرخِ فلک سے زبوں حالی برداشت کرلوں

چوں بر حافظِ خویشش نگذاری بارے
جبکہ اُس کے، اپنے حافظ کے پاس آنے نہیں چھوڑتا ہے

اے رقیب از برِ او یک دو قدم پیشتر ک
تو اے رقیب تو بھی اس سے ایک دو قدم دور رہ

اے پیکِ پے خجستہ چہ نامی فدیت لک
اے مبارک قدم، قاصد تیرا کیا نام ہے؟ میں تجھ پر قربان

ہرگز سیاہ چردہ ندیدم بایں نمک
میں نے کوئی گندمی رنگ والا اس ملاحت کا نہیں دیکھا

خوباں سزد کہ بر درت آیند جملگی
حسینوں کو چاہیے کہ سب تیرے در پر آئیں

وانگاہ خاکِ پائے تو بوسند یک بیک
پھر ایک ایک کر کے تیری خاکپا کو بوسہ دیں

ہم ظاہر از دو چشمِ تو در دیدہ مردمی
تیری دونوں آنکھوں کی وجہ سے آنکھ میں انسانیت ظاہر ہے

ہم روشن از دو لعلِ تو در دیدہ مردمک
تیرے دو ہونٹوں سے آنکھ میں پتلی روشن ہے

آدم ز حسنِ روئے تو گر بہرہ داشتے
اگر آدم تیرے چہرے کے حسن سے، حصہ رکھتے

از دیدنش بسجدہ نپرداختے ملک
فرشتے ان کا دیکھنا چھوڑ کر سجدے میں نہ گرتے

صورتگرانِ چیں اگر آں چہرہ بنگرند
چین کے مصور، اگر وہ چہرہ دیکھ لیں

نقشِ نگار خانۂ چیں را کنند حک
تو چین کے نگار خانہ کے نقش کو مٹا ڈالیں

از طرفِ بام روئے چو ماہِ تو ہر شبے
ہر شب میں بالاخانہ کے کنارے سے تیرا چاند جیسا چہرہ

مانندِ آفتاب ہمی تابد از فلک
ایسا چمکتا ہے، جیسے کہ آسمان سے سورج

ا۔ ہمارے زخمی دل کا تیرے ہونٹوں پر حق نمک ہے ہم تو رخصت ہوتے ہیں تو اس کی حفاظت کر
۲۔ پستے سے مراد منہ ہے یعنی منہ سے بات کر اور مسکرا ورنہ لوگ اس منہ کے وجود میں شک کریں گے۔
۳۔ اگر تو معشوق کو حافظ سے دور رکھتا ہے تو خود بھی دو چار قدم اس سے دور رہ۔
۴۔ یہ نعت، خواجہ صاحب نے آنحضور کی تعریف میں کہی ہے سیاہ چردہ آنحضور کو اس لئے کہا ہے کہ آنحضور کا حسن ملیح تھا
۵۔ آدم میں اگر حسین ہوتا تو فرشتے دیدار کو چھوڑ کر سجدہ میں کبھی مصروف نہ ہوتے۔ شعر
دو نیمہ صالِ آں ہنگام تماشا
نظارہ خبیدن افرتاں بحو بود

در دوستیِ حافظ اگر نیستت یقیں
اگر تجھے، حافظ کی دوستی کا یقین نہیں ہے

زرِ خالص ست و باک نمیدارد از محک
سونا خالص ہے اور وہ کسوٹی کا ڈر نہیں رکھتا ہے

اے کہ شور افگندۂ در بزمِ خوباں از نمک
اے وہ محبوب! کہ تو نے نمک کی وجہ سے حسینوں کی محفل میں دھوم مچا دی

دادِ مستانِ لبت در خندہ لبستاں از نمک
ہنس کر اپنے ہونٹوں کے مستوں سے ملاحت کی داد حاصل کر

می بَرد آبِ گہر لعلت بدُر پاشی و لطف
موتی بکھیرنے اور پاکیزگی کی وجہ سے تیرے ہونٹ گوہر کی آب لیجاتے ہیں

میکند نرخِ شکر یاقوت ارزاں از نمک
یاقوت شکر کے نرخ کو نمک سے بھی سستا بنا رہا ہے

از نمک خنداں کنی ہر دم بنوعے پستہ را
تو ہر ساعت ایک خاص طرح پر نمک کی وجہ سے پستہ کو ہنساتا ہے

دیدۂ آنرا کہ گردد پستہ خنداں از نمک
اے محبوب! تو نے نمک سے پستہ کو ہنستا ہوا دیکھ لیا ہے!

شور می بینم از آں جادوئے مستت در شراب
تیرے اس مست جادو سے میں شراب میں شور دیکھتا ہوں

ذوق می یابم دراں چاہِ زنخداں از نمک
نمک کا ذوق تیرا اس ٹھوڑی کے کنوئیں میں حاصل کرتا ہوں

گر نباتت میبُرد جاں بشیرینی و لطف
اگر تیری مصری شیرینی اور پاکیزگی کی وجہ سے جان نکال لیتی ہے

قندِ شور انگیز لعلت میدہد جاں از نمک
تو تیرے ہونٹوں کی شور انگیز قند نمک کی وجہ سے جان عطا کرتی ہے

شد دلم ریش از لبِ پُر شورِ شیرینت ولے
میرا دل تیرے پر شور شیریں ہونٹ سے زخمی ہو گیا لیکن

میکند زخمِ مرا ہر لحظہ درماں از نمک
ہر لحظہ میرے زخم کا علاج نمک سے کرتا ہے

ہر چہ جامِ بادہ خواہد کرد از تلخی و شور
تلخی اور شور کی وجہ سے شراب کا جام جو کچھ کرے گا

شکرِ شیریں لعلت میکند آں از نمک
تیرے میٹھے ہونٹوں کی شکر نمک کی وجہ سے وہی کچھ کرتی ہے

آبِ حیواں یافت حافظ از نمکدانِ لبت
حافظ نے تیرے ہونٹوں کے نمک دان سے آبِ حیات پا لیا

گرچہ ہرگز کس نیابد آبِ حیواں از نمک
اگرچہ کوئی شخص کبھی نمک سے آبِ حیات نہیں پاتا ہے

ہزار دشمنم ار میکنند قصدِ ہلاک
مجھے ہلاک کرنے کا اگر ہزاروں دشمن قصد کرتے ہیں

گرم تو دوستی از دشمناں ندارم باک
اگر تو میرا دوست ہے مجھے دشمنوں کی پروا نہیں ہے

مرا امیدِ وصالِ تو زندہ میدارد
مجھے تیرے وصل کی امید زندہ رکھتی ہے

وگرنہ ہر دمم از ہجرتست بیمِ ہلاک
ورنہ ہر وقت مجھے تیرے ہجر سے ہلاکت کا خوف ہے

نفس نفس اگر از باد نشنوم بویت
اگر ایک ایک سانس تیری خوشبو ہوا سے نہ سونگھوں

زماں زماں کنم از غم چو گل گریباں چاک
ہر وقت غم کی وجہ سے پھول کی طرح گریبان چاک کروں

رود بخواب دو چشم از خیالِ تو ہیہات
تیرے خیال کو چھوڑ کر دونوں آنکھیں سو جائیں، افسوس ہے

بود صبور دل اندر فراقِ تو حاشاک
تیرے فراق میں دل صبر کرنے والا ہو جائے، ہرگز نہیں

بِضَرْبِ سَیْفِکَ قَتْلِیْ حَیَاتُنَا اَبَداً
میرا قتل تیری تلوار کی ضرب سے ہماری ابدی زندگی ہے

لِاَنَّ رُوْحِیْ قَدْ طَابَ اَنْ یَکُوْنَ فِدَاکَ
بیشک میری روح اس بات سے خوش ہے کہ تجھ پر قربان ہو

۱؎ تیرے ہونٹ رونق میں موتی کو مات کرتے ہیں اور شیرینی میں شکر سے بڑھے ہوئے ہیں
۲؎ شراب میں محبوب کی آنکھ سے مستی آئی ہے۔
۳؎ اس نمکین ہونٹ نے دل زخمی کر دیا ہے اور پھر نمک سے ہی زخموں کا علاج کرتا ہے۔
۴؎ دشمن چہ کند چو مہربان باشد دوست۔
۵؎ ہر آن اگر تیری خوشبو نہ سونگھوں تو میں پھول کی طرح ہر وقت گریبان چاک کروں۔
۶؎ دونوں مصرعوں کا ابتدائی حصہ سوال اور آخری حصہ جواب ہے۔

اگر تو زخم زنی بہ کہ دیگرے مرہم
اگر تو زخمی کرے تو یہ بہتر ہے دوسرے کے مرہم لگانے سے
وگر تو زہر دہی بہ کہ دیگرے تریاک
اگر تو زہر دے یہ بہتر ہے دوسرے کے تریاق سے

ترا چنانکہ توئی ہر نظر کجا بیند
تو جیسا ہے اس طرح تجھے ہر نظر کہاں دیکھ سکتی ہے؟
بقدرِ بینشِ خود ہر کسے کند ادراک
شخص اپنی بینائی کے بقدر ادراک کرتا ہے

عناں نہ پیچم اگر میزنی بشمشیرم
اگر تو مجھے تلوار سے بھی مارے گا تو باگ نہ موڑوں گا
سپر کنم سر و دستت ندارم از فتراک
اپنے سر کو سپر بنا دوں گا اور تیرے فتراک سے ہاتھ نہ ہٹاؤں گا

بچشمِ خلق عزیز آنگہے شوی حافظ
اے حافظ مخلوق کی نگاہ میں تو اس وقت باعزت ہوگا
کہ بر درش بنہی روئے مسکنت بر خاک
جب کہ اس کے در پر عاجزی سے چہرہ دھر دے گا

ردیفِ لام

اگر بکوئے تو باشد مرا مجالِ وصول
اگر میرا تیرے کوچہ میں پہونچنا ممکن ہو جائے
رسد ز دولتِ وصلِ تو کارِ من بحصول
تو تیرے وصل کی دولت سے میرا کام حاصل ہو جائے

قرار بردہ ز من آں دو سنبلِ مشکیں
مشک جیسی خوشبو والے وہ دو سنبل میرا سکون لے گئی ہیں
خراب کردہ مرا آں دو نرگسِ مکحول
ان دو سرمگیں نرگسوں نے مجھے برباد کر دیا ہے

دل از جواہرِ مہرِ تو صیقلے دارد
دل تیری محبت کے جواہر سے چمک حاصل کرتا ہے
بود ز زنگِ حوادث ہر آئینہ مصقول
اور حوادث کے زنگ سے ہر آئینہ مجلو ہو جاتا ہے

من شکستہ بدحال زندگی یابم
میں شکستہ، بدحال، زندگی پالوں گا
در آں زماں کہ بہ تیغِ غمت شوم مقتول
جبکہ تیرے غم کی تلوار سے مقتول ہو جاؤں

چہ جرم کردہ ام ایجان و دل بحضرتِ تو
اے جان و دل میں نے تیری جناب میں کیا خطا کی ہے؟
کہ طاعتِ منِ بیدل نمی شود مقبول
کہ مجھ بے دل کی بندگی بھی مقبول نہیں ہوتی ہے

چو بر درِ تو منِ بینوائے بے زر و زور ق
جبکہ میں بے سامان، بے زر و زور تیرے دروازے پر
بہیچ باب ندارم رہِ خروج و دخول
کسی طرح سے آنے جانے کا راستہ نہیں رکھتا ہوں

کجا روم چہ کنم حالِ دل کرا گویم
کہاں جاؤں، کیا کروں، دل کا حال کس سے کہوں؟
کہ گشتہ ام ز غم و جورِ روزگار ملول
کہ میں زمانے کے ظلم اور غم سے ملول ہو گیا ہوں

خراب تر ز دلِ من غمِ تو جائے نیافت
تیرے غم نے میرے دل سے زیادہ خراب کوئی جگہ نہ پائی
کہ ساخت در دلِ تنگم قرارگاہِ نزول
کہ اس نے میرے تنگ دل کو اترنے کا ٹھکانا بنایا ہے

بدردِ عشق بساز و خموش شو حافظ
اے حافظ! عشق کے درد سے نباہ کر اور چپ رہ
رموزِ عشق مکن فاش پیشِ اہلِ عقول
عقل والوں کے سامنے عشق کے راز نہ کھول

۱ تیرے ہاتھ سے زخم اور زہر دوسروں کے ہاتھ کے مرہم اور تریاق سے جا سے بہتر ہے۔
۲ تیرے حسن کی حقیقت کا ادراک ناممکن ہے۔ ہر شخص اپنی بینائی کے بقدر دیکھتا ہے۔
۳ دو سنبل سے دو زلفیں، اور دو نرگس سے دو آنکھیں مراد ہیں۔
۴ دل میں محبت سے صیقل ہے اور تب ہی حوادث کا زنگ چھٹے گا۔
۵ شعر۔ کیا وہ فرد ذکر خدائی ہی بہ ثبت مرا بھلا ہوا

اے بردہ دلم را تو بدیں شکل و شمائل — پروائے کست نے و جہانے بتو مائل
اے وہ جوان خصلتوں اور شکل کے ذریعہ میرے دل کو لے گیا — تجھے کسی کی پروا نہیں اور دنیا تیری طرف مائل ہے

گہ آہ کشم از دل و گہ تیر تو از جاں — پیش تو چگویم کہ چہا می کشم از دل
کبھی دل سے آہ کھینچتا ہوں، کبھی جان سے تیرا تیر — تیرے سامنے کیا کہوں کہ دل سے کیا کیا کھینچتا ہوں؟

وصف لب لعل تو چہ گویم بر قیباں — نیکو نبود معنی نازک بر جاہل
رقیبوں سے تیرے ہونٹ کی تعریف کیا بیان کروں؟ — جاہل کے سامنے باریک باتیں بیان کرنا اچھا نہیں ہوتا

ہر روز چو حسنت زدگر روز فزونست — مہ را نتواں کرد بروئے تو مقابل
جبکہ تیرا حسن ہر دن دوسرے دن سے بڑھا ہوا ہے — تو چاند کا تیرے چہرے سے مقابلہ نہیں کیا جاسکتا ہے

دل بردی و جاں میدہمت غم چہ فرستی — چوں نیک حریفیم چہ حاجت بہ محصل
دل تو لے گیا اور جان تجھکو دیئے دیتا ہوں تو تو غم کیسے بھیجتا؟ — جبکہ ہم اچھے دوست ہیں، وصول کرنے والے کی کیا ضرورت ہے؟

حافظ چو تو پا در حرم عشق نہادی
اے حافظ! جبکہ تو نے عشق کے احاطہ میں پیر رکھ دیا ہے

در دامن او دست زن و از ہمہ بگسل
اس کے دامن سے وابستہ ہو جا اور سب سے کٹ جا

اے رخت چوں خلد و لعلت سلسبیل — سلسبیلت کرد جان و دل سبیل
اے وہ کہ تیرا چہرہ جنت ہے اور تیرا ہونٹ سلسبیل — تیری سلسبیل نے جان اور دل لٹا دئے ہیں

سبز پوشان خطت بر گرد لب — ہمچو مورانند گرد سلسبیل
تیرے خط کے سبز پوش، ہونٹوں کے گرد — لپٹے ہیں، جیسے کہ سلسبیل کے گرد چیونٹیاں

ناوک چشم تو در ہر گوشۂ — ہمچو من افتادہ دارد صد قتیل
ہر گوشہ میں تیری آنکھ کا تیر — مجھ جیسے سو مقتول گرے ہوئے رکھتا ہے

یارب ایں آتش کہ در جان منست — سرد کن زانساں کہ کردی بر خلیل
اے خدا! یہ آگ جو میری جان میں ہے — اس طور پر ٹھنڈی کردے جیسی تو نے خلیل پر کی

من نمی یابم مجال اے دوستاں — گرچہ او دارد جمالے بس جمیل
اے دوستو! میرا موقع نہیں ہے — اگرچہ وہ بہت زیادہ حسین جمال رکھتا ہے

پائے مالنگ ست و منزل بس دراز — دست ما کوتاہ و خرما بر نخیل
ہمارا پیر لنگڑا ہے اور منزل بہت لمبی ہے — ہمارا ہاتھ کوتاہ ہے، اور چھوارے کھجور کے درخت پر ہیں

حسن ایں نظم از بیاں مستغنی است — بر فروغ خور کسے جوید دلیل
اس نظم کی خوبی بیان سے بے نیاز ہے — سورج کی روشنی پر کون دلیل تلاش کرتا ہے؟

آفرین بر کلک نقاشے کہ داد — بکر معنے را چنیں حسن جمیل
اس نقاش کے قلم کو شاباش ہے جس نے دیا ہے — معانی کی دوشیزہ کو ایسا حسین حسن

معجزاست ایں شعر یا سحر حلال — ہاتف آورد ایں سخن یا جبرئیل
یہ شعر معجزہ ہے، یا حلال جادو — یہ کلام ہاتف لایا ہے، یا جبرئیل؟

ل دل میں جو تیر پیوستہ ہیں کبھی ان کو کھینچتا ہوں کبھی آہیں کھینچتا ہوں اور چونکہ تو بے نیاز ہے لہذا تجھے اس کی تفصیل بھی نہیں بتا سکتا ہوں۔

ٹ چاند کا حسن تو ہمیشہ یکساں ہے تیرے حسن میں روز مرہ اضافہ ہو رہا ہے۔

سے جان لینے کے تقاضے کے لیے تجھے غم کو بھیجنے کی ضرورت نہیں ہم تو بلا تقاضہ ہی جان دے رہے ہیں۔

سے سلسبیل جنت کا مشہور چشمہ ہے یعنی تیرے ہونٹوں نے ہمارے دل اور جان کو عزا کی مال بنا دیا ہے جو لٹ رہا ہے۔

ہے ہونٹ سلسبیل ہیں اور ان پر سبزہ آغاز بمنزلہ مورد کے ہے

ہے حضرت ابراہیم خلیل اللہ پر نمرود کی آگ ٹھنڈی ہو گئی تھی۔

کس نداند گفت شعرے زیں نمط
اس طرح پر شعر کہنا، کوئی نہیں جانتا ہے

کس نیارد سُفت دُرّے زیں قبیل
اس طرح کا ایک موتی، کوئی نہیں پرو سکتا ہے

حافظا گر معنے داری بیار
اے حافظ! تو اگر کوئی معنی رکھتا ہے، تو لا

ورنہ دعویٰ نیست غیر از قال و قیل
ورنہ دعوئ، سوائے قیل و قال کے کچھ نہیں ہے

۱ بعہد گل شدم از توبۂ شراب خجل
موسم بہار میں شراب سے توبہ کر کے، میں ایسا شرمندہ ہوا

کہ کس مباد ز کردارِ ناصواب خجل
کہ خدا کرے، کوئی غلط کام سے ایسا شرمندہ نہ ہو

صلاح من ہمہ جامِ مے ست و من زیں بخت
میری ساری نیکی جامِ شراب ہے، اور اس نصیب سے

نیَم ز شاہد و ساقی بہیچ باب خجل
میں معشوق اور ساقی سے کسی طرح شرمندہ نہیں ہوں

۲ ز خون کہ رفت مرا دوش در سراچۂ چشم
آنکھوں کی سرائے میں کل شب جو میرا خون بہا

شدیم در نظرِ رہروانِ خواب خجل
ہم نیند کے مسافروں کی نظر میں شرمندہ ہو گئے

تو خوبروئے تری ز آفتاب شکر خدا
تو سورج سے بھی زیادہ خوبصورت ہے، خدا کا شکر ہے

کہ نیستم ز تو در روئے آفتاب خجل
کہ میں تیرے معاملہ میں سورج کے سامنے شرمندہ نہیں ہوں

۳ رواست نرگسِ مست ار فگند سر در پیش
مست نرگس نے اگر سر جھکایا، تو مناسب ہے

کہ شد ز شیوۂ آں چشم پُر عتاب خجل
اسلئے کہ وہ اس پُرعتاب آنکھ کے شیوے سے شرمندہ ہے

۴ بود کہ یار نپرسد گنہ ز خلقِ کریم
ہو سکتا ہے کہ بلند اخلاق کی وجہ سے یار، گناہ کی باز پرس نہ کرے

کہ از سوال ملولیم و از جواب خجل
اس لیے کہ ہم سوال سے ملول اور جواب سے شرمندہ ہیں

بزیرِ لب ز چہ رُو جامِ زہر خندہ زند
کس وجہ سے جام زیرِ لب غصہ کی ہنسی ہنس رہا ہے؟

اگر نہ از لبِ لعلِ تو شد شراب خجل
اگر شراب تیرے لعل جیسے ہونٹ سے شرمندہ نہیں ہوئی

رُخ از جنابِ تو عمریست تا نتافتہ ام
عمر گذر گئی ہے کہ میں نے تیری جناب سے منہ نہیں موڑا ہے

نیَم بیاریِ توفیق ازیں جناب خجل
توفیق کی مدد کی وجہ سے میں اس دربار سے شرمندہ نہیں ہوں

۵ ازاں نہفتہ رُخِ خویش در نقابِ صدف
اسی وجہ سے سیپ کے پردے میں منہ چھپائے ہوئے ہے

کہ شد ز نظمِ خوشش لولوئے خوشاب خجل
کیونکہ اس کی عمدہ نظم سے آبدار موتی شرمندہ ہو گیا

حجابِ ظلمت ازاں بست آبِ خضر کہ گشت
آبِ خضر نے اسی وجہ سے تاریکی کا پردہ تانا ہے

ز نظمِ حافظ و از طبعِ ہمچو آب خجل
کہ حافظ کی نظم اور اس کی پانی جیسی طبیعت سے شرمندہ ہے

۶ بسحرِ چشمِ تو اے لعبتِ خجستہ خصال
اے مبارک خصلتوں والی گڑیا، تیری آنکھ کے جادو کی قسم

برمزِ خطِ تو اے آیتِ ہمایوں فال
اے مبارک فال والی آیت، تیرے خط کے اشارے کی قسم

بنوشِ لعلِ تو اے آبِ زندگانیِ من
اے میرے آبِ حیات، تیرے ہونٹ کے شہد کی قسم

برنگ و بوئے تو اے نوبہارِ حسن و جمال
اے حسن و جمال کی نوبہار، تیرے رنگ و بو کی قسم

۱ موسم بہار میں توبہ کر لینے سے میں ایسا شرمندہ ہوں کہ خدا ایسی شرمندگی کسی کو نہ دے۔
۲ میں تمام رات خون کے آنسو رویا جس کی وجہ سے نیند کے قافلے آنکھ تک نہ پہونچ سکے۔
۳ نرگس نے اگر شرمندگی سے سر ڈالا ہے تو بالکل مناسب بات ہے۔
۴ چونکہ اس کے بلند اخلاق ہیں لہٰذا ہمیں سوال و جواب کی شرمندگی سے بچانے کیلیے ہو سکتا ہے کہ ہم سے گناہوں کی باز پرس ہی نہ کرے۔
۵ حافظ کی نظم سے شرمندہ ہو کر موتی سیپ میں چھپ گئے ہیں۔
۶ یہ پوری غزل قسم ہے جواب قسم مقطع ہے یعنی محبوب کی ان تمام صفات کی قسم کہ محبوب کی مرضی بغیر زندگی منظور نہیں ہے معشوق کو آیت قرار دیا ہے مبارک رخ کو مصحف قرار دیا جاتا ہے خط سے مراد سبزہ آغاز ہے۔

بآں صحیفۂ عارض کہ گشت گلشنِ چشم — بآں حدیقۂ بینش کہ شد مقالِ خیال
رخسار کے اس صحیفہ کی قسم، جو نظر کا باغ بنا ہے — نظر کے اس باغ کی قسم، جو خیال کا موضوع بنا ہے

بآں عقیق کہ مارا ست مہرِ خاتمِ چشم — بآں گہر کہ شمارا ست در بلیغ مقال
اس عقیق کی قسم، جو ہماری آنکھ کی انگوٹھی کی مہر ہے — ان موتیوں کی قسم، جو بلیغ گفتگو میں تمہیں حاصل ہیں

بطیبِ خلقِ تو و نفحۂ شمامۂ گل — ببوئے زلفِ تو و نکہتِ نسیمِ شمال
تیرے اخلاق کی پاکیزگی اور پھول کی خوشبو کی مہک کی قسم — تیری زلف، اور شمالی نسیم کی خوشبو کی قسم

بجلوہائے تو و شیوہائے رفتنِ چشم — بعشوہائے تو و غمزہائے چشمِ غزال
تیرے جلووں اور آنکھوں کی حرکت کے شیووں کی قسم — تیرے عشووں، اور ہرن کی آنکھ کے غمزوں کی قسم

بگردِ راہِ تو یعنی بسایۂ امید — بخاکِ پائے تو یعنی برشکِ آبِ زلال
تیری گردِ راہ، یعنی امید کے سایہ کی قسم — تیری خاکِ پا، یعنی نیر پانی کے لیے باعثِ رشک کی قسم

بسروِ ماہ نمایت بآفتابِ بلند — بآستانِ رفیعت بآسمانِ جلال
تیرے ماہ نما سرو کی قسم، بلند آفتاب کی قسم — تیرے بلند آستانہ کی قسم، جلال کے آسمان کی قسم

کہ سخا چو کشاید دو دستِ جود و کرم — وجودِ سائلِ مسکیں رسد بنقدِ سوال
جب سخاوت کیوقت کرم و بخشش کے دونوں ہاتھ کھول دیتا ہے — مسکین سائل کا وجود سوال کے نقد کو پہنچ جاتا ہے

کہ بے رضائے تو حافظ گر التفات کند
کہ اگر حافظ تیری رضامندی بدون عمر کی طرف توجہ کرے

بعمر باز نماند چہ جائے مال و منال
تو وہ زندہ نہ رہے، چہ جائیکہ مال، اور دولت

خوش خبر باش اے نسیمِ شمال — کہ بما میرسد زمانِ وصال
اے شمالی نسیم! تجھے خوش خبری ہو — کہ وصال کا زمانہ ہم تک پہنچ رہا ہے

مَا لِسَلْمٰی وَمَنْ بِذِی سَلَمٍ — اَیْنَ جِیْرَانُنَا وَکَیْفَ الْحَالُ
سلمٰی کا کیا حال ہے، اور ذی سلم میں کون ہیں؟ — ہمارے پڑوسی کہاں ہیں، اور کیا حال ہے؟

عرصۂ بزمگاہ خالی ماند — از حریفان و رطلِ مالا مال
مجلس کا میدان، خالی رہ گیا — شراب نوشوں سے اور بھرے ہوئے پیمانہ سے

عَفَتِ الدَّارُ بَعْدَ عَافِیَۃٍ — فَاسْئَلُوْا حَالَہَا عَنِ الْاَطْلَالِ
عیش کے بعد گھر، مٹ گیا — اس کا حال، گذشتہ رات سے پوچھو

فِی جَمَالِ الْکَمَالِ نِلْتَ مُنًی — صَرَفَ اللّٰہُ عَنْکَ عَیْنَ کَمَالٍ
کمال کے جمال میں تو نے مرادیں حاصل کر لیں — خدا نظرِ بد کو، تجھ سے پھیر دے

سایہ افگند حالیا شبِ ہجر — تا چہ بازند شبروانِ خیال
اب ہجر کی رات نے سایہ ڈال دیا — دیکھئے! خیال کے رہزن کو کیا بازی کھیلتے ہیں

قِصَّۃُ الْعِشْقِ لَا انْفِصَامَ لَہَا — وَصَمَتُ ہٰہُنَا لِسَانُ الْحَالِ
عشق کے قصہ کا انقطاع نہیں ہے — یہاں حال کی زبان، بند ہو گئی

ا؎ محبوب کے رخسار کو گلشنِ چشم اور حدیقۂ بینش قرار دیا ہے چونکہ اس کو دیکھ کر آنکھیں محظوظ ہوتی ہیں اور چونکہ وہ خیال کا موضوع بحث ہے لہٰذا اسے مقالِ خیال قرار دیا ہے۔

۲؎ عقیق سے مراد ہونٹ ہیں اور چونکہ ان کا نقشہ عاشق کی آنکھ میں جما رہتا ہے لہٰذا ان کو آنکھ کی مہر قرار دیا ہے۔

۳؎ معشوق کے راستہ کی خاک کو سایۂ امید اور پاؤں کی خاک کو آبِ زلال کا رشک قرار دیا ہے

۴؎ سلمٰی عرب کی مشہور معشوقہ ہے یہاں مراد حافظ کا اپنا محبوب ہے، ذی سلم جگہ کا نام ہے

۵؎ ان دیاروں میں معشوق کے ساتھ عیش و عشرت سے اب وہ ویران ہیں

۶؎ شبِ ہجر میں مختلف خیالات آ آ کر ستاتے ہیں

۷؎ عشق کا قصہ طولانی ہے زبانِ کلیم اس کو پورا ادا نہیں کر سکتی ہے۔

ترکِ ما سوئے کس نمی نگرد
ہمارا معشوق کسی کی طرف ، نہیں دیکھتا ہے

آہ ازیں کبریاؤ جاہ و جلال
اس تکبر اور مرتبہ اور دبدبہ سے آہ ہے

یا بریدَ الحِمیٰ حماکَ اللہ
اے حمی کے قاصد خدا تیری حمایت کرے

مرحبا مرحبا تعال تعال
مرحبا ، مرحبا ، آجا ، آجا

حافظا عشق و صابری تا چند
اے حافظ ! عشق اور صبر کرنا ، تا کجے ؟

نالۂ عاشقاں خوش ست بنال
عاشقوں کا رونا ، بہتر ہے ، رو

دارائے جہاں نصرتِ دین خسروِ کامل
شہنشاہِ جہاں ، دین کی مدد ، مکمل بادشاہ

یحییٰ بن مظفر ملکِ عالم و عادل
یحییٰ بن مظفر جو عالم اور منصف بادشاہ ہے

اے آنکہ در اسلام پناہِ تو کشودہ
اے وہ کہ اسلام تھا تیری پناہ نے کھولدئے

بر روئے جہاں روزنۂ جان و تن و دل
روئے جہان پر جان اور دل اور جسم کے سوراخ

تعظیمِ تو بر جان و خرد واجب و لازم
تیری تعظیم جان اور عقل پر واجب اور لازم ہے

انعامِ تو بر کون و مکاں فائض و شامل
تیرا انعام کون اور مکان پر جاری اور شامل ہے

روزِ ازل از کلکِ تو یک قطرہ سیاہی
ازل میں تیرے قلم سے سیاہی کا ایک قطرہ

بر روئے مہ افتاد کہ شد حلِّ مسائل
چاند کے منہ پر گر گیا جس سے مسائل کا حل ہو گیا

خورشید چو آں خالِ سیہ دید بدل گفت
سورج نے جب اس سیاہ تل کو دیکھا ، دل میں کہا

اے کاش کہ من بودمے آں ہندوئے مقبل
اے کاش میں وہ با اقبال غلام ہوتا

شاہا فلک از بزمِ تو در رقص و سماع ست
اے شاہ تیری بزم کی وجہ سے آسمان رقص اور سماع میں لگا ہے

دستِ طرب از دامنِ ایں سلسلہ مگسل
مستی کا ہاتھ اس سلسلہ کے دامن سے نہ چھڑا

مے نوش و جہاں بخش کہ از پیچ کمندت
شراب پی اور جہان کو بخش اس لیے کہ تیری کمند کے پیچ سے

شد گردنِ بد خواہ گرفتارِ سلاسل
بدخواہ کی گردن زنجیروں میں گرفتار ہے

چوں دورِ فلک یکسرہ بر منہجِ عدل است
چونکہ آسمان کا دور بالکل انصاف کے طریقہ پر ہے

خوش باش کہ ظالم نبرد راہ بمنزل
خوش رہ کیونکہ ظالم منزل تک راستہ طے نہیں کر سکتا ہے

حافظ قلمِ شاہِ جہاں مقسمِ رزق ست
اے حافظ شاہِ جہاں کا قلم رزق کی تقسیم کا آلہ ہے

از بہرِ معیشت مکن اندیشۂ باطل
گزارے کی ، فضول فکر نہ کر

رہرواں را عشق بس باشد دلیل
سالکوں کے لیے ، عشق ہی کافی راہبر ہے

آبِ چشم اندر رہش کردم سبیل
میں نے اس کے راستہ پر آنکھ کے پانی کی سبیل لگا دی

موجِ اشکِ ما کے آرد در حساب
ہمارے آنسوؤں کی موج کو کب حساب میں لا سکتا ہے

آنکہ کشتی راند بر خونِ قتیل
جس نے مقتولوں کے خون پر کشتی چلائی ہو

ہمارا قاصد تھی سے محبوب کی منزل مراد ہے عاشق کی خاموشی اچھی نہیں ہے نالہ کرنا ہی اس کے لائق ہے
شاہ یحییٰ ایک بادشاہ ہے جس کو امیر تیمور نے شیراز کی فتح کے بعد فیروز کا بادشاہ بنا دیا تھا یہ ہمدرد لعزیز بادشاہ تھا خواجہ صاحب نے مختلف غزلوں میں اس کا ذکر کیا ہے
یعنی تیرے دورِ سلطنت نے اہلِ اسلام پر جان اور دل اور جسم کے روزن کھول دئے ہیں اور روحانی اور جسمانی فوائد حاصل کر رہے ہیں
چاند پر جو کالے دھبے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ ازل میں ممدوح کے قلم کی سیاہی کے قطرات اس پر گر گئے تھے یعنی قطرہ گرنے سے اس کو یہ شرافت حاصل ہو گئی ہے ... تیرے مدلول کا حل ہوتا ہے اور چاند سے بہت سے تقویمی مسائل متعلق ہوتے ہیں
... چاند ... شرافت ...

اختیاری نیست بدنامی ما
ہماری بدنامی، اختیاری نہیں ہے
ضَلَّنِی فِی الْعِشْقِ مَنْ یَهْدِی السَّبِیْلُ
مجھے عشق میں اسی نے گمراہ کیا جو راستہ دکھاتا ہے

بے مے و مطرب بفردوسم مخواں
شراب اور مطرب کے بدون مجھے جنت میں نہ بلا
رَاحَتِیْ فِی الرَّاحِ لَا فِی السَّلْسَبِیْلِ
میری راحت شراب میں ہے نہ کہ سلسبیل میں

آتش روئے بتاں بر خود مزن
بتوں کے چہرے کی آگ، اپنے آپ میں نہ لگا
ورنہ از آتش گذر کن چوں خلیل
ورنہ خلیل کی طرح، آگ سے گذر جا

یا مکن با پیلباناں دوستی
یا ہاتھی والوں کے ساتھ دوستی نہ کر
یا بنا کن خانۂ در خورد پیل
یا ہاتھی کے مناسب گھر بنا

یا منہ بر خود کہ مقصد گم کنی
یا اپنے ذمہ رکھ، کہ تو مقصد کو گم کر دے گا
یا منہ پائے اندریں رہ بے دلیل
یا اس راستہ پر بدون راہبر کے پیر نہ دھر

یا مکش بر چہرہ نیل عاشقی
یا چہرہ پر عاشقی کا داغ نہ لگا
یا فرو بر جامۂ تقویٰ بہ نیل
یا تقوے کا لباس، ماتمی بنا دے

شاہِ عالم را بقاؤ عزّ و مال
شاہِ عالم کے لیے عزت اور مال کا بقا
یا دو ہر چیزے کہ خواہد زیں قبیل
ہو اور ہر وہ چیز جو وہ اس طرح کی چاہے

یار سوم پیلباناں یاد گیر
یا تو ہاتھی والوں کی، عادتیں یاد کر لے
یا مدہ ہندوستاں یہ یادِ پیل
یا ہاتھی کو، ہندوستان کی یاد نہ دلا

عقل در حسنش نمی یابد بدل
عقل کو اس کے حسن کا بدل نہیں ملتا ہے
طبع در وصفش نمی یابد بدیل
طبیعت کو اس کی خوبیوں کا ہمسر نہیں ملتا ہے

حافظ از سرپنجۂ عشقِ نگار
حافظ معشوق کے عشق کی طاقت کی وجہ سے
ہمچو مور افتادہ زیر پائے پیل
اس طرح پڑا ہوا ہے جیسے چیونٹی ہاتھی کے پیر کے نیچے

ساقی بیار بادہ کہ آمد زمانِ گل
اے ساقی! شراب لا کیونکہ موسم بہار آ گیا ہے
تا بشکنیم توبہ دِگر درمیانِ گل
تاکہ ہم پھولوں میں بیٹھ کر دوبارہ توبہ توڑیں

کوریِ خار نعرہ زناں تا چمن رویم
کانٹے کے اندھے پن پر نعرہ لگاتے ہوئے چمن تک جائیں
چوں بلبلاں نزول کنیم آشیانِ گل
بلبلوں کی طرح، پھول کے آشیانہ میں اتریں

در صحنِ بوستاں قدح بادہ نوش کن
چمن کے صحن میں، شراب کا پیالہ پی
کآیاتِ خوشدلی برسید از زبانِ گل
اسلیے کہ پھول کی زبان سے خوشدلی کی علامتیں آئی ہیں

گل در چمن رسید مشو ایمن از فراق
چمن میں پھول آ گئے ہیں، فراق سے مطمئن نہ ہو
یار و شراب خواہ و سرا بوستانِ گل
یار اور شراب اور پھول کا بوستان کدہ چاہ

حافظ وصالِ گل طلبی ہمچو بلبلاں
اے حافظ! اگر تو بلبلوں کی طرح پھول کا وصل چاہتا ہے
جاں کن فدائے خاکِ رہِ باغبانِ گل
پھول کے باغبان کے راستہ کی خاک پر جان قربان کر دے

ا۔ ہماری گمراہی اختیاری نہیں ہے خدا ہی نے ہمیں گمراہ بنایا ہے۔
۲۔ انسان جو کام کرے اس کے لوازمات کا خیال رکھ کر کرے۔
۳۔ راہِ عشق بدون رہبر کے طے نہ ہو سکیگی۔
۴۔ وہ اپنے حسن اور اوصاف میں بے نظیر ہے۔
۵۔ موسم بہار ہے کانٹوں کے علی الرغم ہم چمن میں جا کر پھولوں کا آشیانہ بنائیں گے۔
۶۔ جامہ بہ نیل فرو بردن "محاورہ ہے" معنے، ماتمی لباس بنانا۔

شَمَمتُ رُوحَ وِدَادٍ وَشِمتُ بَرقَ وِصالٍ — بیا کہ بوئے ترا میرم اے نسیم شمال

میں نے محبت کی خوشبو سونگھی، وصل کی بجلی دیکھی — اے شمالی نسیم آ جا، میں تیری خوشبو پر جان دیتا ہوں

اَحادِیاً بِجَمالِ الحَبیبِ قِف وَانزِل — کہ نیست صبرِ جمیلم در اشتیاقِ جمال

اے محبوب کے اونٹوں کے حدی خواں ٹھہر اور پڑاؤ کر — اس لیے کہ جمالِ محبوب کے شوق میں اب مجھے صبرِ جمیل حاصل نہیں ہے

شکایتِ شبِ ہجراں فرو گذار اے دل — بشکر آنکہ برافگند پردہ روزِ وصال

اے دل! شبِ ہجر کی شکایت چھوڑ دے — اس شکریہ میں کہ وصل کے دن نے پردہ اٹھا دیا ہے

چو یار بر سرِ صلح ست و عذر میخواہد — تواں گذشت ز جورِ رقیب در ہمہ حال

جبکہ دوست صلح پر آمادہ ہے اور عذر خواہی کرتا ہے — ہر حال میں رقیب کے ظلم سے درگذر کی جا سکتی ہے

بیا کہ پردۂ گل زیرِ ہفت خانۂ چشم — کشیدہ ایم بتحریرِ کارگاہِ خیال

آ جا اس لیے کہ پھولوں کا پردہ آنکھ کے ساتوں پردے کے نیچے — خیال کے کارخانہ کی تحریر سے ہم نے بچھایا ہے

بجز خیالِ دہانِ تو نیست در دلِ تنگ — کہ کس مباد چو من در پئے خیالِ محال

تنگ دل میں تیرے منہ کے علاوہ کوئی خیال نہیں ہے — خدا کرے میری طرح محال کے خیال کے کوئی درپے نہ ہو

ملال مصلحتے می نمایم از جاناں — کہ کس بجہد نماند ز جانِ خود بملال

میں مصلحتاً محبوب سے تنگدلی ظاہر کرتا ہوں — اس لیے کہ کوئی شخص مشقت سے بھی اپنی جان سے علٰحدہ نہیں رہتا ہے

مرا دلیست پریشاں بدستِ غم پامال — چنانکہ ہیچ کسش نیست واقفِ احوال

میرا پریشان دل، غم کے ہاتھ پامال ہے — اس طرح کہ اس کے احوال سے کوئی شخص واقف نہیں ہے

اسیر و بیدل و بیجاں شدم ازاں سرِ زلف — بماندہ والہ و شیدا چو مرغِ بے پر و بال

میں اس زلف کے ہاتھوں سے قیدی اور بے دل اور بیجان ہو گیا ہوں — حیران اور عاشق، بے بال و پر، پرندہ کی طرح پڑا ہوا ہوں

قتیلِ عشقِ تو شد حافظِ غریب دلے

غریب دل حافظ تیرے عشق سے مقتول ہو گیا ہے

بخاکِ ما گذرے کن کہ خونِ مات حلال

ہماری خاک پر سے گذر اس لیے کہ ہمارا خون تیرے لیے حلال ہے

ہر نکتہ کہ گفتم در وصفِ آں شمائل — ہر کس شنید گفتا لِلّٰہِ دَرُّ قائل

ان خوبیوں کی تعریف میں میں نے جو نکتہ بھی بیان کیا — جس نے بھی سنا بولا کہنے والے کی بھلائی خدا کے لیے ہے

دل دادہ ام بیارے عاشق کشے نگارے — مَرضِیَّۃُ السَّجایا محمُودَۃُ الخَصائل

میں نے ایسے یار کو دل دیا ہے، جو عاشق کش حسین ہے — جس کی عادتیں پسندیدہ ہیں جس کی خصلتیں قابلِ تعریف ہیں

تحصیلِ عشق و رندی آساں نمود اوّل — جانم بسوخت آخر در کسبِ ایں فضائل

عشق اور رندی کا سیکھنا ابتداءً آسان معلوم ہوا — آخر ان فضیلتوں کے حاصل کرنے میں میری جان جل گئی

گفتم کہ کے ببخشی بر جانِ ناتوانم — گفت آں زماں کہ نبود جاں در میانہ حائل

میں نے کہا میری کمزور جان پر تو کب بخشش کرے گا؟ — اس نے کہا جبکہ جان درمیان میں آڑے نہ رہے گی

حلاج بر سرِ دار ایں نکتہ خوش سراید — از شافعی مپرسید امثالِ ایں مسائل

حلاج نے سولی پر یہ نکتہ خوب بتایا — اس قسم کے مسئلے امام شافعی سے نہ پوچھو

جمالِ محبوب کے شوق میں صبرِ جمیل ہاتھ سے جاتا رہا ہے لہٰذا اے ساربان اب ٹھہر جا اور قیام کرے۔
جب دوست صلح کا خواہاں ہے تو ہر طرح رقیب کے شکوے شکایت برداشت کر لیے جائیں گے۔
آنکھ کے ساتوں پردے کے نیچے پھولوں کا فرش بچھا لیا ہے تاکہ محبوب اس پر فروکش ہو۔
غموں کے ہاتھوں میرا دل اس قدر پامال ہوا ہے کہ کوئی شخص اس سے واقف نہیں ہے
للّٰہ درّ قائل یعنی کہنے والے کی بھلائی خدا کے لیے ہی ہے، جب کسی کی بات کی تصدیق اور تحسین کرنی ہوتی ہے تو یہ جملہ بولا جاتا ہے۔
عشق اور رندی کرنا شروع میں تو آسان نظر آتا ہے لیکن اس کے حاصل کرنے میں بڑی دلسوزی کرنی پڑتی ہے۔
مرنے کے بعد ہی جان بخشی ہو سکتی ہے۔
حلاج سے مراد منصور [illegible] انا الحق کہہ دیا

دردا کہ بر درِ خود بارم نداد دلبر
ہائے درد، کہ دلبر نے مجھے اپنے دروازہ پر باریابی نہ دی

چندانکہ از جوانب انگیختم وسائل
جسقدر بھی ہر طرف سے میں نے ذرائع پیدا کئے

در عینِ گوشہ گیری بودم چو چشمِ مستت
میں تیری مست آنکھ کی طرح بالکل گوشہ گیری میں تھا

اکنوں شدم چو مستاں بر ابروئے تو مائل
اب مستوں کی طرح تیری ابرو پہ مائل ہوگیا

از آبِ دیدہ صد رہ طوفانِ نوح دیدم
میں نے آنکھوں کے آنسوؤں سے سینکڑوں طرح طوفان نوح دیکھے ہیں

از لوحِ سینہ ہرگز نقشت نگشت زائل
لیکن سینہ کی لوح سے تیرا نقش ہرگز زائل نہ ہوا

اے دوست دستِ حافظ تعویذِ چشم زخم ست
اے دوست حافظ کا ہاتھ نظر بد کا تعویذ ہے

آیا بود کہ بینم در گردنت حمائل
کیا اچھا ہو کہ تیری گردن میں لٹکا ہوا دیکھوں

ہر کس کہ ندارد بجہاں مہرِ تو در دل
جو شخص دنیا میں، دل میں تیری محبت نہیں رکھتا ہے

حقا کہ بود طاعتِ او ضائع و باطل
یقیناً اس کی عبادت ضائع، اور باطل ہے

بر داشتن از عشقِ تو دل فکرِ محالست
تیرے عشق سے دل ہٹا لینا ناممکن خیال ہے

از جانِ خود آساں بود از عشقِ تو مشکل
اپنی جان سے اٹھا لینا آسان ہوتا تیرے عشق سے مشکل ہے

از عشقِ تو ناصح چہ مرا منع نماید
ناصح مجھے تیرے عشق سے کیوں منع کرتا ہے؟

اے دوست مگر ہم تو کنی حلِ مسائل
اے دوست تو ہی شاید مسائل حل کرے

گشتیم جہاں را کہ ببینیم و ندیدیم
ہم دنیا میں گھومے کہ دیکھیں اور نہ دیکھا

ہمچوں تو کسے زیبا در شکل و شمائل
تجھ جیسا کوئی حسین، شکل اور عادتوں میں

اے زاہدِ خود بیں بدرِ میکدہ بگذر
اے متکبر زاہد شراب خانہ کے دروازہ سے گذر

آن دلبرِ من بیں کہ بود میرِ قبائل
میرے اس دلبر کو دیکھ جو قبیلوں کا سردار ہے

از وصلِ تو شستند رقیباں ز طمع دست
تیرے وصل کے لالچ سے رقیبوں نے ہاتھ دھولئے

چوں گشت مرا کامِ دل از لعلِ تو حاصل
جبکہ میرے دل کا مقصد تیرے ہونٹ سے پورا ہوگیا

حافظ تو برو بندگیِ پیرِ مغاں کن
اے حافظ تو جا اور پیرِ مغاں کی غلامی کر

بر دامنِ او دست زن و از ہمہ بگسل
اس کے دامن کو تھام لے اور سب سے ٹوٹ جا

ردیفِ میم

آنکہ پامالِ جفا کردہ چو خاکِ راہم
جس نے خاکِ راہ کی طرح مجھے ظلم سے پامال کیا ہے

خاک می بوسم و عذرِ کرمش میخواہم
میں اس کی خاک بوسی کرتا ہوں اور اسکے کرم کا عذر چاہتا ہوں

من نہ آنم کہ بجور از تو بنالم حاشا
میں ہرگز وہ نہیں ہوں کہ خدا کی قسم ظلم سے تجھ سے نالاں ہو جاؤں

چاکرِ معتقد و بندۂ دولت خواہم
میں معتقد غلام اور دولت کی دعا دینے والا غلام ہوں

ے آنکھوں نے اگرچہ طوفانِ نوح پیدا کر دئے لیکن دل سے تیرا نقش نہ مٹا۔
ے حافظ کا ہاتھ نظرِ بد کا تعویذ ہے یہ گلے میں لٹکا رہنا چاہیے۔
ے جان سے ہاتھ اٹھا لینا آسان ہے لیکن تیرے عشق سے دست بردار ہونا محال ہے۔
ے ناصح کیوں روکتا ہے اس راز کو تو ہی حل کرے گا۔
ے میکدہ میں جاکر دیکھ میرا محبوب سالارِ قافلہ ہے۔
ے جس نے ہمیں پامال کیا ہے اس کے قدموں کی خاک کو ہم بوسے دیتے ہیں۔

ذرّۂ خاکم و در کوئے توام وقت خوش ست
میں خاک کا ذرہ ہوں اور میرا بہترین وقت تیرے کوچہ میں گذرتا ہے

ترسم اے دوست کہ بادے ببرد ناگاہم
اے دوست ڈر ہے کہ کہیں اچانک مجھے ہوا نہ اڑا لیجائے

صوفیِ صومعۂ عالمِ قدسم لیکن
میں عالم قدس کے عبادت خانہ کا صوفی ہوں لیکن

حالیا دیرِ مغانست حوالت گاہم
فی الحال مغوں کا آتش کدہ میری حوالگاہ ہے

بستہ ام در خمِ گیسوئے تو امید دراز
میں نے تیرے گیسو کے خم سے دراز امید وابستہ کر لی ہے

آں مبادا کہ کند دستِ طلب کوتاہم
ایسا نہ ہو کہ وہ میرے دستِ طلب کو کوتاہ کر دے

پیرِ میخانہ سحر جامِ جہاں بینم داد
میخانہ کے پیر نے صبح کو مجھے جامِ جہاں بیں دیا

واندر آں آئنہ از حسنِ تو کرد آگاہم
اور اس آئینہ میں، مجھے تیرے حسن سے باخبر کر دیا

با منِ راہ نشیں خیز و سوئے میکدہ آئی
مجھ راہ نشیں کے ساتھ اٹھ اور میکدہ کی جانب آ

تا بہ بینی کہ در آں حلقہ چہ صاحب جاہم
تاکہ تو دیکھے، میں اس حلقہ میں کس قدر رتبہ والا ہوں

بر سرِ شمعِ قدت شعلہ صفت می لرزم
تیرے قد کی شمع پر میں شعلہ کی طرح کانپ رہا ہوں

گرچہ دانم کہ ہوائے تو کشد ناگاہم
اگرچہ جانتا ہوں کہ تیری محبت مجھے اچانک قتل کر دیگی

خوشم آمد کہ سحر خسروِ خاوری گفت
مجھے بھلا لگا کہ صبح کو مشرق کا بادشاہ کہہ رہا تھا

باہمہ پادشہی بندۂ توران شاہم
میں تمام بادشاہی کے باوجود توران شاہ کا غلام ہوں

مست بگذشتی و از حافظت اندیشہ نبود
تو مست ہو کر گذر گیا، اور تجھے حافظ کا کوئی خیال نہ تھا

آہ اگر دامنِ حسنِ تو بگیرد آہم
ہائے! اگر میری آہ، تیرا دامن تھام لے

از غمِ خویش چناں شیفتہ کردی بازم
تو نے پھر مجھے، اپنے غم سے ایسا سودائی کر دیا

کز خیالِ تو بخود نیز نمی پردازم
کہ تیرے خیال سے ہٹکر میں اپنی طرف بھی مشغول نہیں ہوتا ہوں

ہر کہ از نالۂ شبگیرِ من آگاہ شود
جو میرے رات بھر کے نالوں سے باخبر ہو جائے

ہیچ شک نیست کہ چوں زر بداند رازم
کوئی شک نہیں کہ وہ میرے راز کو زر کی طرح جان لیگا

گفتہ بودی کہ خبر دہ کہ ز ہجرم چونی
تو نے کہا تھا کہ بتا، میرے ہجر سے تیرا کیا حال ہے

آنچنانم کہ بہ بینی و ندانی بازم
میں ایسا ہوں کہ تو مجھے دیکھے اور پھر بھی نہ پہچانے

بعد ازیں با رخِ خوبِ تو نظر خواہم باخت
اس کے بعد میں تیرے حسین چہرہ کو خوب دیکھتا رہونگا

گو ہمہ خلق بدانند کہ شاہد بازم
گو تمام لوگ جان جائیں کہ تماشا بین ہوں

عہد کردی کہ بسوزی ز غمِ خویش مرا
تو نے عہد کر لیا ہے کہ اپنے غم سے مجھے جلا دے گا

ہیچ غم نیست تو می سوز کہ من میسازم
کوئی فکر نہیں ہے تو جلا، میں موافقت کر دونگا

آنچناں بر دلِ من نازِ تو خوش می آید
میرے دل کو تیرا ناز ایسا بھلا لگتا ہے

کہ حلالت بکنم گر بکشی از نازم
کہ میں تجھے معاف کرتا ہوں، اگر تو مجھے ناز سے قتل کر دے

اگر از دامِ تو خود نیز خلاصم بخشی
اگر تو خود اپنے جال سے، مجھے چھوڑ بھی دے گا

ہم بخاکِ سرِ کوئے تو بود پروازم
پھر بھی تیرے کوچہ کی خاک پر ہی میری پرواز ہوگی

ایک خاک کا ذرہ ہوں تیرے کوچہ میں میرا اچھا وقت گذر رہا ہے لیکن اس کا ڈر لگا رہتا ہے کہ کہیں ہوا اڑا کر اور کسی جگہ نہ لیجائے۔
پیر میخانہ نے جام جہاں بیں دیا اور اس میں تیرا حسن دکھا دیا۔
توران شاہ جلال الدین خواجہ قوام کے قتل کے بعد شاہ شجاع کا ندیم ہوگیا تھا جو خواجہ صاحب کا قدر دان تھا کئی غزلوں میں خواجہ صاحب نے اس کا ذکر کیا ہے۔
اس قدر پریشان ہوں کہ بسا اوقات اپنے خیال سے بھی غافل ہو جاتا ہوں۔
زر پرورش کی طرح میرے راز کو سمجھ جائیگا
تیرے ہجر میں میری دنیا اس قدر بدل گیا ہے کہ تو بھی مجھے نہیں پہچان سکتا۔
جو جلانا اس کی پروا نہیں ہے تم جلنے کو بالکل تیار ہیں۔
اگر تو نے جال سے نکال بھی دیا تو تیرے کوچہ میں ہم پرواز کرتے رہیں گے۔

حافظ ار جاں ندہد سہرِ تو چوں پروانہ
اگر حافظ تیرے لیے پروانہ کی طرح جان نہ دے گا

پیشِ روئے تو چو شمعش نفسے بگدازم
تیرے چہرے کے سامنے اس کو شمع کی طرح تھوڑی دیر میں پگھلا دوں گا

اگر بر خیزد از دستم کہ با دلدار بنشینم
اگر مجھ سے ہو سکا، کہ میں دلدار کے ساتھ بیٹھوں

زجامِ وصل مے نوشم زباغ خلد گل چینم
وصل کے جام سے شراب پیوں گا، جنت کے باغ سے پھول چنوں گا

شراب تلخ صوفی سوز بنیادم نخواہد برد
صوفی سوز تلخ شراب میری جڑ نہ اکھاڑ سکے گی

لبم بر لب نہ اے ساقی و بستاں جانِ شیرینم
اے ساقی میرے ہونٹ پر ہونٹ رکھ دے اور میری شیریں جان لے لے

لبت شکر بمستاں داد و چشمت مے بمیخواراں
تیرے ہونٹ نے مستوں کو شکر دی اور تیری آنکھوں نے شرابیوں کو شراب

منم کز غایتِ حرماں نہ با آنم نہ با اینم
میں وہ ہوں کہ انتہائی محرومی کی وجہ سے نہ اُس میں ہوں نہ اس میں ہوں

مگر دیوانہ خواہم شد دریں سودا کہ شب تا روز
میں شاید اس سودا میں دیوانہ ہو جاؤں گا کہ رات کو صبح تک

سخن با ماہ میگویم پری در خواب می بینم
چاند سے باتیں کرتا ہوں، پری کو خواب میں دیکھتا ہوں

چو ہر خاکے کہ باد آورد فیضے بود و انعامے
ہوا جو خاک لائی ہے، وہ ایک فیض اور انعام تھا

زحالِ بندہ یاد آور کہ خدمتگارِ دیرینم
غلام کے حال کو یاد رکھ کہ میں قدیم خدمتگار ہوں

نہ ہر کو نقش نظمے زد کلامش دلپذیر آمد
ایسا نہیں ہے جس شخص نے بھی نظم لکھی اس کا کلام دلپذیر ہوا

تذرو طرفہ میگیرم کہ چالاک است شاہینم
میں عجب کبک پکڑتا ہوں، اس لیے کہ میرا باز چالاک ہے

وگر باور نمیداری رو از صورتگر چیں پرس
اور اگر تجھے یقین نہیں ہے، جا اور چین کے نقاش سے پوچھ

کہ مانی نسخہ میخواہد زنوکِ کلک مشکینم
کہ مانی، میرے مشکیں قلم کا نسخہ مانگتا ہے

وفاداری و حق گوئی نہ کارِ ہر کسے باشد
وفاداری اور حق گوئی ہر شخص کا کام نہیں ہوتا

غلامِ آصفِ دوراں جلال الحق والدینم
میں آصفِ دوراں جلال الحق والدین کا غلام ہوں

رموزِ عشق و سرمستی زمن بشنو نہ از حافظ
عشق اور مستی کے راز مجھ سے سُن، نہ کہ حافظ سے

کہ با جام و قدح ہر شب حریفِ ماہ و پروینم
اس لیے کہ میں ہر رات کو جام اور قدح کے ساتھ ماہ اور پروین کا ساتھی ہوں

ایں چہ شوریست کہ در دورِ قمر می بینم
یہ کیا شور ہے، جو میں دورِ قمر میں دیکھتا ہوں

ہمہ آفاق پر از فتنہ و شر می بینم
تمام جہاں کو فتنہ اور شر سے پُر دیکھتا ہوں

ہر کسے روزِ بہی می طلبد از ایام
ہر شخص زمانہ سے بہتر دن چاہتا ہے

مشکل اینست کہ ہر روز بتر می بینم
مشکل یہ ہے کہ میں ہر روز کو بدتر دیکھتا ہوں

ابلہاں را ہمہ شربت زگلاب و قند است
بیوقوفوں کے لیے تمام تر گلاب اور قند کا شربت ہے

قوتِ دانا ہمہ از خونِ جگر می بینم
عقلمند کی ساری روزی خونِ جگر سے دیکھتا ہوں

اسپ تازی شدہ مجروح بزیرِ پالاں
تازی گھوڑا، پالان کے نیچے زخمی ہو گیا

طوقِ زریں ہمہ در گردنِ خر می بینم
سونے کے طوق، تمام تر گدھے کی گردن میں دیکھتا ہوں

سنگروں پڑا تو دوست کی صحبت کا لطف اٹھاؤں گا شراب نوشی اور گل چینی کروں گا۔
تیرے ہونٹوں نے مستوں کو شکر بانٹی تیری آنکھوں نے شراب نوشوں کو شراب پلائی لیکن ہمارا شمار نہ مستوں میں ہے نہ میخواروں میں۔
ہر شاعر کا کلام بہتر نہیں ہوتا ہے چونکہ حافظ کی طبیعت تیز ہے اس لیے بہترین کلام کہتا ہے۔
احوالِ زمانہ کے تغیر پر خواجہ صاحب نے یہ بہترین غزل کہی ہے۔
ہر انسان کی خواہش ہے کہ کل آج سے بہتر ہو لیکن ہم روز بروز زیادہ خرابیاں دیکھ رہے ہیں۔
کم عقل مزے اڑا رہے ہیں، عقلمند خونِ جگر پی رہے ہیں۔
جلال الدین توران شاہ شاہ شجاع کا وزیر تھا اس غزل میں اس کو آصفِ دوراں کہا ہے۔

دختراں راہمہ جنگ ست و جدل با مادر
لڑکیوں کی ماؤں سے تمام تر جنگ اور لڑائی ہے

پسراں راہمہ بدخواہِ پدر می بینم
تمام لڑکوں کو باپ کا بدخواہ دیکھتا ہوں

ہیچ رحمے نہ برادر بہ برادر دارد
بھائی، بھائی پر کوئی رحم نہیں کرتا ہے

ہیچ شفقت نہ پدر را بہ پسر می بینم
باپ کی لڑکے پر کوئی شفقت نہیں دیکھتا ہوں

پندِ حافظ بشنو خواجہ برو نیکی کن
اے خواجہ حافظ کی نصیحت سن، جا اور نیکی کر

زانکہ ایں پند بہ از دُر و گہر می بینم
اس لیے کہ اس نصیحت کو موتی اور گوہر سے بہتر دیکھتا ہوں

اَلَمْ یَاْنِ لِلْاَحْبَابِ اَنْ یَتَرَحَّمُوْا
کیا دوستوں کے لیے یہ وقت نہیں آیا کہ وہ رحم کریں؟

وَلِلنَّاقِضِیْنَ الْعَهْدَ اَنْ یَّتَنَدَّمُوْا
اور عہد کو توڑنے والوں کے لیے کہ وہ شرمندہ ہوں

اَلَمْ یَاْتِهِمْ اَنْبَاءُ مَنْ فَاتَ عَهْدُهُمْ
کیا انہیں اس کی خبریں نہیں پہنچیں جس سے اُن کی ملاقات ختم ہو گئی؟

وَفِیْ صَدْرِهٖ نَارُ الْهَوٰی تَتَضَرَّمُ
اور اُس کے سینہ میں محبت کی آگ بھڑک رہی ہے

فَیَا لَیْتَ قَوْمِیْ یَعْلَمُوْنَ بِمَا جَرٰی
اے کاش! میری قوم جان لیتی جو کچھ کہ گزرا

عَلٰی مُرْتَجٍ مِنْهُمْ فَیَعْفُوْا وَیَرْحَمُوْا
انہیں سے ایک امیدوار پر پھر وہ معاف کریں اور رحم کریں

حَکَی الدَّمْعُ عَنِّیْ بِالْحَوَائِجِ اُضْمِرَتْ
آنسوؤں نے میری پوشیدہ ضرورتوں کو بیان کر دیا

فَیَا عَجَبًا مِنْ صَامِتٍ یَتَکَلَّمُ
پس ایسے خاموش پر تعجب ہے جو بات کرتا ہے

بَنُوْ عَمِّنَا جُوْدُوْا عَلَیْنَا بِجُرْعَةٍ
اے ہمارے چچیرو! ہمیں ایک گھونٹ عنایت کرو

وَلِلْفَضْلِ اَسْبَابٌ بِهَا یُتَوَسَّمُ
اور بڑائی کی علامتیں ہیں جن سے وہ پہچانی جاتی ہے

اَیَا مَنْ فَاقَ کُلَّ السَّلَاطِیْنِ سَطْوَةً
اے وہ جو تمام بادشاہوں پر دبدبہ کے لحاظ سے غالب گیا ہے

تَرَحَّمْ جَزَاکَ اللّٰهُ وَالْخَیْرَ یَغْنَمُوْا
تو رحم کر خدا تجھ کو بدلہ دے اور لوگ نیکی کو غنیمت جانتے ہیں

اَتٰی مَوْسِمُ النَّیْرُوْزِ وَاخْضَرَّتِ الرُّبٰی
نیروز کا زمانہ آگیا اور ٹیلے سرسبز ہو گئے

وَبَرِقَ خَمْرٌ وَالنَّدَامٰی تَرَنَّمُوْا
اور شراب رقیق ہو رہی ہے اور ساتھی گا رہے ہیں

شُمُوْسٌ بِهَا الْاَقْنَاءُ تَقْتَضِی الْغِنَا
یہ جینے وہ ہیں جن میں انگور کے خوشے ہیں جو مالداری چاہتے ہیں

وَفِیْ شَاْنِنَا عَیْشُ الرَّبِیْعِ مُحَرَّمُ
اور ہمارے لیے موسم ربیع کا عیش، محرم بنا ہے

بِکُلٍّ مِّنَ الْخُلَّانِ ذُخْرٌ وَّمِنَّةٌ
دوستوں میں سے ہر ایک کے لیے ذخیرہ ہے اور احسان کرتا ہے

وَلِلْحَافِظِ الْمِسْکِیْنِ فَقْرٌ وَّمَغْرَمُ
اور مسکین حافظ کے لیے فقر اور تاوان ہے

بارہا گفتہ ام و بارِ دگر می گویم
میں نے بارہا کہا ہے اور پھر کہتا ہوں

کہ منِ دل شدہ ایں رہ نہ بخود می پویم
کہ میں دل گم شدہ اس راستہ پر خود نہیں دوڑ رہا ہوں

در پسِ آئنہ طوطی صفتم داشتہ اند
انہوں نے مجھے آئنہ کے پیچھے، طوطی کی طرح رکھا ہے

آنچہ استادِ ازل گفت ہماں می گویم
جو کچھ ازل کے استاد نے کہا ہے وہی میں کہہ رہا ہوں

مطلب وہ وقت ہے کہ دوست رحم کریں اور بدعہدی پہ عہدی پر شرمندہ ہوں۔
۲؎ عاشق دوستوں سے بچھڑ گیا اور اسکے سینہ میں عشق کی آگ شعلہ زن ہے۔
۳؎ آنسو خاموش ہیں لیکن انھوں نے میری تمام حالت کہدی۔
۴؎ شراب کا گھونٹ پلا دینا بڑی فضیلت کی بات ہے۔
۵؎ موسم بہار میں شراب میں رقت آجاتی ہے۔
۶؎ یہ زمانہ تو وہ تھا کہ جس میں مالداری ہوتی اور ذخیرہ پاس ہوتا تاکہ عیش کیا جا سکتا۔
۷؎ طوطی کو آئنہ کے پیچھے رکھدیا جاتا ہے تاکہ آئنہ میں وہ اپنی صورت کی دوسری طوطی دیکھے اور آئنہ کے دوسری طرف سکھانے والا بولنا شروع کر دیتا ہے وہ اپنی تصویر کو یہ سمجھ کر کہ دوسری طوطی بول رہی ہے خود بھی اسی طرح سے بولنا شروع کر دیتی ہے خواجہ صاحب کا مطلب یہ ہے کہ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں وہ دوسرا کہلوا رہا ہے۔

من اگر خارم اگر گل چمن آرائے ہست — که از آں دست که می پروردم می رویم
میں خواہ کانٹا ہوں، خواہ پھول، کوئی چمن آرا ہے — کہ جس طرح سے مجھے پرورش دیتا ہے اسی طرح میں اگتا ہوں

دوستاں عیب من بیدل حیراں مکنید — گوہرے دارم و صاحب نظرے می جویم
اے دوستو! مجھ بے دل حیران پر عیب نہ لگاؤ — میرے پاس ایک جوہر ہے اور میں کسی صاحب نظر کو ڈھونڈتا ہوں

گرچہ با دلق ملمع مے گلگوں عیب ست — مکنم عیب کزو رنگ ریا می شویم
اگرچہ رنگی گدڑی کے ساتھ گلاب جیسی شراب عیب ہے — میرے اوپر عیب نہ لگا کیونکہ اس سے ریاکاری کا رنگ دھوتا ہوں

خندہ و گریۂ عشاق ز جائے دگر ست — می سرایم بشب و وقت سحر می مویم
عاشقوں کا ہنسنا اور رونا دوسری وجہ سے ہے — میں رات کو گاتا ہوں اور صبح کے وقت روتا ہوں

حافظم گفت کہ خاک در میخانہ مبوی
حافظ نے مجھ سے کہا میخانہ کے دروازے کی خاک نہ سونگھ
گو مکن عیب کہ من مشک ختن می بویم
کہدے عیب نہ لگائے میں ختن کا مشک سونگھتا ہوں

بازآئی ساقیا کہ ہوا خواہ خدمتم — مشتاق بندگی و دعاگوئے دولتم
ساقی لوٹ آ، میں خدمت کا خواہشمند ہوں — غلامی کا مشتاق، اور دولت کا دعا گو ہوں

زانجا کہ فیض جام سعادت فروغ تست — بیروں شدن نمائی ز ظلمات حیرتم
چونکہ سعادت کی روشنی والے جام کا فیض تیرا ہی ہے — میری حیرت کی تاریکیوں سے نکلنے میں رہنمائی کردے

ہرچند غرق بحر گناہم ز شش جہت — تا آشنائے عشق شدم ز اہل رحمتم
اگرچہ ہر طرف سے گناہوں کے سمندر میں ڈوبا ہوا ہوں — جب سے عشق کا آشنا بنا ہوں، قابل رحم ہوں

عیبم مکن برندی و بدنامی اے فقیہ — کایں بود سرنوشت ز دیوان فطرتم
اے فقیہ! بدنامی اور رندی کا مجھ پر عیب نہ لگا — اس لیے کہ فطرت کے دفتر سے میری یہی تقدیر تھی

مے خور کہ عاشقی نہ بکسب ست و اختیار — کایں بود سرنوشت ز دیوان قسمتم
شراب پی کیونکہ عاشقی کسب اور اختیار سے نہیں ہے — کیونکہ یہی تھا جو تقسیم کے دفتر سے میرے لیے مقدر ہوا ہے

گر دم زنی ز طرۂ مشکین آں نگار — فکرے بکن اے صبا ز مکافات غیرتم
اگر تو اس محبوب کے مشکیں زلف کا دم بھرتی ہے — اے صبا! میری غیرت کے بدلے کی ذرا فکر کر

زاں ابروئے تو تیر نظر تا بگوش ہوش — آوردہ و کشیدہ و موقوف فرصتم
تیرے ابرو میں نظر کا تیر ہے، کان ہوش تک — لیا ہوا اور کھینچا ہوا ہے اور میری فرصت پر موقوف ہے

من کز وطن سفر نگزیدم بعمر خویش — در عشق دیدن تو ہوا خواہ غربتم
میں جس نے زندگی تمام اپنے وطن سے سفر نہیں کیا ہے — تیرے دیکھنے کے عشق میں سفر کا خواہشمند ہوں

دریا و کوہ در رہ و من خستہ و ضعیف — اے خضر پے خجستہ مدد کن بہمتم
راستے میں دریا اور پہاڑ ہیں اور میں خستہ و ضعیف ہوں — اے مبارک قدم خضر آ، اپنی توجہ سے میری مدد کر

دورم بصورت از در دولت سرائے دوست — لیکن بجان و دل ز مقیمان حضرتم
[illegible] — لیکن دل اور جان سے وہاں کے مقیموں میں سے ہوں

۱ میں ... پرورش دیتا ہے اسی طرح اگتا ہوں۔
۲ میں حیرت کی تاریکیوں میں گھرا ہوا ہوں مجھے اس سے باہر نکال دے۔
۳ چونکہ رندی اور بدی ہمارے مقدر سے ہے لہٰذا اس پر عیب جوئی مناسب نہیں ہے۔
۴ اے صبا اگر تو اسکی زلف کا دم بھرتی ہے تو میری غیرت سے بھی ڈرتی رہ۔
۵ تیر جب چلا دو تو ... کان تک [illegible] ... تیر نشانہ پر ... ۔
۶ ... [illegible] ... قریب ہوں۔

حافظ بہ پیشِ چشمِ تو خواہد سپرد جاں
حافظ تیری آنکھوں کے سامنے جان دینا چاہتا ہے

درایں خیالم ار بدہد عمر مُہلتم
میں اسی خیال میں ہوں اگر عمر مجھے فرصت دے

برخیز تا طریقِ تکلّف رہا کنیم
اٹھو تاکہ تکلف کے طریقہ کو چھوڑیں

دُکّانِ معرفت بدو جَو پُر بہا کنیم
معرفت کی دکان کو دو جَو سے پُر رونق بنائیں

بر دیگراں نگارِ قباپوش بگذرد
قباپوش معشوق دوسرے کے پاس سے گذرتا ہے

ما نیز جامہ ہائے صبوری قبا کنیم
ہم بھی صبر کا جامہ چاک کر دیں

مقدار زلّت از نظرِ خلق در حجاب
مخلوق کی نگاہ سے پوشیدہ ہو کر گستر غلطیاں پردہ میں

بہتر ز طاعتے کہ بروی و ریا کنیم
اس عبادت سے بہتر ہیں جو دکھانے اور ریا سے کریں

آنکو بغیر سابقہ چندیں نواخت کرد
وہ جس نے پہلی پہچان بدوں اس قدر نوازشیں کیں

ممکن بود کہ عفو کند گر خطا کنیم
ممکن ہے معاف کر دے اگر ہم غلطی کریں

گر یک شبے بدستِ من افتد نگارِ من
اگر میرا معشوق ایک رات میرے ہاتھ لگ جائے

مشکل بود کہ دامنش از کف رہا کنیم
مشکل ہوگا کہ ہم اس کا دامن ہاتھ سے چھوڑیں

گفتم نگشت کامِ دلم حاصل از لبت
میں نے اس سے کہا تیرے ہونٹوں سے میرے دل کا مقصد پورا ہوا

گفتا تو صبر کن کہ مرادت روا کنیم
وہ بولا صبر کرتا کہ ہم تیری مراد پوری کریں

حافظ وفا نمی کند ایامِ سُست عہد
اے حافظ بد عہد زمانہ وفا نہیں کرتا ہے

ایں پنج روزہ عمر بیا تا وفا کنیم
آ اس پانچ روزہ زندگی میں کہ ہم وفا کریں

بُشریٰ لی اِذَا السَّلَامُ حَلَّتْ بِذِی سَلَمٍ
خوشخبری ہو، جبکہ سلامتی ذی سلم میں اتری ہے

لِلّٰہِ حَمدُ مُعتَرِفٍ غَایَۃَ النِّعَمِ
لاانتہا، نعمتوں کے اعتراف کرنے والے کی تعریف خدا کیلئے ہے

آں خوشخبر کجاست کزیں فتح مژدہ داد
وہ خوشخبر کہاں ہے جس نے اس فتح کی خوشخبری دی

تا جاں فشانمش چو زر و سیم در قدم
تاکہ میں چاندی اور سونے کی طرح اس کے قدموں پر جان نثار کروں

از بازگشتِ شاہ چہ خوش طرفہ نقش بست
شاہ کی واپسی کی وجہ سے ایک عمدہ عجیب نقش بنایا

آہنگِ خصمِ او بسراپردۂ عدم
اس کے دشمن کے ارادے نے عدم کے سراپردہ پر

پیماں شکن ہر آئنہ گردد شکستہ دل
وعدہ توڑنے والا، لامحالہ شکستہ دل ہوتا ہے

اِنَّ العُہُودَ عِندَ مُلُوکِ النُّہیٰ ذِمَمٌ
عہد، عقل کے بادشاہوں کے نزدیک ذمہ داریاں ہیں

در نیل غم فتاد و سپہرش بطعنہ گفت
وہ غم کے نیل میں جا گرا اور اس سے آسمان نے طعنہ کے طور پر کہا

اَلآنَ قَد نَدِمتَ وَمَا یَنفَعُ النَّدَمُ
اب تو شرمندہ ہوا، حالانکہ ندامت مفید نہیں ہے

میجست از سحابِ امل رحمتے ولے
وہ امید کے بادل سے رحمت ڈھونڈتا تھا لیکن

جز دیدہ اش معاینہ بیروں نداد نم
اس کی آنکھوں کے سوا کسی چیز نے باہر نمی نہ دکھائی

۱۔ اگر زندگی نے مہلت دی تو حافظ تیری نظروں کے سامنے جان دینا چاہتا ہے۔

۲۔ معرفت کی دکان دو جَو سے ہی چمک اٹھتی ہے، ریا کے ڈھیر بھی ہوں تو بیکار ہیں۔

۳۔ ریا کی عبادت سے چھپ کر ستر گناہ کرنا بہتر ہے۔

۴۔ کسی بادشاہ کی فتحمندی پر خواجہ صاحب نے یہ غزل کہی ہے۔

۵۔ بادشاہ کی آمد پر دشمن معدوم ہو گیا۔

۶۔ عہد شکن شرمندہ ہوتا ہے اور بالآخر ایسے وقت رنج کرتا ہے جب رنج اس کو مفید نہیں ہوتا ہے۔

ساقی بیا کہ دورِ گل ست و زمانِ عیش
اے ساقی آجا پھول کا موسم اور عیش کا زمانہ ہے

پیش آر جام و ہیچ مخور غم ز بیش و کم
جام سامنے لا اور زیادتی اور کمی کا غم نہ کر

اے دل تو جامِ جم بطلب مُلکِ جم مخواہ
اے دل تو جامِ جم چاہ، جمشید کی سلطنت نہ چاہ

کیں بود قولِ بلبلِ بستانسرائے جم
اس لیے کہ جمشید کے پائیں باغ کی بلبل کا یہی قول تھا

چوں خونِ خصم ہمچو صراحی بریختی
جب تو نے دشمنوں کا خون صراحی کی طرح بہا دیا

با دوستاں بعیش و طرب گیر جامِ جم
دوستوں کے ساتھ عیش اور مستی میں جامِ جم تھام

بشنو ز جامِ بادہ کہ ایں زالِ نو عروس
شراب کے جام سے سن کہ اس نئی دلہن بڑھیا نے

بسیار گشت شوہر چوں کیقباد و جم
کیقباد اور جمشید جیسے بہت سے شوہر مار ڈالے ہیں

حافظ بکنجِ میکدہ دارد قرارگاہ
حافظ کو سکون کی جگہ شراب خانہ کے گوشہ میں ملتی ہے

کَالطَّیْرِ فِی الْحَدِیْقَةِ وَاللَّیْثِ فِی الْاَجَمْ
جیسا کہ پرندہ کو باغ میں، اور شیر کو کچھار میں

بعزمِ توبہ سحر گفتمِ استخارہ کنم
میں نے صبح کو کہا توبہ کے ارادے سے استخارہ کروں گا

بہارِ توبہ شکن میرسد چہ چارہ کنم
توبہ شکن بہار آرہی ہے، کیا تدبیر کروں!

سخن درست بگویم نمی توانم دید
سچی بات کہتا ہوں، میں نہیں دیکھ سکتا

کہ مے خورند حریفان و من نظارہ کنم
کہ رقیب شراب پئیں اور میں دیکھتا رہوں

بدورِ لالہ دماغِ مرا علاج کنید
لالہ کے زمانہ میں میرے دماغ کا علاج کرو

گر از میانۂ اہلِ طرب کنارہ کنم
اگر میں دوستوں کے درمیان سے کنارہ کروں

اگر شبے بزبانم حدیثِ توبہ رود
اگر کسی رات کو میری زبان سے توبہ کی بات نکلے

ز بے طہارتی آنرا بمے غرارہ کنم
ناپاکی کی وجہ سے اس کا شراب سے غرارہ کر دوں

بتختِ گل بنشانم بتے چو سلطانے
ایک بادشاہ کی طرح ایک معشوق کو پھولوں کے تخت پر بٹھاؤں

ز سنبل و سمنش سازِ طوق و یارہ کنم
اس کے لیے سنبل اور سمن سے ہار اور کنگن تیار کروں

مرا کہ نیست رہ و رسمِ لقمہ پرہیزی
جبکہ پرہیز کے لقمہ کی میرے لئے راہ اور رسم نہیں ہے

ہماں بہ است کہ میخانہ را اجارہ کنم
یہی بہتر ہے کہ شراب خانہ کا ٹھیکہ لے لوں

ز روئے دوست مرا چوں گلِ مراد شگفت
جبکہ دوست کے چہرے سے میری مراد کا پھول کھل گیا ہے

حوالہ سرِ دشمن بسنگِ خارہ کنم
تو دشمن کے سر کو سنگِ خارہ کے حوالہ کر دوں

گدائے میکدہ ام لیک وقتِ مستی بیں
میں شراب خانہ کا فقیر ہوں لیکن مستی کے وقت دیکھ

کہ ناز بر فلک و حکم بر ستارہ کنم
کہ فلک پر ناز، اور ستارے پر حکم کرتا ہوں

اگر ز لعلِ لبِ یار بوسۂ یابم
اگر میں یار کے لعل جیسے ہونٹ کا ایک بوسہ پا لوں

جواں شوم ز سر و زندگی دوبارہ کنم
از سرِ نو جوان ہو جاؤں اور دوبارہ زندگی حاصل کر لوں

چو غنچہ با لبِ خنداں بیادِ مجلسِ شاہ
شاہ کی مجلس کی یاد پر مسکراتے ہونٹوں کے ساتھ غنچہ کی طرح

پیالہ گیرم و از شوق جامہ پارہ کنم
پیالہ تھاموں اور شوق کی وجہ سے کپڑے پھاڑوں

۱ جمشید کا ملک فانی ہے جامِ جم حاصل کرنا چاہیے تاکہ دوام پیدا ہو۔
۲ تو نے دشمنوں پر فتح حاصل کر لی ہے اب دوستوں کے ساتھ محفلِ طرب قائم کر۔
۳ کیقباد اور جمشید جیسے بہت سے اس دنیا کے مالک بنے ہیں اور پھر اس دنیا نے ان کو فنا کر دیا ہے۔
۴ مجھے شراب خانہ کے گوشہ میں وہی سکون حاصل ہوتا ہے جو پرندہ کو باغ یا شیر کو کچھار میں۔
۵ استخارہ کے معنی بھلائی طلب کرنا ہیں، شرعی حکم ہے کہ اگر انسان کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کا فیصلہ کرنا چاہے تو دو رکعت نفل پڑھے پھر استخارہ کی مشہور دعا پڑھے اور سو جائے پھر جس طرف دل کا رجحان ہو وہ کام کرے انشاء اللہ اس میں اس کی بھلائی ہوگی۔
۶ جو شخص موسمِ بہار میں اہلِ طرب سے کنارہ کرے اس کا دماغ خراب ہے۔
۷ توبہ کا لفظ منہ سے نکلنے سے منہ گندا ہو جائیگا شراب سے کلیاں کرنی چاہییں۔
۸ یارہ پھولوں کے ہم گجنے کو کہا جاتا ہے۔ ۹ جبکہ حلال لقمہ نہیں ہے تو بہتر ہے کہ شراب خانہ کا ٹھیکہ لیا جائے اور اس کی کمائی کھائی جائے۔

نہ قاضیم نہ مدرس نہ محتسب نہ فقیہ
میں نہ قاضی ہوں نہ مدرس نہ محتسب ہوں نہ فقیہ

مرا چہ سود کہ منع شراب خوارہ کنم
مجھے کیا فائدہ کہ شراب خور کو روکوں!

زبادہ خوردنِ پنہاں ملول شد حافظ
حافظ، چھپ کر شراب پینے سے تنگدل ہو گیا

بہ بانگِ بربط و نے رازش آشکارہ کنم
بربط اور بانسری کی آواز سے اس کے راز کو فاش کرتا ہوں

بغیر از آنکہ بشد دین و دانش از دستم
اس کے علاوہ کہ دین اور عقل میرے ہاتھ سے جاتے رہے

دگر بگو کہ ز عشقت چہ طرف بربستم
بتا تیرے عشق سے مجھے اور کیا فائدہ پہنچا!

اگرچہ خرمنِ عمرم غمِ تو داد بباد
اگرچہ تیرے غم نے میری عمر کا کھلیان برباد کر دیا ہے

بخاکِ پائے عزیزت کہ عہد نشکستم
تیرے قدموں کی پیاری خاک کی قسم کہ میں نے عہد نہیں توڑا ہے

چو ذرہ گرچہ حقیرم ببین بدولتِ عشق
اگرچہ میں ذرہ کی طرح حقیر ہوں، عشق کی دولت کی برکت سے

کہ در ہوائے رخت چوں بمہر پیوستم
تیرے رخ کے عشق میں کس طرح سورج سے جا ملا ہوں

بیار بادہ کہ عمریست تا من از سرِ مہر
شراب لا اس لیے کہ ایک عمر گزر گئی جب سے میں محبت کی وجہ سے

بکنجِ عافیت از بہرِ عیش ننشستم
عافیت کے گوشہ میں عیش کے لئے نہیں بیٹھا ہوں

اگر ز مردمِ ہشیاری اے نصیحت گو
اے نصیحت گو! اگر تو عقلمند انسانوں میں سے ہے

سخن بخاک میفگن چرا کہ من مستم
بات مٹی میں نہ ملا اس لئے کہ میں مست ہوں

چگونہ سر ز خجالت برآورم بر دوست
دوست کے سامنے شرمندگی سے کس طرح سر اٹھاؤں؟

کہ خدمتے بسزا بر نیامد از دستم
اس لئے کہ میرے ہاتھ سے کوئی مناسب خدمت نہیں ہوئی ہے

بسوخت حافظ و آں یارِ دلنواز نگفت
حافظ جل گیا، اور اس دلنواز یار نے نہ کہا

کہ مرہمے بفرستم چو خاطرش خستم
کہ میں کوئی مرہم بھیج دوں، جبکہ میں نے اس کا دل زخمی کیا ہے

بگذار تا بشارعِ میخانہ بگذریم
چھوڑ دے تاکہ ہم شراب خانہ کی سڑک پر سے گزریں

کز بہرِ جرعۂ ہمہ محتاجِ ایں دریم
اس لیے کہ ہم سب ایک گھونٹ کے لیے اس دروازہ کے محتاج ہیں

جائیکہ تخت و مسندِ جم میرود بباد
جس جگہ جمشید کا تخت اور مسند برباد ہو جاتے ہیں

گر غم خوریم خوش نبود بہ کہ مے خوریم
اگر ہم غم کھائیں تو اچھا نہ ہوگا بہتر ہے کہ شراب پئیں

تا بو کہ دست در کمرِ او تواں زدن
تاکہ ایسا ہو کہ ہاتھ اس کی کمر میں ڈالا جا سکے

در خونِ دل نشستہ چو یاقوتِ احمریم
سرخ یاقوت کی طرح دل کے خون میں ہم بیٹھے ہیں

روزِ نخست چوں دمِ رندی زدیم و عشق
پہلے دن سے جب ہم نے رندی اور عشق کا دم بھرا

شرط آں بود کہ جز رہ ایں شیوہ نسپریم
شرط یہی ہے کہ اس راستہ کے سوا کوئی راستہ نہ چلیں

واعظ مکن نصیحتِ شوریدگاں کہ ما
واعظ دیوانوں کو نصیحت نہ کر اس لیے کہ ہم

با خاکِ کوئے دوست بفردوس ننگریم
دوست کے کوچہ کی خاک کے سامنے جنت کو نہیں دیکھتے

۱؎ شراب خواری سے روکنا ان لوگوں کا کام ہے میرا کام نہیں ہے۔
۲؎ عشق سے مجھے تو یہی فائدہ ہوا کہ دین بھی گیا اور عقل بھی گئی۔
۳؎ ذرہ کو سورج کا عاشق قرار دیا گیا ہے۔ ذرہ سورج سے نور حاصل کرتا ہے۔
۴؎ عقلمند انسان ایسی بات نہیں کہتا جو رائگاں جائے۔
۵؎ چونکہ دوست کے لائق کوئی خدمت انجام نہیں دی جا سکی لہٰذا ہم شرمندہ ہیں۔
۶؎ دنیا نے جب کہ جمشید کے تخت و تاج کو بھی ختم کر دیا تو وہ ناقابلِ بھروسہ ہے۔
۷؎ وفاداری کا تقاضہ ہے کہ اب راہِ عشق پر قائم رہا جائے۔
۸؎ ہم دوست کے کوچہ کی خاک کے مقابلہ میں جنت کو بھی نظر میں نہیں لاتے ہیں لہٰذا ہمیں نصیحت کرنا بے سود ہے۔

زاں پیشتر کہ عمر گرانمایہ بگذرد
اس سے قبل کہ قیمتی عمر گزر جائے

بگذار تا قیامتِ روئے تو بنگریم
موقع دے کہ تیرے چہرے کی قیامت کو ہم دیکھ لیں

چوں صوفیاں بحالت و رقصند در سماع
جبکہ صوفی سماع میں، حال اور رقص میں ہیں

ما نیز ہم بشعبدہ دستے برآوریم
ہم بھی شعبدہ کے طور پر کچھ ہاتھ نکالیں

از جرعۂ[1] تو خاکِ زمیں قدرِ لعل یافت
تیرے گھونٹ سے زمین کی خاک نے لعل کا مرتبہ پالیا

بیچارہ ما کہ پیشِ تو از خاک کمتریم
ہم بیچارے ہیں کہ تیرے سامنے خاک سے بھی کمتر ہیں

حافظ چو رہ بکنگرۂ کاخِ وصل نیست
اے حافظ جب وصل کے محل کے کنگرہ کا راستہ نہیں ہے

با خاکِ آستانۂ ایں در بسر بریم
اس دروازہ کی چوکھٹ کی خاک پر بسر کریں

بہ تیغم[2] گر زند دستش نگیرم
اگر وہ مجھے تلوار سے مارے اس کا ہاتھ نہ پکڑ وں

وگر تیرم زند منت پذیرم
وہ اگر میرے تیر مارے اس کا شکر گزار ہوں

کمانِ[3] ابروئے ما را گو مزن تیر
ہمارے کمان جیسے ابرو والے سے کہدے کہ تیر نہ مارے

کہ پیشِ دست و بازویت بمیرم
تاکہ تیرے ہاتھ اور بازو پر جان دوں

غمِ گیتی چو از پایم در آورد
دنیا کے غم نے، جبکہ مجھے پچھاڑ دیا ہے

بجز ساغر نباشد دستگیرم
ساغر کے علاوہ، میرا کوئی دستگیر نہ ہوگا

بر آ اے آفتابِ[4] صبحِ امید
اے امید کی صبح کے آفتاب نکل آ

کہ در دستِ شبِ ہجراں اسیرم
کیونکہ میں شب ہجر کے ہاتھوں، میں قیدی ہوں

چو طفلاں[5] تا کے اے واعظ فریبی
اے واعظ تو بچوں کی طرح کب تک پھسلائے گا؟

بسیبِ بوستان و جوئے شیرم
مجھ کو باغ کے سیب اور دودھ کی نہر کے ذریعہ

من[6] آں مرغم کہ ہر شام و سحرگاہ
میں وہ پرندہ ہوں، جو ہر صبح اور شام

رسد تا سدرہ آوازِ صفیرم
سدرہ تک میری سیٹی کی آواز جا پہنچتی ہے

بفریادم رس اے پیرِ خرابات
اے پیر خرابات، میری فریاد کو پہونچ

بیک جرعہ جوانم کن کہ پیرم
ایک گھونٹ سے مجھے جوان بنادے میں بوڑھا ہوں

بگیسوئے تو خوردم دوش سوگند
کل میں نے تیری زلفوں کی قسم کھائی ہے

کہ از پائے تو من سر بر نگیرم
کہ میں تیرے پیروں سے سر نہ اٹھاؤں گا

بسوز ایں خرقۂ تقوی چو حافظ
حافظ کی طرح تقوے کی اس گدڑی کو جلادے

کہ گر آتش شوم در وے نگیرم
اس لیے کہ میں اگر آگ بھی بنتا ہوں اس میں اثر نہیں کرتا ہوں

بمژگانِ سیہ کردی ہزاراں رخنہ در دینم
تو نے کالی پلکوں سے میرے دین میں ہزاروں رخنے پیدا کردئے

بیا کز چشمِ بیمارت ہزاراں درد بر چینم
آ، تاکہ تیری بیمار آنکھوں سے میں ہزاروں درد حاصل کروں

[1] تیری توجہ سے خاک بھی لعل بن گئی لیکن ہم محروم ہی رہ گئے۔
[2] دوست کا قتل کرنا ہمارے لئے باعثِ احسان ہے۔
[3] ہم تو محبوب کے دست و بازو پر خود ہی جان قربان کرتے ہیں اس کو ابرو سے تیر چلانے کی ضرورت نہیں ہے۔
[4] آفتاب صبح امید سے مراد معشوق ہے۔
[5] ہمیں بچوں کی طرح سیب اور دودھ کی نہروں سے نہیں پھسلایا جا سکتا ہے۔
[6] ہم تو سدرہ تک کی سیر کرتے ہیں۔

الا ہمنشین دل کہ یارانت برفت از یاد
آگاہ، اے دل کے ہم نشین کہ دوست تیری یاد سے نکل گئے

مرا روزی مباد آں دم کہ بے یادِ تو بنشینم
وہ وقت میرے مقدر میں نہ ہو کہ تیری یاد کے بدوں بیٹھوں

زتاب آتشِ دوری شدم غرق عرق چوں گل
دوری کی آگ کی گرمی سے پھول کی طرح پسینہ میں نہا گیا ہوں

بیار اے بادِ شبگیری نسیمے زآں عرق چینم
اے بادِ صبا ایسی نسیم لا جس سے میں اپنا پسینہ خشک کروں

شبِ رحلت ہم از بستر روم تا قصرِ حور العیں
سفر کی رات میں بستر سے حور العین کے محل تک پہنچوں گا

اگر در وقتِ جاں دادن تو باشی شمعِ بالینم
اگر جان دینے کے وقت تو میرے سرہانے کی شمع ہوگا

صباح الخیر زد بلبل کجائی ساقیا برخیز
بلبل نے صباح بالخیر کا نعرہ لگایا، اے ساقی تو کہاں ہے، اٹھ

کہ غوغا میکند در سر خمارِ خمرِ دوشینم
اس لیے کہ کل شب کی شراب کا خمار میرے سر میں شور کر رہا ہے

اگر بر جائے من غیرے گزیند دوست حاکم اوست
اگر وہ میری بجائے کسی اور کو دوست بنائے وہ حاکم ہے

حرامم باد اگر من جاں بجائے دوست بگزینم
میرے لیے حرام ہوگا اگر میں اس کی بجائے جان کو بھی پسند کروں

جہاں پیریست بے بنیاد ازیں فرہاد کش فریاد
دنیا ایک بے حقیقت بڑھیا ہے، اس فرہاد کو مار ڈالنے والی سے فریاد ہے

کہ کرد افسون و نیرنگش ملول از جانِ شیرینم
اس لیے کہ اس کے جادو اور شعبدہ نے مجھے شیریں جان سے بیزار کر دیا ہے

جہانِ فانی و باقی فدائے شاہد و ساقی
فانی اور باقی عالم شاہد اور ساقی پر قربان ہے

کہ سلطانیِ عالم را طفیلِ عشق می بینم
اس لیے کہ میں دنیا کی بادشاہت کو عشق کے طفیل دیکھ رہا ہوں

رموزِ عشق و سرمستی ز من بشنو نہ از واعظ
مستی اور عشق کے راز مجھ سے سن نہ کہ واعظ سے

کہ با جام و قدح ہر شب قرینِ ماہ و پروینم
اس لیے کہ میں ہر شب میں جام اور پیالہ کے ساتھ چاند اور پروین کا ساتھی ہوں

حدیثِ آرزومندی کہ در ایں نامہ ثبت افتاد
آرزومندی کی جو بات اس دفتر میں لکھی ہے

ہمانا بے غلط باشد کہ حافظ داد تلقینم
یقیناً صحیح ہوگی اس لیے کہ حافظ نے مجھے پڑھائی ہے

بیا تا گل برافشانیم و مے در ساغر اندازیم
آ تاکہ پھول برسائیں اور ساغر میں شراب ڈالیں

فلک را سقف بشکافیم و طرحِ نو در اندازیم
آسمان کی چھت کو پھاڑ ڈالیں اور نئی بنیاد قائم کریں

اگر غم لشکر انگیزد کہ خونِ عاشقاں ریزد
اگر غم لشکر کشی کرے تاکہ عاشقوں کی خون ریزی کرے

من و ساقی بہم سازیم و بنیادش براندازیم
میں اور ساقی متفق ہو جائیں، اور اس کی جڑ اکھاڑ پھینکیں

چو در دست ست رودے خوش بزن مطرب سرودے خوش
جبکہ تیرے ہاتھ میں اچھا باجا ہے، اے مطرب اچھا گانا گا

کہ دست افشاں غزل خوانیم و پا کوباں سر اندازیم
تاکہ رقص کرتے ہوئے ہم غزل پڑھیں اور ناچتے ہوئے سر دھنیں

صبا خاکِ وجودِ ما بآں عالی جناب انداز
اے صبا ہمارے وجود کی خاک کو اس بلند دربار میں ڈال دے

بود کآں شاہِ خوباں را نظر بر منظر اندازیم
ہو سکتا ہے کہ ہم اس حسینوں کے بادشاہ کے رخ کو دیکھ لیں

یکے از عشق می لافد دگر طامات می بافد
ایک عشق کی ڈینگیں مارتا ہے، دوسرا کرامات کی بکواس کرتا ہے

بیا کایں داوری ہا را بہ پیشِ داور اندازیم
آ کہ ہم ان جھگڑوں کو خدا کے سامنے پیش کر دیں

بہشتِ عدن اگر خواہی بیا با ما بمیخانہ
اگر تو بہشتِ عدن چاہتا ہے ہمارے ساتھ میخانہ میں چل

کہ از پائے خمت یکسر بحوضِ کوثر اندازیم
کہ تجھے پائے خم سے سیدھا حوضِ کوثر میں ڈال دیں

---

۱ تو نے جو ہمیں بھلا دیا خدا وہ وقت نہ لائے کہ ہم تجھے بھلا سکیں۔
۲ عرق چیں کو اکثر محشیوں نے ایک خوشبودار گھاس بتایا ہے جو کسی لغت میں مجھے نہ ملا، لغت میں اس کے معنی عمامہ کے نیچے کی ٹوپی یا رومال لکھے ہیں جو اس شعر میں مناسب نہیں ہیں۔ لہٰذا میں نے عرق چیں کو اسم فاعل ترکیبی قرار نہیں دیا بلکہ چینم کو فعل قرار دے کر ترجمہ کیا ہے۔
۳ اگر نزع کے وقت محبوب سرہانے ہوگا تو ہم سیدھے جنت میں جائیں گے۔
۴ صباح الخیر صبح کے وقت کا سلام ہے۔
۵ محبوب حاکم ہے وہ ہماری بجائے دوسرے کو دوست بنا سکتا ہے لیکن ہمارے لئے جائز نہیں ہے کہ اس کی بجائے جان کو بھی دوست بنائیں۔
۶ ، شراب پئیں اور دنیا کی رفتار بدل ڈالیں۔
۷ اگر غم کا لشکر حملہ کریگا تو میں اور ساقی مل کر اسکو شکست دیں گے۔
۸ ہماری خاک کو محبوب کے کوچہ میں اڑا کر لیجا تاکہ ہم محبوب کا دیدار کر سکیں۔
۹ صوفیوں کے بلند بانگ عشق کے دعووں کو اور کشف و کرامات کی ڈینگوں کو خدا کے حضور دربار میں پیش کر دیں۔

شراب ارغوانی را گلاب اندر قدح ریزیم
سرخ شراب کے پیالے میں گلاب ملائیں

نسیمِ عطر گرداں را شکر در مجمر اندازیم
خوشبو پھیلانے والی نسیم کی انگیٹھی میں شکر ڈالیں

بیا جاناں منور کن ز رویت مجلس ما را
اے جاناں اپنے چہرے سے ہماری مجلس کو پر نور کر دے

کہ در پیشت غزل خوانیم و در پایت سر اندازیم
تاکہ ہم تیرے سامنے غزل پڑھیں اور تیرے پیروں میں سر ڈالیں

سخندانی و خوشخوانی نمی ورزند در شیراز
سخندانی اور خوش الحانی شیراز میں پسند نہیں کرتے ہیں

بیا حافظ کہ ما خود را بملکِ دیگر اندازیم
آ، حافظ تاکہ ہم اپنے آپ کو دوسرے ملک میں پھینک دیں

بے تو اے سروِ رواں با گل و گلشن چہ کنم
اے سرو رواں تیرے بغیر میں پھول اور چمن کا کیا کروں؟

زلفِ سنبل چہ کشم عارضِ سوسن چہ کنم
سنبل کی زلف کو کیا کھینچوں اور سوسن کے رخسار کا کیا کروں؟

آہ کز طعنۂ بدخواہ ندیدم رویت
افسوس دشمن کے طعنہ کی وجہ سے میں نے تیرا چہرہ نہ دیکھا

نیست چوں آئنہ ام روئے ز آہن چہ کنم
آئینہ کی طرح میرا چہرہ لوہے کا نہیں ہے، میں کیا کروں؟

برو اے زاہد و بر دُرد کشاں خردہ مگیر
اے زاہد چلا جا، اور تلچھٹ پینے والوں پر عیب نہ لگا

کار فرمائے قدر میکند ایں من چہ کنم
تقدیر کا کارفرما یہ کرتا ہے، میں کیا کروں؟

برقِ غیرت چو چنیں می جہد از مکمنِ غیب
غیب کی کمین گاہ سے جبکہ غیرت کی بجلی اس طرح کوندتی ہے

تو بفرما کہ من سوختہ خرمن چہ کنم
تو بتا، میں کھلیان جلا ہوا کیا کروں؟

مدد ے گر بچراغے نکند آتشِ طور
اگر طور کی آگ، ایک چراغ سے میری کوئی مدد نہ کرے

چارۂ تیرہ شبِ وادیِ ایمن چہ کنم
وادیِ ایمن کی اندھیری رات کی کیا تدبیر کروں؟

شاہِ ترکاں چو پسندید و بچاہم انداخت
ترکوں کے شاہ نے جب پسند کیا اور مجھے کنویں میں ڈال دیا

دستگیر ار نشود دستِ تہمتن چہ کنم
تہمتن کا ہاتھ اگر دستگیری نہ کرے تو میں کیا کروں؟

خونِ من ریختی از ناوکِ دلدوزِ فراق
دل کو چھید نیوالے فراق کے تیر سے تو نے میرا خون بہایا

خود بگو با تو من اے دیدۂ روشن چہ کنم
اے دیدۂ روشن تو مجھے خود بتا میں تیرے ساتھ کیا کروں؟

حافظا خلدِ بریں خانۂ موروثِ من ست
اے حافظ! خلدِ بریں میرا موروثی گھر ہے

اندریں منزلِ ویرانہ نشیمن چہ کنم
اس ویران منزل میں کیا نشیمن بناؤں!

برو اے طبیبم از سر کہ خبر ز سر ندارم
اے طبیب میرے پاس سے چلا جا اس لیے کہ مجھے سر کی خبر نہیں ہے

بخدا رہا کنم جاں کہ ز جاں خبر ندارم
خدا کے لیے میری جان چھوڑ، مجھے جان کی خبر نہیں ہے

بعیادتم قدم نہ کہ ز بیخودی شوم بہ
میری بیمار پرسی کے لیے قدم دھر تاکہ بیہوشی سے اچھا ہو جاؤں

مے ناب نوش و ہم دہ کہ غمِ دگر ندارم
خالص شراب پی، اور دے اس لیے کہ مجھے کوئی دوسرا غم نہیں ہے

غمم ار خوری ازیں بیش کنم ز غمخوری بس
اگر تو میری غمخواری کرے گا، میں اس کے بعد غمخواری سے بس کر دوں گا

نظرے بجز تو با کس بکسے دگر ندارم
میری نظر، تیرے سوا کسی پر نہیں ہے

ساتھ خوشبو مہکانے کے لیے عود کو شکر میں ملا کر دھونی کے لیے انگیٹھی میں ڈالا جاتا تھا۔
شاب سخندانی اور خوش الحانی کی شیراز میں قدر نہیں رہی کسی دوسرے ملک میں چلنا چاہیے۔
سے سکندر اعظم کا آئینہ لوہے کا بنا ہوا تھا اس لیے اس لفظ کی اصل آہن بتائی جاتی ہے۔
سے ہماری دُردکشی مقدر سے ہے اس پر طعنہ زنی مناسب نہیں ہے۔
شہ جب مجھ پر سی کی غیرت خرمن کو جلا رہی ہے تو ہمارا اس میں کیا دخل ہے؟
شہ مشہور قصہ ہے کہ بیژن رستم کا بھانجہ شکاری جانوروں کے پیچھے افراسیاب کے ملک میں پہنچ گیا اور افراسیاب کی بیٹی پر عاشق ہو گیا افراسیاب نے اس کو اندھیرے کنویں میں قید کر دیا جب رستم کو پتہ چلا تو وہ تاجر بن کر گیا اور اسکو چھڑا لایا ترکوں کے شاہ سے افراسیاب، اور تہمتن سے رستم مراد ہے اور اس شعر میں مجازاً سے شیطان اور رستم سے مرشد کامل مطلوب ہے۔
شہ جنت حضرت آدم کی قیام گاہ تھی لہذا ہمارے باوا دادا کا موروثی مکان ہے۔

ٹہ شعبدۂ سر بالینِ من بر خیز اے نادان طبیب ✽ دردمندِ عشق را دارو بجز دیدار نیست

زر زرت کنند زیور بزرت کشند در بر
سونے سے تیرا زیور بناتے ہیں، سونے کے ذریعہ تجھے بغل میں لیتے ہیں

من بینوائے مضطر چہ کنم کہ زر ندارم
میں مفلس، مجبور کیا کروں کہ میرے پاس سونا نہیں ہے؟

دگرم مگو کہ خواہم کہ ز در گہت برانم
پھر مجھے نہ کہنا کہ میں چاہتا ہوں، کہ تجھے در بار سے نکال دوں

تو بر این و من بر آنم کہ دل از تو بر ندارم
تو اس پر ہے، اور میں اس پر کہ تجھ سے دل نہ ہٹاؤں گا

من اگرچہ مے پرستم نہ رسید مے بدستم
میں اگرچہ شراب پرست ہوں، میرے ہاتھ میں شراب نہ آئی

مبر از دل زدستم کہ دل دگر ندارم
میرے ہاتھ سے دل نہ لیجاؤ کیونکہ میرے پاس دوسرا دل نہیں ہے

دل حافظ ار بجوئی غم دل بہ تندخوئی
اگر تو حافظ کی دل جوئی کرے، بد اخلاقی کے بجائے دل کا غم

چہ بگویمت بگوئی سر درد سر ندارم
تجھ سے کیا کہوں، تو کہتا ہے میں درد سر نہیں برداشت کرتا ہوں

تا سایۂ مبارکت افتاد بر سرم
جب سے تیرا مبارک سایہ میرے سر پر پڑا ہے

دولت غلام من شد و اقبال چاکرم
دولت میری غلام ہو گئی ہے، اور اقبال میرا خادم ہو گیا ہے

شد سالہا کہ از سر من بخت رفتہ بود
کئی سال گذرے کہ میرے سر سے مقدر دور ہو گیا تھا

از دولت وصال تو باز آمد از درم
تیرے وصال کی دولت سے پھر میرے دروازہ سے واپس آ گیا ہے

بیدار در زمانہ ندیدے کسے مرا
زمانہ میں پھر کوئی مجھے بیدار نہ دیکھتا

در خواب اگر خیال تو گشتے مصورم
اگر نیند میں تیرا خیال، میرے لیے مصور ہو جاتا

من عمر در غم تو بپایاں برم ولے
میں تیرے غم میں، عمر ختم کروں گا لیکن

باور مکن کہ بے تو زمانے بسر برم
یقین نہ کر کہ تیرے بدون تھوڑا سا وقت گذاروں گا

زاں شب کہ باز در دل تنگم در آمدی
جس رات سے تو پھر میرے تنگ دل میں آیا

صد شمع در گرفت دماغ معطرم
میرے معطر دماغ میں، سو شمعیں روشن ہو گئیں

درد مرا طبیب نداند دوا کہ من
طبیب میرے درد کی دوا نہیں جانتا ہے، اس لیے کہ میں

بے دوست خستہ خاطر و با دوست خوشترم
بغیر دوست کے خستہ طبیعت اور دوست کے ساتھ بہت خوش ہوں

گفتی بیار رخت اقامت بکوئے ما
تو نے کہا ہمارے کوچہ میں ٹھہرنے کا سامان لے آ

من خود بجان تو کہ ازیں کوئے نگذرم
تیری جان کی قسم، میں خود اس کوچے سے نہ جاؤں گا

گردوں چو کرد نظم ثریا بنام شاہ
جبکہ آسمان نے ثریا کو بادشاہ کے نام پر نظم کیا ہے

من نظم خود چرا نکنم از کہ کمترم
میں کس سے کم ہوں، میں اپنی نظم کیوں نہ بناؤں؟

ہر کس غلام شاہے و مملوک صاحبے ست
ہر شخص ایک بادشاہ کا غلام اور ایک آقا کا مملوک ہے

حافظ کمینہ بندۂ سلطان کشورم
میں حافظ کمینہ کے بادشاہ کا ادنیٰ غلام ہوں

تو ہمچو صبحی و من شمع خلوت سحرم
تو صبح کی طرح ہے، اور میں سحر کی شمع خلوت ہوں

تبسمے کن و جاں بیں کہ چوں ہمی سپرم
تو ذرا مسکرا دے اور دیکھ میں کس طرح جان دیتا ہوں

ے اگر خواب میں کبھی تیرا تصور آجائے تو تمام عمر سوتا رہوں اور اس خوف سے کبھی بیدار نہ ہوں کہ تیرا تصور چلا جائے گا۔

ے میرے درد کی دوا طبیب کیا کرے گا۔ میرا مرض یہ ہے کہ بے دوست مریض ہوں اور دوست کے ساتھ صحت مند ہوں۔

ے میں سامان لا کے کبھی تیرے کوچے سے باہر قدم نہ رکھوں گا۔

۵ شعر

چنینش کہ در دلِ من داغِ زلفِ سرکشِ تست
میرے دل میں تیری سرکش زلف کا ایسا داغ ہے

بنفشہ زار شود تربتم چو در گذرم
کہ جب میں مرجاؤں گا، میری قبر بنفشہ زار ہوگی

برآستانِ امیدت کشادہ ام درِ چشم
میں نے تیری امید کی چوکھٹ پر، آنکھ کا در کھولا ہے

کہ یک نظر فگنی چوں فگندی از نظرم
تاکہ تو ایک نظر ڈال دے، جبکہ تو نے مجھے نظر سے گرا دیا ہے

غلامِ مردمِ چشمم کہ با سیاہ دلی
میں آنکھ کی پتلی کا غلام ہوں کہ باوجود سیاہ دلی کے

ہزار قطرہ ببارد چو دردِ دل شمرم
ہزاروں قطرے برساتی ہے جب دل کا درد گنتا ہوں

چہ شکر گویمت اے خیلِ غم عفاک اللہ
اے غم کے لشکر میں تیرا شکریہ کیا ادا کروں، خدا تجھے بخشے؟

کہ روزِ بیکسی آخر نمی روی ز سرم
اس لیے کہ بیکسی کے دن بھی تو میرے سر سے نہیں جاتا ہے

بہر نظر بتِ ما جلوہ می کند لیکن
ہمارا بت ہر نظر میں جلوہ فرما ہے، لیکن

کس آں کرشمہ نہ بیند کہ من ہمی نگرم
کوئی وہ ادا نہیں دیکھتا ہے جو میں دیکھتا ہوں

بخاکِ حافظ اگر یار بگذرد چو نسیم
اگر یار نسیم کی طرح حافظ کی خاک پر سے گذرے

چو غنچہ در لحدِ تنگ خود کفن بدرم
میں اپنی تنگ لحد میں غنچے کی طرح کفن پھاڑ لوں

چرا نہ در پئے عزمِ دیارِ خود باشم
میں اپنے وطن کے ارادے کے در پے، کیوں نہ ہوں؟

چرا نہ خاکِ کفِ پائے یارِ خود باشم
اپنے یار کے پیر کی خاک، کیوں نہ بنوں؟

غمِ غریبی و غربت چو بر نمی تابم
جب بے وطنی، اور مسافرت کے غم کی مجھے برداشت نہیں ہے

بشہرِ خود روم و شہریارِ خود باشم
اپنے شہر جاؤں، اور اپنا بادشاہ بنوں

ز محرمانِ سراپردۂ وصال شوم
وصل کے محل کے محرموں میں سے بنوں

ز بندگانِ خداوندگارِ خود باشم
اپنے بادشاہ کے غلاموں میں سے بنوں

چو کارِ عمر نہ پیداست بارے آں اولیٰ
جبکہ عمر کا معاملہ یقینی نہیں ہے، اب یہی مناسب ہے

کہ روزِ واقعہ پیشِ نگارِ خود باشم
کہ موت کے دن، اپنے محبوب کے سامنے رہوں

ز دستِ بختِ گراں خواب و کارِ بے ساماں
گہری نیند سونے والے نصیبہ کے ہاتھ اور بے سر و سامان کام کے

اگر کنم گلہ راز دارِ خود باشم
اگر میں کوئی گلہ کروں تو اپنا راز دار ہوں گا

ہمیشہ پیشۂ من عاشقی و رندی بود
میرا پیشہ ہمیشہ عاشقی اور رندی تھا

دگر بکوشم و مشغولِ کارِ خود باشم
میں پھر کوشش کروں گا اور اپنے کام میں مشغول ہوں گا

بود کہ لطفِ ازل رہنموں شود حافظ
ہوسکتا ہے کہ اے حافظ خدائی عنایت رہنما بن جائے

وگرنہ تا بابد شرمسارِ خود باشم
ورنہ قیامت تک اپنے آپ سے شرمندہ رہوں گا

چِل سال بیش رفت کہ من لاف میزنم
چالیس سال گذر گئے کہ میں ڈینگیں مارتا ہوں

کز چاکرانِ پیرِ مغاں کمترین منم
کہ میں پیرِ مغاں کے، کمترین غلاموں میں سے ہوں

۱؎ تیری زلف سے اس درجہ تعلق ہے کہ مرنے کے بعد میری قبر پر بنفشہ اُگے گی۔ بنفشہ کو زلف سے تشبیہ دیجاتی ہے۔

۲؎ حالانکہ سیاہ دل بے رحم ہوتا ہے۔ لیکن میری کالی آنکھ میرے درد پر روتی ہے۔

۳؎ میں غم کے لشکر کا شکر گذار ہوں کہ وہ بیکسی کی حالت میں بھی میرا ساتھ نہیں چھوڑتا ہے۔

۴؎ نسیمِ سحری سے غنچہ کھل جاتا ہے۔

۵؎ خواجہ صاحب شیراز سے باہر تو کبھی نہیں نکلے لہٰذا یہاں وطن سے مراد خانۂ آخرت ہے یعنی جبکہ سفر دنیا سے گھبرا گیا ہوں اپنے وطن لوٹنا چاہیے اور اپنے حقیقی بادشاہ کے پاس وقت گذارنا چاہیے۔

۶؎ عمر کا انجام معلوم نہیں لہٰذا قیامت سے پہلے ہی محبوب کے دربار میں پہونچ جانا چاہیے۔

۷؎ اگر ازلی مہربانی رہنمائی نہ کریگی تو ہمیشہ شرمندگی رہے گی۔

۸؎ چالیس سال سے پیرِ مغاں کی غلامی کا دعویٰ ہے۔

ہرگز بیمنِ عاطفتِ پیرِ مے فروش
اے فروش پیر کی مہربانی کی برکت سے کبھی بھی

ساغر تہی نشد ز مئے صافِ روشنم
صاف، روشن شراب سے میرا ساغر خالی نہ ہوا

در حقِ من بُد رد کشی ظنِ بد مبر
تلچھٹ پینے کی وجہ سے میرے بارے میں بدگمانی نہ کر

کآلودہ گشت خرقہ ولے پاک دامنم
کہ گدڑی آلودہ ہو گئی ہے لیکن میں پاک دامن ہوں

شہبازِ دستِ پادشہم ایں چہ حالت ست
میں بادشاہ کے ہاتھ کا شہباز ہوں، یہ کیا حالت ہے؟

کز یاد بردہ اند ہوائے نشیمنم
کہ کارکنانِ قضا و قدر نے مجھ سے نشیمن کی محبت بھلادی ہے

حیف است بلبلے چو من اکنوں دریں قفس
افسوس، مجھ جیسی بلبل اب اس پنجرے میں

بااین لسانِ عذب کہ خامش چو سوسنم
اس میٹھی زبان کے ہوتے ہوئے میں سوسن کی طرح چپ ہوں

آب و ہوائے پارس عجب سفلہ پرور ست
فارس کی آب و ہوا عجب کمینہ پرور ہے

کو ہمرہے کہ خیمہ ازیں خاک برکنم
ساتھی کہاں ہے کہ میں اس سرزمین سے ڈیرا اکھاڑدوں؟

توراں شہ خجستہ کہ دارد مزید فضل
مبارک، توران شاہ جس کا مزید کرم ہے

شد منتِ مواہبِ او طوقِ گردنم
اس کے عطیوں کے احسان کا میری گردن کا طوق بن گیا ہے

از یمنِ شاہ و دولتِ رندانِ پاکباز
بادشاہ کے فیض اور پاکباز رندوں کے اقبال کے باعث

پیوستہ صدرِ مصطبہ ہا بود مسکنم
میرا مسکن ہمیشہ شراب خانوں کا صدر مقام تھا

حافظ بزیرِ خرقہ قدح تا بکے کشی
اے حافظ گدڑی کے نیچے کب تک شراب نوشی کرے گا؟

در بزمِ خواجہ پردہ ز کارت برافگنم
خواجہ کی محفل میں تیرے کام سے پردہ اٹھادوں گا

حاشا کہ من بموسمِ گل ترکِ مے کنم
ہرگز نہیں کہ میں موسمِ بہار میں شراب چھوڑوں

من لافِ عقل میزنم ایں کار کے کنم
میں عقل کی ڈینگیں مارتا ہوں، میں یہ کام کب کرسکتا ہوں؟

مطرب کجاست تا ہمہ محصولِ زہد و علم
مطرب کہاں ہے، تاکہ زہد اور علم کا ماحصل

در کارِ بانگِ بربط و آوازِ نے کنم
بربط اور بانسری کی آواز کے معاملہ میں لگادوں

از قال و قیلِ مدرسہ حالے دلم گرفت
مدرسہ کے قال و قیل سے اب میں تنگدل ہو گیا ہوں

یک چند نیز خدمتِ معشوق و مے کنم
تھوڑی دیر کے لیے معشوق اور شراب کی بھی خدمت کروں

کو پیکِ صبح تا گلہ ہائے شبِ فراق
صبح کا قاصد کہاں ہے؟ تاکہ شبِ فراق کے شکوے؟

با آں خجستہ طالعِ فرخندہ پے کنم
اس مبارک نصیب، مبارک قدم والے سے کروں

کے بود در زمانہ وفا جامِ مے بیار
زمانہ میں وفا کب تھی، شراب کا جام لا،

تا من حکایتِ جم و کاؤس و کے کنم
تاکہ میں جمشید اور کاؤس اور کیخسرو کا قصہ بیان کروں

از نامہ سیاہ نترسم کہ روزِ حشر
میں سیاہ نامۂ اعمال سے خوفزدہ نہیں ہوں اس لیے کہ قیامت

با فیضِ لطفِ او صد ازیں نامہ طے کنم
اس کی مہربانی کے فیض سے اس قسم کے سو اعمال نامے طے کردوں گا

خاکِ مرا چو در ازل از مے سرشتہ اند
جبکہ ازل میں میری مٹی کو شراب سے گوندھا ہے

با مدعی بگو کہ چرا ترکِ وے کنم
رقیب سے کہہ دو، میں اس کو کیوں چھوڑدوں؟

۱؎ ظاہر اگرچہ خراب ہے لیکن باطن اچھا ہے لہٰذا بدگمانی مناسب نہیں ہے۔

۲؎ میں بادشاہ کے ہاتھ پہ بیٹھنے والا شہباز تھا مجھے اپنے اصلی نشیمن کی یاد رکھنی چاہئے۔

۳؎ حافظ جیسی خوش الحان بلبل عنفوانِ جسم میں پھنس کر خاموش رہے، یہ بڑے افسوس کی بات ہے۔

۴؎ توران شاہ کے احسانات کا طوق میری گردن میں ہے۔ توران شاہ خواجہ قوام کے قتل ہو جانے کے بعد شاہ شجاع کا وزیر ہوا تھا۔ یہ بھی خواجہ صاحب کا بہت قدردان تھا۔

۵؎ عقل کا دعوٰی ہوتے ہوئے یہ بے عقلی کا کام ممکن نہیں ہے۔

۶؎ مدرسہ کی بحثوں سے اب تھک گیا ہوں کچھ دنوں کے لئے معشوق و شراب کی خدمتگاری کرنی چاہئے۔

۷؎ جبکہ اس جیسا مہربان موجود ہو تو سیاہ اعمالنامہ سے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

۸؎ ازل میں ہمارا خمیر شراب سے تیار ہوا ہے تو ہم شراب کیسے چھوڑ سکتے ہیں۔

ایں جانِ عاریت کہ بہ حافظ سپرد دوست
یہ مانگی ہوئی جان جو دوست نے حافظ کے سپرد کی ہے

روزے رخش بہ بینیم و تسلیم وے کنم
ایک دن اس کا چہرہ دیکھوں گا اور اس کے سپرد کر دوں گا

حالیا مصلحتِ وقت دراں می بینیم
اب میں مصلحت وقت اسی میں دیکھتا ہوں

کہ کشم رخت بمیخانہ و خوش بنشینیم
کہ سامان کو شراب خانہ میں لیجاؤں اور آرام سے بیٹھوں

جز صراحی و کتابم نبود یار و ندیم
صراحی اور کتاب کے علاوہ میرا یار اور شریک محفل کوئی نہ ہو

تا حریفانِ دغا را بجہاں کم بینیم
تاکہ دغاباز دوستوں کو دنیا میں نہ دیکھوں

بسکہ در خرقۂ سالوس زدم لافِ صلاح
مکر کی گدڑی پہنکر میں نے نیکی کی بہت ڈینگیں ماریں

شرمسارِ رخِ ساقی و مے رنگینم
ساقی کے منہ اور سرخ شراب سے میں شرمندہ ہوں

جامِ مے گیرم و از اہلِ ریا دور شوم
شراب کا جام لوں اور ریا کاروں سے دور ہو جاؤں

یعنی از اہلِ جہاں پاکدلی بگزینم
یعنی دنیا والوں سے پاک دلی اختیار کر لوں

سر بآزادگی از خلق برآرم چوں سرو
سرو کی طرح، دنیا سے آزادگی میں سر کو بلند کر دوں

گر دہد دست کہ دامن ز جہاں برچینم
اگر موقع ملجائے کہ دنیا سے دامن کھینچ لوں

سینۂ تنگِ من و بارِ غمِ او ہیہات
میرا تنگ سینہ، اور اس کے غم کا بوجھ، افسوس!

مردِ ایں بارِ گراں نیست دلِ مسکینم
میرا مسکین دل اس بھاری بوجھ کا مرد نہیں ہے

دل و جانم بخیالِ سرِ زلفِ تو بسوخت
میرا دل اور جان تیری زلف کے خیال میں جل گیا

ور گوا باید ت اینک نفسِ مشکینم
اگر تجھے گواہ چاہیے، یہ میری مشکیں سانس ہے

بر دلم گردِ ستمہاست خدا را مپسند
میرے دل پر ظلموں کی گرد ہے، خدا کے لئے پسند نہ کر

کہ مکدر شود آئینۂ مہر آگینم
کہ میرا محبت بھرا آئینہ مکدر ہو

بندۂ آصفِ عہدم دلم آزردہ مکن
میں آصفِ زمانہ کا غلام ہوں، میرے دل کو آزردہ نہ کر

کہ اگر دم زنم از چرخ بخواہد کینم
اس لیے کہ اگر آہ کر دوں تو وہ آسمان سے میرا انتقام لیگا

من اگر رندِ خراباتم و گر حافظِ شہر
میں خواہ خرابات کا رند ہوں، خواہ شہر کا حافظ

ایں متاعم کہ تو می بینی و کمتر زینم
میری یہی پونجی ہے جو تو دیکھتا ہے اور میں اس سے کم ہوں

حجابِ چہرۂ جاں میشود غبارِ تنم
میرے جسم کا غبار روحِ جان کے چہرے کا حجاب بنتا ہے

خوشا دمے کہ ازیں چہرہ پردہ برفگنم
وہ وقت کیا اچھا ہوگا جب اس چہرے سے پردہ اٹھاؤں گا

چنیں قفس نہ سزائے من خوش الحان ست
مجھ جیسے خوش الحان کے لیے ایسا پنجرا مناسب نہیں ہے

روم بگلشنِ رضواں کہ مرغِ آں چمنم
میں رضوان کے باغ میں جاؤں گا اس لیے کہ میں اس چمن کا پرندہ ہوں

عیاں نشد کہ چرا آمدم کجا بودم
یہ نہ کھلا کہ میں کیوں آیا، کہاں تھا؟

دریغ و درد کہ غافل ز کارِ خویشتنم
افسوس اور صدمہ ہے کہ میں اپنے کام سے غافل ہوں

---

۱ فتنہ و فساد کا وقت ہے ہمیں شراب خانہ میں گوشہ نشین ہو جانا چاہیے۔
۲ مکر کی گدڑی پہنکر نیکی کی بہت ڈینگیں ماری ہیں اس لیے ہم شرمندہ ہیں۔
۳ اگر دنیا سے دامن چھڑا لوں تو آزاد سرو کی طرح سربلند ہو جاؤنگا۔
۴ سانس سے دھواں برآمد ہو رہا ہے یہ اس بات کا گواہ ہے کہ جان اور دل جل گیا ہے۔
۵ آصفِ زمانہ سے عماد بن محمود سلطان قطب الدین کا وزیر مراد ہے جو خواجہ صاحب کا خاص مربی تھا۔
۶ شعر
تیز زانم کہ خواہی گفت آنی
کہ دانم عیب من چوں تو زدانی
۷ خاکی جسم روح کے چہرے کا حجاب ہے۔
۸ ہم پہلے کہاں تھے اور اس دنیا میں کیوں آئے ہیں ہمیں یہ پتہ نہ چلا اور اسی وجہ سے ہم اپنے کام سے غافل ہیں۔

چگونہ طوف کنم در فضائے عالمِ قدس
میں عالمِ قدس کی فضا میں کس طرح گھوموں؟
چو در سراچۂ ترکیب تختہ بندِ تنم
جبکہ ترکیب کی سرائے میں جسم سے میری تختہ بندی کر دی گئی ہے

اگر ز خونِ دلم بوئے عشق می آید
اگر میرے دل کے خون سے عشق کی بو آتی ہے
عجب مدار کہ ہمدردِ نافۂ ختنم
تو تعجب نہ کر اس لیے کہ میں ختن کے نافہ کا ہمدرد ہوں

مرا کہ منظرِ حور است مسکن و ماویٰ
جبکہ میرا مسکن، اور ماویٰ حور کا منظر ہے
چرا بکوئے خراباتیاں بود وطنم
خراباتیوں کے کوچہ میں میرا وطن کیوں ہو؟

طرازِ پیرہنِ زر کشم مبیں چو شمع
میرے سنہری کے لباس کی زینت کو شمع کی طرح نہ دیکھ
کہ سوزہاست نہانی درونِ پیرہنم
میرے لباس کے نیچے بہت سی سوزشیں ہیں

بیا و ہستیِ حافظ ز پیشِ او بردار
آجا، اور حافظ کے وجود کو اس کے سامنے سے اٹھا لے
کہ با وجودِ تو کس نشنود ز من کہ منم
اس لیے کہ تیرے وجود کے سامنے کوئی مجھ سے نہیں سنے گا کہ میں ہوں

خرم آں روز کزیں منزلِ ویراں بروم
مبارک ہوگا وہ دن جبکہ میں اس ویران مکان سے جاؤں گا
راحتِ جاں طلبم وز پئے جاناں بروم
جان کی راحت طلب کروں گا اور جاناں کے پیچھے جاؤں گا

گرچہ دانم کہ بجائے نبرد راہِ غریب
اگرچہ میں جانتا ہوں کہ اجنبی راستہ کسی جگہ پر نہیں پہونچاتا ہے
من ببوئے خوشِ آں زلفِ پریشاں بروم
میں اس پریشان زلف کی خوشبو پر جاؤں گا

چوں صبا با دلِ بیمار و تنِ بے طاقت
بیمار دل اور بے طاقت جسم کے ساتھ صبا کی طرح
بہواداریِ آں سروِ خراماں بروم
اس سروِ خراماں کی محبت میں جاؤں گا

دلم از وحشتِ زندانِ سکندر بگرفت
سکندر کے قید خانہ کی وحشت سے میں تنگدل ہو گیا ہوں
رخت بر بندم و تا ملکِ سلیماں بروم
سامان باندھوں گا اور سلیمان کے ملک کو جاؤں گا

در رہِ او چو قلم گر بسرم باید رفت
اس کے راستہ میں اگرچہ مجھے قلم کی طرح سر کے بل چلنا پڑے
با دلِ دردکش و دیدۂ گریاں بروم
درد مند دل، اور روتی ہوئی آنکھوں کے ساتھ جاؤں گا

نذر کردم کہ گر ایں غم بسر آید روزے
میں نے منت مانی ہے کہ اگر کسی دن یہ غم ختم ہو گیا
تا درِ میکدہ شاداں و غزلخواں بروم
میکدے کے دروازہ تک خوش اور غزل پڑھتا ہوا جاؤں گا

بہواداریِ او ذرہ صفت رقص کناں
اس کی محبت میں، ذرے کی طرح ناچتا ہوا
تا لبِ چشمۂ خورشیدِ درخشاں بروم
چمکدار، سورج کے چشمہ کے کنارے تک جاؤں گا

نازکاں را چو غمِ حالِ گرفتاراں نیست
نازکوں کو جبکہ قیدیوں کی حالت کا غم نہیں ہے
سارباناں مددے تا خوش و آساں بروم
اے اونٹ والو، مدد کرو، تاکہ خوشی اور آسانی سے جاؤں

ور چو حافظ نبرم رہ ز بیاباں بیروں
اور اگر حافظ کی طرح بیابان سے باہر نکلنے کا راستہ نہ پاؤں
ہمرہِ کوکبۂ آصفِ دوراں بروم
آصفِ دوراں کی سواری کے ساتھ، چلا جاؤں گا

ا تختہ بند ہونا یعنی قیدی ہونا۔ سراچۂ ترکیب سے دنیا مراد ہے چونکہ یہ عناصرِ اربعہ کا ایک مرکب ہے۔
۲ ہرن کے نافے کے متعلق مشہور ہے کہ ایک وقت میں ہرن کی ناف میں خون جمع ہو جاتا ہے۔ خواجہ صاحب کا مطلب یہ ہے کہ ہرن کا یہ خون جو خوشبودار بنتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کو بھی معشوق کی زلف سے عشق ہے اور یہی وجہ ہے کہ میرے خون سے عشق کی بو آتی ہے۔
۳ اگرچہ میرا ظاہر خوبصورت ہے لیکن دل زخمی ہے
۴ جبکہ تیرے وجود کے ہوتے ہوئے ہمارا وجود معدوم ہے لہٰذا اس وجود کو ختم کر دینا ہی مناسب ہے
۵ جس دن دنیا سے عالمِ آخرت کی طرف کوچ ہوگا وہ دن بہت خوب ہوگا۔
۶ مشہور ہے کہ شہر یزد میں ایک تہ خانہ ہے جس میں سکندر کا تابوت رکھا ہوا ہے یہاں زندان کا عنصری جسم مراد ہے۔
۷ منت پوری کرنے کے لیے غزلخوانی کرتے ہوئے شراب خانہ تک جاؤں گا۔ ۸ آصفِ دوراں سے عماد بن محمود، سلطان قطب الدین کا وزیر مراد ہے۔

خیالِ روئے تو در کارگاہِ دیدہ کشیدم
میں نے آنکھ کے کارخانہ میں، میں نے تیرے چہرے کا نقشہ کھینچا

بصورتِ تو نگارے ندیدم و نشنیدم
تیری صورت کا کوئی معشوق نہ میں نے دیکھا نہ سنا

امیدِ خواجگیم بود بندگیِ تو کردم
مجھے آقائی کی تمنا تھی، میں نے تیری غلامی کی

ہوائے سلطنتم بود خدمتِ تو گزیدم
مجھے سلطنت کی تمنا تھی، میں نے تیری خدمتگاری اختیار کی

اگرچہ در طلبت ہمعنانِ بادِ شمالم
اگرچہ تیری طلب میں شمالی ہوا کا ساتھی ہوں

بگردِ سروِ خرامانِ قامتت نرسیدم
میں تیرے قد کے خراماں سرو کی گرد تک نہ پہونچا

امید در سرِ زلفت بروزِ عہد بہ بستم
عہد کے دن میں نے تیری زلف سے امید باندھی

طمع بدورِ دہانت ز کامِ دل بریدم
تیرے منہ کے دور میں، دل کے مقصد کا لالچ نکال دیا

گناہِ چشمِ سیاہِ تو بود و ناوکِ غمزہ
تیری کالی آنکھ اور ادا کے تیر کی خطا تھی

کہ من چو آہوئے وحشی ز آدمی برمیدم
کہ میں وحشی ہرن کی طرح آدمیوں سے بھاگنے لگا

ز شوقِ چشمۂ نوشت چہ قطرہا کہ فشاندم
تیرے شہد کے چشمے کے شوق میں میں نے کس قدر قطرے بہائے

ز لعلِ روح فزایت چہ عشوہا کہ خریدم
تیرے روح افزا ہونٹ کے کس قدر ناز میں نے اٹھائے

ز غمزہ بر دلِ ریشم چہ تیرہا کہ گشادی
میرے زخمی دل پر تو نے ادا سے کس قدر تیر چلائے ہیں

ز غصہ بر سرِ کویت چہ بارہا کہ کشیدم
تیرے کوچہ میں غم کے کس قدر بوجھ ہیں جو میں نے اٹھائے ہیں

ز کوئے یار بیارے نسیمِ صبح غبارے
اے صبح کی نسیم! یار کے کوچے سے کچھ غبار لا

کہ بوئے خونِ دلِ ریش از آں غبار شنیدم
اس لیے کہ زخمی دل کے خون کی خوشبو میں نے اس غبار سے سونگھی ہے

چو غنچہ بر سرم از کوئے او گذشت نسیمے
مجھ پر غنچہ کی طرح اس کے کوچہ سے ایسی نسیم گذری

کہ پردہ بر دلِ خونیں ز بوئے او بدریدم
کہ اس کی خوشبو کے سبب میں نے خونی دل کا پردہ چاک کر دیا

بخاکِ پائے تو سوگند نورِ دیدۂ حافظ
اے حافظ کی آنکھ کی روشنی تیرے پیر کی خاک کی قسم

کہ بے رخِ تو فروغ از چراغِ دیدہ ندیدم
کہ تیرے رخ کے بغیر، میں نے آنکھ کے چراغ کا نور نہ دیکھا

خیالِ روئے تو گر بگذرد بگلشنِ چشم
اگر تیرے چہرے کا خیال، آنکھ کے باغ میں جاتا ہے

دل از پئے نظر آید بسوئے روزنِ چشم
دل آنکھوں کے سوراخ کی طرف دیکھنے کے لیے آتا ہے

بیا کہ لعل و گہر در نثارِ مقدمِ تو
آجا، کہ تیری تشریف آوری پر نثار کرنے کے لیے لعل اور گہر

ز گنج خانۂ دل میکشم بمخزنِ چشم
دل کے خزانہ سے آنکھ کے خزانہ میں لا رہا ہوں

سزائے تکیہ گہت منظرے نمی بینم
تیری تکیہ گاہ کے لائق میں کوئی منظر نہیں دیکھتا ہوں

منم بہ عالم و ایں گوشۂ معینِ چشم
دنیا میں میں ہوں اور یہ آنکھ کا معین گوشہ

سحر سرشکِ روانم سرِ خرابی داشت
صبح، میرے جاری آنسوؤں نے تباہی کا خیال کر لیا تھا

گرم نہ خونِ جگر میگرفت دامنِ چشم
اگر میرے جگر کا خون آنکھ کا دامن نہ پکڑ لیتا

نخست روز کہ دیدم رخِ تو دل می گفت
پہلے دن جب میں نے تیرا رخسار دیکھا تو دل کہتا تھا

اگر رسد ضررے خونِ من بگردنِ چشم
اگر کوئی نقصان پہونچا تو میرا خون آنکھ کی گردن پر ہے

۱؎ تیرے در کی خدمتگذاری سے خواجگی اور سلطانی حاصل ہوتی ہے۔
۲؎ روزِ عہد سے مراد ازل ہے جبکہ اَلَستُ بِرَبِّکُمْ کا عہد لیا گیا تھا یعنی ہم منہ کے وصل سے تو مایوس ہیں زلف سے اُمید وابستہ ہے۔
۳؎ تیری آنکھوں کے عشق کا نتیجہ ہے کہ ہم میں بھی انسانوں سے وحشت پیدا ہو گئی ہے۔
۴؎ محبوب کے غمزے کے بہت سے تیر دل پہ کھائے ہیں اور رنج کے بہت بار برداشت کئے ہیں۔
۵؎ جب محبوب کا خیال آتا ہے اسکے دیدار کے لئے دل آنکھوں کے حلقوں کی طرف دوڑتا ہے۔
۶؎ یعنی سفید اور خونیں آنسو جو دل میں جمع ہیں وہ آنکھوں میں آ جاتے ہیں۔
۷؎ محبوب کی منزل بننے کے لائق صرف ہمارا گوشۂ چشم ہے۔

بوئے مژدۂ وصل تو تا سحر ہمہ شب
تیرے وصل کی خوشخبری کی امید پر، تمام رات صبح تک

براہِ باد نہادم چراغِ روشن چشم
آنکھ کا روشن چراغ میں نے ہوا کے راستہ پر رکھا

بمردمی کہ دلِ دردمندِ حافظ را
انسانیت کی قسم! کہ حافظ کے دردمند دل کو

مزن بناوکِ دلدوز مردم افگن چشم
دل کو زخمی کرنے والے، بہادروں کو پچھاڑنے والے آنکھ کے تیرے تیر سے نہ مار

خیز تا از درِ میخانہ کشادے طلبیم
اٹھو تاکہ شرابخانہ کے دروازے سے کچھ کشادگی چاہیں

بردرِ دوست نشینیم و مرادے طلبیم
دوست کے دروازے پر بیٹھیں اور کوئی مراد مانگیں

زادِ راہِ حرمِ دوست نداریم مگر
دوست کے حرم کے سفر کا توشہ ہمارے پاس نہیں ہے لیکن

بگدائی ز درِ میکدہ زادے طلبیم
شراب خانہ کے دروازے سے بھیک میں، ہم توشہ چاہتے ہیں

اشکِ آلودۂ ما گرچہ روان ست و لے
ہمارے ناپاک آنسو اگرچہ جاری ہیں، لیکن

برسالت سوئے آں پاک نہادے طلبیم
اس کی طرف بھیجنے کے لئے کسی پاک فطرت کو تلاش کریں

لذّتِ داغِ غمت بر دلِ ما باد حرام
تیرے غم کے داغ کی لذت ہمارے دل پر حرام ہو

اگر از جورِ غمِ عشقِ تو دادے طلبیم
اگر تیرے عشق کے غم کے ظلم کا ہم انصاف چاہیں

نقطۂ خالِ تو بر لوحِ بصر نتواں زد
بینائی کی تختی پر تیرے تل کا نقشہ نہیں بنایا جا سکتا

مگر از مردمکِ دیدہ مدادے طلبیم
اِن آنکھ کی پتلی سے ہم کچھ روشنائی مانگ لیں

بوسہ از لبِ شیرینِ تو دل خواست بجاں
دل نے جان کے بدلے، تیرے شیریں ہونٹ کا ایک بوسہ مانگا

بشکر خندہ لبت گفت مزادے طلبیم
تیرے ہونٹ نے مسکرا کر کہا، ہم کچھ زیادہ چاہتے ہیں

تا بود نسخۂ عطرے دلِ سودا زدہ را
تاکہ سودائی دل کے لیے عطر کا ایک نسخہ ہو جائے

از خطِ غالیہ سائے تو سوادے طلبیم
تیرے خوشبو والے خط سے ہم سیاہی طلب کرتے ہیں

چوں غمت را نتواں یافت مگر در دلِ شاد
چونکہ سوائے خوش دل کے، تیرا غم نہیں پایا جا سکتا ہے

ما بامیدِ غمت خاطرِ شادے طلبیم
ہم تیرے غم کی آرزو میں ایک شاداں دل چاہتے ہیں

بر درِ مدرسہ تا چند نشینی حافظ
اے حافظ مدرسہ کے دروازہ پر کب تک بیٹھا رہے گا؟

خیز تا از درِ میخانہ کشادے طلبیم
اُٹھو تاکہ میخانہ کے دروازہ سے ہم کشادگی طلب کریں

خیز تا خرقۂ صوفی بخرابات بریم
اُٹھو تاکہ صوفی کی گدڑی کو شراب خانہ میں لیجائیں

زرق و طامات ببازارِ خرافات بریم
مکر اور کرامت کی ڈینگوں کو خرافات کے بازار میں لیجائیں

تا ہمہ خلوتیاں جامِ صبوحی گیرند
تاکہ سب خلوت نشین، صبوحی کا جام حاصل کریں

چنگِ صبحی بدرِ پیرِ مناجات بریم
صبح کی چنگ کو سرگوشی کے پیر کے دروازے پر لیجائیں

ور نہد در رہِ ما خارِ ملامت زاہد
اگر زاہد ہمارے راستہ میں ملامت کے کانٹے بچھائے

از گلستانش بزندانِ مکافات بریم
اُسے باغ سے سزا کے قید خانہ میں لیجائیں

ا کشادگی پیرِ میخانہ سے ہی حاصل ہوگی ذہن سے مراد پوری ہوگی۔
۲ دوست تک جانیکے لیے زادِ راہ، میکدہ پر گدائی کرنے سے حاصل ہوگی۔
۳ دوست تک پیغام پہونچانے کے لئے کوئی پاک قاصد ہونا چاہیے، ہمارے آنسو ناپاک ہیں۔
۴ اگر ہم عشق کے ظلم کی داد رسی چاہیں تو پھر ہم پر دل کے داغ کی لذت حرام ہے۔
۵ ہم تیرے خطِ رخسار سے سیاہی کے طالب ہیں تاکہ دیوانے دل کے لئے وہ عطر کا کام کرے۔
۶ تیرے غم کی جگہ چونکہ دلِ شاد ہے لہذا اسی وجہ سے ہم دل کی خوشی کے خواہشمند ہیں۔
۷ پیرِ مغاں کے دروازہ پر چنگ لیجائیں تاکہ وہ جھگڑے سالانہ نذر کی وجہ سے سب کو شراب دیدے۔

شرم می آیدم از خرقهٔ آلودهٔ خویش
اپنی ناپاک گدڑی سے مجھے شرم آتی ہے
که بدین فضل و هنر نامِ کرامات بریم
کہ اس بزرگی اور ہنر کے ہوتے ہوئے ہم کرامات کا نام لیں

قدرِ وقت ار نشناسد دل و کارے نکند
اگر دل وقت کی قدر نہ پہچانے، اور کوئی کام نہ کرے
بس خجالت که ازین حاصلِ اوقات بریم
بڑی شرمندگی ہوگی جو اوقات کے اس حاصل سے ہم اٹھائیں گے

سوئے رندانِ قلندر بره آوردِ سفر
قلندر رندوں کے لیے سوغات کے طور پر
دلقِ پشمینه و سجاده طامات بریم
اونی گدڑی، اور لاف و گزاف کا مصلیٰ ہم لیجائیں گے

با تو آں عهد که در وادیِ ایمن بستیم
وہ عہد جو ہم نے تجھ سے وادیِ ایمن میں کیا تھا
همچو موسیٰ ارنی گوی بمیقات بریم
موسیٰ کی طرح ارنی کہتے ہوئے وعدہ گاہ تک لیجائیں گے

فتنه میبارد ازیں طاقِ مقرنس برخیز
اس بلند محراب سے، فتنے برستے ہیں، اٹھ
تا بمیخانه پناه از همه آفات بریم
تاکہ میخانہ میں، تمام آفتوں سے پناہ پکڑ لیں

در بیابانِ فنا گم شدن آخر تا چند
فنا کے جنگل میں گم ہونا، آخر کب تک؟
ره بپرسیم مگر پے بمهمات بریم
راستہ پوچھیں، شاید مہمات تک راستہ طے کریں

باده نوشیدنِ پنهاں نه نشانِ کرم ست
چھپ کر شراب پینا، سخاوت کی نشانی نہیں ہے
ایں میانجی بر اربابِ کرامات بریم
اس پیغام کو کرامات والوں کے پاس لیجائیں گے

خاکِ کوئے تو بصحرائے قیامت فردا
کل کو قیامت کے میدان میں، تیرے کوچہ کی خاک کو
همه بر فرق سر از بهر مباهات بریم
تمام تر سر پر رکھ کر، فخر کے لیے ہم لیجائیں گے

کوسِ ناموسِ تو بر کنگرهٔ عرش زنیم
تیری عزت کا نقارہ ہم عرش کے کنگرہ پر بجائیں گے
عَلَمِ عشقِ تو بر بامِ سمٰوات بریم
تیرے عشق کا جھنڈا آسمانوں کے بالا خانہ تک لیجائیں گے

حافظ آبِ رخِ خود بر درِ هر سفله مریز
اے حافظ اپنی آبرو ہر کمینے کے دروازے پر نہ بہا
حاجت آں به که بر قاضیِ حاجات بریم
ضرورت وہی اچھی ہے جو حاجتوں کے پورا کرنے والے کے پاس لیجائیں

در خراباتِ مغاں گر گذر افتد بازم
مغوں کے شرابخانہ میں، اگر میرا پھر گذر ہو جائے
حاصلِ خرقه و سجاده رواں در بازم
گدڑی، اور مصلے کے ماحصل کو فوراً ہار دوں

حلقهٔ توبه گر امروز چو زهاد زنم
اگر زاہدوں کی طرح آج توبہ کی کنڈی کھٹکھٹاؤں
خازنِ میکده فردا نکند در بازم
شراب خانہ کا خزانچی، کل کو میرے لیے دروازہ نہ کھولیگا

ور چو پروانه دهد دست فراغ البالی
اگر پروانہ کی طرح فارغ البالی حاصل ہو جائے
جز بداں عارضِ شمعے نبود پروازم
اس شمع کے رخسار کے علاوہ میری پرواز نہ ہوگی

ماجرائے دلِ سرگشته نگویم با کس
پریشان دل کا قصہ، کسی سے نہیں کہتا ہوں
زانکه جز تیغِ غمت نیست کسے دمسازم
اس لیے کہ تیرے غم کی تلوار کے سوا میرا کوئی ساتھی نہیں ہے

صحبتِ حور نخواهم که بود عینِ قصور
میں حور کی صحبت نہیں چاہتا ہوں، اس لیے کہ عین غلطی ہوگی
با خیالِ تو اگر با دگرے پردازم
تیرے خیال کے ہوتے ہوئے اگر میں کسی دوسرے میں مشغول ہوں

سرِ سودائے تو در سینه بماندے پنهاں
تیرے عشق کا راز اس سینہ میں پوشیدہ رہتا
چشمِ تردامن اگر فاش نکردے رازم
تردامن والی آنکھ، اگر میرا راز فاش نہ کرتی

---

۱ یعنی بے عملی کو فضل و ہنر فرمایا گیا ہے۔
۲ رہ آورد و سفر ان تحفوں کو کہا جاتا ہے جو سفر سے واپسی پر تقسیم کیے جاتے ہیں یعنی رندوں کے لیے یہ چیزیں بالکل بے اصل ہیں۔
۳ عہد سے مراد عہد الست ہے حضرت موسیٰ نے کوہِ طور پر ارنی کہا تھا یعنی اے خدا تو اپنے آپ کو مجھے دکھا دے۔ میقات سے یہاں میدانِ قیامت مراد ہے۔
۴ مقام فنا میں کب تک رہیں اب مقام بقا حاصل کرنا چاہیے۔
۵ شراب پی کر مست ہو کر چھپ کر تنہا پینا سخاوت کے خلاف ہے۔
۶ قاضی الحاجات، ضرورتوں کو پورا کرنے والا یعنی خدائے تعالیٰ مطلب یہ ہے کہ اپنی حاجتیں خدا کے سامنے پیش کرنی چاہئیں ہر کمینہ کے سامنے اپنی حاجت رکھ کر اپنی آبروریزی نہ کرنی چاہیے۔
۷ شرابخانہ میں اگر پہنچنا ہو گیا تو جس قدر پارسائی کے اسباب ہیں سب ختم کر دونگا۔
۸ اگر توبہ کروں گا تو کل کو پیرِ میخانہ اپنا دروازہ بند کر دیگا۔
۹ محبوب کے ہوتے ہوئے حور کا تصور کرنا بھی غلطی ہے۔

مرغ ساں از قفس خاک ہوائی گشتم
خاک کے پنجرے سے پرندے کی طرح میں اڑ گیا

بامیدے کہ مگر صید کند شہبازم
اس امید پر کہ شاید شہباز میرا شکار کرے

ہمچو چنگم بکنار آر و بدہ کام دلم
چنگ کی طرح مجھ کو بغل میں لے لے اور میرے دل کا مقصد پورا کر دے

یا چو نے از لب خود یک نفسے بنوازم
یا بانسری کی طرح اپنے ہونٹ سے تھوڑی دیر کے لیے مجھے نواز

گر بہ ہر موئے سرے بر تن حافظ باشد
اگر حافظ کے بدن پر، ہر ہر بال کی جگہ سر ہو

ہمچو زلفت ہمہ را در قدمت اندازم
تیری زلف کی طرح، سب کو تیرے قدموں پر ڈال دوں

در خرابات مغاں نور خدا می بینم
مغوں کے شراب خانہ میں میں خدا کا نور دیکھتا ہوں

ویں عجب بیں کہ چہ نورے ز کجا می بینم
اس تعجب انگیز بات کو دیکھو کیا نور ہے اور کہاں سے دیکھتا ہوں

کیست دردی کش ایں میکدہ یا رب کہ درش
دیکھو اس شراب خانہ کا تلچھٹ پینے والا کون ہے کہ اس کا دروازہ

قبلۂ حاجت و محراب دعا می بینم
میں حاجت کا قبلہ اور دعا کی محراب دیکھتا ہوں

جلوہ بر من مفروش اے ملک الحاج کہ تو
اے حاجیوں کے سردار میرے سامنے خود نمائی نہ کر اس لیے کہ تو

خانہ می بینی و من خانہ خدا می بینم
گھر کو دیکھتا ہے اور میں گھر کے مالک کو دیکھتا ہوں

سوز دل اشک رواں آہ سحر نالۂ شب
دل کی سوزش، بہتے آنسو، صبح کی آہ، رات کا رونا

ایں ہمہ از اثر لطف شما می بینم
میں ان سب کو، آپ کی مہربانی کا اثر خیال کرتا ہوں

خواہم از زلف بتاں نافہ کشائی کردن
میں بتوں کی زلف سے نافہ کشائی کرنا چاہتا ہوں

فکر دور است ہمانا کہ خطا می بینم
یہ دور کا خیال ہے، بیشک میں غلط خیال کر رہا ہوں

ہر دم از روئے تو نقشے زندم راہ خیال
ہر آن تیرے چہرے کا ایک نیا نقش میرے خیال پر ڈاکہ ڈالتا ہے

با کہ گویم کہ دریں پردہ چہا می بینم
میں کس سے کہوں، کہ اس پردے میں کیا کیا دیکھتا ہوں

کس ندیدست ز مشک ختن و نافہ چیں
ختن کے مشک اور چین کے نافے میں کسی نے نہیں دیکھا ہے

آنچہ من ہر سحر از باد صبا می بینم
جو کچھ کہ میں، ہر صبح کو باد صبا سے دیکھتا ہوں

نیست در دائرہ یک نقطہ خلاف از کم و بیش
دائرہ میں ایک نقطے کے بھی کم و بیش کا اختلاف نہیں ہے

کہ من ایں مسئلہ بے چون و چرا می بینم
میں اس مسئلہ کو بے چون و چرا دیکھتا ہوں

منصب عاشقی و رندی و شاہد بازی
عاشقی کا منصب، اور رندی، اور معشوق بازی

ہمہ از تربیت لطف شما می بینم
یہ سب آپ کی مہربانی کی تربیت سے سمجھتا ہوں

دوستاں عیب نظر بازی حافظ مکنید
اے دوستو حافظ کی نظر بازی پر عیب نہ لگاؤ

کہ من او را ز محبان خدا می بینم
اس لیے کہ میں اس کو خدا کے دوستوں میں سے دیکھتا ہوں

دردم از یار است و درماں نیز ہم
میرا درد بھی دوست کی جانب سے ہے، اور دوا بھی

دل فدائے او شد و جاں نیز ہم
دل، اس پر فدا ہو گیا، اور جان بھی

ا محبوب کی تلاش میں مارا مارا پھر رہا ہوں شاید کوئی معشوق مل جائے اور وہ مجھے شکار کرے۔

۲ چنگ کو بغل میں دبا کر بجایا جاتا ہے بانسری بجاتے وقت ہونٹوں سے لگتی ہے۔

۳ میکدہ میں نور خدا نظر آ جانا تعجب خیز بات ہے۔

۴ حاجی صرف خانۂ کعبہ کو دیکھتا ہے جو خدا کا گھر ہے ہم خدا کو دیکھتے ہیں۔

۵ نافہ کشائی کرنا، خوشبو حاصل کرنا یعنی اس محبوب کی زلف سے خوشبو حاصل کروں یہ میری خام خیالی ہے

۶ ختن کے مشک اور چین کے نافہ میں بھی وہ خوشبو نہیں ہے جو زلف یار میں ہے۔

۷ یعنی دور فلک اسی یکسانیت سے چل رہا ہے کہ اس میں ذرا بھی فرق نہیں ہے اور کسی چیز میں بھی کمی بیشی کا امکان نہیں ہے۔

شعر

قسمت کیا ہر ایک کو قسام ازل نے
جو شخص کہ جس چیز کے قابل نظر آیا

۸ چونکہ حافظ اولیاء اللہ میں سے ہے لہٰذا اس پر نکتہ چینی مناسب نہیں ہے۔

آنکہ میگویند آن بہتر ز حسن
لوگ جو یہ کہتے ہیں، آن حسن سے بہتر ہے
یارِ ما ایں دارد و آں نیز ہم
میرا دوست یہ بھی رکھتا ہے، اور وہ بھی

ہر دو عالم یک فروغ روئے اوست
دونوں جہان اس کے چہرے کا معمولی نور ہیں
گفتمت پیدا و پنہاں نیز ہم
میں نے تجھ سے یہ کھلم کھلا بھی کہا ہے اور پوشیدہ بھی

داستاں در پردہ میگویم ولے
میں پردے میں جو داستان کہہ رہا ہوں لیکن
گفتہ خواہد شد بدستاں نیز ہم
وہی قصہ اور کہانی کے طور پر بھی بیان کی جائے گی

یار بازاکنوں بقصدِ جانِ ما
یار نے، اب پھر ہماری جان کے ارادے سے
عہد را بشکست و پیماں نیز ہم
عہد کو توڑ ڈالا، اور پیمان کو بھی

خونِ ما آں نرگسِ مستانہ ریخت
اس مستانہ نرگس نے، ہمارا خون بہا دیا
واں سرِ زلفِ پریشاں نیز ہم
اور اس پریشان زلف نے بھی

عاشق از مفتی نترسد مے بیار
عاشق مفتی سے نہیں ڈرتا، شراب لا
بلکہ از یرغوئ سلطاں نیز ہم
بلکہ بادشاہ کی، سزا سے بھی

اعتمادے نیست بر کارِ جہاں
دنیا کے کام پر، کوئی بھروسہ نہیں ہے
بلکہ بر گردونِ گرداں نیز ہم
بلکہ چکر کھانے والے آسمان پر بھی

چوں سر آمد دولتِ شبہائے وصل
جبکہ وصل کی راتوں کی دولت ختم ہو گئی
بگذرد ایامِ ہجراں نیز ہم
تو گذر جائیں گے، ہجر کے ایام بھی

از جہانِ کہنہ ما ہم بگذریم
پرانی دنیا سے، ہم بھی چلے جائیں گے
چوں گدا بگذشت و سلطاں نیز ہم
جبکہ فقیر بھی چلا گیا، اور بادشاہ بھی

نقشِ خالش خونِ چشمم بارہا
اس کے تل کے نقش نے، میری آنکھوں کا خون بارہا
آشکارا خورد و پنہاں نیز ہم
کھلم کھلا بھی پیا، اور پوشیدہ بھی

محتسب داند کہ حافظ مے خورد
محتسب جانتا ہے، کہ حافظ شراب پیتا ہے
و آصفِ ملکِ سلیماں نیز ہم
اور سلیمان کے ملک کا، آصف بھی

دوستاں وقتِ گل آں بہ کہ بعشرت کوشیم
اے دوستو! بہار کے موسم میں یہی بہتر ہے کہ ہم عیش کی کوشش کریں
سخن پیرِ مغانست بجاں مے نوشیم
پیرِ مغاں کا قول یہ ہے ہم دل و جان سے شراب پئیں

نیست در کس کرم و وقتِ طرب میگذرد
کسی میں سخاوت نہیں، اور مستی کا وقت گذر رہا ہے
چارہ آنست کہ سجادہ بمے بفروشیم
تدبیر یہی ہے کہ مصلی شراب کے بدلے بیچ دیں

خوش ہوائیست فرح بخش خدایا بفرست
ہوا اچھی اور فرحت بخش ہے، اے خدا بھیج کسی
نازنینے کہ برویش مے گلگوں نوشیم
ایسے نازنین کو جس کے سامنے سرخ شراب پئیں

ارغنوں سازِ فلک رہزنِ اہلِ ہنرست
آسمان کا ارغنون (باجا)، بجانے والا اہلِ ہنر کا رہزن ہے
چوں ازیں غصہ ننالیم و چرا نخروشیم
اس غصے سے ہم کیوں نالاں نہوں اور کیوں شور نہ کریں

ا۔ لوگ کہتے ہیں محبوب کی آن حسن سے بہتر ہے میرے معشوق میں آن اور حسن دونوں ہیں۔
۲۔ جو داستان ہم آج در پردہ بیان کر رہے ہیں کل داستان محفل ہوگی۔
۳۔ عاشق شراب نوشی میں نہ مفتی سے ڈرتا ہے نہ بادشاہ سے
۴۔ دنیا اور آسمان کے کام ناقابلِ اعتماد ہیں۔
۵۔ جس طرح وصل کا زمانہ گذر گیا ہجر کا وقت بھی کٹ جائے گا لہذا پریشان نہ ہونا چاہیے۔
۶۔ دنیائے فانی سے جس طرح ہر فقیر اور امیر گذرا ہم بھی چلے جائیں گے یہاں کی زندگی چند روزہ ہے۔
۷۔ حافظ کی شراب نوشی محتسب بھی جانتا ہے اور عماد بن محمود سلطان قطب الدین کا وزیر بھی خوب جانتا ہے۔
۸۔ موسم بہار گذر رہا ہے، اور کوئی سخی شراب پلانے والا نظر نہیں آتا لہذا اب جانماز بیچ کر پینی پڑے گی۔
۹۔ آسمان اپنا ساز بجا کر اہلِ ہنر پر ڈاکہ ڈالتا ہے ہم اس ظلم سے نالے اور فریاد کیوں نہ کریں۔

گل بجوش آمد و از مے نہ زدیمش آبے
پھول جوش میں آیا اور ہم نے اس پر شراب کا پانی چھڑکا

لاجرم ز آتشِ حرمانِ ہوس میجوشیم
ہم لامحالہ اپنی خواہش کی محرومی کی آگ سے جل رہے ہیں

میکشیم[1] از قدحِ بادہ شرابِ موہوم
ہم شرابی پیالے سے خیالی شراب پی رہے ہیں

چشم بد دور کہ بے مُطرب و مے در جوشیم
چشم بد دور کہ بے مُطرب اور شراب کے ہم جوش میں ہیں

حافظ ایں حالِ عجب با کہ تواں گفت کہ ما
اے حافظ یہ عجب حالت کس سے کہی جا سکتی ہے کہ ہم؟

بلبلانیم کہ در موسمِ گل خاموشیم
وہ بلبلیں ہیں، جو پھول کے موسم میں خاموش ہیں

دوش[2] بیماریِ چشمِ تو ببرد از دستم
رات تیری آنکھ کی بیماری، مجھے ہاتھ سے لے گئی تھی

لیکن از لطفِ لبت صورتِ جاں می بستم
لیکن تیرے ہونٹوں کی مہربانی سے میں نے جان کی صورت پیدا کی

عشق[3] من با خطِ مشکینِ تو امروزی نیست
تیرے سیاہ خط سے میرا عشق آج کا نہیں ہے

دیر گاہ است کزیں جامِ ہلالی مستم
عرصہ گذر گیا ہے کہ میں اس ہلالی جام سے مست ہوں

عافیت چشم مدار از منِ میخانہ نشیں
مجھ میخانہ نشین سے، عافیت کی امید نہ رکھ

کہ دم از خدمتِ رنداں زدہ ام تا ہستم
کیونکہ میں نے رندوں کی خدمت کا دم بھرا ہے جب تک زندہ ہوں

در رہِ[4] عشق از آں سوئے فنا صد خطر است
عشق کے راستہ میں فنا کے اس طرف بھی سو خطرے ہیں

تا نگوئی کہ چو عمرم بسر آمد رَستم
ہرگز نہ کہنا کہ جب میری زندگی ختم ہو گئی تو میں چھوٹ جاؤنگا

بوسہ بر دُرجِ عقیقِ تو حلال ست مرا
تیری عقیق کی ڈبیہ کا بوسہ میرے لیے جائز ہے

کہ بافسونِ جفا عہدِ وفا نشکستم
اس لیے کہ ظلم کے منتر سے میں نے وفا کا عہد نہیں توڑا

بعد ازینم چہ غم از تیرِ کج اندازِ حسود
اس کے بعد مجھے ٹیڑھے تیر چلانے والے حاسد کا کیا غم؟

کہ بمحبوبِ کماں ابروئے خود پیوستم
کیونکہ میں اپنے کمان جیسے ابرو والے محبوب کے ساتھ مل گیا ہوں

از ثباتِ خودم ایں نکتہ خوش آمد کہ بجور
اپنی ثابت قدمی کا یہ نکتہ مجھے پسند آیا کہ ظلم کی وجہ سے

بر سرِ کوئے تو از پائے طلب ننشستم
تیرے کوچہ کے کونے پر میں طلب چھوڑ نہیں بیٹھا

صنمِ لشکریم غارتِ دل کرد و برفت
لشکری صنم نے میرا دل لوٹا، اور چلا گیا

آہ اگر عاطفتِ شاہ نگیرد دستم
افسوس ہوگا اگر بادشاہ کی مہربانی میری دستگیری نہ کرے

رتبتِ دانشِ حافظ بفلک بر شدہ بود
حافظ کی سمجھ کا رتبہ آسمان سے بھی اونچا ہو چکا تھا

کرد غمخواریِ بالائے بلندت پستم
تیرے بلند قد کی غمخواری نے، مجھے پست کر دیا

دوش سودائے رخش گفتم ز سر بیروں کنم
میں نے کل کہا اس کے رخسار کا عشق سر سے نکال دوں

گفت کو زنجیر تا تدبیرِ ایں مجنوں کنم
وہ بولا زنجیر کہاں ہے تاکہ اس پاگل کا بند و بست کروں!

قامتش را سرو گفتم سر کشید از من بخشم
میں نے اس کے قد کو سرو کہا اس نے غصہ سے منہ پھیر لیا

دوستاں از راست میرنجد نگارم چوں کنم
اے دوستو! میرا معشوق سچی بات سے رنجیدہ ہوتا ہے میں کیا کروں

[1] ہم خیالی شراب پی رہے ہیں اور مُطرب و شراب بدوں ہی مست ہیں۔
[2] محبوب کی بیمار آنکھ نے تو بالکل مار ڈالا تھا لیکن ہونٹوں نے زندگی بخش دی۔
[3] جامِ ہلالی سے دائرۂ خط مراد ہے یعنی ہم معشوق کے خط رخسار پر ازل سے عاشق ہیں۔
[4] شعر
ابھی کہتے ہیں کہ مر جائیں گے
مر کے بھی چین نہ پایا تو کدھر جائیں گے
[5] جبکہ ہمیں وصل میسر آ گیا تو رقیب کے تیروں کا کوئی خوف نہیں ہے۔
[6] ہم عشق کے کوچہ میں بیٹھے ہیں اپنی رنجش بہت پسند ہے۔
[7] میرا محبوب ایک لشکری تھا جو مجھے لوٹ کر چلا گیا اب بادشاہ مہربانی کرے تو کام بنے گا۔
[8] شعر
عشق نے غالب نکما کر دیا
ورنہ ہم بھی آدمی تھے کام کے
[9] میں نے رخسار سے آزادی حاصل کرنی چاہی تو معشوق نے کہا دیوانہ ہے زلف کی زنجیر سے باندھ دو۔
[10] محبوب حقیقتاً سرو ہے

نکتہ نا سنجیدہ گفتم دلبرا معذور دار — عشوۂ فرمائی تا من طبع را موزوں کنم
اے دلبر معذور سمجھ، میں نے نا موزوں نکتہ کہہ دیا — ذرا ناز کی ادا دکھا تاکہ میں طبیعت کو موزوں کر لوں

زردروئی میکشم زاں طبع نازک بیگناہ — ساقیا جامے بدہ تا چہرہ را گلگوں کنم
اس نازک طبع کی جانب سے میں بے خطا زردروئی برداشت کر رہا ہوں — اے ساقی جام دے تاکہ چہرے کو گلاب کی طرح کر لوں

من کہ رہ بردم بگنج حسن بے پایان دوست — صد گدائے ہمچو خود را بعد ازیں قاروں کنم
میں جو دوست کے لا انتہا حسن کے خزانہ تک پہونچ گیا — اس کے بعد اپنے جیسے سو فقیروں کو قارون بنا دوں گا

اے نسیم حضرت سلمیٰ خدارا تا بکے — ربع را برہم زنم اطلال را جیحوں کنم
اے سلمیٰ کے دربار کی نسیم! خدا کے لیے کب تک — گھر کو برباد کر دوں گا، ٹیلوں کو جیحون بنا دوں گا!

اے مہ نا مہرباں از بندہ حافظ یاد کن
اے نامہربان چاند! حافظ غلام کو یاد کر
تا دعائے دولت آں حسن روز افزوں کنم
تاکہ اس روز مرہ بڑھنے والے حسن کی دولت کو دعائیں دوں

دیدہ دریا کنم و رخت بصحرا فگنم — واندریں کار دل خویش بدریا فگنم
آنکھ کو دریا بناتا ہوں، سامان کو جنگل میں پھینکتا ہوں — اور اس کام میں اپنے دل کو دریا میں ڈالتا ہوں

از دل تنگ گنہگار بر آرم آہے — کاتش اندر گنہ آدم و حوا فگنم
تنگ، گنہگار دل سے ایسی ایک آہ کرتا ہوں — کہ آدم اور حوا کے گناہ میں آگ لگا دوں

خوردہ ام تیر فلک بادہ بدہ تا سرمست — عقدہ در بند کمر ترکش جوزا فگنم
میں نے آسمان کا تیر کھایا ہے، شراب لا تاکہ مست ہو کر — جوزا کے ترکش کے کمر بند پر گرہ لگا دوں

جرعۂ جام بریں تخت رواں افشانم — غلغل چنگ دریں گنبد مینا فگنم
اس تخت رواں پر جام کا ایک گھونٹ چھڑکتا ہوں — اس نیلے گنبد میں چنگ کا شور پیدا کرتا ہوں

مایۂ خوشدلی آنجاست کہ دلدار آنجاست — میکنم جہد کہ خود را مگر آنجا فگنم
خوشدلی کا سرمایہ وہاں ہے جہاں معشوق ہے — کوشش کر رہا ہوں، شاید اپنے آپ کو وہاں پہونچا دوں

بند برقع بکشا اے مہ خورشید لقا — تا چو زلفت سر سودا زدہ در پا فگنم
اے سورج کی صورت والے چاند! برقع کا بند کھول — تاکہ تیری زلف کی طرح دیوانے سر کو پیروں پر ڈال دوں

حافظا تکیہ بر ایام چو سہوست و خطا
اے حافظ! جبکہ زمانہ پر بھروسہ کرنا غلطی اور بھول ہے
من چرا عشرت امروز بفردا فگنم
میں آج کے عیش کو کل پر کیوں ڈالوں؟

در نہاں خانۂ عشرت صنمے خوش دارم — کز سر زلف و رخش نعل در آتش دارم
عشرت کے خلوت خانہ میں میں ایک خوبصورت صنم رکھتا ہوں — کہ اس کی زلف اور رخسار کے خیال سے آگ میں نعل رکھتا ہوں

گر بکاشانۂ رنداں قدمے خواہی زد — نقل شعر شکریں و مے بیغش دارم
اگر تو رندوں کے گھر میں قدم رنجہ فرمائے گا — تو میٹھے شعروں کا نقل، اور خالص شراب رکھتا ہوں

ا محبوب کے فراق میں زندہ ہوں شراب ملے تو چہرہ پر سرخی دوڑے۔
۲ حسن کے خزانے اس قدر دولت ہاتھ آجائے گی کہ اپنے جیسے ہزار ہا فقیروں کو قارون بنا دوں گا۔
۳ فراق میں رہ رہ کر مجھے معشوق کی قیام گاہ کو درہم برہم کر دیا ہے کھنڈرات میں دریائے جیحون پیدا کر دیا ہے۔ لہٰذا اب تو اے باد صبا محبوب کا پیام لا
۴ ایسی آہ کروں گا کہ جس سے حضرت آدم علیہ السلام و حوا کا گیہوں کھانے کا گناہ تک جل کر خاک ہو جائیگا
۵ جوزا منطقۃ البروج کے جنوب میں ایک انسانی شکل پائی گئی ہے جو ایک ہاتھ میں عصا لیے ہوئے کر رہا ہے اور گردن میں تلوار اٹھائے ہوئے ہے۔ یعنی مست ہو کر میں جوزا کے ترکش کے کمر بند پر گرہ لگانا چاہتا ہوں تاکہ وہ مجھ پر تیر نہ چلا سکے
۶ دنیا پر بھروسہ غلط بات ہے لہٰذا آج کے عیش کو کل پر نہ ٹالنا چاہیے۔
۷ نعل در آتش ہونا بے قرار ہونا مشہور ہے کہ اگر کسی کو بیقرار کرنا ہو تو

مہ تو نعل پر مطلوب کا نام لکھ دیا جائے اور اس کو آگ میں ڈال دیا جائے اور اس پر منتر پڑھا جائے تو مطلوب بیقرار ہو جائے گا شاگر ہم جیسے رندوں کے یہاں آؤ گے تو اشعار لطف

ور تو زیں دست مرا بے سر و ساماں داری
اور اگر تو اسی طور پر، مجھے بے سر و سامان رکھے گا

من بآہِ سحرت زلفِ مشوش دارم
میں صبح کی آہ سے تیری زلفوں کو پریشان رکھوں گا

عاشق و رندم و میخوارہ بآوازِ بلند
میں عاشق، اور رند ہوں اور علی الاعلان شراب نوش

اینہمہ منصب از آں شوخ پریوش دارم
اس شوخ پری جیسی صورت والے کی وجہ سے ہیں یہ تمام منصب ہیں

گر چنیں جلوہ نماید خطِ زنگاری دوست
اگر معشوق کا سبز خط اسی طرح جلوہ نمائی کرے گا

من رخِ زرد بخونابہ منقش دارم
میں زرد، رخسار کو خالص خون سے نقشین رکھوں گا

ناوکِ غمزہ بیاور زرہ زلف کہ من
زلف کے راستے سے غمزہ کا تیر لا، اس لیے کہ میں

جنگہا با دلِ مجروحِ بلاکش دارم
زخمی، بلاکش، دل کے ساتھ لڑائیاں رکھتا ہوں

یک سرِ موئے بدستِ من و یک سر با دوست
بال کا ایک سرا میرے ہاتھ میں اور ایک سرا دوست کے ہاتھ میں ہے

سالہا بر سرِ ایں موئے کشاکش دارم
سالوں سے اس بال پر کشمکش رکھتا ہوں

حافظا چوں غم و شادیِ جہاں درگذرست
اے حافظ چونکہ دنیا کی خوشی، اور غم گذر جانے والا ہے

بہتر آنست کہ من خاطرِ خود خوش دارم
بہتر یہی ہے کہ میں اپنے دل کو خوش رکھوں

دی شب بسیلِ اشک رہِ خواب میزدم
کل رات میں آنسوؤں کے بہاؤ سے نیند پر ڈاکہ ڈالتا تھا

نقشے بیادِ خطِ تو بر آب میزدم
تیرے خط کی یاد کا نقشہ، پانی پر بناتا تھا

روئے نگار در نظرم جلوہ می نمود
معشوق کا چہرہ میری نظر میں جلوہ دکھاتا تھا

وز دور بوسہ بر رخِ مہتاب میزدم
اور میں چاند کے چہرے کا دور سے بوسہ لیتا تھا

ابروئے یار در نظر و خرقہ سوختہ
یار کا ابرو نگاہ میں تھا، اور گدڑی جلا کر

جامے بیادِ گوشۂ محراب میزدم
محراب کے گوشہ کی یاد میں، میں جام اڑاتا تھا

چشمم بروئے ساقی و گوشم بقولِ چنگ
میری نگاہ ساقی کے چہرے پر تھی اور کان چنگ کی بات پر

فالے بچشم و گوش دریں باب میزدم
اس بارے میں آنکھ، اور کان سے میں فال لے رہا تھا

نقشِ خیالِ روئے تو تا وقتِ صبحدم
تیرے چہرے کے خیال کا نقشہ، صبح تک

بر کارگاہِ دیدۂ بیخواب میزدم
بے نیند، آنکھ کے کارخانہ میں بناتا تھا

ہر مرغِ فکر کز سرِ شاخِ طرب بجست
فکر کا جو پرند، مستی کی شاخ سے اڑتا تھا

بازش ز طرۂ تو بمضراب میزدم
تیری زلف کی مضراب سے، میں اس کو پھر لوٹاتا تھا

ساقی بصوتِ ایں غزلم کاسہ میگرفت
میری اس غزل کی آواز پر ساقی پیالہ تھامتا تھا

می گفتم ایں سرود و مے ناب میزدم
میں یہ گانا گاتا تھا اور خالص شراب پیتا تھا

خوش بود وقتِ حافظ و فالِ مراد و کام
حافظ کا وقت اچھا تھا، اور مقصد کی مراد کی فال

بنامِ عمر و دولتِ احباب میزدم
دوستوں کی دولت اور عمر کے نام پر میں نکالتا تھا

۱؎ مجھ اگر تو بیقرار رکھے گا میں بھی اپنی آہوں سے تیری زلف کو پریشان کر دوں گا۔
۲؎ اپنے زرد رخساروں کو خون کے آنسوؤں سے منقش رکھوں گا۔
۳؎ چونکہ میری دل سے لڑائی ہے لہٰذا اس پر میں محبوب کی نگاہ کا تیر جو زلفوں کی راہ سے آئے یعنی ترچھی نگاہ کا تیر چلانا چاہتا ہوں۔
۴؎ بال سے مراد باہمی تعلق ہے۔
۵؎ آب سے مراد آنسو ہیں۔ شرب تو حاصل نہ تھا ہم دور سے بوسہ لے رہے تھے۔
۶؎ ہم نے یہ فال لی کہ جب ساقی پر نظر اور چنگ کی آواز کان میں آ رہی ہے تو اب وصل میسر آ جائیگا۔
۷؎ یعنی دل میں اگر کسی خوشی کا خیال آتا بھی ہے تو تیری زلف پھر پریشانی پیدا کر دیتی ہے۔

دیدار شد میسّر و بوس و کنار ہم
دیدار میسر آگیا، اور بغل میں لینا، اور بوسہ لینا بھی

از بخت شکر دارم و از روزگار ہم
نصیبہ کا بھی شکر گذار ہوں، اور زمانہ کا بھی

زاہد برو[۱] کہ طالع اگر طالع من ست
زاہد چلا جا، اگر میرا نصیبہ اچھا نصیبہ ہے

جامم بدست باشد و زلفِ نگار ہم
تو میرے ہاتھ میں جام بھی ہوگا اور معشوق کی زلف بھی

ما عیب کس بر ندی و مستی نمی کنیم
ہم کسی پر مستی، اور رندی کا عیب نہیں لگاتے ہیں

لعلِ بتاں خوش ست و مے خوشگوار ہم
معشوقوں کا ہونٹ بھی اچھی چیز ہے اور خوشگوار شراب بھی

اے دل بشارتے دہمت محتسب نماند
اے دل میں تجھے خوشخبری دیتا ہوں، محتسب نہیں رہا

و ز مے جہاں پُرست و بتِ میگسار ہم
اور دنیا شراب سے بھری ہے اور شراب پلانیوالے معشوق بھی

آں شد کہ چشمِ بد نگراں بود از کمیں
وہ وقت گیا کہ گھات سے بُری آنکھ نگراں تھی

خصم از میاں برفت و سرشک از کنار ہم
دشمن درمیان سے چلا گیا، اور گود سے آنسو بھی

خاطر بدستِ[۲] تفرقہ دادن نہ زیرکی ست
طبیعت کو تفرقہ کے سپرد کرنا، عقلمندی نہیں ہے

مجموعۂ بخواہ و صراحی بیار ہم
ایک اطمینان چاہ، اور صراحی بھی لا

بر خاکیانِ عشق فشاں جرعۂ لبش
عشق کے خاک نشینوں پر اس کے ہونٹ کا ایک گھونٹ چھڑک دے

تا خاک لعل گوں شود و مشکبار ہم
تاکہ مٹی، لعل جیسی ہو جائے اور مشک پھیلانے والی بھی

چوں آبروئے لالہ و گل فیضِ حسنِ تست
چونکہ لالہ، اور گل کی آبرو تیرے حسن کا فیض ہے

اے ابرِ لطف بر منِ خاکی ببار ہم
اے مہربانی کے ابر! مجھ خاکی پر بھی برس

چوں کائنات جملہ بروئے تو زندہ اند
جب کہ ساری کائنات تیرے چہرے کی بدولت زندہ ہے

اے آفتاب سایہ ز من بر مدار ہم
اے آفتاب! مجھ سے بھی سایہ نہ ہٹا

اہلِ نظر[۳] اسیرِ تو اند از خدا بترس
اہل نظر تیرے قیدی، ہیں خدا سے ڈر

و ز انتصافِ آصفِ جم اقتدار ہم
اور جمشید جیسے اقتدار والے، آصف کے انصاف لینے سے بھی

بر یادِ روئے انورِ او آفتابِ صبح
صبح کا آفتاب اس کے منوّر چہرہ کی یاد پر

جاں میکند فدا و کواکب نثار ہم
جان قربان کرتا ہے اور ستاروں کو بھی نچھاور کرتا ہے

گوئے زمیں ربودۂ چوگانِ عدلِ تست
زمین کی گیند تیرے انصاف کے بلّے کی جیتی ہوئی ہے

و ایں برکشیدہ گنبدِ نیلی حصار ہم
اور یہ نیلے حصار والا، تنا ہوا گنبد بھی

تا[۵] از نتیجۂ فلک و طورِ دورِ اوست
جب تک آسمان کے نتیجہ، اور اس کے چکّر کے طریقے سے ہے ق

تبدیلِ سال و ماہ و خزان و بہار ہم
سال اور مہینہ کی تبدیلی، اور خزاں اور بہار بھی

خالی مباد کاخِ جلالت ز سروراں
تیرے جلال کا محل، سرداروں سے خالی نہ ہو

و ز ساقیانِ سرو قدِ گلعذار ہم
اور سرو جیسے قد والے، پھول جیسے رخسار والے ساقیوں سے بھی

برہانِ[۶] ملک و دیں کہ ز دستِ وزارتش
ملک اور دین کو برہان کہ اس کی وزارت کے ہاتھ سے

ایام کاں یمیں شد و دریا یسار ہم
زمانہ کی کان داہنا ہاتھ ہوگئی ہے اور دریا بھی بایاں ہاتھ ہوگیا ہے

عزمِ[۷] سبک عنانِ تو در جنبش آورد
تیرا تیز رو ارادہ، حرکت میں لے آتا ہے

ایں پائدار مرکزِ عالی مدار ہم
اس عالی مدار، پائدار مرکز کو بھی

۱ یعنی اگر ہم خوش نصیب ہیں تو محبوب کی زلف اور جام و شراب سے بہرہ ور ہوں گے، تیری نصیحت بیکار ہے۔

۲ جبکہ محتسب کا ڈر بھی نہیں ہے اور شراب اور معشوق بھی موجود ہے تو اس سے زیادہ اور کیا خوشخبری ہوگی۔

۳ دل کی پریشانی پیدا کرنا عقلمندی نہیں ہے اطمینانِ خاطر اور صراحی حاصل کرنی چاہیئے۔

۴ نظر باز تیرے قیدی ہیں ان کے بارے میں خدا سے ڈر اور عماد بن محمود وزیر سلطان قطب الدین سے ڈر۔

۵ یہ اور اگلا شعر ملکر مفہوم پورا ہوگا۔ یعنی جب تک آسمان کی گردش سے سال اور مہینے ہیں تیرا گھر آباد رہے۔

۶ برہان الدین والملک وزیر کا نام ہے یعنی اسکے وجود سے زمانہ مالامال ہے زر و جواہر کی کان زمانے کا داہنا ہاتھ بن گئی ہے اور دریا کے موتی بایاں ہاتھ۔

۷ یعنی تیرے ارادے کے ساتھ زمین بھی حرکت میں آجاتی ہے۔

دیوارِ درمیانہ چو برگِ گلِ دو رو ست — ہمسایہ ہمند خزان و بہار ہم
درمیان کی دیوار، دو رخے پھول کی پتی کی طرح ہے — آپس میں ہمسایہ ہیں، خزاں اور بہار بھی

حافظ کہ در ثنائے تو چندیں گہر فشاند
حافظ جس نے تیری تعریف میں بہت سے موتی نثار کئے

پیشِ کفِ تو شد خجل و شرمسار ہم
تیرے ہاتھ کے سامنے شرمندہ ہو گیا اور شرمسار بھی

روزِ عید است و من امروز در ایں تدبیرم — کہ دہم حاصلِ سی روزہ و ساغر گیرم
عید کا دن ہے، اور میں آج اس تدبیر میں ہوں — کہ تیس روزوں کی کمائی دیدوں اور ساغر لے لوں

چند روز یست کہ دورم ز رخِ ساقی و جام — بس خجالت کہ پدید آمد ازیں تقصیرم
کتنے دن ہو گئے ہیں، کہ میں ساقی کے رخ اور جام سے دور ہوں — بہت شرمندگی ہے، جو رونما ہوئی، میری اس کوتاہی سے

من بخلوت نہ نشینم پس ازیں ور بمثل — زاہدِ صومعہ بر پائے نہد زنجیرم
اس کے بعد میں خلوت میں نہ بیٹھوں گا، خواہ مثلاً — عبادت خانہ کا زاہد میرے پیر میں بیڑی ڈال دے

پندِ پیرانہ دہد واعظِ شہرم لیکن — من نہ آنم کہ دگر پندِ کسے بپذیرم
شہر کا واعظ مجھے بزرگانہ نصیحت کرتا ہے لیکن — میں وہ نہیں ہوں، جو اب کسی کی نصیحت مانوں

آنکہ بر خاکِ درِ میکدہ جا داشت کجاست — تا نہم بر قدمم او سر و پیشش میرم
جس کی شراب خانے کے دروازے پر جگہ تھی وہ کہاں ہے — تاکہ اس کے قدموں پر سر رکھ دوں اور اسکے سامنے جان دیدوں

میکشیدم مے و سجادۂ تقویٰ بر دوش — آہ اگر خلق شوند آگہ ازیں تزویرم
میں شراب پی رہا تھا، اور تقوے کا مصلیٰ کاندھے پر تھا — آہ ہے، اگر لوگ میری اس مکاری سے واقف ہو جائیں

جز صراحی و کبابم نہ بود یار و ندیم — تا حریفانِ دغا را ز جہاں کم بینم
صراحی اور کباب کے سوا میرا کوئی دوست اور ہم مجلس نہ ہوگا — تاکہ دغاباز دوستوں کو دنیا میں کم دیکھوں

خلق گویند کہ حافظ سخنِ پیر نیوش
لوگ کہتے ہیں کہ اے حافظ! بڑھے کی بات سن

سالخوردہ میم امروز بہ از صد پیرم
آج میرے لیے پرانی شراب سو بوڑھوں سے بہتر ہے

روزگارے شد کہ در میخانہ خدمت میکنم — در لباسِ فقر کارِ اہلِ دولت میکنم
ایک زمانہ گذر گیا کہ میں میخانہ میں خدمتگاری کرتا ہوں — فقری کے لباس میں دولتمندوں کا کام کرتا ہوں

تا مگر در دامِ وصل آرم تذروِ خوشخرام — در کمینم انتظارِ وقتِ فرصت میکنم
تاکہ حسین چال والے چکور کو وصل کے جال میں پھانس لوں — میں گھات میں ہوں، فرصت کے وقت کا انتظار کرتا ہوں

واعظِ ما بوئے حق نشنید بشنو ایں سخن — در حضورش نیز میگویم نہ غیبت میکنم
یہ بات سن لے، ہمارے واعظ نے حق کی خوشبو نہیں سونگھی ہے — میں اسکے سامنے بھی کہتا ہوں، غیبت نہیں کرتا ہوں

چوں صبا افتان و خیزاں میروم تا کوئے دوست — وز رفیقِ راہ استمدادِ ہمت میکنم
دوست کے کوچہ تک صبا کی طرح گرتا پڑتا جاتا ہوں — اور راستہ کے ساتھی سے باطنی توجہ کی مدد طلب کرتا ہوں

ؔ یعنی جو دیوار میرے اور محبوب کے درمیان میں حائل ہے اس کے دو رخ ہیں میری طرف خزاں ہے اور محبوب کی طرف بہار۔
ؔ تو نے حافظ کو مدح سے زیادہ دیا اس لئے وہ شرمندہ ہے۔
ؔ رمضان میں تیس روزے رکھکر جو ثواب کمایا ہے اس کو ایک ساغر کے عوض دے ڈالوں۔
ؔ اب اگر زاہد پیر میں بیڑیاں بھی ڈال دیگا میں خلوت نشینی نہ اختیار کروں گا۔
ؔ میکدہ کا خاک نشیں کہاں ہے تاکہ اس کے قدموں پر سر دھروں، اور جان دیدوں۔
ؔ پرانے لوگوں کی نصیحت سے پرانی شراب بہت بہتر ہے۔
ؔ لباس فقیرانہ ہے، لیکن عشق کی دولت سے مالامال ہوں۔
ؔ میں نے واعظ کے منہ پہ کہا ہے کہ اس نے تو حق کی بو بھی نہیں سونگھی ہے۔

خاکِ کویت بر نتابد زحمتِ ما بیش از ین
تیرے کوچہ کی خاک ہماری زحمت کی اس سے زیادہ برداشت نہ کرے گی
لطفہا کردی بتا تخفیف زحمت میکنم
اے بت تو نے بہت مہربانیاں کیں میں تکلیف دہی میں کمی کرتا ہوں

زلفِ دلبر دامِ راہ و غمزہ اش تیرِ بلاست
معشوق کی زلف راستہ کا جال ہے اور اس کی ادا بلا کا تیر ہے
یاد دار اے دل کہ چندینت نصیحت میکنم
اے دل یاد رکھنا تجھے میں کس قدر نصیحتیں کر رہا ہوں

دیدۂ بدبیں بپوشاں اے کریمِ عیب پوش
اے عیب چھپانے والے مخالف دشمن کی نظر سے چھپانا
زیں دلیریہا کہ من در کنجِ خلوت میکنم
ان دلیریوں کو جو میں تنہائی کے گوشہ میں کرتا ہوں

حاش للہ کز حسابِ روزِ حشرم باک نیست
خدا کی پناہ کہ مجھے حشر کے دن کے حساب کی پروا نہیں ہے
فالِ فردا میزنم امروز عشرت میکنم
کل کی فال لیتا ہوں، آج عیش کرتا ہوں

از یمینِ عرش آمیں میکند روح الامیں
جبرئیل عرش کی داہنی جانب سے آمین کہتے ہیں
چوں دعائے پادشاہِ ملک و ملت میکنم
جب میں ملک اور ملت کے بادشاہ کو دعا دیتا ہوں

خسروا امیدِ جاہ و مال دارم زین سبب
اے بادشاہ میں مرتبہ اور مال کا امیدوار ہوں اسی وجہ سے
التماسِ آستاں بوسیِ حضرت میکنم
کہ دربار کی آستان بوسی کی درخواست کرتا ہوں

حافظم در محفلے دُردی کشم در مجلسے
میں ایک محفل میں حافظ ہوں ایک مجلس میں تلچھٹ پینے والا ہوں
بنگر ایں شوخی کہ چوں با خلق صحبت میکنم
اس شرارت کو دیکھ مخلوق کے ساتھ میں کیسے گذارا کرتا ہوں

زدستِ کوتہِ خود زیر بارم
میں اپنے کوتاہ ہاتھ سے اس قدر زیر بار ہوں
کہ از بالا بلنداں شرمسارم
کہ بلند قد والوں سے شرمندہ ہوں

مگر زنجیرِ زلفت گیرد م دست
شاید، تیری زلف کی زنجیر میری دستگیری کرے
وگرنہ سر بشیدائی بر آرم
ورنہ میں دیوانگی میں مشہور ہو جاؤں گا

زچشمِ من بپرس اوضاعِ گردوں
آسمان کی حالتیں، میری آنکھ سے پوچھ
کہ شب تا روز اختر می شمارم
کہ رات سے صبح تک میں اختر شماری کرتا ہوں

چہ مے خوردم من از میخانۂ عشق
عشق کے شراب خانہ سے میں نے کیسی شراب پی ہے
کہ ہشیاری و بیداری ندارم
کہ میں ہوشیاری اور بیداری نہیں رکھتا ہوں

بایں شکرانہ می بوسم لبِ جام
میں جام کے لب کے، اس شکرانہ میں بوسے لیتا ہوں
کہ کرد آگہ ز دورِ روزگارم
کہ اس نے مجھے زمانہ کے چکر سے آگاہ کر دیا

مرا از بازوئے خود دارم بسے شکر
میں اپنے بازوں کا بہت شکر گذار ہوں
کہ زورِ مردم آزاری ندارم
کہ مجھ میں، مردم آزاری کا زور نہیں ہے

اگر گفتم دعائے میفروشاں
اگر میں نے، شراب فروشوں کے لیے دعا کی
چہ باشد شکرِ نعمت میگزارم
تو کیا ہوا، میں تو نعمت کا شکریہ ادا کرتا ہوں

مکن عیبم زخوں خوردن دریں دشت
اس جنگل میں، خون پینے سے مجھ پہ عیب نہ لگا
کہ کار آموزِ آہوئے تتارم
کیونکہ میں تاتار کے ہرن کا استاد ہوں

۱ ہم نے تیرے کوچہ کو بہت زحمتیں دیں اب زیادہ زحمت نہ دیں گے۔
۲ اگر نصیحت نہ مانے گا جال میں پھنس جائیگا اور مصیبت کے تیر کھائے گا۔
۳ خدا کرے میری تنہائی کی برائیوں سے دشمن واقف نہ ہو۔
۴ جب اللہ نے آج عیش دئے ہیں تو یہ نیک فال ہے حشر میں عیش میسر آجائیگا۔
۵ اگر ہم زلف کے پابند نہ ہوئے تو جنون بنا کر جنگل کو نکل جائیں۔
۶ بلند ستی اور مدہوشی ہے۔
۷ چونکہ ہم نے زمانہ کے مکر و فریب ہم پر کھول دیے ہیں اس لیے ہم اس کی لب بوسی کرتے ہیں۔
۸ ہم اپنے بازوؤں کے شکر گذار ہیں کہ ان میں لوگوں کو ستانے کی طاقت نہیں ہے۔
۹ چونکہ مے فروشوں کا ہم پر احسان ہے لہٰذا احسان کی شکر گذاری میں ہم ان کو دعائیں دیتے ہیں۔
۱۰ مشک خون سے بنتا ہے تو جب تک ہم خون جگر نہ پئیں گے مشک کی خاصیت نہ ہوگی۔

تو از خاکم نخواہی بر گرفتن — بجائے اشک اگر گوہر ببارم
تو، مجھے زمین سے نہ اٹھائے گا — اگر میں آنسوؤں کی بجائے موتی برساؤں

سرے دارم چو حافظ مست لیکن
میں حافظ کا سا، دیوانہ سر، رکھتا ہوں لیکن
بہ لطف آں پری امّید وارم
اس پری کی مہربانی کا امید وار ہوں

زلف[1] بر باد مدہ تا ندہی بر بادم — نازِ بنیاد مکن تا نکنی بنیادم
زلف کو پریشان نہ کر، تاکہ تو مجھے برباد نہ کرے — ناز کی بنیاد نہ ڈال، تاکہ تو میری بنیاد نہ اکھاڑے

رُخ[2] برافروز کہ فارغ کنی از برگِ گلم — قد برافراز کہ از سرو کنی آزادم
چہرے کو فروزاں کر، تاکہ تو مجھے پھول کی پتی سے بے نیاز کرے — قد بلند کر، تاکہ تو مجھے سرو سے آزاد کرے

زلف[3] را حلقہ مکن تا نہ کنی در بندم — چہرہ را آب مدہ تا ندہی بر بادم
زلف میں گرہ نہ لگا، تاکہ تو مجھے قید نہ کرے — چہرے کو رونق نہ دے، تاکہ تو مجھے برباد نہ کرے

شہرۂ[4] شہر مشو تا نہ نہم سر در کوہ — شورِ شیریں منما تا نکنی فرہادم
شہر میں مشہور نہ ہو، تاکہ میں پہاڑوں کا رخ نہ کروں — شیریں کی شہرت نہ پیدا کر، تاکہ تو مجھے فرہاد نہ بنائے

مے[5] مخور با دگراں تا نخورم خونِ جگر — سرمکش تا نکشد سر بفلک فریادم
دوسروں کے ساتھ شراب نوشی نہ کر، تاکہ میں خونِ جگر نہ پیوں — سرکشی نہ کر، تاکہ میری فریاد سر بفلک نہ ہو

سرم از دست بشد وصلِ تو ننمود جمال — دست گیرم کہ ز ہجرِ تو ز پا افتادم
میرا سر ہاتھ سے گیا، تیرے وصل نے جمال نہ دکھایا — میری دستگیری کر، اس لیے کہ تیرے ہجر کی وجہ سے میں گر گیا ہوں

یارِ بیگانہ مشو تا نہ بری از خویشم — غمِ اغیار مخور تا نکنی ناشادم
غیر کا دوست نہ بن، تاکہ تو مجھے بے خود نہ بنائے — غیروں کا غم نہ کھا، تاکہ تو مجھے ناخوش نہ کرے

رحم[6] کن بر منِ مسکین و بفریادم رس — تا بخاکِ درِ آصف نرسد فریادم
مجھ مسکین پر رحم کر، اور میری فریاد رسی کر — تاکہ میری فریاد آصف کے دروازہ کی خاک تک نہ پہونچے

چوں فلک جور مکن تا نکشی زار مرا — رام شو تا بدہد طالعِ فرخ زادم
آسمان کی طرح ظلم نہ کر، تاکہ تو مجھے عاجز کر کے نہ مارے — فرمانبردار بن، تاکہ میرا مبارک نصیب چمک اٹھے

حافظ از جورِ تو حاشا کہ بنالد روزے
حاشا اللہ، کہ حافظ کسی دن تیرے ظلم سے نالاں ہو
من از آں روز کہ در بندِ توام آزادم
میں جس دن سے تیری قید میں ہوں، آزاد ہوں

سالہا پیروی[7] خدمتِ رنداں کردم — تا بفتوائے خرد حرص بزندان کردم
میں نے سالوں، رندوں کی خدمت کی پیروی کی — تب عقل کے فتوے سے، حرص کو قید کیا

من بسر منزلِ عنقا نہ بخود بردم راہ — قطعِ ایں مرحلہ با مرغِ[8] سلیماں کردم
میں خود عنقا کی منزل تک نہیں پہونچا — میں نے اس مرحلہ کو سلیمان کے پرندے کے ساتھ طے کیا

---

[1] تو زلف کو پریشان کرے گا تو میں برباد ہو جاؤں گا تو ناز کرے گا تو میں تباہ ہو جاؤں گا۔
[2] تو رخ دکھا تاکہ مجھے پھول کی ضرورت نہ ہے تیرے قد کو دیکھ کر مجھے سرو سے آزادی حاصل ہو جائیگی۔
[3] زلف میں گرہ نہ لگا ورنہ میں قیدی بن جاؤں گا چہرے کو پُر رونق کرے گا تو میں برباد ہو جاؤں گا۔
[4] تیری شہرت ہوگی تو میں دیوانہ وار جنگلوں کو نکل جاؤں گا تو شیریں بنے گا تو میں فرہاد ہو جاؤں گا۔
[5] تو دوسروں کے ساتھ شراب نوشی کریگا، تو میں خون جگر پیوں گا تو سرکشی کرے گا تو میری آہیں آسمان تک پہونچیں گی۔
[6] مجھ پر رحم کر ورنہ سلطان محمود قطب الدین کے وزیر کے دربار میں جاکر فریاد کروں گا۔
[7] شدند رندوں کی برسوں خدمت گذاری کر کے حرص کو قید کر سکا ہوں۔
[8] مرغِ سلیمان سے مراد ہُد ہُد ہے جس نے بلقیس کی خبر لاکر دی تھی۔

از خلاف آمدِ عادت بطلب کام کہ من
مقصد کو خلافِ عادت چیزوں سے طلب کر اس لیے کہ میں نے

کسبِ جمعیت ازاں زلفِ پریشاں کردم
اس پریشان زلف سے دل جمعی حاصل کی ہے

سایہ بر دلِ ریشم فگن اے گنجِ مراد
اے مراد کے خزانے! میرے زخمی دل پر ایک سایہ ڈال

کہ من ایں خانہ بسودائے تو ویراں کردم
اس لیے کہ میں نے اس گھر کو تیرے عشق میں ویران کیا ہے

توبہ کردم کہ نہ بوسم لبِ ساقی و کنوں
میں نے توبہ کی تھی کہ ساقی کے لب کو بوسہ نہ دوں گا اور اب

میگزم لب کہ چرا گوش بناداں کردم
میں ہونٹ کاٹتا ہوں کہ نادان کی بات پر کیوں کان دھرا

نقشِ مستوری و مستی نہ بدستِ من و تست
زہد اور مستی کا نقش میرے اور تیرے ہاتھ میں نہیں ہے

آنچہ استادِ ازل گفت بکن آں کردم
جو استادِ ازل نے کہا کر، میں نے وہ کیا

دارم از لطفِ ازل منزلِ فردوس طمع
ازل کی مہربانی سے میں فردوس کے مکان کی طمع کرتا ہوں

گرچہ دربانیِ میخانہ فراواں کردم
اگرچہ میں نے شراب خانہ کی دربانی بہت کی ہے

اینکہ پیرانہ سرم صحبتِ یوسف بنواخت
اس بڑھاپے میں یوسف کی صحبت نے جو مجھے نوازا ہے

اجرِ صبریست کہ در کلبۂ احزاں کردم
یہ اس صبر کا بدلہ ہے جو میں نے غموں کی کوٹھری میں کیا

گر بدیوانِ غزل صدر نشینم چہ عجب
اگر غزل کی مجلس میں میں صدر نشین ہوں تو کیا تعجب ہے؟

سالہا بندگیِ صاحبِ دیواں کردم
میں نے سالوں امیرِ مجلس کی خدمت کی ہے

ہیچ کس را نرسد در خمِ محرابِ فلک
آسمان کی محراب کے دائرہ میں کسی شخص کو نہ حاصل ہوں گے

آں تنعّم کہ من از ہمّتِ سلطاں کردم
وہ عیش جو میں نے بادشاہ کی توجہ سے کئے ہیں

صبح خیزی و سلامت طلبی چوں حافظ
حافظ کی طرح، صبح کو اٹھنا، اور سلامت طلبی

ہر چہ کردم ہمہ از دولتِ قرآں کردم
جو کچھ میں نے کیا یہ سب قرآن کی بدولت کیا ہے

سرم خوش ست و ببانگِ بلند میگویم
میں مست ہوں اور علی الاعلان کہتا ہوں

کہ من نسیمِ حیات از پیالہ میجویم
کہ میں زندگی کی نسیم، پیالہ سے ڈھونڈتا ہوں

عبوسِ زہد بوجہِ خمار بنشیند
زہد کی ترشروئی، خمار کی وجہ سے زائل ہو جاتی ہے

مریدِ ہمّتِ دردی کشانِ خوش خویم
میں خوش اخلاق تلچھٹ پینے والوں کی باطنی توجہ کا مرید ہوں

گرم نہ پیرِ مغاں در بروئے بکشاید
اگر پیرِ مغاں میرے لیے دروازہ نہ کھولے

کدام در بزنم چارہ از کجا جویم
میں کونسا دروازہ کھٹکھٹاؤں، کہاں سے تدبیر ڈھونڈوں!

مکن درین چمنم سرزنش بخود روئی
اس چمن میں میرے خودرو ہونے پر مجھے نہ جھڑک

چنانکہ پرورشم میدہند میرویم
میری جس طرح سے پرورش کرتے ہیں میں اگتا ہوں

تو خانقاہ و خرابات در میانہ مبیں
تو خانقاہ اور شراب خانہ کو درمیان میں نہ دیکھ

خدا گواہ بہر جا کہ ہست با اویم
خدا گواہ ہے وہ جہاں کہیں بھی ہے میں اس کے ساتھ ہوں

ز شوقِ نرگسِ مست و بلند بالائے
ایک بلند قد اور مست نرگس کے عشق میں

چو لالہ با قدح افتادہ بر لبِ جویم
میں لالہ کی طرح، ہاتھ میں پیالہ لئے، نہر کے کنارے پڑا ہوں

ے نیکی اور بدی اختیاری نہیں ہے سب منجانب اللہ ہے۔
ے اگرچہ پرانا گنہگار ہوں لیکن جنت الفردوس کا امیدوار ہوں۔
ے کلبۂ احزان، غموں کی کوٹھری، وہ جگہ کہلاتی ہے جہاں حضرت یعقوب نے، حضرت یوسف کے فراق کے دن بسر کئے تھے۔
ے حافظ کو صبح خیزی اور سلامت روی سب قرآن کی بدولت حاصل ہوئی ہے۔
ے زہد کی بدمزاجی کو ہم شراب کے ذریعہ مٹاتے ہیں ہم تو خوش اخلاق تلچھٹ نوشوں کے مرید ہیں۔
ے یہ ملامت نہ کر کہ ہم خودرو پودے کی طرح ہیں ہمیں تو قدرت نے جیسا بنایا ہے ویسے بنے ہیں۔
ے لالہ کے بارے میں یہ فرض کیا گیا ہے کہ وہ ہاتھ میں پیالہ لیے کھڑا ہے۔

شدم نشانہ بسرگشتگی و ابروئے دوست
میں دیوانگی کا نشانہ بنا ہوں، اور دوست کے ابرو نے
کشیدہ درخمِ چوگانِ خویش چوں گویم
مجھے گیند کی طرح اپنے بلّے کے موڑ میں لے لیا ہے

غبارِ راہِ طلب کیمیائے بہروزی ست
طلب کے راستہ کا غبار، کامیابی کی کیمیا ہے
غلامِ دولتِ آں خاکِ عنبریں بویم
میں اس عنبر جیسی خوشبو والی خاک کی دولت کا غلام ہوں

نصیحتم چہ کنی ناصحا چہ میدانی
اے ناصح! مجھے کیا نصیحت کرتا ہے، تجھے کیا پتہ ہے؟
کہ من نہ معتقدِ مردِ عافیت جویم
میں عافیت تلاش کرنے والے انسان کا معتقد نہیں ہوں

بیار مے کہ بفتوائے حافظ از دلِ پاک
شراب لا تاکہ حافظ کے فتوے کے مطابق پاک دل سے
غبارِ زرق بفیضِ قدح فروشویم
مکاری کے غبار کو میں پیالہ کے فیض سے دھوڈالوں

صنما باغمِ عشقِ تو چہ تدبیر کنم
اے صنم! تیرے عشق کے غم کی کیا تدبیر کروں!
تابکے در غمِ تو نالۂ شبگیر کنم
تیرے غم میں کب تک رات بھر کا رونا روؤں؟

دلِ دیوانہ ازاں شد کہ پذیرد درماں
دیوانہ دل اس سے تو گذر گیا کہ علاج کو قبول کرے
مگرش ہم زسرِ زلفِ تو زنجیر کنم
مگر ہاں اس کو تیری زلف کی زنجیر سے قید کردوں

آنچہ در مدتِ ہجرِ تو کشیدم ہیہات
افسوس ہے! جو کچھ میں نے تیرے فراق کی مدت میں برداشت کیا ہے
در دو صد نامہ محال ست کہ تحریر کنم
ناممکن ہے! دو سو خطوں میں بھی اس کو لکھ سکوں

با سرِ زلفِ تو مجموعِ پریشانیِ خویش
تیری زلف کے خیال میں اپنی پریشانی کے مجموعے کو
کو مجالے کہ یکایک ہمہ تقریر کنم
کہاں مجال، کہ ایک دم سب کا سب بیان کرسکوں!

رندِ یکرنگم و با شاہد و مے ہمصحبت
میں یک رنگ رند ہوں، اور معشوق اور شراب کا ساتھی ہوں
نتوانم کہ دگر حیلہ و تزویر کنم
اب مجھ سے یہ نہیں ہوسکتا کہ پھر حیلہ، اور مکاری کروں

آں زماں کآرزوئے دیدنِ جانم باشد
جب مجھے اپنی جان کے دیکھنے کی خواہش ہوتی ہے
در نظر نقشِ رخِ خوبِ تو تصویر کنم
تیرے خوبصورت چہرے کا نقشہ آنکھوں میں کھینچ لیتا ہوں

گر بدانم کہ وصالِ تو بدیں دست دہد
اگر مجھے معلوم ہوجائے کہ تیرا وصل اس طور پر حاصل ہوجائیگا
دل و دیں را ہمہ در بازم و توفیر کنم
دل اور دین سب کو ہار دوں اور وقف کردوں

دور شو از برم اے واعظ و افسانہ مگو
اے واعظ میرے پاس سے چلا جا، اور افسانہ گوئی نہ کر
من نہ آنم کہ دگر گوش بہ تزویر کنم
میں وہ نہیں ہوں کہ اب مکاری پر کان دھروں

نیست امکانِ خلاص از غمِ او اے حافظ
اے حافظ اس کے غم سے چھوٹنے کا کوئی امکان نہیں ہے
چونکہ تقدیر چنیں بود چہ تدبیر کنم
جبکہ تقدیر ہی ایسی تھی، اب میں کیا تدبیر کروں!

صلاح از ما چہ میجوئی کہ مستاں را صلا گفتیم
ہم سے نیکی کیا ڈھونڈتا ہے، کیونکہ ہم نے مستوں کو دعوت دیدی
بدورِ نرگسِ مستت سلامت را دعا گفتیم
تیری مست نرگس کے دور میں سلامتی کو الوداع کہہ دیا ہے

---

۱ معشوق کی طلب کے راستہ کا غبار انسان کو کندن بنا دیتا ہے۔
۲ ناصح مصائب سے ڈراتا ہے حالانکہ ہم تو مشکل پسندانہ کے ہی معتقد ہوتے ہیں۔
۳ شراب کا پیالہ ریاکاری کو دھوڈالتا ہے۔
۴ یہ دیوانہ دل قابلِ علاج نہیں ہے، اگر اس کو زلف کی زنجیر سے ہی باندھنا چاہیے۔
۵ ہجر کے مصائب کو دو سو خطوں میں بھی تحریر نہیں کیا جا سکتا ہے۔
۶ محبوب ہماری جان ہے جب ہم جان کو دیکھنا چاہتے ہیں محبوب کی تصویر دیکھ لیتے ہیں۔
۷ واعظ کی ساری تقریر افسانہ گوئی اور مکر ہے ہم اس پر دھیان نہیں دیتے ہیں۔
۸ مستوں سے مراد محبوب کی آنکھیں ہیں یعنی جب ہم نے اس کی آنکھوں کو دعوت دیدی ہے اب عافیت اور صلاح کہاں ہے۔

درِ میخانہ رابکشا کہ ہیچ از خانقہ نکشود
میخانہ کے دروازہ کو کھول، اس لیے کہ خانقاہ سے کچھ حاصل نہ ہوا

گرت باور بود ورنہ سخن ایں بود وما گفتیم
اگر تجھے یقین آئے، ورنہ بات یہی تھی اور ہم نے کہہ دی

من از چشمِ خوشِ ساقی خراب افتادہ ام لیکن
میں ساقی کی حسین آنکھ سے مست پڑا ہوں، لیکن

بلائے کز حبیب آمد ہزارش مرحبا گفتیم
جو مصیبت دوست کی طرف سے آئی ہم نے اس کو ہزار خوش آمدید کہا ہے

قدت گفتم کہ شمشاد است بس خجلت ببار آورد
میں نے تیرے قد کو شمشاد کہا اور بہت شرمندگی کا پھل لیا

کہ ایں نسبت چرا کردیم وایں بہتاں چرا گفتیم
کہ یہ نسبت ہم نے کیوں کی، اور یہ بہتان کیوں باندھا

اگر بر من نبخشائی پشیمانی خوری آخر
اگر تو مجھ پر بخشش نہ کرے گا، آخر کار شرمندہ ہوگا

بخاطر دار ایں معنی کہ در خدمت کجا گفتیم
اس بات کو یاد رکھنا، ہم نے تجھ سے کس مجمع میں کہی ہے

جگر چوں نافہ ام خوں گشت وبے زینم نمی باشد
میرا جگر نافہ کی طرح خون ہوگیا اور میرے لیے اس سے بہتر نہیں ہو سکتی

جزائے آنکہ با زلفش سخن از چین خطا گفتیم
اس کی سزا کہ اس کی زلف کے سامنے ہم نے غلطی سے چین کی بات کہی

تو آتش گشتی اے حافظ ولے با یار درنگرفت
اے حافظ تو آگ بن گیا، لیکن یار پر اثر نہ ہوا

ز بدعہدیِ گل گوئی حکایت با صبا گفتیم
گویا کہ ہم نے پھول کی بد عہدی کی بات صبا سے کہی

صوفی بیا کہ خرقۂ سالوس برکشیم
اے صوفی آ، کہ مکر کی گدڑی کو اتار دیں

وایں دلقِ زرق را خطِ بطلاں بسر کشیم
اور اس مکر کی گدڑی پر، باطل ہونے کا نشان بنا دیں

نذر وفتوحِ صومعہ در وجہِ مے دہیم
عبادت خانے کے چڑھاوے اور نذرانوں کو شراب پر خرچ کر دیں

دلقِ ریا بآبِ خرابات برکشیم
ریا کی گدڑی کو شرابخانہ کے پانی کے عوض اتار ڈالیں

سرِ قضا کہ در تتقِ غیب منزوی ست
قضا کا راز جو غیب کے پردے میں گوشہ نشین ہے

مستانہ اش نقاب ز رخسار برکشیم
مستانہ وار اس کے رخسار سے نقاب الٹ دیں

بیروں جہیم سرخوش واز بزمِ مدعی
مست ہوکر باہر نکلیں اور رقیب کی مجلس سے

غارت کنیم بادہ و شاہد ببر کشیم
شراب لوٹ لیں، اور معشوق کو بغل میں لے لیں

کامِ جہاں برآر کہ بخشد خدا گناہ
دنیا کا مقصد پورا کرلے، اس لیے کہ خدا گناہ بخش دے گا

روزے کہ رختِ جاں بجہانِ دگر کشیم
جس دن جان کا سامان ہم دوسری دنیا میں لے جائیں گے

کو عشوہ ز ابروئے تو تا چو ماہِ نو
تیرے ابرو کی ادا کہاں ہے تاکہ ہلال کی طرح

گوئے سپہر در خمِ چوگانِ زر کشیم
آسمان کی گیند کو زریں بلے کے موڑ میں لے لیں

فردا اگر نہ روضۂ رضواں بما دہند
کل اگر رضوان کا باغ، ہمیں نہیں دیں گے

غلماں ز غرفہ حور ز جنت بدر کشیم
غلمان کو کوٹھڑی سے، حور کو جنت سے ہم باہر کھینچ لیں گے

حافظ نہ حدِ تست چنیں لاف ہا زدن
اے حافظ اس طرح کی لاف زنی کرنا تیری حد میں نہیں ہے

پا از گلیمِ خویش چرا بیشتر کشیم
ہم اپنی چادر سے باہر پیر کیوں نکالیں!

ا۔ تجھے یقین آئے یا نہ آئے ہم نے سچی بات تجھے بتادی ہے۔
۲۔ محبوب کی جانب سے آنیوالی ہر مصیبت کو ہم خوش آمدید کہتے ہیں۔
۳۔ محبوب کے قد کو شمشاد درخت سے تشبیہ دینا محبوب کے قد کی توہین ہے۔
۴۔ میں نے غلطی سے زلف کی خوشبو کو تاتاری مشک کی خوشبو سے تشبیہ دیدی۔
۵۔ جس طرح سے گل کی شکایت صبا سے کرنے سے گل متاثر نہیں ہوتا ہے
۶۔ عبادتگاہ میں جو چڑھاوے آتے ہیں وہ اس قابل ہیں کہ ان کو شراب نوشی میں صرف کردیا جائے
۷۔ ہمیں مست ہوکر نکلنا چاہیے اور رقیبوں سے شراب اور معشوق چھین لینا چاہیے۔
۸۔ دنیا کا عیش اٹھانا چاہیے آخرت میں خدا مددگار ہے۔
۹۔ اگر جنت میں جانیکا موقع نہ دیں گے تو ہم حور و غلمان کو باہر کھینچ لائیں گے۔
۱۰۔ پہلے شعر میں جو لاف زنی کی ہے وہ حافظ کے مرتبے سے اونچی ہے
ہر شخص کو چادر کے بقدر پیر پھیلانے چاہییں۔

عاشقِ روئے جوانے خوش نو خاستہ ام
میں ایک خوبصورت، نوخیز، جوان کے چہرے کا عاشق ہوں

وز خدا صحبتِ او را بدعا خواستہ ام
اور میں نے خدا سے دعا کر کے اس کی صحبت مانگی ہے

عاشق و رند و نظر بازم و میگویم فاش
میں عاشق اور رند، اور نظر باز ہوں، اور کھلم کھلا کہتا ہوں

تا بدانی کہ بچندیں ہنر آراستہ ام
تاکہ تجھے معلوم ہو جائے کہ میں اتنے ہنروں سے آراستہ ہوں[1]

شرمم از خرقۂ آلودۂ خود می آید
مجھے اپنی ناپاک گدڑی سے شرم آتی ہے

کہ بہ ہر پارہ دو صد شعبدہ پیراستہ ام
جس کے ہر ٹکڑے کو میں نے دو سو شعبدوں سے آراستہ کیا ہے[2]

خوش بسوز از غمش اے شمع کہ امشب من نیز
اے شمع! اس کے غم میں اچھی طرح جل کیونکہ آج کی رات میں نے بھی

بہمیں کار کمر بستہ و برخاستہ ام
اسی کام پر کمر باندھی ہے، اور اٹھا ہوں

باچنیں حیرتم از دست بشد صرفۂ کار
کام کا فائدہ ایسی حیرت میں میرے ہاتھ سے چلا گیا ہے

در غم افزودہ ام آنچہ از دل و جاں کاستہ ام
جو کچھ میں نے دل اور جان سے گھٹایا ہے غم میں بڑھایا ہے[3]

پاسبانِ حرمِ دل شدہ ام شب ہمہ شب
میں ساری ساری رات دل کے حرم کا چوکیدار بنا ہوں

بو کہ سیرے بکند آں مہِ ناکاستہ ام
ہو سکتا ہے کہ میرا پورا چاند سیر کرنے آ جائے

ہمچو حافظ بخرابات روم جامہ قبا
کپڑوں کو پھاڑ کر حافظ کی طرح میں شراب خانہ میں جاتا ہوں[4]

بو کہ در بر کشد آں دلبرِ نو خاستہ ام
ہو سکتا ہے کہ وہ نوخیز دلبر مجھے بغل میں لے لے

عمریست تا من در طلب ہر روز گامے میزنم
ایک عمر گذر گئی ہے کہ میں ہر روز طلب کے راستہ میں ایک قدم بڑھاتا ہوں

دستِ شفاعت ہر دمے در نیکنامے میزنم
ہر وقت سفارش کا ہاتھ کسی نیک نام تک پہونچاتا ہوں[5]

بے ماہِ مہر افروزِ خود تا بگذرانم روزِ خود
اپنے سورج کو روشنی کرنے والے چاند کے بدون جب تک اپنے دن گذاروں

دامے براہے می نہم مرغے بدامے میزنم
راستہ پر ایک جال بچھاتا ہوں، کسی پرندہ کو ایک جال میں پھنساتا ہوں

تا بو کہ یابم آگہی زاں سایۂ سروِ سہی
تاکہ ہو سکتا ہے کہ اس سروِ سہی کے سایہ کا پتہ لگا لوں

گلبانگِ عشق از ہر طرف بر خوشخرامے میزنم
ہر جانب سے ہر خوشخرام کو عشق کی آواز دیتا ہوں[6]

ہر چند آں آرامِ دل دانم نہ بخشد کامِ دل
ہر چند کہ یہ جانتا ہوں کہ وہ دل کا آرام دل کا مقصد پورا نہ کریگا

نقشِ خیالی میکشم فالِ دوامے میزنم
خیالی نقش بناتا ہوں، اور ہمیشگی کی فال نکالتا ہوں[7]

اورنگ کو گلچہر کو نقشِ وفا و مہر کو
اورنگ کہاں ہے گلچہر کہاں، وفا اور مہر کا نقش کہاں ہے؟[8]

حالے من اندر عاشقی دادِ تمامے میزنم
اب تو میں عاشقی میں کمال کی داد دیتا ہوں

دانم سر آید قصہ ام چنداں نماند غصہ ام
میں جانتا ہوں، میرا قصہ ختم ہو گا میرا رنج زیادہ دیر نہ ہوگا

زیں آہِ خوں افشاں کہ من ہر صبح و شامے میزنم
اس خون چھڑکنے والی آہ سے جو میں ہر صبح و شام کرتا ہوں

باآنکہ از خود غائبم و زمے چو حافظ تائبم
باوجودیکہ میں اپنے آپ سے غائب ہوں اور شراب سے حافظ کی طرح تائب ہوں

در مجلسِ روحانیاں گہ گاہ جامے میزنم
روحانی لوگوں کی مجلس میں کبھی کبھی ایک پیالہ پی لیتا ہوں

[1] یہ ہماری تمام ہنرمندیاں ہیں جن کا ہم اعلان کر رہے ہیں۔

[2] گدڑی کپڑوں کے ٹکڑے جوڑ کر بنائی جاتی ہے یعنی گدڑی کے ہر پیوند میں شعبدہ بازی ہے۔

[3] دل اور جان جتنی گھٹتی ہے اس کا اسی کے بقدر غم بڑھتا ہے۔

[4] قبا ڈھیلی ہوتی ہے جامہ کو قبا بنانا یعنی اس کو چاک کرنا۔

[5] محبوب کے وصل کیلئے ہر روز ہم ایک قدم بڑھاتے ہیں اور ہر نیک دل سے سفارش کراتے ہیں۔

[6] ہر حسین کو عشق کی صدا دیتا ہوں شاید ان میں کہیں میرا معشوق بھی ملجائے۔

[7] خیالِ وصل سے فال نکالتا ہوں کہ جب عالمِ خیال میں وصل ہو گیا ہے تو اب حقیقتاً بھی وصل ہو جائیگا۔

[8] شاہ اورنگ ایک مشہور عاشق اور گلچہر ایک مشہور معشوقہ گذری ہے یعنی اگر چہ اب ان کے قصے ختم ہو گئے ہیں لیکن ہم ان کے عشق و محبت کی تکمیل کر رہے ہیں۔

عشقبازی و جوانی و شرابِ لعل فام
عشقبازی، اور جوانی، اور لعل جیسی شراب.

مجلسِ انس و حریفِ ہمدم و شربِ مدام
محبت کی مجلس اور ہمدم دوست، اور دائمی شراب نوشی

ساقیِ شکر دہان و مطربِ شیریں سخن
شیریں دہن ساقی، اور شیریں کلام مطرب

ہمنشینِ نیک کردار و حریفِ نیکنام
نیک کردار ہمنشیں، اور نیکنام دوست

شاہدے[2] در لطف و پاکی رشکِ آبِ زندگی
ایسا معشوق، جو لطافت و پاکی میں آبِ حیات کے لئے باعثِ رشک ہو

دلبرے در حسن و خوبی غیرتِ ماہِ تمام
ایسا دلبر جو حسن و خوبی میں چودھویں کے چاند کیلئے باعثِ غیرت ہو

بادۂ گلرنگ و تلخ و عذب و خوشخوار و سبک
پھول کے رنگ کی شراب جو کڑوی اور شیریں اور خوشگوار اور ہلکی ہو

نقلے[3] از لعلِ نگار و نقلے از یاقوتِ جام
ایک نقل محبوب کے ہونٹ کا اور ایک نقل جام کے یاقوت کا

بزمگاہے دلنشیں چوں قصرِ فردوسِ بریں
فردوس بریں کے محل کی طرح دلنشین بزمگاہ

گلشنے پیرامنش چوں روضۂ دار السّلام
ایسا گلشن، جس کے چاروں طرف جنت جیسے باغیچے ہوں

صف نشینان نیکخواہ و پیشکاراں با ادب
نیک خواہ صف نشین ہوں، اور با ادب خدمت گار ہوں

دوست داراں صاحب سِرّ و حریفاں دوستکام
راز دار دوست ہوں اور مقصد کو دوست رکھنے والے ساتھی ہوں

غمزۂ ساقی بیغمائے خرد آہیختہ تیغ
ساقی کی ادا، عقل کی لوٹ مار پر تلوار سونتے ہوئے ہو

زلفِ دلبر از برائے صیدِ دل گستردہ دام
دلبر کی زلف، دل کو شکار کرنے کے لئے جال بچھائے ہو

ہر[4] کہ ایں صحبت بجوید خوشدلی بروے حلال
جو شخص ایسی صحبت چاہے، اس پر خوشدلی حلال ہے

وانکہ ایں عشرت نخواہد زندگی بروے حرام
جو اس قسم کا عیش نہ چاہے اس پر زندگی حرام ہے

نکتہ دانے بذلہ گو چوں حافظِ شیریں سخن
نکتہ داں، اور بذلہ گو شیریں سخن حافظ جیسا ہو

بخشش آموزِ جہاں افروز چوں حاجی[5] قوام
بخشش آموز، اور جہاں کو روشن کرنے والا حاجی قوام جیسا ہو

عمریست تا براہِ غمت رو نہادہ ایم
ایک عمر گزری ہے، جب سے ہم نے تیرے غم کے راستہ کا رخ کیا ہے

روی و ریائے خلق بیکسو نہادہ ایم
اور ہم نے مخلوق کے دکھاوے اور ریا کو ایک طرف دھر دیا ہے

ہم[6] جاں بداں دو نرگسِ جادو سپردہ ایم
ہم نے جان کو بھی جادو بھری ان دو آنکھوں کے سپرد کر دیا ہے

ہم دل براں دو سنبلِ ہندو نہادہ ایم
ہم نے دل کو بھی اُن دو کالی زلفوں پر رکھ دیا ہے

ما ملکِ[7] عافیت نہ بلشکر گرفتہ ایم
ہم نے عافیت کے ملک پر لشکر سے قبضہ نہیں کیا ہے

ما تختِ سلطنت نہ بباز و نہادہ ایم
ہم نے سلطنت کا تخت قوتِ بازو سے نہیں بچھایا ہے

در گوشۂ امید چو نظارگانِ ماہ
امید کے گوشہ میں، چاند دیکھنے والوں کی طرح

چشمِ طلب بر آں خمِ ابرو نہادہ ایم
ہم نے طلب کی آنکھ کو اس ابرو کے خم پر لگا دیا ہے

بے بوئے زلفِ تو سرِ سودائی از ملال
تیری زلف کی خوشبو کے بدون، رنج کی وجہ سے دیوانے سر کو

ہمچوں[8] بنفشہ بر سرِ زانو نہادہ ایم
بنفشہ کی طرح، ہم نے گھٹنے پر رکھ دیا ہے

نہادہ ایم[9] بارِ جہاں بر دلِ ضعیف
دنیا کا بار ہم نے ہرگز دل پر نہیں رکھا ہے

ویں کار بار بستہ بیکسو نہادہ ایم
اور اس کاروبار کو باندھ کر ہم نے ایک طرف دھر دیا ہے

---

[1] یہ پوری غزل قطعہ بند ہے اور مضمون مسلسل ہے یعنی ان خوبیوں کی مجلس کا جو شخص خواہشمند نہ ہو اس پر خوشدلی حرام ہے۔

[2] آبِ زندگی، آبِ حیات ماہِ تمام، چودھویں کا چاند۔

[3] نقل اس چیز کو کہا جاتا ہے جو شراب کے ساتھ کھائی جاتی ہے۔

[4] اس شعر پر آکر غزل کا مضمون مکمل ہوا ہے۔

[5] حاجی قوام، ابو اسحاق بادشاہ کا وزیر تھا اس نے خواجہ صاحب کے لئے ایک مدرسہ تعمیر کرایا تھا جس میں خواجہ صاحب فقہ اور تفسیر کا درس دیا کرتے تھے۔

[6] جان آنکھوں کو دیدی ہے دل زلفوں کو، ہندو کمعنی سیاہ مستعمل ہوتا ہے۔

[7] عافیت کا ملک اور اس کی سلطنت کا تخت لشکر اور قوتِ بازو سے حاصل نہیں ہوتا ہے۔

[8] بنفشہ کے بارے میں یہ تصور ہے کہ وہ رنج میں سر نیچے کو ڈالے ہوئے ہے۔

[9] دنیا کے غموں سے ہم فارغ البال ہیں۔

تا سحرِ چشمِ یار چہ بازی کند کہ باز
دیکھئے! یار کی آنکھ کا جادو کیا کھیل دکھاتا ہے اس لئے کہ پھر

بنیاد بر کرشمۂ جادو نہادہ ایم
ہم نے جادو کے کرشمہ پر بنیاد رکھی ہے

طاق و رواقِ مدرسہ و قیل و قالِ فضل
مدرسہ کا طاق، اور چھت، اور بزرگی کی قیل و قال

زینہا بخاکِ کوئے تو ما رُو نہادہ ایم
ان کو چھوڑ کر ہم نے تیرے کوچہ کی خاک کا رخ کیا ہے

عمرے گذشت و ما بامیدِ اشارتے
ایک عمر گذر گئی ہے اور ہم نے ایک اشارے کی امید پر

چشمے برآں دو نرگسِ جادو نہادہ ایم
جادو بھری ان دو آنکھوں پر آنکھ رکھی ہے

ناموسِ چند سالۂ اجدادِ نیکنام
نیکنام باپ دادا کی سالہا سال کی آبرو کو

در راہِ جام و ساقیِ مہرو نہادہ ایم
ہم نے جام اور چاند جیسے چہرے والے ساقی کے راستہ میں رکھ دیا ہے

ہُشیار و عاقلیم کہ بر دست و پائے دل
ہم ہوشیار اور عقلمند ہیں کہ دل کے ہاتھ اور پاؤں پر

زنجیر و بند زاں خمِ گیسو نہادہ ایم
اس زلف کے خم کی زنجیر اور بیڑی ڈال دی ہے

اے دل بعیش کوش کہ ما نقدِ عقل و ہوش
اے دل عیش کی کوشش کر اسلیے کہ ہم نے عقل اور ہوش کے نقد کو

در راہِ یار سلسلہ گیسو نہادہ ایم
دراز گیسو والے یار کی راہ میں ڈال دیا ہے

فرما اشارتے کہ دو چشمِ امیدوار
کوئی اشارہ کر اس لیے کہ ہم نے دو امید وار آنکھوں کو خم

پیوستہ بر دو گوشۂ ابرو نہادہ ایم
ابرو کے دونوں گوشوں پر لگا رکھا ہے

گفتی کہ حافظا دلِ سرگشتہ ات کجاست
تونے کہا کہ اے حافظ! تیرا دیوانہ دل کہاں ہے؟

در حلقہ ہائے آں خمِ گیسو نہادہ ایم
ہم نے اس خم گیسو کے حلقوں میں رکھ دیا ہے

غمِ زمانہ کہ ہیچش کراں نمی بینم
زمانہ کا غم، جس کا میں کوئی کنارہ نہیں دیکھتا ہوں

دواش جز مےِ چوں ارغواں نمی بینم
میں اسکی دوا، ارغوانی شراب کے سوا نہیں دیکھتا ہوں

نشانِ مردِ خدا عاشقی ست با خود آئی
مردِ خدا کی پہچان، عاشقی ہے، ہوش میں آ

کہ در مشائخِ شہر ایں نشاں نمی بینم
اس لیے کہ شہر کے بزرگوں میں میں یہ علامت نہیں دیکھتا ہوں

دریں خمار کسم جرعۂ نمی بخشد
اس خمار میں کوئی مجھے ایک گھونٹ نہیں بخشتا ہے

ببیں کہ اہلِ دلے در جہاں نمی بینم
دیکھ، میں دنیا میں کوئی صاحبِ دل نہیں دیکھتا ہوں

ز آفتابِ قدح ارتفاعِ عیش بگیر
پیالہ کے آفتاب سے، عیش کی بلندی حاصل کر

چرا کہ طالعِ وقت آنچناں نمی بینم
اس لیے کہ وقت کا ستارہ میں ایسا نہیں دیکھتا ہوں

نشانِ موئے میانش کہ دل درو بستم
اس کی کمر کے بال کا پتہ جس میں میں نے دل باندھا ہے

زمن مپرس کہ خود درمیاں نمی بینم
مجھ سے نہ پوچھ، اس لیے کہ میں خود اس کو نہیں دیکھتا ہوں

بریں دو دیدۂ حیرانِ من ہزار افسوس
میری ان دو حیران آنکھوں پر، ہزاروں افسوس ہیں

کہ با دو آئنہ رویش عیاں نمی بینم
کہ دو آئینوں کے ہوتے ہوئے اسکے چہرہ کو صاف نہیں دیکھتا ہوں

قدِ تو تا بشد از جوئبارِ دیدۂ من
میری آنکھ کی نہر سے جب سے تیرا قد غائب ہوا ہے

بجائے سرو جز آبِ رواں نمی بینم
سرو کی جگہ، سوائے جاری پانی کے میں نہیں دیکھتا ہوں

ل ظاہری قیل و قال کو ترک کرکے اب ہم کوئے یار کی طرف متوجہ ہوگئے ہیں۔

۲ ہم نے اپنی نسلی عزت کو جو سالہا سال میں حاصل ہوئی تھی جام و ساقی پر قربان کر دیا ہے

۳ پہلے مصرعہ میں سوال ہے دوسرے مصرع میں اس کا جواب۔

۴ لا انتہا غم کا علاج سرخ شراب ہی ہے۔

۵ جس میں عشق نہیں وہ مردِ خدا نہیں ہے، اور اس چیز سے تمام مشائخ وقت خالی ہیں۔

۶ محبوب کی کمر کو معدوم فرض کیا جاتا ہے۔

۷ آنکھ کے دو آئینے موجود ہیں لیکن ہم محبوب کے چہرے کو صاف طور پر نہیں دیکھ سکتے۔

بترکِ صحبتِ پیرِ مُغاں نخواہم گفت
پیرِ مُغاں کی صحبت کے ترک کو میں نہ کہوں گا

چرا کہ مصلحت خود در آں نمی بینم
اس لیے کہ اپنی مصلحت میں اس میں نہیں دیکھتا ہوں

من[۱] و سفینۂ حافظ کہ جز دریں دریا
میں ہوں اور حافظ کا دیوان، اس لیے کہ اس دریا کے سوا

بضاعتِ سخنِ دُر فشاں نمی بینم
موتی برسانے والے کلام کا سرمایہ میں نہیں دیکھتا ہوں

فاش میگویم واز گفتۂ خود دلشادم
کھلم کھلا کہتا ہوں، اور اپنے کہے سے خوش ہوں

بندۂ عشقم واز ہر دو جہاں آزادم
میں عشق کا بندہ ہوں، اور دونوں جہان سے آزاد ہوں

طائرِ[۲] گلشنِ قدسم چہ دہم شرحِ فراق
میں پاک باغ کا پرندہ ہوں، فراق کی تشریح کیا کروں؟

کہ دریں دامگۂ حادثہ چوں افتادم
کہ اس حادثہ کے جال کی جگہ میں کس طرح پھنس گیا ہوں

من ملک بودم و فردوسِ بریں جائیم بود
میں فرشتہ تھا، اور فردوس بریں میرا مقام تھا

آدم[۳] آورد دریں دیرِ خراب آبادم
اس خراب آباد، مندر میں مجھے آدم لے آئے

سایۂ طوبیٰ و دلجوئیِ حور و لبِ حوض
طوبیٰ کا سایہ، اور حور کی دل جوئی، اور حوض کا کنارہ

بہوائے سرِ کوئے تو برفت از یادم
تیرے کوچہ کی محبت میں میری یاد سے نکل گئے

نیست بر لوحِ دلم جز الفِ قامتِ یار
میرے دل کی تختی پر یار کے قد کے الف کے سوا کچھ نہیں

چہ کنم حرفِ دگر یاد نداد اُستادم
کیا کروں استاد نے، مجھے دوسرا حرف یاد نہیں کرایا

کوکبِ بختِ مرا ہیچ مُنجّم نشناخت
میرے نصیب کے ستارے کو کوئی نجومی نہ پہچانا

یارب از مادرِ گیتی بچہ طالع زادم
اے خدا میں دنیا کی ماں سے کس ستارے کے ساتھ پیدا ہوا ہوں!

تا شدم[۴] حلقہ بگوشِ درِ میخانۂ عشق
جب سے میں عشق کے میخانہ کا حلقہ بگوش بنا ہوں

ہر دم آید غمے از تو بمبارک بادم
ہر وقت تیرا ایک غم مجھے مبارکباد دینے آتا ہے

گر خورد خونِ دلم مردمکِ دیدہ رواست
اگر آنکھ کی پتلی میرے دل کا خون پئے تو مناسب ہے

کہ چرا دل بجگر گوشۂ مردم دادم
کہ میں نے کیوں انسان کے جگر گوشہ کو دل دیا ہے؟

پاک کن[۵] چہرۂ حافظ بسرِ زلف ز اشک
زلف سے حافظ کے چہرے کو آنسوؤں سے صاف کر دے

ورنہ ایں سیلِ دمادم بکند بنیادم
ورنہ یہ مسلسل بہاؤ، میری بنیاد اکھاڑ دے گا

فتوئ[۶] پیرِ مُغاں دارم و عہدیست قدیم
میرے پاس پیرِ مُغاں کا فتویٰ ہے اور قدیم دستور ہے

کہ حرام ست مے آنرا کہ نہ یارست و ندیم
کہ شراب اس کے لیے حرام ہے جس کا نہ کوئی یار ہو نہ ساتھی

چاک خواہم زدن ایں دلقِ[۷] ریائی چہ کنم
ریا کی اس گدڑی کو پھاڑنا چاہتا ہوں کیا کروں؟

روح را صحبتِ ناجنس[۸] عذابیست الیم
ناجنس کی صحبت روح کے لئے دردناک عذاب ہے

تا مگر[۹] جرعہ فشاند لبِ جاناں بر من
تاکہ شاید معشوق کا ہونٹ مجھ پر ایک گھونٹ چھڑک دے

سالہا زاں شدہ ام بر درِ میخانہ مُقیم
اسی وجہ سے میں سالوں سے میخانہ کے در پر مقیم ہوں

---

۱ حافظ کے دیوان کے علاوہ کوئی دیوان معانی سے پُر نہیں ہے۔
۲ ہمارا تعلق عالمِ قدس سے تھا ہم اس دنیا میں کیسے پھنسے یہ بتانا مشکل ہے
۳ حضرت آدم کی لغزش ہمارے دنیا میں پھنسنے کا سبب بنی ورنہ جنت میں مقیم رہتے۔
۴ محبوب کے قد کو الف سے تشبیہ دیجاتی ہے عشق کے اُستاد نے ہمیں حرف الف تک ہی سبق دیا ہے
۵ عشق کا غلام بننے سے ہمیں مصیبتوں نے گھیر لیا ہے۔
۶ اگر حافظ کے آنسو زلف کے ذریعہ تو نہ پوچھے گا وہ روتے روتے اپنے آپ کو تباہ کر لیگا۔
۷ دوست اور شریک مجلس بدون شراب پینا ناجائز ہے۔
۸ ناجنس سے ریا کی گدڑی مراد ہے۔
۹ عرصۂ دراز سے ہم شراب خانہ کے دروازے پر اس اُمید سے مقیم ہیں کہ شاید وہ اپنے لب کا ایک گھونٹ ہمیں پلا دے۔

مگرش صحبتِ دیرینِ من از یاد برفت
شاید میری پرانی دوستی وہ بھول گیا ہے

بعدِ صد سال اگر بر سرِ خاکم گذری
سو سال بعد بھی اگر تو میری خاک پر سے گزرے گا

فکرِ بہبودِ خود اے دل زدرِ دیگر کن
اے دل اپنی بھلائی کی فکر دوسرے دروازے سے کر

گوہرِ معرفت اندوز کہ با خود ببری
معرفت کے موتی جمع کر تاکہ اپنے ساتھ لیجائے

دام سخت است مگر یار شود لطفِ خدا
جال سخت ہے، شاید خدا کی مہربانی یاری کرے

غنچہ گو تنگدل از کارِ فروبستہ مباش
غنچہ سے کہدو، بند کام سے تنگدل نہ ہو

دلبر از ما بصد امید گرفت اول دل
معشوق نے پہلے تو امیدیں دلا کر ہم سے دل لے لیا

اے نسیمِ سحری یاد دہش عہدِ قدیم
اے صبح کی نسیم اس کو پرانا زمانہ یاد دلا دے

سر بر آرد ز گلم رقص کناں عظمِ رمیم
تو پرانی ہڈی ناچتی ہوئی میری مٹی سے سر نکالے گی

دردِ عاشق نشود بہ ز مداوائے حکیم
عاشق کا درد حکیم کی دوا سے اچھا نہیں ہوتا ہے

کہ نصیبِ دگر انست نصابِ زر و سیم
کیونکہ چاندی اور سونے کی مقدار دوسروں کا حصہ ہے

ورنہ آدم نبرد صرفہ ز شیطانِ رجیم
ورنہ انسان، مردود شیطان سے بازی نہیں جیت سکتا

کز دمِ صبح مدد یابی و انفاسِ نسیم
اس لیئے کہ صبح کے وقت اور نسیم کے جھونکوں سے تو مدد پائیگا

ظاہراً عہد فرامُش نکند خلقِ کریم
بظاہر اس کا اچھا اخلاق عہد کو فراموش نہ کرے گا

حافظا سیم و زرت نیست برو شاکر باش
اے حافظ اگر تیرے پاس سونا چاندی نہیں ہے، جا شکر کر

چہ بہ از دولتِ لطفِ سخن و طبعِ سلیم
کلام کی پاکیزگی اور طبع سلیم کی دولت سے بڑھ کر کیا ہوگا

کو فرصتے کہ خدمتِ پیرِ مُغاں کنم
موقع کہاں ہے کہ میں پیرِ مُغاں کی خدمت کروں!

من سالہا مجاورِ میخانہ بودہ ام
میں سالوں سے میخانہ کا مجاور رہا ہوں

دی شیشہ دید با من و بشکست مُحتسب
کل محتسب نے میرے پاس بوتل دیکھ لی اور توڑ دی

مُنکر رسید تا شکند شیشہ شراب
منکر پہونچ گیا تاکہ شراب کی بوتل کو توڑ دے

شیخم بگوش گفت حرام است مے مخور
شیخ نے میرے کان میں کہا شراب نہ پی، حرام ہے

وز پندِ پیرِ دولتِ خود را جواں کنم
اور بوڑھے کی نصیحت سے اپنے نصیب کو جوان کروں

باقیش ہم بخدمتِ آں آستاں کنم
باقی عمر بھی، اس چوکھٹ کی خدمت کروں گا

امروز زیرِ دلقِ ملمّع نہاں کنم
آج ملمع کی گدڑی کے نیچے، چھپالوں گا

تدبیرِ امن از و تو مکن من چناں کنم
تو اس سے بچاؤ کی تدبیر نہ کر، میں ویسا ہی کرلوں گا

گفتم بچشم ہر چہ تو گوئی ہماں کنم
میں نے کہدیا، بسر و چشم، جو تو کہے گا میں وہی کروں گا

حافظ مکن فرار ز جورِ رقیبِ سگ
اے حافظ رقیب کتے، کے ظلم سے نہ بھاگ

کاندر پناہِ یار ترا در اماں کنم
اس لیے کہ میں یار کی پناہ میں تجھے امن دے دوں گا

لے قدیم دوستی کا خیال کر اور ہمیں ہجر میں مبتلا نہ کر۔
ے شعر سے شعر
[illegible]
سے معرفت قلعندی ساتھ جائیگی چاندی سونا دنیا میں پڑا رہجائیگا۔
ے عاشق کو اپنی ناکامیوں پر دل گرفتہ نہ ہونا چاہیے انجام کار وصل حاصل ہوجائے گا
ے سالوں سے شراب خانہ کا مجاور ہوں تقیہ مگر کبھی اسی حالت میں ساٹوں گا۔
ے جیسا کہ پہلے شعر کے دوسرے مصرعہ میں کہا ہے یعنی گدڑی کے نیچے بوتل چھپالوں گا۔
ے یعنی جھگڑا ختم کرنے کے لیے میں نے کہدیا کہ آپ کے فرمانکی تعمیل کروں گا۔

گر ازیں منزلِ غربت بسوئے خانہ روم
اگر اس سفر کی منزل سے گھر کی طرف جاؤں گا

نذر کردم کہ ہم از راہ بمیخانہ روم
تو میں نے منت مانی کہ راستہ ہی سے شراب خانہ جاؤں گا

زیں سفر گر بسلامت بوطن باز رسم
اگر میں اس سفر سے خیریت سے گھر واپس پہونچ جاؤں گا

دگر آنجا کہ روم عاقل و فرزانہ روم
پھر جہاں بھی جاؤں گا عقلمند اور دانا بن کر جاؤں گا

تا بگویم کہ چہ کشفم شد ازیں سیرِ سلوک
تاکہ بتاؤں کہ اس سلوک کی سیر میں مجھ کو کیا کشف ہوا

بدرِ میکدہ با بربط و پیمانہ روم
شراب خانہ کے دروازہ پر سارنگی اور پیمانہ لیکر جاؤں گا

آشنایانِ رہِ عشق گرم خوں بخورند
عشق کے راستہ کے دوست اگر میرا خون بھی پییں

کافرم گر بشکایت برِ بیگانہ روم
میں کافر ہوں، اگر غیر کے پاس شکایت لیکر جاؤں

بعد ازیں دستِ من و زلفِ چو زنجیرِ نگار
اس کے بعد میرا ہاتھ ہوگا اور محبوب کی زنجیر جیسی زلف

تا بکے از پے کامِ دلِ دیوانہ روم
دیوانے دل کے مقصد کے پیچھے کب تک دوڑوں

گر ببینم خمِ ابروئے چو محرابش باز
اس کے محراب جیسے ابرو کے خم کو اگر میں پھر دیکھوں

سجدۂ شکر کنم در پئے شکرانہ روم
شکر کا سجدہ کروں گا، اور شکرانہ ادا کرنے جاؤں گا

خرم آں دم کہ چو حافظ بتولائے وزیر
وہ وقت مبارک ہوگا کہ وزیر کی دوستی کے بدولت، حافظ کی طرح

سرخوش از میکدہ با دوست بکاشانہ روم
میکدہ سے مست ہوکر دوست کے ساتھ گھر جاؤں گا

گرچہ از آتشِ دل چوں خمِ مے در جوشم
اگرچہ دل کی آگ سے میں شراب کے مٹکے کی طرح جوش میں ہوں

مُہر بر لب زدہ خوں میخورم و خاموشم
ہونٹ پر مہر لگائے ہوں خون پی رہا ہوں اور خاموش ہوں

قصدِ جان ست طمع در لبِ جاناں کردن
معشوق کے ہونٹ کی تمنا کرنا، جان کو ہلاک کرنا ہے

تو مرا بیں کہ دریں کار بجاں میکوشم
تو مجھے دیکھ کہ اس کام میں جان سے کوشاں ہوں

من کے آزاد شوم از غمِ دل چوں ہر دم
میں دل کے غم سے کب آزاد ہو سکتا ہوں جبکہ ہر دم

ہندوئے زلفِ بتے حلقہ کند در گوشم
کسی معشوق کی کالی زلف، مجھے حلقہ بگوش بناتی ہے

حاش للہ کہ نیم معتقدِ طاعتِ خویش
حاشاللہ، میں اپنی طاعت کا معتقد نہیں ہوں

ایں قدر ہست کہ گہ گہ قدحے می نوشم
اتنا تو ہے کہ کبھی کبھی کوئی پیالہ پی لیتا ہوں

ہست امیدم کہ علی الرغمِ عدو روزِ جزا
مجھے امید ہے کہ دشمن کے علی الرغم، قیامت کے دن

فیضِ عفوش ننہد بارِ گنہ بر دوشم
اس کے عفو کا فیض، گناہ کا بوجھ میرے کندھے پر نہ دھرے گا

پدرم روضۂ رضواں بدو گندم بفروخت
میرے باپ نے بہشت دو گیہوں میں بیچ ڈالی

ناخلف باشم اگر من بجوے نفروشم
میں ناخلف ہوں گا، اگر ایک جو میں نہ بیچوں گا

خرقہ پوشیِ من از غایتِ دینداری نیست
میری خرقہ پوشی انتہائی دینداری کی وجہ سے نہیں ہے

پردۂ بر سرِ صد عیبِ نہاں میپوشم
سو چھپے عیبوں پر ایک پردہ ڈالتا ہوں

من نخواہم کہ ننوشم بجز از راوقِ خم
میں نہیں چاہتا کہ سوائے خم کی صاف کی ہوئی شراب پیوں

چہ کنم گر سخنِ پیرِ مُغاں ننیوشم
کیا کروں، پیر مغاں کے کہنے سے پیتا ہوں!

ے دوست میں شراب نوشی کرکے گھر پہونچوں گا۔
ے تب سارنگی اور پیمانہ ہوگا تب وہ نکات بیان کیے جائیں گے۔
ے ہم ابرو کی محراب میں سجدہ شکر ادا کرنے کے لیے ہیں۔
ے دل میں اگرچہ جوش ہے لیکن ہم بالکل خاموش ہیں۔
ے محبوب کے لب کی تمنا کرنا ہلاکت کو دعوت دینا ہے۔
ے صرف یہی معمولی سی طاعت ہے کہ کبھی کبھی قدح نوشی کرلیتا ہوں۔
ے حضرت آدم گیہوں کی بدولت جنت سے نکلے تو گویا جنت گیہوں کے بدلے فروخت کردیا۔
ے ہم تو صاف چھنی ہوئی شراب پینا چاہتے ہیں لیکن پیر مغاں کے کہنے سے تلچھٹ پیتے ہیں۔

گرازیں دست زند مطربِ مجلس رہِ عشق
اگر مجلس کا مطرب اسی طریقہ پر دھن عشق کی بجائے گا

شعرِ حافظ برد وقتِ سماع از ہوشم
حافظ کے شعر سماع کے وقت مجھے بیہوش کردیں گے

گرچہ[1] افتاد ز زلفش گرہے در کارم
اگرچہ میرے کام میں اس کی زلف کی وجہ سے گرہ پڑ گئی ہے

ہمچناں چشمِ اُمید از کرمش میدارم
میں اسی طرح سے اس کے کرم کا امیدوار ہوں

بطرب[2] حمل مکن سرخیِ رویم کہ چو جام
میرے چہرے کی سرخی کو خوشی پر محمول نہ کر اس لئے کہ جام کی طرح

خونِ دل عکس بروں میدہد از رخسارم
میرے رخساروں سے دل کا خون جھلک رہا ہے

پردۂ مطرب ہم از دست بروں خواہد برد
مطرب کا پردہ، مجھے بے قابو کردے گا

آہ اگر زآنکہ در آں پردہ نباشد بارم
افسوس ہوگا، اگر اُس پردے میں مجھے باریابی نہ ہوئی

منم[3] آں شاعرِ ساحر کہ ز افسونِ سخن
میں وہ جادو نگار شاعر ہوں کہ کلام کے جادو کی وجہ سے

از نےِ کلک ہمہ شہد و شکر میبارم
قلم کی نے سے تمام تر شہد و شکر برساتا ہوں

بصد امید نہادیم دریں بادیہ پائے
سو امیدوں کے ساتھ ہم نے اس جنگل میں پیر رکھا ہے

اے دلیلِ دلِ گم گشتہ فرو مگذارم
اے گم شدہ دل کے رہبر مجھے چھوڑ نہ دینا

چوں[4] منش در گذرِ باد نمی یارم دید
جب میں اس کو ہوا کی گذرگاہ میں بھی نہیں دیکھ پاتا ہوں

با کہ گویم کہ بگوید سخنے با یارم
تو کس سے کہوں کہ میرے دوست سے کوئی بات کہدے

دیدۂ[5] بخت بافسانۂ او شد در خواب
اُس کے افسانہ سے نصیبہ کی آنکھ سو گئی

کو نسیمے ز عنایت کہ کند بیدارم
مہربانی کی نسیم کہاں ہے جو مجھے جگادے

یعلم[6] اللہ کہ خیالے ز تنم بیش نماند
خدا جانتا ہے میرا بدن ایک خیال سے زیادہ نہیں رہا ہے

بلکہ آں نیز خیالست کہ می پندارم
بلکہ جو کچھ میں سمجھ رہا ہوں، یہ بھی ایک خیال ہے

پاسبانِ حرمِ دل شدہ ام شب ہمہ شب
میں تمام تمام رات دل کے حرم کا چوکیدار رہا ہوں

تا دریں پردہ جز اندیشۂ او نگذارم
تاکہ اس پردے میں اس کے خیال کے سوا کسی کو نہ گھسنے دوں

دوش میگفت کہ حافظ ہمہ ریوست و ریا
کل وہ کہتا تھا کہ حافظ بالکل ڈھونگ رچانے والا ہے

بجز از خاکِ درت با کہ بگو رُو آرم
تو بتا کہ تیرے در کی خاک کے سوا اور میں کس طرف رُخ کروں

گرچہ[7] ما بندگانِ پادشہیم
اگرچہ ہم بادشاہ کے غلام ہیں

پادشاہانِ مُلکِ صبحگہیم
صبح کے وقت کے مُلک کے بادشاہ ہیں

گنج در آستین و کیسہ تہی
خزانہ آستین میں ہے اور تھیلی خالی ہے

جامِ گیتی نما و خاکِ رہیم
ہم جام جہاں نما ہیں اور راہ کی خاک ہیں

ہوشیارِ[8] حضور و مستِ غرور
ہم حضور کے ہوشیار ہیں اور غرور کے مست ہیں

بحرِ توحید و غرقۂ گنہیم
توحید کے سمندر ہیں، اور گناہ میں غرق ہیں

---

[1] اگرچہ زلف کی بدولت ہمارے تمام کاموں میں گرہیں لگ گئی ہیں لیکن پھر بھی ہم کرم کے امیدوار ہیں۔

[2] چہرے کی سرخی کو میری مستی کی وجہ سے نہ سمجھو بلکہ دل کا خون ہے جو رخسار میں جھلک رہا ہے۔

[3] میں جادو بیان شاعر ہوں میرے کلام سے شہد و شکر ٹپکتا ہے۔

[4] جب اس کو سرِ راہ بھی نہیں دیکھ سکتے تو اس تک اپنا پیغام کیسے پہونچائیں۔

[5] اس کا افسانہ سنتے سنتے میرا نصیبہ سو گیا اب اس کی عنایت کی نسیم ہی اس کو بیدار کرسکے گی۔

[6] اتنا لاغر ہو گیا ہوں کہ میرا جسم محض خیالی ہے اور یہ بھی میرا خیال ہے ورنہ ہو سکتا ہے کہ بالکل معدوم ہو گیا ہو۔

[7] صبح کے وقت ہمیں روحانی بادشاہی حاصل ہوتی ہے۔

[8] چونکہ ہمیں شہود اور حضور حاصل ہے اس لئے ہم بحرِ توحید ہیں اور چونکہ ہم دنیا میں بھی مست ہیں اس لئے گنہگار ہیں۔

شاہدِ بخت چوں کرشمہ کند — ماش آئینہ رخِ چو مہیم
نصیبہ کا معشوق، جب ادا دکھائے — ہم اس کے چاند جیسے چہرے کا آئینہ ہیں

شاہِ بیدار بخت را ہر شب — ما نگہبانِ افسر و کلہیم
بیدار بخت، بادشاہ کے لئے ہر شب — ہم تاج، اور کلاہ کے نگہبان ہیں

گو غنیمت شمار صحبتِ ما — کہ تو در خواب و ما بدیدہ گہیم
کہدو، ہماری صحبت کو غنیمت سمجھے — کہ تو سویا ہے، اور ہم پہرہ داری کی جگہ میں ہیں

شاہِ منصور واقف ست کہ ما — روئے ہمت بہر کجا کہ نہیم
شاہ منصور واقف ہے کہ ہم — جس طرف بھی باطنی توجہ کرتے ہیں

دشمناں را زخوں کفن سازیم — دوستاں را قبائے فتح دہیم
دشمنوں کا خون سے کفن تیار کردیتے ہیں — دوستوں کو فتح کی قبا دیدیتے ہیں

رنگِ تزویر پیشِ ما نبود — شیرِ سرخیم و افعیِ سیہیم
دھوکے کا رنگ، ہمارے پیش نظر نہیں ہوتا — ہم سرخ شیر، اور سیاہ سانپ ہیں

وامِ حافظ بگو کہ باز دہند
کہو کہ حافظ کا قرض ادا کردیں
کردۂ اعتراف و ما گوہیم
تو نے اقرار کیا ہے، اور ہم گواہ ہیں

گر دست دہد خاکِ کفِ پائے نگارم — بر لوحِ بصر خطِ غباری بنگارم
اگر معشوق کے پیر کی خاک، میرے ہاتھ لگ جائے — بینائی کی تختی پر، غباری خط لکھوں

پروانۂ او گر برسد در طلبِ جاں — چوں شمع ہماندم بدمے جاں بسپارم
اگر جان کی طلبی کے لئے اس کا پروانہ آجائے — شمع کی طرح اسی وقت ایک دم میں جان دیدوں

گر قلبِ دلم را ننہد دوست عیاری — من نقدِ رواں در دمش از دیدہ ببارم
اگر معشوق، میرے دل کے کھوٹے سکے کو قیمتی نہ سمجھے — فوراً اس کے سامنے چالو سکے، آنکھوں سے برسا دوں

دامن مفشاں بر منِ خاکی کہ پس از مرگ — زیں در نتواند کہ برد باد غبارم
مجھ خاکی سے منہ نہ پھیر اس لیے کہ مرنے کے بعد بھی — اس در سے ہوا میرے غبار کو نہ لیجا سکے گی

از بوئے کنارِ تو شدم غرقۂ امید — از موجِ سرشکم کہ رساند بکنارم
تیرے پہلو کی تمنا میں، میں امید میں ڈوب گیا ہوں — میرے آنسوؤں کی موج سے مجھے کنارے پر کون لگائے گا؟

زلفینِ سیاہِ تو بدلداریِ عشاق — دادند قرارے و بردند قرارم
تیری دو کالی زلفوں نے، عشاق کی دلداری — کا اقرار کیا، اور میرے قرار کو لے گئیں

امروز مکش سر ز وفائے من و اندیش — زاں شب کہ من از غم بدعا دست برآرم
آج میری وفا سے، سرکشی نہ کر، اور اندیشہ کر — اس رات سے کہ میں غم کی وجہ سے دعا کیلئے ہاتھ اٹھاؤں

اے ساقی از آں بادہ یکے جرعہ بیاور — کاں بوئے شفا میدہد از رنجِ خمارم
اے ساقی اس شراب کا ایک گھونٹ لادے — جو خمار کے رنج سے مجھکو شفا کی امید دلادے

ا؎ شاید بیدار بخت سے مراد شاہ منصور ہے جو کہ شاہ یحییٰ کو شکست دیکر شیراز کا بادشاہ بنا تھا اس بادشاہ کا کئی غزلوں میں خواجہ صاحب نے ذکر کیا ہے۔
۲؎ یہ شعر قطعہ بند ہے اگلے شعر سے ملکر اس کا مضمون مکمل ہوتا ہے۔
۳؎ ہم شاہ منصور کے مخلص ہیں ہم دوغلے نہیں ہیں۔
۴؎ صلہ کا لطیف تقاضا ہے یعنی شاہ خود ہمارے قرض کا اقراری ہے۔
۵؎ خطِ غبار ایک قسم کی تحریر کا نام ہے جس میں دوہری لائنوں سے حروف بنائے جاتے ہیں اور ان میں باریک باریک نقطے یا کوئی باریک تحریر بھردی جاتی ہے۔
۶؎ اگر ہمارا کھوٹا دل محبوب کو پسند نہیں ہے تو ہم آنسوؤں کا خالص سکہ اس کو دینگے
۷؎ تیری زلفوں نے عاشقوں کی دلداری کا وعدہ کیا لیکن میرے دل سے رقابت برتی اور اسکو بیقرار کر دیا۔
۸؎ مظلوم کی دعا اثر کرتی ہے۔ بشعر

۸؎ بترس از آہِ مظلوماں کہ ہنگامِ دعا کردن — اجابت از درِ حق بہرِ استقبال می آید

حافظ لبِ لعلش چو مرا جانِ عزیز ست
اے حافظ اس کا لعل جیسا ہونٹ جب مجھے جان کی طرح پیارا ہے

عمرے بود آں لحظہ کہ جاں را بلب آرم
وہ تھوڑا سا وقت ایک عمر ہوگا کہ جان کو ہونٹوں پر لاؤں گا

گر دست رسد در خمِ زلفینِ تو بازم
اگر تیری دو زلفوں کے خم میں میرا ہاتھ پھر پہونچ جائے

چوں گوئے چہ سرہا کہ بچوگانِ تو بازم
بہت سے سر ہوں گے جن سے گیند کی طرح تیرے بلّے سے کھیلوں گا

زلفِ[1] تو مرا عمرِ عزیز ست و لے نیست
تیری زلف میری عمرِ عزیز ہے، لیکن نہیں ہے

در دست سرِ موئے ازاں زلفِ درازم
میرے ہاتھ میں اس دراز زلف کا ایک بال

پروانۂ راحت بدہ اے شمع کہ امشب
اے شمع! راحت کا پروانہ دیدے اس لیے کہ آج کی رات

از آتشِ دل پیشِ تو چوں شمع گدازم
دل کی گرمی سے میں تیرے سامنے شمع کی طرح پگھل رہا ہوں

چوں[2] نیست نمازِ منِ آلودہ نمازے
چونکہ مجھ گنہگار کی نماز، کوئی نماز نہیں ہے

در میکدہ زاں کم نشود سوز و گدازم
اس کی وجہ سے میکدہ میں میرا سوز و گداز کم نہیں ہوتا ہے

در مسجد و میخانہ خیالت اگر آید
مسجد اور میخانہ میں اگر تیرا خیال آئے

محراب و کمانچہ ز دو ابروئے تو سازم
تو تیرے دو ابرو کو کمانچہ اور محراب بناؤں

گر خلوتِ[3] ما را شبے از رخ بفروزی
اگر کسی رات تو، ہماری خلوت کو رخ سے روشن کردے

چوں صبح در آفاقِ جہاں سر بفرازم
میں صبح کی طرح دنیا کے اطراف میں سربلند ہو جاؤں

آندم[4] کہ بیک خندہ دہم جاں چو صراحی
جب صراحی کی طرح میں ایک قہقہہ میں جان دیدوں تو

مستانِ تو خواہم کہ گزارند نمازم
میں چاہتا ہوں کہ تیرے مست میری نماز پڑھیں

محمودؔ[5] بود عاقبتِ کار دریں راہ
اس راہ میں انجام کار، قابلِ تعریف ہوگا

در سر برود در سرِ سودائے ایازم
خواہ ایاز کے عشق میں، میرا سر چلا جائے

حافظ غمِ دل با کہ بگویم کہ دریں دور
اے حافظ! دل کا غم کس سے کہوں اس لیے کہ اس زمانہ میں

جز جام نشاید کہ بود محرمِ رازم
جام کے سوا کوئی اس کے لائق نہیں ہے کہ میرا محرمِ راز بنے

گر من[6] از سرزنشِ مدعیاں اندیشم
اگر رقیبوں کی جھڑکی سے، میں ڈروں

شیوۂ مستی و رندی نرود از پیشم
مجھ سے مستی، اور رندی کا شیوہ پورا نہ ہوگا

زہدِ[7] رندانِ نو آموختہ راہے بدہ است
نو آموز رندوں کا زہد، گاؤں تک پہونچانے والا راستہ ہے

منکہ بدنامِ جہانم چہ صلاح اندیشم
میں جو کہ دنیا میں بدنام ہوں، نیکی کی کیا سوچوں؟

شاہِ شوریدہ سراں خواں منِ بے ساماں را
مجھ بے ساماں کو، دیوانوں کا سردار کہہ

زانکہ در کم خردی از ہمہ عالم بیشم
اس لیے کہ کم عقلی میں تمام دنیا سے بڑھا ہوا ہوں

بر جبینِ نقش کن از خونِ دلِ من خالے
پیشانی پر میرے خونِ دل کا نقطہ کھینچ

تا بدانند کہ قربانِ تو کافر کیشم
تاکہ لوگ جان جائیں میں تجھ کافر پر قربان ہوں

[1] تیری زلف میری زندگی ہے لیکن اس کا ایک بال بھی میرے ہاتھ میں نہ آیا۔
[2] چونکہ ہماری نماز صحیح نماز نہیں ہے اسلئے میکدہ میں ہی سوز و گداز پیدا ہوتا ہے۔
[3] اگر کسی شب تو ہمیں دیدار کرادیگا تو ہم صبح کی طرح سربلند ہوجائیں گے۔
[4] مراحی سے جو قلقل کی آواز ہوتی ہے وہ اس کا قہقہہ ہے اور اس قہقہہ سے ہی اس کی جان نکلتی ہے یعنی شراب باہر آتی ہے
[5] محمود اور ایاز عشق میں مشہور ہیں لہٰذا دونوں میں لفظی تجنیس ہے۔
[6] جو رقیبوں کا خوف کرے گا مستی اور رندی میں ناقص رہیگا
[7] نو آموز رندوں کے لیے زہد کا راستہ بھی منزلِ مقصود تک پہونچانے والا ہے۔
[8] شعر

اعتمادے بنما و بگذر بہر خدا
بھروسہ ظاہر کر، اور خدا کے لیے درگزر کر
تا بدانی کہ دریں خرقہ چہ نادرویشم
تاکہ تجھے یہ معلوم ہو جائے کہ میں اس گدڑی میں کیسا نادرویش ہوں

شعر خونبار من اے دوست بر یار بخواں
اے دوست میرے خون برسانے والے اشعار دوست کے پاس پڑھ
کہ ز مژگان سیہ بر رگ جاں زد نیشم
کیونکہ کالی پلکوں سے اس نے میری شہرگ پر ڈنک مارا ہے

دامن از رشحۂ خون دلِ ما در ہم چیں
ہمارے دل کے خون کے چھینٹوں سے دامن سمیٹ لے
کہ اثر در تو کند گر بخراشی ریشم
اس لیے کہ تجھ پر بھی اثر کرے گا اگر تو ہمارے زخم کو چھیڑے گا

من اگر رندم وگر شیخ چہ کارم با کس
میں خواہ رند ہوں خواہ شیخ، مجھے کسی سے کیا واسطہ؟
حافظ رازِ خود و عارفِ وقتِ خویشم
میں اپنے راز کا نگہبان اور زمانہ کا عارف ہوں

ما بر آریم شبے دست و دعائے بکنیم
ہم کسی رات کو ہاتھ اٹھائیں، اور دعا کریں
غم ہجرانِ ترا چارہ ز جائے بکنیم
کسی جگہ سے، تیرے ہجر کے غم کا علاج کریں

دلِ بیمار شد از دست رفیقاں مددے
اے دوستو مدد کرو، بیمار دل ہاتھ سے نکل گیا
تا طبیبش بسر آریم و دوائے بکنیم
تاکہ طبیب کو اس کے پاس لائیں، اور کوئی دوا کریں

خشک شد بیخ طرب راہ خرابات کجاست
خوشی کی جڑ خشک ہو گئی، خرابات کا راستہ کدھر ہے؟
تا دراں آب و ہوا نشو و نمائے بکنیم
تاکہ اس آب و ہوا میں، اس کی نشو و نما کریں

آنکہ بے جرم برنجید و بہ تیغم زد و رفت
جو بدون خطا کے رنجیدہ ہوا اور مجھے تلوار سے مارا اور چلا گیا
بازش آرید خدارا کہ صفائے بکنیم
خدا کے لیے اسے دوبارہ لاؤ، تاکہ ہم صلح صفائی کر لیں

در رہِ نفس کزو سینۂ ما بتکدہ شد
اس نفس کے راستہ پر جس سے ہمارا سینہ بت خانہ بن گیا ہے
تیر آہے بکشائیم و غزائے بکنیم
ہم ایک آہ کا تیر چلائیں، اور جہاد کریں

مدد از خاطرِ رنداں طلب اے دل ورنہ
اے دل رندوں کے دل سے مدد حاصل کر ورنہ
کارِ صعب ست مبادا کہ خطائے بکنیم
کام سخت ہے، ایسا نہ ہو کہ ہم سے کوئی غلطی ہو جائے

سایۂ طائرِ کم حوصلہ کارے نکند
کم حوصلہ پرندہ کا سایہ، کوئی مدد نہیں کرتا ہے
طلبِ سایۂ میمونِ ہمائے بکنیم
کسی ہما کے بابرکت سائے کی، ہم طلب کریں

دلم از پردہ بشد حافظِ خوش لہجہ کجاست
ہمارا دل پردے سے باہر آ گیا خوش لہجہ حافظ کہاں ہے؟
تا بقول و غزلش ساز و نوائے بکنیم
تاکہ اس کے قول اور غزل سے ساز و نوا کا بندوبست کریں

ما سرخوشانِ مست دل از دست دادہ ایم
ہم مست سرخوشوں نے ہاتھ سے دل دے دیا ہے
ہمرازِ عشق و ہمنفسِ جامِ بادہ ایم
ہم عشق کے ہم راز، اور شراب کے جام کے ساتھی ہیں

بر ما بسے کمانِ ملامت کشیدہ اند
ہم پر بہت لوگوں نے ملامت کی کمان کھینچی ہے
تا کارِ خود ز ابروئے جاناں کشادہ ایم
جبکہ ہم نے اپنے کام میں معشوق کے ابرو سے کشادگی پیدا کی ہے

ے چونکہ اس کی پلکوں نے شہ رگ پر نیش زنی کی ہے لہٰذا میرے خون بار اشعار اس کو سناؤ تاکہ اس کو احساس ہو۔
ے میں اپنے راز کا نگہبان ہوں اور اپنے وقت کو پہچانتا ہوں۔ مجھے کسی سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔
ے خوشی کی جڑ خشک ہو گئی ہے شراب خانہ کی آب و ہوا میں اس کی نشو و نما کرنی چاہیے۔
ے جو معشوق بلا خطا ہمیں قتل کر کے چلا گیا اس کو واپس لے آؤ ہم اس سے صفائی کر لیں گے۔
ے نفس کی خواہشات کی وجہ سے ہمارا سینہ بتکدہ بنا ہوا ہے آہ کے تیر سے اس نفس سے جہاد کرنا چاہیے
ے کم حوصلہ پرندے سے مقصد پورا نہ ہوگا ہما کی طلب کرنی چاہیے۔
ے ہمارا دل بے چین ہے حافظ کی غزلوں سے اسے سکون حاصل ہوگا۔
ے ہمیں جب سے معشوق سے تعلق ہوا ہے ہم پر لوگ ملامت کے تیر چلا رہے ہیں۔

اے گُل تو دوش جامِ صبوحی کشیدۂ
اے پھول تو نے کل صبح کی شراب کا جام پیا ہے

ما آں شقائقیم کہ با داغ زادہ ایم
ہم ایسے گلِ لالہ ہیں جو داغ کے ساتھ پیدا ہوئے ہیں

پیرِ مُغاں ز توبۂ ما گر ملول شد
پیرِ مغاں اگر ہماری توبہ سے رنجیدہ ہوا ہے

گو بادہ صاف کن کہ بعذر ایستادہ ایم
کہدو شراب کو چھانے کہ ہم عذر خواہی کے لیے کھڑے ہیں

کار از تو میرود مددے اے دلیلِ راہ
اے راستے کے رہبر مدد کر، کام تیرے قابو سے نکلا جا رہا ہے

انصاف میدہیم کہ از رہ فتادہ ایم
ہم انصاف سے کہتے ہیں کہ ہم راستے سے بھٹک گئے ہیں

چوں لالہ مے مبین و قدح درمیانِ کار
ہمارے معاملہ میں لالہ جیسی شراب اور پیالے کو نہ دیکھ

ایں داغ بیں کہ بر دلِ خونیں نہادہ ایم
اس داغ کو دیکھو جو ہم نے خونی دل پر لگایا ہے

گفتی کہ حافظا اینہمہ رنگ و خیال چیست
تو نے کہا اے حافظ یہ سب رنگ اور خیال کیا ہے

نقشِ غلط مخواں کہ ہماں لوحِ سادہ ایم
غلط نقش نہ پڑھ، ہم اسی طرح سے سادہ تختی ہیں

ما دُرِّ سحر بر درِ میخانہ نہادیم
ہم نے صبح کے ورد کو میخانہ کے دروازے پر رکھ دیا ہے

اوقاتِ دعا در رہِ جانانہ نہادیم
دعا کے اوقات کو معشوق کے راستہ میں رکھ دیا ہے

سلطانِ ازل گنجِ غمِ عشق بما داد
ازل کے بادشاہ نے عشق کے غم کا خزانہ ہمیں دیا ہے

تا روی دریں منزلِ ویرانہ نہادیم
جبھی ہم نے اس ویران منزل کی طرف رخ کیا ہے

در خرمنِ صد عاقل و زاہد زند آتش
سو عقلمندوں اور زاہدوں کے خرمن میں آگ لگا دیگا

ایں داغ کہ ما بر دلِ دیوانہ نہادیم
یہ داغ، جو ہم نے دیوانے دل پر لگایا ہے

در دل ندہم رہ پس ازیں مہرِ بتاں را
اس کے بعد بتوں کی محبت کو دل میں راستہ نہ دوں گا

مُہرِ لبِ او بر درِ ایں خانہ نہادیم
ہم نے اس گھر کے دروازے پر اس کے ہونٹ کی مہر لگا دی ہے

آں بوسہ کہ زاہد ز پئش داد بما دست
زاہد نے جس بوسہ کے لئے ہمیں ہاتھ دیا

از روئے صفا بر لبِ جانانہ نہادیم
صفائی کی وجہ سے ہم نے معشوق کے منہ کو دیا

چوں میرود ایں کشتیِ سرگشتہ کہ آخر
چونکہ یہ کشتی ڈگمگاتی چلتی ہے تو آخر کار

جاں در سرِ آں گوہرِ یکدانہ نہادیم
ہم نے اس دُرِّ یکتا کے خیال میں جان لگا دی

الْمِنَّةُ لِلّٰه کہ چو ما بیدل و دیں بود
خدا کا احسان ہے کہ ہماری طرح بے دل اور بے دین تھا

آنرا کہ خرد پرور و فرزانہ نہادیم
جس کو ہم نے عقل پرور اور دانا سمجھا

در خرقہ ازیں بیش منافق نتواں بود
گدڑی میں اس سے زیادہ منافق نہیں ہوا جا سکتا ہے

بنیادش ازیں شیوۂ رندانہ نہادیم
ہم نے اس کی بنیاد اس رندانہ طریقہ سے رکھی ہے

قانع بخیالے ز تو بودیم چو حافظ
ہم حافظ کی طرح تیرے ایک خیال پر قانع تھے

یا رب چہ گدا ہمت و شاہانہ نہادیم
اے خدا ہم کیسے گدا ہمت اور شاہانہ طبیعت والے ہیں

۱ اگر ہماری توبہ سے پیرِ مغاں ملول ہے تو ہم توبہ سے معذرت کے لئے حاضر ہیں۔
۲ لالہ کو قدح پرست مانا گیا ہے یعنی ہماری ظاہری شراب نوشی پر نہ جاؤ ہمارے دل کو دیکھو۔
۳ صبح کے ورد اور دعا کے اوقات کو [illegible] پر قربان کر دیا [illegible]
۴ ہمارے دل کا داغ [illegible] عقلمندوں کی گدڑی جلا دیگا۔
۵ اب ہمارے دل میں دوسروں کے عشق کی گنجائش نہیں ہے اس کی محبت کی مہر لگ چکی ہے۔
۶ زاہد نے چونکہ صفائی قلب سے ہمیں بوسے کیلئے ہاتھ دیا ہم نے وہ بوسہ محبوب کے منہ کو دیدیا۔
۷ یعنی عمر کی کشتی ڈگمگا رہی ہے اس لئے مناسب یہی ہے کہ جان جائے تو دُرِّ یکتا کے پیچھے جان جائے۔
۸ جو اپنے آپ کو عقلمند اور دانا کہتے ہیں وہ بھی ہماری طرح اس کے عشق میں مبتلا ہیں۔
۹ ہم نے رندی اس لیے اختیار کر لی ہے کہ گدڑی پہنکر منافقت برتنا اچھی بات نہیں ہے۔

ما درین در نہ پئے حشمت و جاہ آمدہ ایم
ہم اس دروازے پر دولت اور مرتبہ کیلئے نہیں آئے ہیں
از بد حادثہ اینجا بہ پناہ آمدہ ایم
حادثہ کے ہاتھوں ہم اس جگہ پناہ لینے آئے ہیں

رہرو منزل عشقیم و ز سر حد عدم
ہم منزلِ عشق کے مسافر ہیں اور عدم کی سرحد سے
تا باقلیم وجود این ہمہ راہ آمدہ ایم
وجود کے ملک تک یہ سب راستہ طے کرکے آئے ہیں

سبزۂ خط تو دیدیم و ز بستان بہشت
ہم نے تیرے رخسار کا سبزہ دیکھا اور بہشت کے باغ سے
بطلبگاری این مہر گیاہ آمدہ ایم
ہم اس مہر گیاہ کی طلب میں ہم آئے ہیں

با چنیں گنج کہ شد خازن او روح امیں
ایسے خزانے کے ہوتے ہوئے کہ جس کے خزانچی جبرئیل ہیں
بگدائی بدر خانۂ شاہ آمدہ ایم
ہم بھیک مانگنے بادشاہ کے گھر کے دروازے پر آئے ہیں

لنگر حلم تو اے کشتی توفیق کجاست
اے توفیق کی کشتی! تیری بردباری کا لنگر کہاں ہے؟
کہ درین بحر کرم غرق گناہ آمدہ ایم
کہ ہم کرم کے اس سمندر میں گناہ میں ڈوبے ہوئے آئے ہیں

آبرو میرود اے ابر خطا پوش ببار
اے خطا کو چھپانے والے بادل! آبرو جا رہی ہے، برس پڑ
کہ بدیوان عمل نامہ سیاہ آمدہ ایم
اس لیے کہ ہم عمل کے دفتر میں سیاہ نامۂ اعمال لیکر آئے ہیں

حافظا این خرقۂ پشمینہ بینداز کہ ما
اے حافظ! اس اونی گدڑی کو پھینک دے، اس لیے کہ ہم
از پئے قافلہ با آتش و آہ آمدہ ایم
قافلے کے پیچھے پیچھے آگ اور آہ لیکر آئے ہیں

ما ز یاران چشم یاری داشتیم
ہم نے دوستوں سے، دوستی کی امید کی
خود غلط بود آنچہ ما پنداشتیم
وہ خود ہی غلط تھا، جو ہم نے سمجھا

تا درخت دوستی کے بر دہد
دیکھو! دوستی کا درخت کب پھل دے؟
حالیا رفتیم و تخمے کاشتیم
فی الحال ہم آگئے ہیں اور بیج بو آئے ہیں

گفتگو آئین درویشی نبود
باتیں کرنا، درویشی کا طریقہ نہ تھا
ورنہ با تو ماجراہا داشتیم
ورنہ، تجھ سے ہمیں بہت سی باتیں کرنی تھیں

شیوۂ چشمت فریب جنگ داشت
تیری آنکھوں کا شیوہ، لڑائی کا دھوکہ رکھتا تھا
ما غلط کردیم و صلح انگاشتیم
ہم نے غلطی کی! اور صلح سمجھ لی

نکتۂ بارفت و شکایت کس ندید
نکتہ بازی ہوئی، اور کوئی شکایت نہ سمجھا
جانب حرمت فرو نگذاشتیم
ہم نے، احترام کے پہلو کو نہ چھوڑا

گلبن حسنت نہ خود شد دلفریب
تیرے حسن کی شاخ خود بخود دلفریب نہیں بن گئی ہے
ما دم ہمت برو بگماشتیم
بلکہ ہم نے اس پر باطنی توجہ کی طاقت لگا دی

چوں نہادی دل بمہر دیگراں
جب تو نے دوسروں کی محبت میں دل لگا دیا
ما امید از وصل تو برداشتیم
ہم نے تجھ سے، وصل کی امید اٹھا لی

گفت خود دادی بما دل حافظا
اس نے کہا: اے حافظ! تو نے ہمیں خود دل دیا
ما محصل بر کسے نگماشتیم
ہم نے کسی پر محصل مقرر نہیں کیا

---

۱ ہم دولت اور مرتبہ کے خواہشمند بنکر نہیں آئے ہیں، حوادث سے پناہ لینے کے لئے آئے ہیں۔

۲ مہر گیاہ ایک گھاس ہے جس کی جڑ انسانی شکل کی ہوتی ہے مشہور ہے کہ اگر کوئی شخص اس گھاس کو اپنے پاس رکھے تو تمام لوگ اس پر مہربان ہو جاتے ہیں معشوق کے سبزۂ خط کو مہر گیاہ قرار دیا ہے۔

۳ یعنی جبکہ عشق کی آگ اور آہ ہو، اس کے ساتھ اونی گدڑی مناسب نہیں ہے۔

۴ دوستوں سے دوستی کی امید رکھنا خود ہماری غلطی تھی۔

۵ شکایتیں کرنا عشق کے شیوہ کے خلاف تھا ورنہ ہمیں بہت شکایتیں ہیں۔

۶ آنکھوں کے دوستی کا اظہار محض ایک جنگی فریب تھا۔

۷ میں نے محبوب کے احترام کو ملحوظ رکھا اشارہ میں شکایتیں کیں تاکہ کوئی اور نہ سمجھ سکے۔

۸ تو نے خود دل دیا ہے ہم نے اپنا کوئی محصل تیرے پاس نہیں بھیجا تھا۔

ماگوئیم بد و مَیل بناحق نکنیم
ہم کسی کو برا نہیں کہتے ہیں، اور ناحق کی طرف میلان نہیں کرتے ہیں

جامۂ کس سیہ و دلقِ خود ازرق نکنیم
کسی کے جامہ کو سیاہ، اور اپنی گدڑی کو نیلا نہیں بناتے ہیں

رقمِ مَغلطہ بر دفترِ دانش نہ کشیم
ہم عقلمندی کی کتاب پر غلطی کا نشان نہیں بناتے ہیں

سرِ حق با ورقِ شعبدہ مُلحق نہ کنیم
حق کے راز کو، شعبدہ بازی کے ورق سے نہیں جوڑتے ہیں

عیبِ درویش و توانگر بکم و بیش بدست
فقیر اور مالدار کو عیب لگانا تھوڑے اور بہت کیوجہ سے بری بات ہے

کارِ بد مصلحت آنست کہ مطلق نہ کنیم
مناسب تو یہی ہے، کہ ہم برائی کا کام بالکل نہ کریں

خوش برانیم جہاں در نظرِ راہرواں
رہبروں کی نگاہ میں دنیا کو ہم اچھی طرح چلاتے ہیں

فکرِ اسپِ سیہ و زینِ مغرّق نہ کنیم
ہم کالے گھوڑے، اور جڑاؤ زین کی فکر نہیں کرتے ہیں

آسماں کشتیِ اربابِ ہُنر می شکند
آسمان اہلِ ہنر مندوں کی کشتی توڑ دیتا ہے

تکیہ آں بہ کہ بریں بحرِ معلق نہ کنیم
یہی بہتر ہے کہ ہم، اس معلق سمندر پر بھروسہ نہ کریں

شاہ اگر جرعۂ رنداں نہ بحرمت نوشد
شاہ اگر رندوں کے گھونٹ کو عزت سے نہ پئے

التفاتے بمئے صاف و مُروّق نہ کنیم
ہم صاف اور چھنی ہوئی شراب کی طرف توجہ نہ دیں

گر بدے گفت حسودے و رفیقے رنجید
اگر کسی حاسد نے کچھ برا کہا، اور کوئی دوست رنجیدہ ہو گیا

گو تو خوش باش کہ ما گوش باحمق نہ کنیم
تو کہہ دو کہ تو خوش رہ، ہم احمق کیطرف کان نہیں لگاتے ہیں

حافظ ار خصم خطا گفت نگیریم بر و
اے حافظ! اگر دشمن نے غلط کہا تو ہم اس کی گرفت نہیں کرتے ہیں

ور بحق گفت جدل با سخنِ حق نہ کنیم
اور اگر اس نے صحیح کہا ہے تو ہم صحیح بات پر جھگڑا نہیں کرتے ہیں

مرا عہدیست با جاناں کہ تا جاں در بدن دارم
میرا معشوق سے وعدہ ہے کہ جب تک بدن میں جان رکھتا ہوں

ہواداریِ کویش را چو جانِ خویشتن دارم
اس کے کوچہ کی محبت کو اپنی جان کی طرح رکھوں گا

صفائے خلوتِ خاطر ازاں شمعِ چگل جویم
دل کی خلوت کی صفائی اس چگل کی شمع سے ڈھونڈتا ہوں

فروغِ چشم و نورِ دل ازاں ماہِ ختن دارم
آنکھوں کی روشنی، اور دل کا نور اس ختن کے چاند سے رکھتا ہوں

بکام و آرزوئے دل چو دارم خلوتے حاصل
جب مجھے دل کے مقصد اور آرزو کے مطابق ایک خلوت حاصل ہے

چہ فکر از خبثِ بدگویاں میانِ انجمن دارم
تو انجمن میں برائی کرنے والوں کی خباثت کی کیا فکر کروں؟

شرابِ خوش گوارم ہست و یارِ مہرباں ساقی
مجھے خوشگوار شراب حاصل ہے، اور مہربان دوست ساقی ہے

ندارد ہیچکس یارے چنیں یارے کہ من دارم
ایسا دوست کسی کا نہیں ہے، جیسا دوست میں رکھتا ہوں

مرا در خانہ سروے ہست کاندر سایۂ قدش
میرے گھر میں ایسا سرو ہے جس کے قد کے سایہ میں

فراغ از سروِ بستانی و شمشادِ چمن دارم
مجھے باغ کے سرو، اور چمن کے شمشاد سے بے نیازی ہے

سزد کز خاتمِ لعلش زنم لافِ سلیمانی
اس کی لعل جیسے ہونٹوں کی انگوٹھی کی وجہ سے اگر میں سلیمانی کی شیخی ماروں تو مناسب ہے

چو اسمِ اعظمم باشد چہ باک از اہرمن دارم
جب مجھے اسمِ اعظم حاصل ہو تو مجھے شیطان کا کیا ڈر ہے

خدارا اے رقیب امشب زمانے دیدہ برہم نہ
اے رقیب خدا کے لیے آج کی رات تھوڑی دیر کے لیے سو جا

کہ من با لعلِ خاموشش نہانی صد سخن دارم
اس لیے کہ مجھے اس کے خاموش ہونٹ سے سینکڑوں باتیں چھپا کر کرنی ہیں

---

۱ حق و باطل کو غلط ملط کرکے اپنی عقلمندی پر ہم دھبہ نہیں لگاتے ہیں۔
۲ خواہ کوئی مالدار ہے یا فقیر کسی پر بھی عیب لگانا درست نہیں ہے
۳ آسمان کو بحرِ معلق قرار دیا ہے اس لیے کہ آسمان بھی سمندر کی طرح نیلگوں ہے۔
۴ اگر شاہ شراب کی عزت نہ کریگا تو ہم بھی اس سے بے نیازی برتیں گے۔
۵ دشمن اگر غلط بات کہتا ہے تو وہ خود غلط ہے ہمیں لڑنے کی ضرورت نہیں ہے اور اگر صحیح بات کہتا ہے تو صحیح بات پر جھگڑا مناسب نہیں ہے
۶ چگل ترکستان کا ایک مشہور حسن خیز شہر ہے ختن: چین کا وہ علاقہ ہے جہاں کے ہرنوں میں نافہ پیدا ہوتا ہے۔
۷ خلوت میں جبکہ دل کا مقصد پورا ہو رہا ہے اگر انجمن میں بدگو برائی کرے تو ہمیں کیا پرواہ ہے
۸ جب سے محبوب کے قد کے سایہ میں آیا ہوں چمن کے سرو اور شمشاد کی ضرورت باقی نہیں رہی ہے
۹ حضرت سلیمان کی انگشتری پر اسمِ اعظم کندہ ہوا تھا اسی وجہ سے وہ انسانوں کے علاوہ

گرم صد لشکر از خوباں بقصد دل کمیں سازند — بحمد اللہ و المنۃ بتے لشکر شکن دارم

حسینوں کے سو لشکر اگر میرے دل کو لوٹنے کی گھات لگائیں — خدا کا احسان اور شکر ہے میں ایک لشکر شکن معشوق رکھتا ہوں

الا اے پیر فرزانہ مکن عیبم ز میخانہ — کہ من در ترک پیمانہ دلے پیماں شکن دارم

اے عقلمند پیر! میخانہ کی وجہ سے مجھ پر عیب نہ لگا — اس لیے کہ پیمانہ چھوڑنے کے بارے میں عہد شکن دل رکھتا ہوں

چو در گلزارِ اقبالش خراما نم بحمد اللہ — نہ میلِ لالہ و نسریں نہ برگِ یاسمن دارم

چونکہ میں اُن کے اقبال کے چمن میں ٹہلتا ہوں خدا کا شکر ہے — مجھے لالہ اور نسرین اور یاسمن کے پھول کی خواہش نہیں ہے

بر رندی شہرہ شد حافظ پس از چندیں ورع اما

اس قدر پرہیزگاری کے بعد حافظ رندی میں مشہور ہو گیا لیکن

چہ غم دارم چو در عالم امین الدین حسن دارم

مجھے کیا غم ہے جب مجھے دنیا میں امین الدین حسن حاصل ہے

مرحبا طائرِ فرخ رخ و فرخندہ پیام — خیر مقدم چہ خبر یار کجا راہ کدام

اے مبارک رو، مبارک پیام پرندے خوش آمدید — تیرا آنا مبارک ہو، کیا خبر ہے، یار کہاں ہے، راستہ کونسا ہے

یا رب ایں قافلہ را لطف ازل بدرقہ باد — کہ ازو خصم بدام آید و معشوق بکام

اے خدا! اس قافلہ کی، ازلی مہربانی، نگہبان ہو — کہ جس سے دشمن جال میں پھنسے اور دوست مقصد کے مطابق حاصل ہو جائے

ماجرائے من و معشوقِ مرا پایاں نیست — ہر چہ آغاز ندارد نہ پذیرد انجام

میرے اور میرے معشوق کے قصہ کی انتہا نہیں ہے — جس چیز کی ابتدا نہیں ہے اُس کی انتہا نہیں ہوتی ہے

چشمِ خونبارِ مرا خواب نہ در خور باشد — مَنْ لَہُ الْقَتْلُ دَوَاءٌ عَجَبًا کَیْفَ یَنَامُ

میری خون برسانے والی آنکھ کے لئے نیند مناسب نہیں ہے — قتل ہو جانا جس کی دوا ہو، تعجب ہے وہ کیسے سوئے

تو ترحم نکنی بر منِ بیدل دانم — ذَالِکَ دَعْوَایَ وَہَا اَنْتَ وَتِلْکَ الْاَیَّامُ

مجھے معلوم ہے، تو مجھ بے دل پر رحم نہ کرے گا — یہ میرا دعویٰ ہے، اور تو ہے، اور یہ زمانہ ہے

گل ز حد برد تنعم ز کرم رخ بنمائے — سرو می نازد و خوش نیست خدارا بخرام

پھول نے حد سے زیادہ مزے اڑائے اکرام کر کے چہرہ دکھا — سرو ناز کرتا ہے، اور اچھی بات نہیں ہے خدا کیلئے ٹہل

مرغِ روحم کہ ہمیں زد ز سرِ سدرہ صفیر — عاقبت دانۂ خالِ تو فگندش در دام

میری روح کا پرندہ جو سدرہ پر سے چہچہاتا تھا — انجام کار، تیرے تل کے دانے نے اس کو جال میں پھنسا دیا

زلفِ دلدار چو زنار ہمی فرماید — بروائے شیخ کہ شد بر تنم ایں خرقہ حرام

محبوب کی زلف جب زنار کا حکم دیتی ہے — تو اے شیخ! چلا جا، اس لیے کہ میرے اوپر یہ گدڑی حرام ہو گئی ہے

حافظ ار میل بابروئے تو دارد شاید

حافظ اگر تیری ابرو کی خواہش کرتا ہے، تو مناسب ہے

جائے در گوشۂ محراب کنند اہلِ کلام

اہل علم، محراب کے گوشہ میں جگہ بنا لیتے ہیں

مرو کہ در غمِ ہجرِ تو از جہاں برویم — بیا کہ پیشِ تو از خویش ہر زماں برویم

تو نہ جا، اس لیے کہ تیرے ہجر کے غم میں دنیا سے چل بسیں گے — تو آ جا: تاکہ تیرے سامنے ہر وقت ہم بیخود رہیں

ا؎ میں ایسے محبوب پر فریفتہ ہوا ہوں کہ اب حسینوں کا لشکر میرے دل پر ڈاکہ نہیں ڈال سکتا ہے۔
۲؎ امین الدین حسن، شاہ ابو اسحاق کے دور کے ایک بزرگ ہیں جنکو خواجہ نے اس غزل کی پانچ مشہور شخصیتوں میں گنایا ہے خواجہ صاحب ان کے معتقد تھے۔
۳؎ مشہور ہے جس شخص کی بیماری کا علاج ہی قتل ہو اسکو سونا مناسب نہیں ہے
۴؎ میرا دعویٰ ہے کہ تو کبھی رحم نہ کرے گا تو بھی ہے اور زمانہ بھی موجود ہے میرا دعویٰ خود ثابت ہو جائے گا۔
۵؎ پھول اور سرو محبوب کے رخ اور قد کے رونما ہو جانے سے ہی شرمائیں گے۔
۶؎ حافظ چونکہ اہل علم میں سے ہے اور وہ گوشہ محراب اختیار کرتے ہیں اس لیے حافظ نے محبوب کے ابرو کی محراب اختیار کی ہے۔
۷؎ محبوب کی جدائی موت کا سبب اور موجودگی بیخودی کا سبب ہے۔

سخن مگوئی کہ پیشِ لبِ تو جاں بدہیم — رہا مکن کہ دریں حسرت از جہاں برویم
بات کر تاکہ تیرے ہونٹوں کے سامنے ہم جان دیدیں — آزاد نہ کر، کہ اسی حسرت میں ہم دنیا سے چل بسیں

رَوا مدار کہ جاں برلبست و ما ز جہاں — ندیدہ کامِ دل از آں لبِ دہاں برویم
اس کو مناسب نہ سمجھ، کہ جان ہونٹوں پر ہے اور ہم دنیا سے — ان ہونٹوں اور منہ سے دل کا مقصد پورا کئے بغیر چلے جائیں

خوش آں زماں کہ ببینیم بر دہاں لبِ تو — تو خود بگوئی کہ ما از برت چساں برویم
وہ وقت کیا خوب ہوگا، کہ ہم منہ پر تیرے ہونٹ دیکھیں — تو خود بتا دے، ہم تیرے پاس سے کس طرح چلے جائیں

گدائے کوئے شمائیم و حاجتے داریم — روا مدار کہ محروم از آستاں برویم
ہم تیرے کوچہ کے فقیر ہیں، اور ہم ضرور تمند ہیں — اس کو جائز نہ سمجھ کہ ہم چوکھٹ سے محروم چلے جائیں

نشانِ وصل بمادہ بہر طریق کہ ہست — کہ بارے از پئے وصلِ تو بر نشاں برویم
ہمیں وصل کی نشان دہی کر، جس راستے سے بھی ہو — تاکہ اب تیرے وصل کے لئے ہم نشانات پر چلے جائیں

مگو کہ حافظ ازیں در برو برائے خدا
خدا کے لئے یہ نہ کہہ، کہ حافظ اس دروازے سے چلا جا

کہ ہر چہ رائے تو باشد جز ایں بر آں برویم
اس لئے کہ اس کے علاوہ جو کچھ تیری رائے ہو ہم اس پر چلیں گے

مزن بر دل ز نوکِ غمزہ تیرم — کہ پیشِ چشمِ بیمارت بمیرم
ادا کی نوک سے، میرے دل پر تیر نہ مار — کیونکہ میں تیری بیمار آنکھ کے سامنے مرجاؤں گا

نصابِ حسن در حدِ کمال ست — زکاتم دہ کہ مسکین و فقیرم
حسن کا نصاب، مکمل ہے — مجھے زکوٰۃ دیدے، اس لیے کہ میں مسکین اور فقیر ہوں

قدح پُر کن کہ من از دولتِ عشق — جواں بختِ جہانم گرچہ پیرم
پیالہ بھردے، اس لیے کہ میں عشق کی دولت کی وجہ سے — دنیا کا جواں بخت ہوں، اگرچہ بوڑھا ہوں

چناں پُر شد فضائے سینہ از دوست — کہ فکرِ خویش گم شد از ضمیرم
دوست سے سینے کی فضا اس قدر پُر ہوگئی ہے — کہ میرے دل سے اپنی فکر گم ہوگئی ہے

مبادا جز حسابِ مطرب و مے — اگر حرفے کشد کلکِ دبیرم
خدا کرے مطرب اور شراب کے حساب کے سوا کچھ نہ ہو — اگر میرے منشی کا قلم، کوئی حرف لکھے

دراں غوغا کہ کس کس را نپرسد — من از پیرِ مغاں منت پذیرم
اس شور و غل میں کہ کوئی کسی کو نہ پوچھے گا — میں اپنے پیرِ مغاں کا شکر گزار ہوں گا

چو طفلاں زاہدا تا کے فریبی — بسیبِ بوستان و شہد و شیرم
اے زاہد! بچوں کی طرح کب تک مجھے پُھسلائے گا — باغ کے سیب، اور شہد، اور دودھ سے

من آں مرغم کہ ہر شام و سحر گاہ — ز بامِ عرش می آید صفیرم
میں وہ پرندہ ہوں، کہ ہر شام اور صبح کو — عرش کے بالا خانہ سے میری آواز آتی ہے

قرارے کردہ ام با مے فروشاں — کہ روزِ غم بجز ساغر نگیرم
میں نے شراب فروشوں سے عہد کیا ہے — کہ غم کے دن، ساغر کے سوا کچھ نہ تھاموں گا

ے ہم جاں بلب ہیں ایسا نہ ہو کہ یہ حسرت دل ہی میں لیجائیں۔
ے ضرورتمند فقیر کو محروم کرنا مناسب نہیں ہوتا ہے۔
ے دروازے سے چلے جانیکا حکم تو ہمارے لئے ناممکن العمل ہے اس کے علاوہ جو تیرا حکم ہو عمل پیرا رہیں گے۔
ے نصاب، مال کی وہ مقدار کہلاتی ہے جس پر زکوٰۃ فرض ہو جاتی ہے۔
ے سینہ میں اب اس قدر گنجائش نہیں کہ خود ہمیں اپنا بھی خیال آسکے۔
ے اگر حساب کتاب لکھنے والے میرے اعمالنامہ میں کچھ لکھیں تو خدا کرے شراب اور قوال کے علاوہ کچھ نہ لکھ پائیں۔
ے جب ایسی پریشانی ہوگی کہ کوئی کسی کا پرسانِ حال نہ ہوگا میرا مرشد مجھ پر کرم کرے گا۔
ے شعر [illegible]
ے غم کو شراب کا پیالہ ہی ٹال سکتا ہے۔

خوشا آں دم کہ استغنائے مستی
وہ وقت کیا خوب ہوگا کہ جب مستی کی بے نیازی
فراغت بخشد از شاہ و وزیرم
مجھے بادشاہ اور وزیر سے بے نیاز بنادے گی

فراواں گنج غم در سینہ دارم
سینہ میں غم کا بھرپور، خزانہ رکھتا ہوں
اگرچہ مدعی بیند فقیرم
اگرچہ رقیب مجھے فقیر سمجھتا ہے

من آندم برگرفتم دل ز حافظ
میں نے اس وقت سے حافظ سے دل ہٹالیا
کہ ساقی گشت یارِ ناگزیرم
جب سے ساقی میرا جگری دوست بن گیا ہے

مژدۂ وصلِ تو کو کز سرِ جاں برخیزم
تیرے وصل کی خوشخبری کہاں ہے تاکہ جان سے ہاتھ دھولوں
طائرِ قدسم و از دامِ جہاں برخیزم
میں عالمِ قدس کا پرندہ ہوں اور دنیا کے جال سے نکل جاؤں

یارب از ابرِ ہدایت برساں بارانے
اے خدا ہدایت کے ابر سے بارش برسادے
پیشتر زانکہ چو گردے زمیاں برخیزم
اس سے پہلے کہ میں گرد کی طرح درمیان سے اٹھوں

بولائے تو کہ گر بندۂ خویشم خوانی
تیری محبت کی قسم، اگر تو مجھے اپنا غلام، کہہ دے
از سرِ خواجگیِ کون و مکاں برخیزم
کون و مکاں کی بادشاہی سے میں دست بردار ہو جاؤں

بر سرِ تربتِ من بے مے و مطرب منشیں
میری قبر پر، شراب اور مطرب کے بدون نہ بیٹھ
تا ببویت ز لحد رقص کناں برخیزم
تاکہ تیری خوشبو کی وجہ سے لحد سے رقص کرتا ہوا اٹھ کھڑا ہوں

گرچہ پیرم تو شبے تنگ در آغوشم گیر
اگرچہ میں بوڑھا ہوں، تو ایک رات کو مجھے خوب بغل میں دبالے
تا سحرگہ ز کنارِ تو جواں برخیزم
تاکہ صبح کو تیری بغل سے جوان اٹھوں

تو مپندار کہ از خاکِ سرِ کوئے تو من
تو یہ نہ سمجھ، کہ تیرے کوچہ کی خاک سے میں
بجفائے فلک و جورِ زماں برخیزم
آسمان کے ظلم سے، اور زمانہ کی زیادتی سے اٹھ کھڑا ہوں گا

برنخیزم ز سرِ کوئے تو تا جاں دارم
جب تک جان ہے، تیرے کوچہ سے نہ اٹھوں گا
ور رسد کار بجاں از سرِ جاں برخیزم
اور اگر معاملہ جان تک بھی پہونچ جائیگا تو جان سے ہاتھ دھولوں گا

سرو بالا بنما اے بتِ شیریں حرکات
اے میٹھی اداؤں والے بت، بلند سرو دکھا
کہ چو حافظ ز سرِ جان و جہاں برخیزم
تاکہ حافظ کی طرح، جان اور دنیا سے ہاتھ دھولوں

من ترکِ عشقبازی و ساغر نمیکنم
میں عشقبازی، اور ساغر کو نہیں چھوڑتا ہوں
صد بار توبہ کردم و دیگر نمیکنم
سو بار توبہ کر چکا ہوں، اور اب نہیں کروں گا

باغِ بہشت و سایۂ طوبیٰ و قصر و حور
بہشت کا باغ، اور طوبیٰ کا سایہ، اور محل اور حور
با خاکِ کوئے دوست برابر نمیکنم
دوست کے کوچہ کی خاک کے برابر نہیں سمجھتا ہوں

تلقینِ درسِ اہلِ نظر یک اشارت ست
اہلِ نظر کے درس کی تعلیم ایک اشارے سے ہے
کردم اشارتے و مکرر نمیکنم
میں نے ایک اشارہ کردیا ہے اور مکرر نہیں کروں گا

---

۱ عشق کی مستی دنیاداروں سے بے نیاز کرتی ہے۔
۲ محبوب کا غم بے پایاں خزانہ ہے۔
۳ یہ غزل خواجہ کے لوحِ مزار پر کندہ ہے یعنی اگر تیرے وصل کا مژدہ ملجائے تو اپنی جان قربان کردوں اس دنیا سے عالمِ قدس کو جو میرا اصل مقام ہے چلا جاؤں۔
۴ اگر تو مجھے اپنا غلام کہدے تو کون و مکاں کی بادشاہی میرے لیے ہیچ ہو جائے۔
۵ تیرا وصل میسر آجائے تو بڑھاپے کے باوجود جوان ہو جاؤں۔
۶ محبوب کا قد دیکھ لوں تو پھر میرے لئے دنیا ہیچ ہے۔
۷ سو بار توبہ کرکے توڑ چکا ہوں اب توبہ نہ کرونگا۔
۸ اہلِ نظر ایک اشارے سے مکمل تعلیم کردیتے ہیں اہلِ ظاہر دسوں سال بڑھاتے ہیں۔

ہرگز نمی شود ز سرِ خود خبر مرا
مجھے اپنے سر کی بھی خبر نہیں ہوتی ہے

تا در میانِ میکدہ سر بر نمیکنم
جب تک شراب خانہ میں سر نہیں اٹھاتا ہوں

شیخم بطنز گفت حرام ست مے مخور
شیخ نے مجھ سے طنزاً کہا شراب حرام ہے نہ پی

گفتم مگو کہ گوش بہ ہر خر نمیکنم
میں نے کہا نہ کہہ میں ہر گدھے کی بات نہیں سنا کرتا

پیرِ مغاں حکایتِ معقول میکند
پیرِ مغاں، سمجھ میں آنیوالی باتیں کرتا ہے

معذورم ار محالِ تو باور نمیکنم
اگر میں تیری ناممکن بات کا یقین نہیں کرتا ہوں تو میں معذور ہوں

ایں تقویٰ ام بس ست کہ چوں زاہدانِ شہر
میرے لیے اس قدر تقویٰ کافی ہے، کہ شہر کے زاہدوں کی طرح

ناز و کرشمہ بر سرِ منبر نمیکنم
منبر پر بیٹھ کر، ناز اور ادا نہیں دکھاتا ہوں

زاہد بطعنہ گفت برو ترکِ عشق کن
زاہد نے طعنہ سے کہا، جا عشق کو چھوڑ

محتاجِ جنگ نیست برادر نمیکنم
بھائی لڑائی کی کوئی ضرورت نہیں، میں نہیں کرتا ہوں

حافظ جنابِ پیرِ مغاں مامنِ وفاست
اے حافظ! پیرِ مغاں کا در بارِ وفا کا مامن ہے

من ترکِ خاک بوسیِ ایں در نمیکنم
میں اس در کی خاک بوسی کو نہیں چھوڑتا ہوں

من دوستدارِ روئے خوش و موئے دلکشم
میں حسین چہرے اور دلکش بالوں کا عاشق ہوں

مدہوشِ چشمِ مست و مئے صاف بیغشم
مست آنکھ، صاف اور خالص شراب سے مدہوش ہوں

در عاشقی گریز نباشد ز سوز و ساز
عاشقی میں، سوز و ساز کے سوا چارہ نہیں

استادہ ام چو شمع مترسان ز آتشم
میں شمع کی طرح کھڑا ہوں، مجھے آگ سے نہ ڈرا

من آدمِ بہشتیم اما دریں سفر
میں تو جنتی آدمی ہوں، مگر اس سفر میں

حالی اسیرِ عشقِ جوانانِ مہوشم
فی الحال چاند جیسے نوجوانوں کی محبت کا قیدی ہوں

بخت ار مدد کند کہ کشم رخت سوئے دوست
نصیبہ اگر مدد کرے کہ میں دوست کے پاس چلا جاؤں

گیسوئے حور گرد فشاند ز مفرشم
تو حوروں کے گیسو میرے فرش کی جگہ کو جھاڑیں گے

شیراز معدنِ لبِ لعل ست و کانِ حسن
شیراز، لعل جیسے ہونٹوں کی معدن اور حسن کی کان ہے

من جوہریِ مفلس از آں رو مشوشم
میں مفلس جوہری ہوں اسی وجہ سے پریشان ہوں

از بسکہ چشمِ مست دریں شہر دیدہ ام
میں نے اس شہر میں بہت سی مست آنکھیں دیکھی ہیں

حقا کہ مے نمیخورم اکنوں و سرخوشم
بیشک میں اب شراب نہیں پیتا ہوں، اور مست ہوں

شہریست پر کرشمہ و خوباں ز شش جہت
نازو انداز سے بھرا ایک شہر ہے اور ہر طرف حسین ہیں

چیزیم نیست ورنہ خریدارِ ہر ششم
میرے پاس کوئی چیز نہیں ہے، ورنہ میں چھوؤں جانب کا خریدار ہوں

گفتی ز سرِ عہدِ ازل نکتہ بگوئی
تو نے یہ کہا، کہ ازلی عہد کے راز کا کوئی نکتہ بتا

آنگہ بگویمت کہ دو پیمانہ درکشم
جب بتاؤں گا، جب دو پیمانے چڑھا لوں گا

حسنِ عروسِ طبع مرا جلوہ آرزوست
میری طبیعت کی دلہن کے حسن کو رونمائی کی آرزو ہے

آئینہ ندارم از آں آہ می کشم
میرے پاس کوئی آئینہ نہیں ہے، اسی وجہ سے میں آہیں بھرتا ہوں

ا۔ پیرِ مغاں کی باتیں معقول ہیں، زاہد تجھ میں نہ آنیوالی باتیں کرتا ہے۔
۲۔ میں واعظوں کی طرح منبر پر بیٹھ کر ریاکاری نہیں کرتا ہوں، میرے لیے یہی پرہیزگاری کافی ہے۔
۳۔ پیرِ مغاں کا دربار وفاداروں کا ٹھکانا ہے، لہٰذا میں اس کو نہ چھوڑوں گا۔
۴۔ عشق میں سوز و ساز ضروری ہے، میں جبکہ عشق میں شمع کی طرح جل رہا ہوں اب مجھے آگ سے کیا ڈرایا جا سکتا ہے۔
۵۔ چونکہ ہم آدم کی اولاد ہیں جو جنت سے آئے تھے لہٰذا ہمیں جنت ہی میں جانا ہے، دنیا کی زندگی تو ایک سفر کی حالت ہے، اس میں حسینوں سے کچھ عشق کر رہا ہوں۔
۶۔ جو جوہری ہو اور جوہر کو پہچانتا بھی ہو اور پھر افلاس کی وجہ سے نہ خرید سکے تو بہت پریشان ہوگا۔
۷۔ بغیر پئے مست آنکھوں کو دیکھ کر مست ہو رہا ہوں۔
۸۔ مفلس ہوں ورنہ تو ہر شش جہت کے حسینوں کو خرید لیتا۔
۹۔ عہدِ ازل کے راز شراب کی مستی ہی میں کھلتے ہیں۔ ۱۰۔ چونکہ میرے کلام کے قدردان نہیں ہیں اس لیے آہیں بھرتا ہوں۔

حافظ زتابِ فکرت بیجا صلے بسوخت
حافظ بے تیجہ فکر کی سوزش سے جل گیا
ساقی کجاست تا زند آبے بر آتشم
ساقی کہاں ہے تاکہ میری آگ پر کچھ پانی ڈالے

من کہ باشم کہ بر آں خاطرِ عاطر گذرم
میں کون ہوں جو اس معطر خیال میں گذر ہوں
لطفہا میکنی اے خاکِ درت تاجِ سرم
تو مہربانیاں کرتا ہے، اے وہ کہ تیرے در کی خاک میرے سر کا تاج ہے

دلبرا بندہ نوازیت کہ آموخت بگو
اے دلبر بتا، تجھے بندہ نوازی کس نے سکھائی ہے
کہ من ایں ظن برقیبانِ تو ہرگز نبرم
میں تیرے رقیبوں پر ہرگز یہ بدگمان نہیں کر سکتا

ہمتم بدرقۂ راہ کن اے طائرِ قدس
اے عالمِ قدس کے پرند! باطنی توجہ کو میرا راہبر بنا دے
کہ درازست رہِ مقصد و من نوسفرم
کیونکہ مقصد کا راستہ دراز ہے اور میں نیا مسافر ہوں

اے نسیمِ سحری بندگیِ ما برساں
اے صبح کی نسیم ہماری درخواست پہنچا دے
کہ فراموش مکن وقتِ دعائے سحرم
کہ صبح کی دعا میں، مجھے فراموش نہ کر

خرم آں روز کزیں مرحلہ بربندم رخت
وہ دن بڑا مبارک ہوگا جب میں اس پڑاؤ سے سامان باندھوں گا
در سرِ کوئے تو پرسند رفیقاں خبرم
تیرے کوچہ میں، ساتھی میری خبریں پوچھیں گے

پایۂ نظمِ بلندست و جہانگیر بگو
نظم کا مرتبہ بلند، اور جہاں گیر ہے، کہہ دو
تا کند پادشہِ بحر دہاں پُر گہرم
تاکہ سمندر کا بادشاہ میرے منہ کو موتیوں سے بھر دے

راہِ خلوتگہِ خاصم بنما تا پس ازیں
مجھے خاص خلوت گاہ کی راہنمائی کر دے تاکہ اس کے بعد
مے خورم با تو و دیگر غمِ دنیا نخورم
تیرے ساتھ شراب پیوں اور پھر دنیا کا غم نہ کھاؤں

حافظا شاید اگر در طلبِ گوہرِ وصل
اے حافظ مناسب ہے اگر وصل کے موتی کی تلاش میں
دیدہ دریا کنم از اشک و درو غوطہ خورم
آنسوؤں سے آنکھ کو دریا بنا دوں اور اس میں غوطہ لگاؤں

من نہ آں رندم کہ ترکِ شاہد و ساغر کنم
میں وہ رند نہیں ہوں جو معشوق اور ساغر کو چھوڑ دوں
محتسب داند کہ من ایں کارہا کمتر کنم
محتسب جانتا ہے، میں یہ کام بہت کم کرتا ہوں

چوں صبا مجموعۂ گل را بآب لطف شست
جبکہ صبا نے مہربانی کے پانی سے تمام پھولوں کو دھو دیا ہے
کج دلم خواں گر نظر بر صفحۂ دفتر کنم
مجھے کج دل کہنا اگر میں کتاب کے صفحے پر نظر ڈالوں

لالہ ساغر گیر و نرگس مست و بر ما نام فسق
لالہ ساغر تھامنے والا اور نرگس مست، اور ہم پر فسق کا الزام
داوری دارم بسے یارب کرا داور کنم
اے خدا میری بہت سی شکایتیں ہیں، کس کو منصف بناؤں

عشق دُردانہ است و من غواص و دریا میکدہ
عشق موتی ہے، میں غوطہ خور، اور شراب خانہ دریا ہے
سر فرو بردم در آنجا تا کجا سر بر کنم
اس جگہ میں نے غوطہ لگایا ہے دیکھئے، کہاں سر اٹھاؤں گا

گرچہ گرد آلودِ فقرم شرم باد از ہمتم
اگرچہ میں فقر سے گرد آلود ہوں، مجھے اپنی ہمت سے شرم آنی چاہئے
گر بآبِ چشمۂ خورشید دامن تر کنم
اگر خورشید کے چشمہ کے پانی سے دامن تر کروں

ا۔ میں حقیر اس قابل نہیں ہوں کہ اس کو میرا خیال آئے۔
۲۔ نیا مسافر ہوتا تو راہبر کے بغیر بھی راستے طے کر پاتا۔
۳۔ چونکہ میں تیری گلی سے رخصت ہو جاؤں گا میرے ساتھی مجھے تیری گلی میں ڈھونڈتے پھریں گے
۴۔ جو نظم میں نے کہی ہے وہ دنیا میں مشہور ہو جائیگی، ایسی حالت میں بادشاہ کو چاہیے کہ موتیوں سے میرا منہ بھر دے۔
۵۔ محتسب کو اچھی طرح معلوم ہے کہ میں مسلسل شاہد بازی اور شراب نوشی کرتا ہوں۔
۶۔ اب کتب بینی کا وقت نہیں ہے چمن کی سیر کا وقت ہے۔
۷۔ یعنی باوجود فاقہ کش کے اگر میں دوسروں سے نفع اندوزی کا خیال کروں تو مجھے شرم آنی چاہیے۔

منکہ دارم در گدائی گنج سلطانی بدست
میں جو کہ فقیری میں شاہی خزانہ ہاتھ میں رکھتا ہوں

کے طمع در گردش گردون دوں پرور کنم
کمینہ پرور آسمان کی گردش سے کب طمع کر سکتا ہوں

عاشقاں را گر در آتش می پسندد لطف دوست
اگر دوست کی مہربانی، عاشقوں کو آگ میں پسند کرتی ہے

تنگ چشمم گر نظر بر چشمۂ کوثر کنم
اگر میں کوثر کے چشمے پر نظر کروں تو میں تنگ نظر ہوں

عہد و پیمان فلک را نیست چنداں اعتبار
آسمان کے عہد و پیمان کا کچھ اعتبار نہیں ہے

عہد با پیمانہ بندم شرط با ساغر کنم
پیالہ کے ساتھ عہد کروں گا ساغر کے ساتھ شرط باندھوں گا

باز کش یکدم عنان اے ترک شہر آشوب من
اے شہر کو فتنے میں مبتلا کر دینے والے میرے معشوق ذرا لگام کھینچ لے

تا ز اشک و چہرہ راہت پُر زر و گوہر کنم
تاکہ چہرے اور آنسوؤں سے تیرے راستہ کو زر و جواہر سے بھر دوں

باوجود بینوائی روسیہ بادم چو ماہ
بے سر و سامانی کے باوجود میں چاند کی طرح روسیاہ ہو جاؤں

گر قبول فیض خورشید بلند اختر کنم
اگر میں بلند ستارہ، آفتاب کا فیض قبول کروں

منکہ امروزم بہشت نقد حاصل میشود
مجھے جبکہ آج نقد بہشت حاصل ہوتی ہے

وعدۂ فردائے زاہد را چرا باور کنم
زاہد کے کل کے وعدہ پر کیوں یقین کروں

شیوۂ رندی نہ لائق بود وضعم را ولے
رندی کا طریقہ، میری وضع کے مناسب نہ تھا لیکن

چوں در افتادم چرا اندیشۂ دیگر کنم
اس میں جب پڑ گیا ہوں تو دوسرا خیال کیوں کروں

دوش لعلت عشوہ ہا میداد عاشق را ولے
تیرا ہونٹ کل عاشق کو فریب دیتا تھا، لیکن

من نہ آنم کز وے ایں افسانہا باور کنم
میں وہ نہیں ہوں کہ اس کی ان افسانوں پر یقین کروں

گوشۂ محراب ابروئے تو میخواہم ز بخت
نصیب سے میں تیرے ابرو کی محراب کے گوشہ کا خواستگار ہوں

تا در آنجا ہمچو مجنوں درس عشق از بر کنم
تاکہ اس جگہ مجنوں کی طرح عشق کے سبق کو حفظ کر لوں

وقت گل گوئی کہ زاہد شو بچشم و جان و دل
موسم بہار میں تو کہتا ہے، زاہد بن جا، بسرو چشم

میروم تا مشورت با شاہد و ساغر کنم
میں جاتا ہوں تاکہ معشوق اور ساغر سے مشورہ کر لوں

من کہ عیب توبہ کاراں کردہ باشم بارہا
جبکہ میں نے بارہا توبہ کرنیوالوں کو عیب لگایا ہے

توبہ از مے وقت گل دیوانہ باشم گر کنم
موسم بہار میں اگر میں توبہ کروں تو میں دیوانہ ہونگا

زہد وقت گل چہ سودائے ست حافظ گوش دار
موسم بہار میں زہد، کیسی دیوانگی ہے، حافظ سن

تا اعوذے خوانم و اندیشۂ دیگر کنم
تاکہ میں اعوذ پڑھوں، اور دوسرے خیال میں لگوں

مرا می بینی و دردم زیادت میکنی دردم
تو مجھے دیکھتا ہے، اور فوراً میرے درد میں اضافہ کرتا ہے

ترا می بینم و شوقم زیادت میشود ہر دم
میں تجھے دیکھتا ہوں اور ہر گھڑی، میرا عشق بڑھتا ہے

بسامانم نمیپرسی نمیدانم چہ سر داری
تو میرے سامان کے بارے میں نہیں پوچھتا ہے، مجھے معلوم نہیں تیرا کیا خیال ہے؟

بدرمانم نمیکوشی نمیدانی مگر دردم
تو میرے علاج میں کوشش نہیں کرتا شاید تو میرے درد کو نہیں جانتا ہے

نہ راہست اینکہ بگذاری مرا بر خاک و بگریزی
یہ کوئی راستہ نہیں ہے کہ تو مجھ کو زمین پر چھوڑ دے اور بھاگ جائے

گذارے آر و بازم پرس تا خاک رہت گردم
تشریف لا! اور پھر مجھے پوچھ تاکہ میں تیرے راستہ کی خاک بن جاؤں

۱ ہم راضی بہ رضا ہیں اگر دوست ہمیں جہنم میں بھیجنا پسند کرے تو ہم کوثر کی طرف نظر بھر کر بھی نہ دیکھیں گے۔

۲ چاند کا اپنا ذاتی نور نہیں ہے بلکہ وہ سورج سے روشنی حاصل کرتا ہے چاند کی سیاہی اس کی چھائیاں ہیں۔

۳ جب مجھے آج دوست کا وصل حاصل ہے تو کیا زاہد کے کل کے وعدہ کا کیوں اعتبار کروں۔

۴ تو کل میٹھی میٹھی باتیں کر کے عاشقوں کو فریب دے رہا تھا لیکن میں ان باتوں کو افسانہ سمجھتا ہوں۔

۵ ظاہر ہے کہ معشوق اور ساغر کب توبہ کا مشورہ دے سکتے ہیں اور وہ بھی موسم بہار میں۔

۶ توبہ کرنیوالوں کا عیب توبہ کرنا ہے۔

۷ جب خراب خیالات آتے ہیں تو اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم پڑھ لیا جاتا ہے۔

۸ تو مجھے دیکھتا ہے تو درد میں اضافہ ہوتا ہے میں تجھے دیکھتا ہوں تو عشق بڑھتا ہے۔

ندارم دستت از دامن بجز در خاک و آندم هم
خاک میں مل جانے کے بغیر، تیرے دامن سے دست بردار نہیں ہوں گا وہ بھی

چو بر خاکم گذار آری بگیرد دامنت گردم
جب تو میری خاک پر سے گزرے گا تو میری خاک تیرا دامن پکڑ لے گی

فرو رفت از غم عشقت دمم دم میدہی تا کے
تیرے عشق کے غم سے میرا سانس گھٹ گیا، تو کب تک دھوکے دیگا

دمار از من برآوردی نمیگوئی برآوردم
تو نے مجھے مار ڈالا، نہیں کہتا ہے کہ میں نے مارا

شبے دل را بتاریکی ز زلفت باز می جستم
ایک رات میں تیری زلف کی تاریکی میں دل کو ڈھونڈتا تھا

رخت میدیدم و جامے ز لعلت باز میخوردم
تیرا چہرہ دیکھتا تھا اور پھر تیرے ہونٹ سے جام پیتا تھا

کشیدم در برت ناگاہ و شد در تاب گیسویت
تجھے میں نے اچانک بغل میں لے لیا اور تیرے گیسو بل کھا گئے

نہادم بر لبت لب را و جان و دل فدا کردم
میں نے تیرے ہونٹوں پر ہونٹ رکھ دیئے اور جان و دل کو قربان کر دیا

بعزم سبزهٔ صحرا چو میگردی رواں بے ما
جنگل کے سبزے کی سیر کے ارادے سے جبکہ تو ہمارے بغیر چلا جاتا ہے

سرشک سرخ میگردد رواں از چہرهٔ زردم
میرے زرد چہرے سے سرخ آنسو جاری ہو جاتے ہیں

تو خوش میباش با حافظ برو گو خصم جاں می دہ
تو حافظ سے خوش رہ، جا دشمن سے کہدے وہ جان دیدے

چو گرمی از تو می بینم چہ باک از خصم دم سردم
جب میں تیری جانب سے گرم جوشی دیکھتا ہوں مجھے ٹھنڈے سانسوں والے دشمن کی کیا پرواہ ہے

نماز شام غریباں چو گریہ آغازم
مسافروں کی شام کی نماز کے وقت میں جب رونا شروع کرتا ہوں

بمویہ ہائے غریبانہ قصہ پردازم
عجیب و غریب نالوں کے ساتھ قصہ بیان کرتا ہوں

بیاد دیار و دیار آنچناں بگریم زار
یار اور وطن کی یاد میں میں ایسا زار زار روتا ہوں

کہ از جہاں رہ و رسم سفر بر اندازم
کہ دنیا سے سفر کی راہ و رسم کو اٹھا دوں گا

من از دیار حبیبم نہ از بلاد رقیب
میں دوست کے وطن کا ہوں، نہ کہ رقیب کے شہروں کا

مہیمنا برفیقان خود رساں بازم
اے نگہبان! پھر مجھے اپنے دوستوں کے پاس پہونچا دے

خدائے را مددے اے دلیل راہ کہ من
اے راستے کے رہبر! خدا کے لئے کچھ مدد کر، تاکہ میں

بکوئے میکدہ دیگر علم برافرازم
پھر میکدہ کے کوچہ میں جھنڈا بلند کروں

خرد ز پیری من کے حساب برگیرد
عقل میرے بڑھاپے کو کب گنتی میں لائے گی

کہ باز با صنمے طفل عشق می بازم
کیونکہ میں پھر حسین معشوق کے ساتھ عشق بازی کر رہا ہوں

بجز صبا و شمالم نمی شناسد کس
مجھے، صبا اور شمالی ہوا کے سوا کوئی نہیں پہچانتا ہے

عزیز من کہ بجز باد نیست ہمرازم
اے میرے عزیز کیونکہ ہوا کے علاوہ میرا کوئی ہمراز نہیں ہے

ہوائے منزل یار آب زندگانی ماست
محبوب کے مکان کی ہوا، ہمارا آب حیات ہے

صبا بیار نسیمے ز خاک شیرازم
اے صبا میرے پاس شیراز کی خاک کی ذرا سی ہوا لے آ

سرشکم آمد و عیبم بگفت روئے بروی
میرے آنسو نکل آئے اور منہ در منہ میرا عیب کہدیا

شکایت از کہ کنم خانگی ست غمازم
میں کس کی شکایت کروں، میرے گھر کا ہی چغلخور ہے

ز چنگ زہرہ شنیدم کہ صبحدم میگفت
زہرہ کے چنگ سے میں نے سنا کہ صبح کے وقت کہہ رہی تھی

مرید حافظ خوش لہجہ و خوش آوازم
میں خوش لہجہ، خوش آواز، حافظ کی مرید ہوں

۱۔ زندگی میں تیرے دامن سے وابستہ رہوں گا مرنے کے بعد میری خاک تیرے دامن سے لگی رہے گی۔
۲۔ جب محبوب راضی ہے تو دشمن کی ناراضی کی کیا پرواہ ہے۔
۳۔ دنیا کی زندگی مسافرانہ ہے اس زندگی کے مصائب کو نماز میں رو رو کر بیان کرتا ہوں۔
۴۔ وطن کی یاد میں ایسا روتا ہوں کہ اگر لوگ سن پائیں تو سفر کرنا چھوڑ دیں۔
۵۔ مہیمن، نگہبان۔ اللہ کے ناموں میں سے ہے۔
۶۔ تاکہ میں وطن میں لوٹ کر پھر شراب خانہ میں جھنڈا بلند کروں۔
۷۔ جبکہ میرا معشوق کمسن ہے تو عقل میرے بڑھاپے کو کس گنتی میں لائیگی۔
۸۔ آنسو میرے اپنے ہیں انہی نے میری چغلخوری کی اب شکایت کس کے متعلق کروں۔

ہر چند پیر و خستہ دل و ناتواں شدم — ہرگہ کہ یادِ روئے تو کردم جواں شدم
ہر چند بوڑھا، اور خستہ دل اور کمزور ہو گیا ہوں — جس وقت تیرے چہرے کی یاد کرلی جوان ہو گیا

شکرِ خدا کہ ہر چہ طلب کردم از خدا — بر منتہائے مطلبِ خود کامراں شدم
خدا کا شکر ہے کہ خدا سے میں نے جو بھی طلب کیا — اپنے مطلب کے آخیر پر میں کامیاب ہو گیا

در شاہراہِ دولتِ سرمد بتختِ بخت — با جامِ مے بکامِ دلِ دوستاں شدم
ہمیشگی کی دولت کے راستہ میں نصیب کے تخت پر — شراب کے جام کے ساتھ دوستوں کے دل کے منشا کے مطابق پہونچا

از آں زماں کہ فتنۂ چشمت بما رسید — ایمن ز شرِ فتنۂ آخر زماں شدم
جب سے تیری آنکھوں کا فتنہ ہمارے پاس آیا ہے — آخری زمانہ کے فتنے کے شر سے میں مطمئن ہو گیا

اے گلبنِ جواں بر دولت بخور کہ من — در سایۂ تو بلبلِ باغِ جناں شدم
اے پھولوں کی جوان شاخ! دولت کا پھل کھا کہ میں — تیرے سایہ میں جنت کے باغ کا بلبل ہو گیا ہوں

اول ز حرفِ لوحِ وجودم خبر نبود — در مکتبِ غمِ تو چنیں نکتہ داں شدم
پہلے تو مجھے وجود کی تختی کے ایک حرف کا بھی پتہ نہ تھا — تیرے غم کے مکتب میں میں ایسا نکتہ داں ہو گیا ہوں

قسمت حوالتم بخرابات می کند — ہر چند ایں چنیں شدم و آنچناں شدم
قسمت مجھے شراب خانہ کے حوالے کرتی ہے — ہر چند کہ میں اس طرح ہوا اور اس طرح ہوا

من پیرِ سال و ماہ نیم یارِ بیوفاست — بر من چو عمر میگذرد پیر ازاں شدم
میں سال اور مہینہ کا بوڑھا نہیں ہوں، دوست بیوفا ہے — میرے پاس سے وہ عمر کی طرح گزر جاتا ہے اسلیے بوڑھا ہو گیا ہوں

آں روز بر دلم درِ معنی کشادہ شد — کز ساکنانِ درگہِ پیرِ مغاں شدم
میرے دل پر معانی کا دروازہ اس دن کھلا — جبکہ میں پیرِ مغاں کی درگاہ کے ساکنوں میں بن گیا

دوشم نوید داد و بشارت کہ حافظا
کل اس نے مجھے خوشخبری اور بشارت دی کہ اے حافظ!

باز آ کہ من بعفوِ گناہت ضماں شدم
واپس آجا میں تیرے گناہوں کی معافی کا ضامن بن گیا ہوں

ردیفِ نون

اے شام بکوئے ما گذر کن — وے صبح بحالِ ما نظر کن
اے شام! ہمارے کوچہ سے گذر — اور اے صبح! ہمارے حال کو دیکھ

از ظلمتِ شب تنم بفرسود — یارب شبِ ظلمتم سحر کن
رات کی تاریکی سے، میرا بدن فرسودہ ہو گیا — اے خدا! میری اندھیری رات کو صبح کر دے

اے بادِ سحر بگوئی با یار — خود را تہِ تیغِ او سپر کن
اے بادِ سحر! دوست سے کہدے — اپنے آپ کو اس کی تلوار کے نیچے ڈھال بنا دے

گر کشتۂ شوم بداغِ ہجراں — بر کشتۂ خویشتن نظر کن
اگر میں ہجر کے داغ سے مارا جاؤں — اپنے شہید پر نظر کر

ے عمر کے اعتبار سے بوڑھا ہوں اور خستہ دل بھی ہوں لیکن محبوب کی یاد مجھے جوان بنا دیتی ہے۔
ے چونکہ محبوب کی آنکھوں کا فتنہ ان تمام فتنوں سے بڑھا ہوا ہے جو قیامت کے قریب برپا ہوں گے لہذا آنکھوں کے فتنے میں مبتلا ہو جانے کے بعد اس کا ڈر دل سے نکل گیا
ے عشق نے سربستہ رازوں کا نکتہ داں بنا دیا ورنہ ہم جاہل تھے۔
ے یعنی کتنا ہی زاہد اور پارسا تھا لیکن تقدیر غالب آگئی۔
ے یعنی سالوں اور مہینوں کے حساب سے میں بوڑھا نہیں ہوں ہجر نے بوڑھا بنا دیا ہے۔
ے حقائق اور معارف شراب خانہ میں پہونچکر کھلے۔
ے پیرِ مغاں نے پکارا اور کہا کہ واپس لوٹ آ گناہوں کی مغفرت کا میں ضامن ہوں۔
ے شام اور صبح ہماری حالت پر رحم کر۔
ے رات کی تاریکی نے جسم گھلا ڈالا، اے خدا اس رات کو صبح کر دے۔

ازْ زلفِ کمانکشش بپرہیز — وز ناوکِ غمزہ اش حذر کن

اس کی کمان کھینچنے والی زلف سے بچ — اور اس کی ادا کے تیر سے ڈر

اے دل اگرت ہوائے وصل ست — برخیز روان و ترکِ سر کن

اے دل! اگر تجھے وصل کی خواہش ہے — جلد اٹھ، اور سر سے ہاتھ دھولے

چوں یار سرِ وفا ندارد — برخیز و ز شہرِ خود سفر کن

چونکہ یار کو وفا کا خیال نہیں ہے — اٹھ، اور اپنے شہر سے چلدے

حافظ چو نمی رسی بمقصود

اے حافظ جبکہ تو مقصود تک نہیں پہونچتا ہے

دم درکش و قصہ مختصر کن

چپ رہ، اور قصہ کو مختصر کر

اے نورِ چشمِ من سخنے ہست گوش کن — تا ساغرت پرست بنوشان و نوش کن

اے میری آنکھوں کے نور! ایک بات ہے، سن — جب تک تیرا ساغر بھرا ہے، پلا اور پی

پیراں سخن بتجربہ گفتند گفتمت — ہاں اے پسر کہ پیر شوی پند گوش کن

بوڑھوں نے تجربہ کی بات کہی ہے میں نے تجھ سے کہدیا — ہاں اے بیٹا! تاکہ تو بوڑھا ہے نصیحت سن

بر ہوشمند سلسلہ ننہادہ است عشق — خواہی کہ زلفِ یار کشی ترکِ ہوش کن

عشق نے، عقلمند سے سلسلہ نہیں رکھا ہے — تو چاہتا ہے کہ محبوب کی زلف کھینچے تو ہوش چھوڑدے

تسبیح و خرقہ لذتِ مستی نبخشدت — ہمت دریں عمل طلب از میفروش کن

تسبیح، اور گدڑی تجھے مستی کی لذت نہ بخشے گی — اس کام میں مے فروش سے باطنی توجہ چاہ

با دوستاں مضائقہ در عمر و مال نیست — صد جاں فدائے یارِ نصیحت نیوش کن

دوستوں کے ساتھ جان و مال سے دریغ نہیں ہے — نصیحت سننے والے دوست پر سو جانیں قربان کردے

در راہِ عشق وسوسۂ اہرمن بسے ست — ہشدار و گوشِ دل بہ پیامِ سروش کن

عشق کے راستہ میں شیطان کا بہت کچھ اندیشہ ہے — ہوشیار ہوجا، اور غیبی پیغام پر دل کا کان لگا

برگ و نوا تبہ شد و سازِ طرب نماند — اے چنگ نالہ برکش و اے دف خروش کن

ساز و سامان تباہ ہوگیا، اور مستی کا ساز نہیں رہا — اے چنگ نالہ کر، اور اے دف شور کر

ساقی کہ جامت از مے صافی تہی مباد — چشمِ عنایتے بمنِ دُرد نوش کن

اے ساقی! تیرا جام خالص شراب سے خالی نہ ہو — مجھ تلچھٹ پینے والے کی طرف نظرِ عنایت کر

سرمست در قبائے زرافشاں چو بگذری

زرافشاں قبا میں، مست ہوکر تو جب گزرے

یک بوسہ نذرِ حافظِ پشمینہ پوش کن

کمبل پوش، حافظ کو ایک بوسہ نذر کردے

افسرِ سلطانِ گل پیدا شد از طرفِ چمن — مقدمش یارب مبارک باد بر سرو و سمن

چمن کی طرف سے، پھول کے بادشاہ کا تاج رونما ہوا — اے خدا! اس کا آنا سرو، اور سمن کو مبارک ہو

ا۔ زلف کو تیر انداز اور ادا کو تیر قرار دیا ہے۔

۲۔ جبکہ وصل کی توقع نہیں ہے تو قصہ گوئی سے کیا فائدہ ہے۔

۳۔ یہی بات کہنی ہے کہ جب تک بھی ساغر میں شراب ہے خود بھی پی اور دوسروں کو بھی پلا۔

۴۔ عشق، عقل کے ساتھ جمع نہیں ہوتا اگر عشق کرنا ہے تو مدہوشی پیدا کرو۔

۵۔ جو مخلص دوست ہیں ان پر جان و مال قربان کردینا چاہیئے۔

۶۔ عشق کے معاملہ میں غیبی آواز پر کان رکھنا چاہیئے ورنہ شیطان وساوس ڈالے گا اور انسان گمراہ ہوجائیگا۔

۷۔ گویا کہ چنگ اور دف کو اپنی ناتوانی پر نالہ اور نوحہ کرنا چاہیئے۔

۸۔ یعنی موسمِ بہار آگیا ہے۔

خوش بجائے خویشتن بود این نشستِ خسروی
بادشاہ کا اپنی جگہ پر بیٹھنا، اچھا ہوتا

تا نشیند ہر کسے اکنوں بجائے خویشتن
تاکہ ہر شخص اب اپنی جگہ بیٹھ جائے

تا ابد معمور باد ایں خانہ کز خاک درش
خدا کرے یہ گھر ہمیشہ آباد رہے اس لیے کہ اسکے در کی خاک سے

ہر نفس با بوئے رحماں می وزد بادِ یمن
یمن کی ہوا ہر سانس میں رحمان کی خوشبو لیکر چلتی ہے

خاتمِ جم را بشارت دہ بحسنِ خاتمہ
جمشید کی انگوٹھی کو حسنِ خاتمہ کی بشارت دیدے

کاسمِ اعظم کرد ازو کوتاہ دستِ اہرمن
اس لیے کہ اسمِ اعظم نے اس شیطان کے ہاتھ کو اس سے کوتاہ کر دیا ہے

خنگ چوگانی چرخت رام شد در زیرِ زیں
آسمان کا چوگانی گھوڑا تیری زین کے نیچے رام ہو گیا ہے

شہسوارا خوش بمیداں آمدی گوئے بزن
اے شہسوار! تو میدان میں خوب آیا، گیند مار

جوئبارِ ملک را آب از سرِ شمشیرِ تست
ملک کے چشمہ میں پانی، تیری تلوار کی نوک کی وجہ سے ہے

تو درختِ عدل بنشاں بیخ بدخواہاں بکن
تو انصاف کا پودا لگا، دشمنوں کی جڑ اکھاڑ

شوکتِ پورِ پشنگ و تیغِ عالمگیرِ او
پشنگ کے بیٹے کا دبدبہ اور اس کی عالمگیر تلوار

در ہمہ شہنامہ باشد داستانِ انجمن
تمام شاہناموں میں انجمن کی داستان ہوگی

بعد ازیں نشگفت اگر با نکہتِ خلقِ خوشت
کوئی تعجب نہیں ہے اسکے بعد اگر تیرے اچھے اخلاق کی خوشبو کی وجہ سے

خیزد از صحرائے ایراں نافۂ مشکِ ختن
ختن کے مشک کا نافہ ایران کے جنگل سے پیدا ہو

گوشہ گیراں انتظارِ جلوۂ خوش میکشند
گوشہ نشین، اچھے جلوے کا انتظار کر رہے ہیں

بر شکن طرفِ کلاہ و برقع از رخ بر فگن
ٹوپی کا کنارہ ٹیڑھا کر، اور رخ سے برقع اتار پھینک

اے صبا بر ساقیِ بزمِ اتابک عرضہ دار
اے صبا! اتابک کی مجلس کے ساقی کو پیغام پہونچا دے

تا ازاں جامِ زر افشاں جرعۂ بخشند بمن
تاکہ اس زر افشاں جام سے مجھے ایک گھونٹ بخشدے

مشورت با عقل کردم گفت حافظ مے بنوش
میں نے عقل سے مشورہ کیا، اس نے کہا اے حافظ شراب پی

ساقیا مے دہ بقولِ مستشارِ مؤتمن
اے ساقی با اعتماد مشیر کے قول کے مطابق شراب دیدے

اے خسروِ خوباں نظرے سوئے گدا کن
اے حسینوں کے بادشاہ! فقیر پر ایک نظر کر

رحمے بمنِ سوختۂ بے سر و پا کن
مجھ جلے ہوئے، بے سر و پا پر، رحم کر

دارد دلِ درویش تمنائے نگاہے
فقیر کا دل، ایک نگاہ کا آرزو مند ہے

زاں چشمِ سیہ مست بیک غمزہ روا کن
اس مست، کالی آنکھ کی ایک ادا سے حاجت روائی کر دے

گر لاف زند ماہ کہ ماند بجمالت
اگر چاند ڈینگیں مارے کہ تیرے حسن کے مشابہ ہے

بنمائے رخِ خویش و مہ انگشت نما کن
اپنا رخ دکھا دے، اور چاند پر انگشت نمائی کر دے

اے سروِ چماں از چمن و باغ زمانے
اے سرو خراماں! چمن اور باغ سے تھوڑی دیر کے لئے

بخرام دریں بزم و دو صد جامہ قبا کن
اس محفل میں ٹہل، اور سینکڑوں دلوں کا پیرہن چاک کر دے

شمع و گل و پروانہ و بلبل ہمہ جمع اند
شمع، گل، پروانہ اور بلبل سب جمع ہیں

اے دوست بیا رحم بہ تنہائی ما کن
اے دوست! آجا، ہماری تنہائی پر رحم کر

---

۱ اگر بیر انجمن آجاتا ہے تو پھر سب اپنی اپنی جگہ قرینے سے بیٹھ جاتے ہیں۔
۲ ایک حدیث کا مضمون ہے حضور نے فرمایا مجھے یمن کی طرف سے رحمان کے سانس کی خوشبو آتی ہے۔
۳ تیری تلوار ملک کی آبیاری کر رہی ہے تو انصاف کی شجرکاری کر۔
۴ پشنگ، افراسیاب کے باپ کا نام ہے۔
۵ تورانی بادشاہ کا شاہنامہ شاہی کارناموں کی تاریخ ہوتی ہے۔
۶ تیرے اچھے اخلاق سے ایران کی سرزمین مہک رہی ہے اور اس میں سے مشکِ ختن کی خوشبو آرہی ہے۔
۷ عقل کا مشورہ یہی ہے کہ شراب نوشی کیجائے۔
۸ اگر چاند برابری کا دعوی کرے تو اپنا رخ دکھا دے وہ بدنام ہو جائے گا۔
۹ جامہ کو قبا کرنا یعنی اس کو چاک کرنا۔
۱۰ دوسرے عاشق و معشوق جمع ہیں اور میں عاشق مہجور ہوں۔

بادل شدگاں جور و جفا تا کے آخر
بے دلوں پر آخر کب تک ظلم و ستم کرے گا؟
آہنگِ وفا ترکِ جفا بہرِ خدا کن
خدا کے لئے وفا کا ارادہ کر اور جفا چھوڑ دے

مشنو سخنِ دشمنِ بدگوئے خدارا
خدا کے لیے بدگو دشمن کی بات نہ سن

با حافظِ مسکینِ خود اے دوست وفا کن
اے دوست اپنے مسکین حافظ کے ساتھ وفا کر

اے روئے ماہ منظرِ تو نو بہارِ حسن
اے کہ تیرا چاند جیسا چہرہ، حسن کی نوبہار ہے
خال و خطِ تو مرکزِ لطف و مدارِ حسن
تیرا تل اور خط پاکیزگی کا مرکز اور حسن کا مدار ہے

در چشمِ پر خمارِ تو پنہاں فسونِ سحر
تیری خمار بھری آنکھوں میں جادو کا منتر پوشیدہ ہے
در زلفِ بیقرارِ تو پیدا قرارِ حسن
تیری بے قرار زلف میں حسن کا سکون ظاہر ہے

ماہے نتافت چوں رخت از برجِ خسروی
شاہی برج سے تیرے چہرے جیسا کوئی چاند نہ چمکا
سروے نخاست چوں قدت از جوئبارِ حسن
حسن کی نہر سے تیرے قد جیسا کوئی سرو نہیں ابھرا

خرم شد از ملاحتِ تو عہدِ دلبری
تیری ملاحت سے، دلبری کا زمانہ خوشگوار و خرم ہو گیا
فرخ شد از لطافتِ تو روزگارِ حسن
تیری پاکیزگی سے حسن کا زمانہ بابرکت ہو گیا

از دامِ زلف و دانۂ خالِ تو در جہاں
تیری زلف کے جال اور تل کے دانہ سے، دنیا میں
یک مرغِ دل نماند نگشتہ شکارِ حسن
دل کا ایک پرند نہیں بچا، جو حسن کا شکار نہ بن گیا ہو؟

دائم بلطف دایۂ طبع از میانِ جاں
فطرت کی دایہ دل و جان سے، مہربانی کے ساتھ ہمیشہ
می پرورد بناز ترا در کنارِ حسن
تجھے حسن کی گود میں، ناز سے پالتی ہے

گردِ لبت بنفشہ از آں تازہ و تر است
تیرے ہونٹوں کے چاروں طرف بنفشہ اس وجہ سے تر و تازہ ہے
کآبِ حیات میخورد از جوئبارِ حسن
کہ حسن کی نہر سے آبِ حیات پی رہا ہے

مثلِ تو گلرخے نتواں یافت در جہاں
تجھ جیسا پھول جیسے چہرے والا دنیا میں نہ پایا جا سکا
در گلشنِ زمانہ تو داری بہارِ حسن
زمانہ کے باغ میں تو حسن کی بہار رکھتا ہے

حافظ طمع برید کہ بیند نظیرِ دوست
حافظ نے لالچ ختم کر دیا کہ دوست کی مثال دیکھے

دیار نیست غیرِ تو اندر دیارِ حسن
حسن کے ملک میں تیرے سوا کوئی آباد نہیں ہے

اے لبت آبِ حیات و اے قدت سروِ چمن
اے وہ کہ تیرا ہونٹ آبِ حیات ہے، اور تیرا قد چمن کا سرو ہے
اے رخت خورشیدِ خاور وے خطت مشکِ ختن
اے وہ کہ تیرا رخ مشرق کا سورج ہے اور تیرا خط ختن کا مشک ہے

ہیچو ابروئے تو چشمِ من کم آید ماہِ نو
کوئی نیا چاند میری نظر میں تیرے ابرو جیسا نہیں ہے
چوں لبِ لعلت نباشد عقیق اندر یمن
تیرے لب لعل جیسا، یمن میں کوئی عقیق نہ ہوگا

تا رخت دیدہ است گل در باغ اے سروِ رواں
اے چلتے پھرتے سرو! جب سے باغ میں پھول نے تیرا رخسار دیکھا ہے
بر تنِ خود چاک میسازد ز خجلت پیرہن
شرمندگی سے اپنے بدن پر لباس چاک کر رہا ہے

ؔ۱ آج تک تجھ جیسا حسین رخ اور حسین قد کوئی پیدا نہیں ہوا۔
ؔ۲ کوئی دل نہیں جو تیری زلف کے دام اور تل کے دانہ میں نہ پھنسا ہو۔
ؔ۳ قدرت نے تجھے حسن کی گود میں نازوں سے پالا ہے۔
ؔ۴ سبزۂ خط کو بنفشہ اور ہونٹوں کو آبِ حیات کی نہر قرار دیا ہے۔
ؔ۵ ملکِ حسن کا صرف تو ہی ایک باشندہ ہے۔
ؔ۶ میری نظر میں ہلال تیری ابرو سے زیادہ خوبصورت نہیں ہے اور تیرے ہونٹوں کے مقابلہ میں کوئی عقیق رنگ ہے۔

رشتۂ جانِ من ست آں یا سرِ موئے بتاں
وہ میری جان کا دھاگا ہے، یا معشوقوں کا بال ہے

ذرۂ خورشید یا دُرج دُرست آں یا دہن
وہ آفتاب کا ذرہ ہے، یا موتیوں کی ڈبیہ یا منہ ہے

بوسہ میخواہم ز تو لب را بدنداں میگزی
میں تجھ سے بوسہ مانگتا ہوں، تو دانتوں سے ہونٹ کاٹتا ہے

میکنی جانم جراحت بارِ دیگر جانِ من
اے میری جان! تو میری جان کو دوبارہ زخمی کرتا ہے

عاشقِ روئے توام اے شاہِ خوبانِ جہاں
اے حسینانِ عالم کے بادشاہ! میں تیرے چہرے کا عاشق ہوں

ایں حکایت را بدانند آشکارا مرد و زن
اس قصہ کو مرد و زن کھلم کھلا جانتے ہیں

مُرد حافظ در غمت در گردنِ تو خونِ من
تیرے غم میں حافظ مر گیا، میرا خون تیری گردن پر ہے

دادِ من بستاند از تو روزِ محشر ذوالمنن
خدا حشر کے دن تجھ سے میرا بدلہ لے گا

بالا بلند عشوہ گر سروِ نازِ من
میرے بلند قد، عشوہ گر، سرو ناز نے

کوتاہ کرد قصۂ زہدِ درازِ من
میرے دراز زہد کے قصہ کو مختصر کر دیا

دیدی دلا کہ آخرِ پیری و زہد و علم
اے دل! تو نے دیکھا کہ بڑھاپے اور زہد، اور علم کے آخر میں

با من چہ کرد دیدۂ معشوقہ بازِ من
میری معشوقہ باز آنکھوں نے میرے ساتھ کیا کیا؟

از آب دیدہ بر سرِ آتش نشستہ ام
میں آنکھوں کے آنسوؤں سے بیقرار ہو گیا ہوں

کو فاش کرد در ہمہ آفاق رازِ من
اس لیے کہ انھوں نے تمام زمانے میں میرا راز فاش کر دیا

میترسم از خرابیٔ ایماں کہ می برد
مجھے ایمان کی خرابی کا ڈر ہے، اس لئے کہ لیجاتی ہے

محرابِ ابروئے تو حضور از نمازِ من
تیری ابرو کی محراب میری نماز سے دل کی لگن کو

مست ست یار و یادِ حریفاں نمیکند
دوست مست ہے، اور عاشقوں کو یاد نہیں کرتا ہے

یادش بخیر ساقیٔ مسکیں نوازِ من
میرے مسکین نواز، ساقی کی یاد بخیر ہو

یارب کے آں صبا بوزد کز نسیمِ او
اے خدا! وہ صبا کب چلے گی جس کی نسیم آئے؟

گردد شمامۂ کرمش کارسازِ من
اُس کے کرم کی خوشبو میری کار ساز بن جائے

بر خود چو شمع خندہ زناں گریہ میکنم
میں شمع کی طرح، اپنے لوپر ہنستا ہوا روتا ہوں

تا با تو سنگدل چہ کند سوز و سازِ من
دیکھئے، تجھ سنگدل پر میرا سوز و ساز کیا اثر کرتا ہے؟

نقشے بر آب میزنم از گریہ حالیا
فی الحال تو میں بے نتیجہ روتا ہوں

تا کے شود قرینِ حقیقت مجازِ من
دیکھئے، میرا مجاز کب حقیقت کے قریب ہوتا ہے؟

محمود را دمے کہ بآخر رسید عمر
جس وقت محمود کی عمر آخر پر پہونچی

میداد جاں بزاری و میگفت ایازِ من
عاجزی کے ساتھ جان دے رہا تھا اور کہتا تھا "اے میرے ایاز"

گفتم بدلقِ زرق بپوشم نشانِ عشق
میں نے کہا تھا، مکر کی گدڑی سے عشق کا نشان چھپالوں گا

غماز بود اشک و عیاں کرد رازِ من
آنسو چغلخور تھے، اور انہوں نے میرا راز کھول دیا

زاہد ازیں نمازِ تو کارے نمیرود
اے زاہد! تیری اس نماز سے کچھ کام نہیں چلتا

ہم مستیٔ شبانہ و راز و نیازِ من
میری رات کی مستی، اور راز و نیاز سے بھی

---

۱ محبوب کا بال میری جان کا دھاگا ہے، اس کا منہ آفتاب کا ذرہ ہے یا موتیوں کی ڈبیہ۔
۲ بوسہ کے سوال پر غصہ میں دانتوں سے ہونٹ کاٹتا ہے جو میری جان ہیں۔
۳ میرے محبوب نے میرا پرانا زہد و تقویٰ ختم کر ڈالا۔
۴ پوری زندگی زہد و علم میں گذاری اب آخر عمر میں عشقباز آنکھوں نے سب کچھ ختم کر دیا۔
۵ بر سرِ آتش نشستن، بیقرار ہو جانا۔
۶ نماز میں اگر تیری ابرو کے محراب کا تصور آجاتا ہے تو نماز میں دل نہیں لگتا یہ ایمان کی خرابی کی دلیل ہے۔
۷ شمع کو خنداں اور گریاں مانا جاتا ہے اس کا نور خندہ ہے اور پگھلنا رونا ہے۔
۸ عاشق نزع کے وقت بھی معشوق کو یاد کرتا ہے محمود ایاز ایاز کہتا دنیا سے گیا۔
۹ زہد کی گدڑی میں عشق چھپانا چاہتا تھا لیکن آنسوؤں نے چغلی کھا دی۔
۱۰ نہ زاہد کی نماز ۲

۲ موجب وصال بن رہی ہے نہ میری مستی اور راز و نیاز۔

یاراں بناز و نعمت و ما غرقِ محنتیم — بارے بساز کارِ من اے کارسازِ من

دوست ناز و نعمت میں ہیں، اور ہم مصیبت میں ڈوبے پڑے ہیں — اے میرے کارساز! اب تو میرا کام بنا دے

حافظ ز غصہ سوخت بگو حالش اے صبا

حافظ رنج سے جل مرا، اے صبا! اس کی حالت بتا دے

باشاہِ دوست پرورِ دشمن گدازِ من

میرے دوست پرور، دشمن سوز، بادشاہ کو

بہارِ گل طرب انگیز گشت و توبہ شکن — بشادیِ رُخِ گل بیخِ غم ز دل بر کن

پھولوں کی بہار مستی پیدا کرنے والی، اور توبہ شکن بن گئی ہے — پھول کے رُخ کی خوشی میں، غم کی جڑ دل سے اکھاڑ پھینک

طریقِ صدق بیاموز ز آبِ صاف اے دل[1] — براستی طلب آزادگی ز سروِ چمن

اے دل! صاف پانی سے دل کی سچائی کا طریقہ سیکھ لے — چمن کے سرو سے، سچائی کے ساتھ آزادی طلب کر

رسید بادِ صبا غنچہ از ہواداری[2] — ز خود برون شد و بر تن درید پیراہن

بادِ صبا آ پہنچی، محبت میں غنچہ — آپے سے باہر ہو گیا، اور جسم پر پیرہن کو چاک کر ڈالا

ز دستبردِ صبا گردِ گل کلالہ ببیں[3] — شکنجِ گیسوئے سنبل نگر بروئے سمن

صبا کی دستبرد سے، گل کے چاروں طرف زلف کو دیکھ — سمن کے چہرے پر، سنبل کے گیسو کے بل دیکھ

عروسِ غنچہ بدیں زیور و تبسمِ خوش — معاینہ دل و دیں میبرد بوجہِ حسن

غنچہ کی دلہن اس زیور، اور حسین تبسم کے ذریعہ — اچھے طریقے پر کھلم کھلا دل اور دین لیے جا رہی ہے

صفیرِ بلبلِ شوریدہ و نفیرِ ہزار[4] — برائے وصلِ گل آمد برون قلبِ حزن

پریشان بلبل کی چہچہاہٹ، اور ہزار داستان کی آواز — غمگین دل سے وصلِ گل کے لئے باہر نکلی ہے

حدیثِ قصۂ دوراں ز جام جو حافظ

اے حافظ زمانہ کے قصے کی بات، جام سے سُن

بقولِ مطرب و فتوائے پیرِ صاحب فن

مطرب کے قول، اور صاحب فن پیر کے فتوے کے مطابق

بفگن بر صفِ رنداں نظرے بہتر ازیں — بر درِ میکدہ می کن گذرے بہتر ازیں

رندوں کی صف پر، اس سے اچھی نظر ڈال — میکدہ کے در پر، اس سے اچھی طرح گذر

در حقِ من لبت آں لطف کہ میفرماید — گرچہ خوبست و لیکن قدرے بہتر ازیں

میرے بارے میں جو مہربانی تیرے ہونٹ کرتے ہیں — اگرچہ اچھی ہے، لیکن ذرا اس سے اور اچھی

آنکہ فکرش گرہ از کارِ جہاں بکشاید — گو دریں نکتہ بفرما نظرے بہتر ازیں[5]

جس کی فکر، دنیا کے کام کی گرہ کھولتی ہے — اس سے کہہ دو کہ اس نکتہ میں اس سے بہتر غور و فکر کرے

دل بداں رودِ گرامی چہ کنم گر ندہم — مادرِ دہر ندارد دلپسرے بہتر ازیں

اس معزز لڑکے کو دل نہ دوں، تو کیا کروں — زمانہ کی ماں کے پاس اس سے بہتر کوئی لڑکا نہیں ہے

ناصحم گفت کہ جز غم چہ ہنر دارد عشق[6] — گفتم اے خواجۂ عاقل ہنرے بہتر ازیں

مجھ سے ناصح نے کہا، غم کے سوا عشق کیا ہنر رکھتا ہے — میں نے کہا اے عقلمند خواجہ اس سے بہتر ہنر اور کونسا ہے!

[1] صاف پانی اپنے ہر خس و خاشاک کو ظاہر کر دیتا ہے اس لئے صدقِ دل پانی سے سیکھنی چاہیے سرو چمن آزاد ہے اس سے آزادی کا سبق حاصل کرنا چاہیے۔

[2] غنچہ کلی عشق کی وجہ سے اپنی پتیاں کھول دیتا ہے اور باہر نکل آتا ہے۔

[3] ہوا نے گل کے چاروں طرف سنبل کی زلفیں بکھیر دی ہیں۔

[4] ہزار بلبل کی ایک قسم ہے یعنی بلبل و ہزار کا نالہ بھی طلبِ وصل کے لیے ہے۔

[5] عشق کے معاملہ میں زیادہ غور و فکر کی ضرورت ہے۔

[6] ناصح نے طنزاً کہا عشق میں غم کے سوا اور کیا ہے میں نے کہا اس ہنر سے بہتر اور کونسا ہنر ہو سکتا ہے۔

گر بگویم کہ قدح گیر و لبِ ساغر بوس
اگر یہ کہوں کہ پیالہ تھام، اور ساغر کا ہونٹ چوم

بشنو اے جاں کہ نگوید دگرے بہتر ازیں
اے جان! سن لے اسلیے کہ کوئی دوسرا اس سے بہتر بات نہیں کہہ سکتا ہے

کلکِ حافظ شکریں شاخِ نباتست بچیں
حافظ کا قلم، گنے کی میٹھی شاخ ہے، چن لے

کہ دریں باغ نہ بینی ثمرے بہتر ازیں
اس لیے تو اس باغ میں تو اس سے بہتر پھل نہ دیکھے گا

چندانکہ گفتند غم با طبیباں
انھوں نے ہر چند، طبیبوں کو غم بتایا

درماں نکردند مسکیں غریباں
غریب، مسکین علاج نہ کر سکے

آں گل کہ ہر دم در دستِ خارست
جو پھول ہر وقت کانٹے کے ہاتھ میں ہے

گو شرم بادت از عندلیباں
اس سے کہدو! تجھے بلبلوں سے شرم آنی چاہئے

ما دردِ پنہاں با یار گفتیم
ہم نے چھپا ہوا درد دوست سے کہدیا

نتواں نہفتن درد از طبیباں
طبیبوں سے درد نہیں چھپایا جاسکتا ہے

یارب اماں دہ تا باز بیند
اے خدا! امن دے تاکہ پھر دیکھ لے

چشمِ محباں روئے حبیباں
دوستوں کی آنکھ، معشوقوں کے چہرے کو

دُرجِ محبت بر مُہرِ خود نیست
محبت کی ڈبیہ پر اپنی مہر نہیں ہے

یارب مبادا کامِ رقیباں
اے خدا! رقیبوں کا مقصد پورا نہ ہو

اے مُنعم آخر بر خوانِ وصلت
اے دولتمند! تیرے وصل کے دسترخوان پر آخر

تا چند باشم از بے نصیباں
میں کب تک بے نصیبوں میں سے بنا رہوں گا

با آہ و دردم با روئے زردم
میں آہ اور درد میں ہوں، زرد چہرے والا ہوں

مانندِ باراں سر در بیاباں
بارش کی مانند، جنگل میں سردھرے ہوں

حافظ نہ گشتی رسوائے گیتی
اے حافظ! تو رسوائے عالم نہ ہوتا

گر می شنیدی پندِ ادیباں
اگر ادب سکھانے والوں کی نصیحت سن لیتا

چو گل ہر دم ببویت جامہ بر تن
تیری خوشبو کی وجہ سے پھول کی طرح ہر وقت بدن پر کپڑے

کنم چاک از گریباں تا بدامن
پھاڑتا ہوں گریبان سے دامن تک

تنت را دیدہ گل گوئی کہ در باغ
گویا کہ پھول نے تیرے جسم کو دیکھ لیا ہے کیونکہ باغ میں

چو مستاں جامہ را بدرید بر تن
مستوں کی طرح جسم پر لباس کو چاک کرلیا ہے

من از دستِ غمت مشکل برم جاں
میں تیرے غم کے ہاتھ سے مشکل سے جان بچاتا ہوں

ولے دل را تو آساں بردی از من
لیکن تو آسانی سے مجھ سے دل لے گیا

بقولِ دشمناں برگشتی از دوست
دشمنوں کے کہنے سے تو دوست سے برگشتہ ہوگیا

نگردد ہیچکس با دوست دشمن
کوئی شخص دوست کا دشمن نہیں ہوا کرتا

لہ کوئی دوسرا اس سے بہتر نصیحت نہیں کرسکتا۔
لہ مرضِ عشق یار علاج طبیبوں کے پاس نہیں ہے۔
سے جو معشوق رقیبوں میں پھنسا ہے اس کو عاشق سے شرم آنی چاہئے۔
سے کیونکہ میرے مرض کا طبیب معشوق ہی ہے۔
ے چونکہ محبوب اپنے اختیار میں نہیں ہے رقیبوں سے خلاملا ہے خدا کرے ان کا مقصد پورا نہ ہو۔
ہ پھولوں نے اپنے کپڑے تیرے عشق میں پھاڑے ہیں۔
ے مجھے جان بچانا مشکل ہے تجھے دل لے لینا آسان ہے۔

تنت در جامہ چوں در جام بادہ
کپڑوں میں تیرا بدن، جیسا کہ جام میں شراب

دلت در سینہ چوں در سیم آہن
سینہ میں تیرا دل، جیسا کہ چاندی میں لوہا

ببار اے شمع اشک از دیدہ چوں میغ
اے شمع! ابر کی طرح آنکھوں سے آنسو بہا

کہ سوز دل شود بر خلق روشن
تاکہ لوگوں پر دل کی جلن واضح ہو جائے

مرو کز سینہ ام آہ جگر سوز
نہ جا، اس لیے کہ میرے سینے سے جگر سوز آہ

بر آید ہمچو دود از راہ روزن
اس طرح نکلتی ہے جس طرح سوراخ کے راستہ سے دھواں

دلم را مشکن و در پا میانداز
میرا دل نہ توڑ، اور پیروں میں نہ ڈال

کہ دارد در سر زلف تو مسکن
اس لیے کہ وہ تیری زلف میں ٹھکانا رکھتا ہے

چو دل را بست در زلف تو حافظ
جبکہ حافظ نے دل کو تیری زلف سے وابستہ کر دیا ہے

بدینساں کار او در پا میفگن
اس طرح سے اس کے کام کو پیروں میں نہ ڈال

چوں شوم خاک رہش دامن بیفشاند ز من
جب میں اس کے راستہ کی خاک بنتا ہوں، مجھ سے دامن جھاڑتا ہے

ور بگویم دل بگرداں رو بگرداند ز من
اور اگر میں کہتا ہوں دل پھیر دے، مجھ سے منہ پھیر لیتا ہے

گر چو شمعش پیش میرم بر غمم خندد چو صبح
اگر شمع کی طرح اس کے سامنے مرتا ہوں، میرے غم پر صبح کی طرح ہنستا ہے

ور برنجم خاطر نازک برنجاند ز من
اگر میں رنجیدہ ہوتا ہوں، نازک دل کو مجھ سے رنجیدہ کر لیتا ہے

عارض رنگیں بہر کس مینماید ہمچو گل
پھول جیسا رنگین رخسار، سب کو دکھاتا ہے

ور بگویم باز پوشاں باز پوشاند ز من
اور اگر میں کہتا ہوں چھپا لے، تو مجھ سے چھپا لیتا ہے

دوستاں جان دادم از بہر دہانش بنگرید
اے دوستو! اس کے منہ کے لیے میں نے جان دے دی، دیکھو

کو بچیزے مختصر چوں باز میماند ز من
تو اتنی مختصر چیز کے لیے بھی وہ مجھ سے دریغ کرتا ہے

او بخون تشنہ و من بر لبش تا چوں شود
وہ میرے خون کا پیاسا ہے، میں اس کے ہونٹ کا، دیکھو کیا ہوتا ہے

کام ازو بستانم از وی یا داد او بستاند ز من
میں اس سے مقصد حاصل کرتا ہوں یا وہ مجھ سے داد لیتا ہے

چشم خود را گفتم آخر یک نظر سیرش ببیں
میں نے اپنی آنکھ سے کہا، آخر سیر ہو کر ایک نظر دیکھ لے

گفت میخواہی مگر تا جوئے خوں راند ز من
اس نے کہا، شاید تو یہ چاہتا ہے وہ مجھ سے خون کی ندی بہا دے

گر چو فرہادم بتلخی جاں بر آید حیف نیست
اگر کوہ کن فرہاد کی طرح میری جان تلخی سے نکل جائے کوئی افسوس نہیں

بس حکایتہائے شیریں باز میماند ز من
بہت سی میٹھی حکایتیں تو میری باقی رہ جائیں گی

ختم کن حافظ کہ گر زینگونہ خوانی درس عشق
اے حافظ! ختم کر دے، اگر تو عشق کا سبق اسی طرح پڑھتا رہے گا

خلق در ہر گوشہ افسانہ خواند ز من
لوگ ہر گوشہ میں میرا ہی افسانہ پڑھیں گے

خدارا کم نشیں با خرقہ پوشاں
خدا کے لیے گدڑی پہننے والوں کے ساتھ کم بیٹھ

رخ از رندان بیساماں مپوشاں
بے سامان رندوں سے رخ نہ چھپا

لے سینہ چاندی ہے اور دل لوہا۔
سے تیرے چلے جانے سے جگر سوز آہیں اس طرح نکلیں گی جیسے سوراخ سے دھواں نکلتا ہے۔
سے دل کا مسکن جبکہ تیری زلف ہے اس کو پامال نہ کر۔
سے خاک بنکر بھی دامن پکڑنا نصیب نہیں ہے پھر دل واپس کرنے کو کہتا ہوں تو دل بھی واپس کرنے پر آمادہ نہیں ہے۔
سے میں جان دیتا ہوں تو وہ ہنستا ہے میں اظہار غم کرتا ہوں تو خفا ہوتا ہے۔
سے سب کو چہرہ دکھاتا ہے میں منع کرتا ہوں تو مجھ ہی سے منہ چھپا لیتا ہے۔
سے جھنے تو اس کو جان دے دی وہ اپنا ذرا سا منہ بھی نہیں دیتا ہے۔
سے داؤ ستا ندن یعنی جیت لینا یعنی وہ میرے خون کا پیاسا ہے اور میں اس کے ہونٹوں کا پیاسا ہوں اب یا تو میرا ہی مقصد حاصل ہو گا یا اس کا ہی۔
سے معمولی نظر نے تو یہ حال کر دیا ہے دل بھر کر دیکھوں گا تو خون کی ندیاں

دریں خرقہ بسے آلودگی ہست
اس گدڑی میں بڑی گندگی ہے

خوشا وقتِ قبائے مے فروشاں
مے فروشوں کی قبا کا وقت اچھا ہے

چو مستم کردۂ مستور منشیں
جب تو نے مجھے مست کر دیا ہے، چھپ کر نہ بیٹھ

چو نوشم دادۂ زہرم منوشاں
جب تو نے مجھے شہد دیا ہے، تو زہر نہ پلا

تو نازک طبعی و طاقت نیاری
تو نازک طبع ہے، اور برداشت نہ کرے گا

گرانی ہائے مشتے دلق پوشاں
مٹھی بھر گدڑی پہننے والوں کی ناگواری کو

دریں صوفی وشاں دردے ندیدم
ان صوفی نما لوگوں میں، میں نے درد نہیں دیکھا

کہ صافی باد عیشِ دُرد نوشاں
خدا کرے تلچھٹ پینے والوں کا عیش صاف رہے

لبِ میگون و چشمِ مست بکشائی
شراب جیسے ہونٹ، اور مست آنکھ کھول

کہ از شوقت مے لعل ست جوشاں
کیونکہ تیرے شوق سے سُرخ شراب جوش میں ہے

بیا و زرقِ ایں سالوسیاں بیں
آ، اور ان مکاروں کی مکاری دیکھ

صراحی خوں دل و بربط خروشاں
صراحی کا دل خون ہو رہا ہے اور بربط شور کر رہی ہے

تو در خوابی کجا دانی کہ عاشق
تو خواب میں ہے، تجھے کیا معلوم ہے کہ عاشق

بسر در کوئے میگردد خروشاں
سر کے بل کوچہ میں شور کرتا پھر رہا ہے

ز دل گرمیِ حافظ بر حذر باش
حافظ کے دل کی گرمی سے ڈرتا رہ

کہ دارد سینۂ چوں دیگ جوشاں
اس لیے کہ اس کا سینہ دیگ کی طرح جوش مار رہا ہے

بہتر از فکرِ مے و جام چہ خواہد بودن
شراب اور جام کے خیال سے اور کیا بہتر ہوگا؟

تا بہ بینیم سرانجام چہ خواہد بودن
آخر ہم دیکھیں سرانجام کیا ہوگا؟

پیرِ میخانہ چہ خوش گفت معمائے دوش
میخانہ کے پیر نے، کل شب کیا اچھا معمہ بتایا

از خطِ جام کہ فرجام چہ خواہد بودن
جام کے خط سے، کہ انجام کیا ہوگا!

بادہ خور غم مخور و پندِ مقلد مشنو
شراب پی، غم نہ کر، اور مقلد کی بات نہ سن

اعتبارِ سخنِ عام چہ خواہد بودن
عوام کی بات کا کیا اعتبار ہوگا؟

غمِ دل چند تواں خورد کہ ایام نماند
دل کا غم کب تک کھایا جائے، کہ زمانہ نہیں رہا

گو نہ دل باش و نہ ایام چہ خواہد بودن
کہہ دو، نہ دل رہے، نہ زمانہ کیا رہے گا؟

مرغِ کم حوصلہ را گو سرِ خود گیر و برو
کم حوصلہ پرندہ کو کہہ دو جائے، اپنا کام کرے

رحمِ آنکس کہ نہد دام چہ خواہد بودن
جو شخص جال بچھائے، اس کا رحم کیا ہوگا؟

دستِ رنج تو ہماں بہ کہ شود صرفِ بکام
تیری وہ تکلیف بہتر ہے جو مقصد میں صرف ہو

تا بہ بینیم کہ بنا کام چہ خواہد بودن
دیکھئے! بنا کام کا کیا ہوگا

بردم از رہ دلِ حافظ بدف و چنگ و غزل
دف، اور چنگ، اور غزل کے ذریعہ میں نے حافظ کے دل کو راستہ سے ہٹایا

تا جزائے منِ بدنام چہ خواہد بودن
دیکھئے! مجھ بدنام کی کیا سزا ہوگی؟

ے جبکہ دیدار کا شہد پلایا ہے، فراق کا زہر نہ دے۔
ے تیرے ہونٹوں کی سرخی اور آنکھوں کی مستی کو دیکھ کر شراب جوش میں آ رہی ہے۔
ے صراحی میں شراب نہیں ہے بلکہ صراحی کے دل کا خون ہے جو کہ زاہدوں کی مکاریوں کو دیکھ کر ہو رہا ہے اور بربط بھی اسی کی فریادی ہے۔
ے خطِ جام سے مراد وہ نشان ہوتا ہے جو مقدار متعین کرنے کے لیے لگا دیا جاتا ہے یعنی پیر نے جام کے خط سے یہ معمہ پڑھا ہے کہ دیکھو انجام کیا ہوتا ہے۔
ے مقلد عوام میں سے ہے اور عوام کی بات ناقابلِ اعتبار ہے۔
ے جو صیاد سے رحم کی توقع کرے وہ کم حوصلہ پرندہ ہے۔

دانی کہ چیست دولت دیدار یار دیدن
تو جانتا ہے کہ یار کے دیکھنے کی دولت کیا ہے؟

در کوئے او گدائی بر خسروی گزیدن
اس کے کوچہ کی گداگری کو بادشاہت پر ترجیح دینا ہے

از جاں طمع بریدن آساں بود و لیکن
جان سے توقع اٹھا لینا آسان ہے لیکن

از دوستانِ جانی مشکل بود بریدن
جانی دوستوں سے قطع تعلق کرنا مشکل ہوتا ہے

خواہم شدن بہ بستاں چوں غنچہ با دلِ تنگ
غنچہ کی طرح تنگدل ہو کر باغ میں جانا چاہتا ہوں

ق

وانجا بہ نیکنامی پیراہنے دریدن
اور اس جگہ نیکنامی کے ساتھ جامہ چاک کرنا چاہتا ہوں

گہ چوں نسیم با گل رازِ نہفتہ گفتن
کبھی نسیم کی طرح پھول سے چھپے راز کہنا

گہ سرِ عشقبازی از بلبلاں شنیدن
کبھی عشقبازی کے راز بلبلوں سے سننا

بوسیدنِ لبِ یار اوّل ز دست مگذار
شروع ہی سے دوست کے ہونٹ کے بوسہ کو ہاتھ سے نہ دے

کآخر ملول گردی از دستِ لب گزیدن
کیونکہ آخر ہونٹ کاٹنے کے ہاتھوں رنجیدہ ہوگا

فرصت شمار صحبت کز ایں دوراہہ منزل
صحبت کو غنیمت سمجھ اس لیے کہ اس دو راستوں والی منزل سے

چوں بگذریم نتواں دیگر بہم رسیدن
جب ہم نکل جائیں گے، پھر جمع نہ ہو سکیں گے

گوئی برفت حافظ از یادِ شاہ منصور
گویا کہ، حافظ، منصور بادشاہ کے حافظہ سے نکل گیا ہے

یا رب بیادش آور درویش پروریدن
اے خدا! اس کو فقراء پروری یاد دلا دے

دلم را در سرِ زلفِ تو مسکن
میرے دل کا گھر، تیری زلف میں ہے

بدینسانش فرو مگذار و مشکن
اس طرح سے اس کو نہ چھوڑ، اور مت توڑ

وگر دل سرکشد چوں زلف از خط
اور اگر دل تیرے خط سے زلف کی طرح سرکشی کرے

بدست آرش و لے در پاش مفگن
اس کو قابو میں کر لے لیکن اس کو پیروں میں نہ ڈال

چو شمع ار پیشم آئی در شبِ تار
اگر تو اندھیری رات میں شمع کی طرح میرے سامنے آئے

شود چشمم بدیدارِ تو روشن
تو تیرے دیدار سے میری آنکھیں روشن ہو جائیں

بہ گلزارِ ارم چہ کار اکنوں کہ گشتہ است
مجھے اب چمن سے کیا کام، اس لیے کہ بن گیا ہے

جہاں بر چشمم از رویت چو گلشن
جہاں میری آنکھ میں تیرے چہرہ کی وجہ سے باغ جیسا

ز سروِ قامتت ننشینم آزاد
تیرے قد کے سرو سے میں فارغ ہو کر نہ بیٹھوں گا

ہمہ تن گر زباں باشم چو سوسن
اگرچہ میں سوسن کی طرح ہمہ تن زبان بن جاؤں

ز مہرت گر بتابم ذرّہ روی
اگر میں تیری محبت سے ذرہ برابر منہ موڑوں

چو خورشیدم فرود آید ز روزن
سورج کی طرح وہ سوراخ سے میرے اوپر اتر آئے

کجا بر تنگِ شکر دست یابد
شکر کے بورے پر کب قابو پا سکتی ہے

گر اندیشد مگس از بادِ بیزن
اگر مکھی پنکھے کا خوف کرے

چو حافظ ماجرائے عشقبازی
عشقبازی کا قصہ، حافظ کی طرح

نمی گوید کسے بر وجہِ احسن
کوئی اچھے طریقہ پر بیان نہیں کرتا ہے

۱ یار کے دیدار سے ایسی دولت حاصل ہو جاتی ہے کہ عاشق یار کے کوچہ کو بادشاہی پر ترجیح دیتا ہے۔
۲ دوستوں سے جدا ہونا مشکل ہے جان دینا آسان ہے۔
۳ غنچہ جب تک بند ہے تو گویا دل گرفتہ ہے باغ میں جب کھلتا ہے اور اپنا پیراہن چاک کرتا ہے تو اس کو نیکنامی حاصل ہوتی ہے۔
۴ نسیم پھول کے کان میں راز کہتی ہے بلبل چھپا کر عشق کے راز بیان کرتی ہے۔
۵ محبوب کے ہونٹ کا بوسہ لینا نہ چھوڑ ورنہ شرمندہ ہوگا۔
۶ دنیا ایک ایسا مکان ہے جس کے دو دروازے ہیں ایک آنے کا ایک جانے کا جب جانیکے راستے دو دوست نکل جاتے ہیں پھر آپس میں ملاقات ممکن نہیں ہے۔
۷ میرا دل تیری زلف میں رہتا ہے لہذا اسکو ذلیل نہ کر۔
۸ زلف کو سرکش مانا گیا ہے یعنی دل اگر سرکشی کرے تو اس کو پکڑ لے پامال نہ کر۔
۹ تیرے چہرے کی وجہ

سے تمام عالم چمن ہے اب مجھے چمن میں جانیکی ضرورت نہیں۔ ۱۰ اگر میرا رونگٹا رونگٹا تیرے قد کی تعریف کرے تو بھی حق ادا نہیں ہو سکتا ہے۔ ۱۱ ذرہ اور خورشید کا تعلق ہے، خورشید کی رنگی

[illegible] شاہ منصور [illegible] شیراز کا بادشاہ ہوا تھا۔

دلبرِ جانانِ من بُرد دل و جانِ من
میرا دلبر، معشوق میرا دل، اور جان لے گیا

بُرد دل و جانِ من دلبرِ جانانِ من
میرا دل، اور جان لے گیا، میرا دلبر، معشوق

از لبِ جانانِ من زندہ شود جانِ من
میرے محبوب کے ہونٹوں سے، میری جان زندہ ہوتی ہے

زندہ شود جانِ من از لبِ جانانِ من
میری جان زندہ ہوتی ہے، میرے محبوب کے ہونٹوں سے

روضۂ رضوانِ من خاکِ سرِ کوی دوست
میرا روضۂ رضوان، دوست کے کوچہ کی خاک ہے

خاکِ سرِ کوئے دوست روضۂ رضوانِ من
دوست کے کوچہ کی خاک، میرا روضۂ رضوان ہے

ایں دلِ حیرانِ من والہ و شیدائے تست
یہ میرا حیران دل، تیرا دیوانہ اور عاشق ہے

والہ و شیدائے تست ایں دلِ حیرانِ من
تیرا دیوانہ اور عاشق ہے، یہ میرا حیران دل

یوسفِ کنعانِ من مصرِ ملاحت تراست
اے میرے یوسف کنعان! ملاحت کا ملکِ مصر تیرا ہے

مصرِ ملاحت تراست یوسفِ کنعانِ من
ملاحت کا ملکِ مصر تیرا ہے، اے میرے یوسفِ کنعان

سروِ گلستانِ من قامتِ دلجوئے تست
میرے باغ کا سرو، تیرا دل جو قد ہے

قامتِ دلجوئے تست سروِ گلستانِ من
تیرا دل جو قد، میرے باغ کا سرو ہے

حافظِ خوش خوانِ من نقدِ کمالِ غیاث
میرا خوش الحان حافظ، فریاد کے کمال کا نقد ہے

نقدِ کمالِ غیاث حافظِ خوشخوانِ من
فریاد کے کمال کا نقد، میرا خوش الحان حافظ ہے

ز در درآ و شبستانِ ما منور کن
دروازے سے آجا، اور ہمارا گھر روشن کر

دماغِ مجلسِ روحانیاں معطر کن
روحانی لوگوں کی مجلس کے دماغ کو خوشبودار بنا

بچشم و ابروئے جاناں سپردہ ام دل و جاں
میں نے دل و جان، محبوب کی چشم و ابرو کے سپرد کر دیے ہیں

بیا بیا و تماشائے طاق و منظر کن[۲]
آ، آ، اور طاق و منظر کی سیر کر

ازآں[۳] شمائلِ الطاف و حسنِ خوش کہ تراست
اس مہربانیوں کی عادت اور خوبصورتی کی وجہ سے جو تجھے حاصل ہے

میانِ بزمِ حریفاں چو شمع سر بر کن
دوستوں کی مجلس میں شمع کی طرح سر بلند کر

بگو[۴] بخازنِ جنت کہ خاکِ ایں مجلس
جنت کے پہرہ دار سے کہدو کہ اس مجلس کی خاک کو

بتحفہ بر سوئے فردوس، و عودِ مجمر کن
بطور تحفہ فردوس میں لیجائے اور انگیٹھی کی عود بنائے

طمع[۵] بنقدِ وصالِ تو حدِّ ما نبود
تیرے نقدِ وصال کی طمع، ہمارے مرتبہ کی نہیں ہے

حوالتم بلبِ لعلِ ہمچو شکر کن
مجھے شکر جیسے لبِ لعل کے حوالے کر دے

چو شاہدانِ چمن زیرِ دستِ حسنِ تواند
جبکہ چمن کے معشوق، تیرے حسن کے ماتحت ہیں

کرشمہ بر سمن و ناز بر صنوبر کن
سمن کو ادا، اور صنوبر کو ناز دکھا

ستارۂ[۶] شبِ ہجراں نمی فشاند نور
شبِ ہجر کا ستارہ، روشنی نہیں دیتا ہے

ببامِ قصر برآ و چراغِ مہ بر کن
محل کے بالا خانہ پر آ اور چاند کے چراغ کو روشن کر دے

ازیں مرقعِ پشمینہ نیک در تنگم
اس ادنی گدڑی سے میں بہت تنگ ہوں

بیک کرشمۂ صوفی وشم قلندر کن
مجھ کو ایک صوفیانہ ادا سے قلندر بنا دے

[۱] اس پوری غزل میں دوسرا مصرعہ پہلے مصرعہ کے الفاظ کو ردوبدل کرکے کہا گیا ہے یہی اس غزل میں صنعت ہے اور کوئی خاص خوبی نہیں ہے۔

[۲] طاق سے محبوب کے ابرو اور منظر سے محبوب کی آنکھیں مراد ہیں اور خطاب عام ہے۔

[۳] یہ حسن اخلاق کی دولت کا تقاضا ہے کہ اس کی نمائش کی جائے۔

[۴] محبوب کے کوچہ کی خاک اس قابل ہے کہ اس سے جنت کو معطر کیا جائے۔

[۵] ہماری یہ حیثیت تو نہیں ہے کہ وصال میسر آسکے ایک بوسہ ہی دیدے۔

[۶] چاند اور ستارے تیرے چہرے سے نور حاصل کرتے ہیں۔

فضولِ نفس حکایت بسے کند ساقی
اے ساقی! نفس بہت سی فضول باتیں کرتا ہے

تو کارِ خود مدہ از دست و مے بساغر کن
تو اپنا کام نہ چھوڑ، اور ساغر میں شراب ڈال

لبِ پیالہ ببوس آنگہاں بمستاں دہ
پیالے کے ہونٹ چوم، پھر مستوں کو دے

بایں لطیفہ مشامِ خرد معطر کن
اس لطیفہ سے عقل کے دماغ کو خوشبودار بنادے

وگر فقیہ نصیحت کند کہ مے مخورید
اور اگر فقیہ نصیحت کرے کہ شراب نہ پیو

پیالہ بدہش گو دماغ را تر کن
اس کو ایک پیالہ دے اور کہہ دے کہ دماغ کو تر کرلے

حجابِ دیدۂ ادراک شد شعاعِ جمال
جمال کی شعاعیں، ادراک کی آنکھ کا پردہ بن گئیں

بیا و خرگہِ خورشید را منور کن
آ، اور خورشید کی قیام گاہ کو روشن کردے

شنیدم از در و دیوارِ کوئے او صد بار
میں نے سو بار اس کے کوچہ کے در و دیوار سے سنا ہے

کہ خاکِ راہ شو آنجا و خاک بر سر کن
کہ اس جگہ راستہ کی خاک بنجا، اور سر پر خاک ڈال

پس از ملازمتِ عیش و عشقِ مہرویاں
عیش کی پابندی، اور حسینوں کے عشق کے بعد

ز کارہا کہ کنی شعرِ حافظ از بر کن
جو کام تو کرے، حافظ کے اشعار کو یاد کرلے

شاہِ شمشاد قداں خسروِ شیریں دہناں
شمشاد جیسے قد والوں کا بادشاہ، شیریں دہن والوں کا شاہ

کہ بمژگاں شکند قلبِ ہمہ صف شکناں
جو پلکوں سے تمام صف شکنوں کا دل توڑ دے

مست بگذشت و نظر بر منِ درویش انداخت
مست ہوکر گزرا، اور مجھ فقیر پر نظر ڈالی

ق گفت کاے چشم و چراغِ ہمہ شیریں سخناں
بولا، اے تمام شیریں کلام والوں کے چشم و چراغ

تا کے از سیم و زرت کیسہ تہی خواہد بود
کب تک چاندی اور سونے سے تیری تھیلی خالی رہے گی

پندِ ما بشنو و بر خور ز ہمہ سیم تناں
ہماری نصیحت سن لے، اور تمام چاندی جیسے جسم والوں سے نفع اٹھا

کمتر از ذرہ نۂ پست مشو مہر بورز
تو ذرہ سے تو کمتر نہیں ہے، پست نہ بن، محبت اختیار کر

تا بخلوتگہِ خورشید رسی چرخ زناں
تاکہ آفتاب کی خلوت گاہ میں چکر لگاتا ہوا پہونچ جائے

پیرِ پیمانہ کش ما کہ روانش خوش باد
ہمارے پیمانہ کش پیر نے خدا کرے اس کی روح خوش ہے

گفت پرہیز کن از صحبتِ پیماں شکناں
کہا، وعدہ شکنوں کی صحبت سے بچ

دامنِ دوست بدست آر و ز دشمن بگسل
دوست کا دامن تھام لے، اور دشمن سے قطع تعلق کرلے

ق مردِ یزداں شو و ایمن گذر از اہرمناں
مردِ خدا بن، اور شیطانوں سے بچ نکل

بر جہاں تکیہ مکن ور قدحے مے داری
دنیا پر بھروسہ نہ کر، اور اگر تیرے پاس کوئی شراب کا پیالہ ہے

شادیِ زہرہ جبیناں خور و نازک بدناں
تو زہرہ جبینوں اور نازک بدن معشوقوں کی خوشی میں پی

باصبا در چمنِ لالہ سحر می گفتم
لالہ کے چمن میں صبح کو میں صبا سے میں پوچھتا تھا

کہ شہیدانِ کہ اند ایں ہمہ خونیں کفناں
کہ یہ خونی کفن والے، کس کے شہید ہیں؟

گفت حافظ من و تو محرمِ ایں راز نہ ایم
اس نے کہا، اے حافظ میں اور تو اس راز کے محرم نہیں ہیں

از مے لعل حکایت کن و سیمیں ذقناں
سرخ شراب، اور چاندی جیسی ٹھوڑی والوں کی بات کر

ۓ نفس کے بہلانے میں ساقی سے کہ شراب دے جب حقیقت کی یہ دیوانگی کی باتیں دماغ کی خشکی کو دور کرتی ہیں پیالے اس کے دماغ کو تر کردے۔ عیش اور عشق کے بعد تیسرا کام یہ ہونا چاہیے کہ حافظ کی غزلیں یاد کی جائیں۔ اس غزل کے پہلے چار شعر قطعہ بند ہیں۔ میرا معشوق جو حسینوں کا شاہ ہے میرے پاس سے گذرا اور مجھ سے کہا تو شیریں کلام شاعروں کا سرتاج ہے پھر کیا سبب ہے تو ہمیشہ خالی رہیگی اور سیم تن معشوقوں کے وصل کا موقع نہیں ملتا، تو ذرہ سے تو کم نہیں ہے، آ محبت اختیار کر اگر اس تک پہنچ ہی جائے گا۔ یہ تین شعر بھی قطعہ بند ہیں یعنی جانے۔ پیر مغاں نے کہا ہے کہ عہد شکنوں سے دوستی نہ کرنی چاہیے دوست کا دامن پکڑ لینا چاہیے۔ بہرحال دنیا قابل اعتبار نہیں ہے حسین معشوقوں کی یاد میں شراب نوشی کرنی چاہیے۔ یہ دونوں شعر قطعہ بند ہیں۔ لالہ کے باغ میں صبا سے میں نے دریافت کیا کہ لالہ خونیں کفن

جو کفن میں کس کا شہید ہے اس نے کہا اس راز کا نہ مجھے علم ہے نہ تجھے اپنے کام میں لگ شراب اور معشوق کی بات کر۔

شرابِ لعل کش و روئے مہ جبیناں بیں
لعل جیسی شراب پی، اور چاندی جیسی پیشانی والوں کا چہرہ دیکھ

خلافِ مذہبِ آناں جمالِ ایناں بیں
اُن کے مذہب کے خلاف، اِن کا حسن دیکھ

بزیرِ دلقِ ملمع کمندہا دارند
تنبیع کی گدڑی کے نیچے بہت سی کمندیں رکھتے ہیں

درازدستیِ ایں کوتہ آستیناں بیں
ان چھوٹی آستین والوں کی دراز دستی دیکھ

بخرمنِ دو جہاں سر فرو نمی آرند
دونوں جہان کے کھلیان کے لئے بھی، سر نہیں جھکاتے ہیں

دماغِ کبرِ گدایانِ خوشہ چیناں بیں
خوشہ چیں، فقیروں کے متکبر دماغ کو دیکھ

گرہ ز ابروئے پرچیں نمی کشاید یار
پرشکن ابرو سے، دوست گرہ نہیں کھولتا ہے

نیازِ اہلِ دل و نازِ نازنیناں بیں
اہلِ دل کی عاجزی اور نازنینوں کے ناز کو دیکھ

حدیثِ عہدِ محبت ز کس نمی شنوم
محبت کے عہد کی بات، میں کسی سے نہیں سنتا ہوں

وفائے صحبتِ یاران و ہمنشیناں بیں
دوستوں اور ہم نشینوں کی صحبت کی وفا کو دیکھ

اسیرِ عشق شدن چارۂ خلاصِ من ست
میرے چھٹکارے کی تدبیر، عشق کا قیدی ہو جانا ہے

ضمیرِ عاقبت اندیشِ پیش بیناں بیں
دور اندیشوں کی عاقبت اندیش طبیعت کو دیکھ

غبارِ خاطرِ حافظ برد صیقلِ عشق
عشق کی صیقل نے حافظ کی طبیعت کے غبار کو ختم کر دیا

صفائے نیتِ پاکان و پاک دیناں بیں
پاکوں اور پاک دین والوں کی نیت کی صفائی کو دیکھ

صبح ست ساقیا قدحے پر شراب کن
اے ساقی! صبح ہے شراب سے ایک پیالہ بھر دے

دورِ فلک درنگ ندارد شتاب کن
آسمان کی گردش دیر نہیں کرتی ہے، جلدی کر

زاں پیشتر کہ عالمِ فانی شود خراب
اس سے پہلے کہ فنا ہونے والا عالم اُجڑے

مارا ز جامِ بادۂ گلگوں خراب کن
ہمیں سرخ شراب کے جام سے مست کر دے

خورشیدِ مے ز مشرقِ ساغر طلوع کرد
شراب کا سورج، ساغر کے مشرق سے نکل آیا ہے

گر برگِ عیش میطلبی ترکِ خواب کن
اگر عیش کا سامان چاہتا ہے، نیند کو ختم کر دے

روزیکہ چرخ از گلِ ما کوزہا کند
جس دن آسمان ہماری مٹی سے پیالے بنائے گا

زنہار کاسۂ سرِ ما پر شراب کن
دیکھنا! ہمارے سر کے پیالے کو شراب سے بھر دینا

ما مردِ زہد و توبہ و طامات نیستیم
ہم زہد، اور توبہ، اور ڈینگوں کے مرد نہیں ہیں

باما بجامِ بادۂ صافی خطاب کن
صاف شراب کے پیالے کے متعلق ہم سے بات کر

ہمچوں حباب دیدہ بروئے قدح کشائی
بلبلے کی طرح پیالے کے رُخ پر آنکھ کھول

ویں خانہ را قیاس اساس از حباب کن
اور اس گھر کو بلبلے کی بنیاد پر قیاس کر

ایامِ گل چو عمر برفتن شتاب کرد
موسم بہار نے، زندگی کی طرح جانے میں جلدی کی

ساقی بدورِ بادۂ گلگوں شتاب کن
اے ساقی! سرخ رنگ کی شراب کے دور میں جلدی کر

کارِ صواب بادہ پرستی ست حافظا
اے حافظ! شراب پرستی صحیح کام ہے

برخیز و روئے عزم بکارِ صواب کن
اٹھ اور صحیح کام کی طرف ارادہ کا رخ کر

ا؎ آناں سے زاہد مراد ہیں اور ایناں سے حسین معشوق۔
۲؎ یہ شعر حافظ کے مشہور شعروں میں سے ہے یعنی بظاہر نیک ہیں لیکن بڑے مکار ہیں شرع کے پابند لوگ جو صوفی کی آستین زیادہ لمبی نہیں رکھتے تھے اس لیے ان کو کوتاہ آستین کہا ہے۔
۳؎ گدائے متکبر دونوں جہان کے ماحصل کی طرف بھی سر نہیں جھکاتا ہے۔
۴؎ زمانہ کسی کا انتظار نہیں کرتا ہے پیالہ بھرنے میں جلدی کر۔
۵؎ عالم کے فنا ہونے سے پہلے ہمیں شراب سے مست کر دے۔
۶؎ مرنے کے بعد جب ہماری مٹی سے کمہار پیالے بنائے تو میرے سر کی مٹی کے پیالے میں شراب بھر دینا تاکہ مستی قائم رہے۔
۷؎ صراحی سے جب پیالہ میں شراب ڈالتے ہیں تو پیالے میں بلبلے پیدا ہو جاتے ہیں اور دنیا کی مثال بلبلے سے زیادہ نہیں ہے۔
۸؎ موسم بہار عمر کی طرح جلد گذرنے والا ہے لہذا شراب پلانے میں جلدی کر۔

فاتحہ چو آمدی بر سرِ خستہ بخواں
جب تو کسی خستہ کے سرہانے پہونچے، تو کچھ فاتحہ پڑھ
لب بکشا کہ میدہد لعلِ لبت بمردہ جاں
لب کشائی کر اس لیے کہ تیرا لعل جیسا ہونٹ مردے میں جان ڈال دیتا ہے

آنکہ بپرسشں آمد و فاتحہ خواند و میرود
وہ جو پرسے کے لیے آیا، اور فاتحہ پڑھی، اور جا رہا ہے
گو نفسے کہ روح را میکنم از پئیش رواں
وہ سانس کہاں ہے کہ روح کو اس کے پیچھے روانہ کر دوں!

اے کہ طبیبِ خستۂ روی زبانِ من ببیں
اے وہ کہ تو زخمی کا طبیب ہے، میرا چہرہ اور زبان دیکھ
کیں دم و دود سینہ ام بارِ دل است بر زباں
اس لیے کہ یہ سینہ کا سانس اور دھواں زبان کیلئے بارِ دل بنا ہوا ہے

گرچہ تپ استخوانِ من کرد ز مہر گرم و رفت
اگرچہ بخار نے میری ہڈیوں کو محبت سے گرم کر دیا اور وہ جاتا رہا
ہمچو تپم نمیرود آتشِ مہر از استخواں
محبت کی آگ میری ہڈیوں سے بخار کی طرح نہیں جاتی ہے

باز نشاں حرارتم ز آبِ دو دیدہ و ببیں
دو آنکھوں کے پانی سے، میری گرمی کو پھر ختم کر دے
نبضِ مرا کہ میدہد ہیچ ز زندگی نشاں
اور میری نبض کو دیکھ کہ زندگی کا کچھ پتہ دیتی ہے؟

حالِ دلم چو خالِ تو ہست در آتشش وطن
میرے دل کا حال تیرے تل کی طرح ہے جس کا وطن آگ ہے
جسمم از آں دو چشمِ تو خستہ شدہ است و ناتواں
میرا جسم تیری ان دو آنکھوں سے خستہ اور ناتواں ہو گیا ہے

آنکہ مدام شیشہ ام از مے لعل دادہ است
جس نے ہمیشہ مجھے لعل جیسی شراب کی بوتل دی ہے
شیشہ ام از چہ میبرد پیشِ طبیب ہر زماں
ہر وقت میرے قارورے کو طبیب کے سامنے کیوں لیجاتا ہے

حافظ از آبِ زندگی شعرِ تو داد شربتم
اے حافظ تیرے شعروں نے مجھے آبِ حیات کا شربت پلایا ہے
ترکِ طبیب کن بیا نسخۂ شعرِ من بخواں
طبیب کو چھوڑ، آ، اور میرے اشعار کی کتاب پڑھ

کرشمہ کن و بازارِ ساحری بشکن
ادا دکھا دے، اور جادوگری کا بازار ٹھنڈا کر دے
بغمزہ رونقِ بازارِ سامری بشکن
اور آنکھ کے اشارے سے سامری کے بازار کی رونق ختم کر دے

بباد دہ سر و دستارِ عالمے یعنی
ایک جہان کے سر اور دستار کو برباد کر دے یعنی
کلاہ گوشہ بآئینِ دلبری بشکن
گوشہ دار ٹوپی کو معشوقانہ انداز سے ٹیڑھا کر دے

بزلف گوی کہ آئینِ سرکشی بگذار
زلف سے کہدے کہ سرکشی کا طریقہ چھوڑ دے
بغمزہ گوی کہ قلبِ ستمگری بشکن
ادا سے کہدے کہ ستمگری کے دل کو توڑ دے

برون خرام و ببر گوئے خوبی از ہمہ کس
باہر ٹہل، اور سب سے حسن کی بازی جیت لے
سزائے حور بدہ رونقِ پری بشکن
حور کو سزا دے، اور پری کی رونق ختم کر دے

بآہوانِ نظر شیرِ آفتاب بگیر
نگاہ کے ہرنوں کے ذریعہ، آفتاب کے شیر کو پکڑ لے
بابروانِ دوتا قوسِ مشتری بشکن
دہری ابرووں کے ذریعہ مشتری کی کمان توڑ دے

چو عطرسائے شود زلفِ سنبل از دمِ باد
ہوا کے جھونکے سے جب سنبل کی زلف عطر چھڑکے
تو قیمتش بسرِ زلفِ عنبری بشکن
تو اس کی قیمت عنبری زلف سے گھٹا دے

چو عندلیب فصاحت فروش شد حافظ
اے حافظ جبکہ بلبل فصاحت فروش ہو گئی
تو قدرِ او بسخن گفتنِ دری بشکن
تو فارسی کلام کہکر، اس کی رونق گھٹا دے

اے تیرے لعل جیسے ہونٹ میں یہ تاثیر ہے کہ اس سے مردہ زندہ ہو جاتا ہے لہٰذا میری قبر پر آ کر فاتحہ پڑھ دینا۔
ے محبوب فاتحہ پڑھ کر واپس ہو رہا ہے میرے پاس اب جان نہیں ورنہ پیچھے روانہ کر دیتا۔
ے طبیب منہ اور زبان دیکھ کر مرض کی تشخیص کرتے ہیں۔
ے محبت کی گرمی نے بخار کی گرمی تو ختم کر دی لیکن اب اس گرمی سے شفا کی امید نہیں ہے۔
ے معشوق کا تل رخسار کی آگ میں ہے اور میرا دل ہجر کی آگ میں۔
ے میرا علاج شیشۂ شراب سے متعلق ہے نہ کہ قارورہ کی شیشی سے
ے معشوق اور اس کی آنکھ کے سامنے سامری اور اس کا جادو ہیچ ہے، سامری شہر سامرہ کا رہنے والا وہ جادوگر ہے جس نے جادو کا بچھڑا بنا کر بنی اسرائیل کو اس کی پوجا میں لگا دیا تھا جبکہ حضرت موسیٰ کوہ طور پر گئے ہوئے تھے۔
ے کج کلاہی کے ساتھ رونمائی کر سارا عالم دیوانہ بن جائے گا۔
ے تیرے حسن کے سامنے حور اور پری ہیچ ہو جائیں گی

ے شیر آفتاب برجِ اسد کو کہا جاتا ہے، مشتری ستارے کو بشکلِ انسانی ہاتھ میں کمان لیے دکھایا جاتا ہے، محبوب کی آنکھوں کو ہرن سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ ے حافظ کے اشعار کے بالمقابل بلبل کی فصاحت

گلبرگ[1] را ز سنبلِ مُشکیں نقاب کن
پھول کی پتیوں پر مشکیں سنبل کا نقاب ڈال دے

یعنی کہ رخ بپوش و جہانے خراب کن
یعنی چہرہ چھپانے اور دنیا کو ویران کر دے

بکشا بعشوہ نرگسِ مست و خراب را
ادا سے بدمست و مخمور نرگس کو کھول دے

وز رشک چشمِ نرگسِ رعنا پر آب کن
اور رشک کی وجہ سے نرگسِ رعنا کی آنکھ کو آنسو بھر دے

بفشاں عرق ز چہرہ و اطرافِ باغ را
چہرے سے پسینہ چھڑک دے اور باغ کے اطراف کو

چوں شیشہائے دیدۂ ما پر گلاب کن
ہماری آنکھوں کے شیشوں کی طرح گلاب سے بھر دے

بوئے بنفشہ بشنو و زلفِ نگار گیر
بنفشہ کی خوشبو سونگھ اور معشوق کی زلف تھام

بنگر برنگِ لالہ و عزمِ شراب کن
لالہ کے رنگ کو دیکھ اور شراب کا ارادہ کر

زانجا[2] کہ رسم و عادتِ عاشق کشی تست
چونکہ تیری عادت اور رسم عاشق کشی ہے

شمشیرِ کیں بخونِ دلِ ما خضاب کن
کینہ کی تلوار کو ہمارے دل کے خون سے رنگ لے

ما بختِ خویش و خوئے ترا آزمودہ ایم
ہم نے اپنا نصیبہ اور تیری عادت آزمائی ہے

با دشمناں قدح کش و با ما عتاب کن
دشمنوں کے ساتھ پیالہ پی، اور ہم پر عتاب کر

حافظ وصال می طلبد از رہِ دعا
حافظ، دعا کے ذریعہ وصل چاہتا ہے

یارب دعائے خستہ دلاں مستجاب کن
اے خدا! خستہ دلوں کی دعا قبول فرما

ما سر[3] خوشیم بادۂ ما در پیالہ کن
ہم سرور میں ہیں، ہماری شراب پیالہ میں ڈال دے

بدمست را بغمزۂ ساقی حوالہ کن
مدہوش کو، ساقی کے اشارۂ چشم کے حوالے کر دے

در جامِ ماہ بادۂ چوں آفتاب ریز
چاند کے جام میں، سورج جیسی شراب ڈال دے

بر روئے روز سنبلِ مُشکیں کلالہ کن
دن کے چہرے پر مشکیں زلف والی، سنبل ڈال دے

اے[4] پیرِ خانقہ بخراباتِ شو دمے
اے خانقاہ کے بوڑھے تھوڑی دیر کے لیے شراب خانہ میں جا

غسلے برآر و توبۂ ہفتاد سالہ کن
نہا، اور ستر سالہ توبہ کر

صوفی بگریہ چہرۂ مجلس بشو چو شمع
اے صوفی! شمع کی طرح گریہ سے مجلس کا چہرہ دھو

آہنگِ رقصِ ما ہمہ از آہ و نالہ کن
آہ اور نالہ کے ساتھ ہم سب کے رقص کا ساتھ دے

گر نو عروس[5] عشق در آید بعقدِ تو
اگر عشق کی دلہن، تیرے نکاح میں آئے

مہرِ دو کون حافظش اندر قبالہ کن
تو اے حافظ! دونوں جہانوں کا مہر اس کے قبالہ میں لکھ دے

مُرغ[6] دلم طائریست قدسی عرش آشیاں
میرا مرغِ دل، قدسی پرندہ ہے، جس کا آشیانہ عرش ہے

از قفسِ تن ملول سیر شدہ از جہاں
بدن کے پنجرے سے رنجیدہ، دنیا سے دل بھر ا ہوا

از درِ ایں خاکداں چوں بپرد مُرغِ ما
اس خاکدان کے در سے جب ہمارا پرندہ اڑے گا

باز نشیمن کند بر سرِ آں آشیاں
اس گھونسلے میں پھر اپنا ٹھکانا بنا دے گا

[1] گلبرگ سے چہرہ اور سنبلِ مشکیں سے زلفیں مراد ہیں۔
[2] چونکہ تیری عادت ہی عاشق کشی ہے لہذا مناسب ہے ہمارے خون سے تلوار رنگ لے۔
[3] سرخوش، وہ کہلاتا ہے جس کو نشہ سے صرف سرور ہو۔ بدمست، مدہوش کہلاتا ہے۔
[4] ستر سالہ عمر جو خانقاہ میں گذری ہے اس سے توبہ کر۔
[5] عشق کی دولت دونوں جہان خرچ کرکے حاصل ہو جائے تو بھی غنیمت ہے۔
[6] میرا دل عالمِ قدس کا پرندہ ہے دنیا سے تنگ آچکا ہے۔

چوں پرد زیں جہاں سدرہ بود جائے او — تکیہ گہِ بازِ ما کنگرۂ عرش داں
جب اس جہان سے اڑے گا، اس کی جگہ سدرہ ہوگی — ہمارے باز کے بیٹھنے کی جگہ، عرش کا کنگرہ سمجھ

سایۂ دولت فتد بر سرِ عالم بسے — گر بزند مرغِ ما بال و پرے در جہاں
دنیا کے سر پر بہت زیادہ دولت کا سایہ پڑے گا — اگر دنیا میں ہمارا پرندہ پکھ بال و پر پھیلا جائے گا

در دو جہانش مکاں نیست بجز فوقِ عرش — کانِ وے از معرفت جائے وے از لامکاں
دونوں جہان میں اس کا مکان نہیں ہے سوائے عرش کی بلندی کے — اس کی کان معرفت ہے، اس کی جگہ لامکان ہے

عالمِ علوی بود جلوہ گہِ مرغِ ما — آبخورِ او بود گلشنِ باغِ جناں
ہمارے پرندہ کی جلوہ گاہ، اوپر والا عالم ہے — اس کے پانی کا گھاٹ جنتوں کے باغ کا گلشن ہے

چوں دمِ وحدت زنی حافظِ شوریدہ حال
اے شوریدہ حال حافظ جبکہ تو وحدت کا دم بھرتا ہے

خامۂ توحید کش بر ورقِ انس و جاں
انسانوں اور جنوں کے ورق پر توحید کا قلم پھیر دے

منم کہ شہرۂ شہرم بعشق ورزیدن — منم کہ دیدہ نیالودہ ام بہ بد دیدن
میں وہ ہوں کہ عشق اختیار کرنے میں تمام شہر میں مشہور ہوں — میں وہ ہوں کہ جس نے برا دیکھنے سے اپنی آنکھ کو گندہ نہیں کیا ہے

وفا کنیم و ملامت کشیم و خوش باشیم — کہ در طریقتِ ما کافریست رنجیدن
ہم وفا کرتے ہیں، ملامت برداشت کرتے ہیں اور خوش رہتے ہیں — اس لیے کہ ہماری طریقت میں رنجیدہ ہونا کفر ہے

بمے پرستی ازاں نقشِ خود برآب زدم — کہ تا خراب کند نقشِ خود پرستیدن
شراب نوشی سے میں نے اپنے آپ کو اس لیے نقش برآب بنایا ہے — تاکہ وہ خود پرستی کے نقش کو مٹا دے

بہ پیرِ میکدہ گفتم کہ چیست راہِ نجات — بخواست جامِ مے و گفت بادہ نوشیدن
میں نے میکدہ کے پیر سے پوچھا کہ نجات کا راستہ کیا ہے — اس نے شراب کا جام منگایا، اور کہا شراب پینا

عناں بمیکدہ خواہیم تافت زیں مجلس — کہ وعظِ بے عملاں واجبست نشنیدن
ہم اس مجلس سے، میکدہ کی طرف باگ موڑیں گے — اس لیے کہ بے عملوں کا وعظ نہ سننا واجب ہے

مرادِ ما ز تماشائے باغِ عالم چیست — بدستِ مردمِ چشم از رخِ تو گل چیدن
دنیا کے باغ کی سیر سے، ہمارا کیا مقصد ہے؟ — آنکھوں کی پتلیوں کے ذریعہ تیرے رخسار سے پھول چننا

برحمتِ سرِ زلفِ تو واثقم ورنہ — کشش نبود چو ز آنسو چہ سود کوشیدن
میں تیری زلف کے کرم سے واقف ہوں ورنہ — جب ادھر سے کشش نہ ہو کوشش کرنے سے کیا فائدہ

ز خطِ یار بیاموز مہر با رخِ خوب — کہ گرد عارضِ خوباں خوش ست گردیدن
حسین رخ کی محبت، یار کے خط سے سیکھ لے — حسینوں کے رخسار کے گرد چکر کاٹنا بہت خوب ہے

مبوس جز لبِ معشوق و جامِ مے حافظ
اے حافظ معشوق کے ہونٹ اور شراب کے جام کے سوا کسی کو بوسہ نہ لے

کہ دستِ زہد فروشاں خطاست بوسیدن
اس لیے کہ زہد فروشوں کا ہاتھ چومنا غلطی ہے

۱؎ عالمِ بالا میں عرش کے کنگرے پر اپنا آشیانہ بنائے گا۔
۲؎ خود کو ہما قرار دیا ہے جس کا سایہ پڑ جانے سے سلطنت حاصل ہوتی ہے۔
۳؎ شعر: [illegible]
۴؎ میری آنکھ نے صرف لوگوں کی بھلائی کو دیکھا ہے کسی کی برائی کا میں کبھی جویاں نہیں ہوا ہوں۔
۵؎ شراب کی مستی کے ذریعہ میں اپنی خودی کو فنا کرتا ہوں۔
۶؎ ہمیں دنیا کی ہر چیز میں اسی کا جلوہ نظر آتا ہے۔
۷؎ شعر: [illegible]
۸؎ معشوق کا سبزہ خط معشوق کے رخسار کا عاشق ہے۔
۹؎ زہد فروشوں کی دست بوسی گناہ ہے۔ معشوق اور جام کی لب بوسی چاہیے۔

میسوزم از فراقت رُو از جفا بگرداں
میں تیرے فراق سے جل رہا ہوں، ظلم سے رخ پھیرلے

ہجراں بلائے ما شد یارب بلا بگرداں
ہجر ہمارے لیے بلا ہے، اے خدا! بلا کو پھیر دے

مہ جلوہ مینماید بر سبز خنگِ گردوں
چاند، آسمان کے سبز گھوڑے پر جلوہ نمائی کر رہا ہے

تا او بسر در آید بر رخش پا بگرداں
گھوڑے پر سوار ہو تاکہ وہ اوندھا گرے

یغمائے عقل و دیں را بیروں خرام سرمست
عقل اور دین کی لوٹ مار کے لیے مست ہو کر باہر نکل

بر سر کلاہ بشکن در بر قبا بگرداں
سر پر ٹوپی ٹیڑھی کرلے، بدن پر قبا چست کرلے

مرغولہ را بگرداں یعنی برغمِ سنبل
بل دار زلفوں کو گھمادے، یعنی سنبل کی ذلت کے لیے

گردِ چمن بخورے ہمچوں صبا بگرداں
چمن کے چاروں طرف صبا کی طرح ایک دھونی دیدے

اے نورِ چشمِ مستاں در عینِ انتظارم
اے مستوں کے نورِ چشم! میں عین انتظار میں ہوں

چنگِ حزین و جامے بنواز یا بگرداں
غمگین چنگ کو نواز یا جام کو گردش میں لا

دوراں چو مینویسد بر عارضِ بتاں خط
زمانہ چونکہ معشوقوں کے رخسار پر خط لکھتا ہے

یارب نوشتۂ بد از یارِ ما بگرداں
اے خدا! بری لکھائی کو ہمارے یار سے پھیر دے

حافظ ز خوبرویاں قسمت جز ایں قدر نیست
اے حافظ حسینوں سے، تیری تقدیر میں اس کے سوا کچھ نہیں ہے

گر نیست رضائے حکمِ قضا بگرداں
اگر تیری رضا مندی نہیں ہے تو تقدیر کا حکم لوٹا دے

نکتۂ دلکش بگویم خالِ آں مہرو ببیں
میں تجھ سے ایک دلکش نکتہ کہتا ہوں اس چاند جیسے چہرے والے کا تل دیکھ

عقل و جاں زا بستۂ زنجیرِ آں گیسو ببیں
عقل اور جان کو اس گیسو کی زنجیر میں بندھا ہوا دیکھ

عیبِ دل کردم کہ وحشی طبع و ہرجائی مباش
میں نے دل پر عیب لگایا کہ وحشی طبع اور ہرجائی نہ بن

گفت چشمِ نیم مست و غنجِ آں آہو ببیں
اس نے کہا، اس ہرن کی نیم مست آنکھ اور ادا کو دیکھ

عاشقانِ آفتاب از دلبرِ ما غافل اند
سورج کے عاشق، ہمارے معشوق سے بے خبر ہیں

اے نصیحت گو خدا را رُو مبیں دلرو ببیں
اے نصیحت گر! خدا کیلئے طرفداری نہ کر اور، چہرہ دیکھ

لرزہ بر اعضائے مہر از رشکِ آں مہرو نگر
سورج کے اعضاء پر اس مہرو کے رشک سے لرزہ دیکھ

نافہ را خوں در جگر ز آں زلفِ عنبر بو ببیں
نافہ کے جگر میں اس عنبر کی سی خوشبو والی زلف سے خون دیکھ

حلقۂ زلفش تماشا خانۂ بادِ صباست
اس کی زلف کا حلقہ، بادِ صبا کی تماشا گاہ ہے

جانِ صد صاحبدل آنجا بستۂ یکمو ببیں
سو صاحبدلوں کی جان اس جگہ ایک بال میں بندھی ہوئی دیکھ

زلفِ دلبندش صبا را بند در گردن نہد
اس کی دلبند زلف، صبا کی گردن میں پھندا ڈالتی ہے

باہواداراں رہرو حیلۂ ہندو ببیں
عاشق، مسافروں کے ساتھ چور کا داؤ دیکھ

آنکہ من در جستجویش از خرد بیروں شدم
وہ جس کی تلاش میں، میں عقل سے بیگانہ ہو گیا

کس ندیدست و نہ بیند مثلش از ہر سو ببیں
اس جیسا کسی نے نہیں دیکھا اور نہ دیکھے گا، ہر طرف دیکھ

از مرادِ شاہِ منصور اے فلک رخ بر متاب
اے آسمان! شاہ منصور کی مراد سے روگردانی نہ کر

تیزیِ شمشیر بنگر نیروئے بازو ببیں
تلوار کی تیزی دیکھ، بازو کی قوت دیکھ

؎ چاند نیلگوں آسمان پر سوار ہو کر جلوہ نمائی کر رہا ہے تو اپنا چہرہ دکھا دے اور اوندھا کر گرا دے
؎ محبوب جب چست قبا پہن کر اور ٹیڑھی ٹوپی اوڑھ کر نکلتا ہے تو دین اور عقل پر ڈاکہ ڈالتا ہے
؎ چونکہ چنگ کی شکل جھکی ہوتی ہے اور اس سے نالہ نکلتا ہے اس لیے اس کو غمگین قرار دیا گیا ہے
؎ معشوق کا خطِ رخسار گویا ایک نوشتۂ بد ہے، خدا ہمارے محبوب کو اس سے بچائے
؎ نکتۂ دلکش یہی ہے کہ محبوب کے تل کو دیکھ
؎ لیکن اس ہرن کی آنکھ اور ادا کو دیکھ کر کون وحشی اور ہرجائی نہ بنے گا
؎ آفتاب پرست اگر میرے معشوق کا چہرہ دیکھ لیں تو آفتاب پرستی چھوڑ دیں
؎ بادِ صبا جو زلف کو چھیڑتی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ سینکڑوں دلوں کو پھنسا ہوا دیکھنا چاہتی ہے
؎ اے آسمان منصور بادشاہ کی مراد کو پورا کر دے ورنہ اس کی تلوار اور قوت کے مقابلہ میں تو کچھ نہیں ہے

حافظ ار در گوشۂ محراب نالد رواست
اگر حافظ اس کی محراب کے گوشہ میں نالہ کرتا ہے تو درست ہے

اے نصیحت گو خدا را آں خم ابرو ببیں
اے نصیحت گر! خدا کے لیے ابرو کے اس خم کو دیکھ

یاربؔ آں آہوئے مشکیں بختن باز رساں
اے خدا! اس مشکیں ہرن کو، ختن میں، واپس پہونچا

واں سہی سرو رواں را بچمن باز رساں
اور اس دراز قد سرو رواں کو چمن میں واپس پہونچا

دلِ آزردۂ ما را بہ نسیمے بنواز
ہمارے آزردہ دل کو، ایک نسیم سے نواز

یعنی آں جانِ زتن رفتہ بتن باز رساں
یعنی اس جسم سے نکلی ہوئی جان کو جسم میں واپس پہونچا

ماہؔ و خورشید بامرِ تو بمنزل چو رسند
جبکہ تیرے حکم سے چاند اور سورج منزل تک پہونچتے ہیں

یارِ مہ روئے مرا نیز بمن باز رساں
میرے چاند جیسے چہرے والے معشوق کو بھی مجھ تک واپس پہونچا

سخنؔ اینست کہ ما بے تو نخواہیم حیات
بات یہ ہے کہ ہم تیرے بغیر زندگی کے خواہاں نہیں ہیں

بشنو اے پیکِ سخن گیر و سخن باز رساں
اے بات لینے والے، قاصد سن، اور پھر جواب پہونچا

سنگؔ و گِل گشت عقیق از اثرِ گریۂ من
میرے رونے کے اثر سے، پتھر، اور مٹی عقیق بن گئے

یارب آں گوہرِ رخشاں بیمن باز رساں
اے خدا! اس چمکدار گوہر کو یمن میں واپس پہونچا

بر و اے طائرِ میمونِ ہمایوں طلعت
اے متبرک، اور بابرکت چہرے والے پرندا جا

پیشِ عنقا سخن از زاغ و زغن باز رساں
عنقا کے پاس، کوے اور چیل کی بات پھر پہونچا

آنکہ بُودےؔ وطنش دیدۂ حافظ یارب
جس کا وطن حافظ کی آنکھ تھی! اے خدا!

بمرادش ز غریبی بوطن باز رساں
اس کو بامراد، سفر سے وطن میں واپس پہونچا

ردیفِ واوٓ

اے آفتاب آئینہ دارِ جمالِ تو
اے وہ کہ آفتاب، تیرے جمال کا آئینہ دار ہے

مشکِ سیاہ مجمرہؔ گردانِ خالِ تو
سیاہ مشک، تیرے تل کو دھونی دینے والا ہے

اے نو بہارِ مارخِ فرخندہ فالِ تو
اے کہ! ہماری نو بہار تیرا مبارک فال والا چہرہ ہے

مشروحِ کارنامۂ خوبی جمالِ تو
تیرا جمال، حسن کے کارنامہ کی شرح ہے

صحنؔ سرائے دیدہ بشستم ولے چہ سود
میں نے آنکھوں کا صحن سرائے دھو لیا لیکن کیا فائدہ

کایں گوشہ نیست در خورِ خیلِ خیالِ تو
جبکہ یہ گوشہ تیرے خیال کے لشکر کے مناسب نہیں ہے

مطبوع تر ز روئے تو صورت نبست ہیچ
تیرے چہرے سے زیادہ پسندیدہ، کوئی صورت نہیں بنائی

طغرا نویسِ ابروئے مشکیں مثالِ تو
تیرے مشکیں مثال ابرو کے طغرا نویس نے

در اوجِ ناز و نعمتی اے پادشاہِ حسن
اے حسن کے بادشاہ تو ناز و نعمت کی بلندی پر ہے

یارب مباد تا بقیامت زوالِ تو
خدا کرے، قیامت تک تیرا زوال نہ ہو

ا یہ غزل خواجہ صاحب نے کسی دوست کے سفر میں چلے جانے پر کہی ہے۔
۲ خدا کے حکم سے چاند اور سورج کبھی اپنی منزل میں پہونچتے ہیں معشوق کو بھی وہی واپس پہونچائے گا۔
۳ یہ محبوب کے لیے پیغام ہے۔
۴ عقیق یعنی میرے سرخ آنسوؤں سے پیدا ہوا ہے۔
۵ وہ دوست میری آنکھوں میں رہتا تھا
۶ مجمرہ انگیٹھی مجمرہ گردان دھونی دینے والا۔
۷ تجھے فروکش کرنے کیلئے میں نے اپنی آنکھیں دھوئیں لیکن وہ اس قابل کہاں کہ اس میں تیری تصویر فروکش ہو۔

تا پیشوائے بخت روم تہنیت کناں
تاکہ نصیب کی پیشوائی میں مبارکباد دیتا ہوا جاؤں
کو مژدۂ ز مقدمِ عیدِ وصالِ تو
تیرے وصال کی عید کے آنے کی خوشخبری کہاں ہے؟

تا آسماں ز حلقہ بگوشانِ ما شود
تاکہ آسمان ہمارے حلقہ بگوشوں میں ہو جائے
کو عشوۂ ز ابروئے ہمچوں ہلالِ تو
تیرے ہلال جیسے ابروؤں کی ادا کہاں ہے!

در چینِ زلفش اے دلِ مسکیں چگونۂ
اے مسکین دل! تو اس کی زلف کے پیچ میں کیسا ہے
کآشفتہ گفت بادِ صبا شرحِ حالِ تو
کہ بادِ صبا نے تیرے حال کی تفصیل پریشان بتائی

برخاست بوئے گل ز درِ آشتی درآئی
پھول کی خوشبو اٹھ گئی ہے، صلح کے راستے سے آجا
اے نوبہارِ ما رخِ فرخندہ فالِ تو
اے کہ! تیرا مبارک فال والا چہرہ، ہماری نوبہار ہے

در صدرِ خواجہ عرض کدامیں جفا کنم
خواجہ کے دربار میں کون کونسی جفا بیان کروں؟
شرحِ نیازمندیِ دل یا ملالِ تو
دل کی نیازمندی کی شرح، یا تیرا رنجیدہ ہونا

آں نقطۂ سیاہ کہ آمد مدارِ نور
وہ کالا نقطہ، جو نور کا مدار ہے
عکسیست در حدیقۂ بینش ز خالِ تو
تیرے تل کا ایک عکس ہے، آنکھ کے باغ میں

حافظ دریں کمند سرِ سرکشاں بسے ست
اے حافظ! اس کمند میں بہت سے سرکشوں کے سر ہیں
سودائے کج مپز کہ نباشد مجالِ تو
بیہودہ خیال نہ پکا، کہ تیری طاقت نہیں ہے

اے پیکِ راستاں خبرِ سروِ ما بگو
اے سچوں کے قاصد! ہمارے سرو کی خبر بتا
احوالِ گل بہ بلبلِ دستانسرا بگو
پھول کے احوال، داستان گو بلبل کو بتا

ما محرمانِ خلوتِ انسیم غم مخور
ہم محبت کی خلوت کے محرم ہیں، غم نہ کھا
با یارِ آشنا سخنِ آشنا بگو
آشنا کی باتیں، آشنا دوست سے کہہ

دلہا ز دامِ طرہ چو بر خاک می فشاند
زلف کے جال سے جب وہ دلوں کو خاک پر جھاڑتا تھا
باآں غریبِ ما چہ گذشت اے صبا بگو
اے صبا! بتا، ہمارے مسافر پر کیا گزری؟

پُر چیں چو میشد آں سرِ زلفینِ مشکبار
جب وہ دونوں مشکیں زلفیں، پرشکن ہوتی تھیں
باما سرِ چہ داشت ز بہرِ خدا بگو
اس کا ہمارے بارے میں کیا خیال ہوتا تھا، خدا کیلئے بتا

گر دیگرت بر آں درِ دولت گذر فتد
اگر تیرا، دوبارہ اس درِ دولت پر گذر ہو
بعد از ادائے خدمت و عرضِ دعا بگو
ق آداب بجا لانے، اور دعا کے بعد کہنا

ہر کس کہ گفت خاکِ درِ دوست توتیاست
جس نے یہ کہا ہے کہ دوست کے دروازے کی خاک توتیا ہے
گو ایں سخن معائنہ در چشمِ ما بگو
کہہ دو کہ یہ بات علانیہ ہماری آنکھوں کے سامنے کہے

مرغِ چمن بمویۂ من دوش میگریست
بلبل، کل میری آہ و زاری پر رو رہی تھی
آخر تو واقفی کہ چہ رفت اے صبا بگو
اے صبا! تو جانتی ہے، بتا نتیجہ کیا ہوا؟

در راہِ عشق فرقِ غنی و فقیر نیست
عشق کی راہ میں، مالدار اور فقیر کا فرق نہیں ہے
اے پادشاہِ حسن سخن با گدا بگو
اے حسن کے بادشاہ! فقیر سے بات کر

ا۔ تیرے وصال کا مژدہ ملے تو میں اپنے نصیب کی پیشوائی تک مبارکباد پیش کرتا ہوا جاؤں۔
۲۔ آسمان اپنے چاند پر فخر کر رہا ہے تو اپنا ہلال ابرو دکھا دے تاکہ وہ سمجھ لے کہ جو چیز ہمیں حاصل ہے یعنی ابرو وہ اس کو میسر نہیں ہے۔
۳۔ موسم بہار آ گیا ہے اس میں تیری ناراضی کسی طرح مناسب نہیں ہے۔
۴۔ ہماری آنکھ کی پتلی کا کالا نقطہ تیرے تل کا عکس ہے۔
۵۔ اس کمند سے خلاصی کا خیال پاگل پن ہے۔
۶۔ شعر [illegible]
۷۔ اس کی بات کرنے ہماری آنکھ دلیل ہے اس کی خاک نے ہماری آنکھوں میں توتیا کا کام کیا ہے۔

آں مے کہ در سبو دلِ صوفی بعشوہ بُرد
وہ شراب جو صراحی میں ہوتے ہوئے ادائے صوفی کا دل لے گئی

کے در قدح کرشمہ کند ساقیا بگو
اے ساقی بتاؤ وہ پیالہ میں کب ناز دکھائے گی؟

آنکس کہ منع ما ز خرابات می کند
جو شخص ہمیں خرابات سے روکتا ہے

گو در حضورِ پیرِ من ایں ماجرا بگو
اس سے کہہ کہ میرے پیر کی موجودگی میں یہ بات کہے

جاں پرورست قصۂ اربابِ معرفت
معرفت والوں کا قصہ، جان پرور ہے

رمزے ازو بپرس و حدیثے بما بگو
اس کا کوئی نکتہ معلوم کر، اور ہم سے کوئی بات کہہ

ہر چند ما بدیم تو ما را بداں مگیر
اگرچہ ہم بُرے ہیں، لیکن اس پر ہماری گرفت نہ کر

شاہانہ ماجرائے گناہِ گدا بگو
شاہانہ انداز پر، فقیر کے قصور کا ذکر کر

برایں فقیر نامۂ آں محتشم بخواں
اس فقیر کے سامنے، اس باحشمت کا خط پڑھ

باایں گدا حکایتِ آں پادشا بگو
اس فقیر سے، اس بادشاہ کا قصہ بیان کر

حافظ گرت بمجلسِ او راہ میدہند
اے حافظ! اگر تجھے اس کی محفل میں جانے دیں

مے نوش و ترکِ زرق برائے خدا بگو
شراب نوشی کر، اور خدا کے لیے مکاری چھوڑ دے

اے خونبہائے نافۂ چیں خاکِ راہِ تو
اے وہ کہ تیرے راستہ کی خاک، چین کے نافہ کا خون بہا ہے

خورشید سایہ پرورِ طرفِ کلاہِ تو
سورج، تیری ٹوپی کے گوشہ کے سایہ کا پروردہ ہے

نرگس کرشمہ میبرد از حد برو ل خرام
نرگس حد سے زیادہ ادائیں دکھارہی ہے، باہر ٹہل

اے جاں فدائے شیوۂ چشمِ سیاہِ تو
اے وہ کہ جان، تیری کالی آنکھ کی ادا پر قربان ہے

خونم بخور کہ ہیچ ملک باچنیں جمال
میرا خون پی لے، اس لیے کہ ایسے حسن کے ہوتے ہوئے کوئی فرشتہ

ازدل نیایدش کہ نویسد گناہِ تو
دل سے اس پر راضی نہ ہوگا، کہ تیرا گناہ لکھے

آرام و خوابِ خلقِ جہاں را سبب توئی
مخلوق کے آرام، اور نیند کا تو ہی سبب ہے

زآں شد کنارِ دیدہ و دل تکیہ گاہِ تو
اسی لیے آنکھ، اور دل کی گود، تیری تکیہ گاہ ہے

باہر ستارۂ سرو کار ہست ہر شبم
مجھے ہر رات میں، ہر ستارہ سے سروکار ہے

از حسرتِ فروغِ رخِ ہمچو ماہِ تو
تیرے چاند جیسے چہرہ کے نور کی حسرت کی وجہ سے

یارانِ ہمنشیں ہمہ از ہم جدا شدند
ہمنشیں دوست، سب ایک دوسرے سے جدا ہوگئے

مائیم و آستانۂ دولت پناہِ تو
ہم ہیں اور تیرا دولت پناہ آستانہ

یارِ بداں مباش کہ مانندِ بختِ نیک
بروں کا دوست نہ بن، تاکہ اچھے نصیبہ کی طرح

یارِ تو باد ہر کہ بود نیک خواہِ تو
تیرا وہی دوست ہو، جو تیرا نیک خواہ ہو

فردائے روزِ حشر کہ عرضِ خلائق ست
کل حشر کے دن، جبکہ مخلوق کی پیشی ہے

باشد در آں میان کہ افتد بگاہِ تو
شاید ایسا ہو کہ اس درمیان میں، تیری نگاہ مجھ پر پڑجائے

حافظ طمع مبُر ز عنایت کہ عاقبت
اے حافظ! مہربانی سے، امید قطع نہ کر، اس لئے کہ انجام کار

آتش زند بخرمنِ غم دودِ آہِ تو
تیری آہ کا دھواں غم کے کھلیان میں آگ لگا دے گا

---

[۱] ہمارے پیر کے پاس پہونچے گا تو اس کی کرامت سے خود بھی خراباتی بن جائے گا۔

[۲] معرفت والوں سے معرفت کے رموز دریافت کرکے ہمیں بتا۔

[۳] بادشاہ گدا کی باتوں پر گرفت نہیں کرتے ہیں، تو بھی ہمارے ساتھ یہی معاملہ کر۔

[۴] تیرے راستہ کی خاک اور چین کے نافے کی ایک قیمت ہے (خون بہا، خون کا بدلہ)۔

[۵] چونکہ فرشتے بھی تیرے حسن پر فریفتہ ہیں لہذا تیرا گناہ نہ لکھیں گے۔

[۶] شب بیداری اور اختر شماری کرتا ہوں۔

[۷] اگر محبوب کی نظر قیامت کے دن مجھ پر پڑ جائے تو سب مصیبتیں حل ہو جائینگی

اے قبائے پادشاہی راست بر بالائے تو
اے وہ کہ بادشاہی قبا تیرے قد پر موزوں ہے

زینتِ تاج ونگیں از گوہرِ والائے تو
تاج، اور مہر کی رونق تیرے بلند جوہر سے ہے

آفتابِ فتح را ہر دم طلوعے میدہد
فتحمندی کے سورج کو ہر وقت ایک طلوع بخشتا ہے

از کلاہِ خسروی رخسارِ مہ سیمائے تو
تیرا چاند جیسا رخسار، شاہی تاج سے

جلوہ گاہِ طائرِ اقبال گردد ہر کجا
اقبال کے پرندے کی جلوہ گاہ بنجاتی ہے وہ جگہ

سایہ انداز د ہمائے چترِ گردوں سائے تو
جہاں تیرا آسمان سے لگنے والے چتر کا ہما سایہ ڈال دے

از رسومِ شرع و حکمت با ہزاراں اختلاف
ہزاروں اختلاف کے باوجود، شرع اور دانائی کے طریقوں کا

نکتۂ ہر گز نشد فوت از دلِ دانائے تو
ایک نکتہ بھی، تیرے دانا دل سے نہیں چھوٹتا ہے

آبِ حیوانش ز منقارِ بلاغت میچکد
اس کی بلاغت کی چونچ، سے آبِ حیات ٹپکتا ہے

طوطیِ خوش لہجہ یعنی کلکِ شکر خائے تو
خوش لہجہ طوطی، یعنی تیرے شکر چبانیوالے قلم سے

گرچہ خورشیدِ فلک چشم و چراغِ عالم ست
اگرچہ آسمان کا سورج، دنیا کا چشم وچراغ ہے

روشنائی بخش چشم اوست خاکِ پائے تو
تیرے پیر کی خاک اس کی آنکھ کو روشنی بخشنے والی ہے

آنچہ اسکندر طلب کرد و ندادش روزگار
جو چیز سکندر نے چاہی، اور زمانہ نے اس کو نہ دی

جرعۂ بود از زلالِ جامِ جاں افزائے تو
وہ تیرے جان کو بڑھانے والے جام کے زلال کا ایک گھونٹ تھا

عرضِ حاجت در حریمِ حرمتت محتاج نیست
تیری حرمت کے احاطہ میں حاجت پیش کرنیکی ضرورت نہیں ہے

رازِ کس مخفی نماند بر فروغِ رائے تو
تیری رائے کے نور پر کسی کا راز چھپا ہوا نہیں رہتا ہے

خسروا پیرانہ سر حافظ جوانی میکند
اے بادشاہ! بڑھاپے میں حافظ جوانی کرتا ہے

بر امیدِ عفوِ جاں بخش گنہ فرسائے تو
تیری جان بخشنے والی، گناہ کو مٹا دینے والی معافی کی امید پر

اے درِ چمن خوبی رویت چو گلِ خود رو
اے وہ کہ، حسن کے چمن میں تیرا چہرہ خودرو پھول کی طرح ہے

چینِ شکنِ زلفت چوں نافۂ چیں خوشبو
تیری زلف کی شکن کے پیچ، چین کے نافہ کی طرح خوشبودار ہیں

ماہ است رخت یا روز مشک است خطت یا شب
تیرا چہرہ چاند ہے یا دن، تیرا خط مشک ہے یا رات

سیم است برت یا عاج سنگ است دلت یا رو
تیرا جسم چاندی ہے یا ہاتھی دانت، تیرا دل پتھر ہے یا کانسی

لعلت بدرِ دنداں بشکست لبِ پستہ
تیرے ہونٹوں نے دانتوں کے موتیوں کے ذریعہ پستے کے ہونٹ کو شکست دیدی

زلفت بخمِ چوگاں بر بود دلم چوں گو
تیری زلفیں بلے کے موڑ کے ذریعہ میرے دل کو گیند کی طرح لے گئیں

آں رائحۂ زلفت یا لخلخۂ عنبر
وہ زلف کی خوشبو ہے، یا عنبر کا لخلخہ

یا غالیہ میساید در باغچۂ حسنِ او
یا وہ زلف اس کے حسن کے باغ میں غالیہ کو رگڑ رہی ہے

گفتی سخنِ خود را با یار بباید گفت
تو نے کہا اپنی بات دوست سے کہنی چاہئے

اے کاش تو انستم گفتن سخنے با او
اے کاش! میں کوئی بات اس سے کہہ سکتا

بد گوئے تو آں باشد کز یار کند سعت
تیرا بدگو، وہ ہوگا جو تجھے دوست سے روکے

گر یار نکو باشد مشنو سخنِ بد گو
اگر دوست اچھا ہو، تو بدگو کی بات نہ سن

ا تاج اور نگین کی رونق تیری ذات سے ہے۔
۲ رخسار کو آفتاب اور کلاہِ خسروی کو مطلع قرار دیا ہے۔
۳ چترِ شاہی کو ہما قرار دیا ہے جس کی خاصیت یہ ہے کہ جس پر اس کا سایہ پڑ جائے وہ بادشاہ بن جاتا ہے۔
۴ شریعت اور حکمت کے مسئلوں میں اگرچہ بہت سے اختلافات ہیں لیکن اس کی نظر ہر پہلو پر ہے۔
۵ قلم کو طوطی سے تشبیہ دی ہے اور مضامین کو آبِ حیات قرار دیا ہے۔
۶ سکندر جس آبِ حیات کی طلب میں مارا مارا پھرا وہ تیرے جام کا ایک گھونٹ ہے۔
۷ چہرہ کو خودرو پھول سے تشبیہ دی ہے اور زلف کی خوشبو کو چین کے نافہ سے۔
۸ چہرہ کو چاند اور دن سے، خط کو مشک اور رات سے اور بدن کو چاندی اور ہاتھی دانت سے، دل کو پتھر اور کانسی سے تشبیہ دی ہے۔
۹ لخلخہ اس مرکب کو کہا جاتا ہے جو سونگھنے کے لیے چند خوشبوؤں کے مرکب سے بنایا جاتا ہے۔

باما بہ ازیں میاش تاراز نگردد فاشش
ہمارے ساتھ تو اس سے اچھا معاملہ کرتا کہ راز نہ کھلے

نبود بد اگر باشی بادل شدگاں نیکو
اگر عاشقوں کے ساتھ تو بھلائی کریگا، تو کوئی برائی نہ ہوگی

استادِ غزل سعدی ست پیش ہمہ کس اما
سب کی نظر میں، سعدی غزل کا استاد ہے لیکن

دارد سخنِ حافظ طرزِ سخنِ خاجو
حافظ کا کلام، خاجو کے کلام کا انداز رکھتا ہے

بجانِ پیرِ خرابات وحقِ صحبتِ او
پیرِ خرابات کی جان، اور اس کے حق صحبت کی قسم

کہ نیست در سرِ من جز ہوائے خدمتِ او
کہ میرے سر میں اس کی خدمت کی خواہش کے سوا کچھ نہیں ہے

بہشت اگرچہ نہ جائے گناہگاران ست
بہشت، اگرچہ گنہگاروں کی جگہ نہیں ہے

بیار بادہ کہ مستظہرم بر حمتِ او
شراب لا، اس لیے کہ مجھے اس کی رحمت پر بھروسہ ہے

چراغِ صاعقۂ آں شراب روشن باد
خدا کرے اس شراب کی بجلی کا چراغ روشن رہے

کہ زد بخرمنِ من آتشِ محبتِ او
جس نے اس کی محبت کی آگ میرے کھلیان میں لگادی ہے

برآستانۂ میخانہ گر سرے بینی
اگر میخانہ کی چوکھٹ پر، تو کوئی سر دیکھے

مزن بپائے کہ معلوم نیست نیتِ او
اس کو ٹھوکر نہ مار، اس لیے کہ اس کی نیت معلوم نہیں ہے

بیار بادہ کہ دوشم سروشِ عالمِ غیب
شراب لا، اس لیے کہ کل مجھکو عالمِ غیب کے فرشتے نے

نوید داد کہ عام ست فیضِ رحمتِ او
خوشخبری دی ہے، کہ اس کی رحمت کا فیض عام ہے

مکن بچشمِ حقارت نگاہ برمنِ مست
مجھ مست پر، حقارت سے نگاہ نہ ڈال

کہ نیست معصیت و زہد بے مشیتِ او
اس لیے کہ کوئی گناہ اور زہد اس کی منشا کے بغیر نہیں ہے

نمیکند دلِ من میلِ زہد و توبہ ولے
میرا دل، زہد اور توبہ کی طرف میلان نہیں کرتا ہے لیکن

بنامِ خواجہ بکوشم و فرِ دولتِ او
خواجہ اور اس کی دولت کے دبدبہ کے نام پر کوشش کرتا ہوں

دلا طمع مبر از لطفِ بے نہایتِ دوست
اے دل! دوست کی لا انتہا مہربانی سے امید نہ توڑ

کہ نیست جز کرم و رحم خلق رغبتِ او
اس لیے کہ مخلوق پر رحم و کرم کے سوا اسکو کسی چیز کی رغبت نہیں

مدام خرقۂ حافظ ببادہ در گرو ست
حافظ کی گدڑی، ہمیشہ شراب میں گروی ہے

مگر زخاکِ خرابات بود فطرتِ او
شاید، شراب خانہ کی خاک سے اس کی پیدائش تھی

تابِ بنفشہ میدہد طرۂ مشکسائے تو
تیری مشکبار زلف، بنفشہ کو بل دے رہی ہے

پردۂ غنچہ میدرد خندۂ دلکشائے تو
تیری دلکشا مسکراہٹ، غنچہ کی پردہ دری کر رہی ہے

اے گلِ خوش نسیمِ من بلبلِ خویش را مسوز
اے میرے خوشبو دار پھول! اپنی بلبل کو نہ جلا

کز سرِ صدق میکند شب ہمہ شب دعائے تو
اسلیے کہ وہ سچائی کے ساتھ پوری پوری رات تجھے دعا دیتی ہے

دشمن و دوست گو بگو ہر غرضے کہ ممکن ست
دشمن اور دوست سے کہدے کہ جو اس کا جی چاہے کہے

جورِ ہمہ جہانیاں میکشم از برائے تو
میں تیری خاطر تمام دنیا والوں کا ظلم برداشت کرتا ہوں

ا اگر ہم سے بہتر سلوک نہ کریگا ہماری آہ وزاری عشق کا راز فاش کردیگی۔
۲ خاجو فارسی کے مشہور شاعر ہیں خواجہ صاحب کہتے ہیں کہ اگرچہ تمام شعرا نے سعدی کو غزل کا استاد مانا ہے۔ لیکن ہمیں خاجو کا طرز پسند ہے
۳ ممکن ہے وہ خودی مٹانے اس جگہ آیا ہو۔
۴ چونکہ نیکی اور بدی سب اللہ کے اختیار سے ہے لہذا میری بدی کو برا کہنا اللہ کی مشیت کی برائی کرنا ہے۔
۵ بنفشہ میں بل اس کی زلف سے آتے ہیں اس کی مسکراہٹ غنچہ کی مسکراہٹ کو شرماتی ہے۔
۶ مجبل کو نہ جلا وہ تیری دعا گو ہے
۷ مجھے اب دوست دشمن کے کہنے سنے کی پرواہ نہیں ہے

خرقۂ زہد و جامِ مے گرچہ نہ در خورِ من ست
زہد کی گدڑی اور شراب کا جام، اگرچہ میرے لائق نہیں ہے

اینہمہ نقش میزنم در طلبِ وفائے تو
تیری وفا کی طلب میں یہ سب نقشے بنا رہا ہوں

شورِ شراب و سوزِ عشق آں نفسم رود ز یاد
شراب کا شور اور عشق کی سوزش میں اس وقت بھولوں گا

کایں سرِ پُر ہوس شود خاکِ درِ سرائے تو
جب یہ تمناؤں بھرا سر، تیرے گھر کے در کی خاک بن جائیگا

منکہ ملول گشتمے از نفسِ فرشتگاں
میں، جو کہ فرشتوں کے سانس سے بھی رنجیدہ ہوتا تھا

قال و مقالِ عالمے میکشم از برائے تو
تیرے لئے ایک دنیا کی باتیں برداشت کر رہا ہوں

مہرِ رخت سرشتِ من خاکِ درت بہشتِ من
تیرے رخ کی محبت میری سرشت ہے، تیرے در کی خاک میری بہشت ہے

عشقِ تو سرنوشتِ من راحتِ من رضائے تو
تیرا عشق میرا نوشتۂ تقدیر ہے، میری راحت تیری رضامندی ہے

دلقِ گدائے عشق را گنج بود در آستیں
عشق کے بھکاری کی گدڑی کی آستین میں خزانہ ہوتا ہے

زود بسلطنت رسد ہر کہ بود گدائے تو
سلطنت پر جلد پہونچ جائے گا، جو تیرا بھکاری ہوگا

دولتِ عشق بیں کہ چوں از سرِ فخر و احتشام
عشق کی دولت کو دیکھ، کہ فخر و عزت کی وجہ سے کس طرح

گوشۂ تاجِ سلطنت میشکند گدائے تو
تیرا بھکاری سلطنت کے تاج کے گوشے کو خم دیتا ہے

شاہ نشینِ چشمِ من تکیہ گہِ خیالِ تست
میری آنکھ کا شاہ نشین، تیرے خیال کی آرامگاہ ہے

جائے دعاست شاہِ من بے تو مباد جائے تو
اے میرے شاہ! دعا کا موقع ہے، خدا کرے تیری جگہ تیرے بغیر نہ ہے

خوش چمنے ست عارضت خاصہ کہ در بہارِ حسن
تیرا رخسار، حسین چمن ہے، خصوصاً جبکہ حسن کی بہار میں

حافظِ خوش کلام شد مرغِ سخن سرائے تو
خوش کلام حافظ تیرا چہکنے والا پرند بن گیا ہے

خطِ عذارِ یار کہ بگرفت ماہ ازو
یار کے رخسار کا وہ خط، جس سے چاند رنجیدہ ہے

خوش حلقہ ایست لیک بدر نیست راہ ازو
پیارا حلقہ ہے لیکن اس سے نکلنے کا راستہ نہیں ہے

ابروئے دوست گوشۂ محرابِ دولت ست
دوست کی ابرو، اقبال کی محراب کا گوشہ ہے

آنجا بسائی چہرہ و حاجت بخواہ ازو
وہاں چہرہ رگڑ، اور اس سے ضرورت مانگ

اے جرعہ نوشِ مجلسِ جم سینہ پاک دار
اے جمشید کی مجلس کے، جرعہ نوش سینہ کو پاک رکھ

کآئینہ ایست جامِ جہاں بیں کہ آہ ازو
کیونکہ، جامِ جہاں بیں (سینہ) ایک ایسا آئینہ ہے جسکو پاک رکھنا مشکل ہے

سلطانِ غم ہر آنچہ تواند بگو بکن
غم کے بادشاہ سے کہدو، جو کر سکے کر

من بردہ ام بباده فروشاں پناہ ازو
میں نے اس سے شراب فروشوں کی پناہ لے لی ہے

صوفی مرا بمیکده برد از طریقِ عقل
صوفی نے عقل کے راستہ سے مجھے شرابخانہ میں پہونچادیا

ایں دود بیں کہ نامۂ من شد سیاہ ازو
اس دھوئیں کو دیکھو کہ اس سے میرا اعمالنامہ سیاہ ہو گیا ہے

کردارِ اہلِ صومعہ ام کرد مے پرست
عبادت خانہ والوں کے عمل نے مجھے شراب پرست بنادیا

بنگر کہ کارِ من بچساں شد تباہ ازو
دیکھ اس سے میرا کام کیسا تباہ ہو گیا

ساقی چراغِ مے برہِ آفتاب دار
اے ساقی! شراب کا چراغ، سورج کے راستہ میں رکھ

گو بر فروز مشعلۂ صبحگاہ ازو
کہدو کہ وہ صبح کی مشعل اس سے روشن کرے

۱ جب تیری چوکھٹ پر جان دے دوں گا۔ تو یہ سب کچھ مصیبتیں ختم ہو جائیں۔
۲ پہلے اس قدر نازک طبع تھا کہ فرشتوں کا سانس بھی ناگوار گذرتا تھا۔
۳ آستین میں جیب بنائی جاتی تھی۔
۴ میری آنکھوں میں ہر وقت تیرا تصور سمایا ہوا ہے خدا کرے یہ آنکھیں اس سے محروم نہ ہوں۔
۵ خطِ یار کا حسن دیکھ کر چاند شرمندہ ہوتا ہے لیکن جو اس حلقہ میں پھنس گیا وہ پھر نہیں نکل سکتا ہے۔
۶ غم اب ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا ہے ہم نے شراب فروشوں کی پناہ لے لی ہے۔
۷ صوفیوں کے کارناموں سے نفرت کھا کر میں شرابخانہ میں پہونچ گیا۔
۸ سورج کو اپنی روشنی شراب سے حاصل کرنی چاہیے۔

آبے بروز نامۂ اعمالِ ما فشاں
ہمارے اعمال کے روز نامچہ پر پانی چھڑک
بتواں مگر سترد حروفِ گناہ ازو
شاید گناہوں کے حروف اس سے دھوئے جائیں

آخر دریں خیال کہ دارد گدائے شہر
بالآخر، اس خیال کی وجہ سے جو شہر کا فقیر رکھتا ہے
روزے شود کہ یاد کند پادشاہ ازو
کوئی دن ہوگا، کہ بادشاہ اس کو یاد کرے گا

حافظ کہ سازِ مجلسِ عشاق ساز کرد
وہ حافظ، جس نے عاشقوں کی مجلس کے ساز کو تیار کیا ہے
خالی مباد عرصۂ ایں بزم گاہ ازو
خدا کرے اس مجلس کا میدان اس سے خالی نہ ہو

گفتا بروں شدی بتماشائے ماہِ نو
اس نے کہا تو نیا چاند دیکھنے باہر نکلا!
از ماہِ ابروانِ منت شرم نیست رو
تجھے، میرے ابروؤں کے چاند سے شرم نہ آئی نکل جا

عمریست تا دلم ز مقیمانِ زلفِ تست
ایک زمانہ گزر گیا، جب سے میرا دل تیری زلف کے ساکنوں میں ہے
غافل ز حفظِ جانبِ یارانِ خود مشو
اپنے دوستوں کی جانب کی نگرانی کرنے سے غافل نہ ہو

مفروش عطرِ عقل بہندوئے زلفِ یار
یار کی کافر زلف کے پاس عقل کا عطر نہ بیچ
کانجا ہزار نافۂ مشکیں بہ نیم جو
اس لیے کہ اس جگہ مشک کے ہزار نافے، آدھے جو کے برابر ہیں

تخمِ وفا و مہر دریں کشت زارِ عشق
اس عشق کے کھیت میں وفا، اور محبت کا بیج
آنگہ عیاں شود کہ رسد موسمِ درو
جب پھوٹتا ہے جب کٹنے کا وقت آجاتا ہے

ساقی بیار بادہ کہ رمزے بگویمت
اے ساقی، شراب لا کہ میں تجھ سے ایک راز کہوں
از سیرِ اخترانِ کہن سال و ماہِ نو
پرانی عمر کے ستاروں اور نئے چاند کی سیر کا

ق

شکلِ ہلال بر سرِ مہ میدہد نشاں
مہینہ کے شروع میں چاند کی شکل پتہ دیتی ہے
از افسرِ اتابک و پرِ کلاہِ گو
اتابک کے تاج، اور کسی جبا رہ کی ٹوپی کے پر کا

حافظ جنابِ پیرِ مغاں مامنِ وفاست
اے حافظ، پیرِ مغاں کی بارگاہ، وفا کا مامن ہے
درسِ وفا و مہر برو خواں و زو شنو
وفا اور محبت کا سبق اس کو سنا اور اس سے سن

گلبنِ عیش میدمد ساقیِ گلعذار کو
عیش کے پھولوں کی شاخ کھل رہی ہے، گلعذار ساقی کہاں ہے؟
بادِ بہار می وزد بادۂ خوشگوار کو
بہار کی ہوا چل رہی ہے۔ خوش گوار شراب کہاں ہے؟

ہر گلِ نو ز گلرخے یاد ہمی کند و لے
ہر نیا پھول، ایک گل رخ کو یاد کر رہا ہے لیکن
گوشِ سخن شنو کجا دیدۂ اعتبار کو
بات سننے والا کان، عبرت حاصل کرنے والی آنکھ کہاں ہے؟

مجلسِ بزمِ عیش را غالیۂ مراد نیست
عیش کی مجلس میں، مراد کی خوشبو نہیں ہے
اے دمِ صبح خوش نفس نافۂ زلفِ یار کو
اے خوش نفس صبح کے جھونکے؛ یار کی زلف کا نافہ کہاں ہے؟

حسن فروشیِ گلم نیست تحمل اے صبا
اے صبا، پھول کی حسن فروشی کی مجھ میں برداشت نہیں ہے
دست زدم بخونِ دل بہرِ خدا نگار کو
دل کے خون میں میں نے ہاتھ مارا، بہر خدا، وہ دوست کہاں ہے

۱ ہمارے اعمالنامہ پر شراب چھڑک دینا وہ گناہ دھو دیگی۔
۲ معشوق کی ابروؤں کو دیکھ لینے کے بعد چاند دیکھنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔
۳ زلف کے مقابلہ میں عقل کا عطر کوئی کام نہیں دیتا ہے۔
۴ عشق کا بیج بڑی مدت میں اگتا ہے۔
۵ شراب پی کر چاند اور ستاروں کے راز بتا سکتا ہوں۔
۶ گو بمعنی شجاع۔ چاند کے تغیرات دنیا کی ناپائیداری کا اشارہ کرتے ہیں۔
۷ شعر
غالب — سب کہاں، کچھ لالہ و گل میں نمایاں ہو گئیں
خاک میں کیا صورتیں ہوں گی کہ پنہاں ہو گئیں

شمع سحر بزم گہ لاف بعارض تو زد
مجلس میں صبح کی شمع نے تیرے رخسار کے مقابلہ کی ڈینگیں ماریں

خصم زباں دراز شد خنجر آبدار کو
دشمن زبان دراز ہو گیا ہے، آبدار خنجر کہاں ہے؟

گفت مگر ز لعل من بوسہ نداری آرزو
اس نے کہا، شاید تجھے میرے ہونٹ کے بوسہ کی آرزو نہیں ہے

مُردم ازیں ہوس ولے قدرت و اختیار کو
میں اس تمنا میں مر گیا لیکن قدرت اور اختیار کہاں ہے؟

حافظ اگرچہ در سخن خازنِ گنجِ حکمت ست
حافظ اگرچہ بات کہنے میں دانائی کے خزانہ کا خزانچی ہے

از غمِ روزگارِ دوں طبعِ سخن گزار کو
کمینہ زمانہ کے غم کی وجہ سے ادا کرنے والی طبیعت کہاں؟

مرا چشمے ست خوں افشاں ز چشمِ آں کماں ابرو
میری آنکھ خون چھڑکنے والی ہے اس کمان جیسے ابرو والے معشوق کی وجہ سے

جہاں پر فتنہ می بینم از آں چشم و ازاں ابرو
میں دنیا کو اس آنکھ اور اس ابرو سے فتنوں سے بھری دیکھتا ہوں

غلامِ چشمِ آں ترکم کہ در خوابِ خوشِ مستی
میں اس معشوق کی آنکھ کا غلام ہوں کہ مستی کی میٹھی نیند میں

نگاریں گلشنش روئے ست و مشکیں سائباں ابرو
اس کا چہرہ خوبصورت باغ اور اسکا ابرو مشکیں سائبان ہے

ہلالی شد تنم زیں غم کہ با طغرائے مشکینش
اس غم میں میرا جسم کبڑا ہو گیا کہ اسکے مشکیں طغرے کی موجودگی میں

کہ باشد مہ کہ بنماید ز طاقِ آسماں ابرو
چاند کون ہوتا ہے کہ آسمان کے طاق سے ابرو دکھائے

ہمیشہ چشمِ مستش را کمانِ حسن در زہ باد
خدا کرے اسکی مست آنکھ پر حسن کی کمان کا چلہ ہمیشہ چڑھا رہے

کہ از پشتی تیرِ او کشد بر مہ کماں ابرو
اس لیے کہ اسکے تیر کی مدد سے ابرو، چاند پر کمان کھینچتا ہے

روانِ گوشہ گیراں را جنبش طرفہ گلزار یست
گوشہ نشینوں کی روح کے لیے اس کا حسن ایک عجیب باغ ہے

کہ بر طرفِ سمن زارش ہمیگردد چماں ابرو
کہ اسکے چنبیلی کے قطعہ کے کنارے پر ابرو ٹہل رہی ہے

رقیباں غافل اند از ما کز آں چشمِ سیہ ہر دم
رقیب ہم سے غافل ہیں، اسلیے کہ اس کالی آنکھ سے ہر وقت

ہزاراں گونہ پیغام ست و حاجب در میاں ابرو
ہزاروں قسم کے پیغام ہیں اور ابرو بیچ میں پردہ دار ہے

دگر حور و پری را کس نگوید با چنیں حسنے
ایسے حسن کے ہوتے ہوئے پھر حور اور پری کی نسبت کوئی نہ کہیگا

کہ ایں را ایں چنیں چشم ست و آں را آنچناں ابرو
کہ اس کی آنکھ ایسی ہے اور اس کا ابرو ویسا ہے

تو کافر دل نمی بندی نقابِ زلف و میترسم
اے کافر دل! تو زلف کا نقاب نہیں ڈالتا ہے اور میں ڈرتا ہوں

کہ محرابم بگرداند خمِ آں دلستاں ابرو
کہ اس دل چھیننے والے ابرو کا خم میری محراب پلٹ دے گا

اگرچہ مرغِ زیرک بود حافظ در وفاداری
اگرچہ حافظ، وفاداری میں چالاک پرند تھا

بہ تیرِ غمزہ صیدش کرد چشمِ آں کماں ابرو
اس کمان جیسے ابرو والے کی آنکھ نے ادا کے تیر سے اسکا شکار کر لیا

مزرعِ سبزِ فلک دیدم و داسِ مہِ نو
میں نے آسمان کا سبز کھیت، اور نئے چاند کی درانتی دیکھی

یادم از کشتۂ خویش آمد و ہنگامِ درو
مجھے اپنی کھیتی اور کھیتی کاٹنے کا وقت یاد آ گیا

گفتم اے بخت بخسپیدی و خورشید دمید
میں نے کہا، اے نصیبے! تو سو گیا، اور سورج نکل آیا

گفت با ایں ہمہ از سابقہ نومید مشو
اس نے کہا کہ باایں ہمہ تقدیر سے نا امید نہ ہو

۱؎ پہلا مصرعہ سوال ہے دوسرا مصرعہ جواب ہے۔
۲؎ اس کی چشم دلبر نے مجھے ہی نہیں رلایا بلکہ تمام دنیا فتنوں میں مبتلا ہو گئی ہے۔
۳؎ ابرووں کو اگرچہ ہلال سے تشبیہ دیجاتی ہے لیکن میرے معشوق کے ابرووں کے سامنے ہلال کی کوئی حقیقت نہیں۔
۴؎ اس کی ابرو اس کی آنکھ کے ہزاروں پیغام لاکر دیتی ہے لیکن رقیبوں کو پتہ نہیں چلتا ہے۔
۵؎ اگر لوگ میرے محبوب کا حسن دیکھ لیں تو حور و پری کی تعریفیں کرنا چھوڑ دیں۔
۶؎ یعنی مسجد کی محراب میں سجدہ کرنا چھوڑ دونگا۔
۷؎ آسمان کا سبز کھیت اور چاند کی درانتی دیکھ کر مجھے اپنی نیند کی بیداری کا احساس ہوا۔

تکیہ بر اختر شبگرد مکن کیں عیار
ڈاکو ستارے پر بھروسہ نہ کر اسلئے کہ اس چالاک نے
تاج کاؤس ربود و کمر کے خسرو
کاؤس کا تاج، اور کیخسرو کی پیٹی چھین لی ہے

گر روی پاک و مجرد چو مسیحا بہ فلک
اگر پاک اور مجرد ہو کر مسیحا کی طرح تو آسمان پر جائیگا
از فروغ تو بخورشید رسد صد پر تو
تیرے نور سے، سورج تک سو جلوے پہنچیں گے

آسماں گو مفروش ایں عظمت کاندر عشق
آسمان سے کہدو، اپنی عظمت کی اتنی ڈینگیں نہ مارے اسلئے کہ عشق میں
خرمن مہ بجوے خوشۂ پروین بدو جو
چاند کا انبار ایک جو کا اور ثریا کا خوشہ دو جو کی قیمت رکھتا ہے

جام جمشید مکن دہ کہ نیرزد بر من
جمشید کا جام مجھے دے، اس لیے کہ میرے نزدیک قیمت نہیں رکھتا
گنج قاروں بجو و ملک سلیماں بدو جو
قارون کا خزانہ ایک جو کی اور سلیمان کا ملک دو جو کی

گوشوار در و لعل ارچہ گراں دارد گوش
موتی اور لعل کے گوشوارے اگرچہ کان کو بھاری معلوم ہوتے ہیں
دور خوبی گذران ست نصیحت بشنو
نصیحت سن لے، حسن کا زمانہ گذر جانے والا ہے

چشم بد دور ز خال تو کہ در عرصۂ حسن
تیرے تل سے چشم بد دور، کہ حسن کی بساط پر
بیذقے راند کہ برد از مہ و خورشید گرو
اس نے ایسا پیادہ چلا جو چاند اور سورج سے بازی لے گیا

ہر کہ در مزرع دل تخم وفا سبز نکرد
جس نے دل کے کھیت میں وفا کا بیج سرسبز نہ کیا
زرد روئی کشد از حاصل خود گاہ درو
کاٹنے کے وقت اپنی پیداوار سے شرمندہ ہوگا

اندریں دائرہ میباش چو دف حلقہ بگوش
دف کی طرح حلقہ بگوش بنکر اس دائرہ میں رہ
ور قفائے خوری از دائرہ خویش مرو
ورنہ طمانچے کھاتے گا۔ اپنے دائرے سے نہ نکل

آتش زرق و ریا خرمن دیں خواہد سوخت
فریب اور ریا کی آگ، دین کا کھلیان جلا دے گی

حافظ ایں خرقۂ پشمینہ بینداز و برو
اے حافظ! اس اونی گدڑی کو پھینک، اور چل دے

مطرب خوش نوا بگو تازہ بتازہ نو بنو
اے خوش آواز مطرب! تازہ بتازہ نو بنو گا
بادۂ دلکشا بجو تازہ بتازہ نو بنو
دلکشا شراب ڈھونڈ۔ تازہ بتازہ، نو بنو

با صنمے چو لعبتے خوش بنشیں بخلوتے
گڑیا جیسے بت کے ساتھ تنہائی میں مزے سے بیٹھ
بوسہ ستاں بکام از و تازہ بتازہ نو بنو
مقصد کے مطابق اس کے بوسے لے، تازہ بتازہ نو بنو

ساقی سیم ساق من نیست منیم بیار پیش
اے میرے چاندی جیسی پنڈلی والے ساقی! میرے پاس شراب نہیں ہے جلد سامنے لا
زود کہ پر کنم سبو تازہ بتازہ نو بنو
تاکہ میں تازہ بتازہ، نو بنو صراحی بھر لوں

بر ز حیات کے خوری گر نہ مدام مے خوری
تو زندگی کا پھل کب کھائیگا، اگر ہمیشہ شراب پیے گا
بادہ بخور بیاد او تازہ بتازہ نو بنو
اس کی یاد میں تازہ بتازہ نو بنو شراب پی

شاہد دلربائے من میکند از برائے من
میرا دلربا معشوق، میرے لئے
نقش و نگار و رنگ و بو تازہ بتازہ نو بنو
تازہ بتازہ و نو بنو نقش و نگار رنگ و بو اختیار کرتا ہے

باد صبا چو بگذری بر سر کوئے آں پری
اے باد صبا! اگر تو اس پری کے کوچہ سے گذرے
قصۂ حافظش بگو تازہ بتازہ نو بنو
تو اسے حافظ کا تازہ بتازہ، نو بنو قصہ سنادے

۱۔ شبگرد، چور چونکہ ستارے رات میں نکلتے ہیں، اس لئے ان کو شبگرد کہا ہے یعنی ان ستاروں نے سینکڑوں بادشاہوں کو ختم کر دیا ہے۔
۲۔ عاشق کی نظر میں نہ چاند کی قدر ہے نہ ثریا کی نہ وہ آسمان کی عظمت کا قائل ہے۔
۳۔ گوشوار در و لعل سے نصیحت کی باتیں مراد ہیں۔
۴۔ جس دل میں وفاداری نہیں اس کو انجام کار شرمندہ ہونا پڑتا ہے۔
۵۔ گونج پیدا کرنے کیلئے دف کے چاروں طرف گھونگروؤں کا حلقہ کس دیا جاتا ہے۔ اس لئے اس کو حلقہ بگوش کہا ہے۔
۶۔ لطف زندگی یہی ہے کہ محبوب کی یاد پر مستقل شراب نوشی کی جائے۔

ردیفِ ہائے ہوّز

ازخونِ[1] دل نوشتم نزدیکِ یار نامہ
میں نے دل کے خون سے دوست کے پاس خط لکھا ہے

اِنّی رَأَیتُ دَھراً مِن ھَجرِکَ القِیَامَہ
میں نے تیرے ہجر میں زمانہ کو قیامت سمجھا ہے

ہرچند کازمودم ازوے نبود سودم[2]
میں نے ہرچند آزمایا، اس سے مجھے فائدہ نہ پہنچا

مَن جَرَّبَ المُجَرَّبَ حَلَّت بِہِ النَّدَامَہ
جس نے تجربہ شدہ چیز کا تجربہ کیا، وہ شرمندہ ہوا

دارم من از فراقت در دیدہ صد علامت
میں تیرے فراق کی وجہ سے آنکھ میں سو علامتیں رکھتا ہوں

لَیسَت دُمُوعُ عَینِی ھٰذَا لَنَا العَلَامَہ
میری آنکھ کے یہ آنسو ہی ہمارے لئے علامت نہیں ہیں؟

پرسیدم از طبیبے احوالِ دوست گفتا
میں نے طبیب سے دوست کے احوال پوچھے وہ بولا

فِی بُعدِھَا عَذَابٌ فِی قُربِھَا النَّدَامَہ
اس کی دوری میں عذاب ہے، اس کے قرب میں ندامت ہے

گفتم ملامت آرد گر گردِ دوست گردم
میں نے کہا وہ ملامت کرتا ہے، اگر دوست کے چاروں طرف چکر کاٹتا ہوں

وَاللہِ مَا رَأَینَا حُبًّا بِلَا مَلَامَہ
خدا کی قسم ہم نے کوئی محبت، ملامت کے بغیر نہیں دیکھی ہے

حالِ درونِ ریشم محتاجِ شرح نبود
میرے زخمی دل کا حال، شرح کا محتاج نہیں ہے

خود میشود محقق از آبِ چشمِ خامہ
قلم کی آنکھ کے پانی سے خود ثابت ہو رہا ہے

بادِ صبا ز حالم ناگہ نقاب برداشت
میرے حال سے، بادِ صبا نے اچانک نقاب اٹھا دیا

کَالشَّمسِ فِی ضُحَاھَا تَطلُعُ مِنَ الغَمَامَہ
جیسا کہ سورج چاشت کے وقت میں ابر سے نکل آئے

حافظ[3] چو طالب آمد جامے و جانِ شیریں
جبکہ حافظ طلبگار بن کر آیا ہے، ایک جام لے اور شیریں جان لے

حَتّٰی یَذُوقَ مِنہُ کَاساً مِنَ الکَرَامَہ
تاکہ وہ اس سے، بندگی کا ایک جام چکھ لے

اے[4] از فروغِ رویت روشن چراغِ دیدہ
اے کہ تیرے چہرے کے نور سے آنکھوں کا چراغ روشن ہے!

مانندِ چشمِ مستت چشمِ جہاں ندیدہ
تیری مست آنکھ جیسی دنیا کی آنکھ نہیں دیکھی

ہمچوں تو نازنینے سرتاپا لطافت
تجھ جیسا نازنین، از سرتاپا لطافت

گیتی نشاں ندادہ ایزد نیا فریدہ
دنیا نے نہیں دکھایا، خدا نے نہیں پیدا کیا

ہرزاہدے[5] کہ دیدہ یاقوتِ مے فروشت
جس زاہد نے، تیرے شراب فروش سرخ ہونٹ کو دیکھ لیا

سجادہ ترک دادہ پیمانہ در کشیدہ
اس نے مصلے کو چھوڑا، شراب پینے لگا

در قصدِ[6] خونِ عاشق ابرو و چشمِ شوخت
عاشق کے خون کے ارادے سے، تیرے ابرو اور تیری شوخ آنکھ نے

گہ ایں کمیں کشادہ گہ آں کماں کشیدہ
کبھی اس نے گھات لگائی، کبھی اس نے کمان کھینچی

تا کے کبوترِ[7] دل چوں مرغِ نیم بسمل
دل کا کبوتر نیم بسمل پرندہ کی طرح کب تک؟

باشد ز تیرِ ہجرت در خاک و خوں طپیدہ
تیرے ہجر کے تیر سے، خاک اور خون میں تڑپے گا

تا کے فروگزاری چوں زلفِ خود دلم را
اپنی زلفوں کی طرح تو میرے دل کو کب تک چھوڑ رکھے گا

سرگشتہ و پریشاں اے نورِ ہر دو دیدہ
سرگشتہ اور پریشان، اے دونوں آنکھوں کے نور!

---

[1] یعنی میں نے فراق کی کیفیت محبوب کو خون سے لکھ کر بھیجی ہے۔

[2] محبوب کو بار بار آزمایا لیکن شرمندگی کے سوا کچھ حاصل نہ ہوا۔

[3] حافظ تیرا چاہنے والا ہے جان لے اور ایک جام محبت اسکو پلا کر باعزت کردے۔

[4] میری آنکھیں تیرے چہرے کے نور سے روشن ہیں۔

[5] جو زاہد تیرے ہونٹ دیکھے گا مصلے چھوڑ کر شراب خانے پہونچ جائے گا۔

[6] یعنی آنکھ نے گھات لگائی ہے اور ابرو نے کمان کھینچی ہے۔

[7] میرا دل ہجر میں نیم بسمل پرندے کی طرح تڑپتا ہے۔

ـلـہ اگر ندارد با عارضِ تو ابرو
اگر ابرو کو تیرے رخسار کا عشق نہیں ہے
پیوستہ از چہ باشد چوں قدّ من خمیدہ
تو میرے قد کی طرح ہمیشہ جھکا ہوا کیوں رہتا ہے

گر بر لبم نہی لب یابم حیاتِ باقی
اگر تو میرے ہونٹوں پر ہونٹ رکھ دیگا تو مجھے حیاتِ جاوید ملجائیگی
آندم کہ جانِ شیریں باشد بلب رسیدہ
جبکہ شیریں جان، ہونٹوں پر پہونچ چکی ہوگی

از سوزِ سینہ ہردم دودم بسر برآید
میرے سینہ کی سوزش سے ہر وقت دھواں اٹھتا ہے
چوں عود چند باشم در آتش آرمیدہ
عود کی طرح میں کب تک آگ میں پڑا رہونگا

در خارِ خارِ ہجراں افتادہ در کشاکش
میں ہجر کے کانٹوں ہی کانٹوں کی کشمکش میں پڑا ہوں
وز گلبنِ وصالت ہرگز گلے نچیدہ
اور تیرے وصل کی شاخ سے ہرگز کوئی پھول نہ چنا

بر چہرۂ بختِ نیکت تعویذِ چشم بدرا
تیرے نیک نصیبہ نے چہرہ پر نظرِ بد کے تعویذ کے لئے
ہر دم وَاِنْ یَکَادُ دُوْز اخلاص بر دمیدہ
ہر وقت اخلاص سے وَاِنْ یَکَادُ دَم کرتا ہوں گا

گر دستِ من نگیری با خواجہ باز گویم
اگر تو میری دستگیری نہ کرے گا تو میں خواجہ سے کہدونگا
کز عشوہ دل ز حافظ چوں بردہ او بدیدہ
کہ وہ حافظ کا دل ادائے آنکھ کے ذریعہ کس طرح لے گیا ہے

از من جدا مشو کہ توام نورِ دیدہٗ
مجھ سے جدا نہ ہو، کیونکہ تو میری آنکھ کا نور ہے
آرامِ جان و مونسِ قلبِ رمیدہٗ
جان کا آرام ہے اور وحشی دل کا غمخوار ہے

از دامنِ تو دست ندارند عاشقاں
عاشق تیرے دامن سے ہاتھ نہ ہٹائیں گے
پیراہنِ صبوریِ ایشاں دریدہٗ
تو نے ان کے صبر کا لباس چاک کر دیا ہے

از چشمِ زخمِ دہر مبادت گزند از آنک
خدا کرے زمانہ کی نظرِ بد سے تجھے نقصان نہ پہونچے کیونکہ
در دلبری بغایتِ خوبی رسیدہٗ
دلبری میں تو انتہائی خوبی کو پہونچ گیا ہے

منعم کنی ز عشقِ وے اے مفتیِ زماں
اے مفتیِ دوراں، تو مجھے اس کے عشق سے روکتا ہے
معذور دارمت کہ تو اورا ندیدہٗ
میں تجھے معذور سمجھتا ہوں، کیونکہ تو نے اس کو دیکھا نہیں ہے

چشمِ بد از تو دور کہ در طرزِ دلبری
تجھ سے نظرِ بد دور رہے، اس لیے کہ دلبری کے طرز میں
خط بر جمالِ یوسفِ کنعاں کشیدہٗ
تو نے کنعان کے یوسف کے جمال پر خط کھینچ دیا ہے

پایم نمی رسد بزمیں دیگر از نشاط
اب خوشی سے میرا پاؤں زمین پر نہیں ٹکتا ہے
تا سوئے من بلطف و عنایت تو دیدہٗ
جب سے تو نے مہربانی اور عنایت سے میری طرف دیکھا ہے

داری خیالِ پرسشِ عشاقِ بینوا
بے ساز و سامان، عاشقوں کی پرسش کا تجھے خیال ہے
گویا کہ بوئے صدق از ایشاں شنیدہٗ
گویا کہ تو نے ان سے سچائی کی بو سونگھ لی ہے

زیں سرزنش کہ کرد ترا دوست حافظا
اے حافظ! دوست نے جو تجھے یہ سرزنش کی ہے
بیش از گلیمِ خویش مگر پا کشیدہٗ
شاید تو نے اپنی کملی سے زیادہ پیر پھیلائے ہیں

لـہ تیری ابرو بھی تیرے رخ پر عاشق ہے اسی لیے جھک جھک کر اس کو دیکھتا ہے۔
ـہ مجھے کبھی وصال میسر نہ آیا ہمیشہ ہجر میں تڑپتا رہا ہوں۔
ـہ آیت وَاِنْ یَکَادُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا الخ نظرِ بد سے بچانے کے لیے پڑھکر دم کیجاتی ہے۔
ـہ چونکہ تو نے عاشقوں کو بے صبر بنا دیا ہے لہذا اب وہ تیرے دامن سے دست کش نہ ہوں گے۔
ـہ مفتی میرے محبوب کو دیکھے تو کبھی مجھے نہ روکے۔
ـہ جب سے تیری نظر عنایت ہوئی خوشی سے اچھل رہا ہوں۔
ـہ چونکہ تو نے اپنے مرتبہ سے بڑھ کر کوئی حرکت کی اسی لیے دوست نے تجھے جھڑک دیا ہے۔

آئے کہ با سلسلۂ زلفِ دراز آمدۂ
اے وہ کہ تو زلفِ دراز کی زنجیر لیکر آیا ہے

فرصت باد کہ دیوانہ نواز آمدۂ
خدا تیری عمر دراز کرے کیونکہ تو دیوانہ نواز واقع ہوا ہے

آب و آتش بہم آمیختۂ از لبِ لعل
لعل جیسے ہونٹ سے تونے آگ اور پانی کو آپس میں ملا دیا ہے

چشمِ بد دور کہ خوش شعبدہ باز آمدۂ
چشم بد دور، تو اچھا شعبدہ باز واقع ہوا ہے

چشمِ تو گرچہ بہر غمزہ دلم بربایند
تیری آنکھیں اگرچہ ہر ادا سے میرے دل کو اچک لیتی ہیں

لیک صد حیف کہ بیگانہ نواز آمدۂ
لیکن صد افسوس کہ تو بیگانہ نواز واقع ہوا ہے

ساعتے ناز مفرمای و بگرداں عادت
تھوڑی دیر کے لیے ناز نہ دکھا، اور عادت بدل لے

چوں بپرسیدنِ اربابِ نیاز آمدۂ
جبکہ تو نیاز مندوں کو پوچھنے آیا ہے

آفریں بر دلِ نرمِ تو کہ از بہرِ ثواب
تیرے نرم دل کو شاباش ہے اسلیے کہ تو ثواب کی خاطر

کشتۂ غمزۂ خود را بنماز آمدۂ
اپنی ادا کے شہید کی نماز پڑھنے آیا ہے

زہدِ من با تو چہ سنجد کہ بیغمائے دلم
تیرے سامنے میرے زہد کا کیا وزن ہے جبکہ تو میرا دل لوٹنے

مست و آشفتہ بخلوتگہِ راز آمدۂ
مست اور برہم ہو کر راز کی خلوت گاہ میں آیا ہے

پیشِ بالائے تو میرم چہ بصلح و چہ بجنگ
میں تیرے قد پر جان دیتا ہوں، خواہ صلح ہو خواہ جنگ

کہ بہر حال بر اندازۂ ناز آمدۂ
اس لیے کہ تو ہر حال میں ناز کے ایک انداز کے ساتھ آیا ہے

گفت حافظ دگرت خرقہ شراب آلودہ است
اس نے کہا کہ حافظ تیری گدڑی پھر شراب آلود ہے

مگر از مذہبِ ایں طائفہ باز آمدۂ
شاید تو اس گروہ کے مذہب سے پھر گیا ہے

چراغِ روئے ترا شمع گشت پروانہ
تیرے چہرے کے لیے شمع، پروانہ بن گئی ہے

مرا ز عشقِ تو از حالِ خویش پروانہ
مجھے تیرے عشق کی وجہ سے اپنے حال کی پروا نہیں ہے

خرد کہ قیدِ مجانینِ عشق می فرمود
وہ عقل جو عشق کے دیوانوں کو قید کرنے کا حکم فرماتی تھی

ببوئے حلقۂ زلفِ تو گشت دیوانہ
تیری زلف کے حلقہ کی خوشبو سے دیوانی بن گئی ہے

بمژدہ جاں بصبا داد شمع در نفسے
شمع نے فوراً ہی خوشخبری کے بدلے صبا کو جان دیدی

ز شمعِ روئے تواش چوں رسید پروانہ
جب تیرے چہرے کی شمع سے اس کے پاس خبر پہونچی

ببوئے زلفِ تو گر جاں بباد رفت چہ شد
تیری زلف کی خوشبو کی وجہ سے اگر جان برباد ہوئی تو کیا ہوا!

ہزار جانِ گرامی فدائے جانانہ
سیکڑوں معزز جانیں، محبوب پر قربان ہیں

بر آتشِ رخِ زیبائے تو بجائے سپند
تیرے حسین رخسار کی آگ پر کالے دانے کی بجائے

بغیرِ خالِ سیاہت کہ دید بہ دانہ
تیرے سیاہ تل کے سوا، بہتر دانہ کس نے دیکھا ہے

چہ نقشہا کہ برانگیختیم و سود نداشت
کتنے نقش ہیں جو ہم نے کھینچے اور انہوں نے کوئی فائدہ نہ دیا

فسونِ ما برِ او گشتہ است افسانہ
ہمارا جادو اس پر، افسانہ بن گیا

مرا بدور لبِ دوست ہست پیمانے
دوست کے ہونٹ کے دور سے میرا عہد ہے

کہ بر زباں نبرم جز حدیثِ پیمانہ
کہ زبان پر پیمانہ کی بات کے سوا کچھ نہ لاؤں گا

ـــہ زلف کی درازی نوازی یہی ہے کہ اس کو باندھو گے
ـــہ ہونٹوں کی سرخی آگ ہے اور ان کی بات آب حیات ہے آگ اور پانی کو شعبدے باز جمع کر دیتے ہیں۔
ـــہ تو دل تو لے گیا اور تیری نوازشیں دوسروں پر ہیں۔
ـــہ محبوب کیا ہی نرم دل ہے قتل کیا اور پھر نماز پڑھنے آیا۔ شعر
ـــہ تو جب مست و برہم ہو کر دل لوٹنے کے لیے آئے تو میرا زہد اس کا کس طرح مقابلہ کر سکتا ہے
ـــہ پہلے مصرعہ میں پروانہ اپنے معروف معنی میں ہے دوسرے مصرعہ میں پروا نہ بمعنی پرواہ نیست ہے۔
ـــہ شمع صبا سے بجھ جاتی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ باد صبا نے تیرے رخ کی خوشخبری اس کو دیدی تو فوراً اس نے بطور انعام جان دیدی۔

منِ غریب ز غیرت فتادم از پا دوش
میں غریب، کل غیرت سے گر پڑا

نگارِ خویش چو دیدم بدستِ بیگانہ
جب میں نے اپنے معشوق کو غیر کے قابو میں دیکھا

حدیثِ مدرسہ و خانقہ مگوے کہ باز
مدرسہ اور خانقاہ کی بات نہ کر اس لیے کہ پھر

فتادہ در سرِ حافظ ہوائے میخانہ
حافظ کے سر میں میخانہ کی محبت سمائی ہے

خنک نسیمِ معنبر شمامۂ دلخواہ
دل پسند عنبر جیسی خوشبو والی نسیم، مبارک ہے

کہ در ہوائے تو برخاست بامدادِ پگاہ
جو تیری محبت میں صبح کے وقت چل پڑی ہے

دلیلِ راہ شو اے طائرِ خجستہ لقا
اے مبارک چہرے والے پرندے! راستہ کا راہبر بن

کہ دیدہ آب شد از شوقِ خاکِ آں درگاہ
اس لیے کہ اس درگاہ کی خاک کے شوق میں آنکھیں پانی بن گئی ہیں

منم کہ بے تو نفس میزنم زہے خجلت
میں جو کہ تیرے بغیر سانس لے رہا ہوں، بہت شرمندگی ہے

مگر تو عفو کنی ورنہ چیست عذرِ گناہ
شاید کہ تو معاف کر دے، ورنہ گناہ کا عذر کیا ہے!

ببیں تشخصِ نزارم کہ غرقِ خونِ دلست
میرے لاغر جسم کو دیکھ جو دل کے خون میں ڈوبا ہے

ہلال راز کنارِ شفق کنند نگاہ
ہلال کو شفق کے کنارے سے دیکھتے ہیں

ز دوستانِ تو آموخت در طریقتِ مہر
تیرے عاشقوں سے سیکھا ہے، محبت کے راستہ میں

سپیدہ دم کہ صبا چاک زد شعارِ سیاہ
صبح کے وقت جو صبا نے سیاہ لباس چاک کیا ہے

بعشقِ روئے تو روزے کہ از جہاں بروم
جس دن کہ میں دنیا سے جاؤں گا، تیرے چہرے کے عشق کو لے کر

ز تربتم بدمد سرخ گل بجائے گیاہ
میری قبر سے گھاس کی بجائے سرخ پھول اگے گا

مدہ بخاطرِ نازک ملالت از من راہ
میری طرف سے نازک طبیعت میں رنج کو راستہ نہ دے

کہ حافظِ تو ہمیں لحظہ گفت بسم اللہ
اس لیے کہ تیرے حافظ نے اسی وقت بسم اللہ کہہ دی ہے

دامن کشاں ہمی شد در شربِ زر کشیدہ
معشوق کا سنہری کا لباس پہنے، دامن کھینچتا ہوا جا رہا تھا

صد ماہرو ز رشکش جیبِ قصب دریدہ
سیکڑوں ماہرو اس پر رشک سے کتان کے لباس کا گریبان چاک کیے ہوئے تھے

از تابِ آتشِ مے بر گردِ عارضش خوی
شراب کی آتش کی گرمی سے اس کے رخسار کے چاروں طرف پسینہ تھا

چوں قطرہ ہائے شبنم بر برگِ گل چکیدہ
جیسے کہ گلاب کی پتیوں پر شبنم کے قطرے ٹپکے ہوئے ہوں

یاقوتِ جانفزایش از آبِ لطف زادہ
اس کے یہ جانفزا ہونٹ، لطافت کے پانی سے بنے ہوئے ہیں

شمشادِ خوشخرامش از ناز پروریدہ
اس کا خوبصورت رفتار سرو ناز سے پلا ہوا ہے

لفظِ فصیح شیریں قدِ بلند چابک
اس کے فصیح الفاظ میٹھے ہیں، اس کا بلند قد چست ہے

روئے لطیف نازک چشمِ خوش کشیدہ
اس کا لطیف چہرہ نازک ہے، اس کی حسین آنکھیں لمبی ہیں

آں لعلِ دلکشش بیں و آں خندۂ پر آشوب
اس کے وہ دلکش ہونٹ، اور پر فتنہ ہنسی دیکھ

واں رفتنِ خوشش بیں واں گامِ آرمیدہ
انداز کی حسین وہ چال، اور ناز بھرے قدم دیکھ

آں آہوئے سیہ چشم از دامِ ما برون شد
وہ کالی آنکھ والا ہرن، ہمارے جال سے نکل گیا

یاراں چہ چارہ سازم بایں دلِ رمیدہ
یارو! اس بھاگے ہوئے دل کی میں کیا تدبیر کروں؟

تا کے کشم عتابت از چشمِ نیم خوابت
تیرا غصہ، تیری نیم خواب آنکھوں سے کب تک برداشت کروں

روزے کرشمۂ کن اے نورِ ہر دو دیدہ
اے دونوں آنکھوں کی روشنی! کسی دن انداز دکھا دے

زنہار تا توانی اہلِ نظر میازار
خبردار جب تک تجھ سے ہو سکے، اہلِ نظر کو نہ ستا

دنیا وفا ندارد اے یارِ برگزیدہ
اے منتخب دوست! دنیا وفادار نہیں ہے

بس شکر باز گویم در بندگیِ خواجہ
خواجہ کی خدمت میں بہت کچھ شکریہ پھر ادا کروں

گر اوفتد بدستم آں میوۂ رسیدہ
اگر وہ پکا پھل، میرے ہاتھ لگ جائے

ہر بد کہ گفت دشمن در حقِ ما شنیدی
دشمن نے جو ہماری برائی کی، تو نے سن لی

یارب کہ مدعی را باد از زباں بریدہ
اے خدا! رقیب کی زبان کٹ جائے

گر خاطرِ شریفت رنجیدہ شد ز حافظ
اگر تیرا مزاج شریف حافظ سے رنجیدہ ہوا ہے

باز آکہ توبہ کردیم از گفتہ و شنیدہ
واپس آجا، کہے، سنے سے ہم نے توبہ کی

در سرائے مغان رفتہ بود و آب زدہ
مغوں کی سرائے کا دروازہ، جھاڑو دیا ہوا اور چھڑکاؤ کیا ہوا تھا

نشستہ پیر و صلائے بشیخ و شاب زدہ
پیرِ مغاں بیٹھا ہوا تھا اور بوڑھے اور نوجوان کو پکار رہا تھا

سبو کشاں ہمہ در بندگیش بستہ کمر
سب صراحی کش اس کی خدمت میں کمر بستہ تھے

ولے ز طرفِ کلہ خیمہ بر سحاب زدہ
لیکن ٹوپی کے کنارے سے ابر پر خیمہ لگے ہوئے تھے

فروغِ جام و قدح نورِ ماہ پوشیدہ
پیالے اور جام کی روشنی چاند کے نور کو چھپائے ہوئے تھی

عذارِ مغبچگاں راہِ آفتاب زدہ
مغبچوں کے رخسار، سورج کو مات کیے ہوئے تھے

گرفتہ ساغرِ عشرت فرشتۂ رحمت
رحمت کے فرشتہ نے عیش کا ساغر تھاما تھا

ز جرعہ بر رخِ حور و پری گلاب زدہ
حور اور پری کے رخسار پر شراب کے گھونٹ سے گلاب چھڑکا ہوا تھا

ز شور و عربدۂ شاہدانِ شیریں کار
شیریں کار معشوقوں کے شور اور فساد سے

شکر شکستہ سمن ریختہ رباب زدہ
شکر بکھری ہوئی، پھول گرے ہوئے، ستار ٹوٹا ہوا تھا

عروسِ بخت در آں حجلہ با ہزاراں ناز
اس چھپرکھٹ میں، نصیبہ کی دلہن ہزاروں ناز کے ساتھ

کشیدہ وسمہ و بر برگِ گل گلاب زدہ
وسمہ لگائے ہوئے تھی اور گلاب کی پتیوں پر گلاب چھڑکے ہوئے تھی

سلام کردم و با من بروئے خنداں گفت
میں نے سلام کیا، اور اس نے ہنستے ہوئے ہنس کر کہا

کہ اے خمار کشِ مفلسِ شراب زدہ
ق
اے مفلس نشہ باز! شراب کے مارے ہوئے

کہ کرد اینکہ تو کردی بضعفِ ہمت و رائے
یہ کس نے کیا ہے جو تو نے کیا، کمزور ہمت اور کمزور رائے کے ساتھ

ز کنج خانہ شدہ خیمہ بر خراب زدہ
گھر کے گوشہ سے نکل آیا اور شراب خانہ میں ڈیرہ جمالیا

وصالِ دولتِ بیدار ترسمت ندہند
مجھے ڈر ہے، تجھے بیدار دولت کا وصل نہ دیں گے

کہ خفتۂ تو در آغوشِ بختِ خواب زدہ
کیونکہ تو خوابِ زدہ بخت کی گود میں سو رہا ہے

فلک جنیبہ کشِ شاہِ نصرۃ الدین باد
آسمان، شاہ نصرت الدین کا کوتل گھوڑا کھینچنے والا ہو

بیا ببیں فلکش دست در رکاب زدہ
آ، دیکھ، آسمان نے اس کی رکاب تھام رکھی ہے

ہلال تا کہ مگر نعلِ مرکبش گردد
ہلال نے، تاکہ اس کی سواری کا نعل بن جائے

ز بامِ عرش صدش بوسہ بر تراب زدہ
عرش کے بالاخانہ سے اس کی مٹی کو سیکڑوں بوسے دئیے ہیں

خرد کہ ملہمِ غیب ست بہرِ کسبِ شرف
عقل جو غیبی باتوں کا الہام کرنے والی ہے شرافت حاصل کرنے کے لئے

ز روئے صدق صدش بوسہ بر جناب زدہ
صدق دل سے اس کی بارگاہ کو سیکڑوں بوسے دیتی ہے

بیا بمیکدہ حافظ کہ بر تو عرضہ کنم
اے حافظ! میکدہ میں آ تاکہ تجھ پر پیش کروں

ہزار صف ز دعاہائے مستجاب زدہ
قبول شدہ دعاؤں کی ہزاروں صفیں

دوش رفتم بدرِ میکدہ خواب آلودہ
کل میں شراب خانہ کے دروازہ پر خواب آلودہ چلا گیا

خرقہ تر دامن و سجادہ شراب آلودہ
گدڑی تر دامن تھی اور مصلی شراب آلود تھا

آمد افسوس کناں مغبچۂ بادہ فروش
بادہ فروش مغبچہ افسوس کرتا ہوا آیا

گفت بیدار شو اے رہروِ خواب آلودہ
بولا اے خواب آلود مسافر! بیدار ہو جا

شست و شوئی کن و آنگہ بخرابات خرام
نہا دھولے، پھر شراب خانہ میں چل پھر

تا نگردد ز تو ایں دیرِ خراب آلودہ
تاکہ تجھ سے یہ بتخانہ گندا نہ ہو جائے

بہوائے لبِ شیریں دہناں چند کنی
شیریں دہن معشوقوں کے عشق میں کب تک کرے گا

جوہرِ روح بیاقوتِ مذاب آلودہ
روح کے جوہر کو پگھلے ہوئے یاقوت سے آلودہ

بطہارت گذراں منزلِ پیری و مکن
بڑھاپے کی منزل کو پاکی سے گزار، اور

خلعتِ شیب بتشریفِ شباب آلودہ
بڑھاپے کے خلعت کو جوانی کے لباس سے گندا نہ کر

آشنایانِ رہِ عشق دریں بحرِ عمیق
عشق کے راستے کے شناسا، اس گہرے سمندر میں

غرقہ گشتند و نگشتند بآب آلودہ
ڈوب گئے، لیکن پانی سے آلودہ نہ ہوئے

پاک و صافی شو و از چاہِ طبیعت بدر آئی
پاک و صاف بن، اور طبیعت کے کنویں سے باہر نکل

کہ صفائے نہ دہد آبِ تراب آلودہ
اس لیے کہ مٹی ملا ہوا پانی، صفائی نہیں دیتا ہے

گفتم اے جانِ جہاں دفترِ گل عیبے نیست
میں نے کہا، اے جانِ جہاں! کوئی عیب نہیں ہے اگر پھول کی کتاب

کہ شود وقتِ بہار از مئے ناب آلودہ
بہار کے موسم میں خالص شراب سے آلودہ ہو جائے

گفت حافظ برو و نکتہ بیاراں مفروش
بولا اے حافظ چلا جا، اور دوستوں کے سامنے نکتہ فروشی نہ کر

آہ ازیں لطف بانواعِ عتاب آلودہ
غصہ کی قسموں سے ملی ہوئی اس مہربانی پر افسوس ہے

سحر گاہاں کہ مخمورِ شبانہ
صبح کے وقت جبکہ میں رات کا مخمور تھا

گرفتم بادہ با چنگ و چغانہ
میں نے چنگ، اور چغانہ کے ساتھ شراب تھامی

ﮯ ہلال گھوڑے کے نعل کے مشابہ ہوتا ہے یعنی ہلال کی تمنا ہے کہ اس کے گھوڑے کا نعل بن جائے۔
ﮯ یعنی میخانہ کی دعائیں قبول ہوتی ہیں۔
ﮯ ان تینوں شعروں کا مضمون مسلسل ہے یعنی میں کل نیم خوابی کی حالت میں شراب خانہ میں آیا وہاں ایک مغبچہ آگیا اور کہا نہا دھولے ورنہ شراب خانہ گندا ہو جائے گا۔
ﮯ یہ بھی مغبچے نے کہا، یاقوت مذاب سے سرخ آنسو مراد ہیں۔
ﮯ بڑھاپے کو پاکی سے گزار اور بڑھاپے میں جوانی کے کارنامے چھوڑ دے۔
ﮯ یعنی عاشق دنیا میں رہتے ہیں اور دنیا کی گندگیوں سے آلودہ نہیں ہوتے ہیں۔
ﮯ میں نے مغبچہ کے جواب میں کہا کہ اگر موسم بہار میں کچھ تھوڑی بہت پی لی جائے تو اس میں کوئی عیب نہیں ہے۔
ﮯ مغبچے نے کہا، جا یہ نکتہ بازی ہم سے نہ کر، یہاں مغبچے کی خفگی سے بھی مہربانی تھی۔
ﮯ رات بھر شراب میں رہا صبح کو میں نے چنگ کے ساتھ شراب نوشی کی اور بے خود ہو گیا۔

نہادم عقل را زادِ رہ از مے — ز شہرِ ہستیش کردم روانہ

میں نے عقل کو شراب کا توشہ دیا — ہستی کے شہر سے، میں نے اس کو روانہ کر دیا

نگارِ مے فروشم عشوہ داد — کہ ایمن گشتم از مکرِ زمانہ

میرے شراب فروش معشوق نے ایسی ادا دکھائی — کہ میں زمانہ کے مکر سے محفوظ ہو گیا

ز ساقیِ کماں ابرو شنیدم — کہ اے تیرِ ملامت را نشانہ

کمان جیسے ابرو والے ساقی سے میں نے سنا — کہ اے وہ جو کہ ملامت کے تیر کا نشانہ ہے!

ق

نہ بندی زاں میاں طرفے کمر وار — اگر خود را بہ بینی در میانہ

اس کمر سے تو خاد ماد کوئی نفع نہ حاصل کرے گا — اگر اپنے آپ کو درمیان میں دیکھے گا

برو ایں دام بر مرغِ دگر نہ — کہ عنقا را بلندست آشیانہ

جا، یہ جال دوسرے پرند پر ڈال — اس لیے کہ عنقا کا آشیانہ بلند ہے

ندیم و مطرب و ساقی ہمہ اوست — خیالِ آب و گل در رہ بہانہ

شراب کا ساتھی اور مطرب اور ساقی سب وہی ہے — راستہ میں پانی اور مٹی کا خیال ایک بہانہ ہے

کہ بندد طرفِ وصل از حسنِ شاہے — کہ با خود عشق ورزد جاودانہ

ایسے شاہ کے حسن سے کون وصل کا فائدہ اٹھا سکتا ہے! — جو ہمیشہ خود اپنے آپ سے عشق کرے

بدہ کشتیِ مے تا خوش برآئیم — ازیں دریائے ناپیدا کرانہ

شراب کی کشتی عنایت کر دیجئے تاکہ ہم اچھی طرح باہر آ سکیں — اس دریائے ناپیدا کنارے سے

سرا خالی ست از بیگانہ مے نوش — کہ نبود جز تو اے مردِ یگانہ

مکان غیروں سے خالی ہے، شراب پی — کیونکہ اے یگانہ مرد، تیرے سوا کوئی دوسرا نہیں ہے

وجودِ ما معمائیست حافظ

اے حافظ! ہمارا وجود ایک معما ہے

کہ تحقیقش فسون ست و فسانہ

کہ جس کی تحقیق ایک منتر اور افسانہ ہے

عید ست و موسمِ گل ساقی بیار بادہ — ہنگامِ گل کہ دیدست بے مے قدح نہادہ

عید ہے، اور موسم بہار، اے ساقی شراب لا! — شراب کے بغیر رکھا ہوا پیالہ موسم بہار میں کس نے دیکھا ہے؟

زیں زہد و پارسائی بگرفت خاطرِ من — ساقی پیالہ دہ تا دل شود کشادہ

اس زہد اور پارسائی سے میں رنجیدہ ہو گیا ہوں — اے ساقی ایک پیالہ دے! تاکہ دل کھلے

واعظ کہ دی نصیحت میکرد عاشقاں را — امروز دیدمش مست تقویٰ بباد دادہ

جو واعظ، کل عاشقوں کو نصیحت کر رہا تھا — آج میں نے اس کو مست دیکھا، تقوے کو برباد کئے ہوئے

ایں یک دو روزِ دیگر گل را غنیمتے داں — گر عاشقی طرب کن با ساقیانِ سادہ

بہار کے ان دو ایک باقی دنوں کو غنیمت سمجھ — اگر تو عاشق ہے، سادہ رو ساقیوں کے ساتھ عیش کر

در مجلسِ صبوحی دانی چہ خوش نماید — عکسِ عذارِ ساقی بر جامِ مے فتادہ

تجھے معلوم ہے صبح کی شراب کی مجلس میں کس قدر اچھا لگتا ہے؟ — شراب کے جام پر ساقی کے رخسار کا عکس پڑا ہوا

ے جب تک محبوب کی کمر کی طرح خود کو معدوم نہ کرے گا، کرے لطف اندوز نہ ہوگا، محبوب کی کمر کو معدوم تصور کیا جاتا ہے۔

ے نادر محبوب کے حاصل کرنے میں بہت ہی زیادہ کوشش کی ضرورت ہے۔

ے اس شعر میں خواجہ صاحب نے وحدت الوجود کے مسئلہ کی طرف اشارہ کیا ہے یعنی یہ تعینات ظاہری محض ایک بہانہ ہیں ورنہ موجود صرف ایک ذات واحد ہے۔

ے جو خود پرست معشوق ہو اس سے کوئی عاشق کیا فائدہ اٹھا سکتا ہے۔

ے ہمارا وجود ایک معما ہے جس کو نہ موجود ہی کہا جا سکتا ہے نہ معدوم، اور اس کی تحقیق بھی پوری طرح نہیں ہو سکتی ہے۔

ے موسم بہار ہو اور عید تو پھر کوئی بھی بغیر شراب و جام کے نہیں رہ سکتا ہے۔

ے موسم بہار عارضی ہے اس میں امرد معشوقوں سے مستی کرنی چاہئے۔

ے صبوحی کی مجلس میں بے پردہ لطف اٹھتا ہے جو کہ ساقی کا عکس شراب میں نظر آئے۔

گل رفت اے حریفاں غافل چرا نشینید
اے دوستو! موسم بہار جا رہا ہے، تم غافل کیوں بیٹھے ہو!
بے بانگ رود و چنگ و بے یار و جام بادہ
رود اور چنگ کی آواز کے بغیر، اور یار اور شراب کے جام کے بغیر

مطرب چو پردہ سازد شاید اگر بخواند
مطرب جب ساز درست کرے، مناسب ہوگا اگر پڑھے

از طرز شعر حافظ در بزم شاہزادہ
حافظ کے اشعار کے طرز پر شاہزادہ کی مجلس میں

عیشم مدام است از لعل دلخواہ
دلپسند ہونٹ سے مجھے، دائمی عیش حاصل ہے
کارم بکام است الحمد للہ
خدا کا شکر ہے میرا کام مقصد کے مطابق ہے

اے بخت سرکش تنگش ببر کش
اے سرکش نصیبہ! اس کو زور سے بغل میں دبا
گہ جام زر کش گہ لعل دلخواہ
کبھی سنہرا پیالہ پی، کبھی دلخواہ ہونٹ سے لطف حاصل کر

ما را بمستی افسانہ کردند
ہمیں مستی میں مشہور کر دیا
پیران جاہل شیخان گمراہ
جاہل پیروں، اور گمراہ شیخوں نے

از قول زاہد کردیم توبہ
ہم نے زاہد کے قول سے توبہ کی
وز فعل عابد استغفر اللہ
اور عابد کے فعل سے استغفر اللہ

جاناں چہ گویم شرح فراقت
اے جاناں! میں تیرے فراق کی کیا شرح کروں!
چشمے و صد نم جانے و صد آہ
ایک آنکھ ہے اور سو آنسو، ایک جان ہے اور سو آہیں

کافر مبیناد ایں غم کہ دیدہ است
خدا کرے یہ غم کافر بھی نہ دیکھے، جو دیکھا ہے
از قامتت سرو از عارضت ماہ
سرو نے تیرے قد سے اور چاند نے تیرے رخسار سے

رو بر نتابم از راہ خدمت
خدمت کے راستے، میں روگردانی نہ کروں گا
سر بر ندارم از خاک درگاہ
درگاہ کی خاک سے، میں سر نہ اٹھاؤں گا

از صبر عاشق خوشتر نباشد
عاشق کے صبر سے، کوئی چیز بہتر نہ ہوگی
صبر از خدا خواہ صبر از خدا خواہ
صبر خدا سے چاہ، صبر خدا سے چاہ

دلق ملمع زنار راہ است
ملمع کی گدڑی، راہ کا زنار ہے
صوفی نداند ایں رسم و ایں راہ
صوفی اس رسم، اور اس راہ کو نہیں جانتا ہے

دیشب بروئیش خوش بود وقتم
کل رات میں اس کے چہرے سے خوش وقت تھا
از وصل جاناں صد لوحش اللہ
جاناں کے وصل سے سو آفریں ہے

شوق رخت برد از یاد حافظ
حافظ کو، تیرے رخ کے شوق نے بھلا دیا
ورد شبانہ درس سحر گاہ
رات کا وظیفہ، صبح کا درس

گر تیغ بارد در کوئے آں ماہ
اس چاند کے کوچہ میں، اگر تلوار برسے
گردن نہادیم الحکم للہ
ہم نے تو گردن رکھ دی ہے، حکم خدا کا ہے

---

۱ معشوق کو بغل میں دبا، کبھی جام کا بوسہ لے کبھی اس کے ہونٹ کا۔
۲ زاہدوں کے قول سے توبہ کرنی چاہئے اور عابدوں کے افعال پر استغفر اللہ پڑھنی چاہئے۔
۳ ایک آنکھ ہے اور سو سو آنسو ہیں ایک جان ہے اور سو سو آہیں ہیں۔
۴ سرو اس کا قد دیکھ کر اور چاند اس کا چہرہ دیکھ کر ایسے غم میں مبتلا ہیں جو خدا دشمن کو کبھی نہ دکھائے۔
۵ راہ عشق میں ریاکی کی گدڑی زنار کا کام کرتی ہے ریاکار صوفی ان باتوں سے واقف نہیں ہے۔
۶ لوحش اللہ لا اوحشہ اللہ کا مخفف ہے اس کا لفظی ترجمہ ہے خدا اس کو وحشت میں نہ ڈالے دعا اور تعجب کے موقع پر بولا جاتا ہے۔
۷ ہم نے تو تلوار کے نیچے سر دھر دیا ہے اب خدا جو چاہے فیصلہ کرے۔

منؔ رند و عاشق آنگاہ توبہ
میں رند اور عاشق ، اور پھر توبہ!
اَسْتَغْفِرُ اللہ اَسْتَغْفِرُ اللہ
استغفر اللہ ، استغفر اللہ

آئینِ تقوےٰ ما نیز دانیم
تقوے کے طریقے ہم بھی جانتے ہیں
آما چہ چارہ با بختِ گمراہ
لیکن گمراہ نصیبے کے ہوتے ہوئے کیا چارہ ہے؟

ما شیخ و زاہد کمتر شناسیم
ہم شیخ ، اور زاہد کو بہت کم پہچانتے ہیں
یا جامِ بادہ یا قصہ کوتاہ
یا شراب کا جام، یا قصہ مختصر

مہرِ تو عکسے برما نیفگند
تیری محبت نے ہم پر ذرا سا بھی عکس نہیں ڈالا
آئینہ رویا آہ از دلت آہ
اے آئینہ جیسے چہرے والے! تیرے دل سے آہ ہے آہ

اَلصَّبْرُ مُرٌّ اَلْعُمْرُ فَانٍ
صبر کڑوا ہے ، زندگی فنا ہونیوالی ہے
یَا لَیْتَ شِعْرِیْ حَتّٰی اَلْقَاہ
نہ معلوم میں جان جاتا، کب تک اس سے ملوں گا؟

عاشق مخور غم گر وصل خواہی
اے عاشق! غم نہ کر، اگر تو وصل چاہتا ہے
خوں بایدت خورد در گاہ و بیگاہ
موقع اور بے موقع تجھے خون پینا چاہیے

حافظ نبودی زینگونہ بیدل
اے حافظ! تو اس قسم کا بے دل نہ بنتا
گر می شنیدی پندِ نکو خواہ
اگر تو خیر خواہ کی نصیحت سنتا

ماہِ منؔ پردہ بر انداختہ یعنی چہ
اے میرے چاند! تونے پردہ اٹھا دیا ہے کیوں؟
مست از خانہ برون تاختہ یعنی چہ
تو مست ہو کر گھر سے نکل آیا ہے، آخر کیوں؟

شاہِ خوبانی و منظورِ گدایان شدہ
تو حسینوں کا شاہ ہے، اور فقیروں کا منظورِ نظر ہو گیا ہے
قدرِ ایں مرتبہ نشناختہ یعنی چہ
نہ معلوم اس مرتبہ کی قدر تو نے کیوں نہیں پہچانی ہے؟

زلف در دستِ صبا گوش بہ پیغامِ رقیب
زلف صبا کے ہاتھ میں، کان رقیب کے پیغام پر
اینچنیں با ہمہ در ساختہ یعنی چہ
نہ معلوم کیوں تو نے اس طرح سب کے ساتھ ساز باز کر لی ہے؟

نہ سرِ زلفِ خود اول تو بدستم دادی
کیا تو نے پہلے اپنی زلف میرے ہاتھ میں نہ پکڑائی تھی؟
بازم از پائے در انداختہ یعنی چہ
نہ معلوم پھر کیوں مجھے تو نے گرا دیا ہے؟

سخنتؔ رمزِ دہاں گفت و کمر سرِّ میاں
تیری گفتگو نے منہ کا، اور پٹی نے کمر کا راز ظاہر کر دیا
وز میاں تیغ بما آختہ یعنی چہ
نہ معلوم ہم پر تو نے میان سے کیوں تلوار سونتی ہے!

ہر کس از مہرۂ مہرِ تو بشغلے مشغول
ہر شخص تیری محبت کے مہرے سے ایک شغل میں مشغول ہے
عاقبت با ہمہ در باختہ یعنی چہ
آخر تو نے سب کے ساتھ کیوں بازی لگائی ہے؟

حافظا در دلِ تنگت چو فرود آید یار
اے حافظ! تیرے تنگ دل میں یار کس طرح آئے؟
خانہ از غیر نپرداختہ یعنی چہ
تو نے کیوں گھر کو غیر سے خالی نہیں کیا؟

لہ رند اور عاشق تو بہ کرے اس خیال سے بھی استغفر اللہ پڑھنا چاہیے۔
لہ شعر جانتا ہوں ثوابِ طاعت و زہد پر طبیعت ادھر نہیں آتی
لہ تو نے ہم پر تھوڑی سی مہربانی بھی نہ کی تیرے سخت دل پر آہ ہے۔
لہ میرے معشوق نے چہرے سے نقاب الٹ دیا ہے اور مست ہو کر نہ معلوم کیوں گھر سے نکل کھڑا ہوا ہے یہ کسی طرح پر مناسب نہ تھا، فتنہ بپا ہو جائے گا۔
لہ فقیروں کا منظورِ نظر بننا بہت بڑا مرتبہ ہے
لہ تیرے منہ اور کمر کا لوگوں کو علم نہ تھا تو نے بات کی اور پٹی کس لی اس لئے ان دونوں چیزوں کا نشان ظاہر ہو گیا۔ ہم بے قصور ہیں۔
لہ جب تک تو غیر کی محبت سے دل کو خالی نہ کریگا محبوب تیرے دل میں فروکش نہ ہوگا۔

نصیبِ من چو خرابات کردہ است الٰہ
خدا نے جب شراب خانہ میرے مقدر میں کر دیا ہے

دریں میانہ بگو زاہدا مرا چہ گناہ
اے زاہد! بتا اس میں میرا کیا گناہ ہے!

کسیکہ در ازلش جامِ مے نصیب افتاد
ازل میں جس کے نصیب میں شراب کا جام واقع ہوا ہے

چرا بحشر کنند ایں گناہ را در خواہ
اس گناہ کا سوال، حشر میں کیوں کرتے ہیں؟

بگو بزاہدِ سالوسِ خرقہ پوشِ دورویؔ
دورخے گدڑی پوش، مکار، زاہد سے کہہ دو

کہ دستِ زرق دراز ست و آستیں کوتاہ
کہ مکر کا ہاتھ دراز، اور آستین کوتاہ ہے

تو خرقہ راز برائے ہوا ہمی پوشی
تو گدڑی، خواہشِ نفسانی کے لیے پہنتا ہے

ق کہ تا بزرق بری بندگانِ حق از راہ
تاکہ مکاری سے بندگانِ خدا کو راستے سے بھٹکا دے

غلامِ ہمتِ رندانِ بے سر و پایم
میں مفلس رندوں کی باطنی توجہ کا غلام ہوں

کہ ہر دو کون نیرزد بہ پیشِ شاں یک کاہ
کہ ان کی نظر میں دونوں جہان ایک تنکے کے برابر بھی نہیں

مرادِ من ز خرابات چونکہ حاصل شد
چونکہ میرا مقصد شراب خانہ سے پورا ہو گیا ہے

دلم ز مدرسہ و خانقاہ گشت سیاہ
میرا دل مدرسہ اور خانقاہ سے بیزار ہو گیا ہے

برو گدائے درِ ہر گدائے شو حافظ
اے حافظ! جا، اور ہر گدا کے در کا گدا بن

تو ایں مراد نیابی مگر بشیئًا لِلّٰہ
بجز شیئًا للّٰہ کے تو یہ مراد نہ پائے گا

وصالِ او ز عمرِ جاوداں بہ
اس کا وصال عمرِ جاوداں سے بہتر ہے

خداوندا مرا آں دہ کہ آں بہ
اے خدا! مجھے وہ دے کیونکہ وہ بہتر ہے

بہ شمشیرم زد و با کس نگفتم
اس نے مجھے تلوار سے مارا، اور میں نے کسی سے نہ کہا

کہ رازِ دوست از دشمن نہاں بہ
دوست کا راز، دشمن سے چھپانا بہتر ہے

شبے میگفت چشمِ کس ندیدہ است
ایک شب وہ کہہ رہا تھا، کسی کی آنکھ نے نہیں دیکھا ہے

ز مروارید گوشم در جہاں بہ
دنیا میں، میرے کان کے موتی سے بہتر

دلا دائم گدائے کوئے او باش
اے دل! ہمیشہ اس کے کوچے کا فقیر بنا رہ

بحکمِ آنکہ دولت جاوداں بہ
اس لئے کہ مستقل دولت بہتر ہوتی ہے

بخلدم زاہدا دعوت مفرمای
اے زاہد! مجھے جنت کی دعوت نہ دے

کہ ایں سیبِ زنخ زاں بوستاں بہ
اس لیے کہ یہ ٹھوڑی کا سیب اس باغ سے بہتر ہے

بداغِ بندگی مُردن بریں در
اس در پر غلامی کا داغ لے کر مرنا

بجانِ او کہ از مُلکِ جہاں بہ
اس کی جان کی قسم، دنیا کی سلطنت سے بہتر ہے

گلے کاں پایمالِ سروِ ما گشت
جو پھول ہمارے سرو سے پامال ہوا

بود خاکش ز خونِ ارغواں بہ
اس کی خاک، ارغواں کے خون سے بہتر ہے

خدارا از طبیبِ من بپرسید
خدا کے لئے! میرے طبیب سے پوچھو

کہ آخر کے شود ایں ناتواں بہ
کہ آخر یہ بیمار کب اچھا ہوگا!

لے چونکہ میرے مقدر میں شراب نوشی لکھی ہے تو میرا کیا قصور ہے اور مجھ سے حشر میں کیوں باز پرس ہے۔
لے زاہدوں اور فقیہوں کی آستین چھوٹی ہوتی تھی یعنی اُن کی آستیں تو چھوٹی ہے لیکن مکاری میں بڑے دراز دست ہیں۔
لے شیئًا للّٰہ مجھے خدا کے لئے کچھ دو یہ فقیروں کی صدا ہے جو دروازے پر جا کر لگاتے ہیں۔
لے معشوق کا وصال عمرِ جاودانی سے بہتر ہے، اے خدا مجھے وصل ہی عنایت فرما دے۔
لے مستقل دولت اس کے کوچے کی گداگری ہے۔
لے محبوب کی غلامی میں جان دینا دنیا کی سلطنت سے بہتر ہے۔
لے جو پھول محبوب کے پیروں سے پامال ہو گیا اس کی خاک ارغواں کے خون سے بہتر ہے۔

جوانا سر متاب از پندِ پیراں — کہ رائے پیر از بختِ جواں بہ
اے جوان! بڈھوں کی نصیحت سے روگردانی نہ کر — اس لیے کہ بڈھے کی رائے جوان نصیبہ سے بہتر ہے

اگرچہ زندہ رود آبِ حیات ست — ولے شیرازِ ما از اصفہاں بہ
اگرچہ زندہ رود، آبِ حیات ہے — لیکن ہمارا شیراز اصفہان سے بہتر ہے

سخن اندر دہانِ دوست گوہر
دوست کے منہ میں بات، گوہر ہے
ولیکن گفتۂ حافظ ازاں بہ
لیکن حافظ کا کلام، اُس سے بہتر ہے

ردیفِ یائے تحتانی

آں غالیہ خط گر سوئے ما نامہ نوشتے — گردوں ورقِ ہستیِ ما در ننوشتے
اگر وہ غالیہ جیسے خط والا، ہمیں خط لکھتا — تو آسمان ہماری ہستی کے ورق کو لپیٹ نہ کرتا

ہر چند کہ ہجراں ثمرِ وصل برآرد — دہقانِ ازل کاش کہ ایں تخم نہ کشتے
اگرچہ ہجر، وصل کا پھل لاتا ہے — کاش کہ ازل کا کاشتکار یہ بیج نہ بوتا

آمرزشِ نقد ست کسے را کہ دریں جا — یارے ست چو حورے و سرائے چو بہشتے
اس کو نقد عطا حاصل ہے، جس کا یہاں — حور جیسا دوست ہے اور بہشت جیسا گھر ہے

مفروش بباغِ ارم و نخوتِ شداد — یک شیشۂ مے و نوشِ لبے و لبِ کشتے
باغِ ارم، اور شداد کے تکبر کے بدلے نہ بیچ — شراب کی ایک بوتل کو اور ہونٹ کے شہد اور کھیت کے کنارے کو

تنہا نہ منم کعبۂ دل بتکدہ کردہ — در ہر قدمے صومعۂ ہست و کنشتے
تنہا میں ہی اپنے دل کو بتکدہ بنائے نہیں ہوں — ہر قدم پر ایک صومعہ، اور ایک آتشکدہ ہے

در مصطبۂ عشق تنعم نتواں کرد — چوں بالشِ زر نیست بسازیم بخشتے
عشق کے شراب خانہ میں عیش پرستی نہیں کی جا سکتی ہے — جب سونے کا تکیہ نہیں ہے، ہم کسی اینٹ کو بنا لیں گے

کلکت کہ مریزاد زبانِ شکر ینش — مہر از تو ندید ار نہ جوابے بنوشتے
تیرے قلم نے، خدا اس کی میٹھی زبان نہ گرائے — تیری محبت نہ دیکھی، ورنہ کوئی جواب لکھتا

معمارِ وجود ار نہ زدے رنگِ تو از عشق — در آبِ محبت گلِ آدم نہ سرشتے
وجود کا معمار، اگر تجھ میں، عشق کی رنگ آمیزی نہ کرتا — آدم کی مٹی کو محبت کے پانی سے نہ گوندھتا

تا کے غمِ دنیائے دنی اے دلِ ناداں — حیف ست ز خوبے کہ شود عاشقِ زشتے
اے نادان دل! کمینی دنیا کا غم کب تک — افسوس ہے! اس حسین پر جو بُرے کا عاشق بنے

آلودگیِ خرقہ خرابیِ جہان ست — کو راہروِ پاک دلے خوب سرشتے
گدڑی کی گندگی، دنیا کی بربادی ہے — ایسا راہبر کہاں ہے، جو پاک دل، نیک طبیعت ہو

۱ جو عمر بڑے بوڑھوں کی تدبیر میں ہے وہ جوانی تقدیر میں بھی نہیں ہے۔
۲ زندہ رود اصفہان کی ایک نہر کا نام ہے
۳ یعنی ہم فراق سے نہ مرتے۔
۴ ہجر کے بعد اگرچہ وصل میسر آجاتا ہے لیکن کیا اچھا ہوتا کہ ہجر بھی نہ ہوتا۔
۵ جنت کی حور و قصور تو اُدھار ہے یہاں جس کو اچھا دوست اور اچھا گھر میسر آجائے اس کو یہ چیزیں نقد حاصل ہیں۔
۶ شراب کا شیشہ اور معشوق کا بوسہ اور کھیتی کا کنارہ دیکر اگر باغ ارم جو شداد نے جنت بنائی تھی اور شداد کا تکبر بھی ملے تو نہ لینا چاہیے۔
۷ ہر قدم پر اس کا جلوہ ہے۔
۸ تیرے قلم نے چونکہ تجھ میں محبت کا رنگ نہ پایا اس لیے ہمیں جواب نہ لکھا۔
۹ تیری ذات ایسی ہی ہے کہ اس سے عشق کیا جائے اگر منظور یہ بات نہ ہوتا تو آدم کی مٹی کو محبت کے پانی سے نہ گوندھا جاتا۔
۱۰ انسان کو خدا نے جو حسین ساخت عنایت کی ہے تو اب دنیا جیسی کمینی چیز پر عاشق ہونا بری بات ہے۔

از دست چرا ہشت سرِ زلفِ تو حافظ
حافظ نے تیری زلف کیوں ہاتھ سے چھوڑی!

تقدیر چنیں بود چہ کردے کہ نہ ہشتے
تقدیر ہی ایسی تھی، کیا کرتا اگر نہ چھوڑتا

پیامِ دوست شنیدن سعادت ست و سلامت
دوست کا پیغام سننا سعادت اور سلامتی ہے

مَنِ المُبَلِّغُ عَنِّی اِلٰی سُعَادَ سَلَامِی
میری جانب سے میرا سلام سعاد کو پہونچانے والا کون ہے؟

اَتَتْ رَوَائِحُ رَنْدِ الحِمٰی وَزَادَ غَرَامِی
حمی کے رند کی خوشبوئیں آئیں، اور میرا عشق بڑھا دیا

فدائے خاکِ درِ دوست باد جانِ گرامی
خدا کرے ہماری بزرگ جان دوست کے در پہ فدا ہو جائے

بیا بشامِ غریبان و آبِ دیدۂ من بیں
شامِ غریباں میں آ، اور میری آنکھ کے آنسوؤں کو دیکھ

بسانِ بادۂ صافی در آبگینۂ شامی
صاف شراب کی طرح، شامی شیشے میں

اِذَا تَقَرَّبَ مِنْ ذِی الاَرَاکِ طَارَ خَبِیْرُ
جلائی کا پرند جب ذی الاراک کے قریب آئے

فَلَا تَفَرَّدَ عَنْ رَوْضِھَا اَنِیْنُ حَمَامِی
تو میرے کبوتر کا رونا اس کے باغ سے جدا نہ ہو

خوشا دمے کہ در آئی و گویمت بسلامت
وہ وقت کیسا اچھا ہوگا کہ تو آئے اور میں تجھے سلامتی سے کہوں

قَدِمْتَ خَیْرَ قُدُوْمٍ نَزَلْتَ خَیْرَ مَقَامٍ
تو خوب آیا، بہترین جگہ اترا

بسے نماند کہ روزِ فراقِ ما بسر آید
زیادہ وقت نہیں رہا کہ ہمارے فراق کا زمانہ ختم ہو جائے

رَاَیْتُ مِنْ ہَضَبَاتِ الحِمٰی قِبَابَ خِیَامٍ
میں نے حمی کے چٹیل میدانوں میں خیموں کے قبے دیکھے ہیں

من ارچہ ہیچ ندارم سزائے خدمتِ شاہاں
میں اگرچہ بادشاہوں کے دربار کے لائق کچھ نہیں رکھتا ہوں

ز بہرِ کارِ صوابم قبول کن بغلامی
میرے درست کاموں کی وجہ سے مجھے غلامی میں قبول کرلے

امید ہست کہ زودت بکامِ خویش ببینم
امید ہے کہ میں جلد تجھے اپنے مقصد کے مطابق پالوں گا

تو شاد گشتہ بفرماندہی و من بغلامی
کہ تو آقائی میں خوش ہو گیا ہے، اور میں غلامی میں

بَعُدْتُ مِنْكَ وَقَدْ صِرْتُ ذَائِبًا كَهِلَالٍ
میں تجھ سے دور ہوا اور میں پگھل کر ہلال جیسا ہوگیا

اگرچہ روئے چو ماہت ندیدہ ام بتمامی
اگرچہ میں نے تیرا چاند جیسا چہرہ مکمل نہیں دیکھا

وَاِنْ دُعِیْتُ بِلَحْدٍ وَصِرْتُ نَاقِضَ عَھْدٍ
اور اگر میں لحد میں بلایا جاؤں اور میں عہد شکن ہو گیا ہوں

فَمَا تَطِیْبُ نَفْسِیْ وَمَا اسْتَطَابَ مَنَامِیْ
تو خدا کرے میں خوش نہ ہوں اور نیند خوشگوار نہ ہو

چو سِلکِ دُرِّ خوشابست شعرِ نظمِ تو حافظ
اے حافظ! تیری نظم کے اشعار آبدار موتیوں کی لڑی کی طرح ہیں

کہ گاہِ لطف سبق می برد ز نظمِ نظامی
کہ لطف کے وقت نظامی کی نظم سے سبقت لیجاتے ہیں

اکنوں کہ ز گل باز چمن شد چو بہشتے
اب جبکہ چمن پھول کی وجہ سے پھر ایک بہشت جیسا ہو گیا ہے

ساقی مے گلگوں لطلب بر لبِ کشتے
اے ساقی! کسی کھیتی کے کنارے سرخ شراب منگا

اے کاج قضا نامۂ عمرم ننوشتے
اے کاش، قضا میرا عمر نامہ نہ لکھتی

واکنوں کہ نوشتست بزودی ننوشتے
اور اب جبکہ اس نے لکھ دیا ہے تو جلدی نہ لکھتی

۱؎ سعاد محبوبہ کے جنگل کی خوشبو نے میرے عشق کو بھڑکا دیا کوئی میرا سلام ہی اس تک پہونچا دے۔ رند ایک خوشبودار درخت ہے حمٰی چراگاہ یہاں سعاد کی منزل مراد ہے۔

۲؎ اراک، پیلو کا درخت، ذی الاراک پیلو کا جنگل، مراد مقام محبوب ہے۔

۳؎ اگر میری موت اس حالت میں ہو کہ میں وفادار نہ رہوں تو مجھے قبر کی اچھی حالت میسر نہ آئے۔

۴؎ موسم بہار آگیا ہے شراب نوشی ہونی چاہئے۔

۵؎ یا تو ہم پیدا ہی نہ ہوئے ہوتے اب آگئے ہیں تو دراز عمر ملنی چاہئے تھی۔

زنگِ غمت از دل مے گلرنگ زداید
گر رنگ شراب تیرے دل سے غم کے زنگ کو صاف کر دیتی

بشنو کہ چنیں گفت مرا پاک سرشتے
سن! مجھ سے ایک پاک طبیعت نے ایسا ہی کہا ہے

گر محتسبت بر کدوئے بادہ زند سنگ
اگر محتسب تیری شراب کی تو مڑی پر پتھر مارے

بشکن تو کدوئے سر او نیز بخشتے
تو بھی اس کے سر کا کدو اینٹ سے توڑ دے

جہلِ من و علمِ تو فلک را چہ تفاوت
میری نادانی، اور تیرے علم میں آسمان کے لیے کیا فرق ہے؟

آنجا کہ بصر نیست چہ خوبے و چہ زشتے
جہاں بینائی نہیں ہے، کیا اچھائی اور کیا برائی؟

زاہد نکنم نسیہ حکایت کہ بنقدم
اے زاہد! مجھ سے ادھار کا قصہ بیان نہ کرا لیے کہ مجھے نقد حاصل ہے

ترکیست چو حورے و سرائے چو بہشتے
حور جیسا ایک معشوق، اور بہشت جیسا ایک مکان

بر خاکِ رہِ خواجہ کہ ایوانِ کمال ست
خواجہ کے راستہ کی خاک پر، جو کہ کمال کا محل ہے

گر بالشِ زر نیست بسازیم بخشتے
اگر سونے کا تکیہ حاصل نہیں ہے، کسی اینٹ پر گذارا کر لیں گے

ترسا بچۂ دوش ہمی گفت کہ حافظ
اک ترسا بچہ، کل کہہ رہا تھا کہ حافظ

حیف ست کہ ہر دم کند آہنگِ کنشتے
افسوس ہے، ہر وقت آتشکدہ کا قصد کرتا ہے

اے باد، نسیمِ یار داری
اے ہوا! تیرے پاس یار کی خوشبو ہے

زاں نفحۂ مشکبار داری
اسی وجہ سے تیری مشکبار خوشبو ہے

زنہار مکن دراز دستی
ہرگز، دراز دستی نہ کر

با طرۂ او چہ کار داری
تیرا، اس کی زلف سے کیا مطلب ہے؟

اے گل تو کجا و روئے زیباش
اے پھول! کہاں تو اور کہاں اس کا حسین چہرہ!

او مشکِ تر و تو خار داری
وہ تازہ مشک ہے، اور تو خاردار ہے

ریحاں تو کجا و خطِ سبزش
اے ریحان! کہاں تو، اور کہاں اس کا سبز خط!

او تازہ و تو غبار داری
وہ تازہ ہے، اور تو غبار دار ہے

نرگس تو کجا و چشمِ مستش
اے نرگس! کہاں تو اور کہاں اس کی مست آنکھ!

او سرخوش و تو خمار داری
وہ مست ہے، اور تجھ پر خمار ہے

اے سرو تو با قدِ بلندش
اے بلند سرو! تو اس کے بلند قد کے مقابلہ میں

در باغ چہ اعتبار داری
باغ میں کیا عزت رکھتا ہے!

اے عقل تو با وجودِ عشقش
اے عقل! تو اس کے عشق کے ہوتے ہوئے

در دست چہ اختیار داری
اپنے ہاتھ میں کیا، اختیار رکھتی ہے!

روزے برسی بوصل حافظ
اے حافظ! تو ایک دن وصل تک پہونچ جائیگا

گر طاقتِ انتظار داری
اگر تو انتظار کی طاقت رکھتا ہے

لے آسمان اندھا ہے اس کے سامنے جہل و علم یکساں ہیں۔
لے زاہد ادھار کا وعدہ کرتا ہے ہمیں حور و قصور نقد حاصل ہیں۔
لے حافظ مسلمان ہو کر ہر وقت آتشکدہ کا رخ کرتا ہے۔
لے ہوا اس لیے مشکبار بنی ہوئی ہے کہ اس میں محبوب کی خوشبو مل گئی ہے۔
لے پھول میں کانٹا ہے محبوب کا رخسار اس عیب سے بری ہے۔
لے محبوب کی آنکھ مست ہے اور نرگس خمار میں مبتلا ہے۔
لے عشق کے سامنے عقل بے اختیار ہے۔

اے بے خبر بکوش کہ صاحب خبر شوی
اے بے خبر! کوشش کر تاکہ تو صاحبِ خبر بنے
تا راہرو نباشی تو کے راہبر شوی
جب تک تو مسافر نہ بنے گا، راہبر کیسے بنے گا

درمکتبِ وجود بپیشِ ادیبِ عشق
زندگی کے مکتب میں، عشق کا ادب سکھانے والے کے سامنے
ہاں اے پسر بکوش کہ روزے پدر شوی
ہاں اے بیٹا! کوشش کرتا کہ کسی دن باپ بنے

دست از مسِ وجود چو مردانِ رہ بشوئی
مردانِ راہ کی طرح، وجود کے تانبے سے ہاتھ دھولے
تا کیمیائے عشق بیابی و زر شوی
تاکہ تو عشق کی کیمیا پالے اور سونا بنجائے

خواب و خورت ز مرتبۂ عشق دور کرد
تجھے سونے اور کھانے نے عشق کے مرتبہ سے دور کر دیا ہے
آنگہ رسی بدوست کہ بخواب و خور شوی
تو دوست تک اس وقت پہونچے گا جب کہ خواب و خور بچائیگا

گر نورِ عشقِ حق بدل و جانت او فتد
اگر اللہ کے عشق کا نور تیرے دل اور جان پر پڑ جائے
باللہ کز آفتابِ فلک خوب تر شوی
خدا کی قسم تو آسمان کے سورج سے بہتر ہو جائے گا

از پائے تا سرت ہمہ نورِ خدا شود
تیرے سر سے پیر تک سب خدا کا نور ہو جائے گا
در راہِ ذوالجلال چو بے پا و سر شوی
جب تو ذوالجلال کی راہ میں بے سر و پا بن جائے گا

بنیادِ ہستیِ تو چو زیر و زبر شود
تیری ہستی کی بنیاد جب زیر و زبر ہو جائے
در دل مدار ہیچ کہ زیر و زبر شوی
کچھ دل میں نہ لا کہ تو زیر و زبر ہو جائے گا

وجہ حقیقت ار شودت منظرِ نظر
اگر تیرے پیشِ نظر، حقیقت کا چہرہ ہو جائے گا
زیں پس شکے نماند کہ صاحب نظر شوی
اس کے بعد کوئی شک نہیں کہ تو صاحب نظر ہو جائیگا

گر در سرت ہوائے وصال ست حافظا
اے حافظ! اگر تیرے سر میں وصل کی تمنا ہے
باید کہ خاکِ درگہِ اہلِ بصر شوی
تجھے چاہیے کہ تو اہلِ بصر کی درگاہ کی خاک بن جائے

اے پادشہِ خوباں داد از غمِ تنہائی
اے حسینوں کے بادشاہ! تنہائی کے غم سے فریاد ہے
دل بے تو بجاں آمد وقت است کہ باز آئی
تیرے بغیر دل جان سے عاجز آگیا ہے وقت ہے کہ تو لوٹ آئے

اے دردِ توام درماں در بسترِ ناکامی
اے وہ کہ ناکامی کے بستر میں تیرا درد میرا علاج ہے
وے یادِ توام مونس در گوشۂ تنہائی
اے وہ کہ گوشۂ تنہائی میں تیری یاد میری مونس ہے

مشتاقی و مہجوری دور از تو چنانم کرد
عشق اور ہجر نے، تجھ سے دور ہو کر، مجھے ایسا کر دیا
کز دست بخواہد شد دامانِ شکیبائی
کہ صبر کا دامن ہاتھ سے چھوٹ جائے گا

دائم گلِ ایں بستاں شاداب نمی ماند
اس باغ کا پھول، ہمیشہ شاداب نہیں رہتا ہے
دریاب ضعیفاں را در وقتِ توانائی
طاقت کے وقت کمزوروں کی دلجوئی کر

صد بادِ صبا اینجا بے سلسلہ میرقصند
اس جگہ سیکڑوں بادِ صبا، بدون زنجیر کے رقص کرتی ہیں
انیست حریف اے دل تا بادیہ پیمائی
اے دل یہ دوست موجود ہے تاکہ تو صحرا نوردی کرے

در دائرۂ قسمت ما نقطۂ پرکاریم
ہم قسمت کے دائرہ میں، پرکار کا نقطہ ہیں
لطف آنچہ تو اندیشی حکم آنچہ تو فرمائی
مہربانی وہی ہے جو تو خیال کرے، حکم وہ ہے جو تو دے

ا۔ انسان محنت سے باخبر بنتا ہے جب سفر کی مصیبتیں اٹھاتا ہے تب رہبری کر سکتا ہے۔
۲۔ مکتبِ عشق میں جب تو محنت کریگا تب ہی بڑا بنے گا۔
۳۔ جب انسان خودی کو مٹا دیتا ہے کامل بنجاتا ہے۔
۴۔ انسان کا سونا اور کھانا راہِ عشق میں رکاوٹیں ہیں۔
۵۔ عشقِ الٰہی کا نور انسان کو آفتاب سے افضل بنا دیتا ہے۔
۶۔ اگر تو اپنے وجود کو مٹائے گا تو یہ نہ سمجھ کہ تو تباہ ہو جائے گا
۷۔ تیرا درد ہی میری دوا ہے۔
۸۔ حسن ناپائیدار چیز ہے اس کے ہوتے ہوئے ناتوانوں پر رحم کر۔
۹۔ سیکڑوں بادِ صبا اس کی زلف میں رقص کرتی ہیں اگر تجھے صحرا نوردی کرنی ہے تو یہ تیری دوست ہیں۔
۱۰۔ ہم دائرۂ قسمت میں پرکار کے نقطہ کی طرح بے اختیار ہیں۔

فکرِ خود و رائے خود در عالمِ رندی نیست
کفرست دریں مذہب خود بینی و خود رائی

رندی کی دنیا میں اپنی فکر اور اپنی رائے نہیں ہوتی ہے
اس مذہب میں خود بینی اور خود رائی کفر ہے

یارب بکہ بتواں گفت ایں نکتہ کہ در عالم
رخسارہ بکس ننمود آں شاہدِ ہرجائی

اے خدا یہ نکتہ کس سے کہا جا سکتا ہے کہ دنیا میں
اس ہرجائی معشوق نے کسی کو رخسار نہیں دکھایا ہے

دیشب گلۂ زلفت با بادِ صبا کردم
گفتا غلطی بگذر زیں فکرتِ سودائی

کل رات میں نے تیری زلف کا شکوہ بادِ صبا سے کیا
اس نے کہا تو غلطی پر ہے، اس پاگل پن کو چھوڑ دے

ساقی چمنِ گل را بے روئے تو رنگے نیست
شمشاد خراماں کن تا باغ بیارائی

اے ساقی پھول کے چمن میں تیرے چہرے کے بغیر کوئی رونق نہیں ہے
شمشاد کو ٹہلا تاکہ تو باغ کو رونق بخشے

زیں دائرۂ مینا خونیں جگرم مے دہ
تا حل کنم ایں مشکل زیں ساغرِ مینائی

اس مینائی دائرہ سے میں خونی جگر ہوں شراب دے
تاکہ اس جڑاؤ ساغر سے میں اس مشکل کو حل کروں

حافظ شبِ ہجراں شد بوئے خوشِ صبح آمد
اے حافظ! ہجر کی رات ختم ہوئی، صبح کی خوشبو آئی

شادیت مبارکباد اے عاشقِ شیدائی
اے شیدائی عاشق! تجھے خوشی مبارک ہو

اے در رخِ تو پیدا انوارِ پادشاہی
در فکرتِ تو پنہاں صد حکمتِ الٰہی

اے وہ کہ تیرے رخ میں بادشاہی نور ظاہر ہیں
تیری فکر میں، سو خدائی حکمتیں پوشیدہ ہیں

کلکِ تو بارک اللہ در ملک و دیں کشادہ
صد چشمہ آبِ حیواں از قطرۂ سیاہی

خدا تیرے قلم میں برکت دے جس نے ملک اور دین کے معاملوں کو دور کر دیا
سیاہی کے ایک قطرے سے آبِ حیات کے سیکڑوں چشمے

بر اہرمن نتابد انوارِ اسمِ اعظم
ملک آنِ تست و خاتم فرما ہر آنچہ خواہی

شیطان پر اسمِ اعظم کے نور نہیں چمکتے ہیں
ملک اور انگوٹھی تیری ملکیت ہے، تو جو چاہے حکم دے

در حشمتِ سلیماں ہر کس کہ شک نماید
بر عقل و دانشِ او خندند مرغ و ماہی

سلیمان کے دبدبہ میں جو شخص شک ظاہر کرے
پرند اور مچھلیاں اس کی عقل اور سمجھ پر ہنسیں گی

تیغے کہ آسمانش از فیضِ خود دہد آب
تنہا جہاں بگیرد بے منتِ سپاہی

وہ تلوار، جس پر آسمان اپنے فیض سے آب چڑھائے
سپاہیوں کے احسان کے بغیر، تنہا ملک فتح کرلے گی

گر پرتوے ز تیغت بر کان و معدن افتد
یاقوتِ سرخ رو را بخشد رنگِ کاہی

اگر تیری تلوار کا ذرا سا عکس کان اور معدن پر پڑ جائے
سرخ رو یاقوت کو، کاہی رنگ دیدے گے

دائم دلت بخشد بر اشکِ شب نشیناں
گر حالِ ما بپرسی از بادِ صبح گاہی

تجھے معلوم ہے تیرا دل رحم کھائے گا شب نشینوں کے آنسوؤں پر
اگر تو صبح کی ہوا سے ہمارا حال دریافت کرے گا

ساقی بیار آبے از چشمۂ خرابات
تا خرقہ ہا بشوئیم از عجبِ خانقاہی

اے ساقی! شراب خانہ کے چشمے سے پانی لا
تاکہ ہم خانقاہی تکبر سے گدڑی دھو لیں

باز ارچہ گاہ گاہے بر سر نہد کلاہے
مرغانِ قاف دانند آئینِ پادشاہی

اگرچہ کبھی کبھی، باز بھی سر پر تاج رکھتا ہے
بادشاہی کے طریقے، کوہِ قاف کے پرندے جانتے ہیں

۱؎ خدا ہر جگہ ہے لیکن اسکو کسی نے نہیں دیکھا ہے۔
۲؎ اس کی قید سے رہائی ممکن نہیں ہے لہٰذا شکوہ بیکار ہے۔
۳؎ چمن کی رونق محبوب سے ہی ہے جب وہ خرام ناز سے چلیگا تب رونق آئے گی۔
۴؎ یہ قصیدہ شاہ منصور کی تعریف میں ہے جس نے شاہ یحییٰ کو شکست دیکر شیراز پر قبضہ کر لیا تھا۔
۵؎ تیرا قلم لوگوں کے لیے آبِ حیات کا کام کرتا ہے۔
۶؎ مشہور ہے کہ حضرت سلیمان کی انگشتری پر اسمِ اعظم کندہ تھا جس کی وجہ سے وہ انسانوں اور جنوں پر حکومت کرتے تھے صخرہ نامی دیو نے وہ انگوٹھی چرالی تھی لیکن پھر بھی حکومت اس کو راس نہ آئی۔
۷؎ تیری تلوار کو آسمانی تائید حاصل ہے بلا لشکر کے بھی تو ملک فتح کر سکتا ہے۔
۸؎ اگر تیری تلوار کا عکس کانوں پر پڑ جائے تو یاقوت خوف کی وجہ سے زرد رنگ ہو جائے۔
۹؎ عبادت کا تکبر شراب سے ہی دھویا جا سکتا ہے۔

در دودمان آدم تا وضع سلطنت ہست
آدم کے خاندان میں جب سے سلطنت کا طریقہ ہے
مثل تو کس ندید و است ایں علم را کماہی
اس علم کو کما حقہٗ تیری طرح کسی نے نہیں جانا ہے

کلک تو خوش نویسد در شان یار و اغیار
تیرا قلم دوستوں، اور غیروں کے حق میں خوب لکھتا ہے
تعویذ جانفزائی و افسون عمر کاہی
جانفزائی کا تعویذ، اور عمر گھٹانے کا منتر

عمریست پادشاہا کز مے تہی ست جامم
اے بادشاہ! کافی وقت گزر گیا ہے کہ شراب سے میرا جام خالی ہے
اینک ز بندہ دعویٰ وز محتسب گواہی
یہ بندہ کا دعویٰ ہے، اور محتسب کی گواہی ہے

اے عنصر تو مخلوق از کیمیائے عزت
اے وہ! کہ تیری حقیقت عزت کی کیمیا سے بنی ہے
وے دولت تو ایمن از صدمت تباہی
اور وہ! کہ تیری دولت تباہی کے صدمے سے محفوظ ہے

جائے کہ برق عصیاں بر آدم صفی زد
جس جگہ، کہ گناہ کی بجلی آدم صفی اللہ پر گری
ما را چہ گونہ زیبد دعوائے بیگناہی
ہمیں بے گناہی کا دعوےٰ کیسے زیب دے سکتا ہے!

یا ملجاء البرایا یا واہب العطایا
اے مخلوق کے ملجا! اے عطیوں کے دینے والے!
عطفاً علیٰ مقل حلت بہ الدواہی
مہربانی کر، اُس تنگدست پر جس پر مصیبتیں نازل ہو گئی ہیں

جور از فلک نیاید تا تو ملک صفاتی
جب تک تو فرشتہ صفت موجود ہے، آسمان ظلم نہ کر سکے گا
ظلم از جہاں بروں شد تا تو جہاں پناہی
دنیا سے ظلم غائب ہو گیا ہے، جب تک تو دنیا کی پناہ ہے

حافظ چو دوست از تو گہ گاہ میبرد نام
اے حافظ! جبکہ دوست تیرا کبھی کبھی نام لیتا ہے
رنجش ز بخت منما باز آ بعذر خواہی
نصیبے سے رنجیدہ نہ ہو، عذر خواہی کے لئے واپس آجا

اے دل آں بہ کہ خراب از مے گلگوں باشی
اے دل! یہ بہتر ہے کہ تو سرخ شراب سے مست ہو
بے زر و گنج بصد حشمت قاروں باشی
بغیر سونے اور خزانے کے، قارون کی سی سیکڑوں حشمتوں والا ہو

در مقامے کہ صدارت بفقیراں بخشند
جس جگہ کہ فقیروں کو صدارت دیں
چشم دارم کہ بجاہ از ہمہ افزوں باشی
مجھے توقع ہے، کہ تو مرتبہ میں سب سے بڑھا ہوا ہوگا

تاج شاہی طلبی گوہر ذاتی بنما
اگر تو شاہی تاج چاہتا ہے، ذاتی جوہر دکھا
ور خود از گوہر جمشید و فریدوں باشی
اگرچہ تو جمشید اور فریدوں کی نسل سے ہو

در رہ منزل لیلیٰ کہ خطرہاست بجاں
لیلیٰ کی منزل کے راستہ میں، جان کے لیے بہت خطرے ہیں
شرط اول قدم آنست کہ مجنوں باشی
پہلے ہی قدم کے لئے یہ شرط ہے کہ تو مجنون بن جائے

کارواں رفت و تو در خواب و بیاباں در پیش
قافلہ چلا گیا اور تو نیند میں ہے اور آگے جنگل ہے
کے روی رہ ز کہ پرسی چہ کنی چوں باشی
کب چلے گا، راستہ کس سے پوچھے گا، کیا کرے گا، کیسے رہیگا؟

نقطۂ عشق نمودم بتو ہاں سہو مکن
میں نے تجھے عشق کا نقطہ دکھا دیا ہے، دیکھنا بھول نہ جانا
ورنہ چوں بنگری از دائرہ بیروں باشی
ورنہ جب تو نہ دیکھے گا، دائرے سے باہر نکل جائے گا

ساغرے نوش کن و جرعہ بر افلاک فشاں
ایک ساغر پی، اور آسمانوں پر ایک گھونٹ چھڑک
تا بچند از غم ایام جگر خوں باشی
کب تک زمانہ کے غم سے جگر کو خون کئے رکھے گا؟

۱؎ تیرے قلم کے ذریعہ دوستوں کی عمر بڑھتی اور دشمنوں کی عمر گھٹتی ہے۔
۲؎ جب حضرت آدم گناہ سے نہ بچ سکے تو ہم کیا بچیں گے۔
۳؎ جب تک تیری بادشاہت ہے آسمان کوئی ظلم نہیں کر سکتا ہے اور دنیا سے ظلم ختم ہو گیا ہے۔
۴؎ دل میں اگر دولت عشق ہے تو پھر بغیر خزانوں کے قارون کی دولت بہتر ہے۔
۵؎ بادشاہت کیلئے ذاتی جوہر درکار ہے صرف نسلی شرافت سے کام نہیں چلتا ہے۔
۶؎ عشق کے راستہ میں جان کے لیے بہت خطرے ہیں، پہلا قدم رکھنے کی یہ شرط ہے کہ انسان مجنون صفت بنے۔
۷؎ انسان اگر خواب غفلت میں پڑا ہے تو پھر منزل طے نہ کر سکے گا۔

حافظ از فقر مکن نالہ کہ گر شعر اینست
اے حافظ! افلاس سے نالاں نہ ہو، اس لئے کہ اگر یہی شعر ہیں
ہیچ خوشدل نہ پسندد کہ تو محزوں باشی
کوئی خوش دل، یہ نہ پسند کرے گا کہ تو غمگین رہے

اے دل بکوئے عشق گذارے نمیکنی
اے دل! تو عشق کے کوچہ میں کیوں نہیں گذرتا ہے
اسباب جمع داری و کارے نمیکنی
تیرے پاس سارے اسباب مہیا اور تو کوئی کام نہیں کرتا ہے

چوگانِ کام در کف و گوئے نمیزنی
ہاتھ میں مقصد کا بلا ہے، اور گیند نہیں مارتا ہے
بازے چنیں بدست و شکارے نمیکنی
ایسا باز ہاتھ میں ہے، اور تو کوئی شکار نہیں کرتا ہے

ایں خوں کہ موج میزند اندر جگر چرا
یہ خون جو جگر میں موجیں مار رہا ہے، کیوں
در کارِ رنگ و بوئے نگارے نمیکنی
کسی معشوق کے رنگ و بو کے کام میں نہیں لگاتا ہے!

مشکیں ازاں نشد دمِ خُلقت کہ چوں صبا
تیرے اخلاق کا سانس اسی وجہ سے مشکیں نہیں ہوا ہے کہ صبا کی طرح
بر خاکِ کوئے دوست گذارے نمیکنی
تو دوست کے کوچہ کی خاک پر سے نہیں گذرتا ہے

گر دیگراں بجاں غمِ جاناں خریدہ اند
اگر دوسروں نے محبوب کا غم جان کے بدلے خریدا ہے
اے دل تو ایں معاملہ بارے نمیکنی
اے دل! تو یہ معاملہ اب کیوں نہیں کرتا ہے؟

ترسم کزیں چمن نبری آستینِ گل
مجھے ڈر ہے کہ تو اس چمن سے پھولوں بھری آستین نہیں لیجا سکیگا
کز گلبنش تحملِ خارے نمیکنی
اس لئے کہ تو اس کی شاخ سے کسی کانٹے کی برداشت نہیں کرتا ہے

در آستینِ کامِ تو صد نافہ مندرج
تیرے مقصد کی آستین میں سیکڑوں نافے بھرے ہیں
واں را فدائے طرۂ یارے نمیکنی
تو ان کو یار کی زلف پر قربان نہیں کرتا ہے

ساغر لطیف و دلکش و مے افگنی بخاک
ساغر لطیف اور دلکش ہے اور تو شراب مٹی پر بہا رہا ہے
و اندیشہ از بلائے خمارے نمیکنی
اور تو خمار کی مصیبت کی فکر نہیں کرتا ہے

حافظ برو کہ بندگیِ بارگاہِ دوست
اے حافظ! جا، دوست کی بارگاہ کی غلامی
گر جملہ می کنند تو بارے نمیکنی
اگر سب کرتے ہیں، تو ایک بار بھی نہیں کرتا ہے

اے دل اگر از چاہِ زنخداں بدر آئی
اے دل! اگر تو ٹھوڑی کے کنویں سے باہر نکلے گا
ہر جا کہ روی زود پشیماں بدر آئی
جہاں بھی جائیگا، جلد پشیمان ہو کر واپس آجائے گا

ہشدار کہ گر وسوسۂ عقل کُنی گوش
ہوشیار رہ، اگر عقل کے وسوسہ کی طرف کان لگائے گا
آدم صفت از روضۂ رضواں بدر آئی
آدم کی طرح رضوان کے باغ سے باہر نکل آئے گا

تا کے چو صبا بر تو گمارم دمِ ہمت
صبا کی طرح کب تک تجھ پر اپنی ہمت کو متوجہ رکھوں
کز غنچہ چو گل خرم و خنداں بدر آئی
کہ غنچے سے پھول کی طرح تو ہنسی، خوشی باہر نکل آئے

در تیرہ شبِ ہجرِ تو جانم بلب آمد
تیرے ہجر کی تاریک رات میں میری جان ہونٹوں پر آگئی
وقت ست کہ ہمچوں مہِ تاباں بدر آئی
وقت ہے کہ روشن چاند کی طرح تو باہر نکل آئے

۱۔ اگر حافظ کے اشعار کی یہی خوبی ہے تو اس کو فقر کی شکایت نہ رہیگی۔
۲۔ جب سارے اسباب مہیا ہیں تو عشق کی راہ میں کچھ کام کرنا چاہئے۔
۳۔ اگر خونِ جگر کسی محبوب کے کام نہ آیا تو بیکار ہے۔
۴۔ اخلاق میں مشک کی خوشبو جب پیدا ہوگی جب تیرا دوست کے کوچہ سے گذر ہوگا۔
۵۔ اگر کانٹے کی برداشت نہ کرے گا آستین کو پھولوں سے نہ بھر سکے گا۔
۶۔ جو دل معشوق سے ربوئی چاہیگا شرمندہ ہوگا۔
۷۔ عقل بہکاتی ہے اگر اس کی بات کی طرف دھیان کیا تو جنت ہاتھوں سے جاتی رہیگی

جاں میدہم از حسرتِ آں لعلِ رواں بخش
اس روح بخش ہونٹ کی حسرت میں میں جان دیتا ہوں
باشد کہ چو خورشیدِ درخشاں بدر آئی
ہو سکتا ہے کہ چمکدار سورج کی طرح تو باہر نکل آئے

شاید کہ بآبے فلکت دست بگیرد
شاید آسمان کچھ پانی سے تیری دست گیری کرے
گر تشنہ لب از چشمۂ حیواں بدر آئی
اگر تو چشمۂ حیوان سے پیاسا باہر نکل آئے

در خانۂ غم چند نشینی بملامت
غم کے گھر میں تو کب تک ملامت کے ساتھ بیٹھا رہے گا!
وقت ست کہ از دولتِ سلطاں بدر آئی
وقت ہے کہ بادشاہ کی دولت کی وجہ سے تو باہر نکلے

بر خاکِ درت بستہ ام از دیدہ دو صد جوی
تیرے در کی خاک پر میں نے آنکھوں سے سینکڑوں نہریں جاری کی ہیں
باشد کہ تو چوں سروِ خراماں بدر آئی
ہو سکتا ہے کہ تو سروِ خراماں کی طرح باہر نکل آئے گا

حافظ مکن اندیشہ کہ آں یوسفِ مصری
اے حافظ! فکر نہ کر، کیونکہ وہ مصری یوسف
باز آید و از کلبۂ احزاں بدر آئی
لوٹ آئے گا، اور تو غموں کی کوٹھری سے باہر نکل آئے گا

اے قصۂ بہشت زکویت حکایتے
اے دوست! بہشت کا قصہ تیرے کوچہ کی ایک معمولی کہانی ہے
شرحِ جمالِ حور زرویت روایتے
حور کے حسن کی شرح تیرے چہرے کی ایک حقیر روایت ہے

انفاسِ عیسیٰ از لبِ لعلت لطیفۂ
حضرت عیسیٰ کے سانس تیرے ہونٹوں کا معمولی نکتہ ہیں
و آبِ خضر ز نوشِ لبانت کنایتے
اور آبِ خضر تیرے ہونٹوں کے شہد کا ایک اشارہ ہے

کے عطر سائے مجلسِ روحانیاں شدے
روحانی لوگوں کی مجلس میں عطر مہکانے والا کب ہوتا
گل را اگر نہ بوئے تو کردے رعایتے
اگر تیری خوشبو پھول کے ساتھ رعایت نہ برتتی

در آرزوئے خاکِ درِ دوست سوختیم
دوست کے در کی خاک کی آرزو میں ہم جل گئے
یاد آور اے صبا کہ نکردی حمایتے
اے صبا! یاد رکھنا تو نے کوئی حمایت نہیں کی

در آتش ار خیالِ رخش دست میدہد
آگ میں اگر اس کے رخ کا خیال حاصل ہو جاتا ہے
ساقی بیا کہ نیست ز دوزخ شکایتے
تو اے ساقی! تو آجا کیونکہ دوزخ کی کوئی شکایت نہیں ہے

بوئے دلِ کبابِ من آفاق را گرفت
میرے کباب شدہ دل کی بو نے تمام دنیا کو گھیر لیا
ویں آتش اندر او بکند ہم سرایتے
اور یہ آگ اس میں بھی سرایت کرے گی

اے دل بہ ہرزہ دانش و دینت ز دست رفت
اے دل! تیری عقل اور دین بیکار ہاتھ سے گئے
صد مایہ داشتی و نکردی کفایتے
تو بہت سرمایہ رکھتا تھا اور تو نے کوئی کفایت شعاری نہ کی

ہر پارہ از دلِ من و از غصہ قصۂ
میرے دل کا ہر ایک ٹکڑا، رنج و غم کا ایک قصہ ہے
ہر سطرے از خیالِ تو از رحمت آیتے
تیرے خیال کی ہر سطر، رحمت کی ایک آیت ہے

دانی مرادِ حافظ ازیں آہ و نالہ چیست
تجھے معلوم ہے اس آہ اور نالے سے حافظ کا کیا مقصد ہے؟
از تو کرشمۂ و ز خسرو عنایتے
تیری ایک ادا اور بادشاہ کی ایک عنایت

۱؎ محرومیوں کے بعد بھی حضرت حق دستگیری کرتے ہیں۔
۲؎ سرو نہر وغیرہ کے کنارے پر لگایا جاتا ہے۔
۳؎ کلبۂ احزان وہ کوٹھری کہلاتی ہے جہاں حضرت یعقوبؑ نے حضرت یوسفؑ کے فراق کے دن گذارے تھے۔
۴؎ تیرے کوچہ کی سی رونق بہشت میں کہاں ہے حور کو تیرا حسن میسر نہیں ہے
۵؎ حضرت عیسیٰؑ کے سانس سے مردہ زندہ ہو جاتا تھا تیرے ہونٹوں میں اس سے بڑھ کر اثر ہے، تیرے ہونٹ آبِ حیات سے بڑھ کر ہیں۔
۶؎ اگر صبا اس کی خوشبو لے آتی تو ہمارا یہ حال نہ ہوتا۔
۷؎ اگر محبوب کے رخسار کا خیال جہنم میں بھی حاصل ہو جاتا ہے تو پھر شراب پینے کی کوئی وجہ نہیں کیونکہ شراب نوشی کی سزا جہنم ہو سکتی ہے جو ہمارے اصل مقصد یعنی خیالِ یار سے مانع نہیں ہوتی۔
۸؎ فراق میں جل جل کر دل کباب بن گیا ہے اور اس کی خوشبو دنیا میں [illegible] پھیل رہی ہے شدید عشق تک کبھی پہنچ جائے اور وہ رحم کرے۔ ۹؎ میرا دل پارہ پارہ ہو گیا اور ہر پارہ میں ایک رنج کا قصہ مضمر ہے تب خیال کی ہر سطر میرے لیے رحمت کی آیت۔

اے زشرمِ عارضت گُل کردہ خوئی
اے وہ کہ تیرے رخسار کی شرم سے پھول پسینے پسینے ہے

در عرق پیشِ عقیقت جامِ مے
تیرے عقیقؔ لب کے سامنے شراب کا جام پسینہ میں ڈوبا ہوا ہے

ژالہ بر لالہ است یا بر گُل گلاب
لالہ پر اوس ہے، یا گُل پر گلاب

یا بر آتش آب یا بر روت خوئے
یا آگ پر پانی ہے یا تیرے چہرے پر پسینہ

میشد از چشم آں کمان ابرو و دل
وہ کمان جیسے ابروؤں والا آنکھوں سے اوجھل ہو رہا تھا اور دل

از پیش میرفت و گم می کرد پے
اس کے پیچھے جا رہا تھا، اور راستہ بھول رہا تھا

امشب از زلفش نخواہم داشت دست
آج کی رات اس کی زلف سے ہاتھ نہ ہٹاؤں گا

رو مؤذن بانگ بر میزن کہ حے
مؤذن جا، اذان دے کہ آؤ

چوں بنی عامر بسے مجنوں شوند
بنی عامر کی طرح بہت سے مجنوں ہو جائیں گے

گر بروں آید یکے لیلیٰ زحے
اگر تھوڑی دیر کے لیے لیلیٰ قبیلے سے باہر آجائے

نے دمے لب بر لبِ مطرب نہاد
نے نے تھوڑی دیر کے لیے مطرب کے ہونٹ پر ہونٹ رکھا

چنگ را در زیرِ ناخن کرد نے
نے نے چنگ کو ناخن میں کر دیا

آنکہ بر ہر جرعہ جاں میدہد
جو شخص ہر گھونٹ پر جان دیتا ہے

جاں ازو بستان و جامے دہ بوے
اس سے جان لے لے اور اس کو ایک جام دے

عود بر آتش نہ و منقل بسوز
آگ پر عود رکھ، اور انگیٹھی سلگا

غم مدار از کثرتِ سرمای دے
دے (مہینہ) کے زیادہ جاڑے کا غم نہ کر

با تو زیں پس گر فلک خواری کند
اس کے بعد اگر تجھے آسمان ذلیل کرے

باز گو در حضرتِ دارائے رے
رے کے بادشاہ کے دربار میں جاکر کہہ دے

خسروِ آفاق بخشش کز سخا
بخشش کی دنیا کا بادشاہ کہ سخاوت کی وجہ سے

نامۂ حاتم ز نامش گشت طے
حاتم نامہ اس کے نام کی وجہ سے طے ہو گیا

چنگ را بر دستِ مطرب نہ دمے
تھوڑی دیر کے لیے چنگ کو مطرب کے ہاتھ پر رکھ

گو رگش بخراش و بخروشم زوے
کہہ دے کہ اس کی رگ کو چھیلے اور میں اس سے شور کروں

جامِ مے پیش آر و چوں حافظ مخور
شراب کا پیالہ سامنے رکھ، اور حافظ کی طرح نہ کھا

غم کہ جم کے بود یا کاؤس کے
غم کہ جمشید کب تھا، اور کاؤس کب؟

ایکہ بر ماہ از خطِ مشکیں نقاب انداختی
اے وہ کہ تونے مشکی خط سے چاند پر نقاب ڈالا ہے

لطف کردی سایۂ بر آفتاب انداختی
تونے مہربانی کی، آفتاب پر ایک سایہ ڈالا ہے

تا چہ خواہد کرد برما آب زلفِ عارضت
دیکھیے تیرے رخسار کی زلف کی چمک ہم سے کیا کرتی ہے؟

حالیا نیرنگِ رنگے خوش بر آب انداختی
فی الحال تو تونے ایک خوش رنگ نقش پانی پر کھینچا ہے

گوئے خوبی بردی از خوبانِ عالم شاد باش
شاباش! دنیا کے حسینوں سے تو حسن کی بازی جیت لے گیا

جامِ کیخسرو طلب کافراسیاب انداختی
کیخسرو کا جام طلب کر کیونکہ تونے افراسیاب کو پچھاڑ دیا ہے

ا محبوب کے عرق آلود رُخ کی یہ تشبیہات ہیں۔
۲ مؤذن اذان میں حی علی الصلوٰۃ کہتا ہے = نماز کے لیے آؤ لیکن ہم مؤذن کی اس پکار کی پرواہ نہ کریں گے اور محبوب سے جدا نہ ہوں گے۔
۳ قیس جس کو مجنوں کہا جاتا ہے بنی عامر قبیلہ کا تھا "حے" بمعنی قبیلہ۔
۴ بانسری کو یہ مرتبہ ملا کہ اس نے مطرب کے لب پر لب دھرا اس غم میں چنگ لاغر ہو کر اس قابل ہو گئی کہ اس کو ناخن میں رکھ لیا جائے چنگ کو ناخن سے بجایا جاتا ہے۔
۵ دے جاڑوں کا مہینہ ہے جو عموماً نومبر دسمبر میں پڑتا ہے۔
۶ رے ایک شہر ہے جہاں کے امام فخرالدین رازی رہنے والے تھے یہ شعر حاکم رے کی تعریف میں ہے۔
۷ ممدوح کی بخشش حاتم طائی سے بڑھی ہوئی ہے اسی لیے اس کا نامہ لپیٹ کر رکھ دیا گیا ہے اس کو کوئی نہیں پڑھتا ہے۔
۸ دنیا کی ناپائیداری۔

[illegible] کانوں [illegible] اور شراب پینا۔ ۲ مشکی خط سے مراد [illegible] مشکی نقاب ہے ۔ رخ کو آفتاب و ماہتاب سے تشبیہ دی ہے ۳ چہرہ کو آب اور زلف کو نقش [illegible] قرار دیا ہے۔ ۴ [illegible] ایران کا بادشاہ۔

گرچہ از مستی خرابم طاعتِ من رد مکن
اگرچہ میں مستی کی وجہ سے خراب ہوں میری بندگی کو رد نہ کر
کاندریں شغلم بامیدِ ثواب انداختی
کیونکہ تو نے مجھے اس شغل میں ثواب کی امید پہ ڈالا ہے

گنجِ عشق خود نہادی در دلِ ویرانِ من
تو نے میرے ویران دل میں اپنے عشق کا خزانہ رکھ دیا ہے
سایۂ دولت بریں کنجِ خراب انداختی
اس برباد گوشہ پر تو نے دولت کا سایہ ڈال دیا ہے

خوابِ بیداراں ببستی آنگہ از نقشِ خیال
تو نے بیداروں کی نیند کو باندھ دیا ہے پھر خیال کے نقش سے
تہمتے بر شبروانِ خیلِ خواب انداختی
نیند کے لشکر کے ڈاکوؤں پر تو نے تہمت رکھ دی ہے

پردہ از رخ برفگندی یک نظر در جلوہ گاہ
جلوہ گاہ میں تھوڑی دیر کے لیے تو نے رخ سے پردہ اٹھا دیا ہے
وز حیا حور و پری را در حجاب انداختی
اور حیا کی وجہ سے تو نے حور و پری کو پردے میں ڈال دیا

از برائے صیدِ دل در گردنم زنجیرِ زلف
دل کے شکار کے لیے میری گردن میں زلف کی زنجیر
چوں کمندِ خسروِ مالک رقاب انداختی
گردنوں کے مالک، بادشاہ کی کمند کی طرح تو نے ڈال دی

نصرۃ الدیں شاہ یحییٰ اے کہ تاجِ آفتاب
اے نصرۃ الدین بادشاہ یحییٰ! آفتاب کے تاج کو
از سرِ تعظیم و قدرت در تراب انداختی
تعظیم اور قدرت کی وجہ سے تو نے مٹی میں ملا دیا

داورِ دارا شکوہ اے آنکہ تاجِ آفتاب
اے دارا کے دبدبہ والے بادشاہ! آفتاب کے تاج کو
از سرِ تعظیم بر خاکِ جناب انداختی
تعظیم کی وجہ سے اپنی بارگاہ کی خاک پر تو نے گرا دیا ہے

زینہار از آبِ شمشیرت کہ شیراں را از آں
تیری تلوار کی آب سے پناہ ہے کہ شیروں کو اس سے
تشنہ میکردی و گرداں را در آب انداختی
تو نے پیاسا کر دیا، اور پہلوانوں کو پانی میں گرا دیا

بادہ نوش از جامِ عالم بیں کہ بر اورنگِ جم
جہاں بیں جام سے شراب پی، اس لیے کہ جمشید کے تخت پر
شاہدِ مقصود را از رخ نقاب انداختی
مقصود کے معشوق کے رخ سے تو نے نقاب الٹ دیا

ہر کسے با شمعِ رخسارت بنوعے عشق داشت
ہر شخص تیرے رخسار کی شمع سے ایک قسم کا عشق رکھتا ہے
زیں میاں پروانہ را در اضطراب انداختی
ان میں سے پروانے کو تو نے پریشانی میں ڈال دیا ہے

از فریبِ نرگسِ مخمور و چشمِ مے پرست
نشیلی نرگس، اور شراب پرست آنکھوں کے فریب کی وجہ سے
حافظِ خلوت نشیں را در شراب انداختی
گوشہ نشین حافظ کو تو نے شراب میں مبتلا کر دیا ہے

اے کہ دائم بخویش مغروری
اے وہ کہ تو ہمیشہ خودی میں مغرور ہے
گر ترا عشق نیست معذوری
اگر تجھے عشق نہیں ہے، تو تو معذور ہے

گردِ دیوانگانِ عشق مگرد
عشق کے دیوانوں کے چاروں طرف چکر نہ کاٹ
کہ بعقل عقیلہ مشہوری
کیونکہ تو بلند رتبہ عقل میں مشہور ہے

مستیٔ عشق نیست در سرِ تو
تیرے سر میں عشق کی مستی نہیں ہے
رَو کہ تو مستِ آبِ انگوری
جا تو انگور کے پانی کا مست ہے

روئے زرد است و آہِ درد آلود
زرد چہرہ، اور درد بھری آہ
عاشقاں را گواہِ رنجوری
عاشقوں کی بیماری کے گواہ ہیں

ـــ تیرے خیال نے عاشقوں کی نیند اڑادی ہے اور تہمت نیند کے لشکر پر دھری جارہی ہے کہ وہ حملہ میں ناکام ہے۔
ـــ شاہ یحییٰ وہ بادشاہ ہے جس کو امیر تیمور نے شیراز فتح کرنیکے بعد گدی پر بٹھا دیا تھا۔
ـــ چونکہ تو جمشید کے تخت کا مالک ہے لہٰذا جامِ جہاں نما سے شراب پی۔
ـــ ہر شخص کو ایک خاص قسم کا عشق ہے پھر پروانہ ہی کیوں مضطرب رہے۔
ـــ خود پسندی کیساتھ دولتِ عشق حاصل نہیں ہوتی ہے۔
ـــ عشق کی مستی ہونی چاہئے شراب کی مستی بے حقیقت ہے۔

بگذر از ننگ و نام خود حافظ
اے حافظ! اپنی ذلت و عزت کو چھوڑ
ساغرِ مے طلب کہ مخموری
شراب کا ساغر مانگ، کیونکہ تو خمار میں ہے

اے کہ در کشتنِ ما ہیچ مدارا نکنی
اے وہ کہ تو ہمارے قتل کرنے میں کوئی رعایت نہیں کرتا ہے
سود و سرمایہ بسوزی و محابا نکنی
تو نفع اور سرمایہ کو جلاتا ہے اور کوئی خوف نہیں برتتا ہے

دردمندانِ غمت زہرِ ہلاہل نوشند
تیرے غم کے بیمار، قاتل زہر پیتے ہیں
قصدِ ایں قوم خطا باشد ہیں تا نکنی
اس قوم کو قتل کرنا، غلطی ہوگی، ہرگز نہ کرنا

رنجِ ما را کہ تواں برد بیک گوشۂ چشم
ہمارا رنج، جو ایک گوشۂ چشم سے دور کیا جا سکتا ہے
شرطِ انصاف نباشد کہ مداوا نکنی
انصاف نہ ہوگا اگر تو اس کا علاج نہ کرے

دیدۂ ما کہ بامیدِ تو دریاست چرا
ہماری آنکھ جو تیری تمنا میں دریا ہے کیوں
بتفرج گذرے بر لبِ دریا نکنی
تفریح کے لیے، تو دریا کے کنارے نہیں جاتا ہے؟

نقلِ ہر جور کہ از خلق کریمت گویند
تیرے شریف اخلاق کا لوگ، جو ظلم بیان کرتے ہیں
قولِ صاحب غرضان ست تو اینہا نکنی
وہ خود غرضوں کی بات ہے، تو یہ نہیں کرتا ہے

بر تو گر جلوہ کند شاہدِ ما اے زاہد
اے زاہد! اگر ہمارا معشوق تجھے جلوہ دکھا دے
از خدا جز مے و معشوق تمنا نکنی
تو شراب اور معشوق کے سوا تو خدا سے کوئی تمنا نہ کرے

حافظا سجدہ بمحرابِ دو ابرویش کن
اے حافظ! اس کی دونوں ابروؤں کی محراب میں سجدہ کر
کہ دعائے ز سرِ صدق جز آنجا نکنی
اس لیے کہ سچی دعا اس جگہ کے سوا تو نہیں کر سکتا ہے

اے کہ در کوئے خرابات مقامے داری
اے وہ کہ تو شراب خانہ کے کوچہ میں قیام رکھتا ہے
جمِ وقتِ خودی ار دست بجامے داری
اگر تیرے ہاتھ میں جام ہے تو تو اپنے وقت کا جمشید ہے

اے کہ با زلف و رخِ یار گذاری شب و روز
اے وہ کہ تو دن رات دوست کی زلف اور رخ کے ساتھ گذارتا ہے
فرصتت باد کہ خوش صبحے و شامے داری
تجھے زیادہ موقع ملے کیونکہ تو اچھی صبح و شام رکھتا ہے

اے صبا سوختگاں بر سرِ رہ منتظر اند
اے صبا! جلے ہوئے راستہ پر منتظر ہیں
اگر از یارِ سفر کردہ پیامے داری
اگر سفر میں گئے ہوئے دوست کا تیرے پاس کوئی پیغام ہے

بوئے جاں از لبِ خندانِ قدح میشنوم
میں جان کی خوشبو پیالے کے ہنستے ہوئے ہونٹ سے سونگھتا ہوں
بشنو اے خواجہ تو گر زانکہ مشامے داری
اے خواجہ! اگر تیرے پاس دماغ ہے تو بھی سونگھ

کامے ار می طلبد از تو غریبے چہ شود
اگر تجھ سے کوئی پردیسی کسی مقصد کا طلبگار ہے تو کیا ہو جائیگا!
توئی امروز دریں شہر کہ نامے داری
تو ہی ہے، جو آج اس شہر میں مشہور ہے

خالِ سرسبزِ تو خوش دانۂ عیشے ست ولے
تیرا ہرا بھرا تل عیش کا بہترین دانہ ہے لیکن
بر کنارِ چمنش وہ کہ چہ دامے داری
ہائے! اس کے چمن کے کنارے تو کیا جال رکھتا ہے

۔ جب تک ننگ و نام عشق ہوتا ہے انسان ننگ و نام میں مبتلا رہتا ہے۔ مکمل عشق ان چیزوں کو ختم کر دیتا ہے۔
۲ تو نے ہمارا سب کچھ تباہ کر دیا پھر بھی ہم سے مروت نہیں برتتا ہے۔
۳ زہر ہلاہل، قاتل زہر جو کسی دوا سے اچھا نہ ہو ہلاہل چین کے علاقہ میں ایک پہاڑ کا نام ہے اس پر ایک بوٹی اگتی ہے اس کی جڑ قاتل زہر ہے۔
۴ شعر زاہد صاحب کا شاہد پر زور ان کے مطلب کو پورا بیان کرتا ہے کہ شیخ صاحب بجا فرما رہے ہیں
۵ زیب نظم و جفا کے قصے سطلب کے بیان کرتے پھرتے ہیں جن کی بات ناقابل اعتبار ہے۔
۶ اگر شراب خانہ میں کسی کے ہاتھ میں جام ہے تو وہ اپنے وقت کا جمشید ہے۔
۷ جس کو محبوب کے رخ اور زلف میسر آجائے وہ بڑا خوش وقت ہے۔
۸ فراق میں جلے ہوئے عاشق منتظر کھڑے ہیں اے صبا کوئی پیغام دے۔
۹ اس شہر میں تیرا ہی نام

۴- نام مشہور ہے اگر کسی پردیسی کی حاجت روائی کر دیگا تو تیرا کیا بگڑ جائے گا۔ ۵- حسن سبزت بخط سبز مرا کرد اسیر ۔ ۶ دام ہمرنگ زمیں بود گرفتار شدم

گو بہنگامِ[۱] وفا گرچہ ثباتت نبود
کہ وفا کے وقت اگرچہ تیرا ٹھکاؤ نہیں ہے
میکنم شکر کہ بر جور دوامے داری
میں شکر گزار ہوں، کہ ظلم پر تو جماؤ رکھتا ہے

مہرباں شد فلک و ترکِ جفا کاری کرد
آسمان مہربان بنا، اور اس نے جفا کاری چھوڑ دی
توئی ایجاں کہ دریں شیوہ قوامے داری
اے جان تو ہی ہے جو اس طریقہ میں مستقل ہے

اے کہ با وصلِ دل آرام گزیدی خلوت
اے وہ کہ تو معشوق کے وصل کے ساتھ خلوت نشین بنا
بغنیمت شمر ایں عیش کہ کامے داری
اس عیش کو غنیمت سمجھ، کہ تو بامراد ہے

بس[۲] دعائے سحرت حافظِ جاں خواہد بود
صبح کی بہت سی دعا تیری جان کی نگہبان ہو گی
تو کہ چوں حافظِ شب خیز غلامے داری
چونکہ تو شب بیدار، حافظ جیسا غلام رکھتا ہے

اے کہ مہجوریِ عشّاق روا میداری
اے وہ کہ عاشقوں کی مہجوری کو تو جائز رکھتا ہے
بندگاں را ز برِ خویش جدا میداری
غلاموں کو اپنے پاس سے تو علیحدہ رکھتا ہے

تشنۂ[۳] بادیہ را ہم بزُلالے دریاب
جنگل کے پیاسہ کی بھی صاف پانی سے مدد کر
بامیدے کہ دریں رہ بخدا میداری
اس امید پر جو تو اس راستہ میں خدا سے رکھتا ہے

دل[۴] ربودی و بحل کردمت ایجاں لیکن
تو دل لے گیا، اور اے جان میں نے تجھے معاف کر دیا لیکن
بہ ازیں دار نگاہش کہ مرا میداری
اس کی حفاظت اس سے زیادہ کر، جتنی تو میری کرتا ہے

ساغرِ ما کہ حریفانِ دگر می نوشند
ہمارا جو ساغر جو دوسرے حریف پی رہے ہیں
ما تحمل نکنیم ار تو روا میداری
ہم برداشت نہیں کرتے ہیں، اگر تو جائز رکھتا ہے

اے مگس[۵] عرصۂ سیمرغ نہ جولانگہِ تست
اے مکھی! سیمرغ کا میدان تیری جولانگاہ نہیں ہے
عِرضِ خود میبری و زحمتِ ما میداری
تو اپنی آبرو ریزی کرتی ہے اور ہمیں تکلیف پہونچاتی ہے

تو بتقصیرِ[۶] خود افتادی ازیں در محروم
تو اپنی کوتاہی سے اس در سے محروم ہوا ہے
از کہ می نالی و فریاد چرا میداری
کس سے نالہ کرتا ہے، اور کیوں فریاد کرتا ہے؟

اے دلِ خام طمع شرمے ازیں قصہ بدار
اے غلط تمنا والے دل! اس معاملہ سے ذرا شرم کر
کارِ ناکردہ چہ امیدِ عطا میداری
کام کئے بغیر، تو بخشش کی کیا امید کرتا ہے؟

حافظا عادتِ خوباں ہمہ جورست و جفا
اے حافظ! حسینوں کی عادت تو سراسر ظلم و زیادتی ہے
تو کہ زیں طائفہ امیدِ وفا میداری
تو کون ہے جو اس گروہ سے وفا کی امید رکھتا ہے؟

ایں[۷] خرقہ کہ من دارم در رہنِ شراب اولیٰ
یہ گدڑی جو میں پہنے ہوئے ہوں، اس کا شراب میں رہن بہتر ہے
ویں دفترِ بے معنی غرقِ مئے ناب اولیٰ
اور اس بے معنی دفتر کا خالص شراب میں ڈوبنا بہتر ہے

چوں[۸] عمر تبہ کردم چندانکہ نگہ کردم
چونکہ میں نے عمر تباہ کر دی ہے، جس قدر بھی میں نے غور کیا
در کنجِ خراباتے افتادہ خراب اولیٰ
کسی شرابخانہ کے گوشے میں، مست پڑا رہنا بہتر ہے

۱؎ تو وفا میں مستقل مزاج نہیں ہے، جفا میں بڑا مستقل مزاج ہے۔ اسی پر ممنون ہوں۔
۲؎ شب بیدار حافظ تیرا غلام ہے اور صبح کے وقت تیرے لئے دعا کرتا ہے جو ضرور مقبول ہوتی ہے۔
۳؎ پیاسے کو پانی پلانا بڑے ثواب کا کام ہے
۴؎ تو نے دل چرا لیا ہے اور میں نے تجھے معاف کر دیا ہے۔ تو نے میری دلبندی کی ہے اسکی بے قدری نہ کرنا۔
۵؎ عشق کے میدان میں جانا بڑی ہمت والوں کا کام ہے۔ کم ہمت خود بھی ذلیل ہوتا ہے اور دوسروں کو بھی پریشان کرتا ہے۔
۶؎ جبکہ انسان اپنی ہی بے عملی کی وجہ سے محروم ہو تو پھر نالہ اور فریاد لغو ہے۔
۷؎ دفتر سے مراد علومِ ظاہری کی وہ کتابیں ہیں جو تصوف سے خالی ہیں۔ شباب عمر کو کارآمد بنانا چاہیے اور اس کی یہی صورت ہے۔

من حالِ دلِ شیدا با خَلق نخواہم گفت
میں دیوانے دل کا حال، لوگوں سے نہ کہوں گا
کایں قصہ اگر گویم با چنگ و رباب اولیٰ
اس لیے کہ اگر میں یہ قصہ بیان کروں تو چنگ و رباب کے ساتھ بیان کرنا بہتر ہے

تا بے سروپا باشد اوضاعِ فلک زیں ساں
جب تک آسمان کے حالات اسی طرح بے سروپا رہیں گے
در سر ہوسِ ساقی در دست شراب اولیٰ
تو سر میں ساقی کا عشق، اور ہاتھ میں شراب رہنا بہتر ہے

از ہمچو تو دلدارے دل بر نکنم آرے
تجھ جیسے معشوق سے میں دل نہ ہٹاؤں گا، ہاں
گر تاب کشم بارے زاں زلفِ بتاب اولیٰ
اگر اب میں اس پر شکن زلف سے رنج اٹھاؤں تو بہتر ہے

چوں مصلحت اندیشی دور است ز درویشی
چونکہ درویشی سے مصلحت اندیشی بعید ہے
ہم سینہ پر آتش بہ ہم دیدہ پر آب اولیٰ[1]
سینہ کا آگ سے بھرا ہوا ہونا بہتر ہے، آنکھوں کا پرنم رہنا بہتر ہے

چوں پیر شدی حافظؔ از میکدہ بیروں شو
اے حافظ! جب تو بوڑھا ہو گیا ہے، شرابخانہ سے باہر چلا جا
رندی و ہوسناکی در عہدِ شباب اولیٰ
رندی، اور عشقبازی، جوانی میں بہتر ہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی مَعْدِلَۃِ السُّلْطَان[2]
میں شاہ کے انصاف پر خدا کی تعریف کرتا ہوں
احمدِ شیخ اویسِ حسنِ ایلخانی
جو احمد شیخ اویس حسن ایلخانی ہے

خانِ بن خان شہنشاہِ شہنشاہ نژاد
وہ خان کا بیٹا خان، شہنشاہ کا بیٹا شہنشاہ ہے
آنکہ می زیبد اگر جانِ جہانش خوانی
اگر تو اس کو جانِ جہاں کہے، تو مناسب ہے

دیدہ نادیدہ باقبالِ تو ایماں آورد
آنکھ بن دیکھے، تیرے اقبال پر ایمان لائی
مرحبا اے بہ ہمہ لطفِ خدا ارزانی
خوش آمدید، تو خدا کی، تمام مہربانیوں کے لائق ہے

بر شکنِ طرۂ ترکانہ کہ در کاکلِ تست
تیری کاکلوں میں، جو ترکوں والا طرہ ہے اس کی شکن پر
بخشش و کوششِ قاآنی[3] و چنگیز خانی
قاآنی اور چنگیز خانی بخشش، اور کوشش ہے

ماہ اگر بے تو بر آید بدو نیمش بزنند
اگر تیرے بغیر چاند نکلے تو اس کے دو ٹکڑے کر دیں
دولتِ احمدی و معجزۂ سبحانی
احمدی دولت، اور خدائی معجزہ

جلوۂ حسنِ تو دل میبرد از شاہ و گدا
تیرے حسن کا جلوہ شاہ و گدا کا دل اچک لیتا ہے
چشمِ بد دور کہ ہم جانی و ہم جانانی
چشم بد دور کہ تو جان بھی ہے، اور جاناں بھی

گرچہ دوریم بیادِ تو قدح مینوشیم
اگرچہ ہم دور ہیں، تیری یاد میں پیالے پی رہے ہیں
بُعدِ منزل نبود در سفرِ روحانی
روحانی سفر میں، منزل کی دوری نہیں ہوتی ہے

از گلِ فارسیم غنچۂ عیشے نشگفت
فارس کی مٹی سے میرے عیش کا کوئی غنچہ نہ کھلا
حبذا دجلۂ[4] بغداد و مئے روحانی
بغداد کے دجلے، اور روحانی شراب پر آفرین ہے

سرِ[5] عاشق کہ نہ خاکِ درِ معشوق بود
عاشق کا وہ سر جو معشوق کے در کی خاک نہ بنے
کے خلاصش بود از محنتِ سرگردانی
اس کو سرگردانی کی تکلیف سے کب نجات مل سکتی ہے؟

ہمہ اطراف گرفت و ہمہ آفاق کشاد
تمام اطراف پر قبضہ کر لیا، پورے آفاق کو فتح کر لیا
صیتِ مسعودی و آوازۂ شہ سلطانی
انصاف کرنے والے بادشاہ کی مبارک شہرت نے

---

[1] فقیروں کا کام مصلحت اندیشی نہیں ہے لہذا ہر وقت سینہ میں عشق کی آگ اور آنکھوں میں آنسو رہنے چاہئیں۔

[2] یہ قصیدہ سلطان احمد ابن شیخ اویس ابن حسن ایلخانی کی تعریف میں کہا ہے جو بغداد کا حاکم تھا۔

[3] قاآن، چنگیز خاں کا لڑکا تھا جو نہایت سخی تھا۔ چنگیز خاں ترکستان کا مشہور بہادر بادشاہ تھا جس کی پیدائش ۵۴۹ھ میں ہوئی۔ اس نے بغداد سے عباسی حکومت کا خاتمہ کر دیا تھا، یہ خود آتش پرست تھا۔ اس کے بعد اس کا پوتا قوبلا قاآن مسلمان ہوا ہے۔

[4] دجلہ بغداد کا مشہور دریا ہے۔ بغداد کی آبادی اسی دریا کے دونوں کناروں پر ہے۔

[5] جو عاشق معشوق کے در کی خاک نہ بنیگا ہمیشہ پریشان رہیگا۔

اے نسیم سحری خاکِ رہِ یار بیار
اے صبح کی نسیم! دوست کے راستہ کی خاک لا

تا کند حافظ ازآں دیدۂ جاں نورانی
تاکہ حافظ اس سے جان کی آنکھ کو نورانی بنائے

اے بادِ صبا بگذر آنجا کہ تو میدانی
اے بادِ صبا! اس جگہ جا، جس کو تو جانتی ہے

احوالِ دلم برگو پیدا کہ تو میدانی
میرے دل کے احوال صاف صاف بتادے جیسا کہ تو جانتی ہے

در پردۂ اسرارش ہر گہ کہ شوی محرم
جب تو اس کے راز کے پردوں کی محرم بن جائے

ہر زیست بگو با او زآنہا کہ تو میدانی
ان رازوں میں سے وہ راز اس سے کہدے جو تو جانتی ہے

چوں جور و جفائش را دیدی کہ ز حد بگذشت
جب تو نے دیکھ لیا ہے کہ اس کا ظلم و جور حد سے بڑھ گیا ہے

پیشش تو بیاں فرما از ما کہ تو میدانی
ہماری وہ حالت، جو تو جانتی ہے اس سے کہدے

دردِ دلِ ریشم را چوں نیست دوا پیدا
میرے زخمی دل کی جبکہ کوئی دوا موجود نہیں ہے

لطفے کن و درمانش فرما کہ تو میدانی
تو ہی مہربانی کر، اور اس کا علاج کر کیونکہ تو جانتا ہے

چوں سرمۂ بینائی در دیدہ کشم گردے
گرد کو بینائی کے سرمہ کی طرح آنکھ میں لگاؤں

گر بادِ صبا آرد زآنجا کہ تو میدانی
اگر بادِ صبا، اس جگہ سے لے آئے جو تجھے معلوم ہے

گفتم ز لبت بوسہ وز حافظِ مسکیں جاں
میں نے کہا، تیرے ہونٹ کا بوسہ اور مسکین حافظ کی جان

ہستی تو بدیں راضی گفتا کہ تو میدانی
تو اس پر راضی ہے، اس نے کہا کہ تو جانتا ہے

بچشمِ مہر اگر با من مہم را یک نظر بودے
میرے چاند کی اگر میری طرف مہربانی کی آنکھ سے ایک نظر ہوتی

ازآں سیمیں بدن کامم بخوبی ہمچو زر بودے
تو اس چاندی جیسے بدن والے سے میرا مقصد روشن سونے کی طرح ہوتا

زشوق افشاندمے ہر دم گہرے در پائے جاناں کم
محبوب کے قدموں پر ہر گھڑی شوق سے ایک موتی نثار کرتا

دریغا گر متاعِ من نہ از ایں مختصر بودے
ہائے افسوس اگر میری پونجی اس سے بھی مختصر ہوتی

اگر برقع برافگندے ازآں روئے چو مہ روزے
اگر کسی دن وہ اس چاند جیسے رخ سے برقع الٹ دیتا

مدام از نرگسِ مستش جہاں پر شور و شر بودے
تو اس کی مست آنکھ سے دنیا ہمیشہ شور و شر سے بھری رہتی

ہمش مہر آمدے بر من ز مہر آں شاہِ خوباں را
اس حسینوں کے بادشاہ کو بھی مجھ پر محبت کی وجہ سے رحم آتا

گر از دردِ دلِ زارم یکے روزش خبر بودے
اگر میرے دلِ زار کے درد کی اس کو ایک دن بھی خبر ہو جاتی

بوصلش گر مرا روزے ز ہجراں فرصتے بودے
اس کے وصل کے ذریعہ اگر میرے لئے کسی دن ہجر سے چھٹکارا ہوتا

مبارک ساعتے بودے چہ خوش بودے اگر بودے
مبارک وقت ہوتا، کیا اچھا ہوتا اگر ایسا ہوتا

شبے ناگہ گر افتادے میانش در کنارِ من
اگر کسی شب اچانک اس کی کمر میری بغل میں آجاتی

نثارِ خاکِ راہِ او مرا ایں جان و سر بودے
میری یہ جان اور سر اس کے راستہ کی خاک پر قربان ہو جاتا

نہ گفتے کس بشیرینی چو حافظ شعر در عالم
مٹھاس میں دنیا کے اندر حافظ کی طرح کوئی شعر نہ کہتا

اگر طوطیِ طبعش را ز لعلِ او شکر بودے
اگر اس کی طبیعت کی طوطی کو اس کے ہونٹ کی شکر حاصل ہوتی

---

۱ یعنی محبوب کی منزل۔
۲ کہ ہجر تب انتہائی تکلیف میں مبتلا ہے۔
۳ وہ راز یہی ہے کہ ہم اس کے عاشق تب اس کے ہجر میں مبتلا ہیں۔
۴ ہم جور و جفا کی وجہ سے انتہائی رنج و غم میں مبتلا ہیں۔
۵ تیری عنایت اور مہربانی ہی اس کا علاج ہے۔
۶ یعنی محبوب کے کوچہ کی گرد۔
۷ میں نے کہا ایک بوسہ دیدے اور جان لے لے اُس نے کہا کہ یہ سودا بڑا گراں ہے تیری جان میرے بوسے کی قیمت نہیں ہوسکتی ہے۔
۸ افسوس ایک ہی سر ہے جو ایک بار ہی نثار کیا جاسکتا ہے۔
۹ اگر حافظ کو محبوب کے لب کا ایک بوسہ میسر آجائے تو پھر اشعار کی مٹھاس میں اس کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا۔

بامدعی مگوئید اسرارِ عشق و مستی
ڈینگیے مار نیوالے، سے مستی اور عشق کے راز نہ کہو
تا بیخبر بمیرد در رنجِ خود پرستی
تاکہ خود پرستی کے رنج میں، بے خبر ہی مرجائے

باضعف و ناتوانی ہمچوں نسیم خوش باش
ضعف اور کمزوری کے باوجود، نسیم کی طرح خوش رہ
بیماری اندریں غم خوشتر ز تندرستی
اس غم میں بیماری، تندرستی سے اچھی ہے

تا فضل و علم بینی بے معرفت نشینی
جب تک علم و فضل پر نظر رکھے گا معرفت سے خالی بیٹھا رہیگا
یک نکتہ ات بگویم خود را مبیں کہ رستی
تجھ سے ایک نکتہ کہتا ہوں، خود بینی نہ کر نجات پا جائیگا

در آستانِ جاناں از آسماں میندیش
معشوق کی چوکھٹ پر، آسمان کا خیال نہ کر
کز اوج سربلندی افتی بخاکِ پستی
کیونکہ سربلندی کے اوج سے، پستی کی خاک پر گر جائے گا

عاشق شو ار نہ روزے کارِ جہاں سر آید
عاشق بن، ورنہ ایک دن دنیا کا کام ختم ہو جائے گا
ناخواندہ نقشِ مقصود از کارگاہِ ہستی
وجود کے کارخانہ سے مقصود کا نقش پڑھے بغیر

آں روز دیدہ بودم ایں فتنہا کہ برخاست
میں نے یہ فتنے اسی دن دیکھ لئے تھے، کہ اٹھے تھے
کز سرکشی زمانے با ما نمی نشستی
جبکہ سرکشی کی وجہ سے تھوڑی دیر بھی تو ہمارے پاس بیٹھتا تھا

خار ار چہ جاں بکاہد گل عذرِ آں بخواہد
کانٹا اگرچہ جان کو گھٹاتا ہے، پھول اسکی عذر خواہی کرتا ہے
سہل ست تلخیِ مے در جنبِ ذوقِ مستی
مستی کے ذوق کے پہلو میں شراب کی تلخی آسان ہے

صوفی پیالہ پیما ساقی قرابہ پر کن
اے صوفی! پیالہ تھام، اے ساقی صراحی بھر دے
اے کوتہ آستیناں تا کے دراز دستی
اے چھوٹی آستین والو! دراز دستی کب تک؟

در حلقۂ مغانم دوش آں پسر چہ خوش گفت
مغوں کے حلقے میں، کل اس لڑکے نے کیا اچھی بات کہی
باکافراں چہ کارت گر بت نمی پرستی
تجھے کافروں سے کیا واسطہ، اگر تو بت پرستی نہیں کرتا ہے

در مذہبِ طریقت خامی نشانِ کفرست
طریقت کے مذہب میں کچاپن، کفر کی علامت ہے
آرے طریقِ رنداں چالاکیست و چستی
ہاں رندوں کا طریقہ، چالاکی اور چستی ہے

سلطانِ ما خدارا زلفت شکست مارا
اے ہمارے بادشاہ، خدا کے لئے تیری زلف نے ہمیں شکستہ کر دیا
تا کے کند سیاہے چندیں دراز دستی
ایک حبشی کب تک اتنی دراز دستی کرے گا

گر خرقۂ تبینی مشغولِ کارِ خود باش
اگر تو کوئی گدڑی دیکھے، اپنے کام میں لگ جا
ہر قبلہ کہ باشد مشغولِ خود پرستی
جو کوئی بھی قبلہ ہے، خود پرستی میں مشغول ہے

در گوشۂ سلامت مستور چوں تواں بود
سلامتی کے گوشہ میں، کس طرح چھپا جاسکتا ہے
تا نرگسِ تو گوید باما رموزِ مستی
جب تک آنکھیں ہم سے مستی کے راز کہہ رہی ہیں

عشقت بدستِ طوفاں خواہد سپرد ایجاں
اے جان! تجھے عشق، طوفان کے حوالے کر دے گا
چوں برق ازیں کشاکش پنداشتی کہ رستی
تو نے سمجھا ہے کہ بجلی کی طرح اس کشمکش سے چھوٹ جائیگا

از راہِ دیدہ حافظ تا دیدہ زلف پستت
حافظ نے جب سے آنکھوں سے تیری نیچی زلفوں کو دیکھا ہے
باجملہ سربلندی شد پایمالِ پستی
تمام سربلندیوں کے ہوتے ہوئے پستی سے پائمال ہو گیا ہے

---

۱ نسیم بھی اس کی عاشق ہے لیکن باوجود ضعف اور کمزوری کے خوش رہتی ہے۔
۲ جب تک انسان میں اپنے علم و فضل کا غرور ہے وہ خود بینی میں مبتلا ہے اور معرفتِ خداوندی اسکو حاصل نہیں ہے۔
۳ رندی کا مقصد حصولِ عشق ہے۔
۴ جب تو نے بیرخی برتی تھی ہم جب ہی سمجھ گئے تھے کہ اب مصیبتوں میں پھنسیں گے۔
۵ یہ اچھائی کے لئے برائی برداشت کرنی پڑتی ہے۔
۶ کوتاہ آستین سے مراد فقہا اور علماء ہیں یہ لوگ چھوٹی آستینوں کا چوغہ پہنتے تھے۔
۷ جو لوگ فقیرانہ لباس پہنے ہوئے ہیں اور قبلہ عالم کہلاتے ہیں عموماً خود پرست ہیں، ان سے تعلق نہ رکھنا چاہیے۔
۸ تیرا خیال غلط ہے کہ عشق کی مصیبتوں سے جلد نجات پا جائے گا۔ عشق تو تجھے طوفانِ غم میں مبتلا کر دیگا۔

بجانِ او کہ گرم دسترس بجاں بودے
اس کی جان کی قسم اگر میرا جان پر قابو ہوتا

کمینہ پیشکشِ بندگانش آں بودے
اس کے غلاموں کے لیے، وہ حقیر پیش کش ہوتی

اگر دلم نشدے پائے بندِ طرۂ او
اگر میرا دل اس کی زلف کا پابند نہ ہوتا

کیم قرار دریں تیرہ خاکداں بودے
اس اندھیرے خاکدان میں مجھے کب قرار ہوتا

بگفتمے کہ بہا چیست خاکِ پائے ترا
میں کہتا کہ تیرے پیروں کی خاک کی کیا قیمت ہے

اگر حیاتِ گرانمایہ جاوداں بودے
اگر قیمتی زندگی ہمیشہ رہنے والی ہوتی

بخواب نیز نمی بینمش چہ جائے وصال
میں اس کو خواب میں بھی نہیں دیکھتا ہوں، چہ جائیکہ وصال

چو ایں نبود و ندیدیم بارے آں بودے
جب یہ نہ تھا اور ہم نے نہ دیکھا تو کاش وہی ہوتا

بہ بندگیِ قدش سرو معترف گشتے
سرو، اس کے قد کی غلامی کا اقرار کرتا

اگر چو سوسنِ آزادہ دہ زباں بودے
اگر آزاد سوسن کی طرح، دس زبانوں والا ہوتا

زپردہ نالۂ حافظ بروں کے افتادے
حافظ کا نالہ پردے سے باہر کب آتا

اگر نہ ہمدمِ مرغانِ صبح خواں بودے
اگر وہ صبح کو چہکنے والے، پرندوں کا ساتھی نہ ہوتا

بچشم کردہ ام ابروئے ماہ سیمائے
ایک چاند جیسے چہرے والے کے ابرو کو میں نے آنکھ میں رکھ لیا ہے

خیالِ سرو قدے نقش بستہ ام جائے
ایک سرو قد کے خیال کا میں نے ایک جگہ نقش بنالیا ہے

زمامِ دل بکسے دادہ ام منِ مسکین
مجھ مسکین نے دل کی باگ اس کو پکڑوا دی ہے

کہ نیستش بکس از تاج و تخت پروائے
کہ جس کو کسی کے تخت و تاج کی پرواہ نہیں ہے

سرم زدست شد و چشم از انتظار بسوخت
میرا سر ہاتھ سے جاتا رہا اور آنکھیں انتظار میں جل گئیں

در آرزوئے سرو چشم مجلس آرائے
کسی مجلس کو آراستہ کرنے والے کے خیال اور انتظار کی آرزو میں

زہے کمال کہ منشورِ عشقبازیِ من
بہت کمال ہوگا کہ میری عشقبازی کا حکم نامہ

ازاں کمانچۂ ابرو رسد بطغرائے
اس ابرو کے کمانچہ سے دستخط شدہ پہنچ جائے

مرا کہ از رخِ تو ماہ در شبستان است
میرے گھر میں جبکہ تیرے رخ کی وجہ سے چاند موجود ہے

کجا بود بفروغِ ستارہ پروائے
تو ستارے کی روشنی کی، کیا پرواہ ہوگی

مکدر است دل آتش بخرقہ خواہم زد
دل مکدر ہے، گدڑی میں آگ لگا دوں گا

بیا ببیں تو اگر می کنی تماشائے
آ جا، دیکھ، اگر تو کچھ تماشا دیکھنا چاہتا ہے

بروزِ واقعہ تابوتِ ما ز سرو کنید
موت کے دن، ہمارا تابوت سرو کا بنانا

کہ مردہ ایم ز داغ بلند بالائے
اس لیے کہ ہم ایک بلند قد والے کا داغ لیکر مرے ہیں

در آں مقام کہ خوباں بغمزہ تیغ زنند
جس جگہ حسین، ادا کی تلوار مارتے ہیں

عجب مکن ز سرے کو فتادہ در پائے
اگر کوئی سر کسی پیر پر پڑا ہوا ہو، تو تعجب نہ کر

فراق و وصل چہ باشد رضائے دوست طلب
فراق اور وصل کیا ہوتا ہے، دوست کی رضا مندی چاہو!

کہ حیف باشد ازو غیر او تمنائے
کیونکہ اس سے اس کے غیر کی کوئی تمنا کرنا، ظلم ہے

---

۱ یہیں تو اس کی زلف کی پابندی نے دنیا میں ٹھہرا رکھا ہے ورنہ ہمارا یہاں کب کام تھا۔
۲ فانی زندگی اس کی خاکِ پا کی قیمت کے لائق نہیں ہے۔ اگر عمر جاودانی ہوتی تو وہ دیکر اس کی خاکِ پا حاصل کرتا۔
۳ وصل تو کجا خواب میں بھی اس کو دیکھنا میسر نہیں ہے "آں" سے مراد وصل ہے "ایں" سے اس کا خواب میں آنا مراد ہے
۴ سوسن کے پھول کی دس پتیاں زبان کی شکل کی ہوتی ہیں، اس لیے سوسن کو دس زبانوں والا کہا جاتا ہے۔
۵ محبوب کی ابرو آنکھوں میں اور اسکے قد کا خیال دل میں جما ہوا ہے۔
۶ منشور، شاہی حکم، طغرا سے مراد وہ مہر ہے جس میں شاہی القاب و نام ہوتا تھا جو حکمنامے پر لگادی جاتی تھی۔
۷ چونکہ مجھے سرو قد سے عشق ہے لہذا مرنے کے بعد سرو کی لکڑی کے صندوق میں رکھ کر دفن کرنا۔

زشوق سر بدر آرند ماہیان از آب
شوق کی وجہ سے مچھلیاں پانی سے سر ابھاریں گی

اگر سفینۂ حافظ رسد بدریائے
اگر حافظ کا دیوان کسی دریا پہ پہونچے گا

برو زاہد باُمیدے کہ داری | کہ دارم ہمچناں اُمیدواری
اے زاہد تو اس اُمید کو لئے پھر جو تو رکھتا ہے | اس لیے کہ میں اسی طرح کی اُمیدواری رکھتا ہوں

بجز ساغر کہ دارد لالہ در دست | بیا ساقی بیاور آنچہ داری
اس ساغر کے سوا کہ جو لالہ ہاتھ میں لئے ہے | ساقی آجا، جو کچھ تیرے پاس ہے، لے آ

مرا در رشتۂ دیوانگاں کش | کہ مستی خوشترست از ہوشیاری
مجھے دیوانوں کے دھاگے میں پرو دے | اس لیے کہ ہوشیاری سے مستی بہتر ہے

بپرہیز از من اے صوفی بپرہیز | کہ کردم توبہ از پرہیزگاری
بچ، اے صوفی! مجھ سے، بچ | اس لیے کہ میں نے پرہیزگاری سے توبہ کرلی ہے

بیا دل در خمِ گیسوئے او بند | اگر خواہی خلاص و رستگاری
آ، اس کی زلفوں کے پیچ میں دل کو باندھ | اگر خلاصی اور چھٹکارا چاہتا ہے

بوقتِ گُل خدارا توبہ بشکن | کہ عہدِ گُل ندارد استواری
بہار کے موسم میں خدا کے لیے توبہ توڑ ڈال | اس لیے کہ موسم بہار میں پائداری نہیں ہے

عزیزا نو بہارِ عمر بگذشت | چو بر طرفِ چمن بادِ بہاری
اے پیارے! عمر کی بہار گذر گئی | جس طرح کہ بادِ بہاری، چمن کے کنارے پر سے

بیا حافظ بہ پندِ تلخ کن گوش
اے حافظ آ، کڑوی نصیحت سن لے

چرا عمرے بغفلت میگذاری
عمر کو کیوں غفلت میں گذار رہا ہے؟

بشنو ایں نکتہ کہ خود را ز غم آزادہ کنی | خوں خوری گر طلبِ روزیِ ننہادہ کنی
یہ نکتہ سن لے تاکہ تو اپنے آپ کو غم سے آزاد کرلے | اگر مقدر نہ کی ہوئی روزی کی طلب کرے گا خون پیے گا

آخر الامر گِلِ کوزہ گراں خواہی شد | حالیا فکرِ سبو کن کہ پُر از بادہ کنی
انجامِ کار تو کمہاروں کی مٹی بنے گا | اب تدبیر کرلے، تاکہ صراحی کو شراب سے بھرلے

جہد بنما کہ در ایامِ گُل و عہدِ شباب | عیش با آدمیِ چند پریزادہ کنی
کوشش کر کہ جوانی، اور بہار کے زمانے میں | چند، پریزاد، آدمیوں کے ساتھ عیش کرلے

تکیہ بر جائے بزرگاں نتواں زد بگزاف | مگر اسبابِ بزرگی ہمہ آمادہ کنی
بکواس سے بزرگوں کی جگہ پر تکیہ لگا کر نہیں بیٹھا جاسکتا | مگر یہ کہ تو بزرگی کے تمام اسباب جمع کرلے

اجرہا باشدت اے خسروِ شیریں حرکات | گر نگاہے سوئے فرہادِ دل افتادہ کنی
اے میٹھی حرکتوں والے بادشاہ! تجھے بہت ثواب ملیگا | اگر دل گم شدہ۔ فرہاد کی جانب ذرا نگاہ کریگا

ے تو اپنی تمنا میں خوش رہ میں اپنی تمنا میں لگا ہوں۔

ے دنیا کے افکار اور غموں سے نجات کی یہی صورت ہے کہ زلفِ یار میں گرفتار ہوجائے

ے جس طرح بادِ بہاری تیزی سے چمن سے گذر جاتی ہے اسی طرح میری عمر گذر رہی ہے۔

ے جو روزی مقدر میں نہیں ہے اسکی طلب، خونِ جگر پینا ہے

ے انجام کار انسان مٹی میں ملتا ہے اور کمہار اس سے کوزے تیار کرتا ہے۔

خاطرت کے رقم فیض پذیرد ہیہات
افسوس تیرا دل فیض کو نقش کب قبول کر سکتا ہے؟

مگر از نقش پراگندہ ورق سادہ کنی
سوائے اس کے کہ ورق کو بیہودہ نقوش سے صاف کرے

اے صبا بندگیِ خواجہ جلال الدیں کن
اے صبا! خواجہ جلال الدین کی غلامی کر

کہ جہاں پر سمن و سوسن آزادہ کنی
تاکہ تو چمن کو سمن؛ اور آزاد سوسن سے بھر دے

کارِ خود گر بخدا باز گزاری حافظ
اے حافظ! اگر تو اپنے کام کو خدا پر چھوڑے گا

اے بسا عیش کہ با بختِ خداداد کنی
خداداد نصیبہ کی بدولت بہت عیش کرے گا

بصوتِ بلبل و قمری اگر ننوشی مے
بلبل اور قمری کی صدا پر اگر تو شراب نہ پئے گا

علاج کے کنمت آخر الدواء الکیّ
تیرا علاج داغ سے کروں گا، آخری علاج داغ دینا ہے

ذخیرۂ بنہ از رنگ و بوئے فصلِ بہار
فصلِ بہار کے رنگ و بو سے کوئی ذخیرہ جمع کر لے

کہ میرسند زرہ رہزنانِ بہمن و دے
اس لیے کہ بہمن اور دے کے ڈاکو راستے سے آ رہے ہیں

زمانہ ہیچ نبخشد کہ باز نستاند
زمانہ کوئی ایسی چیز نہیں بخشتا ہے جو واپس نہ لے

مجو ز سفلہ مروت مجوز ناکس شے
کمینے سے انسانیت اور ناکس سے کسی چیز کا طلبگار نہ بن

چو گل نقاب برافگند و مرغ زد ہو ہو
جب پھولوں نے نقاب پلٹ دی، اور پرندے نے ہو ہو کے نعرے لگائے

منہ ز دست پیالہ چہ میکنی ہے ہے
ہاتھ سے پیالہ نہ رکھ، ہائے ہائے، کیا کرتا ہے؟

خزینہ داریِ میراث خوارگاں کفرست
میراث خوروں کا خزانہ جمع کرنا، کفر ہے

بقولِ مطرب و ساقی بفتوئے دف و نے
مطرب اور ساقی کے قول، اور دف اور نے کے فتوے کے مطابق

چو ہست آبِ حیاتت بدست تشنہ میر
جبکہ آبِ حیات تیرے ہاتھ میں ہے پیاسا نہ مر

فَلَا تَمُتْ وَمِنَ الْمَاءِ كُلُّ شَيْءٍ حَيّ
پس نہ مر، اور پانی سے ہر چیز زندہ ہے

نوشتہ اند بر ایوانِ جَنَّةُ الْمَأْوٰى
جنۃ الماوی کے محل پر لکھا ہے

کہ ہر کہ عشوۂ دنیا خرید وائے بوے
کہ جس نے دنیا کی ادا خریدی اس پر افسوس ہے

سخا نماند سخن طے کنم بیا ساقی
سخاوت نہیں رہی، بات طے کرتا ہوں، ساقی آ جا

بدہ بشادیِ روحِ روانِ حاتمِ طے
اور حاتم طائی کے روح اور روان کی خوشی کی خاطر شراب پلا

شکوہِ سلطنت و حکم کے ثباتے داشت
حکم اور سلطنت کا دبدبہ کب باقی رہ سکا ہے

ز تختِ جم سخنے ماندہ است و افسرِ کے
جمشید کے تخت، اور کیخسرو کے تاج کی باتیں ہی باقی ہیں

بخیل بوئے خدا نشنود بیا حافظ
بخیل، خدا کی خوشبو نہیں سونگھتا ہے، حافظ آ جا

پیالہ گیر و کرم کن کہ الضمانُ علیّ
پیالہ تھام، اور سخاوت کر، مجھ پر ذمہ داری ہے

بفراغِ دل زمانے نظرے بماہ روئے
دل جمعی کے ساتھ تھوڑی دیر کیلئے کسی ماہرو کی طرف دیکھنا

بہ از آنکہ چترِ شاہی ہمہ روز و ہائے و ہوئے
اس سے بہتر ہے کہ شاہی چتر ہو اور دن بھر ہاؤ ہو ہو

۱؎ انسان کو غیر کے تصورات سے دل کو صاف کر لینا چاہئے جب کہیں محبوب کا نقش دل پر قائم ہوتا ہے۔
۲؎ جلال الدین توران شاہ، شاہ شجاع کا وزیر تھا جو خواجہ قوام کے قتل کے بعد برسرِ اقتدار آیا تھا۔
۳؎ آخر الدواء الکیّ عربی مقولہ ہے: علاج داغ لگانا ہے جب اور دوائیں مفید نہیں تو پھر آخر میں لوہا گرم کر کے عضو کو داغ دیا جاتا ہے یعنی اگر بلبل و قمری کی آواز بھی تجھے شراب نوشی پر آمادہ نہیں کر سکتی تو اب تیرا علاج سوائے داغ دینے کے اور کچھ نہیں ہے۔
۴؎ بہمن اور دے، جاڑے کے مہینے ہیں جو خزاں کا موسم ہوتا ہے۔
۵؎ دے کر واپس لینا کمینہ پن ہے لہٰذا زمانہ کمینہ ہے اس سے کوئی چیز نہ مانگنی چاہئے۔
۶؎ ہائے ہائے کیا کرتا ہے پیالہ ہاتھ سے نہ رکھنا۔
۷؎ میراث خوارگان: وہ لوگ کہلاتے ہیں جو باپ دادا کی کمائی پر گزارا کریں اور خود کمانے کی فکر نہ کریں۔
۸؎ وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ - ہم نے ہر زندہ چیز کو پانی سے پیدا کیا ہے، یہ قرآن پاک کی آیت ہے یعنی شراب آبِ حیات ہے اگر یہ نہ پئے گا تو تجھے زندگی میسر نہ ہوگی۔ ۹؎ انسان مر جاتا ہے اس کے کارنامے زندہ رہتے ہیں۔ حاتم طائی

بخدا کہ رشکم آید بدو چشم روشنِ خود
خدا کی قسم مجھے اپنی دونوں روشن آنکھوں پر رشک آتا ہے

کہ نظر دریغ باشد بچنیں لطیف روئے
کہ اپنے پاکیزہ چہرہ کو دیکھنا افسوس کی بات ہے

دلِ من شد و ندانم چہ شد آں غریب مارا
میرا دل گم ہوگیا، اور مجھے معلوم نہیں کہ ہمارا وہ مسافر کیا ہوا

کہ گذشت عمر و نامد خبرے ز ہیچ سوئے
اس لیے کہ ایک عمر گذر گئی، اور کسی طرف سے کوئی خبر نہیں آئی

نفسم بآخر آمد نظرم ندید سیرت
میرا دم نکلنے لگا، میری نگاہ نے تیری رفتار نہ دیکھی

بجز ایں نماند مارا ہوسے و آرزوئے
اسکے علاوہ ہماری کوئی ہوس اور آرزو نہیں رہی

مکن اے صبا مشوش سرِ زلفِ آں پری را
اے صبا! اس پری کی زلفوں کو پریشان نہ کر

کہ ہزار جانِ حافظ بفدائے تارِ موئے
کہ حافظ کی ہزار جانیں ایک بال پر قربان ہیں

بگرفت کارِ حسنت چوں عشقِ من کمالے
تیرے حسن کے کام نے بھی میرے عشق کی طرح کمال حاصل کرلیا ہے

خوش باش زانکہ نبود ایں ہر دو را زوالے
خوش رہ، اسلیے کہ ان دونوں کو زوال نہیں ہوگا

در وہم می نگنجد کاندر تصورِ عقل
یہ بات وہم میں بھی نہیں آتی ہے کہ عقل کے تصور میں

آید بہیچ معنیٰ زیں خوب تر مثالے
کسی اعتبار سے بھی اس سے بہتر تصویر آسکے گی

شد حظِ عمر حاصل گر زانکہ با تو مارا
زندگی کا لطف ملا، اگر ہمیں تجھ سے

یکدم بعمر رونے روزی شود وصالے
زندگی میں کسی دن، ذرا سی دیر کے لیے بھی وصل میسر آجائے

آندم کہ با تو باشم یکسال ہست روزے
جس وقت میں تیرے ساتھ ہوتا ہوں ایک سال ایک دن ہوتا ہے

و آندم کہ بے تو باشم یک روز ہست سالے
اور جس وقت تیرے بغیر ہوتا ہوں ایک دن ایک سال ہوتا ہے

من چوں خیالِ روئیت جاناں بخواب بینم
اے جاناں! میں تیری خیالی تصویر کو خواب میں کس طرح دیکھوں؟

کز خواب می نہ بیند چشمم بجز خیالے
اس لیے کہ میری آنکھیں سوائے خیالی نیند کے اور کچھ نہیں دیکھتی ہیں

رحم آر بر دلِ من کز مہرِ روئے خوبت
میرے دل پر رحم کر، اس لیے کہ تیرے حسین چہرے کی محبت سے

شد شخصِ ناتوانم باریک چوں ہلالے
میرا کمزور جسم ہلال کی طرح باریک ہوگیا ہے

حافظ مکن شکایت گر وصلِ یار خواہی
اے حافظ! اگر تو وصلِ یار چاہتا ہے شکایت نہ کر

زیں بیشتر بباید بر ہجر احتمالے
ہجر کا اس سے بھی زیادہ احتمال ہے

بلبل ز شاخِ سرو بگلبانگِ پہلوی
بلبل نے سرو کی شاخ سے فارسی صدا میں

میخواند دوش درسِ مقاماتِ معنوی
کل، معنوی مقامات کا سبق پڑھ رہی تھی

یعنی بیا کہ آتشِ موسیٰ نمود گل
یعنی آجا اس لیے کہ پھول نے موسیٰ کی آگ دکھادی ہے

تا از درخت نکتۂ تحقیق بشنوی
تاکہ تو درخت سے، تحقیق کا نکتہ سنے

مرغانِ باغ قافیہ سنجند و بذلہ گو
باغ کے پرند، قافیہ سنج، اور بذلہ گو ہیں

تا خواجہ مے خورد بغزلہائے پہلوی
تاکہ فارسی غزلوں کے ساتھ خواجہ شراب پیئے

ے تیرا حسن اور میرا عشق دونوں مکمل ہیں اب ان کو زوال نہ ہوگا۔
ے اگر ایک لمحہ بھی وصل میسر آجائے تو زندگی کا لطف حاصل ہوجائے
ے چونکہ میری آنکھیں نیند سے ناآشنا ہیں لہذا میں تجھے خواب میں کیسے دیکھ سکتا ہوں۔
ے بلبل سرو کی شاخ سے صدا دے رہی تھی کہ پھول نے آتشِ موسوی کو ظاہر کردیا ہے۔ حضرت موسیٰ آگ کو دیکھ کر آگے بڑھے تھے دہاں درخت سے یہ آواز آئی تھی کہ میں خدا ہوں۔

جمشید جز حکایتِ جام از جہاں نبرد
جمشید دنیا سے، جام کے قصّہ کے سوا کچھ نہ لے گیا
زنہار دل مبند بر اسبابِ دنیوی
خبردار، دنیوی اسباب سے دل نہ جوڑ

خوش فرشِ بوریا و گدائی و خوابِ امن
بوریے کا فرش، اور گدائی، اور اطمینان کی نیند خوب ہے
کایں عیش نیست درخورِ اورنگِ خسروی
اس لیے کہ یہ عیش شاہی تخت کے کبھی لائق نہیں ہے

درویشم و گدا و برابر نمی کنم
میں درویش ہوں اور گدا ہوں اور برابر نہیں کرتا ہوں
پشمیں کلاہِ خویش بصد تاجِ خسروی
اپنی کمبل کی ٹوپی کے، سو شاہی تاجوں کو

ایں قصۂ عجب شنو از بختِ واژگوں
یہ عجب قصہ سن، اوندھے نصیبہ کی وجہ سے
مارا بکشت یار بانفاسِ عیسوی
عیسوی سانسوں سے ہمیں دوست نے قتل کردیا

چشمت بغمزہ خانۂ مردم خراب کرد
تیری آنکھوں نے، ادا سے لوگوں کے گھر برباد کردیئے
مخموریت مباد کہ خوش مست میروی
تجھے اعضا شکنی نہ ہو کیونکہ تو بہت مست ہو کر چلتا ہے

دہقانِ سالخوردہ چہ خوش گفت با پسر
بوڑھے کاشتکار نے لڑکے سے کیا اچھی بات کہی
کاے نورِ چشمِ من بجز از کشتہ ندروی
اے میرے نورِ چشم! بوئے ہوئے کے سوا تو کچھ نہ کاٹے گا

مے خور بشعرِ بندہ کہ دلتنگیت مباد
بندے کے اشعار پر شراب پی خدا کرے تجھے دل تنگی نہ ہو
بعد از تو خاک بر سرِ اسبابِ دنیوی
تیرے بعد، دنیا کے اسباب کے سر پر خاک

ساقی مگر وظیفۂ حافظ زیادہ داد
شاید! ساقی نے، حافظ کو زیادہ مقدار دیدی
کآشفتہ گشت طرّۂ دستارِ مولوی
اس لیے، کہ مولوی کی پگڑی کا طرّہ بگڑ گیا

بگردِ مہ ز عنبر خط کشیدی
تونے چاند کے چاروں طرف عنبر کا خط کھینچا
دو ہفتہ ماہ را در خط کشیدی
چودھویں کے چاند کو، تونے غلام بنالیا

عطارد را اگر خواہی خط آموخت
تو شاید! تو عطارد کو لکھنا سکھائے گا
کہ بر سطحِ قمر سر خط کشیدی
اسلیے کہ تونے چاند پر نقشے کھینچے ہیں

نہادی خارِ غم آں لحظہ گل را
پھول پر، تونے اس وقت غم کا کانٹا چبھویا
کہ چوں لالہ ز عنبر خط کشیدی
جبکہ لالہ کی طرح، تونے عنبر کا خط کھینچا

گر افسونِ تبِ عشقم نہ کردی
اگر تونے میرے عشق کے بخار کا تعویذ نہیں کیا ہے
چرا بر گردِ عنبر خط کشیدی
تو تونے، عنبر کی گرد پر خط کیوں کھینچا ہے؟

غمِ دردِ دلِ حافظ نداری
تجھے حافظ کے دل کے درد کا غم نہیں ہے
کہ گردِ روئے دلبر خط کشیدی
اس لیے کہ تونے دلبر چہرے کے گرد خط کھینچا ہے

بتا با ما گذار ایں کینہ داری
اے محبوب! ہم سے یہ کینہ پروری چھوڑ دے
کہ حقِّ صحبتِ دیرینہ داری
کیونکہ، تجھ پر قدیم دوستی کا حق ہے

---

[1] آرام کی نیند جس طرح بوریئے پر فقیری میں آتی ہے بادشاہی میں وہ میسّر نہیں ہے
[2] حالانکہ عیسیٰ کے سانس سے مردے زندہ ہوتے تھے۔
[3] حافظ کو آج شراب مقدار سے زیادہ مل گئی ہے اسی لیے دستار بگڑ گئی ہے۔
[4] محبوب کا رخ بناؤ سنگھار سے ایسا حسین ہوگیا ہے کہ اس نے چودھویں رات کے چاند کو محکوم بنالیا ہے، در خط کشیدن، بمعنے محکوم ساختن۔
[5] عطارد کو آسمان کا منشی مانا گیا ہے تونے اس کو خط سکھانے کے لیے چاند پر نقشے کھینچ دیئے ہیں۔
[6] تشنہ دعنبر سے تعویذ لکھے جاتے ہیں۔

نصیحت گوش کن کایں دُر بسے بہ
نصیحت سن لے، اس لیے کہ یہ موتی بہت بہتر ہے

ازآں گوہر کہ در گنجینہ داری
اس موتی سے، جو تو خزانہ میں رکھتا ہے

بفریادِ خمارِ مُفلساں رس
مُفلسوں کے خمار کی فریاد رسی کر

خدارا اگر مے دوشینہ داری
خدا کیلئے، اگر تیرے پاس رات کی بچی ہوئی شراب ہے

ولیکن کے نمائی رُخ بہ رنداں
لیکن تو رندوں کو چہرہ کب دکھا سکتا ہے!

تو کز خورشید و مہ آئینہ داری
جبکہ تو آفتاب اور ماہتاب کا آئینہ رکھتا ہے

بدِ رنداں مگو اے شیخ ہشدار
اے شیخ! ہوش کر، رندوں کو برا کہہ

کہ با حکمِ خدائے کینہ داری
اس لیے کہ تو خدا کے حکم کے ساتھ کینہ رکھتا ہے

نمی ترسی زآہِ آتشینم
میری آتشیں آہ سے، تو نہیں ڈرتا ہے

تو دانی خرقۂ پشمینہ داری
تجھے معلوم ہے، تو اونی گدڑی رکھتا ہے

ندیدم خوشتر از شعرِ تو حافظ
میں نے، اے حافظ! تیرے اشعار سے زیادہ اچھے نہیں دیکھے

بقرآنے کہ اندر سینہ داری
اس قرآن کی قسم، جو تو سینہ میں رکھتا ہے

بیار بادہ و بازم رہاں زرنجوری
شراب لا، اور مجھے پھر رنج سے نجات دے

کہ ہم بہ بادہ تواں کرد دفعِ مخموری
اسلئے کہ اعضاشکنی کو شراب ہی سے دور کیا جا سکتا ہے

بہیچ وجہ نباشد فروغِ مجلسِ اُنس
محبت کی مجلس کسی طریقہ پر منور نہیں ہوتی

مگر برُخِ نگار و شرابِ انگوری
محبوب کے چہرے، اور انگوری شراب کے سوا

زسحرِ غمزۂ فتّانِ خویش غرّہ مباش
اپنے فتنہ میں مبتلا کرنے والی ادا کے جادو پر گھمنڈ نہ کر

کہ آزمودم و سودے نداشت مغروری
اس لیے کہ میں نے آزمایا ہے اور گھمنڈ نے کوئی فائدہ نہیں دیا ہے

بیک فریب بدادم صلاحِ خویش از دست
ایک دھوکے پر ہی میں نے، اپنی نیکی ہاتھ سے دیدی

دریغ آنہمہ زہد و صلاحِ مستوری
اس تمام زہد، اور گوشہ نشینی کی نیکی پر افسوس ہے

ادیبا چند نصیحت کنی کہ عشق مباز
اے ادیب! کتنی نصیحت کرے گا کہ عشق بازی نہ کر

اگرچہ نیست ادب ایں سخن چہ دستوری
اگرچہ یہ بات کہنا ادب نہیں ہے، تو کیسا آدمی ہے؛

بعشق زندہ بود جانِ مردِ صاحبدل
صاحبِ دل انسان کی جان، عشق سے زندہ ہوتی ہے

اگر تو عشق نداری برو کہ معذوری
اگر تو عشق نہیں رکھتا ہے تو جا کیونکہ تو معذور ہے

رسید دولتِ وصل و گذشت محنتِ ہجر
وصل کی دولت آگئی، ہجر کی مشقت گذر گئی

نہاد کشورِ دل باز رہ بمعموری
دل کے ملک نے، پھر آبادی کی طرف رخ کیا ہے

بہر کسے نتواں گفت رازِ دلِ حافظ
اے حافظ! دل کا راز ہر کسی سے نہیں کہا جا سکتا

مگر بدانکہ کشیدہ است محنتِ دوری
سوائے اس کے جس نے فراق کی مصیبت سہی ہے

۱؎ اس دُر سے نصیحت ہی مراد ہے

۲؎ اگر رات کی بچی ہوئی شراب ہے تو اس سے مُفلسوں کے خمار کا علاج کر۔

۳؎ رندوں پر اعتراض کرنا خدائی حکم سے کینہ رکھنا ہے۔

۴؎ مجلس صرف محبوب کے چہرے اور انگوری شراب سے پُر رونق بنتی ہے۔

۵؎ اگرچہ میرا یہ کہنا بے ادبی ہے لیکن تیرا بار بار عشق بازی کو ترک کرنے کی نصیحت کرنا کونسا ادب ہے۔

۶؎ شعر
ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوامِ ما

۷؎ دل کا راز اسی کو بتایا جا سکتا ہے جو ہجر کے مصائب جھیل چکا ہو۔

پدید آمد رسومِ بیوفائی — نماند از کس نشانِ آشنائی
بیوفائی کے نشانات ظاہر ہو گئے — کسی کی دوستی کا نشان نہ رہا

برند از فاقہ پیشِ ہر خسیسے — کنوں اہلِ ہنر دست گدائی
ہر بخیل کے سامنے، فاقہ کی وجہ سے لیجاتے ہیں — اب اہلِ ہنر بھیک کا ہاتھ

کسے کو فاضل ست امروز در دہر — نمی بیند ز غم یکدم رہائی
آج جو زمانہ میں، صاحبِ فضیلت ہے — غم سے تھوڑی دیر کے لیے بھی رہائی نہیں دیکھتا ہے

کسے کو جاہل ست اندر تنعّم — متاعِ او بود ہر دم بہائی
جو جاہل ہے، عیش پرستی میں — اُس کا سامان ہر وقت قیمتی ہے

اگر شاعر بخواند شعر چوں آب — کہ دل را زو فزاید روشنائی
اگر شاعر، پانی جیسے اشعار سنائے — جن سے دل میں نور پیدا ہو

نبخشندش جوئے از بخل و امساک — اگر خود فی المثل باشد سنائی
بخل اور کنجوسی کی وجہ سے اس کو ایک جَو نہ بخشیں گے — مثلاً، وہ اگر خود سنائی ہو

خرد در گوشِ ہوشم دوش میگفت — برو صبرے بکن در بینوائی
کل عقل میرے ہوش کے کان میں کہہ رہی تھی — جا، بے سروسامانی میں صبر کر

قناعت را بضاعت ساز و میسوز — دریں درد و عنا در بینوائی
صبر کو پونجی بنانے، اور جلتا رہ — اس درد، اور مشقت میں، بینوائی میں

بیا حافظ بجاں ایں پند منیوش
اے حافظ! جان سے یہ نصیحت سن لے
کہ گر از پا بیفتی بر سر آئی
کہ اگر تو گرے گا، تو سربلند ہوگا

ترا کہ ہر چہ مراد ست در جہاں داری — چہ غم ز حالِ من زار و ناتواں داری
دنیا میں، جو تیری مرادیں ہیں وہ تجھے حاصل ہیں — تو مجھ لاغر، اور کمزور کے حال کا کیا غم رکھتا ہے

بخواہ جان و دل از بندہ و رواں بستاں — کہ حکم بر سر آزادگاں رواں داری
بندہ سے جان، اور دل طلب کر، اور فوراً لے لے — اس لیے کہ آزاد لوگوں پر تیرا حکم جاری ہے

بنوش مے چو سبکروحی اے حریفِ مدام — علی الخصوص دریں دم کہ سرگراں داری
اے دوست! چونکہ تو ہلکی روح والا ہے ہمیشہ شراب پی — خصوصاً اب، جبکہ تو خمار میں ہے

بیاضِ روئے ترا نیست نقش در خور ازانکہ — سوادے از خطِ مشکیں در ارغواں داری
تیرے چہرے کی سفیدی کو نقش کی ضرورت نہیں ہے اسلیے کہ — تو ارغوان میں، مشکی خط کی ایک سیاہی رکھتا ہے

میاں نداری و دارم عجب کہ ہر ساعت — میانِ مجمعِ خوباں کنی میاں داری
تو کمر نہیں رکھتا ہے، اور مجھے تعجب ہے کہ ہر وقت — حسینوں کے مجمع میں، تو سرداری کرتا ہے

مکن عتاب ازیں بیش و جور بر دلِ من — بکن ہر آنچہ توانی کہ جائے آں داری
میرے دل پر اس سے زیادہ غصہ اور ظلم نہ کر — جو کچھ تو کر سکتا ہے کر، تو اس کا حق رکھتا ہے

ا یہ غزل زمانے کا شکوہ ہے یعنی دنیا میں کسی سے بھی وفا کی امید نہیں ہے۔
۲ ہر جاہل مزے اڑا رہا ہے، دنیا کا قیمتی سامان اس کو حاصل ہے۔
۳ کسی شاعر کی قدر نہیں خواہ وہ حکیم سنائی کیوں نہ ہو اس کو کوئی کوڑی نہیں دیتا ہے۔
۴ مصیبتوں کے بعد ہی سربلندی حاصل ہوتی ہے۔
۵ محبوب جبکہ بامراد ہے اس کو ہم جیسوں کی کیا پرواہ ہے۔
۶ تمام عاشق تیرے فرمانبردار ہیں جو چاہے حکم دے اگر جان مانگے گا وہ بھی تجھے دیدیں گے۔
۷ نیز اسپر خط بمنزلہ مشکی خط کے ہے جو سیاہ ہے اب یہ ممکن نہیں ہے کہ تیرے چہرے پر کوئی نقش و نگار بنایا جاسکے اس لیے کہ سیاہی پر کوئی نقش قائم نہیں ہو سکتا ہے۔
۸ میاندار، سردار وہ شخص جو دو کشتی لڑنے والوں کو بیچ بچاؤ کرنے کے لئے کھڑا رہتا ہے یعنی تیرے خود میان کمر نہیں مگر تو حسینوں کو میاندار ہے۔ ۹ یعنی عتاب اور ظلم کے سوا اور جو تیرا جی چاہے وہ کر۔

باختیارگرت صد ہزار تیرِ جفاست — بقصدِ جانِ منِ خستہ در کماں داری
اگر تیرے اختیار میں ظلم کے لاکھ تیر ہیں — وہ میری خستہ جان کے ارادے سے تو کمان میں رکھتا ہے

بکش جفائے رقیباں مدام و دل خوش دار — کہ سہل باشد اگر یارِ مہرباں داری
ہمیشہ رقیبوں کا ظلم برداشت کر اور دل کو خوش رکھ — کیونکہ یہ آسان ہے اگر تو وفادار دوست رکھتا ہے

وصالِ دوست گرت دست مید ہد روزے — برو کہ ہر چہ مراد ست در جہاں داری
اگر تجھے کسی دن دوست کا وصال حاصل ہو جائے — تو جا، کہ دنیا میں جتنی مرادیں ہیں، تجھے حاصل ہو گئیں ہیں

چو ذکرِ لعلِ لبت میکنم خرد گوید — حدیث یا شکرست اینکہ در دہاں داری
میں جب تیرے لعل جیسے ہونٹ کا ذکر کرتا ہوں تو عقل کہتی ہے — بات ہے یا شکر ہے جو تو منہ میں رکھتا ہے

چو گل بدامن ازیں باغ میبری حافظ
اے حافظ! جبکہ تو اس باغ سے دامن پھولوں سے بھر کر لیجاتا ہے

چہ غم ز نالہ و فریادِ باغباں داری
تو باغبان کے نالہ و فریاد کا کیا غم رکھتا ہے؟

تو مگر برلبِ جوئے زہوس بنشینی — ورنہ ہر فتنہ کہ بینی ہمہ از خود بینی
تو شاید ہوس کی وجہ سے نہر کے کنارے پر بیٹھتا ہے — ورنہ جو فتنہ تو دیکھتا ہے خود تیری ہی وجہ سے ہے

بخدائے کہ توئی بندۂ بگزیدۂ او — کہ بجائے منِ بیدل دگرے نگزینی
تجھے اس خدا کی قسم جس کا تو برگزیدہ بندہ ہے — کہ مجھ بیدل کی بجائے دوسرے کو منتخب نہ کر

صبر بر جورِ رقیباں چہ کنم گر نکنم — عاشقاں را نبود چارہ بجز مسکینی
اگر رقیبوں کے ظلم پر صبر نہ کروں، تو کیا کروں؟ — عاشقوں کے لیے مسکینی کے علاوہ کوئی چارہ نہیں ہے

ادب و شرم ترا خسروِ مہرویاں کرد — آفریں بر تو کہ شائستۂ صد تحسینی
ادب اور شرم نے تجھے ماہرویوں کا بادشاہ بنا دیا — تجھے شاباش ہے، کیونکہ تو سیکڑوں تعریفوں کا مستحق ہے

عجب از لطفِ تو اے گل کہ نشینی با خار — ظاہرا مصلحتِ وقت دراں می بینی
اے پھول! تیری مہربانی پر تعجب ہے کہ تو کانٹے کا ہمنشین ہے — بظاہر تو اس میں وقت کی مصلحت دیکھتا ہے

حیفم آید کہ خرامی بتماشائے چمن — کہ تو خوشتر ز گل و تازہ تر از نسرینی
مجھے افسوس ہوتا ہے، کہ تو چمن کی سیر کو جائے — اس لیے کہ تو پھول سے زیادہ حسین اور نسرین سے زیادہ تازہ ہے

گر امانت بسلامت برم باکے نیست — بیدلی سہل بود گر نبود بیدینی
اگر میں امانت کو صحیح و سالم لیجاؤں تو پھر پرواہ نہیں ہے — بیدل ہونا آسان ہے، اگر بے دینی نہ ہو

بادِ صبحی بہوایت زگلستاں برخاست — کہ تو خوشبو چو گلِ سوری و چوں نسرینی
صبح کی ہوا، تیری محبت میں باغ سے اٹھی — چونکہ تو گلِ سوری اور نسرین کی طرح خوشبودار ہے

سخنِ بیغرض از بندۂ مخلص بشنو — اے کہ منظورِ بزرگانِ حقیقت بینی
بے غرض بات، مخلص خادم سے سن — اے وہ کہ تو حقیقت شناس بزرگوں کا منظورِ نظر ہے

نازنینے چو تو پاکیزہ رخ و پاک نہاد — بہتر آنست کہ با مردمِ بد ننشینی
تجھ جیسا پاکیزہ رخ، اور پاک باطن نازنین — بہتر یہ ہے، کہ تو بروں کے ساتھ نہ بیٹھے

ملہ اگر دوست دوست رکھتا ہو تو رقیبوں کے ظلم سہنے آسان ہوتے ہیں۔

ملہ تو حسن کے نظارے کے لیے دریا کے کنارے کیوں جاتا ہے تو خود اس قدر حسین ہے کہ سب فتنے اس سے پیدا ہوتے ہیں۔

ملہ عاشق رقیبوں کا ظلم سہنے پر مجبور ہے۔

ملہ گل سے محبوب اور خار سے رقیب مراد ہے۔

ملہ امانت سے صلاحیت ایمان مراد ہے جس کا ذکر انا عرضنا الامانۃ میں کیا گیا ہے یعنی انسان بیدل ہو تو کوئی مضائقہ نہیں ہے بے دینی بری چیز ہے۔

ملہ سخن بے غرض کی تشریح اگلے شعر کے دوسرے مصرع میں ہے۔

شیشہ بازیِ سرشکم نگری از چپ و راست
دائیں بائیں سے تو میرے آنسوؤں کی شیشہ بازی دیکھے گا

گر بدیں منظرِ بینش نفسے بنشینی
اگر تو اس بینائی کے منظر میں تھوڑی دیر کے لئے بیٹھے گا

بعد ازیں ما و گدائی بسرِ منزلِ عشق
اس کے بعد ہم ہوں گے اور عشق کی منزل کی فقیری ہوگی

راہرو را نبود چارہ بجز مسکینی
مسافر کے لئے مسکینی کے سوا چارہ نہیں ہے

تو بدیں دلکشی و نازکی اے مایۂ حسن
اے حسن کے سرمایہ! تو اس دل کشی اور نزاکت کے ساتھ

لایقِ بزمگہِ خواجہ جلال الدینی
خواجہ جلال الدین کی مجلس کے لائق ہے

سیلِ ایں اشکِ رواں صبرِ دلِ حافظ برد
ان جاری آنسوؤں کا بہاؤ حافظ کے صبر کو بہا لے گیا

بَلَغَ الطَّاقَةُ يَا مُقْلَةَ عَيْنِي بِينِي
قوت ختم ہو گئی، اے میری آنکھ کی پتلی! تو جدا ہو جا

جاں فدائے تو کہ ہم جانی و ہم جانانی
جان تجھ پر قربان، کہ تو جان بھی ہے اور جاناں بھی ہے

ہر کہ شد خاکِ درت رست ز سرگردانی
جو تیرے در کی خاک بن گیا پریشانی سے نجات پا گیا

مرِ تری از سرِ کوئے تو نیارم برخاست
میں تیرے کوچہ سے آسانی سے نہیں اٹھ سکتا

کارِ دشوار نگیرند بدیں آسانی
اس آسانی سے دشوار کام نہیں کرتے ہیں

خام را طاقتِ پروانۂ پرسوختہ نیست
خام کار میں پر جلے ہوئے پروانہ کی طاقت نہیں ہے

نازکاں را نرسد شیوۂ جاں افشانی
جان قربان کرنا نازک لوگوں کا شیوہ نہیں ہے

بے تو آرام گرفتن بود از ناکامی
تیرے بغیر آرام کرنا، ناکامی ہے

با تو گستاخ نشستن بود از حیرانی
تیرے پاس گستاخی سے بیٹھنا، حیرانی ہے

فاش کردند رقیبانِ تو سرِ دلِ من
تیرے رقیبوں نے میرے دل کا راز ظاہر کر دیا

چند پوشیدہ بماند خبرِ پنہانی
چھپی ہوئی خبر، کب تک چھپ سکتی ہے!

تا بماند تر و شاداب نہالِ قدِ تو
تاکہ تیرے قد کا پودا تر اور شاداب رہے

واجب آنست کہ بر دیدۂ ما بنشانی
مناسب یہ ہے کہ تو ہماری آنکھوں پر لگا دے

در خمِ زلفِ تو دیدم دلِ خود را روزے
میں نے ایک دن اپنے دل کو تیری زلف کے پیچ میں دیکھا

گفتمش چونی و چوں میرہی اے زندانی
میں نے اس سے کہا، تو کیسا ہے اور اے قیدی تو کیسے چھوٹے گا!

گفت آرے چہ کنی گر نبری رشکِ من
وہ بولا، ہاں تو کیا کرے اگر مجھ پر رشک نہ کرے

ہر گدا را نبود مرتبۂ سلطانی
ہر فقیر کو بادشاہی کا مرتبہ حاصل نہیں ہوتا ہے

راستی حدِ تو حافظ نبود صحبتِ ما
سچ تو یہ ہے، اے حافظ! تیرا رتبہ ہماری صحبت کے لائق نہیں ہے

بس اگر بر سرِ ایں کوئے کنی سگبانی
یہی کافی ہے، اگر تو اس کوچہ کے کتوں کی نگرانی کرے

جائے حضور و گلشنِ امن است ایں سرائے
یہ گھر حاضری کی جگہ، اور امن کا باغ ہے

زیں در بشادمانی و عیش و طرب در آئے
اس دروازہ سے خوشی، اور عیش اور مستی میں داخل ہو

۱؎ شیشہ بازی، رقاصی کا ایک طریقہ ہے جس میں گلاب اور شراب سے شیشہ بھر کر سر پر رکھ کر ناچتے ہیں اور شیشہ کو سر سے نہیں گرنے دیتے یعنی تو میرے آنسوؤں کا رقص دیکھے گا۔

۲؎ جلال الدین شاہ شجاع کا وزیر تھا جو حافظ کا ممدوح ہے۔

۳؎ تیرے در سے آسانی سے اٹھنا ممکن نہیں ہے یعنی مشکل کام ہے اور مشکل کام آسانی سے کوئی نہیں کرتا مجبوراً کرنا پڑتا ہے۔

۴؎ معشوق کے بغیر آرام سے رہنا ناکامی کی دلیل ہے تیرے سامنے بے ادبی سے بیٹھنا حیرانی کی بات ہے

۵؎ سرو عموماً نہروں کے کنارے پر بویا جاتا ہے۔

۶؎ جب نے دل کو زلف میں پھنسا ہوا دیکھ کر کہا تو اس قید سے نجات نہ پا سکے گا وہ بولا تو مجھ پر رشک کرے، جو کہ یہ رتبہ تجھے حاصل نہیں ہے۔

اے کاخِ دولت تو چہ کاخے کہ اندر جست[1]
اے وہ کہ تیری دولت کا محل کیسا محل ہے کہ داخل ہے!

در شاخسارِ گلشنِ تو سایۂ ہمائے
تیرے باغ کی شاخوں میں، کسی ہما کا سایہ

جمشیدِ تختِ چرخ بجامِ جہاں نمائے
جام جہاں نما کے ذریعہ، آسمان کے تخت کا جمشید

ہر صبح در ہوائے درت میکند صبوح[2]
تیرے دروازے کی خواہش میں ہر صبح کو صبوحی پیتا ہے

بادِ تو ہمچو آتشِ موسیٰ خجستہ پے[3]
تیری ہوا، موسیٰ کی آگ کی طرح، مبارک قدم ہے

خاکِ تو ہمچو آبِ خضر زندگی فزائے
تیری خاک آبِ خضر کی طرح زندگی بڑھانیوالی ہے

فرخندہ نو گلِ تو چمن را حیات دہ[4]
تیرا مبارک، تازہ پھول چمن کو زندگی عطا کرنیوالا ہے

جعدِ بنفشۂ تو صبا را گرہ کشائے
تیرے بنفشہ کے گھنگریالے بال صبا کی گرہ کھولنے والے ہیں

مرغولِ سنبل از دمِ کوئے تو خوش نسیم
سنبل کے بل دار بال تیرے کوچہ کی ہوا سے خوشبودار ہیں

زلفِ صبا ز خاکِ جنابِ تو مشکسائے
صبا کی زلف تیرے دربار کی خاک سے مشکبار ہے

خورشید در ہوائے تو چوں ذرہ پائے کوب[5]
آفتاب تیری محبت میں، ذرہ کی طرح ناچ رہا ہے

جمشید در حریمِ تو چوں بندگاں بپائے
جمشید تیرے احاطہ میں غلاموں کی طرح کھڑا ہے

حافظ مقیمِ در گہِ او باش و عیش کن[6]
اے حافظ! اس کے دربار میں مقیم ہوجا، اور عیش کر

کاندر بہشت بہتر ازیں گوشہ نیست جائے
اس لیے کہ اس گوشہ سے بہتر بہشت میں بھی جگہ نہیں ہے

چو سرو گر بخرامی دمے بگلزارے
اگر تو تھوڑی دیر کے لیے، باغ میں سرو کی طرح ٹہلے

خورد ز غیرتِ روئے تو ہر گلے خارے
تو تیرے چہرہ کی غیرت سے ہر پھول خار کھائے

ز کفرِ زلفِ تو ہر حلقۂ و آشوبے[7]
تیری زلف کے کفر کی وجہ سے ہر حلقہ میں ایک فتنہ بپا ہے

ز سحرِ چشمِ تو ہر گوشۂ و بیمارے
تیری آنکھ کے جادو سے، ہر گوشے میں ایک بیمار ہے

نثارِ خاکِ رہت نقدِ جانِ ما ہر چند
تیرے راستہ کی خاک پر ہماری نقد جان قربان ہے اگرچہ

کہ نیست نقدِ رواں را بر تو مقدارے
جان کی نقدی کی تیرے یہاں کوئی قدر نہیں ہے

مرو چو بختِ من اے چشمِ مستِ یار بخواب[8]
اے یار کی مست آنکھ تو میرے نصیبہ کی طرح نہ سو

کہ در پے است ز ہر سوت آہِ بیدارے
اس لیے کہ ہر جانب سے ایک بیدار کی آہ تیرے درپے ہے

دلا ہمیشہ مزن لافِ زلفِ دلبنداں
اے دل! ہمیشہ حسینوں کی زلف کی ڈینگیں نہ مار

چو تیرہ رائے شدی کے کشایدت کارے
جب تو تاریک رائے ہوگیا پھر تیرے کام کی کشادگی کہاں

سرم برفت و زمانے بسر نرفت ایں کار
میرا سر چلا گیا، اور یہ کام ایک مدت تک سرانجام کو نہ پہونچا

دلم گرفت و نبودت سرِ گرفتارے
میرا دل رنجیدہ ہوگیا، اور تجھے گرفتار کا خیال نہ آیا

چو نقطہ گفتمش اندر میانِ دائرہ آئے[9]
میں نے اس سے کہا، نقطہ کی طرح دائرہ کے درمیان آجا

بخندہ گفت کہ حافظ برو چو پرگارے
اس نے ہنسکر کہا کہ اے حافظ پرکار کی طرح چکر کاٹ

---

[1] اس محل کے گلستاں کی شاخوں کا جس پر سایہ پڑ جائے اسے ہما کو سلطنت حاصل ہے، یہی ہما کے سایہ کی تاثیر ہے۔
[2] آفتاب ہر روز صبح کو تیرے در کی تمنا میں صبوحی کے جام پیتا ہے۔
[3] جس طرح حضرت موسیٰ کی آگ بابرکت ثابت ہوئی اسی طرح تیری ہوا بابرکت ہے
[4] نوگل سے رخسارہ اور بنفشہ سے محبوب کی زلف مراد ہے۔
[5] ذرہ کو آفتاب کا عاشق مانا جاتا ہے آفتاب تیرے در کا عاشق ہے۔
[6] محبوب کا دربار بہشت سے بھی زیادہ بہتر ہے۔
[7] تیری زلف کے ہر حلقہ نے ایک فتنہ پیدا کر دیا ہے تیری آنکھ کا ہر جانب ایک بیمار پڑا ہے۔
[8] چونکہ بیداروں کی آہیں درپے ہیں لہذا غافل سونا مناسب نہیں ہے۔
[9] میں نے اس سے کہا تو عاشقوں کے لیے اس طرح بنجا جس طرح دائرہ میں نقطہ ہوتا ہے تو
اس نے کہا تو پرکار کی طرح دور دور گھومتا رہ۔ نقطہ دائرہ میں گھر بنا کر بیٹھتا ہے۔

چوں در جہانِ خوبی امروز کامگاری
چونکہ تو آج حسن کی دنیا میں کامیاب ہے

شاید کہ عاشقاں را کامے زلب برآری
مناسب ہے کہ عاشقوں کا کچھ مقصد ہونٹوں سے پورا کردے

با عاشقانِ بیدل تا چند ناز و عشوہ
بے دل عاشقوں سے، ناز و ادا کب تک کرے گا؟

بر بیدلانِ مسکیں تا کے جفا و خواری
بیدل مسکینوں پر ظلم اور ذلت کب تک رکھے گا؟

تا چند ہمچو چشمت در عینِ ناتوانی
تیری آنکھوں کی طرح میں کب تک عین ناتوانی میں رہوں گا؟

تا چند ہمچو زلفت در تاب و بیقراری
تیری زلفوں کی طرح کب تک پیچ و تاب اور بیقراری میں رہوں گا؟

جورے کہ از تو دیدم دردے کہ از تو بردم
تیرا جو ظلم میں نے دیکھا، تیرا جو درد میں نے اٹھایا

گر شمہ بدانی شاید کہ رحمت آری
اگر اس کا تھوڑا سا بھی تو جان جائے، شاید تو رحم کرے

از بادۂ وصالت گر جرعۂ بنوشم
اگر تیرے وصل کی شراب کا ایک گھونٹ میں پی لوں

تا زندہ ام نورزم آئینِ ہوشیاری
جب تک زندہ ہوں ہوش کا طریقہ نہ اختیار کروں

در ہجر ماندہ بودم بادِ صبا رسانید
میں ہجر میں تھک گیا تھا، بادِ صبا نے پہونچا دی

از بوستانِ وصلت بوئے امیدواری
امید کی خوشبو، تیرے وصل کے باغ سے

ما بندہ ایم و عاجز تو خواجہ و قادر
ہم غلام ہیں اور عاجز، تو آقا ہے، اور قادر

گر میکشی بزورم ور میکشی بزاری
خواہ مجھے زور سے کھینچ لے، خواہ مجھے بری طرح سے مار ڈالے

دُکانِ عاشقی را بسیار مایہ باید
عاشقی کی دکان کے لیے، بہت سرمایہ چاہیے

دلہائے ہمچو آتش چشمانِ رودباری
آگ جیسے دل، نہروں جیسی آنکھیں

گرچہ بہ بوئے وصلت در حشر زندہ گردم
اگرچہ تیرے وصل کی خوشبو سے میں حشر میں زندہ ہو جاؤں گا

سر بر نیارم از خاک از روئے شرمساری
شرمندگی کی وجہ سے، مٹی سے سر نہ اٹھاؤں گا

آخر ترحمے کن بر حالِ زارِ حافظ
حافظ کے حالِ زار پر، آخر کچھ رحم کر

تا چند نا اُمیدی تا چند خاکساری
نا اُمیدی کب تک، خاکساری کب تک؟

چہ بودے ار دلِ آں ماہ مہرباں بودے
اگر اس چاند کا دل، مہربان ہوتا تو کیا اچھا ہوتا

کہ کارِ ما نہ چنیں بودے ار چناں بودے
اگر ایسا ہوتا، تو ہمارا کام ایسا نہ ہوتا

بگفتمے کہ چہ ارزد نسیم طرّۂ دوست
میں بتاتا کہ دوست کی زلف کی نسیم کس قیمت کی ہے

گرم بہر سر موئے ہزار جاں بودے
اگر میرے ہر بال میں، ہزار جانیں ہوتیں

براتِ خوشدلیِ ما چہ کم شدے یارب
اے خدا کیا کمی آجاتی، ہماری خوشدلی کی دستاویز کو؟

گرش نشانِ اماں از بدِ زماں بودے
اگر زمانہ کے ہاتھ سے امان کا نشان لکھا ہوتا

گرم زمانہ سرافراز داشتے و عزیز
اگر زمانہ مجھے سر بلند، اور باعزت رکھتا

سریرِ عزتم آں خاکِ آستاں بودے
اس در کی خاک، میری عزت کا تخت ہوتی

خیال اگر نشدے سدِ آبِ دیدۂ من
اگر تیرا خیال، میری آنکھوں کے پانی کی روک نہ ہوتا

ہزار چشمہ بہر گوشہ رواں بودے
ہر طرف ہزاروں چشمے، رواں ہو جاتے

ا۔ تیری وجہ سے جس قدر تکالیف میں مبتلا ہوں اگر تجھے ان کا علم ہو جائے تو تجھے ترس آنے لگے
۲۔ تیرے وصل کی شراب کا ابدی نشہ ہوگا جس سے کبھی ہوش میں نہ آؤں گا
۳۔ عاشقی کی دکان کا سرمایہ آگ جیسے دل اور دریا جیسی آنکھیں ہیں۔
۴۔ حشر میں تیرے وصل کی خوشبو سے زندہ ہو جاؤں گا لیکن شرمساری کی وجہ سے قبر سے سر باہر نہ نکالوں گا۔
۵۔ یعنی اگر اس کی مہربانی ہوتی تو ہم اس قدر تکالیف میں نہ ہوتے۔
۶۔ کیا کروں صرف ایک جان ہے اگر ہر بال میں ہزاروں جانیں ہوتیں تب بتاتا کہ اس کی زلف کی خوشبو کی کیا قیمت ہے یعنی وہ سب اس پر قربان کر دیتا۔
۷۔ برات، دستاویز یعنی اگر ہماری خوشدلی کی دستاویز پر زمانہ سے امن کے لیے دستخط ہوتے تو اے خدا تیرے یہاں کیا کمی آجاتی۔
۸۔ میرے لیے وجہ عزت یہی ہے کہ مجھے تیرے در کی خاک کا تخت میسر آجائے۔

کسے بکوئے ویم کاشکے نشاں دادے
کاش! کوئی مجھے اس کے کوچہ کا پتہ بتا دیتا
کہ تا فراغتے از باغ و بوستاں بودے
تاکہ باغ اور چمن سے کچھ فراغت ہو جاتی

برخ چو مہر فلک بے نظیر آفاق ست
وہ رخسار کے اعتبار سے آسمان کے سورج کی طرح دنیا میں بے مثال ہے
بدل دریغ کہ یک ذرہ مہرباں بودے
افسوس، دل کے اعتبار سے اگر ذرہ برابر مہربان ہوتا

ز پردہ کاش بروں آمدے چو قطرۂ اشک
کاش وہ پردے سے آنسوؤں کے قطرے کی طرح باہر آتا
کہ بر دو دیدۂ ما حکم او رواں بودے
تاکہ ہماری دونوں آنکھوں پر اس کا حکم جاری ہوتا

اگر نہ دائرۂ عشق راہ بربستے
اگر عشق کا دائرہ راستہ بند نہ کرتا
چو نقطہ حافظ بیدل نہ در میاں بودے
تو حافظ بے دل، نقطہ کی طرح اس کے درمیان ہوتا

چہ قامتے کہ ز سر تا قدم ہمہ جانی
کیا قد ہے کہ سر سے پیر تک سب جان ہے
چہ صورتے کہ بہیچ آدمی نمی مانی
کیا صورت ہے کہ تو کسی آدمی کے مشابہ نہیں ہے

نہ صورتی کہ گل گلستان فردوسی
صورت نہیں ہے، بلکہ تو جنت کے باغ کا پھول ہے
نہ قامتی کہ سہی سرو باغ و بستانی
قد نہیں ہے، بلکہ تو باغ اور بستان کا سرو سہی ہے

تبے حکایت حسنت شنیدہ ام جاناں
اے جاناں! میں نے تیرے حسن کے بہت قصے سنے ہیں
کنوں کہ دیدمت الحق ہزار چندانی
اب جبکہ میں نے تجھے دیکھا، یقیناً تو ہزار گناہ ہے

تنم چو چشم تو دارد نشان بیماراں
میرا جسم، تیری آنکھ کی طرح، بیماروں جیسا ہے
دلم چو زلف تو دارد سر پریشانی
میرا دل، تیری زلف کی طرح، پریشان ہے

ز جستجوئے تو ننشینم ارچہ ہر نفسم
میں تیری طلب نہ چھوڑوں گا، اگرچہ مجھے ہر سانس میں
میان خون دل و آب دیدہ بنشانی
تو دل کے خون، اور آنکھ کے آنسوؤں میں بٹھائے

زخاک پائے عزیز تو سر نہ گردانم
تیرے پیر کی معزز خاک سے میں سرگردانی نہ کروں گا
گرم ز دست فراقت بسر بگردانی
اگرچہ تو فراق کے ہاتھوں، مجھے سرگرداں کرے

تو چوں سپہر جفا پیشہ و احوالم
تو آسمان کی طرح ظلم پیشہ ہے، اور میرے احوال نے
چو روزگار نہادست رو بویرانی
زمانہ کی طرح، ویرانی کا رخ کیا ہے

ز روئے لطف و ترحم چرا نہ بخشانی
تو از روئے مہربانی، اور رحم، بخشش کیوں نہیں کرتا ہے؟
چو درد و محنت حافظ یقیں ہمیدانی
جبکہ تو حافظ کے درد اور مشقت کو یقین سے جانتا ہے

خوشتر از کوئے خرابات نباشد جائے
شرابخانہ کے کوچہ سے بہتر کوئی جگہ نہ ہوگی
گر بہ پیرانہ سرم دست دہد ماوائے
اگر بڑھاپے میں، مجھے کوئی ٹھکانا میسر آجائے

آرزو میکندم از تو چہ پنہاں دارم
میری آرزو ہے، تجھ سے کیا چھپاؤں؟
شیشۂ بادہ و کنجے و رخ زیبائے
شراب کی بوتل، اور گوشہ، اور تیرا رخ زیبا

۱؎ اس لیے کہ محبوب کا کوچہ باغ و بوستاں سے بہتر ہے۔
۲؎ حافظ کو موقع نہیں ملا ورنہ وہ دائرۂ عشق کا مرکز ہوتا۔
۳؎ اس قدر حسین قد ہے کہ سر سے قدم تک جانِ عاشقاں ہے۔
۴؎ میں نے تیرے حسن کے بہت سے قصے سنے تھے لیکن جب دیکھا تو ان سے ہزار گنا زیادہ پایا۔
۵؎ اگرچہ میرا دل خون شدہ اور آنکھیں اشکبار ہیں لیکن میں تیری طلب سے دست کش نہ ہوں گا۔
۶؎ آسمان ظلم میں، اور زمانہ ویرانی میں ضرب المثل ہے۔
۷؎ جب کسی کے درد اور مشقت کا یقین ہو جاتا ہے تو رحم آ ہی جاتا ہے۔
۸؎ بڑھاپے میں اگر خرابات کا گوشہ میسر آجائے تو اس سے بہتر کوئی ٹھکانا نہ ہوگا۔
۹؎ تو حال دل سے واقف ہے، تجھ سے کوئی تمنا چھپانی مناسب نہیں ہے۔ میری آرزو ہے کہ گوشۂ تنہائی، شیشۂ شراب اور تیرا چہرہ مل جائے۔

جائے من دیرِ مغانست و مُروّح وطنے
میری جبکہ دیرِ مغاں ہے، اور یہ ایک فرحت بخش وطن ہے
رأیِ من روئے بتانست و مبارک رائے
میری رائے معشوقوں کا چہرہ ہے اور یہ مبارک رائے ہے

چہ کنی گوش کہ درؔ دہر چو من شیدا نیست
کیا سنتا ہے، کہ زمانہ میں مجھ جیسا شیدا کوئی نہیں ہے
نیست ایں جز سخنِ بوالہوسے رعنائے
یہ محض ایک بوالہوس، احمق کی بات ہے

صنما غیرِ تو در خاطرِ ما کے گنجد
اے صنم! تیرا غیر ہمارے دل میں کب سما سکتا ہے
کہ مرا نیست بغیر از تو ز کس پروائے
اس لیے کہ مجھے تیرے سوا کسی کی پرواہ نہیں ہے

بادبؔ باش کہ ہر گز نتواند گفتن
باسلیقہ بن، اس لیے کہ ہر گز نہیں بتا سکتا ہے
سخنِ دیر مگر برہمنے دانائے
بتخانہ کی بات، سوائے عقلمند برہمن کے

رحم کن بر دلِ مجروحِ خرابِ حافظ
حافظ کے تباہ زخمی دل پر رحم کر
زانکہ ہستؔ از پئے امروز یقیں فردائے
اس لیے کہ آج کے بعد یقیناً ایک کل ہے

خوش کرد یاوری فلکت روزِ داوری
آسمان نے انصاف کے دن تیری اچھی مدد کی
تا شکر چوں کنی و چہ شکرانہ آوری
دیکھیے تو کس طرح شکر کرتا ہے، اور کیا شکرانہ لاتا ہے؟

درؔ کوئے عشق شوکتِ شاہی نمی خرند
عشق کے کوچہ میں شاہی دبدبہ نہیں خریدتے ہیں
اقرارِ بندگی کن و دعوائے چاکری
غلامی کا اقرار، اور نوکری کا دعویٰ کر

آنکس کہ او فتاد خدایش گرفت دست
جو شخص گرا، خدا نے اس کا ہاتھ پکڑا
پس بر تو باد تا غمِ افتادگاں خوری
پس تیرا فرض ہو، کہ گرے ہوؤں کا غم کھائے

ساقی بمژدگانیِ عیش از درم درآی
اے ساقی عیش کی خوشخبری کے انعام میں تو میرے دروازے کے اندر آ
تا یکدم از دلم غمِ دنیا بدر بری
تاکہ تھوڑی دیر کے لیے میرے دل سے دنیا کے غم کو نکال دے

درؔ شاہراہِ جاہ و بزرگی خطر بسے ست
مرتبہ اور بڑائی کے راستہ میں بہت خطرے ہیں
آں بہ کزیں گریوہ سبکبار بگذری
یہ بہتر ہے کہ اس ٹیلہ سے تو ہلکا پھلکا گذرے

سلطان و فکرِ لشکر و سودائے تاج و گنج
بادشاہ ہے اور لشکر کا فکر اور تاج اور خزانے کا جنون
درویش و امنِ خاطر و کنجِ قلندری
درویش ہے اور اطمینانِ خاطر اور فقیری کا گوشہ

نیلِؔ مراد بر حسبِ فکر و ہمت ست
مقصد کا حصول، فکر اور ہمت کے موافق ہے
از شاہ نذرِ خیر و ز توفیق یاوری
بادشاہ کی جانب سے نذر خیر ہے اور توفیق کی جانب سے مدد ہے

یک حرفِ صوفیانہ بگویم اجازت ست
میں ایک صوفیانہ بات کہتا ہوں، اجازت ہے؟
اے نورِ دیدہ صلح بہ از جنگ و داوری
اے نورِ چشم! صلح، لڑائی اور شاہی سے بہتر ہے

گرؔ بر حسابِ روزِ جزا مطلع شوی
اگر تو، جزا کے دن کے حساب سے باخبر ہو جائے
درویشی اختیار کنی بر توانگری
مالداری سے، درویشی کو پسند کرے

حافظ غبارِ فقر و قناعت ز رخ مشوی
اے حافظ! قناعت اور فقر کا غبار منہ پر سے نہ دھو
کایں خاک بہتر از عملِ کیمیاگری
اس لیے کہ یہ خاک کیمیاگری کے عمل سے بہتر ہے

ؔ یہ بات سننے کے قابل نہیں ہے یہ تو کوئی بوالہوس ہی کہہ سکتا ہے کہ میں ہی تیرا شیدائی ہوں تیرے تو لاکھوں شیدائی ہیں۔

ؔ دیر کے راز برہمن ہی بتا سکتا ہے اس سے معلوم کرنے چاہئیں۔

ؔ یہ کل سے مراد قیامت ہے یعنی تو رحم کریگا تو کل تیرے اوپر رحم ہوگا۔

ؔ یہ عشق کے کوچہ میں شاہی دبدبہ کام نہیں دیتا ہے، وہاں غلامی اور انکساری کام آتی ہے۔

ؔ دنیاوی جاہ اور بزرگی میں بہت خطرے ہیں اس لیے مناسب ہے رضا و قناعت اختیار کر لی جائے۔

ؔ شعر [illegible] یعنی قیامت میں مالداروں کو بہت کچھ حساب دینا پڑے گا۔

در ہمہ دیرِ مغاں نیست چو من شیدائے[1]
کسی آتشکدہ میں مجھ جیسا شیدائی نہیں ہے

خرقہ جائے گروِ بادہ و دفتر جائے
کفنی ایک جگہ شراب میں رہن ہے اور کتاب دوسری جگہ

دل کہ آئینۂ شاہی ست غبارے دارد
جو دل، شاہی آئینہ ہے، وہ دھندلا ہو گیا ہے

از خدا می طلبم صحبتِ روشن رائے
میں خدا سے کسی روشن رائے کی صحبت مانگتا ہوں

کردہ ام توبہ بدستِ صنمے بادہ فروش[2]
ایک شراب فروش بت کے ہاتھ پر میں نے توبہ کر لی ہے

کہ دگر مے نخورم بے رخِ بزم آرائے
کہ پھر کسی بزم آرا رخ کے بغیر، شراب نہ پیوں گا

جوئہا بستہ ام از دیدہ بداماں کہ مگر[3]
میں نے آنکھوں سے دامن میں نہریں بہا دی ہیں کہ شاید

در کنارم بنشانند سہی بالائے
کسی سرو قد کو میرے پہلو میں بٹھا دیں

سرِ ایں نکتہ مگر شمع بر آرد بزباں[4]
اس نکتہ کا راز شاید شمع زبان پر لے آئے

ورنہ پروانہ ندارد بسخن پروائے
ورنہ پروانہ کو بات کرنے کی پرواہ نہیں ہے

کشتیِ بادہ بیاور کہ مرا بے رخِ دوست[5]
شراب کی کشتی لا، اس لیے کہ دوست کے رخ کے بغیر میری

گشتہ ہر گوشۂ چشم از غمِ دل دریائے
آنکھ کا ہر گوشہ دل کے غم سے ایک دریا بن گیا ہے

سخنِ غیر مگو با من معشوقہ پرست
مجھ معشوق پرست سے، غیر کی بات نہ کر

کز وے و جامِ مئیم نیست بکس پروائے
اس لیے کہ اس کے اور شراب کے جام کے سوا مجھے کسی کی پرواہ نہیں ہے

نرگس ار لاف زد از شیوۂ چشمِ تو مرنج[6]
نرگس نے اگر تیری آنکھ کے شیوے کی ڈینگیں ماریں تو رنجیدہ نہ ہو

نروند اہلِ نظر از پئے نابینائے
نظر والے، نابینا کے در پے نہیں ہوں گے

عہد کردم کہ دگر خونِ دلِ خود نخورم
میں نے عہد کر لیا ہے کہ اب اپنے دل کا خون نہ پیوں گا

مگر از دستِ حریفے صنمے رعنائے
مگر کسی دوست کے ہاتھ سے جو حسین بت ہو

ہمہ شب گریہ کناں بر درِ میخانہ درآئی
ہر رات کو روتا ہوا، میخانہ کے دروازے پر آ،

تا دہد بادِ صبا مژدہ بخاکِ پائے
تاکہ صبا کسی کی خاکِ پا کی تجھے خوشخبری دے

ایں حدیثم چہ خوش آمد کہ سحرگہ می گفت
یہ بات مجھے کیسی پسند آئی، کہ صبح وقت کہہ رہا تھا

بر درِ میکدۂ با دف و نے ترسائے
ایک آتش پرست شراب خانہ کے دروازے پر دف اور بانسری کے ساتھ

گر مسلمانی ازین ست کہ حافظ دارد[7]
اگر مسلمانی ایسی ہی ہے، جو حافظ رکھتا ہے

آہ اگر از پئے امروز بود فردائے
تو اگر آج کے بعد کل ہو، تو آہ ہے

دو یارِ زیرک و از بادۂ کہن دو منے
دو ذہین دوست ہوں، اور دو من پرانی شراب

فراغتے و کتابے و گوشۂ چمنے
فراغت ہو، اور کتاب اور کسی چمن کا گوشہ

زتند بادِ حوادث نمی تواں دیدن
حوادث کی تیز ہوا کی وجہ سے، نہیں دیکھا جا سکا

دریں چمن کہ گلے بودہ است یا سمنے
کہ اس چمن میں کوئی پھول تھا یا کوئی چنبیلی

منِ ایں مقام بدنیا و آخرت ندہم[8]
میں اس مقام کو دنیا اور آخرت کے بدلے میں نہیں دوں گا

اگرچہ در پیم افتند خلق انجمنے
خواہ مخلوق گروہ در گروہ میرے پیچھے پڑے

---

[1] دیرِ مغاں میں مجھ جیسا دیوانہ اور دوسرا نہ ملے گا خرقہ اگر ایک جگہ شراب کے بدلے گروی کیا ہے تو کتاب دوسری جگہ۔

[2] میں نے ایک صنم کے ہاتھ پر توبہ کر لی ہے کہ بغیر معشوق کے کبھی شراب نہ پیوں گا۔

[3] سرو کو نہروں کے کناروں پر لگایا جاتا ہے۔

[4] شمع کی زبان مشہور ہے، شاید وہ عشق کا کچھ راز بتائے ورنہ پروانہ کو تو بات کرنے کی پرواہ نہیں ہے۔

[5] غم کے دریا سے شراب کی کشتی ہی پار لگا سکتی ہے۔

[6] نرگس کی لاف زنی بالکل بیکار ہے وہ اندھی ہے محبوب کی آنکھ کو کب پہنچ سکتی ہے۔

[7] مشہور ہے کہ خواجہ صاحب اور علماء فقیہ میں چشمک پیدا ہو گئی تھی جو شاہ شجاع کے مقرب تھے انہوں نے خواجہ کی اس غزل کا مقطع شاہ شجاع کو سنا کر کہا کہ اس سے قیامت کا انکار لازم آتا ہے اس لیے کہ فردا سے مراد فردائے قیامت ہے شاہ شجاع نے خواجہ صاحب کو طلب کیا اور مقطع پر گفتگو چھیڑی تو خواجہ نے مقطع سے پہلے ایک شعر کا غزل میں اضافہ کر دیا اور کہا کہ یہ میرا قول نہیں ہے بلکہ ترسا کا مقولہ ہے۔

[8] [illegible]

ہر آنکہ کنجِ قناعت بگنجِ دنیا داد
جس نے قناعت کے گوشہ کو دنیا کے خزانے کے بدلے میں دیدیا

فروخت یوسفِ مصری بکمتریں ثمنے
اس نے کم داموں میں مصری یوسف کو بیچ ڈالا

بیا کہ رونقِ ایں کارخانہ کم نشود
آ، کیونکہ اس کارخانہ کی رونق کم نہ ہوگی

ز زہدِ ہمچو توئے یا ز فسقِ ہمچو منے
تجھ جیسے کے زہد اور مجھ جیسے کے فسق سے

نگارِ خویش بدستِ خساں ہمی بینم
میں اپنے معشوق کو، کمینوں کے قبضے میں دیکھ رہا ہوں

چنیں شناخت فلک حقِ خدمتِ چو منے
مجھ جیسے کی خدمت کا حق، آسمان نے خوب پہچانا

ببیں در آئینۂ نقشبند صورتِ غیب
خدائی آئینہ میں، غیب کی صورت دیکھ

گرت ز ملکِ قناعت ہوس کند وطنے
اگر ہوس قناعت کے ملک میں تیرا وطن بنادے

ازیں سموم کہ بر طرفِ بوستاں بگذشت
یہ لُو جو باغ کی جانب چلی، اس سے

عجب کہ رنگِ گلے ماند و بوئے یاسمنے
تعجب ہوگا اگر پھول کا رنگ اور یاسمن کی خوشبو باقی ہے

بصبر کوش تو اے دل کہ حق رہا نہ کند
اے دل تو صبر کی کوشش کر، اس لیے کہ اللہ نہیں چھوڑتا ہے

چنیں عزیز نگینے بدستِ اہرمنے
ایسا قیمتی نگینہ، کسی دیو کے ہاتھ میں

بگوشۂ بنشیں سرخوش و تماشا کن
مست ہوکر گوشہ میں بیٹھ جا، اور سیر کر

ز حادثاتِ زمانے رخِ شکر دہنے
کسی شکر جیسے منہ والے کے رخ کی، حوادثِ زمانہ سے بچ کر

بروزِ حادثہ غم با شراب باید گفت
مصیبت کے دن، غم شراب سے کہنا چاہیے

کہ اعتماد بکس نیست در چنیں زمنے
اس لیے کہ ایسے زمانہ میں، کسی پر بھروسہ نہیں ہے

مزاجِ دہر بتر شد دریں بلا آرے
زمانہ کا مزاج بدتر ہوگیا، ہاں اس مصیبت میں

کجاست فکرِ حکیمے و رائے برہمنے
کسی حکیم کی فکر، اور کسی برہمن کی رائے کہاں ہے؟

بخواہ آئینۂ جام و سیر در وے بیں
جام کا آئینہ مانگ، اور اس میں سیر کر

کہ کس بباد نداد ست اینچنیں زمنے
اس لیے کہ ایسا وقت کسی نے برباد نہیں کیا ہے

شنیدہ ام کہ سگاں را قلاد می بندی
میں نے سنا ہے کہ تو کتوں کے پٹہ ڈالتا ہے

چرا بگردنِ حافظ نمی کنی رسنے
تو حافظ کی گردن میں تو رسی کیوں نہیں باندھتا ہے

دیدم بخواب دوش کہ ماہے بر آمدے
میں نے کل رات خواب میں دیکھا کہ ایک چاند نکلا ہے

کز عکسِ روئے او شبِ ہجراں سر آمدے
جس کے چہرے کے عکس سے، ہجر کی رات ختم ہوگئی

تعبیر رفت یارِ سفر کردہ میرسد
یہ تعبیر ہوئی، کہ سفر میں گیا ہوا دوست آرہا ہے

اے کاش ہر چہ زود تر از در درآمدے
اے کاش، جس قدر بھی جلد ممکن ہو دروازے سے اندر آجائے

ذکرش بخیر ساقیِ فرخندہ فالِ من
اس کا ذکر خیر سے ہو، میرا مبارک فال والا ساقی

کز در مدام با قدح و ساغر آمدے
جو ہمیشہ پیالہ اور ساغر لیکر دروازے سے آتا تھا

فیضِ ازل بزور و زر ار آمدے بدست
ازلی فیض اگر طاقت اور روپے سے ہاتھ آتا

آبِ خضر نصیبۂ اسکندر آمدے
تو آبِ حیات، سکندر کے نصیب میں ہوتا

---

۱ خدا کی خدائی میں نہ کسی کے زہد سے اضافہ ہوتا ہے نہ کسی کی رندی سے کمی۔
۲ صبر کر محبوب رقیب کے قبضے میں نہ رہیگا۔
۳ حوادثِ زمانہ سے قطع نظر کرکے انسان کو معشوق کا جلوہ دیکھنا چاہیے۔
۴ غمِ دل شراب سے کہا جاسکتا ہے وہی رازدار ہے ہر شخص پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا ہے۔
۵ ایک زمانہ میں ہندوستان کے برہمن علم و فن میں مشہور تھے یعنی دنیا کا فساد ناقابلِ علاج ہے
۶ حافظ تیرے در کا کتا ہے اس کے گلے میں بھی قلادہ ڈال دے۔
۷ خواب میں چاند دیکھنے کی تعبیر یہ ہے کہ معشوق سفر سے واپس آجائے گا۔
۸ شعر
ایں سعادت بزورِ بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

آں[1] عہد یاد باد کہ از بام و در مرا
وہ زمانہ یاد ہے کہ بالاخانہ اور دروازے سے میرے پاس

ہر دم پیام یار و خطِ دلبر آمدے
ہر وقت یار کا پیام، اور دلبر کا خط آتا تھا

خوش بودے ار بخواب بدیدے دیارِ خویش
اچھا ہوتا، اگر وہ اپنا وطن خواب میں دیکھتا

تا یادِ صحبتش سوئے ما رہبر آمدے
تاکہ اس کی صحبت کی یاد ہماری طرف رہبر بن کر آتی

آنکو ترا بسنگدلی گشت رہنموں
جو شخص سنگدلی کے ساتھ تیرا رہنما بنا

اے کاشکے کہ پاش[2] بسنگے بر آمدے
اے کاش کہ اس کا پیر کسی پتھر پر پڑتا

کے یافتے رقیبِ تو چنداں مجالِ ظلم
تیرے رقیب کو اس قدر ظلم کا موقع کب ملتا؟

مظلومے ار شبے بدرِ داور آمدے
اگر مظلوم کسی رات منصف کے دروازے پر آجاتا

خامانِ رہ نرفتہ چہ دانند ذوقِ عشق
راستہ طے نہ کئے ہوئے کچے لوگ عشق کا ذوق کیا جانیں

دریا دلے بجوئی و دلیرے سر آمدے
کسی دریا دل اور دلیر بلند مرتبہ کو ڈھونڈ

جانہا نثار کردمے آں دلنواز را
اس دلنواز پر، میں جانیں نثار کر دیتا

گر ہمچو روح جلوہ کناں در بر آمدے
اگر وہ روح کی طرح جلوہ دکھاتا ہوا بغل میں آجاتا

گر دیگرے[3] بشیوۂ حافظ زدے رقم
اگر کوئی دوسرا بھی حافظ کے طریقہ پر لکھتا

مقبولِ طبعِ شاہِ سخن پرور آمدے
تو وہ سخن پرور، بادشاہ کی طبیعت کو پسند آجاتا

رفتم[4] بباغ تا کہ بچینم سحر گلے
میں صبح کو باغ میں گیا تاکہ کوئی پھول توڑوں

ق آمد بگوش ناگہم آوازِ بلبلے
اچانک میرے کان میں، ایک بلبل کی آواز آئی

مسکیں چو من بعشقِ گلے گشتہ مبتلا
وہ مسکین میری ہی طرح کسی پھول کے عشق میں مبتلا تھی

واندر چمن فگندہ بفریاد غلغلے
اور اس نے چمن میں فریاد سے شور مچا رکھا تھا

میگشتم اندراں چمن و باغ دمبدم
میں برابر اس چمن، اور باغ میں گشت کر رہا تھا

ق میکردم[5] اندراں گل و بلبل تاملے
اس پھول اور بلبل کے بارے میں غور کر رہا تھا

چوں کرد در دلم اثر آوازِ عندلیب
بلبل کی آواز نے جب میرے دل پر اثر کیا

گشتم چنانکہ ہیچ نماندم تحملے
میں ایسا ہو گیا کہ مجھ میں برداشت نہ رہی

بس گل شگفتہ میشود ایں باغ را ولے
اس باغ میں بہت سے پھول کھلتے ہیں، لیکن

کس بے جفائے خار نچیدست از و گلے
کسی نے کانٹے کے ظلم کے بغیر اس سے پھول نہیں چنا ہے

گل یارِ[6] خار گشتہ و بلبل قرینِ عشق
پھول کانٹے کا یار بنا، اور بلبل عشق کی ساتھی

آنرا تغیرے و نہ ایں را تبدلے
نہ اس میں کوئی تغیر ہے، نہ اس میں کوئی تبدیلی

حافظ مدار امیدِ فرح از مدارِ چرخ
اے حافظ! آسمان کی گردش سے خوشی کی امید نہ رکھ

دارد ہزار عیب و ندارد تفضلے
وہ ہزاروں عیب رکھتا ہے، اور کوئی خوبی نہیں رکھتا ہے

[1] ایک زمانہ تھا کہ ہر وقت نامہ و پیام تھا اب بالکل فراموش کر دیا۔
[2] پا بسنگ بر آمدن، مصیبت میں گرفتار ہونا یعنی جس نے سفر کے لئے محبوب کی رہنمائی کی وہ بڑا سنگدل تھا خدا اسے مصیبت میں مبتلا کر دے۔
[3] ہم سخن سنج ہیں غالب کے طرفدار نہیں یعنی اگر کوئی دوسرا بھی حافظ جیسا کلام کہتا تو بادشاہ اس کی بھی قدر کرتا۔
[4] پھول توڑنے باغ میں گیا دیکھا وہاں بھی میری طرح بلبل پھول کے عشق میں مبتلا ہے اور فریاد کرتی پھر رہی ہے۔
[5] میں چمن کی سیر میں گل اور بلبل کے تعلق پر غور کر رہا تھا لیکن بلبل کے نالوں نے اس قدر متاثر کیا کہ برداشت نہ رہی۔
[6] باوجودیکہ پھول کا تعلق عاشق سے نہ ہوا بلکہ غیر سے ہوا لیکن عاشق نے اپنی وضعداری ترک نہ کی۔

روزگاریست کہ ما را نگراں میداری
ایک زمانہ گذر گیا، کہ تو ہمیں انتظار میں رکھتا ہے

مخلصاں را نہ بوضع دگراں میداری
کیا تو مخلصوں کو غیروں کے طرز میں نہیں رکھتا ہے!

گوشۂ چشم رضائے بمنت باز نشد
تیری رضامندی کا گوشۂ چشم، مجھ پر نہ کھلا

اینچنیں عزت صاحب نظراں میداری
تو صاحب نظروں کی یہی عزت کرتا ہے!

نہ گل از داغ غمت رست نہ بلبل در باغ
تیرے غم کے داغ سے، باغ میں نہ پھول چھوٹا نہ بلبل

ہمہ را نعرہ زناں جامہ دراں میداری
تو نے سب کو نعرے مارنے والا، کپڑے پھاڑنے والا بنایا ہے

پدر تجربہ آخر توئی اے دل زچہ روی
اے طبیعت! آخر بڑا تجربہ کار ہے پھر کیوں؟

طمع مہر و وفا زیں پسراں میداری
محبت اور وفا کا لالچ، ان لڑکوں سے رکھتا ہے

گرچہ رندی و خرابی گنہ ماست ولے
اگرچہ رندی، اور خرابی ہمارا گناہ ہے لیکن

عاشقے گفت کہ ما را تو براں میداری
ایک عاشق نے کہا، کہ تو ہی ہمیں اس حالت پر آمادہ کرتا ہے

جوہر جام جم از کان جہان دگرست
جام جم کا جوہر دوسرے جہان کی کان کا ہے

تو تمنا ز گل کوزہ گراں میداری
تو کمہاروں کی مٹی سے، تمنا کرتا ہے

کیسۂ سیم و زرت نیک بباید پرداخت
چاندی اور سونے کی تھیلی تجھے بالکل خالی کر دینی چاہئے

زیں تمنا کہ تو از سیمبراں میداری
اس تمنا پر جو تو چاندی جیسے جسم والوں سے رکھتا ہے

اے کہ در دلق ملمع طلبی ذوق حضور
اے وہ کہ تو ملمع کی گدڑی میں ذوق حضور طلب کرتا ہے

چشم سیرے عجب از بے بصراں میداری
تعجب کی ہے، اندھوں سے سیر کی توقع رکھتا ہے

چوں توئی نرگس باغ نظر اے چشم و چراغ
اے چشم و چراغ! چونکہ نظر کے باغ کی نرگس تو ہی ہے

سر چرا بر من دلخستہ گراں میداری
مجھ دل خستہ سے تو سرگرانی کیوں رکھتا ہے!

دین و دل رفت ولے راست نمی آرم گفت
دین اور دل برباد ہو گیا لیکن میں سچی بات نہیں کہہ سکتا

کہ من سوختہ دل را تو براں میداری
کہ مجھ سوختہ دل کو تو ان باتوں پر آمادہ کر رہا ہے

تا صبا بر گل و بلبل ورق حسن تو خواند
جب سے صبا نے گل اور بلبل کو تیرے حسن کا ورق پڑھ کر سنایا ہے

ہمہ را شیفتہ و دل نگراں میداری
تو سب کو شیفتہ، اور پریشان رکھتا ہے

ساعد آں بہ کہ بپوشی چو تو از بہر نگار
یہ بہتر ہے کہ تو گٹے کو نہ چھپائے، جبکہ تو نے نقش و نگار کی خاطر

دست در خون دل پر ہنراں میداری
ہاتھ کو ہنرمندوں کے دل کے خون میں ڈالا ہے

گذراں روز سلامت بملامت حافظ
اے حافظ! سلامتی کے دن کو ملامت کی حالت میں نہ گذار

چہ توقع ز جہان گذراں میداری
تو گذرنے والی دنیا سے، کیا توقع رکھتا ہے!

زاں مے صاف کز و پختہ شود ہر خامے
اس صاف شراب کا جس سے ہر کچا، پکا بن جاتا ہے

گرچہ ماہ رمضان ست بیاور جامے
اگرچہ رمضان کا مہینہ ہے۔ ایک جام لا

روزہا رفت کہ دست من مسکیں نگرفت
ایک زمانہ گذر گیا کہ مجھ مسکین کی دستگیری نہیں کی

ساقی شمشاد قدے ساعد سیم اندامے
شمشاد جیسے قد والے کی پنڈلی نے چاندی جیسے جسم والے کی کلائی نے

---

۱ یعنی مخلصوں کے ساتھ تیرا وہ طرز عمل ہے جو غیروں کے ساتھ ہونا چاہیے تھا۔
۲ گل نے اپنا جامہ تیرے عشق میں چاک کیا ہے اور بلبل تیرے عشق میں نعرے لگا رہی ہے۔
۳ پدر تجربہ یعنی بڑا تجربہ کار، پدر اور پسر کی مناسبت ظاہر ہے۔
۴ جام جم میں جو خوبی ہے وہ کوزے میں نہیں ہو سکتی غالب نے کہا ہے
اور بازار سے لے آئے اگر ٹوٹ گیا
جام جم سے تو مرا جام سفال اچھا ہے
۵ جو لوگ ریا کی گدڑی پہنے ہیں ان کو مشاہدہ حق حاصل نہیں ہو سکتا وہ اندھے ہیں ان سے ملکوت کی سیر کی توقع بیکار ہے
۶ بات تو یہی ہے لیکن بے ادبی کی وجہ سے میں کہہ نہیں سکتا کہ تو نے ہی ہمیں بے دل اور بے دین بنایا ہے۔
۷ تاکہ مشتاق تیرے گٹے کو دیکھ سکیں۔
۸ سلامتی کے زمانہ میں کچھ کام کر لے دنیا ناپائدار ہے۔

روزہ ہر چند کہ مہمانِ عزیز ست دلا
اے دل! یقیناً روزہ معزز مہمان ہے
رفتنش موہبتے داں شدنش انعامے
اس کے جانے کو، عطا، اسکے ہونے کو انعام سمجھ

مرغِ زیرک بدرِ صومعہ اکنوں نپرد
اب سمجھ دار پرند عبادت خانہ کے در پر پرواز نہ کرے گا
کہ نہادہ است بہر مجلسِ وعظے دامے
اس لیے کہ وعظ کی ہر مجلس میں ایک جال لگا ہوا ہے

گلہ از زاہدِ بدخو چہ کنم رسم ایں ست
بدمزاج، زاہد کا میں کیا شکوہ کروں، یہی طریقہ ہے
کہ چو صبحے بدمد در پیش افتد شامے
کہ جب صبح نمودار ہوتی ہے، شام اس کا پیچھا کرتی ہے

یارِ من چوں بخرامد بتماشائے چمن
میرا دوست جب چمن کی سیر کو جائے
برسانش ز من اے پیکِ صبا پیغامے
اے صبا کے قاصد! میرا اس کو ایک پیغام پہونچا دے

کو حریفے کہ شب و روز مئے صاف کشد
وہ دوست کہاں ہے جو دن رات صاف شراب پیتا ہے؟
بود آیا کہ کند یاد ز دُردآشامے
کیا ایسا ہوگا کہ وہ کسی تلچھٹ پینے والے کو یاد کرے

حافظا گر ندہد دادِ دلت خسروِ عہد
اے حافظ! اگر وقت کا بادشاہ تیرے دل کی داد نہ دیگا
کام دشوار بدست آوری از خود کامے
ایک خود غرض سے تیرا مقصد مشکل سے حاصل ہوگا

ز دلبرم کہ رساند نوازشِ قلمے
معشوق کی جانب سے قلمی نوازش مجھ تک کون پہونچائیگا؟
کجاست پیکِ صبا گو بیا بکن کرمے
صبا کا قاصد کہاں ہے، کہہ دو آ جائے، کرم کرے؟

دلم گرفت ز سالوس و طبلِ زیرِ گلیم
مکاری، اور چادر کے نیچے کے نقارے سے میں دل گرفتہ ہوں
خوشا دمے کہ بمیخانہ بر کنم علمے
وہ وقت کیسا اچھا ہوگا کہ میں شراب خانہ پر جھنڈا گاڑ دوں گا

حدیثِ چون و چرا دردِ سر دہد ساقی
اے ساقی! چون و چرا کی بات درد سر پیدا کرتی ہے
پیالہ گیر و بیاسا بعمرِ خویش دمے
پیالہ تھام، اور اپنی زندگی میں تھوڑی دیر آرام کر لے

طبیبِ راہ نشیں سرِ عشق نشناسد
راستہ پر بیٹھا ہوا، طبیب، عشق کا راز نہیں پہچانتا ہے
برو بدست کن اے مردہ دل مسیح دمے
اے مردہ دل! جا کسی مسیح جیسے سانس والے کو حاصل کر

قیاس کردن و تدبیرِ عقل در رہِ عشق
عشق کے راستہ میں قیاس آرائی اور عقل کی تدبیر
چو شبنمے ست کہ در بحر میکشد رقمے
اس شبنم کی طرح ہے جو سمندر پر نشان بنائے

بیا کہ وقت شناساں دو کون بفروشند
آ، اسلیے کہ وقت کو پہچاننے والے، دونوں جہان کو بیچتے ہیں
بیک پیالۂ صافی و صحبتِ صنمے
ایک صاف پیالے، اور ایک بت کی صحبت کے بدلے

دوامِ عیش و تنعم نہ شیوۂ عشق ست
ہمیشہ عیش اور تنعم، عشق کا طریقہ نہیں ہے
اگر معاشرِ مائی بنوش جامِ غمے
اگر تو ہمارا ساتھی ہے، تو کوئی غم کا جام پی

نمیکنم گلہ لیک ابرِ رحمتِ دوست
میں شکوہ نہیں کرتا ہوں لیکن دوست کے ابر رحمت نے
بکشت زارِ جگر خستگاں نداد نمے
جگر خستہ لوگوں کی کھیتی کو سیراب نہیں کیا

بیا کہ خرقۂ من گرچہ وقفِ میکدہ ہاست
آ، اگرچہ میری گدڑی شراب خانوں میں گروی ہے
ز مالِ وقف نہ بینی بنامِ من درمے
تو وقف کے مال کا میرے نام ایک درہم نہ دیکھے گا

ا؎ رمضان ایک معزز مہمان ہے لیکن اسکے جانے پر عید منائی جاتی ہے۔
۲؎ وعظ کی ہر مجلس میں جال بچھا ہوا ہے ہوشیار آدمی کو وہاں نہ جانا چاہیے۔
۳؎ ہر صبح کے پیچھے شام لگی ہے اور ہر اچھی چیز کا بری چیز پیچھا کر رہی ہے اگر زاہد میرا پیچھا کر رہا ہے، کیا شکوہ ہے۔
۴؎ معشوق کا وصل شاہِ وقت کی مدد ہی سے حاصل ہو سکتا ہے۔
۵؎ مکاری سے تنگ دل ہو چکا ہوں اب علی الاعلان رندی اختیار کروں گا طبل زیر گلیم یعنی راز پوشیدہ۔
۶؎ شعر عشق کی راہ میں عقل کی تدبیر ایسی ہے جیسے کہ شبنم دریا میں نقش بنائے۔
از سر بالین من بر خیز اے نادان طبیب
درد مند عشق را دارو بجز دیدار نیست
۷؎ عاشقوں کا کام مزے اڑانا نہیں ہے بلکہ غم کے گھونٹ پینا ہے۔
۸؎ ہم اپنی گدڑی تو شراب خانوں میں گروی کر دیتے ہیں لیکن اوقاف کی رقمیں ہضم نہیں کرتے ہیں۔

چرا بیک نئے قندش نمیخرند آنرا
اس کو ایک گنے کے بدلے میں بھی کیوں نہیں خریدتے ہیں؟

کہ کرد صد شکر افشانی از نئے قلمے
جس نے قلم کی نے سے شکر کے سیکڑوں چھڑکاؤ کر دیئے

سزائے قدرِ تو شاہا بدست حافظ چیست
اے بادشاہ! تیرے مرتبہ کے مناسب حافظ کے پاس کیا ہے؟

بجز نیازِ شبے یا دعائے صبحدمے
سوائے رات کی عاجزی اور صبح کے وقت کی دعا کے

زہے خوش رقم کہ بر گلِ رخسار میکشی
اس حسین نقش و نگار کے جو تو رخسار پر بناتا ہے

خط بر صحیفۂ گل و گلزار میکشی
گل اور گلزار کی کتاب پر تو خط کھینچتا ہے

اشکِ حرم نشینِ نہانخانۂ مرا
میرے خلوت خانے کے حرم نشین آنسو کو تو

زآنسوئے ہفت پردہ ببازار میکشی
سات پردوں کے پیچھے سے بازار کی طرف کھینچتا ہے

ہر دم بیادِ آں لبِ میگون و چشمِ مست
ان شراب جیسے ہونٹوں اور مست آنکھوں کی یاد میں ہر وقت

از خلوتم بخانۂ خمار میکشی
تو مجھے خلوت سے شراب خانہ کی طرف کھینچتا ہے

گفتی سرِ تو بستۂ فتراکِ ما سزد
تو نے کہا، تیرا سر ہمارے فتراک سے بندھنے کے لائق ہے

سہلست اگر تو زحمتِ ایں بار میکشی
آسان ہے اگر تو اس بوجھ کی تکلیف برداشت کرے

با چشم و ابروئے تو چہ تدبیرِ دل کنم
تیری آنکھ اور ابرو کے مقابلہ میں، دل کی کیا تدبیر کروں

وہ زیں کماں کہ بر منِ بیمار میکشی
اس کمان کو شاباش ہے جو تو ایک بیمار پر کھینچتا ہے

باز آ کہ چشمِ بد زرخت دور میکنم
لوٹ آ، تاکہ بد نظر کو تیرے رخ سے دور کر دوں

اے تازہ گل کہ دامن ازیں خار میکشی
اے وہ تازہ پھول جو اس کانٹے سے دامن کھینچتا ہے

کاہل روئے چو بادِ صبا را ببوئے زلف
بادِ صبا جیسی سست رفتار کو زلف کی خوشبو کے لیے

ہر دم بقیدِ سلسلہ در کار میکشی
ہر وقت زنجیر کی بیڑی کے ذریعہ بیگار میں کھینچتا ہے

حافظ دگر چہ می طلبی از نعیمِ دہر
اے حافظ! دنیا کی لذت تو اور کیا چاہتا ہے؟

مے می چشی و طرۂ دلدار میکشی
تو شراب پیتا ہے، اور معشوق کی زلف کو کھینچتا ہے

زکوئے یار می آید نسیمِ بادِ نوروزی
معشوق کے کوچہ سے، نوروزی ہوا کی خوشبو آ رہی ہے

ازیں باد ار مدد خواہی چراغِ دل برافروزی
اس ہوا سے اگر تو مدد چاہے گا دل کے چراغ کو روشن کریگا

چو گل گر خردۂ داری خدارا صرفِ عشرت کن
اگر تو پھول کی طرح زیرہ رکھتا ہے، خدا کیلئے عیش میں خرچ کر

کہ قاروں را غلطہا داد سودائے زر اندوزی
اس لیئے کہ قارون کو سونا جمع کرنے کی محبت نے نقصانات پہونچائے

سخن در پردہ میگویم چو گل از پردہ بیروں آئی
در پردہ بات کہتا ہوں، پھول کی طرح پردے سے باہر نکل آ

کہ بیش از پنج روزے نیست حکمِ میرِ نوروزی
اسلیے کہ نوروز کے سردار کا حکم پانچ دن سے زیادہ نہیں ہے

مے دارم چو جاں صافی و صوفی میکند عیبش
میں جان جیسی صاف شراب رکھتا ہوں اور صوفی اس پر عیب لگاتا ہے

خدایا ہیچ عاقل را مبادا بختِ بدروزی
اے خدا! کسی عقلمند کا بدبخت مقدر نہ ہو

۱؎ حافظ بادشاہ کی خدمت میں رات کی دعائیں پیش کر سکتا ہے۔
۲؎ خط کشیدن، کسی چیز کو باطل قرار دینا یعنی تو اپنے چہرے کے نقش و نگار سے گل و گلزار کی کتاب کو باطل بنا رہا ہے۔
۳؎ آنکھ کے سات پردے ہیں یعنی میرے آنسو جو سات پردوں میں چھپے ہوئے تھے تو ان کو سر بازار لا رہا ہے۔
۴؎ فتراک، شکار بند یعنی ہم اپنا سر پیش کرنے کو تیار ہیں اگر تو یہ بوجھ برداشت کرے۔
۵؎ بیمار سے، خود معشوق کی آنکھ یا عاشق مراد ہے۔
۶؎ دنیا میں اس سے زیادہ اور کیا چاہئے معشوق ہو اور جام شراب۔
۷؎ خردۂ گل وہ ریزہ جو پھول کے اندر ہوتا ہے اس کو زرِ گل بھی کہتے ہیں۔
۸؎ ایام نوروزی تھوڑے ہیں ان سے جلد لطف اٹھاؤ۔
۹؎ میری صاف شراب پر صوفی عیب لگا رہا ہے بڑا بدبخت ہے۔

طریق کام جستن چیست ترکِ کامِ خود گفتن
مقصد تلاش کرنے کا طریقہ کیا ہے: اپنا مقصد چھوڑ دینا

کلاہِ ۱ سروری اینست اگر این ترک بردوزی
سرداری کی ٹوپی یہی ہے، اگر تو یہ ٹوپی سی لے

جدا شد یارِ شیرینت کنوں تنہا نشین اے شمع
اے شمع! تیرا شیریں یار جدا ہو گیا، اب اکیلی بیٹھی رہ

کہ حکمِ آسماں اینست اگر سازی وگر سوزی
کیونکہ آسمان کا حکم یہی ہے، خواہ تو موافقت کرے خواہ جلے

بعُجبِ ۲ علم نتواں شد ز اسبابِ طرب محروم
علم کے غرور کے باعث مستی کے اسباب سے محروم نہیں ہو سکتے

بیا زاہد کہ جاہل را ازیں خوشتر رسد روزی
اے زاہد! آ، اس لیے کہ جاہل کو روزی زیادہ پہونچتی ہے

ندانم نوحۂ قمری بطرفِ جوئباراں چیست
مجھے معلوم نہیں قمری کا نوحہ نہر کے کنارے کیوں ہے؟

مگر او نیز ہمچوں من غمے دارد شبانروزی
شاید وہ بھی میری طرح دن رات کوئی غم رکھتی ہے

برو مے نوش و رندی ورز و ترکِ زرق کن زاہد
اے زاہد! جا شراب پی، رندی اختیار کر، اور مکر چھوڑ دے

کزیں بہتر ہنر دیگر عجب دارم گر آموزی
مجھے تعجب ہو گا اگر تو اس سے بہتر اور ہنر سیکھے گا

بہ بستاں ۳ رو کہ از بلبل طریقِ عشق گیری یاد
باغ میں جا، تاکہ بلبل سے عشق کا طریقہ یاد کر لے

بمجلس آی کز حافظ سخن گفتن بیاموزی
مجلس میں آ، تاکہ حافظ سے بات کرنا سیکھ لے

ساقیا سایۂ ۴ ابر ست و بہار و لبِ جوی
اے ساقی! ابر کا سایہ ہے اور بہار ہے اور دریا کا کنارہ

من نگویم چہ کن از اہلِ دلی خود تو بگوی
میں نہیں کہتا، تو کیا کام کر تو صاحبدل ہے خود ہی بتا

بوئے یکرنگی ازیں قوم نمی آید برخیز
یکرنگی کی خوشبو اس قوم سے نہیں آتی ہے، اٹھ

دلقِ آلودۂ صوفی بمئے ناب بشوی
صوفی کی گندی گدڑی کو، خالص شراب سے دھو

سفلہ طبع ست جہاں بر کرمش تکیہ مکن
دنیا کمینہ طبیعت ہے، اس کے کرم پر بھروسہ نہ کر

اے جہاندیدہ ثباتِ قدم از سفلہ مجوی
اے جہاندیدہ! کمینے سے ثابت قدمی نہ ڈھونڈھ

گوش بکشای کہ بلبل بفغاں میگوید
کان کھول دے کہ بلبل چیخ چیخ کر کہہ رہی ہے

خواجہ تقصیر مفرما گلِ توفیق ببوی
اے خواجہ! کوتاہی نہ کر، توفیق کا پھول سونگھ

یک نصیحت کنمت بشنو و صد گنج ببر
میں تجھے ایک نصیحت کرتا ہوں سن لے، اور سو خزانے لیجا

از رہِ عشق درآ و برہِ عیب مپوی
عشق کے راستہ چلا آ اور عیب کا راستہ نہ چل

شکر ایزد کہ دگر بار رسیدی بہ بہار
خدا کا شکر ہے تو دوبارہ موسم بہار کو پہونچ گیا ہے

بیخ نیکی بنشان و رہِ توفیق بجوی
نیکی کا بیج بو، اور توفیق کا راستہ ڈھونڈھ

روئے جاناں طلبی آئنہ را قابل ساز
تو معشوق کے چہرے کا طالب ہے، تو آئینہ کو قابل بنا

ورنہ ہرگز گل و نسریں ندمد ز آہن و روی
ورنہ گل اور نسریں کبھی لوہے اور کانسے سے نہیں اگتے ہیں

پیشتر زانکہ شوی خاک درِ میکدہ ما
اس سے پہلے کہ تو شرابخانوں کے دروازے کی خاک بنے

یک دو روزے بسر اندر رہِ میخانہ بپوی
ایک دو روز شرابخانہ کے راستہ پر سر کے بل چل

گفتی از حافظِ ما بوئے ریا می آید
تو نے کہا ہمارے حافظ سے ریاکاری کی بو آتی ہے

آفریں بر نفست باد کہ خوش بردی بوی
تیرے سانس کو شاباش، کہ خوب بو سونگھی

۱ انسان خود غرضی چھوڑ کر جب کام کرتا ہے تو مقصد حاصل ہوتا ہے اور جب ہی سرداری حاصل ہوتی ہے۔
۲ راہِ عشق میں علم ایک پردہ ہے علم کے غرور کی وجہ سے مستی سے محروم نہ رہنا چاہیے۔
۳ باغ میں جا کر بلبل سے عشق کرنا سیکھ مجلس میں آکر حافظ سے شعر کہنے کا سلیقہ حاصل کر۔
۴ ظاہر ہے کہ ساقی شراب نوشی ہی کا مشورہ دیگا۔
۵ مکار، صوفی مخلص نہیں ہیں بلکہ ان میں ریاکاری کا عیب ہے ان کی گدڑی کو شراب سے دھو کر ریاکاری سے پاک کرنا چاہیے۔
۶ یہ نصیحت سو خزانوں کے برابر ہے کہ عشق کا راستہ طے کر، اور برائی میں نہ لگ۔
۷ جب تک قلب کو صاف نہ کرے گا اس میں یار کا جلوہ نظر نہ آئے گا۔
۸ یقیناً حافظ ریاکار ہے تو نے خوب پہچانا۔

ساقی بیا کہ شد قدحِ لالہ پُر زمے
اے ساقی! آ کہ لالہ کا پیالہ شراب سے بھر گیا

طامات تا بچند و خرافات تا بکے
کرامات کی ڈینگیں کب تک اور خرافات کب تک!

بگذر ز کبر و ناز کہ دیدہ است روزگار
تکبر اور ناز چھوڑ دے کیونکہ زمانہ دیکھ چکا ہے

چینِ قبائے قیصر و طرفِ کلاہِ کے
قیصر کی قبا کی شکن، اور کیخسرو کی ٹوپی کا کنارہ

ہشیار شو کہ مرغِ سحر گشت مست ہاں
ہاں ہوشیار ہو جا، کہ صبح کا پرندہ مست ہو گیا ہے

بیدار شو کہ خوابِ عدم در پے ست ہے
خبردار بیدار ہو جا، کہ خوابِ عدم در پے ہے

خوش نازکانہ می چمی اے شاخِ نوبہار
اے نوبہار شاخ! تو بہت خوب نزاکت سے ٹہل رہا ہے

کاشفتگی مبادت از آشوبِ بادِ دے
خدا کرے تجھے دے کی ہوا کے فتنے سے پریشانی نہ ہو

بر مہرِ چرخ و عشوۂ او اعتماد نیست
آسمان کی محبت اور اس کی ادا پر بھروسہ نہیں ہے

اے وائے بر کسے کہ شد ایمن ز مکرِ وے
اس پر افسوس ہے جو اس کے مکر سے مطمئن ہو گیا

فردا شرابِ کوثر و حور از برائے ماست
کل کوثر کی شراب، اور حور ہمارے لیے ہے

و امروز نیز دلبرِ مہ روی و جامِ مے
اور آج بھی چاند جیسے رخ والا دلبر اور جامِ مے حاصل ہے

بادِ صبا ز عہدِ صبیٰ یاد میدہد
بادِ صبا، بچپن کا زمانہ یاد دلاتی ہے

جاں دارُوئے کہ غم ببرد درد اے بُنے
اے لڑکے! جان کی دوا جو غم دور کر دے دے

حشمت مبین و سلطنتِ گُل کہ گستر بد
پھول کی سلطنت اور دبدبہ دیکھ کر بکھا دیا ہے

فراش بادِ ہر ورقے را بزیرِ پے
ہوا کے فراش نے، ہر پتی کو پیر کے نیچے

در دہ بیادِ حاتمِ طے جامِ یک منی
حاتم طائی کی یاد پر، ایک منی جام دے

تا نامۂ سیاہِ بخیلاں کنیم طے
تاکہ ہم بخیلوں کا سیاہ نامۂ اعمال لپیٹ دیں

زاں مے کہ داد رنگِ طبیعی بار غواں
وہ شراب جس نے ارغواں کو طبعی رنگ دیا

بیروں فگند لطفِ مزاج از رخش بخوے
مزاج کی پاکیزگی نے اس کے رخ سے پسینہ کے ذریعہ باہر پھینک دی

بشنو کہ مطربانِ چمن راست کردہ اند
سن کیونکہ چمن کے مطربوں نے درست کر لیا ہے

آہنگِ چنگ و بربط و طنبور و نائی و نے
چنگ، بربط، طنبورہ، نائی، اور بانسری کی آواز کو

مسند بباغ بر کہ بخدمت چو بندگاں
مسند کو باغ میں لیجا کہ خدمتیں غلاموں کی طرح

استادہ است سرو و کمر بستہ است نے
سرو کھڑا ہے اور بانسری نے کمر باندھی ہے

اشیائے روزگار نکے ساز در گرو
دنیا کی چیزوں کو شراب کے بدلے گروی رکھ دے

کز مرورِ راہ باز نماندہ است ہیچ شے
اس لیے کہ راستے کے مرور سے کوئی چیز باقی نہیں رہتی ہے

حافظ حدیثِ سحر فریبِ خوشت رسید
اے حافظ: تیری جادو کی طرح فریب دینے والی اچھی بات پہونچ گئی ہے

تا حدِ چین و شام و باقصائے روم و رے
چین اور شام کی حد تک اور روم اور رے کے آخری حد تک

سحر با بادِ میگفتم حدیثِ آرزو مندی
صبح کو ہوا سے میں کچھ آرزو مندی کی بات کہہ رہا تھا

خطاب آمد کہ واثق شو بالطافِ خداوندی
آواز آئی تو خدا کی مہربانیوں پر یقین رکھ

---

۱ لالہ کے بارے میں یہ مانا گیا ہے کہ گویا وہ شراب کا پیالہ ہاتھ میں لیے کھڑا ہے یعنی بہار کا موسم آ گیا ہے اب شراب نوشی ہونی چاہئیے۔
۲ زمانہ ناپائدار ہے اس نے قیصر اور کیخسرو جیسے بادشاہوں کی سلطنتیں دیکھیں لیکن کسی کو باقی نہ چھوڑا۔
۳ صبح ہو گئی ہے پرندہ مستی میں چہچہا رہے ہیں بیدار ہو جا کیونکہ موت سر پر کھڑی ہے۔
۴ آسمان کی محبت اور ناز و ادا بالکل ناقابلِ بھروسہ ہے۔
۵ ہمیں آج بھی معشوق اور جامِ شراب حاصل ہے اور قیامت میں شراب کوثر اور حور ملیگی۔
۶ پھول کی سلطنت اور جاہ و جلال کو بادِ خزاں پائمال کر دیتی ہے اس کی پتیاں جھڑتی ہیں اور پیروں میں روندی جاتی ہیں۔
۷ شراب نے ارغواں کو طبعی رنگ عطا کیا اس پر جو قطرات ہیں وہ پسینہ کی صورت میں وہی شراب ہے جو اس نے پی تھی۔
۸ بانسری پر پٹیاں کسی جاتی ہیں اسی لیے اس کو کمر بستہ قرار دیا ہے۔ ۹ شعرہ چند تصویر جمال / چند حسینوں کے خطوط ۔ ۱۰ یعنی مرنے کے بعد گھر سے سامان نکو ۔ ۱۱ حافظ کے کلام کی شہرت دور دراز ملکوں تک پہونچ چکی ہے۔

قلم را آں زباں نبود کہ سرِ عشق گوید باز
قلم کے لئے وہ زبان نہیں ہے کہ عشق کا راز کھول کر کہہ دے

ورائے حدِ تقریر ست شرحِ آرزومندی
آرزومندی کی تشریح، تقریر کی حد سے آگے ہے

دل اندر زلفِ لیلیٰ بند و کارِ عشقِ مجنوں کن
لیلیٰ کی زلف سے دل وابستہ کر، اور مجنوں کے عشق کا کام کر

کہ عاشق را زیاں دارد مقالاتِ خردمندی
اس لیے کہ عقلمندی کی باتیں عاشق کو نقصان پہونچاتی ہیں

الا اے یوسفِ مصری کہ کردت سلطنت مغرور
آگاہ اے مصری یوسف! تجھے سلطنت نے مغرور بنا دیا

پدر را باز پرس آخر کجا شد مہرِ فرزندی
باپ کو پوچھ، آخر پسری محبت کہاں چلی گئی؟

بسحرِ غمزۂ فتاں دوا بخشی و درد انگیز
فتنہ برپا کرنے والی آنکھوں کی ادا کے جادو سے تو دوا بخشنے والا اور درد پیدا کرنے والا ہے

بچین زلفِ مشک افشاں گم آویزی و دلبندی
مشک بکھیرنے والی زلفوں کے شکن کے ذریعہ تو دل آویز اور دل کو قید کرنے والا ہے

جہانِ پیرِ رعنا را مروت در جبلت نیست
بوڑھے، خوبصورت جہان کی فطرت میں مروت نہیں ہے

ز مہرِ او چہ میخواہی در و ہمت چہ می بندی
اس کی محبت سے تو کیا چاہتا ہے، اس کا ارادہ کیوں کرتا ہے؟

ہمائے چوں تو عالی قدر و حرصِ استخواں تا کے
تجھ جیسا بلند مرتبہ ہما، اور ہڈی کی محبت کب تک!

دریغ ایں سایۂ دولت کہ بر نااہل افگندی
اس دولت کے سایہ پر افسوس جو تو نے نااہل پر ڈالا

دریں بازار اگر سودیست با درویشِ خرسند ست
اس بازار میں اگر نفع ہے، تو خوش و خرم فقیر کو ہے

خدایا منعمم گرداں بدرویشی و خرسندی
اے خدا! فقیری اور خوشی سے مجھے مالدار بنا دے

دعائے صبح و شامِ تو کلیدِ گنجِ مقصود ست
تیری صبح اور شام کی دعا، مقصود کے خزانے کی کنجی ہے

بایں راہ و روش میرو کہ با دلدار پیوندی
اس راستہ اور رفتار سے چلا چل، تو محبوب سے ملجائے گا

بخوباں دل مدہ دیگر ببیں آں بیوفائیہا
حسینوں کو دل نہ دے، ان بیوفائیوں کو پھر دیکھ

کہ با تیغِ زباں کردند مکارانِ الوندی
کہ زبان کی تلوار سے دنیا کو الوند کے رہنے والے مکاروں نے کی ہیں

زشعرِ حافظِ شیراز میگویند و میرقصند
شیراز کے حافظ کے اشعار کو پڑھتے ہیں اور رقص کرتے ہیں

سیہ چشمانِ کشمیری و ترکانِ سمرقندی
کشمیری سیاہ چشم، اور سمرقندی معشوق

سحر گہ رہروے در سر زمینے
صبح کو ایک مسافر، ایک سرزمین میں

ہمی گفت ایں معما با قرینے
یہ معما ایک ساتھی سے کہہ رہا تھا

کہ اے صوفی شراب آنگہ بود صاف
کہ اے صوفی! شراب اس وقت صاف ہوتی ہے

کہ در شیشہ بماند اربعینے
جبکہ چالیس روز، بوتل میں رہتی ہے

گر انگشتِ سلیمانی نباشد
اگر سلیمان کی انگلی نہ ہو

چہ خاصیت دہد نقشِ نگینے
نگ کا نقش کیا تاثیر دکھائے گا؟

خدا زاں خرقہ بیزار ست صد بار
خدا اس گدڑی سے، سو بار ناراض ہے

کہ صد بت باشدش در آستینے
جس کی آستین میں، سو بت ہوں

درونہا تیرہ شد باشد کہ از غیب
باطن تاریک ہو گئے ہیں، ہو سکتا ہے کہ غیب سے

چراغے بر کند خلوت نشینے
کوئی خلوت نشیں، چراغ روشن کر دے

۱؎ دیوانہ بنکر مجنوں کے کام میں لگ جا عقلمندی نقصان پہونچاتی ہے۔
۲؎ معشوق کو زوال پذیر حسن پر مغرور ہوکر عاشق کو فراموش نہ کرنا چاہیے۔
۳؎ تیری آنکھیں درد بھی پیدا کرتی ہیں اور دوا بھی دیتی ہیں تیری زلف دل کو خوش بھی کرتی ہے اور رنجیدہ بھی۔
۴؎ مشہور ہے کہ ہما کی خوراک صرف ہڈیاں ہیں دوسرا مصرع پہلے مصرع کی تشریح ہے۔
۵؎ دنیا میں صرف خوش مزاج فقیر خوش رہ سکتا ہے۔
۶؎ انسان صبح و شام جد و جہد میں لگا رہتا ہے تو مقصود حاصل ہوتا جاتا ہے۔
۷؎ متما بھی بے نشان مشقتیں برداشت کرتا ہے تب اس میں صفائی پیدا ہوتی ہے جس طرح شراب چالیس روز شیشے میں بند رہتی ہے تب نکھرتی ہے۔
۸؎ لوگ تاریک باطن ہو گئے ہیں۔ مردے از غیب بروں آید و کارے بکند۔

مروّت گرچہ نامِ بے نشانست — نیازے عرضہ کن بر نازنینے
مروّت، اگرچہ بے معنیٰ لفظ ہے — کسی نازنین کی خدمت میں، نیاز مندی پیش کر

ثوابت باشد اے دارائے خرمن — اگر رحمے کنی بر خوشہ چینے
اے کھلیان رکھنے والے! تجھے ثواب ہوگا — اگر تو کسی خوشہ چیں پر، ذرا رحم کرے گا

نمی[1] بینم نشاط و عیش در کس — نہ درمانِ دلے نے دردِ دینے
میں کسی میں بھی عیش و نشاط نہیں دیکھتا ہوں — نہ کسی دل کا علاج، نہ دین کا درد

اگرچہ رسمِ خوباں تند خوئیست — چہ باشد گر بسازی با غمینے
اگرچہ بد مزاجی، حسینوں کی عادت ہے — کیا ہو جائے گا، اگر تو ایک غمگین کی دلجوئی کرے گا!

درِ میخانہ[2] بکشا تا بپرسم — مآلِ حالِ خود از پیش بینے
میخانہ کا دروازہ کھول تاکہ میں دریافت کروں — کسی پیش بیں سے اپنے حال کا انجام

نہ ہمت را امیدِ سربلندیست — نہ دعوت را کلیدِ آہنینے
نہ ہمت کو سربلندی کی امید ہے — نہ دُعا کے پاس، لوہے کی کنجی ہے

نہ حافظ را حضورِ درسِ قرآں
نہ حافظ کو، قرآن کے درس میں حضورِ قلب ہے

نہ دانشمند را علم[3] الیقینے
نہ فقیہ کو، علم الیقین حاصل ہے

سحرم[4] ہاتفِ میخانہ بدولتخواہی — گفت باز آئی کہ دیرینۂ ایں درگاہی
صبح مجھے شراب خانہ کی غیبی آواز نے خیر خواہی کے طور پر — کہا کہ تو اس دربار کا پرانا بیٹھنے والا ہے لوٹ آ

ہمچو جم جرعۂ کش کہ ز سرّ ملکوت — پرتوِ جامِ جہاں بیں دہدت آگاہی
جمشید کی طرح شراب کا گھونٹ پی تاکہ عالم بالا کے راز سے — جہان بین جام کا عکس، تجھے خبر دار کر دے

بر گدایانِ درِ میکدہ اے سالکِ راہ — باادب باش گر از سرّ خدا آگاہی
اے راستے سالک! شرابخانہ کے دروازے کے فقیروں سے — ادب کے ساتھ رہ، اگر تو خدائی راز سے باخبر ہے

بر درِ میکدہ رندانِ قلندر باشند — کہ ستانند و دہند افسرِ شاہنشاہی
میکدے کے در پر قلندر رند ہوتے ہیں — جو شاہی تاج، اتارتے، اور عطا کرتے ہیں

خشت[5] زیرِ سر و بر تارکِ ہفت اختر پاے — دستِ قدرت نگر و منصبِ صاحب جاہی
سر کے نیچے اینٹ، اور پیر سات ستاروں کے سر پر — قدرت کا ہاتھ، اور رتبہ والے کا رتبہ دیکھ

اگرت[6] سلطنتِ فقر ببخشند اے دل — کمتریں ملکِ تو از ماہ بود تا ماہی
اے دل! اگر تجھے فقر کی بادشاہی دیدیں — تو تیرا سب سے چھوٹا ملک، چاند سے، مچھلی تک ہوگا

قطعِ ایں مرحلہ بے ہمرہیٔ خضر مکن — ظلماتست بترس از خطرِ گمراہی
خضر کی ہمراہی کے بغیر، اس منزل کو طے نہ کر — اندھیرے ہیں، گمراہی کے خطرے سے ڈر

سر ما و درِ میخانہ کہ طرفِ بامش — بفلک بر شدہ دیوار بایں کوتاہی
ہمارا سر ہے اور میخانہ کا در، اسلئے کہ اس کے بالاخانہ کا کنارہ — باوجود چھوٹے ہونے کے اس کی دیوار آسمان سے بلند ہے

[1] دنیا میں خلفشار ہے عیش و نشاط ختم ہو چکا ہے بے دینی عام ہے۔
[2] شاید میخانہ میں کوئی ایسا آدمی مل جائے جو پیش بیں ہو اس سے اپنا انجام معلوم کروں
[3] یقین کی تین قسمیں ہیں علم الیقین کسی چیز کی حقیقت کو جان کر یقین کرنا مثلاً یہ کہ زہر کھانے والا مر جاتا ہے عین الیقین آنکھوں سے دیکھ کر یقین کرنا مثلاً زہر کھا کر مرنے والے کو دیکھ کر یقین کرنا حق الیقین خود تجربہ کرکے یقین حاصل کرنا مثلاً زہر کھا کر اپنے آپ کو ہلاک کرکے زہر کے قاتل ہونیکا یقین کرنا۔
[4] غیبی آواز نے کہا تو پرانا رند ہے جام شراب پی تاکہ تجھے عالم بالا کی سیر نصیب ہو۔
[5] شعر: [illegible] انہیں اینٹ کے علاوہ تکیہ بھی میسر نہیں لیکن ان کا رتبہ بہت بلند ہے۔
[6] اگر کسی کو فقر کی سلطنت حاصل ہو جائے تو پوری کائنات اس کی سلطنت کا تھوڑا سا حصہ ہے۔

تو در فقر ندانی زدن از دست مده
توفقر کے دروازے کو کھٹکھٹانا نہیں جانتا ہے، نہ چھوڑ
مسندِ خواجگی و مجلسِ توراں شاہی
خواجگی کی مسند، اور توران شاہی مجلس کو

اے سکندر بنشین و غمِ بیہودہ مخور
اے سکندر! بیٹھا رہ، اور بیکار غم نہ کھا
کہ نہ بخشند ترا آبِ حیات از شاہی
اس لیے کہ شاہی کی وجہ سے تجھے آبِ حیات دیں گے

اے گدایانِ ترا عار ز شاہنشاہی
اے وہ کہ تیرے گداؤں کو شہنشاہی سے عار ہے
ہمہ کس را تو دہی منصبِ صاحب جاہی
سب کو تو ہی صاحبِ جاہ کا مرتبہ دیتا ہے

حافظِ خام طمع شرمے ازیں قصہ بدار
اے غلط لالچ کرنے والے حافظ! اس قصہ سے کچھ شرم کر
عملت چیست کہ مزدش دو جہاں میخواہی
تیرا کام کون سا ہے کہ تو اس کی اجرت دونوں جہان چاہتا ہے

سَلَامُ اللّٰہِ مَا کَرَّ اللَّیَالِیْ
اللہ کا سلام ہو، جب تک بھی راتیں مکرر ہوں
عَلٰی مَلِکِ الْمَکَارِمِ وَالْمَعَالِیْ
بزرگیوں، اور بلندیوں کے بادشاہ پر

عَلٰی وَادِی الْاَرَاکِ وَمَنْ عَلَیْھَا
پیلو کے جنگل پر، اور ان پر جو وہاں ہیں
وَدَارِیْ بِاللِّوٰی فَوْقَ الرِّمَالِ
اور میرے گھر پر جو لوٰی میں ریتیلی زمین پر ہے

دعا گوئے غریبانِ جہانم
میں دنیا کے مسافروں کا دعا گو ہوں
وَاَدْعُوْ بِالتَّوَاتُرِ وَالتَّوَالِیْ
اور میں متواتر، اور پے در پے دعا کرتا ہوں

منال اے دل کہ در زنجیرِ زلفش
اے دل! نالہ نہ کر اس لیے کہ اس کی زلف کی زنجیر میں
ہمہ جمعیت ست آشفتہ حالی
پریشان حالی، پورا اطمینان ہے

اَمُوْتُ صَابِرًا یَا لَیْتَ شِعْرِیْ
میں صبر کرتے کرتے مرا جاتا ہوں۔ اے کاش میں جان جاتا
مَتٰی نَطَقَ الْبَشِیْرُ عَنِ الْوِصَالِ
وصل کی خوشخبری دینے والا کب بولے گا؟

فَحُبُّکَ رَاحَتِیْ فِیْ کُلِّ حِیْنٍ
ہر گھڑی، تیری محبت، میری راحت ہے
وَذِکْرُکَ مُوْنِسِیْ فِیْ کُلِّ حَالٍ
اور ہر حالت میں تیرا ذکر، میرا مونس ہے

سویدائے دلِ من تا قیامت
میرے دل کا سیاہ نقطہ، قیامت تک
مبادا از سوزِ سودائے تو خالی
خدا کرے تیرے عشق کی جلن سے خالی نہ ہو

کجا یابم وصالِ چون تو شاہے
تجھ جیسے بادشاہ کا میں وصل کب حاصل کر سکتا ہوں؟
منِ بد نامِ رندِ لا اُبالی
میں بدنام، لاپرواہ رند

ز خطت صد جمالِ دیگر افزود
تیرے سبزۂ خط سے سو حسن اور زیادہ ہو گئے
کہ عمرت باد صد سالِ ہلالی
خدا کرے تیری عمر، سو قمری سالوں کی ہو

بر آں نقاش قدرت آفریں باد
قدرت کے اس نقاش کو شاباش ہے
کہ گردِ مہ کشد خطِ ہلالی
جو چاند کے چاروں طرف ہلالی خط کھینچتا ہے

بہر منزل کہ رو آرد خدایا
وہ جس منزل کی طرف بھی رُخ کرے، اے خدا!
نگہدارش بحفظِ لایزالی
دائمی حفاظت سے، تو اس کی حفاظت کر

۱؎ آبِ حیات سلطنت کے زور سے نہیں ملا کرتا ہے۔
۲؎ تو تمام انسانوں کو منصبِ جاہ دیتا ہے لیکن تیرے در کے گدا شاہی کو عار سمجھتے ہیں۔
۳؎ حافظ کے ایسے کون سے کارنامے ہیں جن کی اجرت میں دونوں جہان مانگتا ہے
۴؎ بادشاہ پر اور تجھ پر جو پیلو کے جنگل میں مقیم ہے اور میرے گھر پر خدا کا سلام ہو۔
۵؎ اس کی زلف میں گرفتار ہونے سے ہی دل جمعی حاصل ہے۔
۶؎ سویدا خون کا ایک نقطہ ہے جو دل کے درمیان میں ہے اور وہی مدارِ زندگی ہے۔
۷؎ مہ سے چہرہ اور خطِ ہلالی سے سبزۂ خط مراد ہے۔

تو می باید کہ باشی ورنہ سہل است — زیانِ مایۂ جانی و مالی
چاہیے کہ تو رہے، ورنہ آسان ہے — جانی، اور مالی سرمایہ کا نقصان

خدا داند کہ حافظ را غرض چیست
خدا جانتا ہے، کہ حافظ کا کیا مدعا ہے؟

وَعِلْمُ اللهِ حَسْبِیْ مِنْ سُؤَالِیْ
اور میرے مانگنے کی بجائے اللہ کا جاننا میرے لیے کافی ہے

سلامے چو بوئے خوش آشنائی — بداں مردمِ دیدۂ روشنائی
آشنائی کی خوشبو جیسا، سلام — اُن روشن آنکھوں کی پتلی پر

درودے چو نورِ دلِ پارسایاں — بداں شمعِ خلوتگہِ پارسائی
نیکوں کے دلوں کے نور جیسا، سلام — اس، نیکی کی خلوت گاہ کی شمع پر

نمی بینم از ہمدماں ہیچ برجا — دلم خوں شد از غصہ ساقی کجائی
میں ساتھیوں میں سے کسی کو بھی جگہ پر نہیں دیکھتا ہوں — اے ساقی! تو کہاں ہے، غم سے میرا دل خون ہو گیا ہے؟

ز کوئے مغاں رو مگرداں کہ آنجا — فروشند مفتاحِ مشکلکشائی
مُغوں کے کوچہ سے رو گردانی نہ کر اس لئے کہ وہاں — مشکل کشائی کی کنجی فروخت کرتے ہیں

عروسِ جہاں گرچہ در حدِ حسن ست — ز حد می برد شیوۂ بیوفائی
دنیا کی دلہن، اگرچہ حسن کی حد میں ہے — بے وفائی کی عادت حد سے بڑھا رہی ہے

مے صوفی افگن کجا می فروشند — کہ در تابم از دستِ زہدِ ریائی
صوفی کو پچھاڑ دینے والی شراب کہاں بیچتے ہیں؟ — اس لیے کہ ریاکاری کے زہد کے ہاتھوں میں پیچ و تاب کھا رہا ہوں

رفیقاں چناں عہدِ صحبت شکستند — کہ گوئی نبودست خود آشنائی
دوستوں نے دوستی کا عہد اس طرح توڑ ڈالا — کہ گویا، دوستی تھی ہی نہیں

دلِ خستۂ من گرش ہمتے نیست — نخواہد ز سنگیں دلاں مومیائی
اگرچہ میرے ٹوٹے ہوئے دل میں ہمت نہیں ہے — وہ پتھر جیسے دل والوں سے مومیائی نہ مانگے گا

مرا گر تو بگذاری اے نفسِ طامع — بسے بادشاہی کنم در گدائی
اے لالچی نفس! اگر تو مجھے چھوڑ دے — فقیری میں، بہت بادشاہی کروں گا

بیاموزمت کیمیائے سعادت — ز ہم صحبتِ بد جدائی جدائی
میں تجھے نیک بختی کی کیمیا سکھاتا ہوں — بُرے ہم صحبت سے، جدائی ہی جدائی ہو

مکن حافظ از جورِ گردوں شکایت
اے حافظ! زمانہ کے ظلم کی شکایت نہ کر

چہ دانی تو اے بندہ کارِ خدائی
اے بندے، خدائی کام کو تو کیا جانے؟

سُلَیْمٰی مُنْذُ حَلَّتْ بِالْعِرَاقِ — اُلَاقِیْ فِیْ ہَوَاہَا مَا اُلَاقِیْ
پیاری سلمیٰ، جب سے عراق میں مقیم ہوگئی ہے — میں اُس کی محبت میں برداشت کر رہا ہوں جو کچھ بھی برداشت کر رہا ہوں

۱؎ خدا میرا مدعا جانتا ہے لہذا مجھے سوال کرنے کی ضرورت نہیں ہے وہ بغیر مانگے دیگا

۲؎ دوست سب بچھڑ گئے رنج سے میرا دل خون ہو رہا ہے شراب پلا۔

۳؎ دیر مغاں میں ہی مشکلیں آسان ہونگی

۴؎ ایسی شراب درکار ہے جو صوفیوں کو پچھاڑ دے اس لیے کہ میں ان کی ریاکاری سے عاجز آگیا ہوں

۵؎ اگرچہ میرا دل بے ہمت ہو چکا ہے لیکن پھر بھی کمینوں کا احسان اٹھانے کے لیے تیار نہیں ہے۔

۶؎ سعادت کی کیمیا یہ ہے کہ بُروں کی صحبت سے اجتناب کیجئے

۷؎ میری محبوبہ مجھ سے دور عراق میں جا بسی میں ہجر کے مصائب برداشت کر رہا ہوں

الا اے ساربانِ محمل دوست
اے دوست کے کجاوے کے ساربان! سن

اِلیٰ رُکبَانِکُم طَالَ اشتِیَاقِی
تمہارے سواروں کی طرف، میرا شوق بڑھ گیا ہے

بسازِ اے مطربِ خوشخواں وخوشگوی
اے خوش خواں اور خوش گو، مطرب! گا

بشعرِ پارسی صوتِ عراقی
فارسی اشعار، عراقی لہجے میں

بیا ساقی بدہ رطلِ گرانم
ساقی آ، مجھے بھاری پیمانہ دے

سَقَاکَ اللہُ مِن کَاسٍ دِھَاقٍ
خدا، تجھے لبالب پیالے سے سیراب کرے

جوانی بازمی آرد بیادم
مجھے جوانی، پھر یاد دلا رہی ہے

صدائے چنگ و نوشانوش ساقی
چنگ کی آواز، اور ساقی کی نوشانوش

مے باقی بدہ تا مست و خوشدل
بچی ہوئی شراب دیدے، مست اور خوش دل ہو کر

بیاراں بر فشانم عمرِ باقی
دوستوں پر قربان کردوں بقیہ زندگی

درونم خوں شد از نادیدنِ دوست
دوست کے نہ دیکھنے سے، میرا دل خون ہوگیا

اَلَا تَعساً لِاَیَّامِ الفِرَاقِ
فراق کے دنوں کے لیے، ہلاکی ہو

دمے با نیکخواہاں متفق باش
تھوڑی دیر کے لیے خیر خواہوں کے ساتھ مل بیٹھ

غنیمت داں امورِ اتفاقی
اتفاقی باتوں کو غنیمت سمجھ

مسیحائے مجرد را طرازد
مجرد، مسیحا کو یہ بات زیب دیتی ہے

کہ با خورشید سازد ہم وثاقی
کہ آفتاب کے ساتھ، ہم خانہ ہو

عروس بس خوشی اے دخترِ رز
اے انگور کی بیٹی! تو بہت حسین دلہن ہے

ولے گہ گہ سزاوارِ طلاقی
لیکن کبھی کبھی، طلاق کے قابل ہے

رَبِیعُ العُمرِ فِی مَرعَی حِمَاکُم
زندگی کا موسم بہار، تمہارے حمی کی چراگاہ میں ہے

حَمَاکَ اللہُ یَا عَھدَ التَّلَاقِ
اے ملاقات کے زمانے، خدا تیری حفاظت کرے

خرد در زندہ رود انداز و مے نوش
عقل کو زندہ رود میں پھینک دے اور شراب پی

بگلبانگِ جوانانِ عراقی
عراقی جوانوں کی آواز پر

نَھَانِی الشَّیبُ مِن کُلِّ العَذَارِی
بڑھاپے نے مجھے ہر باکرہ لڑکی سے روک دیا

سِوَی تَقبِیلِ خَدٍّ وَاعتِنَاقٍ
سوائے رخسار کے بوسہ لینے اور گلے لگانے کے

وصالِ دوستاں چوں روزیِ ماست
چونکہ دوستوں کا وصال، ہمارا مقدر ہے

مگو واعظ سخنہائے فراقی
اے واعظ! جدائی کی باتیں نہ کر

دُمُوعِی بَعدَکُم لَا تَحقِرُوھَا
ہمارے آنسو، جو تمہارے فراق میں ہیں ان کو حقیر نہ سمجھ

فَکَم بَحرٍ جَمَعنَا مِن سَوَاقٍ
بہت سے سمندر ہیں، جو ہم نے نہروں سے جمع کئے ہیں

مَضَت فُرَصُ الوِصَالِ وَمَا شَعَرنَا
وصل کی فرصتیں گزر گئیں، اور ہمیں پتہ نہ چلا

بگو حافظ غزلہائے فراقی
اے حافظ! اب فراق کی غزلیں گو

۱؎ چونکہ محبوبہ عراقی ہوگئی ہے لہٰذا اب مجھے فارسی اشعار عراقی لہجے میں پسند آتے ہیں۔
۲؎ چنگ کی آواز ساقی کی نوشانوش کی صدا، جوانی کا زمانہ یاد دلاتی ہے فراق کے زمانہ کا خدا برا کرے میرے دل کو خون بنادیا ہے
۳؎ تھوڑی دیر کے لیے ہم جیسے خیر خواہوں کے ساتھ مل بیٹھنے کو غنیمت سمجھ۔
۴؎ حضرت مسیح علیہ السلام نے شادی نہ کی تمام عمر عالم تجرد میں گذاری اسی لئے ان کو چرخِ چہارم پر جگہ دی شعر
چو عیسیٰ گر توانی خفت بے جفت
۵؎ تفرید تجرد از کف مفت
۶؎ ربیع، موسم بہار، حمی، وہ چراگاہ جو کوئی اپنے لیے مخصوص کرے
۷؎ زندہ رود، اصفہان کی مشہور ندی ہے جس کا پانی بہت ستھرا ہے۔
۸؎ بڑھاپے نے صرف اسکی اجازت دے رکھی ہے کہ باکرہ لڑکیوں سے بوس و کنار کرلوں۔
۹؎ وصال کی فرصتیں غفلت سے گذر گئیں اب سوائے فراق کی غزلیں پڑھنے کے اور کوئی چارہ نہیں ہے۔

سَبَتْ سَلْمٰی بِصُدْغَیْہَا فُؤَادِیْ — وَرُوْحِیْ کُلَّ یَوْمٍ لِیْ یُنَادِیْ
اپنی دونوں زلفوں سے سلمٰی نے میرا دل قید کر لیا — اور میری روح، مجھے ہر روز پکارتی ہے

خدارا بر منِ بیدل ببخشای — وَاَوْصِلْنِیْ عَلٰی رَغْمِ الْاَعَادِیْ
خدا کے لئے، مجھ بیدل پر بخشش کر — اور دشمنوں کی خواہش کے برخلاف مجھے وصل عطا کر

اَمَنْ اَنْکَرْتَنِیْ عَنْ حُبِّ سَلْمٰی — غَرِیْقُ الْعِشْقِ فِیْ بَحْرِ الْوِدَادِ
اے وہ شخص کہ تو نے سلمٰی سے میری محبت کا انکار کیا — میں محبت کے سمندر میں عشق کا ڈوبا ہوا ہوں

نگارا در غمِ سودائے عشقت — تَوَکَّلْنَا عَلٰی رَبِّ الْعِبَادِ
اے محبوب! تیرے عشق کے جنون کے غم میں — ہم نے بندوں کے خدا پر توکل کیا ہے

دلِ حافظ شد اندر چینِ زلفت
تیری زلفوں کی شکن میں حافظ کا دل گم ہو گیا
بِلَیْلٍ مُظْلِمٍ وَاللّٰہُ ہَادِ
اندھیری رات میں، اور خدا راستہ دکھانے والا ہے

سینہ مالا مالِ درد است اے دریغا مرہمے — دل ز تنہائی بجاں آمد خدارا ہمدمے
سینہ درد سے مالا مال ہے، ہائے افسوس مرہم ہوتا — دل تنہائی کی وجہ سے عاجز آ گیا، خدا کے لئے کوئی ہمدم ہوتا

خیز تا خاطر بداں ترکِ سمرقندی دہیم — کز نسیمش بوئے زلفِ حوریاں آید ہمے
اٹھ، تاکہ ہم اس سمرقندی معشوق کو دل دیدیں — جس کی نسیم سے حوروں کی زلف کی خوشبو آ رہی ہے

چشمِ آسائش کہ دارد زیں سپہرِ گرم رو — ساقیا جامے بیاور تا بیاسایم دمے
اس تیز رفتار آسمان سے آرام کی امید کون رکھتا ہے؟ — اے ساقی جام دے تاکہ تھوڑی دیر کے لئے میں آرام کر لوں

زیرکے را گفتم ایں احوال خود خندید و گفت — صعب کارے بوالعجب دردے پریشاں عالمے
میں نے ایک عقلمند کو یہ احوال سنائے وہ ہنسا اور بولا — سخت کام ہے، عجب درد ہے، ایک پریشان حالت ہے

سوختم در چاہِ صبر از بہرِ آں شمعِ چگل — شاہِ ترکاں غافل است از حالِ ما کو رستمے
اس چگل کی شمع کی خاطر میں صبر کے کنوئیں میں جل اٹھا — ترکوں کا شاہ ہمارے حال سے غافل ہے، رستم کہاں ہے؟

در طریقِ عشقبازی امن و آسائش خطاست — ریش باد آں دل کہ با دردِ تو جوید مرہمے
عشقبازی کے راستہ میں اطمینان اور آرام غلطی ہے — خدا کرے وہ دل زخمی ہو، جو تیرے درد کے ہوتے ہوئے مرہم تلاش کرے

اہلِ کام و ناز را در کوئے رنداں راہ نیست — رہروے باید جہانسوزے نہ خامے بے غمے
غرض اور ناز والوں کے لئے رندوں کے کوچہ میں راستہ نہیں ہے — جہاں سوز مسافر درکار ہے، نہ کہ کچا اور بے غم

آدمِ خاکی بدیں عالم نمی آید بدست — عالمے دیگر بباید ساخت از نو آدمے
خاکی آدمی اس دنیا میں دستیاب نہیں ہوتا ہے — ایک نئے آدم سے دوسرا عالم بنانا چاہیے

گریۂ حافظ چہ سازد پیشِ استغنائے دوست
دوست کی بے نیازی کے سامنے حافظ کا رونا کیا کام بنائیگا؟
کاندریں طوفاں نماید ہفت دریا شبنمے
اس لئے کہ اس طوفان میں ساتوں سمندر ایک شبنم ہیں

ا سلمٰی ایک خاص معشوقہ کا نام تھا لیکن اب ہر معشوقہ کو سلمٰی کہا جاتا ہے جیسا کہ لیلیٰ۔
۲ تاریک رات سے زلفیں مراد ہیں جن میں دل اپنا راستہ بھول گیا ہے۔
۳ اس دنیا میں شراب سے سکون مل سکتا ہے۔
۴ کوئی عقلمند عشق کی باریکیوں کو نہیں سمجھ سکتا ہے۔
۵ چگل، ترکستان میں ایک حسن خیز شہر ہے۔ مشہور ہے کہ کیخسرو کے دور میں رستم کا بھانجہ بیژن افراسیاب شاہِ توران کی بیٹی منیژہ پر عاشق ہو گیا افراسیاب نے موقعہ پا کر بیژن کو گرفتار کر لیا اور کنوئیں میں قید کر دیا جب رستم کو پتہ چلا تو وہ توران گیا اور بیژن کو چھڑا کر لایا اس شعر میں اسی واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔
۶ اس دنیا میں غمگسار نہیں رہے اب کسی نئے آدم سے نئی دنیا بنانی چاہیے۔

شد بہار و گذشت موسمِ دے
موسمِ بہار ختم ہوگیا، اور دے کا مہینہ گذر گیا
آگہی گر ز چرخ و گردشِ وے
اگر تو آسمان، اور اس کی گردش سے باخبر ہے

سوئے من یار آمد و بگذشت
یار میری جانب آیا، اور نکل گیا
رفت بر بادِ عمرِ من ہے ہے
ہائے ہائے، میری عمر برباد ہوگئی

زیرِ ایں قصر صد ہزار گذشت
اس محل کے نیچے، لاکھوں گذر گئے
ہمچو کاؤس و قیصر و جم و کے
کاؤس، اور قیصر، اور جمشید، اور کیخسرو جیسے

دل بدنیا مبند اگر مردی
اگر تو مرد ہے، دنیا سے دل نہ لگا
زانکہ دنیاست لاشہ و لاشے
اس لیے کہ دنیا مردار، اور ہیچ ہے

زندگی یافتم ز مے آرے
ہاں! میں نے شراب سے زندگی حاصل کی
وَ مِنَ الْمَاءِ کُلُّ شَیْءٍ حَیٍّ
اور ہر زندہ، پانی ہی سے ہے

یار با ماست روز و شب حافظ
اے حافظ! یار دن رات ہمارے ساتھ ہے
ہمچو جانے کہ ہست در رگ و پے
اس جان کی طرح جو رگ، اور پٹھے میں ہے

شہریست پُر ظریفاں از ہر طرف نگارے
ظریفوں سے شہر بھرا پڑا ہے، اور ہر جانب ایک معشوق ہے
یاراں صلائے عشق ست ار میکنید کارے
اے یارو! عشق کی پکار ہے، اگر کوئی کام کرو

چشمِ فلک ندیدہ زیں خوبتر حریفے
اس سے زیادہ حسین دوست آسمان کی آنکھ نے نہیں دیکھا ہے
در دامِ کس نیفتد زیں خوبتر شکارے
اس سے بہتر شکار کسی کے جال میں نہ پھنسے گا

اے روئے خوبت از گل صد بار نازنیتی
اے دلبر! تیرا چہرہ، پھول سے سوگنا نازنین ہے
یارب کہ رہ نیابد بر دامنِ تو خارے
خدا کرے تیرے دامن کی طرف، کانٹے کو راستہ نہ ملے

چشمے کہ دیدہ باشد جسمے ز جاں مرکب
ایسا جسم جو جان سے بنا ہو کس کی آنکھ نے دیکھا ہوگا؟
بر دامنش مبادا زیں خاکداں غبارے
خدا کرے اس کے دامن پر اس خاکدان سے غبار نہ پڑے

چوں من شکستہ را از پیش خود چہ رانی
مجھ جیسے شکستہ کو اپنے سامنے سے کیوں بھگاتا ہے؟
کم غایتِ تمنا بوسے ست یا کنارے
اس لیے کہ میری انتہائی تمنا، بوسہ ہے یا معانقہ

مے بیغش ست بشتاب وقتِ خوش ست دریاب
خالص شراب ہے جلدی کر، اچھا وقت ہے پالے
سالِ دگر کہ دارد امیدِ نو بہارے
دوسرے سال نو بہار کی امید کون رکھتا ہے؟

چوں ایں گرہ کشایم ویں راز وا نمایم
میں کس طرح یہ گرہ کھولوں اور اس راز کو کس طرح ظاہر کروں
دردے و صعب دردے کارے و سخت کارے
درد ہے اور سخت درد، کام ہے اور مشکل کام

در بوستاں حریفاں مانندِ لالہ و گل
یار لوگوں نے باغ میں لالہ و گل کی طرح
ہر یک گرفتہ جامے بر یادِ گلعذارے
ہر ایک نے جام تھام رکھا ہے کسی گل رخسار معشوق کی یاد میں

ہر تارِ موئے حافظ در دستِ ترکِ شوخیست
حافظ کے بالوں کا ہر تار، ایک شوخ ترک کے ہاتھ میں ہے
مشکل تواں نشستن در ایں چنیں دیارے
اس جیسے وطن میں، بیٹھنا مشکل ہے

ـــ یار میرے پاس سے ہوکر گذر گیا اور ہمارے پاس نہ ٹھہرا، گویا ہماری عمر برباد گئی۔
ـــ دنیا سے دل نہ لگانا چاہیے اس نے سیکڑوں بڑے بڑے آدمیوں کو ہلاک کیا ہے۔
ـــ شعر دل کے آخر میں ہے فصیح ہے زیادہ گردان مچلتا فی دو کول
ـــ میرے معشوق جیسا آج تک نہیں پیدا ہوا اس سے زیادہ حسین شکار کسی کے جال میں نہیں پھنسا ہے۔
ـــ اس کا جسم ہماری جان سے بنا ہے خدا اس کو مصائب سے بچائے۔
ـــ کم، کرم کا مخفف ہے یعنی میری تمنا صرف بوسہ و کنار ہے۔
ـــ دوسرے موسم بہار تک کون جیتا ہے اسی موسم میں کام کرلے۔
ـــ حافظ کا رونگٹا رونگٹا ایک شوخ معشوق کے ہاتھ میں ہے لہٰذا وہ چین سے کیسے بیٹھ سکتا ہے۔

صبا تو نکہت آں زلفِ مشکبو داری — بیادگار بمانی کہ بوئے او داری
اے صبا! تو اس مشک جیسی خوشبو والی زلف کی خوشبو رکھتی ہے — تو یادگار بنے گی کیونکہ تو اس کی خوشبو رکھتی ہے

دلم کہ گوہرِ اسرارِ حسن و عشق در دست — تواں بدستِ تو دادن گرش نکو داری
میرا وہ دل، جس میں حسن اور عشق کے راز کے موتی ہیں — تیرے ہاتھ میں دیا جا سکتا ہے، اگر تو اسکو اچھی طرح رکھے

دراں شمائلِ مطبوع، ہیچ نتواں گفت — جز ایں قدر کہ رقیبانِ تند خو داری
ان پسندیدہ اخلاق کے بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا ہے — اس کے علاوہ کہ تو بد مزاج نگہبان رکھتا ہے

نوائے بلبلت اے گل کجا پسند افتد — کہ گوشِ ہوش بمرغانِ ہرزہ گو داری
اے پھول! تجھے بلبل کی آواز کب پسند آئے گی! — اس لیے کہ تیرا ہوش کا کان، بیہودہ گو پرندوں کی طرف ہے

ز جرعۂ تو سرم مست گشت و نوشت باد — خود از کدام خمست اینکہ در سبو داری
تیرے ایک گھونٹ سے میرا سر مست ہو گیا، خدا کرے تیرے لئے خوشگوار — یہ کون سے مٹکے کی ہے، جو تیری ٹھلیا میں ہے!

قبائے حسن فروشی ترا بزیبد و بس — کہ ہمچو گل ہمہ آئینِ رنگ و بو داری
حسن فروشی کی قبا، صرف تجھے زیب دیتی ہے — اس لیے کہ تو پھول کی طرح رنگ، اور خوشبو کے سب طریقے رکھتا ہے

زمانہ گر بزند آتشم بخرمنِ عمر — [illegible]
زمانہ گر ہمہ مشکِ ختن دہد بر باد — فدائے تو کہ خط و خال مشکبو داری
اگر زمانہ ختن کا سارا مشک برباد کر دے — میں تجھ پر قربان کہ تو مشک کی خوشبو والے خط و خال رکھتا ہے

دم از ممالکِ خوبی چو آفتاب زدن — ترا سزد کہ غلامانِ ماہرو داری
آفتاب کی طرح حسین غلاموں کا دم بھرنا — تجھے پھبتا ہے، کیونکہ تو چاند جیسے چہرے والے غلام رکھتا ہے

بسرکشیِ خود اے سروِ جویبار مناز — کہ گر باو رسی از شرم سر فرو داری
اے نہر کے سرو! اپنی سربلندی پر ناز نہ کر — اس لیے کہ اگر تو اس کے پاس پہنچے گا شرم سے سر جھکا لیگا

دعاش گفتم و خنداں بزیرِ لب میگفت — کہ کیستی تو و با ما چہ گفتگو داری
میں نے اس کو دعا دی، اور وہ زیرِ لب مسکراتا ہوا کہہ رہا تھا — کہ تو کون ہے، اور تجھے ہم سے کیا کہنا ہے؟

ز کنجِ مدرسہ حافظ مجوئی گوہرِ عشق
اے حافظ! مدرسہ کے گوشہ میں عشق کا گوہر تلاش نہ کر

قدم بروں نہ اگر میلِ جستجو داری
اگر جستجو کی خواہش ہے، تو باہر قدم نکال

صبحست و ژالہ میچکد از ابرِ بہمنی — برگِ صبوح ساز و بدہ جامِ یکمنی
صبح ہے، اور بہمن کے مہینے کے ابر سے برف برس رہی ہے — صبح کی شراب کا سامان تیار کر، اور ایک من والا جام دے

در بحرِ مائی و منی افتادہ ام بیار — مے تا خلاص بخشدم از مائی و منی
میں خودی اور انانیت کے سمندر میں پڑا ہوں، لا — شراب، تاکہ وہ مجھے خودی اور انانیت سے نجات دیدے

خونِ پیالہ خور کہ حلالست خونِ او — در کارِ یار کوش کہ کاریست کردنی
پیالہ کا خون پی، اس لیے کہ اس کا خون حلال ہے — یار کے معاملہ میں کوشش کر، کیونکہ یہ کرنے کا کام ہے

گر صبحدم خمار ترا دردِ سر دہد — پیشانیِ خمار ہماں بہ کہ بشکنی
اگر تجھے خمار صبح کے وقت دردِ سر میں مبتلا کرے — یہی بہتر ہے، کہ تو خمار کا سر پھوڑ دے

---

[1] چونکہ صبا میں محبوب کی زلف جیسی خوشبو ہے لہٰذا وہ یادگار رہیگی۔
[2] اس کی خوبیوں میں کوئی گفتگو کا موقع نہیں ہے بس اس قدر ہے کہ اس کے نگہبان سخت مزاج ہیں۔
[3] چونکہ محبوب اغیار کی طرف متوجہ ہے تو ہماری کب سنے گا۔
[4] اگر زمانہ سے ختن کا مشک مفقود ہو جائے تو کوئی حرج نہیں محبوب کے خد و خال کافی ہیں۔
[5] دوسرے ستاروں کی روشنی آفتاب کی عطا کردہ ہے لہٰذا وہ اگر حسن کا دعویٰ کرے تو اس کو حق ہے۔ اسی طرح معشوق بمنزلہ آفتاب کے ہے اور دوسرے حسین ستارے ہیں۔
[6] سرو محبوب کے سامنے جا کر اس کے قد کے مقابلہ میں شرما جائیگا۔
[7] عشق کا موتی مدرسہ سے باہر قدم نکالنے سے حاصل ہو سکیگا۔
[8] بہمن ایک فارسی مہینہ کا نام ہے، برگ، ساز و سامان، من، ایک سیر بارہ چھٹانک کا ہوتا ہے۔
[9] شعر م

م بجز دیک لحظہ بوزن صد خطر در آستیں دارد — خدا اجرے دہد کے را کہ بے ما سکند ما را
[10] خمار وہ اعضا شکنی ہے جو نشہ کے اترنے کے وقت ہوتی ہے یعنی خمار کو شراب سے دور کر۔

ساقی بہوش باش کہ غم در کمین ماست — مُطرب نگاہ دار ہمیں رہ کہ میزنی
اے ساقی ہوشیار ہو کیونکہ غم ہماری گھات میں ہے — اے مُطرب اس سُر کا خیال رکھ جو تو گا رہا ہے

مے دہ کہ سر بگوش من آورد چنگ و گفت — خوش باش و پند بشنو ازیں پیرِ مُنحنی
شراب دے، اس لیے کہ چنگ، میرے کان کے پاس لائی اور کہا — خوش رہ، اور اس کبڑے بوڑھے کی نصیحت سن لے

ساقی بہ بے نیازیِ یزداں کہ مے بیار — تا بشنوی ز صوتِ مُغنّی ہُوَ الغنی
اے ساقی! تجھے خدا کی بے نیازی کی قسم، شراب لا — تاکہ تو مُطرب کی آواز سے "وہ بے نیاز ہے" سنے

حافظ نہالِ قدِ تو در جوئبارِ چشم
حافظ نے تیرے قد کے پودے کو آنکھوں کی نہر میں
خوں خورد و برنشاند و تو خواہی کہ برکنی
خون پیا، اور لگایا، اور تو چاہتا ہے کہ اکھیڑ دے

طفیلِ ہستیِ عشق اند آدمی و پری — ارادتے بنما تا سعادتے ببری
آدمی اور پری عشق کے وجود کا طفیل ہیں — ارادت ظاہر کر، تاکہ تو سعادت حاصل کرے

چو مستعدِ نظر نیستی وصال مجوی — کہ جامِ جم ندہد سود وقتِ بے بصری
جبکہ تجھ میں دیکھنے کی استعداد نہیں ہے وصال ڈھونڈھ — اس لیے کہ نابینائی کے وقت جامِ جم فائدہ نہیں دیتا ہے

مئے صبوح و شکر خوابِ صبحدم تا چند — بعذرِ نیم شبی کوش و نالۂ سحری
صبوحی شراب، اور صبح کی میٹھی نیند کب تک؟ — آدھی رات کے وقت عذر اور صبح کی گریہ وزاری کی کوشش کر

بوئے زلف و رخت میروند و می آیند — صبا بغالیہ سائی و گل بجلوہ گری
تیری زلف کی خوشبو اور رخ کے پاس آتے جاتے ہیں — صبا خوشبو مہکانے کے لیے اور پھول جلوہ دکھانے کی وجہ سے

بکوش خواجہ و از عشق بے نصیب مباش — کہ بندہ را نخرد کس بہ عیبِ بے ہنری
اے خواجہ! کوشش کر، اور عشق سے بے نصیب رہ — اس لیے کہ بندہ کا عیب ہوتے ہوئے غلام کو کوئی نہیں خریدتا

بیا و سلطنت از ما بخر بمایۂ حُسن — ازیں معاملہ غافل مشو کہ حیف خوری
آ، اور حسن کے سرمایہ کے بدلے ہم سے سلطنت خرید لے — اس معاملے سے غافل نہ ہو، ورنہ افسوس کرے گا

دعائے گوشہ نشیناں بلا بگرداند — چرا بگوشۂ چشمے بما نمی نگری
گوشہ نشینوں کی دعا، مصیبت ٹال دیتی ہے — کن انکھیوں سے، تو ہمیں کیوں نہیں دیکھتا ہے؟

مرا ازیں ظلمات آنکہ رہنمائی کرد — دعائے نیم شبی بود و گریۂ سحری
جس نے میری ان تاریکیوں میں راہنمائی کی — وہ آدھی رات کی دعا، اور صبح کا رونا تھا

ز ہجر و وصلِ تو در حیرتم چہ چارہ کنم — نہ در برابرِ چشمی نہ غائب از نظری
میں حیران ہوں، تیرے ہجر اور وصل کی کیا تدبیر کروں؟ — نہ تو آنکھوں کے سامنے ہے، نہ نظر سے غائب ہے

طریقِ عشق طریقے عجب خطرناک ست — نعوذ باللہ اگر رہ بمامنے نبری
عشق کا راستہ عجب خطرناک راستہ ہے — خدا کی پناہ اگر تجھے کسی امن کی جگہ کا راستہ نہ ملے

ہزار جانِ گرامی بسوخت زیں غیرت — کہ ہر صباح و مسا شمعِ مجلسِ دگری
اس غیرت سے ہزاروں قیمتی جانیں جل گئیں — کہ تو ہر صبح و شام دوسرے کی مجلس کی شمع ہے

ملہ پیرِ مُنحنی سے چنگ مراد ہے چونکہ وہ کبڑی ہوتی ہے اور چونکہ اس کا کان رہ مُطرب کے کان کے پاس ہوتا ہے لہٰذا سر بگوش آورد کہا ہے۔
ملہ خدا کی ذات بے نیاز ہے وہ ہماری شراب خوری پر کیا گرفت کرے گا، ہُوَ الغنی یعنی وہ اللہ بے نیاز ہے۔
سے ایک حدیث میں آیا ہے خدائے تعالےٰ نے فرمایا، میری ذات ایک مخفی خزانہ تھی میں نے چاہا کہ پہچانا جاؤں، اسی پہچان کی خاطر جن و انس کو پیدا فرمایا
سے یعنی صبا اور پھول کی آمد و رفت اس لیے ہے کہ صبا تیری زلف سے خوشبو حاصل کرے، اور پھول تیرے رُخ سے جلوہ گری حاصل کرے۔
ہے ہماری طرف گوشۂ چشم سے التفات کر اور ہم گوشہ نشینوں کی دعائیں لے لے۔
ملہ دنیا کی تاریکیوں سے مجھے دعا اور رونے نے نجات دی ہے۔
ملہ اگر عشق کا راستہ کسی امن کی جگہ تک نہ پہونچائے تو پھر بہت ہی خطرے ہیں۔

چو ہر خبر کہ شنیدم رہے بحیرت داشت
چونکہ میں نے جو خبر بھی سنی اس نے حیرت تک پہونچایا

ازیں سپس من و ساقی و وضع بیخبری
اس کے بعد میں ہونگا، اور ساقی؛ اور بیخبری کی حالت

زمن بحضرت آصف کہ می برد پیغام
میری جانب سے آصف کے دربار میں کون پیغام لیجاتا ہے؛

کہ یاد گیرد دو مصرع زمن بلفظِ دری
کہ فارسی زبان کے میرے دو مصرعے یاد کرلے

بیا کہ وضعِ جہاں راچنانکہ می بینم
آ، دنیا کی حالت جیسی میں دیکھ رہا ہوں

گر امتحاں بکنی مے خوری و غم نخوری
اگر تو آزمائیگا تو شراب پیے گا اور غم نہ کھائے گا

کلاہِ سروریت کج مباد بر سرِ حسن
حسن کے سر پر تیری بادشاہی کی ٹوپی ٹیڑھی نہ ہو

کہ زیبِ تخت و سزاوارِ بخت تاج سری
اس لیے کہ تو تخت کی زینت اور اقبال کے لائق اور سر کا تاج ہے

بہ یمنِ ہمتِ حافظ امید ہست کہ باز
حافظ کی باطنی توجہ کی برکت سے امید ہے کہ پھر

أَرَى أُسَامِرُ لَيْلَايَ لَيْلَةَ الْقَمَرِ
میں اپنی لیلیٰ سے چاندنی رات میں قصہ گوئی کرتے دیکھوں گا

عمر بگذشت بہ بیحاصلی و بوالہوسی
ناکامی، اور بوالہوسی میں زندگی بیت گئی

اے پسر جامِ میم دہ کہ بہ پیری برسی
اے لڑکے! مجھے شراب کا جام دے تاکہ تو بڑھاپے کو پہونچے

چہ شکرہاست دریں شہر کہ قانع شدہ اند
اس شہر میں کیا مٹھاس ہے، کہ قانع ہو گئے ہیں

شاہبازانِ طریقت بہ شکارِ مگسی
طریقت کے شاہباز مکھی کے شکار پر

بال بکشا و صفیر از شجرِ طوبیٰ زن
پر کھول اور، طوبےٰ کے درخت سے چہچہا

حیف باشد چو تو مرغے کہ اسیرِ قفسی
افسوس ہے کہ تجھ جیسا پرند قفس کا قیدی ہے

کارواں رفت و تو در خواب و بیابان در پیش
قافلہ چلا گیا اور تو سویا ہے، اور گھات کی جگہ سامنے ہے

وہ کہ بس بیخبر از غلغلِ بانگِ جرسی
افسوس ہے کہ تو گھنٹے کی آواز کے شور سے بہت بیخبر ہے

دوش در خیلِ غلامانِ درش میرفتم
کل میں اس کے در کے نوکروں کے گروہ میں جارہا تھا

گفت کاے بیکس و بیچارہ تو یارِ چہ کسی
اس نے کہا کہ اے بے کس اور بے چارے تو کس کا دوست ہے؟

تا چو مجمر نفسے دامنِ جاناں گیرم
تاکہ انگیٹھی کی طرح تھوڑی دیر کے لئے معشوق کا دامن پکڑ لوں

دل بر آتش بنہادم زپئے خوش نفسی
میں نے دل کو آگ پر رکھدیا، سانس کو خوشبودار بنانے کے لئے

لَمَعَ الْبَرْقُ مِنَ الطُّورِ وَآنَسْتُ بِهِ
طور سے بجلی چمکی اور میں نے وہ دیکھی

فَلَعَلِّي لَكَ آتٍ بِشِهَابٍ قَبَسٍ
پس، شاید کہ میں تیرے لیے ایک شعلہ لے آؤں

با دلِ خوں شدہ چوں نافہ خوشش باید بود
نافہ کی طرح خون شدہ دل پر اُسکو خوش ہونا چاہیے

ہر کہ مشہورِ جہاں گشت بہ مشکیں نفسی
جو دنیا میں مشک جیسے سانس میں مشہور ہوگیا ہو

چند پوید بہوائے تو زہر سو حافظ
حافظ، ہر جانب سے تیرے عشق میں کتنا دوڑے

يَسَّرَ اللّٰهُ طَرِيقًا بِكَ يَا مُلْتَمِسِي
اے میرے مدعی! خدا تیری طرف راستہ کو آسان کردے

ے دنیا کی باتیں مجھے حیرت میں ڈالدیتی ہیں اب شراب پیکر اپنے آپ کو بیخبر بنادونگا۔
ے وہ فارسی کے دونوں مصرعے اگلے شعر میں مذکور ہیں۔
ے حاصلِ زندگی شراب نوشی ہے۔ دوسرے مصرع میں ساقی کے لیے دعا ہے۔
ے معلوم نہیں دنیا میں کیا مٹھاس ہے کہ بڑے بڑے صوفیا اس میں پھنسے ہیں۔
ے مرغ سے مراد روح ہے یعنی جسم کے پنجرے سے نکل اور طوبیٰ جو جنت کا درخت ہے اس پر پہونچ۔
ے ساتھی چلے جاچکے ہیں اور تو خوابِ غفلت میں سویا پڑا ہے۔
ے میں کل اس کے غلاموں کے ہمراہ جارہا تھا تو بطور تجاہلِ عارفانہ مجھ سے دریافت کرنے لگا تو کس کا عاشق ہے۔
ے انگیٹھی کی آگ پر خوشبو ڈالی جاتی ہے تاکہ وہ مہکے میں نے بھی دل کو آتشِ عشق پر رکھدیا ہے تاکہ اسمیں مہک پیدا ہو۔
ے خون جلتا ہے تو جب نافہ میں مشک بنتا ہے لہٰذا ہر بڑے کو خون جلانا پڑتا ہے۔ ے آصف سے عماد بن محمود وزیر قطب الدین مراد ہے۔

کَتَبْتُ قِصَّۃَ شَوْقِیْ وَمَدْمَعِیْ بَاکٍ
میں نے اپنے عشق کا قصہ لکھا، اور میری آنکھیں رو رہی تھیں

بیا کہ بے تو بجاں آمدم ز غمناکی
آجا! اس لیے کہ تیرے بغیر غم کی وجہ سے جان سے عاجز ہوں

بسا کہ گفتہ ام از شوق با دو دیدۂ خویش
بسا اوقات میں نے اپنی دونوں آنکھوں سے کہا ہے شوق کہاں ہے

اَیَا مَنَازِلَ سَلْمٰی وَ اَیْنَ سَلْمَاکِ
اے سلمیٰ کے مقامات، اور تیری سلمیٰ کہاں ہے؟

عجیب واقعہ و لیں غریب حادثہ ایست
عجیب واقعہ، اور بہت نادر حادثہ ہے

اَنَا اضْطَرَبْتُ قَتِیْلًا وَ قَاتِلِیْ شَاکٍ
میں قتل ہو کر تڑپا، اور میرا قاتل شاکی ہے

کرا رسد کہ کند عیب دامنِ پاکت
کس کی طاقت ہے، کہ تیرے پاک دامن پر عیب لگائے

کہ ہمچو قطرہ کہ بر برگِ گل چکد پاکی
اس لیے کہ تو اس قطرے کی طرح جو پھول کی پتی پر ٹپکے پاک ہے

ز خاکِ پائے تو داد آبروئے لالہ و گل
تیرے پیروں کی خاک سے، لالہ اور گل کو آبرو دی

چو کلکِ صنع رقم زد ز آبی و خاکی
جب قدرت کے قلم نے آبی اور خاکی کا نقش بنایا

صبا عبیر فشاں گشت ساقیا برخیز
اے ساقی! اٹھ، صبا عبیر چھڑکنے والی بن گئی ہے

وَھَاتِ شَمْسَۃَ کَرْمٍ مُطَیَّبَۃً الْبَاکِ
اور پاک و صاف انگور کی شراب لا

اثر نماند ز من بے شمائلت آرے
تیری صورت کے بغیر، میرا نشان نہ رہا، ہاں

اَرٰی مَاٰثِرَ مَحْیَایَ مِنْ مُحَیَّاکِ
میں اپنی زندگی کے نشان تیری صورت سے سمجھتا ہوں

دَعِ التَّکَاسُلَ تَغْنَمْ فَقَدْ جَرٰی مَثَلٌ
سستی چھوڑ دے، مال غنیمت حاصل کرلیگا اسلیے کہ مثل مشہور ہے

کہ زادِ راہروان چستی ست و چالاکی
کہ مسافروں کا توشہ، چستی اور چالاکی ہے

بآبروئے گل و خاکِ پائے سرو کہ نیست
پھول کی آبرو، اور سرو کے پیروں کی خاک کی قسم کہ نہیں ہے

چنیں بدیع جمالے ز آبی و خاکی
ایسے عمدہ جمال والا، آبی اور خاکی میں

ز وصفِ حسنِ تو حافظ چگونہ نطق زند
حافظ تیرے حسن کی خوبیوں کو کس طرح بیان کرے؟

کہ چوں صفاتِ الٰہی ورائے ادراکی
تو خدائی صفات کی طرح، ادراک سے پرے ہے

کہ برد بنزدِ شاہاں زمن گدا پیامے
مجھ فقیر کا بادشاہوں کے پاس کون پیام لے جائے

کہ بکوئے مے فروشاں دو ہزار جم بجامے
کہ شراب فروشوں کے کوچہ میں دو ہزار جمشید ایک جام کے ہیں

اگر ایں شراب خام ست اگر آں حریف پختہ
اگر یہ شراب کچی ہے، اگر وہ رقیب پختہ ہے

بہزار بار بہتر ز ہزار پختہ خامے
ایک کچا ہزار بار، ہزار پختہ سے بہتر ہے

شدہ ام خراب بدنام و ہنوز امیدوارم
میں برباد اور بدنام ہو گیا ہوں، اور اب بھی امیدوار ہوں

کہ ز بد خلاص یابم بدعائے نیکنامے
کہ کسی نیکنام کی دعا کے ذریعہ، بدی سے نجات پا جاؤں،

تو کہ کیمیا فروشی نظرے بقلبِ ما کن
تو جو کہ کیمیا فروش ہے، ہمارے قلب پر ایک نظر ڈال دے

کہ بضاعتے نداریم و فگندہ ایم دامے
اس لیے کہ ہم کوئی سرمایہ تو رکھتے نہیں ہیں اور ہم نے جال پھیلا رکھا ہے

بکجا برم شکایت بکہ گویم ایں حکایت
شکایت کہاں لیجاؤں، یہ حکایت کس سے کہوں

کہ لبت حیاتِ ما بود و نداشتی دوامے
کہ تیرے ہونٹ ہماری زندگی تھے اور تجھے ٹکاؤ نہ ہوا

۱؎ عاشق نے رو رو کر محبوب کو اپنے شوق کا حال لکھا، اور لکھا کہ اب آ جا۔

۲؎ محبوب نے ہمیں قتل تک کر ڈالا لیکن پھر بھی اس کی شکایتیں رفع نہ ہوئیں۔

۳؎ تو اس قطرۂ شبنم کی طرح پاک صاف ہے جو پھول کی پتی پر ہوتا ہے

۴؎ آدم کا پتلا پانی اور مٹی سے بنایا گیا لہٰذا انسان آبی اور خاکی ہے۔

۵؎ انسان چستی اور چالاکی ہی سے کچھ حاصل کر سکتا ہے سست محروم رہتا ہے۔

۶؎ جس طرح خدا کی صفتوں کا عقل ادراک نہیں کر سکتی ہے اسی طرح تیری خوبیاں بھی ہیں لہٰذا ان کی تعریف ممکن نہیں ہے۔

۷؎ شراب فروشوں کے کوچہ میں دو ہزار جمشید کی قیمت ایک جام ہے۔

۸؎ کچی شراب پختہ رقیب سے ہزار گنا بہتر ہے۔

۹؎ ایک نظر ڈال کر ہمارے دل کی حالت بدل دے۔

۱۰؎ مجھے یہ شکایت ہے کہ تیرے ہونٹوں سے میری زندگی وابستہ تھی لیکن تو نے وفاداری سے کام نہیں لیا۔

عجب از وفائے جاناں کہ تفقدے نفرمود
معشوق کی وفاداری پر تعجب ہے، کہ مہربانی نہ فرمائی
نہ بہ نامہ و پیامے نہ بپرسش و سلامے
نہ تو نامہ و پیام سے، نہ پرسش اور سلام سے

برو اے پارسایاں کہ نماند پارسائی[1]
اے نیکو! چلے جاؤ، اس لیے کہ نیکی ختم ہو گئی
مے ناب درکشیدیم و نماند ننگ و نامے
ہم نے خالص شراب پی لی، اور ننگ و نام نہیں رہا

ز رہم میفگن اے شیخ تو بدانہائے تسبیح[2]
اے شیخ! تسبیح کے دانوں سے تو مجھے راستے سے نہ ہٹا
کہ چو مرغ زیرک افتد نفتد بہیچ دامے
اس لیے کہ سمجھدار پرند جب اتر آتا ہے تو کسی جال میں نہیں پھنستا

سر خدمت تو دارم بخرم بہیچ و مفروش
مجھے تیری خدمتگزاری کا خیال ہے، مجھے مفت لے لے اور نہ بیچ
کہ چو بندہ کمتر افتد بمبارکی غلامے
اس لیے کہ بندہ کی طرح مبارک ہونے میں کوئی غلام کم ہوگا

بکشائی تیر مژگان و بریز خون حافظ
تو پلکوں کے تیر چلا دے، اور حافظ کا خون بہا دے
کہ چناں کشندہ را نکشد کس انتقامے[3]
اس لیے کہ ایسے قاتل سے کوئی بدلہ نہیں لیتا

گفتند خلائق کہ توئی یوسف ثانی[4]
لوگوں نے کہا، تو یوسف ثانی ہے
چوں نیک بدیدم بحقیقت بہ از آنی
جب میں نے خوب دیکھا، تو حقیقت تو اس سے بہتر ہے

در عشق تو ام شہرہ چو فرہاد و عجب نیست
میں تیرے عشق میں فرہاد کی طرح مشہور ہوں اور تعجب نہیں ہے
اے خسرو خوباں کہ تو شیریں زمانی
اے حسینوں کے بادشاہ تو اپنے زمانہ کی شیریں ہے

تشبیہ دہانت نتواں کرد بہ غنچہ[5]
تیرے منہ کو غنچے سے تشبیہ نہیں دی جا سکتی ہے
ہرگز نبود غنچہ بایں تنگ دہانی
غنچہ ایسا تنگ دہن کبھی نہیں ہو سکتا ہے

صد بار بگفتی کہ دہم زاں دہنت کام
تو نے سو بار کہا کہ اس منہ سے تیرا مقصد پورا کر دوں گا
چوں سوسن آزاد چرا جملہ زبانی
آزاد سوسن کی طرح، تو مجسم زبان کیوں ہے؟

گفتی کہ دہم کامت و جانت بستانم
تو نے کہا، تیرا مقصد پورا کر دوں گا، اور تیری جان لے لوں گا
ترسم ندہی کامم و جانم بستانی
مجھے ڈر ہے، تو میرا مقصد پورا نہ کرے گا اور میری جان لے گا

چشم تو خدنگ از سپر جاں گذرانید[6]
تیری آنکھ نے، تیر جان کی ڈھال کے پار کر دیا
بیمار کہ دیدہ است بایں سخت کمانی
ایسی سخت کمان والا بیمار، کس نے دیکھا ہے!

چوں اشک بیندازیش از دیدۂ مردم[7]
آنسوؤں کی طرح، تو اس کو لوگوں کی نظروں سے گرا دیتا ہے
آں را کہ دمے از نظر خویش برانی
جس کو تھوڑی دیر کے لئے، تو اپنی نظر سے ہٹا دے

گر سرو بماند از قد و رفتار تو بر پائے
اگر سرو تیرے قد اور رفتار کے سامنے کھڑا رہ گیا
بخرام کہ از سرو گذشتی بروانی
تو تو ٹہل، اس لیے کہ تو رعنائی میں سرو سے بڑھ گیا ہے

در راہ تو عاشق چو قلم کرد ز سر پائے[8]
عاشق نے تیرے راستے میں قلم کی طرح سر کو پیر بنا لیا
چوں نامہ چرا یکدمش از لطف نخوانی
تو مہربانی سے تھوڑی دیر کے لئے اس کو خط کی طرح کیوں نہیں پڑھتا ہے!

حافظ بجفا از تو شکایت ننماید[9]
حافظ تیرے ظلم کی شکایت نہیں کرتا ہے
زاں رو کہ بہر جور تو لطفیست نہانی
اس لیے کہ تیرے ہر ظلم میں ایک چھپی ہوئی مہربانی ہے

---

[1] اب میں نے شراب پی کر پارسائی اور ننگ و نام کا معاملہ ختم کر دیا لہٰذا میرے پاس اب پارساؤں کا کوئی کام نہیں ہے۔

[2] اے شیخ میں تیری تسبیح کے دانوں سے تیرے جال میں نہیں پھنس سکتا ہوں میں ایک مرغ زیرک ہوں۔

[3] تجھ جیسے قاتل کو بدلہ میں قتل نہیں کیا جا سکتا ہے لہٰذا تو اے قاتل مجھے قتل کر دے۔

[4] لوگ تجھے یوسف ثانی کہتے ہیں لیکن جب میں نے غور سے دیکھا تو تو یوسف سے بڑھ کر ہے۔

[5] لوگ تیرے منہ کو غنچے سے تشبیہ دیتے ہیں لیکن یہ غلط ہے ایسی تنگ دہنی اسکو میسر نہیں ہے۔

[6] تیری آنکھیں بیمار ہیں لیکن بڑی سخت کمان والی ہیں، تیری آنکھ کا تیر ڈھال کو پار کر گیا۔

[7] جس کو تو نظر سے گرا دے وہ آنسوؤں کی طرح لوگوں کی نظر سے گر جاتا ہے۔

[8] قلم سر کے بل چلتا ہے خط کو ہر آدمی قریب سے پڑھتا ہے۔

[9] جب تیرے ظلم میں بھی کرم ہے تو حافظ شکوہ کیسے کرے۔

از پیش مراں حافظِ غمدیدہ خود را
اپنے غمزدہ حافظ کو، سامنے سے نہ ہٹا

کز عشقِ رخت داد دل و دین و جوانی
اسلیے کہ اس نے تیرے رخ کے عشق میں، دل، اور دین، اور جوانی دی ہے

گذشتی بر منِ غمدیدہ از راہِ جفاکاری
مجھ غم زدہ پر تو از روئے جفا کاری گذرا

بلے تو عمری و بر عمر کے باشد وفاداری
ہاں تو زندگی ہے، اور زندگی میں وفاداری کب ہوتی ہے؟

رقیبے در پئے آزارِ جانِ ماست واویلا
ہائے افسوس، رقیب ہماری جان کے درپئے آزار ہے

سگِ کوئے تو پیدا کرد خوئے مردم آزاری
تیرے کوچہ کے کتے نے مردم آزاری کی عادت بنالی ہے

خطا باشد بدورِ عارض و زلفینِ او گفتن
اس کے رخسار اور دونوں زلفوں کے دور میں غلط ہوگا کرنا

سخن از نعبتانِ چینی و از مشکِ تاتاری
باتیں چینی گڑیوں، اور تاتاری مشک کی

بدہ ساقی مئے نابم کہ یکدم بیخبر گردم
اے ساقی مجھے خالص شراب دے، تاکہ فوراً بیخود ہو جاؤں

کہ جانم بر لب آمد از تکلفہائے ہشیاری
کیونکہ ہوش کی تکلیفوں سے میری جان ہونٹوں پر آگئی ہے

تو خواہی خونِ ما ریزی و خواہی لطف و احساں کن
تو خواہ ہمارا خون بہائے، خواہ مہربانی اور احسان کرے

عنانِ اختیارِ ما بدستِ تست و مختاری
ہمارے اختیار کی باگ تیرے ہاتھ میں ہے اور تو مختار ہے

گشتہ از آتشِ مے عارضِ تو گل وارے
شراب کی آگ سے تیرا رخسار پھول جیسا ہو گیا

چوں ننالم منِ دل سوختہ بلبل وارے
میں دل جلا، بلبل کی طرح کیسے نالہ نہ کروں

دلبرا بر رخِ زیبائے تو آں زلفِ سیاہ
اے دل برا تیرے حسین رخ پر، وہ کالی زلف

سایہ بر سمن انداختہ سنبل وارے
سمن پر سنبل کی طرح سایہ ڈالے ہوئے ہے

وائے آنکس کہ ننوشد مے و رندی نکند
اس شخص پر افسوس ہے، جو شراب نہ پیے اور رندی نہ کرے

شیشۂ مے چو صلا بر زدہ است قل وارے
جبکہ شراب کی بوتل نے قلقل شراب کی طرح آواز دی ہے

میکند قمریِ محنت زدہ در گوشۂ باغ
مصیبت زدہ قمری، باغ کے گوشہ میں نالہ کرتی ہے

از غمِ لالہ و گل نالہ بلبل وارے
لالہ اور پھول کے غم میں بلبل کی طرح

ظاہر آنست کہ از بہرِ پریشانیِ ماست
یہ ظاہر ہے کہ ہماری پریشانی کے لیے

حلقہ حلقہ شدہ آں زلفِ تسلسل وارے
وہ سلسلہ دار زلف، حلقہ در حلقہ ہوئی ہے

کے شود نیم نفس چوں تو گدائے حافظ
اے حافظ تجھ جیسا نیم جاں گدا کب بن سکتا ہے؟

بادشاہے کہ بود اہلِ تجمل وارے
وہ بادشاہ جو شان و شوکت والوں کی طرح ہے

لبش می بوسم و در میکشم مے
میں اس کے ہونٹوں کا بوسہ لیتا ہوں اور شراب پیتا ہوں

بآبِ زندگانی بردہ ام پے
مجھے آبِ حیات کا پتہ لگ گیا ہے

۱۔ محبوب میری زندگی ہے اور زندگی گذرنے والی چیز ہے اس سے وفا کی امید غلط ہے۔
۲۔ رقیب کتا ہے اور بعض کتے مردم آزار ہو جاتے ہیں۔
۳۔ دنیا کی تکالیف سے عاجز ہوں شراب بے مدہوش کر دے۔
۴۔ شراب پی کر معشوق کا چہرہ گل کی طرح چمک اٹھا تو میں بلبل جیسے نالے کیوں نہ کروں۔
۵۔ چہرے کو سمن اور زلفوں کو سنبل قرار دیا ہے۔
۶۔ زلفیں ہماری پریشانی میں اضافہ کرنے کے لیے گرہ در گرہ ہوتی ہیں۔
۷۔ آبِ زندگانی یہی ہے کہ معشوق کے ہونٹوں کو بوسہ دیا جائے اور شراب پی جائے۔

نہ رازش می توانم گفت باکس
میں نہ اس کا راز کسی سے کہہ سکتا ہوں

نہ کس را میتوانم دید باوے
نہ اس کے ساتھ، میں کسی کو دیکھ سکتا ہوں

گل[1] از خلوت بباغ آورد مسند
پھول، خلوت سے باغ میں مسند لے آیا

بساطِ زہد را چوں غنچہ کن طے
زہد کے بستر کو غنچہ کی طرح لپیٹ دے

بدہ[2] جامِ مے واز جم مکن یاد
شراب کا جام دے، اور جمشید کو یاد نہ کر

کہ میداند کہ جم کے بود وکے کے
کون جانتا ہے کہ جمشید کب تھا اور کیخسرو کب تھا؟

بزن بر چنگ چنگ اے ماہِ مطرب
اے چاند جیسے مطرب! چنگ پر چٹکی مار

رگش بخراش تا بخروشم از وے
اس کے تار کو حرکت دے تاکہ میں اس سے خروش میں آؤں

چو چشمت[3] مست را مخمور مگذار
اپنی آنکھوں جیسے مست کو اعضا شکنی میں نہ چھوڑ

بیادِ لعلش اے ساقی بدہ مے
اس کے ہونٹوں کی یاد پر اے ساقی شراب دے

نجوید[4] جاں از آں قالب جدائی
اس جسم سے، جان، جدائی نہیں چاہتی ہے

کہ باشد خونِ جامش در رگ وپے
جس کے رگ و پے میں جام کا خون ہو

لبش[5] می بوسم و خوں میخورد جام
میں اس کے ہونٹ کو بوسہ دیتا ہوں، اور جام خون پیتا ہے

رخش می بینم و گل میکند خوے
میں اس کا رخسار دیکھتا ہوں اور پھول کو پسینہ آتا ہے

چو مرغِ[6] باغ میگوید کہ ہو ہو
جب باغ کا پرندہ ہو ہو کہے

مدہ از دست جامِ بادہ ہے ہے
ہائے ہائے، تو ہاتھ سے شراب کا جام نہ چھوڑ

چو مجنوں در پئے دیدارِ لیلیٰ
لیلیٰ کے دیدار کی خواہش میں مجنوں کی طرح

بباید گشتن اے دل گردِ ہر حے
ہر قبیلہ کے گرد اے دل گردش کرنی چاہیے

تو با سلطانِ گل خوش باش و مے نوش
تو پھول کے بادشاہ کے ساتھ خوش رہ اور مے نوشی کر

غنیمت داں خلاصِ بہمن از دے
بہمن کے دے سے نجات پانے کو غنیمت سمجھ

زبانت در کش اے حافظ زمانے
تھوڑی دیر کے لئے اے حافظ! اپنی زبان بند کر لے

حدیثِ بے زباں را بشنو از نے
بانسری سے، بے زبان کی بات سن لے

مخمورِ جامِ عشقم ساقی بدہ شرابے
اے ساقی شراب دے، میں جامِ عشق سے خمار میں ہوں

پرکن قدح کہ بے مے مجلس ندارد آبے
پیالہ بھر دے اس لیے کہ شراب کے بغیر مجلس پر رونق نہیں ہوتی ہے

عشقِ رخِ چو ماہش در پردہ است نہ باید
اس کے چاند جیسے رخسار کا عشق در پردہ ٹھیک نہیں لگتا

مطرب بزن نوائے ساقی بدہ شرابے
اے مطرب ساز بجا، اے ساقی شراب دے

شد قامتم چو حلقہ تا بعد ازیں رقیبت
میرا قد حلقہ کی طرح ہو گیا تاکہ رقیب اس کے بعد

زیں در دگر نراند مارا بہیچ بابے
ہمیں پھر اس دروازے سے دوسرے در کی طرف نہ بھگائے

چوں آفتابِ رویش در دیدہ می نگنجد
جبکہ اس کے چہرے کا سورج آنکھوں میں نہیں سماتا ہے

اے دل چہ سود داری در دیدہ اضطرابے
اے دل! آنکھوں کے اضطراب سے تجھے کیا فائدہ ہے؟

---

[1] موسم بہار آ گیا ہے اب غنچے کی طرح زہد کی بساط کو طے کر کے رندی شروع کرنی چاہئے۔

[2] شراب کسی کو کیا معلوم کہ جمشید کب ہوا تھا اور کیخسرو کس زمانہ کا بادشاہ تھا لہٰذا اس دنیا کی ناپائداری کے پیش نظر شراب نوشی مناسب ہے۔

[3] مست وہ ہے جس پر شراب کا نشہ چڑھا ہوا ہو، مخمور وہ ہے جو اترے نشہ کا ماندہ ہو۔

[4] جو شخص شراب سے سیراب ہوتا ہے اس کی روح جسم کو چھوڑنا نہیں چاہتی ہے۔

[5] میں اس کے لب کا بوسہ لیتا ہوں تو جام کو رشک پیدا ہوتا ہے اس کے رخ کو دیکھتا ہوں تو پھول شرمندگی سے پسینہ پسینہ ہوتا ہے۔

[6] یعنی جب موسم بہار میں پرندے چہچہانے لگیں تو شراب کا پیالہ ہاتھ میں رہنا چاہئے۔

[7] شعر: بشنو از نے چوں حکایت میکند / وز جدائی ہا شکایت میکند

[8] در پردہ عشق زیادہ بہتر نہیں ہے کھل کر رندی ہونی چاہئے

[9] میں کبڑا ہو گیا ہوں، میرا قد حلقہ کی طرح ہو گیا ہے تاکہ حلقہ در بن جاؤں ... نہ بھگائے۔

در انتظارِ رویت ماؤ امیدواری
تیرے چہرے کے انتظار میں ہم ہیں اور امیدواری
وز عشوہ لبانت ماؤ خیالِ خوابے
اور تیرے ہونٹوں کی ادا کا خواب و خیال ہے اور ہم

دستِ غرض میالائی بر کاسہ کہ دانی
تو غرض کا ہاتھ آلودہ نہ کر ایسے پیالہ پر، جس کے بارے میں تو جانتا ہے
انجام کار نبود ازوے امید آبے
کہ انجام کار، اس سے پانی کی امید نہیں ہے

حافظ چہ می نہی تو دل بر وصالِ جاناں
اے حافظ! محبوب کے وصال پر تو کیا دل لگاتا ہے؟
کے تشنہ سیر گردد از لمعۂ سرابے
پیاسہ، سراب کی چمک سے کب سیراب ہوتا ہے؟

منم و آں زلف چوں زنجیر مارے
میں ہوں، اور وہ زلف زنجیر جیسا سانپ
پریشاں حال و رُو دیوانہ وارے
پریشان حال، اور دیوانوں جیسا چہرہ

بغیر از عاشقی و مے پرستی
مے پرستی، اور عاشقی کے سوا
ز دستم بر نیاید ہیچ کارے
میرے ہاتھ سے کوئی کام نہیں بنتا ہے

نگردد گردِ او غم ہر کہ بگرفت
غم اس کے پاس بھی نہیں آ سکتا جس نے اختیار کر لیا
چو چشمش گوشۂ از کنجِ غارے
اس کی آنکھوں کی طرح، غار کا گوشہ

زباران سرشک از چشمِ پُر خوں
پرخون آنکھوں کے آنسوؤں کی بارش سے
حریمِ کوئے او شد لالہ زارے
اس کے کوچہ کا صحن، لالہ زار بن گیا ہے

دریں صحرائے غم چوں گرد بادم
اس غم کے جنگل میں میں، بگولے کی طرح ہوں
ہمیشہ بیقرارے خاکسارے
ہمیشہ ایک بے قرار، خاکسار

دریں گلشن ندیدم جانبِ گل
اس چمن میں میں نے ایسا پھول نہیں دیکھا
کزو در پائے دل نشکستہ خارے
جس کی وجہ سے دل کے پیر میں کانٹا نہ ٹوٹ گیا ہو

نباشد ہیچ عاشق ہمچو حافظ
کوئی عاشق حافظ کی طرح نہ ہوگا
فقیرے بیکسے بے اعتبارے
فقیر، بے کس، بے اعتبار

مائیم و غمِ عشق جوانے و خیالے
ہم ہیں اور ایک جوان کے عشق کا غم اور ایک خیال
وز ماہِ رُخش گشتہ تنم ہمچو ہلالے
اور اس کے رُخ کے چاند سے، میرا جسم ہلال کی طرح ہو گیا ہے

با محنتِ ہجرِ تو شب و روز قرینم
میں دن رات تیرے ہجر کی تکلیف کا ساتھی ہوں
تا با تو کجا دست دہد روزِ وصالے
دیکھئے! تیرے وصال کا دن کب میسر آئے!

احوالِ مرا عرضہ کنی پیشِ نگارم
میرے احوال، میرے محبوب پر پیش کر دینا
اے بادِ صبا گر بود آنجات مجالے
اے بادِ صبا، اگر اس جگہ تیرا گذر ہو

ور زانکہ ز حالِ منِ بیچارہ بپرسد
اور اگر وہ مجھ بے چارے کا حال پوچھے
گو از غمِ ہجرانِ تو گشتہ ست خلالے
کہہ دینا تیرے فراق کے غم میں تنکا بن گیا ہے

ا شعر

۲ چونکہ میں اس کے کوچہ میں خون کے آنسو روتا پھرتا ہوں لہذا اس کا کوچہ لالہ زار بنا ہوا ہے۔
۳ جس معشوق سے بھی محبت کی بھلا محلا تکلیف اٹھانی پڑی ہے
۴ فی الحال تو شب و روز ہجر میں مبتلا ہوں اب دیکھئے وصال کا دن کب آتا ہے۔

ہر کس زجہاں منصب و مالے طلبیدہ — مارا غمِ عشقِ تو بہ از منصب و مالے
ہر شخص نے دنیا میں مرتبہ اور مال کی طلب کی ہے — ہمارے لئے تیرے عشق کا غم، مرتبہ اور مال سے بہتر ہے

حاشا کہ نخواہیم بدنیا و بہ عقبےٰ — جز خاکِ سرِ کوئے تو مالے و منالے
سچی بات یہ ہے کہ ہم دنیا اور عقبیٰ کے بدلے میں نہیں چاہتے ہیں — کوئی مال و دولت سوائے تیرے کوچہ کی خاک کے

گفتم بجہاں آرزوئے وصلِ تو دارم
میں نے کہا دنیا کے بدلے تیرے وصل کی آرزو رکھتا ہوں

گفتا چہ کنی حافظ سودائے محالے
اس نے کہا اے حافظ تو ایک ناممکن چیز کا خیال کیا کرتا ہے؟

مے خواہ و گل افشاں کن از دہر چہ میجوئی — ایں گفت سحرگہ گل بلبل تو چہ میگوئی
شراب مانگ اور پھول چھڑک، زمانہ سے کیا تلاش کرتا ہے؟ — پھول نے صبح کے وقت یہ کہا، بلبل تو کیا کہتی ہے؟

مسند بگلستاں بر تا شاہد و ساقی را — لب گیری و رخ بوسی مے نوشی و گل بوئی
مسند باغ میں لیجا، تاکہ تو معشوق اور ساقی کا — ہونٹ پکڑے، چہرہ چومے، شراب پئے اور پھول سونگھے

شمشاد خراماں کن آہنگِ گلستاں کن — تا سرو بیاموزد از قدِ تو دلجوئی
شمشاد کو ٹہلا، گلستاں کا ارادہ کر — تاکہ سرو تیرے قد سے دلجوئی سیکھ لے

اے غنچۂ خنداں دولت بکہ خواہد بود — اے شاخِ گلِ رعنا از بہر کہ میروئی
اے مسکراتے غنچے! تیری دولت کس کو حاصل ہوگی؟ — اے حسین پھول کی شاخ! تو کس کے لئے اُگ رہی ہے؟

امروز کہ بازارت پرجوشِ خریدارست — دریاب و بنہ گنجے از مایۂ نیکوئی
آج جبکہ تیرا بازار، خریداروں سے پرجوش ہے — غنیمت سمجھ اور بھلائی کے سرمایہ سے خزانہ جمع کر لے

آں طرہ کہ ہر مویش صد نافۂ چیں ارزد — خوش بودے اگر بودے بوئیش ز خوشخوئی
وہ زلف جس کا ہر بال چین کے سو نافوں کی قیمت کا ہے — کیا اچھا ہوتا، اگر اس میں خوش اخلاقی کی خوشبو ہوتی

چوں شمع نکوروئی در رہگذرِ بادست — طرفِ ہنرے بر بند از طورِ نکوروئی
خوبصورتی، شمع کی طرح ہوا کے راستہ پر ہے — خوبصورتی کے طریقے سے کسی ہنر کا فائدہ حاصل کرلے

ہر مرغ بدستانے در گلشنِ شاہ آمد
ہر پرند ایک داستان لیکر، بادشاہ کے باغ میں آیا ہے

بلبل بنوا سازی حافظ بدعاگوئی
بلبل نغمہ سرائی کے ساتھ، حافظ دعاگوئی کے ساتھ

نسیمِ صبحِ سعادت بداں نشاں کہ تو دانی — خبر بکوئے فلاں بر بداں زباں کہ تو دانی
اے خوش نصیبی کی صبح کی نسیم اس پتہ پر، جو تو جانتی ہے — فلاں کے کوچہ میں خبر لیجا اس زبان میں جو تو جانتی ہے

تو پیکِ حضرتِ شاہی مراد و دیدہ براست — کرم نما و بفرما خبر چناں کہ تو دانی
تو شاہی دربار کی قاصد ہے، میری دونوں آنکھیں منتظر ہیں — کرم کر، اور خبر سنا جس طرح کہ تو جانتی ہے

بگو کہ جانِ ضعیفم ز دست رفت خدا را — ز لعلِ روح فزایت ببخش آنکہ تو دانی
کہنا کہ میری کمزور جان ہاتھ سے چلی گئی، خدا کے لئے — اپنے روح کو بڑھانے والے ہونٹ سے وہ چیز دے جو تو جانتا ہے

ا دنیا میں ہر شخص جاہ و مال کا طالب ہے لیکن ہم تو صرف تیرا عشق چاہتے ہیں۔
ا پھول نے بلبل سے کہا، تو کیا کہتی ہے یہ سب بیکار باتیں ہیں، شراب نوشی کر اور گل افشانی کر۔
ا باغ میں مسند بچھا معشوق کے ہونٹوں اور رخسار کو بوسہ دے ساقی سے شراب پی اور پھول سونگھ۔
ا اے شمشاد جیسے قد والے محبوب باغ میں ٹہل تاکہ سرو تیرے قد سے دلجوئی حاصل کرے۔
ا محبوب مسکراتے ہوئے غنچہ کی طرح ہے اور حسین پھول کی شاخ معلوم ہوتا ہے نہ معلوم اس کا وصل کس کے مقدر میں ہے۔
ا محبوب کی زلف کے ہر بال میں سیکڑوں نافوں کی خوشبو ہے کاش اس میں خوش اخلاقی کی بھی خوشبو ہوتی۔
ا حسن شمع کی طرح ہے بجھنے کا ہر وقت خطرہ ہے اسی طرح حسن بھی زوال پذیر ہے۔
ا میں عشق و محبت کی زبان میں ہمارے محبوب تک ہمارا پیغام پہنچا دے۔

من ایں دو حرف نوشتم چنانکہ غیر ندانست
میں نے یہ دو حرف اس طور پر لکھے ہیں کہ دوسرا نہ جان سکے

تو ہم ز روئے کرامت چناں بخواں کہ تو دانی
تو بھی کرم کرکے ایسے طریقے پر پڑھ کہ تو ہی جانے

خیالِ تیغ تو با من حدیثِ تشنہ و آبست
تیری تلوار کا خیال میرے لیے، پیاسے اور پانی کا قصہ ہے

اسیرِ عشق چو کردی بکُش چناں کہ تو دانی
عشق کا قیدی جب تو نے بنایا تو مار ڈال جس طرح تو جانے

امید در کمرِ زر کشت چگونہ ببندم
میں تیرے زری کے کمر بند سے امید کیسے باندھوں!

دقیقہ ایست نگارا در آں میاں کہ تو دانی
اے معشوق! اس کے اندر ایک ایسا نکتہ ہے جس کو تو جانتا ہے

یکیست ترکی و تازی دریں معاملہ حافظ
اے حافظ! اس معاملہ میں ترکی، اور عربی زبان یکساں ہیں

حدیثِ عشق بیاں کن بہر زباں کہ تو دانی
عشق کی بات بیان کر، ہر اس زبان میں جو تو جانتا ہے

نوبہارست دراں کوش کہ خوشدل باشی
نوبہار ہے، اس میں کوشش کر کہ تو خوش دل رہے

کہ بسے گل بدمد باز و تو در گِل باشی
اس لیے کہ پھر بہت پھول کھلیں گے، اور تو مٹی میں ہوگا

چنگ در پردہ ہمی میدہدت پند و لے
چنگ پردہ کے اندر تجھے نصیحت دیتی ہے، لیکن

وعظت آنگاہ دہد سود کہ قابل باشی
تجھے وعظ اس وقت فائدہ دیگا، جبکہ تجھ میں صلاحیت ہو

من نگویم کہ چہ کن با کہ نشین و چہ بنوش
میں نہیں کہتا کہ، کہ تو کیا کر، کس کے ساتھ بیٹھ، اور کیا پی

کہ تو خود دانی اگر زیرک و عاقل باشی
اس لیے کہ تو خود جانتا ہے اگر تو ذہین اور سمجھدار ہے

در چمن ہر ورقے دفترِ حالے دگرست
چمن میں ہر ورق، دوسرے کے حال کا دفتر ہے

حیف باشد کہ ز حالِ ہمہ غافل باشی
افسوس ہوگا کہ تو سب کے حال سے غافل ہو

گرچہ راہیست پُر از بیم ز ما تا برِ دوست
ہم سے دوست تک اگرچہ خطرناک راستہ ہے

رفتن آساں بود ار واقفِ منزل باشی
اگر تو منزل سے واقف ہے تو جانا آسان ہے

نقدِ عمرت ببرد غصۂ دنیا بگزاف
دنیا کا رنج تیرے نقدِ عمر کو فضول ہی برباد کر دیگا

گر شب و روز دریں قصۂ باطل باشی
اگر تو دن رات، اس باطل قصہ میں رہے گا

حافظا گر مدد از بختِ بلندت باشد
اے حافظ! اگر بلند نصیبہ کی تجھے مدد حاصل ہوگی

صیدِ آں شاہدِ مطبوعِ شمائل باشی
تو تو اس پسندیدہ اخلاق معشوق کا شکار ہوگا

نورِ خدا نمایدت آئینۂ مجردی
یکسوئی کا آئینہ تجھے خدا کا نور دکھائے گا

از درِ ما درآ اگر طالبِ عشقِ سرمدی
ہمارے دروازے سے اندر آ، اگر تو دائمی عشق کا طالب ہے

بادہ بدہ کہ دوزخ ار نامِ گناہِ ما برد
شراب دے اس لیے کہ اگر دوزخ ہمارے گناہ کا نام لے گا

آب بر آتشش زند معجزۂ محمدی
محمدی معجزہ اس کی آگ پر پانی چھڑک دے گا

شعبدہ بازیے کنی ہر دم و نیست ایں روا
تو ہر وقت شعبدہ بازی کرتا ہے، اور یہ جائز نہیں ہے

قَالَ رَسُولُ رَبِّنَا مَا اَنَا قَطٌّ مِنْ اَدَدٍ
ہمارے رب کے رسول نے فرمایا ہے میں لہو و لعب سے نہیں ہوں، جو فریب دیتا ہے

ا میں نے رقیب سے چھپا کر تجھے خط لکھا ہے تو بھی چھپا کر پڑھ۔

۲ مجھے تیرے ہاتھوں قتل کی ایسی ہی تمنا ہے جیسے پیاسے کو پانی کی۔

۳ ظاہر ہے زری کی پیٹی کے درمیان کمر ہے جو بہت دقیق اور باریک ہے۔

۴ چنگ اپنے پردۂ ساز سے نصیحت سناتی ہے اگر صلاحیت ہے تو نصیحت کا اثر ہوگا۔

۵ شعر

۶ محبوب تک پہنچنے کا راستہ بہت خطرناک ہے واقف کار ہی منزل تک پہونچ سکتا ہے۔

۷ انسان مقدر ہی سے کسی معشوق کا شکار بن سکتا ہے۔

۸ جبتک انسان دنیاداری دھندوں سے قطع تعلق نہیں کرتا ہے خدا کا جلوہ اسے نظر نہیں آتا ہے۔

۹ شراب دے۔

۱۰ آنحضور کا معجزہ جہنم کی آگ بجھا دے گا۔

از چہ بعمد میکشی تیغِ جفا بکینِ من
جان بوجھ کر تو ظلم کی تلوار میری دشمنی کے لیے کیوں سونتتا ہے

فکر نمی کنی مگر فی عَمَدٍ مُّمَدَّدَۃٍ
شاید تو فی عَمَدٍ مُّمَدَّدَۃٍ پر غور نہیں کرتا ہے

گر تو بایں جمال و فر سوئے چمن کنی گذر
اگر تو اس حسن اور شان شوکت سے چمن کی طرف گزرے

سوسن و سرو و گل ترا جملہ شوند مقتدی
سوسن، اور سرو اور گلاب سب تیرے مقتدی بن جائیں

نقشِ خودی ز لوحِ دل پاک کنی تو در زماں
خودی کا نقش دل کی تختی سے تو اس وقت دھو ڈالے گا

گر بری بجان و دل راہ بکوئے بخردی
اگر تو عقل کے کوچہ کا دل اور جان سے راستہ طے کرے گا

جان و دلِ تو حافظا بستہ دامِ آرزوست
اے حافظ! تیری جان اور دل تمنا کے جال میں گرفتار ہیں

اے متعلق خجل دم مزن از مجردی
اے شرمندگی میں پھنسے ہوئے، آزادی کا دم نہ بھر

نوش کن جامِ شرابِ یکمنی
شراب کا یکمنی جام پی

تا بداں بیخ غم از دل برکنی
تاکہ اس کے ذریعہ تو دل سے غم کی جڑ اکھاڑ پھینکے

دل کشادہ دار چوں جامِ شراب
جام شراب کی طرح دل کو کشادہ رکھ

سر گرفتہ چند چوں خُمِ دنی
تو کب تک کینہ مٹکے کی طرح سر پکڑے رہیگا؟

چوں ز جامِ بیخودی رطلے کشی
جب بیخودی کے جام سے تو ایک رطل پی لیگا

کم زنی از خویشتن لافِ منی
پھر خودی کی ڈینگیں اپنے متعلق نہ مارے گا

دل بمے بر بند تا مردانہ وار
شراب سے دل لگا، تاکہ مردانہ وار

گردنِ سالوس و تقوی بشکنی
تو، مکر اور تقوے کی گردن مروڑ دے

خاک ساں شو در قدم نے ہمچو ابر
قدموں میں، خاک کی طرح بنجا، نہ کہ ابر کی طرح

جملہ رنگ آمیزی و تردامنی
سب رنگ آمیزی، اور تردامنی ہو

خیز و جہدے کن چو حافظ تا مگر
اٹھ اور حافظ کی طرح کوشش کر تاکہ شاید!

خویش را در پائے معشوق افگنی
تو اپنے آپ کو معشوق کے قدموں میں ڈالدے

وقت را غنیمت داں آنقدر کہ بتوانی
جس قدر تجھ سے ہو سکے وقت کو غنیمت جان

حاصل از حیات اے جاں یکدم ست تا دانی
اے جان! اگر تو سمجھے تو زندگی کا خلاصہ ایک سانس ہے

پیش زاہد از رندی دم مزن کہ نتواں گفت
رندی کی بات زاہد سے نہ کہہ، اسلیے کہ نہیں کہا جاسکتا ہے

با طبیب نامحرم حالِ دردِ پنہانی
چھپے درد کا حال نامحرم طبیب سے

باد عائے شبخیزاں اے شکر دہاں مستیز
اے شیریں دہن! شب بیداروں کی دعا سے نہ لڑ

در پناہ یک اسمست خاتمِ سلیمانی
سلیمانی انگوٹھی ایک نام کی پناہ میں ہے

کام بخشی دوراں عمر در عوض دارد
زمانہ سے مقصد براری کا بدلہ پوری عمر ہے

جہد کن کہ از عشرت کامِ خویش بستانی
کوشش کر کہ عیش و مسرت سے تو اپنا مقصد نکال لے

ے قرآن پاک میں جہنم کے متعلق آیا ہے
اِنَّهَا عَلَيْهِمْ مُّؤْصَدَةٌ فِىْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ ۝
وہ آگ ان پر بند کر دی جائیگی، وہ لوگ آگ سے لمبے لمبے ستونوں میں گھرے ہوں گے۔ یعنی تو مجھے قتل کرتا ہے اور اس آیت پر عقیدہ نہیں رکھتا ہے۔
ے اگر تو عقل سے کام لے گا تو کبر و خودی کو فوراً چھوڑ دے گا۔
ے جام کا منہ کھلا ہوا ہوتا ہے مٹکے کا سر بندھا ہوا ہوتا ہے۔
ے ابر میں طرح طرح کے رنگ پیدا ہوتے ہیں اور وہ تر دامن ہوتا ہے۔
ے نہ گذرے ہوئے سانس کا اعتبار نہ آنیوالے کا بھروسہ، صرف موجودہ سانس کا نام زندگی ہے۔
ے حضرت سلیمان کی حکمرانی صرف اسم اعظم کی برکت کی وجہ سے تھی جو آپ کی انگوٹھی پر کھدا ہوا تھا جب اس ایک نام میں یہ اثر تھا تو شب بیدار اللہ کے بہت سے ناموں کا ورد کرتے ہیں ان کی قوت کا خود اندازہ لگالے۔

یوسفِ عزیزم رفت اے برادراں رحمے
اے بھائیو! رحم کرو وہ میرا پیارا یوسف چلا گیا

کز غمش عجب دیدم حالِ پیرِ کنعانی
اس لیے کہ اس کے غم میں میں نے کنعان کے بوڑھے کا عجب حال دیکھا ہے

میروی و مژگانت خونِ خلق میریزد
تو جاتا ہے، اور تیری پلکیں لوگوں کا خون بہاتی ہیں

تند میروی جاناں ترسمت فرو مانی
اے جاناں! تو تیز چل رہا ہے میں ڈرتا ہوں تو تھک جائیگا

پندِ عاشقے بشنو و ز رہِ طرب باز آ
عاشق کی نصیحت سن، اور خوشی اور مستی کے راستے سے لوٹ آ

کاینہمہ نمی ارزد شغلِ عالمِ فانی
کیونکہ فانی دنیا کے یہ تمام شغل، کچھ قیمت نہیں رکھتے

زاہدِ پشیماں را ذوقِ بادہ در جانست
شرمندہ زاہد کی جان میں شراب کا شوق ہے

عاقلا مکن کارے کآورد پشیمانی
اے عقلمند! وہ کام نہ کر جو شرمندہ کرے

خم شکن نمیداند ایں قدر کہ صوفی را
مٹکا توڑنے والا، یہ نہیں جانتا ہے کہ صوفی کے

جنسِ خانگی باشد ہمچو لعلِ رمانی
گھر کی جنس رمانی لعل جیسی ہوتی ہے

گر تو فارغی از من اے نگارِ سنگیں دل
اے سنگین دل معشوق! اگر تو مجھ سے بے نیاز ہے

حالِ خود بخواہم گفت پیشِ آصفِ ثانی
میں اپنا حال آصف ثانی کے سامنے جاکہوں گا

از درم در آمد مست میزنم بشادی دست
وہ مست ہوکر میرے دروازے سے آگیا میں خوشی میں تالیاں بجا رہا ہوں

روشنی بما پیوست راستی بہ ار مانی
اگر تو واقعی قیام کرے تو روشنی ہم سے وابستہ ہوگئی

باغباں چو من زینجا بگذرم حرامت باد
اے باغباں! اگر میں یہاں سے چلا جاؤں تو تجھے حرام ہے

گر بجائے من سروے غیرِ دوست بنشانی
اگر میری جگہ دوست کے علاوہ تو کوئی سرو لگائے

دل ز ناوکِ چشمت گوشہ داشتم لیکن
میں نے تیری آنکھ کے تیر سے دل کی حفاظت کرلی، لیکن

ابروئے کماندارت می برد بہ آسانی
تیرا کماندار ابرو دل اس کو آسانی سے لیجاتا ہے

جمع کن باحسانے حافظِ پریشاں را
ذرا سا احسان کرکے پریشان حافظ کو دل جمعی عطا کردے

اے شکنج گیسویت مجمعِ پریشانی
اے وہ کہ تیری زلفوں کے خم پریشانی کا مجموعہ ہیں

ہزار جہد بکردم کہ یارِ من باشی
میں نے ہزاروں کوششیں کرلیں، کہ تو میرا دوست بنے

قرار بخشِ دلِ بیقرارِ من باشی
میرے بیقرار دل کو اطمینان بخشنے والا بنے

دمے بکلبۂ احزانِ عاشقاں آئی
تھوڑی دیر کے لیے عاشقوں کی غموں کی کوٹھری میں آئے

شبے انیسِ دلِ سوگوارِ من باشی
کسی رات کو میرے غمگین دل کا دوست بنے

دراں چمن کہ بتاں دستِ عاشقاں گیرند
جس چمن میں معشوق، عاشقوں کی دستگیری کرتے ہیں

گرت ز دست بر آید نگارِ من باشی
اگر تجھ سے بھی یہ ہوسکے، تو تو میرا معشوق بنے

چراغِ دیدۂ شب زندہ دارِ من گردی
تو میری شب بیدار آنکھ کا چراغ بنجائے

امیرِ روزِ من و روزگارِ من باشی
میرے دن اور وقت کا بھی حاکم بن جائے

رفیق و مونس و آرامِ جانِ من گردی
تو میری جان کا آرام، رفیق اور مونس ہوجائے

انیسِ خاطرِ امیدوارِ من باشی
میرے امیدوار، دل کا دوست بھی بن جائے

۱؎ عاشقوں کے سامنے سے اس قدر تیزی سے نہ گذر ورنہ تھک کر رہجائیگا۔
۲؎ محتسب ہمارے مٹکے پھوڑتا پھرتا ہے اس کو یہ معلوم نہیں کہ صوفی بھی گھر کی کھنچی ہوئی بادہ پندار سے مست ہے۔
۳؎ میں آصف ثانی سے جاکر شکایت کرونگا خواجہ صاحب آصف ثانی ہادی بن محمود سلطان قطب الدین کے وزیر کو کہتے ہیں۔
۴؎ جب ہم دنیا سے چلے جائیں تو ہماری قبر پر دوست کے قد کا سایہ ہو۔
۵؎ نظروں کے تیر سے تو میں دل کو بچا لے گیا لیکن ابرو سے زخم کھا۔
۶؎ کلبۂ احزان غموں کی کوٹھری وہ جگہ کہلاتی ہے جہاں حضرت یعقوب نے حضرت یوسف کے ہجر میں دن گذارے تھے۔
۷؎ جس چمن میں معشوق عاشقوں کی دستگیری کرتے ہیں اگر تو میری دستگیری کرے تو پھر تو میرا محبوب ہے۔
۸؎ مشرات بھر تہ اقصود یہ ہے کہ بیدار چراغ کے جو تاہے دن میں بھی اگر تو مجھے اپنا بنائے تو کیا بات

چو خسروانِ ملاحت[1] بہ بندگاں نازند
جب حسن وملیح کے بادشاہ غلاموں پر فخر کریں
دراں میانہ خداوندگارِ من باشی
اس وقت تو میرا آقا بن جائے

ازاں عقیق کہ خونیں دلم زعشوۂ او
اس عقیق کا جس کے ناز سے میں خونیں دل ہوں
اگر کنم گلہ راز دارِ من باشی
اگر میں شکوہ کروں، تو میرا رازدار بن جائے

شود غزالۂ خورشید صیدِ لاغرِ من[2]
سورج کا ہرن میرا کمزور شکار بن جائے
گر آہوئے چو تو یکدم شکارِ من باشی
اگر تجھ جیسا ہرن تھوڑی دیر کے لئے میرا شکار بن جائے

سہ بوسہ کز دو لبت کردۂ وظیفۂ من[3]
اپنے دو ہونٹوں کے تین بوسے جو تو نے میرے لیے مقرر کئے ہیں
اگر ادا نہ کنی وامدارِ من باشی
اگر تو ادا نہ کرے گا تو میرا قرض دار ہوگا

من ایں مراد نہ بینم بعمرِ خود کہ شبے
کیا میں اپنی زندگی میں یہ مراد حاصل نہ کر سکوں گا کہ کسی رات کو
بجائے اشکِ رواں در کنارِ من باشی
جاری آنسوؤں کی بجائے تو میری بغل میں ہو

منِ ارچہ حافظِ شہرم جوے نمی ارزم[4]
میں اگرچہ شہر کا حافظ ہوں ایک جَو کے برابر بھی نہیں ہوں
مگر تو از کرمِ خویش یارِ من باشی
ہاں، اگر تو کرم کرکے میرا یار بن جائے

ہوا خواہِ توام جاناں و میدانم کہ میدانی
اے جاناں! میں تیرا خیر خواہ ہوں اور مجھے معلوم ہے کہ تو جانتا ہے
کہ ہم نادیدہ میدانی و ہم ننوشتہ میخوانی
کیونکہ تو بدون دیکھے بھی جانتا ہے، بدون لکھے بھی پڑھتا ہے

ملامت گر چہ دریابد زرازِ عاشق و معشوق[5]
عاشق اور معشوق کے راز کو ملامت گر کیا جان سکتا ہے؟
نہ بیند چشمِ نابینا خصوص اسرارِ پنہانی
اندھی آنکھ اور چھپے رازوں کو خاص طور پر نہیں دیکھتی ہے

ملک در سجدۂ آدم زمیں بوسِ تو نیت کرد
فرشتہ نے آدم کو سجدہ کرنے میں تیری زمین بوسی کی نیت کی
کہ در حسنِ تو چیزے یافت غیر از طورِ انسانی
کیونکہ اس نے تیرے حسن میں انسانی طور طریقہ کے علاوہ کوئی چیز پائی

خمِ زلفت بنامِ ایزد کنوں مجموعۂ دلہاست
بنام خدا تیری زلف کا خم، اب دلوں کا مجموعہ ہے
مبادا ایں جمع را یارب غم از بادِ پریشانی[6]
اے خدا! اس جمع کو پریشانی کی ہوا کا غم نہ ہو

بیفشاں زلف و صوفی را بپا بازی و رقص آور
زلف کو جھٹک دے، اور صوفی کو بازی اور رقص میں لا
کہ از ہر رقعۂ دلقش ہزاراں بت بیفشانی[7]
تاکہ اس کی گدڑی کے ہر پیوند سے تو ہزاروں بت جھاڑ دے

دریغا عیشِ شبگیرے کہ در خوابِ سحر بگذشت
اس رات بھر کے عیش پر افسوس ہے جو صبح کی نیند میں گذر گیا
بداں قدرِ وصال اے دل کہ در ہجراں فرومانی[8]
اے دل وصل کی قدر جان لے کیونکہ تو ہجر میں عاجز آ جائیگا

ملول از ہمرہاں بودن طریقِ کاردانی نیست
ساتھیوں سے تنگ ہونا، تجربہ کاری کا طریقہ نہیں ہے
بکش دشوارئ منزل بیادِ عہدِ آسانی
آسانی کے زمانہ کی یاد میں منزل کی دشواری کو برداشت کرلے

کشادِ کارِ مشتاقاں دراں ابروئے دلبند است[9]
عاشقوں کے کام کی کشادگی، اس دلبند ابرو میں ہے
خدارا یک نفس با ما گرہ بکشا ز پیشانی
خدا کے لئے تھوڑی دیر ہم سے پیشانی کی گرہ کھول

چراغ افروزِ چشمِ ما نسیمِ زلفِ خوبانست
ہماری آنکھوں کا چراغ روشن کرنے والی، حسینوں کی زلف کی نسیم ہے
مبادا ایں قوم را یارب غم از بادِ پریشانی
اے خدا! اس قوم کو پریشانی کی ہوا کا غم نہ ہو

[1] جب حسین اپنے عاشقوں کی کثرت پر فخر کریں تو مجھے تو اپنا غلام شمار کرادے۔
[2] اگر تو میرا بنجائے تو پھر آفتاب میرا معمولی خادم ہو۔
[3] تو نے میرے لئے تین بوسے میرے لئے مقرر کئے ہیں اگر نہ دے گا تو مقروض رہے گا۔
[4] حافظ شہر ہونیکے باوجود کسی قابل نہیں ہوں اگر تو میرا یار بن جائے تو سب عزت کرنے لگیں۔
[5] ملامت گر ان رندوں کو نہیں سمجھ سکتا جو عاشق و معشوق کے درمیان ہیں وہ نابینا ہے۔
[6] تیری زلفوں کے پیچ میں عاشقوں کے دلوں کا مجمع ہے، خدا کرے ان کو پریشانی نہ ہو۔
[7] اگر تو اپنا جال کھا دے تو صوفی رقص کرنے لگیں اور ان کی گدڑیوں میں جو بت پوشیدہ ہیں، وہ گر جائیں یعنی ریاکاری ظاہر ہو جائے۔
[8] شب وصال کو عیش سے گذارنا چاہیے تاکہ ہجر کی مصیبتیں آسان معلوم ہوں۔
[9] اگر تیری پیشانی پر بل ہوتے ہیں تو عاشق رنجیدہ رہتے ہیں تو کشادہ پیشانی ہوتا ہے تو ان کا دل خوش محسوس کرتا ہے۔

امیداز بخت میدارم کہ بکشایم کمر بندت
مجھے نصیبہ سے امید ہے کہ تیرا پٹکا کھولوں گا
بآں شرطیکہ خاطر را ازیں مسکیں نرنجانی
اس شرط پر کہ تو اس مسکین سے طبیعت کو رنجیدہ نہ کرے

خیالِ چنبرِ زلفش فریبت میدہد حافظ
اے حافظ! تجھے اس کی زلف کے حلقہ کا خیال فریب دیتا ہے
نگر تا حلقۂ اقبالِ ناممکن نجنبانی
دیکھ لے تاکہ تو ناممکن اقبال کا حلقہ نہ ہلائے

یا مَبسِماً یَحاکی دُرجاً مِنَ اللّآلی
اے موتیوں کی ڈبیہ سے مشابہ ہونٹ
یارب چہ درخورآمد گردت خطِ ہلالی
یا خدا! تیرے چاروں طرف خطِ ہلالی کس قدر اچھا ہے

اے باغمِ تو مارا پیوندِ لایزالی
اے وہ کہ تیرے غم کے ساتھ ہمارا ہمیشہ کا جوڑ ہے
قَد ضَاعَ فِی هَوَاکُم عُمری ولا اُبالی
تمہاری محبت میں میری عمر ضائع ہو گئی اور میں پرواہ نہیں کرتا ہوں

یا راکِباً تَبرّأ عَن مُوثِقی وهادی
اے سوار! میرے قید کرنے والے اور رہنمائی کرنے والے کی خبر حاصل کر
اِن تَلقَ اَهلَ نَجدٍ کَلِّمهُم بِحَسبِ حالی
اگر تم نجد والوں سے ملو، میرے حسب حال بات کہدینا

مسند فرازِ دولت کانِ شکوہ و شوکت
دولت کی مسند کو بلند کرنے والا، دبدبے اور شوکت کی کان
برہانِ مُلک و ملت بونصر بوالمعالی
ابونصر ابوالمعالی، برہان الملک والملت ہے

دل رفت و دیدہ خوں شد تن خست و جاں رواں شد
دل چلا گیا، آنکھیں خون ہو گئیں، جسم خستہ ہو گیا، جان روانہ ہو گئی
فی العِشقِ مُعجِباتٌ یَاتِینَ بِالتَّوانی
عشق کے ایسے عجائب ہیں جو بے دریے آتے ہیں

حالی خیالِ وصلت خوش میدہد فریبم
فی الحال تو تیرے وصل کا خیال مجھے حسین فریب دیتا ہے
تاخود چہ نقش بازد ایں صورتِ خیالی
دیکھئے! پھر یہ خیالی صورت کیا نقش کھینچے؟

خوئے تو گر نگردد ہرگز دگر نگردد
اگر تیری عادت نہ بدلے گی، ہرگز پھر چکر نہ لگائیں گے
عاشق دریں جوانب عارف دریں حوالی
عاشق ان جانبوں کا، عارف اس علاقہ کا

دل خوں شدم ز دستش از نازِ چشمِ مستش
اس کے ہاتھوں میرا دل خون ہو گیا اس کی مست آنکھ کے ناز سے
اُوذِیتُ بِالرَّزایا ما لِلهَوٰی وَ مالی
میں مصیبتوں سے ستایا گیا، میرا اور عشق کا کیا حال ہے

لِلّٰہِ ذاتُ رَملٍ کانَ الحَبیبُ فیها
اس ریگستان کی خوبی خدا ہی کے لیے ہے، جس میں دوست تھا
طَارَ العُقُولُ طُرّاً مِن نَظرَۃِ الجِبالِ
سب عقلیں اڑ گئیں، پہاڑوں کو دیکھنے سے

اَلعَینُ مَا استَنامَت شَوقاً بِاَهلِ نَجدٍ
اہل نجد کے عشق میں میری آنکھ نہیں سوئی
وَالقَلبُ ذابَ وَجداً فی دِمنَۃِ الغَزالِ
ہرن کی رہائش میں دل غم سے پگھل گیا

دلبر بہ عشقبازی خونم حلال دانست
دلبر نے عشقبازی میں میرا خون حلال سمجھا
فتوائے عشق چونست اے زمرۂ موالی
اے آقاؤں کی جماعت! عشق کا فتویٰ کیسا ہے؟

مے دہ کہ گرچہ گشتم نامہ سیاہِ عالم
شراب دے اگرچہ میں دنیا بھر کا سیاہ اعمال نامہ والا بن گیا ہوں
نومید کے تواں بود از لطفِ لایزالی
ابدی مہربانی سے ناامید کب ہوا جا سکتا ہے؟

از چار چیز مگذر گر زیرکی و عاقل
چار چیزوں کو نہ چھوڑ اگر تو عقلمند اور ذہین ہے
امن و شرابِ بیغش معشوق و جائے خالی
اطمینان، اور بے میل شراب، معشوق اور تنہائی کی جگہ

ے تیرا وصل تو محال ہے لیکن تیری زلف کا خیال ہمیں فریب میں مبتلا کئے ہوئے ہے
ے یعنی مسکرانے والے منہ کو موتیوں کی ڈبیہ قرار دیا ہے۔
ے اصل شعر میں یہ جز ہے جس سے کوئی صحیح معنی نہیں بنتے ہیں وہ توجیہ کا نسخہ قائم کرکے ترجمہ کر دیا ہے۔ موثق اور ہادی سے مراد محبوب ہے۔
ے ابھی تو تیرے وصل کا خیال مجھے بہت حسین فریب دیتا ہے دیکھئے آئندہ کیا رنگ لاتا ہے۔
ے اگر تو نے اپنی بدخوئی نہ چھوڑی تو عاشقوں کا جھگڑا ختم ہو جائے گا۔
ے ذاتِ رمل، ریگستان یعنی اس صحرا میں محبوب تھی اب صرف جہاں کے پہاڑوں کو دیکھ کر دیوانے بنے رہے ہیں۔
ے محبوب ہمارے خون کو حلال سمجھتا ہے کیا فتویٰ کہتے ہیں۔
ے انسان کو چار چیزوں کو نہ چھوڑنا چاہئے۔ امن، خالص شراب، معشوق اور گوشۂ تنہائی۔

سـاقی بیار جامے وز خلوتم بروں کن
اے ساقی! ایک جام لا، اور مجھے خلوت سے نکال

تا در بدر بگردم قلاش و لا ابالی
تاکہ میں مفلس اور بے پروا در بدر پھروں

صافیست جامِ خاطر در دورِ آصفِ عہد
آصفِ زمانہ کے دور میں، دل کا جام صاف ہے

قُم فَاسْقِنِی رَحِیقاً اَصْفٰی مِنَ الزُّلَالِ
کھڑا ہو، اور مجھے نیر پانی سے بھی زیادہ صاف شراب پلا

اَلْمُلْکُ قَدْ یُبَاہِیْ مِنْ جِدِّہٖ وَجَدِّہٖ
ملک اس کے نصیبہ اور کوشش پر فخر کرتا ہے

یارب کہ جاوداں باد ایں قدر و ایں معالی
اے خدا یہ مرتبہ اور یہ بلندیاں ہمیشہ رہیں

چوں نیست نقشِ دوراں در ہیچ حال ثابت
جبکہ دنیا کا نقشہ کسی حالت میں جمنے والا نہیں

حافظ مکن شکایت گرمے خوریم حالی
اے حافظ! شکایت نہ کر، اگر اب ہم شراب پی رہے ہیں

دیوان تمام شد

ے خلوت نشینی ابھی نہیں مست ہوکر در بدر مارا پھرنا چاہیئے۔
ے سلطنت کا بقا اسی وجہ سے ہے کہ وہ آصف کی عظمت اور محنت پر فخر کر رہی ہے۔
ے اب موقع ہے تو شراب ہی پی لیجائے دنیا ناپائیدار ہے۔

متفرقاتِ دیوانِ خواجہ حافظ رحمۃ اللہ تعالیٰ

افراد

زبختِ خویش بود شکر بیشمار مرا
میں اپنے نصیب کا بے شمار شکر ادا کرتا ہوں

کہ در دیار خریدہ است در دیار مرا[1]
کہ مجھے وطن میں یار کے وعدے نے خرید لیا ہے

در دلم جائے گرفتہ است چناں صورتِ دوست
دوست کی صورت نے میرے دل میں ایسی صورت اختیار کرلی ہے

ہر کجا می نگرم جلوۂ حُسنِ رُخِ اوست
جہاں بھی دیکھتا ہوں اُس کے رُخ کے حُسن کا جلوہ ہے

حریمِ[2] منزلِ جاناں چو حافظ است اے دل
اے دل! جگہ حافظ، محبوب کی منزل کا مقام ہے

خوشا کسیکہ دریں گفتگوئے محرمِ ماست
وہ کس قدر خوش نصیب ہے جو اس گفتگو میں ہمارا محرم ہے

امروز روئے حُسنِ تو باپردہ ظاہر ست
آج تیرے حُسن کا چہرہ پردے کے باوجود ظاہر ہے

در حیرتم کہ وعدۂ فردا برائے چیست
میں حیرت میں ہوں کہ کل کا وعدہ کس لیے ہے؟

شکرِ فیضِ[3] تو چمن چوں کند اے ابرِ بہار
اے ابرِ بہار! تیرے فیض کا چمن کس طرح شکر ادا کرے؟

کہ اگر خار و گر گل ہمہ پروردۂ تست
اسلیے کہ خواہ کانٹا ہے خواہ پھول سب تیرے پروردہ ہیں

کجا لبِ صدف و شکرِ ابرِ نیساں ست
کہاں سیپ کا منہ اور ماہِ نیساں کے ابر کا شکریہ؟

کہ از شمار بروں قطرہائے باراں ست
اس لیے کہ بارش کے قطرے شمار سے باہر ہیں

اگرچہ دلبرِ من ہمچو یوسف است صبیح[4]
اگرچہ میرا دلبر، یوسف کی طرح صبیح ہے

ولیکن از سرتاپا فتادہ است ملیح
لیکن سر سے پیر تک ملیح واقع ہوا ہے

مگر ز کوئے تو آمد نسیم وقتِ صباح
شاید، صبح کے وقت نسیم تیرے کوچے سے آئی

کہ زندہ گشت ببوئے لطیف ارواح
اس لیے کہ اس کی لطیف خوشبو سے رُوحیں زندہ ہوگئیں

شبے با عارضش مہ ہمسری کرد
چاند نے ایک رات اس کے رخسار کا مقابلہ کیا

دِگر شب دیدمش قالب تہی کرد[5]
میں نے اس کو دوسری رات دیکھا کہ اس کا جسم گھٹ گیا

صد شکر کہ آفتابِ مقصود
سو شکر کہ مقصد کے آفتاب نے

از بُرجِ امید چہرہ بنمود
امید کے برج سے چہرہ دکھایا

اے پسرِ دولتِ باقی بادب یافتہ اند
اے فرزند! باقی رہنے والی دولت لوگوں نے ادب سے پائی ہے

در طلب باش کہ آنہا بطلب یافتہ اند
طلب میں لگا رہ، کیونکہ انہوں نے جستجو سے پائی ہے

گر بر تنِ[6] من زباں شود ہر موئے
اگر میرے جسم کا ہر رونگٹا زبان بنجائے

یک شُکرِ تو از ہزار نتوانم کرد
ہزاروں میں سے میں تیرا ایک شکر بھی نہیں ادا کر سکتا ہوں

بوئے مُشکِ ختن از بادِ صبا می آید
بادِ صبا سے ختن کے مشک کی خوشبو آتی ہے

ایں چہ بادیست کز و بوئے شما می آید
یہ کیسی ہوا ہے جس سے تمہاری خوشبو آرہی ہے!

[1] اس شعر میں دو جگہ در دیار ہے ایک جگہ دو دیار ہے دوسری جگہ در-دیار ہے۔
[2] حریم اصل حرم خانہ کعبہ کے چاروں طرف کی زمین کو کہا جاتا ہے لیکن فارسی والے مطلقاً مکان کے معنیٰ میں استعمال کرتے ہیں۔
[3] ابر بہار کا کانٹے پر بھی احسان ہے اور پھول پر بھی۔
[4] صباحت وہ حُسن ہے جو گورے رنگ کے ساتھ ہو اور ملاحت وہ حُسن ہے جو گندم گوں رنگ کے ساتھ ہو۔
[5] قالب تہی کردیعنی اس کا جسم گھٹ گیا۔
[6] اگر بدن کے ہر رونگٹے کی زبان ہو اور وہ شکریہ ادا کرے تو بھی ہزاروں میں سے ایک شکریہ بھی ادا نہ کرسکے گا۔

ترکِ مہ پیکرِ من بیں کہ چساں میگذرد
میرے چاند جیسے جسم والے معشوق کو دیکھنا، کہ کیسے جا رہا ہے
آفتابیست پسِ پردہ نہاں میگذرد
آفتاب ہے جو پردے کے پیچھے سے چھپ کر جا رہا ہے

سودائے سرِ زلفش تا در سرِ ما باشد
اس کی زلفوں کا عشق جب تک ہمارے سر میں رہے
گر عاشق سودائیش باشیم روا باشد
اگر ہم اس کے دیوانے عاشق رہیں، تو مناسب ہے

ہر کرا خاکِ سرِ کوئے تو مسکن باشد
جس کا ٹھکانا تیرے کوچہ کی زمین ہو
پیشِ او گلشنِ فردوس چو گلخن باشد
اس کے نزدیک جنت کا باغ بھاڑ کی طرح ہے

صد شکر کہ روز شد شبِ ہجر
سو شکر ہیں کہ ہجر کی رات، دن ہو گئی
دل یافت خلاص از تبِ ہجر
دل کو ہجر کے بخار سے نجات مل گئی

اے دل از شامِ فراق روزِ ہجراں غم مخور
اے دل! ہجر کے دن کی، جدائی کی رات کا غم نہ کر
شامِ ہجراں ہم رسد روزے بپایاں غم مخور
ہجر کی شام بھی کسی دن ختم ہوگی، غم نہ کر

گرم چو مشک در آتش نہند و بگدازند
اگر مجھے مشک کی طرح آگ میں رکھیں اور پگھلائیں
خیالِ نقشِ نگارم نمیرود ز ضمیر۔
معشوق کے نقش کا خیال میرے دل سے نہ مٹے گا

با یارِ بیوفا نتواں گفت حالِ خویش
بے وفا یار سے اپنے دل کا حال نہیں کہا جا سکتا ہے
آں بہ بود کہ دم کشم از قیل و قالِ خویش
یہ مناسب ہے کہ اپنی قیل و قال سے دم بخود ہو جاؤں

آنکہ او فکرِ دلِ شاد نکردہ است منم
جس نے خوشدلی کی کوئی فکر نہ کی، وہ میں ہوں
وانکہ ایں غمکدہ آباد نکردہ است منم
جس نے یہ غمکدہ آباد نہ کیا، وہ میں ہوں

ذرہ ساں من در ہوائے مہرِ رخسارِ توام
میں تیرے رخسار کے آفتاب کی محبت میں، ذرہ کی طرح ہوں
نیست یک ساعت قرار از شوقِ دیدارِ توام
مجھے تیرے دیدار کے شوق سے تھوڑی دیر کیلئے بھی قرار نہیں ہے

صد شکر کہ یافت جانم آرام
سو شکر ہیں کہ میری جان کو راحت ملی
از دولتِ وصلِ آں دلآرام
اس دل کو آرام پہنچانے والے وصل کی دولت کے ذریعہ

ز جورِ چرخ بفریادم اے مسلماناں
اے مسلمانو! آسمان کے ستم سے میری فریاد ہے
فلک بکینِ منِ مستمند بستہ میاں
مجھ مظلوم کے کینہ پر آسمان نے کمر کسی ہے

گفتم اے دوست شدم عاشقِ آں روئے چو ماہ
میں نے کہا، اے دوست اس چاند جیسے چہرہ کا میں عاشق ہو گیا ہوں
گفت لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللہ
اس نے کہا، لاحول ولا قوۃ الا باللہ

از بت پرست وقتِ تماشائے حسنِ او
اس کے حسن کے دیدار کے وقت، بت پرست سے
حرفے بغیرِ نامِ خدا نشنود کسے
کوئی حرف خدا کے نام کے سوا کوئی نہیں سنتا ہے

جاناں خیالِ روئے تو دارند ہر کسے
اے محبوب! تیرے چہرے کا ہر شخص کو خیال ہے
لیکن ز من نباشد مشتاق تر کسے
لیکن مجھ سے زیادہ مشتاق کوئی نہ ہوگا

نیست در خیلِ بتاں مثلِ تو شادِ عجبی
معشوقوں کی جو جماعت ہے، تجھ جیسا کوئی عجیب بادشاہ نہیں ہے
بر فلک نیست چو رخسارِ تو ماہِ عجبی
آسمان پر تیرے رخسار جیسا کوئی عجیب چاند نہیں ہے

ا۔ جب تک اس کی زلف کا عشق ہے ہم شیدائی اور عاشق بنے رہیں گے۔
۲۔ جس کو تیرا کوچہ میسر آجائے وہ جنت کو بھی پسند نہ کریگا۔
۳۔ ہجر کی شام کی بھی لامحالہ کوئی انتہا ہے لہٰذا اس قدر غم نہ کرنا چاہیئے۔
۴۔ میرے دل کو آگ پر رکھ کر بھی اگر پگھلائیں گے تو محبوب کا نقش اس سے نہ مٹے گا۔
۵۔ ذرہ کو سورج کا عاشق مانا جاتا ہے یعنی میں بھی ذرہ کی طرح تیرا عاشق ہوں اسی لئے بے قرار ہوں۔
۶۔ میں نے محبت کا اظہار کیا اس نے لاحول پڑھی۔
۷۔ بڑا اچھی چیز کو دیکھ کر زبان پر خدا کا نام آجاتا ہے اس کا حسن اس قدر بڑھا ہوا ہے کہ اس کو دیکھ کر بت پرست بھی خدا کا نام لینے لگتا ہے۔

رُباعیات

دیروز چناں وصالِ جاں افروزے — وامروز چنیں فراقِ عالم سوزے
کل ایسا جاں افروز وصل! — اور آج ایسا عالم سوز فراق!

افسوس کہ در دفترِ عمرم ایام — آنرا روزے نوشت و ایں را روزے
افسوس کہ زمانہ میری زندگی کی کتاب میں — اس کو بھی ایک دن لکھے گا، اور اس کو بھی ایک دن

عمرے زپئے مرادِ ضائع دارم — در دورِ فلک چیست کہ نافع دارم
مقصد کے پیچھے میری ایک عمر برباد ہو گئی ہے — دورِ فلک سے مجھے کیا مفید بات ملی ہے

وقتے کہ بگفتمت کہ ترا دوست شدم — شد دشمنِ من ببیں کہ چہ طالع دارم
جس وقت میں نے کہا کہ میں تیرا دوست ہو گیا ہوں — وہ میرا دشمن بن گیا، دیکھو میرا کیا نصیب ہے!

جز نقشِ تو در نظر نیاید مارا — جز کوئے تو رہگذر نیاید مارا
تیری صورت کے سوا ہمیں کچھ نظر نہیں آتا ہے — تیرے کوچہ کے سوا ہمیں کوئی راستہ نہیں آتا ہے

خوش آمدہ خواب جملہ را در دیدہ — حقا کہ بچشم در نیاید مارا
سب کی آنکھوں میں نیند، پیاری لگی ہے — بیشک، ہماری آنکھوں میں وہ نہیں آتی ہے

برگیر شرابِ طرب انگیز و بیا — پنہاں ز رقیبِ سفلہ بستیز و بیا
مستی پیدا کرنے والی شراب لے اور آجا — در پردہ کمینہ رقیب سے لڑ پڑ، اور آجا

مشنو سخنِ خصم کہ بنشین و مرو — بشنو زمن اے نگار برخیز و بیا
دشمن کی یہ بات کہ بیٹھ جا اور مت جا — اے معشوق! میری سن لے، اٹھ اور آجا

روزیکہ فلک از تو بریدہ است مرا — کس بالبِ پُرخندہ ندیدہ است مرا
جس دن سے آسمان نے مجھے تجھ سے جدا کیا ہے — کسی نے مسکراتے ہونٹوں کے ساتھ مجھے نہیں دیکھا ہے

چنداں غمِ ہجرانِ تو بر دل دارم — من دانم و آنکہ آفریدہ است مرا
تیرے فراق کا کس قدر دل پر غم رکھتا ہوں — میں جانتا ہوں، اور وہ جس نے مجھے پیدا کیا ہے

با دوست نشین و بادہ و جام طلب — بوسہ ز لبِ سروِ گُل اندام طلب
دوست کے ساتھ بیٹھ، اور شراب اور جام مانگ — گلاب جیسے جسم والے، سرو کے لب کا بوسہ مانگ

مجروح چو راحتِ جراحت طلبد — تو از سرِ زخم نیشِ حجام طلب
زخمی، جب زخم کی راحت چاہے — تو زخم کے منہ سے حجام کا نشتر مانگ

گفتم کہ مگر باتفاقِ اصحاب — در موسمِ گُل ترک کنم بادۂ ناب
میں نے کہا کہ شاید دوستوں کے ساتھ متفق ہو کر — موسم بہار میں، خالص شراب چھوڑ دوں گا

بلبل ز چمن نعرہ زناں داد جواب — کاے بیخبراں فصلِ گُل و ترکِ شراب
بلبل نے چمن سے نعرہ لگاتے ہوئے جواب دیا — کہ اے بے خبرو! پھول کا موسم اور ترکِ شراب!

۱؎ کبھی اس کا جاں افروز وصل میسر آتا ہے، کبھی عالم سوز ہجر، مجھے اس پر افسوس ہے کہ زمانہ روزِ وصال اور روزِ ہجر دونوں کو برابر لکھے گا حالانکہ روزِ ہجر روزِ وصال سے بہت دراز ہوتا ہے دونوں برابر کس طرح ہو سکتے ہیں۔

۲؎ جب سے میں نے تیری دوستی کا دم بھرا ہے تو میرا دشمن ہو گیا ہے۔

۳؎ ہماری نظروں میں صرف تو سمایا ہوا ہے اور ہم سوائے تیرے کوچہ کے کوئی راستہ نہیں جانتے، اور ہم میٹھی نیند سے محروم ہیں۔

۴؎ رقیب تجھے اپنے پاس بٹھاتا ہے اور اٹھ کر میرے پاس آنے کو منع کرتا ہے تو اس کا کہنا مان۔

۵؎ عاشق زخمِ دل کی دوا کا طلبگار نہیں ہوتا ہے اور درد کا سوا بڑھنا چاہتا ہے۔

اے سایۂ آفتاب زلفِ سیہت
اے وہ کہ تیری کالی زلف، آفتاب کا سایہ ہے

شب پوشِ مہِ دو ہفتہ طرفِ کُلہت
تیری ٹوپی کا کنارہ چودھویں کے چاند کا شب پوش ہے

اے شامِ شمیم آر خطِ مشکینت
اے وہ کہ تیرا مشکین خط، خوشبو لانے والی شام ہے

وے صبح جبینت کشِ روئے چو مہت
اے وہ کہ تیرے چاند جیسے چہرے کیلئے صبح کو تل گوڑا لیکر چلنے والی ہے

امروز کہ روزِ فرقتِ احباب ست
آج جبکہ دوستوں کی جدائی کا دن ہے

نہ وقتِ نشاط و عیش با اصحاب ست
دوستوں کے ساتھ نشاط اور عیش کا وقت نہیں ہے

ہشیار از آں نیم کہ مے نیست مرا[1]
میں اس وجہ سے ہوش میں نہیں ہوں کہ میرے پاس شراب نہیں ہے

مے ہست ولے حریفِ مے نایاب ست
شراب ہے، لیکن شراب کا ساتھی نایاب ہے

آں تُرکِ پری چہرہ کہ قصدِ جاں داشت
وہ پری چہرہ معشوق، جو جان لینا چاہتا تھا

مانند پری چہرہ ز من پنہاں داشت
پری کی طرح، مجھ سے چہرہ چھپاتا تھا

گفتم دہنِ تنگِ تو گوئی ہیچ ست[2]
میں نے کہا تیرا تنگ منہ، گویا کہ معدوم ہے

گفتا کہ ازیں ہیچ طمع نتواں داشت
اس نے کہا اس معدوم سے کوئی امید نہیں رکھی جا سکتی

باآنکہ دلم در غمِ عشقت خون ست
اس کے باوجود کہ میرا دل تیرے غمِ عشق میں خون ہے

حُسنِ تو ز ادراکِ خرد بیرون ست
تیرا حسن، عقل کی سمجھ سے باہر ہے

در زلفِ تو بیچارہ غریب ست دلم
میرا دل تیری زلف میں بے چارہ مسافر ہے

یارب کہ درآں شامِ غریبم چون ست
اے خدا اس شام میں میرا مسافر کس حالت میں ہے؟

تو بدری و خورشید ترا بندہ شدہ ست[3]
تو پورا چاند ہے اور سورج تیرا غلام بنا ہے

تابندہ تو شدہ ست تابندہ شدہ ست
جب سے تیرا غلام بنا ہے، چمکدار بنا ہے

زاں روئے کہ از شعاعِ روئے مہِ تو
اس لیے کہ تیرے چاند جیسے چہرے کی شعاعوں سے

خورشید منیر و ماہ تابندہ شدہ ست
آفتاب روشن، اور چاند، چمکدار بنا ہے

تا مرغِ دلم فتادہ در دامِ غمت
جب سے میرے دل کا پرندہ تیرے غم کے جال میں پھنسا ہے

بر گردنِ دل شدہ ست صمصامِ غمت
دل کی گردن پر تیرے غم کی تلوار رکھی گئی ہے

از شربتِ جامِ دہر بیزار شدم
زمانہ کے جام کے شربت سے میں بیزار ہو گیا ہوں

تا خونِ جگر میخورم از جامِ غمت
جب سے تیرے غم کے جام سے خون جگر پی رہا ہوں

در کوئے تو بیخانہ تر از ما کس نیست
تیرے کوچہ میں ہم سے زیادہ بے گھر کوئی نہیں ہے

نزدیکِ تو بیگانہ تر از ما کس نیست
تیرے نزدیک ہم سے زیادہ بیگانہ کوئی نہیں ہے

در سلسلۂ طنابت آویختہ ام[4]
تیری طنابوں کی زنجیر میں لٹکا ہوا ہوں

زاں روئے کہ دیوانہ تر از ما کس نیست
اس لیے کہ ہم سے زیادہ دیوانہ کوئی نہیں ہے

در شوخی و دلبری بُتِ من طاق ست
میرا معشوق، شوخی اور دلبری میں طاق ہے

بیچارہ دلم بوصلِ او مشتاق ست
میرا بیچارہ دل اس کے وصل کا مشتاق ہے

پستہ دہن و لالہ رُخ و سیمیں تن
وہ پستہ دہن اور لالہ رُخ، چاند جیسے جسم والا ہے

شیریں سخن و ظریف و سیمیں ساق ست
شیریں سخن، خوش طبع، اور چاند جیسی پنڈلیوں والا ہے

---

[1] مجھے شراب تو میسر ہے لیکن کوئی ایسا دوست نہیں ہے جو ساتھ بیٹھکر شراب پیئے۔
[2] معشوق کے منہ کو ایک موہوم نقطہ اور معدوم مانا جاتا ہے۔
[3] چاند اور سورج تیرے نور سے نور حاصل کرتے ہیں لہٰذا وہ تیرے غلام ہیں۔
[4] دیوانے کو زنجیروں میں باندھا جاتا ہے اس لیے میں تیری زلف میں بندھا ہوا ہوں۔

مے نوش کہ عمر جاودانی این ست — خاصیت روزگار فانی این ست
شراب پی، اس لیے کہ ہمیشگی کی زندگی یہی ہے — فانی زمانے کی خاصیت یہی ہے
ہنگام گل[۱] و لالہ و یاراں سرمست — خوش باش دمے کہ زندگانی اینست
گل اور لالہ کا موسم، اور سرمست دوست — تھوڑی دیر خوشی منالے، اس لیے کہ زندگی یہی ہے

اے روئے تو در لطافت آئینۂ[۲] روح — خواہم کہ قدمہائے خیالت بصبوح
اے وہ کہ تیرا چہرہ پاکیزگی میں روح کا آئینہ ہے — میں چاہتا ہوں کہ تیرے خیال کے قدموں کو صبح کے وقت
در دیدہ کشم ولے ز خارِ مژہ ام — ترسم کہ شود پائے خیالت مجروح
آنکھوں میں رکھوں، لیکن اپنی پلکوں کے کانٹوں سے — ڈرتا ہوں کہ تیرے خیال کے قدم زخمی ہو جائیں گے

اوّل بوفا جامِ وصالم در داد — چوں مست شدم دامِ جفا را سر داد
پہلے تو وفا سے مجھے وصل کا جام دیا — میں جب مست ہو گیا، ظلم کا جال ڈال دیا
با آب[۳] دو دیدہ پر از آتشِ دل — خاکِ رہِ او شدم ببادم در داد
دونوں روتی ہوئی آنکھوں اور آگ بھرے دل کے ساتھ — اس کے راستہ کی خاک بنا، تو اس نے مجھے ہوا میں اڑا دیا

با یار[۴] کسے دست در آغوشش نکرد — تا ترکِ زر و سیم و دل و ہوش نکرد
دوست کی بغل میں کسی نے ہاتھ نہیں ڈالا — جب تک اس نے سونا، چاندی اور دل، اور ہوش کو نہ چھوڑا
بے زر بتِ شوخ دیدہ ہرگز سخنم — با آنکہ چو گوہر ست در گوش نکرد
شوخ چشم معشوق نے بغیر روپے پیسے کے ہرگز میرا کلام — حالانکہ گوہر کی طرح ہے، کان میں نہ ڈالا

با مردمِ نیک بد نمی باید بود — در بادیہ دیو و دد نمی باید بود
نیکوں کے ساتھ بد نہ بننا چاہیے — جنگل میں دیو اور درندہ نہ بننا چاہیے
مفتونِ معاشِ خود نمی باید شد — مغرور بعقلِ خود نمی باید بود
اپنی روزی کا دیوانہ نہ بننا چاہیے — اپنی عقل پر مغرور نہ بننا چاہیے

با مے بکنارِ جوئے می باید بود — وز غصہ کنارہ جوئے می باید بود
نہر کے کنارے مع شراب کے ہونا چاہیے — اور رنج سے کنارہ کرنے والا، ہونا چاہیے
چوں عمر گرانمایۂ ما دہ روز ست — خنداں لب و تازہ روئے می باید بود
جب ہماری قیمتی عمر دس روزہ ہے — خنداں لب، اور تازہ رو ہونا چاہیے

تا حکمِ قضائے آسمانی باشد — کارِ تو ہمیشہ شادمانی باشد
جب تک آسمانی فیصلہ کا حکم جاری ہوگا — تیرا کام ہمیشہ خوشی ہوگا
گر[۵] جامِ مے ز دستِ تو نوش کنم — سرمایۂ عمرِ جاودانی باشد
اگر میں تیرے ہاتھ سے شراب کا جام پیوں — تو جاودانی عمر کا سرمایہ ہوگا

جاں در خمِ زلفِ یار جائے طلبید — وز بند و بلا گرہ کشائے طلبید
جان نے یار کی زلف کے خم میں جگہ چاہی — اور قید و بلا سے کسی گرہ کشا کو چاہا!
جاں پیشکشِ ابروئے جاناں کردم — چوں حاجبِ او نعل[۶] بہائے طلبید
میں نے جان محبوب کے ابرو کو پیش کر دی — جبکہ اس کے ڈیوڑھی بان نے نذرانہ چاہا

---

[۱] اصل زندگی یہی ہے کہ دنیا میں یہ سہولتیں میسر آجاتی ہیں۔
[۲] تیری خیالی تصویر کو آنکھوں میں لانا چاہتا ہوں لیکن اندیشہ ہے کہ پلکوں سے اس کے قدم زخمی نہ ہو جائیں۔
[۳] عناصر اربعہ کا اجتماع پر لطف ہے۔
[۴] جب تک انسان دنیا کی ہر قیمتی چیز کو قربان نہ کرے وصل دوست میسر نہیں آتا ہے، در گوش نکرد کے لطف سے لطف اندوز ہونا چاہیے۔
[۵] شعر [illegible] اگر معشوق کے ہاتھ سے جام شراب مل جائے تو عمر جاودانی حاصل ہو سکتی ہے۔
[۶] نعل بہا وہ رقم کہلاتی ہے جو کسی حملہ آور فوج کو دے کر واپس کر دیا جائے یہاں مراد نذرانہ ہے

خطت بسراپردۂ مہ میگردد — بازارِ تکبرت تبہ میگردد
تیرا سبزۂ خط چاند کے خیمہ کے گرد گھوم رہا ہے — تیرے تکبر کا بازار تباہ ہو رہا ہے
مارا خجل و دروغ زن میگفتی — پیداست کہ روئے کہ سیہ میگردد
تو ہمیں شرمندہ اور جھوٹا کہتا تھا — ظاہر ہے کہ کس کا کالا منہ ہو رہا ہے؟

راہِ طلب تو خارِ غمہا دارد — کو راہروے کہ ایں قدمہا دارد
تیری طلب کے راستہ میں غموں کے کانٹے ہیں — وہ راہرو کہاں ہے جو اس راہ میں قدم رکھے؟
دانی تو کہ روشناس عقلست آں کو — بر چہرۂ جاں چراغِ غمہا دارد
تجھے معلوم ہے کہ وہ شخص عقلمندی سے روشناس ہے جو — جان کے سامنے غموں کا چراغ رکھے

روزیکہ فراق از تو دورم سازد — در ہجرِ رخِ تو ناصبورم سازد
جس دن فراق تجھ سے مجھ کو دور کر دے — تیرے رخ کے ہجر میں مجھے بے صبر بنا دے
گر چشم بروئے دگرے باز کنم — حقِ نمکِ حسنِ تو کورم سازد
اگر میں کسی دوسرے کے چہرے پر نظر ڈالوں — تو تیرے حسن کا حق نمک مجھے اندھا بنا دے

زاں بادۂ دیرینہ کہ دہقاں پرورد — دردہ کہ بساطِ غم طے خواہم کرد
وہ پرانی شراب جو دہقان نے کھینچی ہے — دے تاکہ غم کی بساط لپیٹ دوں
مستم کن و بیخبر ز احوالِ جہاں — تا سرِ جہاں بگویمت اے سرہ مرد
مجھے مست، اور دنیا کے احوال سے بے خبر بنا دے — تاکہ اے عقلمند انسان! میں تجھ سے دنیا کا راز کہوں

شیریں دہناں عہد بپایاں نبرند — صاحب نظراں ز عاشقی جاں نبرند
شیریں دہن والے، عہد پورا نہیں کرتے ہیں — نظر باز، عاشقی سے جان نہیں بچاتے ہیں
معشوق چو بر مراد و رائے تو بود — نامِ تو میانِ عشقبازاں نبرند
اگر معشوق تیرے مقصد اور رائے کا ہو — تو عشقبازوں میں تیرا نام شمار نہ کریں گے

گویند کسانیکہ ز مے پرہیزند — زانساں کہ بمیرند چناں برخیزند
جو لوگ شراب سے پرہیز کرتے ہیں وہ کہتے ہیں — جس طرح سے مریں گے، اسی طرح سے اٹھیں گے
ما باے و معشوق از نیم مدام — تا بو کہ ز خاک ما چناں انگیزند
ہم ہمیشہ شراب، اور معشوق کے ساتھ اس لئے ہیں — تاکہ شاید قبر سے، ہمیں اسی حالت میں اٹھائیں

من بندۂ آنکسم کہ شوقے دارد — برگردنِ خود ز عشق طوقے دارد
میں اس کا غلام ہوں جو کچھ شوق رکھتا ہو — اپنی گردن میں عشق کا طوق رکھتا ہو
تو لذتِ عشق و عاشقی کے دانی — ایں بادہ کسے خورد کہ ذوقے دارد
تو عشق اور عاشقی کی لذت کب جان سکتا ہے؟ — یہ شراب وہی پیتا ہے جو کچھ ذوق رکھتا ہو

نے دولتِ دنیا بستم می ارزد — نے لذتِ ہستی بہ الم می ارزد
دنیا کی دولت، ظلم کی قیمت نہیں رکھتی ہے — نہ ہستی کی لذت تکلیف کی قیمت رکھتی ہے
نے ہفت ہزار سال شادیِ جہاں — با محنتِ پنج روزۂ غم می ارزد
دنیا کی سات ہزار سال کی خوشی — پنج روزہ غم کی تکلیف کی قیمت نہیں رکھتی ہے

لے تو ہمیں جھوٹا بتاتا تھا لیکن خط نکل آنے سے منہ تیرا کالا ہو رہا ہے

سے راہِ عشق بہت پر خار ہے اس راستہ میں جو غموں کا چراغ سامنے رکھے وہی عقلمند ہے۔

سے تیرے سوا اگر کسی رُخ پر نظر ڈالوں تو خدا کرے میں اندھا ہو جاؤں۔

سے اگر معشوق بالکل فرمانبردار ہو جائے تو پھر عشقبازی ختم ہے، عشقبازی کا کمال یہی ہے کہ ہجر اور درد ہو۔

ے مشہور ہے کہ آدمی جس حالت میں مرے گا اسی حالت میں قیامت میں قبر سے اٹھے گا میں اسی لیے ہر وقت شراب اور معشوق ساتھ رکھتا ہوں تاکہ حشر میں اسی حالت میں اٹھوں۔

سے ایک ظلم برداشت کرنے سے دنیا کی دولت ملے تو بھی نہ خریدنا چاہئے تھوڑا سا غم برداشت کر کے اگر ساری دنیا کی خوشی ملے تو بھی بیکار ہے۔

رباعیات

هجرت که بجانِ منِ درویش آمد
تیرا فراق، جو مجھ فقیر کی جان کو لگا ہے
گوئی نمکے بر جگرِ ریش آمد
گویا، زخمی جگر پر نمک لگا ہے

ترسیدم ازیں کز تو شوم روزے دور
میں ڈرتا تھا اگر کسی دن تجھ سے دور نہ ہو جاؤں
دیدی که همان روزِ بدم پیش آمد
تو نے دیکھا مجھے وہی برا دن پیش آ گیا

یا کار بکامِ دلِ مجروح شود
یا تو سب کام زخمی دل کے منشا کے مطابق ہو جائے
یا مرغِ دلم بر فلکِ روح شود
یا میرا مرغِ دل، روح کے آسمان پر چلا جائے

امیدِ من آنست بدرگاهِ خدا
خدا کے دربار سے مجھے یہ امید ہے
کابوابِ سعادت همه مفتوح شود
کہ نیک بختی کے تمام دروازے کھل جائیں گے

یاری چو نکرد بختِ شوریده چه سود
پریشان نصیبہ نے جب مدد نہ کی تو کیا فائدہ!
شادی چو ندید ایں دلِ غمدیده چه سود
اس غمزدہ دل نے جب خوشی نہ دیکھی تو کیا فائدہ!

آں مردمِ دیده بود کز دیده برفت[1]
وہ آنکھ کی پتلی تھا جو نگاہ کے سامنے سے چلا گیا
چوں مردمِ دیده نیست در دیده چه سود
جب آنکھ میں پتلی ہی نہیں آنکھ سے کیا فائدہ!

ایامِ شباب ست شراب اولیٰ تر
جوانی کا زمانہ ہے، شراب زیادہ بہتر ہے
هر غمزده مست و خراب اولیٰ تر
ہر غم زدہ کا مست اور خراب ہونا زیادہ بہتر ہے

عالم همه سر بسر خرابست و خراب
عالم تمام خراب ہی خراب ہے
در جائے خراب هم خراب اولیٰ تر
خراب جگہ میں خراب ہی رہنا زیادہ بہتر ہے

دوش[2] از غمِ تو دمے نخفتم تا روز
تیرے غم کی وجہ سے کل رات، دن نکلنے تک گھڑی بھر نہ سویا
یاقوت بنوکِ مژه سفتم تا روز
پلکوں کی نوک سے صبح تک یاقوت کو چھیدتا رہا

دردت که بکس نمیتوانم گفتن
تیرا درد جو میں کسی سے نہیں کہہ سکتا ہوں
هم با دلِ خویشتن بگفتم تا روز
اپنے دل سے ہی دن نکلنے تک کہتا رہا

مردی[3] ز کننده‌ٔ درِ خیبر پرس
بہادری کی بات خیبر کا دروازہ اکھاڑنے والے سے پوچھ
اسرارِ کرم ز خواجه‌ٔ قنبر پرس
کرم کے راز قنبر کے آقا سے پوچھ

گر تشنه‌ٔ فیضِ رحمتی اے حافظ
اے حافظ اگر تو فیضِ رحمت کا پیاسا ہے
سرچشمه‌ٔ آں ز ساقیِ کوثر پرس
اس کا سرچشمہ کوثر کے ساقی سے پوچھ

چشمِ تو که سحرِ[4] بابلست استادش
تیری آنکھ، جس کا استاد، بابل کا جادو ہے
حقّا که فسوں هانر ود از یادش
یقیناً جادو اس کی یاد سے نہیں مٹتے ہیں

آں زلف که کرد حلقه در گوشِ جمال
وہ زلف جس نے حسن کے کان میں حلقہ ڈالا ہے
آویزه ز دُرِّ نظمِ حافظ بادش
اس کے لیے حافظ کی نظم کے موتی کا آویزہ چاہیے

چوں جامه ز تن برکشد آں مشکیں خال
جب وہ مشکیں تل والا، بدن سے کپڑے اتارتا ہے
حقّا که نظیرِ خود ندارد بمثال
یقیناً اپنے جیسی کوئی مثال نہیں رکھتا ہے

در سینه دلش ز نازکی بتواں دید[5]
نزاکت کی وجہ سے سینہ میں اس کا دل دیکھا جاسکتا ہے
مانندهٔ سنگریزه در آبِ زلال
جیسے کہ نیر پانی میں پتھر کا ٹکڑا

[1] محبوب کو آنکھ کی پتلی قرار دیا ہے یعنی جب محبوب نگاہوں کے سامنے نہیں ہے تو گویا آنکھ بغیر پتلی کے ہے جو بیکار ہے
[2] میں تمام رات روتا رہا اور خون کے آنسو روتا رہا تیرا درد کسی سے بیان بھی نہیں کر سکتا دل سے ہی رات بھر بیان کرتا رہا
[3] حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے خیبر کا دروازہ اکھاڑ پھینکا تھا اور آپ ہی کے ایک غلام کا نام قنبر تھا ساقیِ کوثر سے مراد آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔
[4] مشہور ہے کہ ہاروت و ماروت دو جادوگر تھے جو چاہِ بابل میں الٹے لٹکے ہوئے ہیں اسی لیے بابل کا جادو مشہور ہے۔
[5] معشوق کے جسم کو صفائی میں شفاف پانی اور دل کو سنگدلی کی وجہ سے سنگریزہ سے تشبیہ دی ہے۔

ہرگز نہ کُنی یادِ من اے شمعِ چگل
اے چگل کی شمع! تو مجھے کبھی یاد نہیں کرتی ہے
نزدِ من اگرچہ ہست کارے مشکل
اگرچہ میرے نزدیک یہ مشکل کام ہے

دردے کہ من از غمِ تو دارم در دل
تیرے غم سے جو درد میں، دل میں رکھتا ہوں
دل داند و من دانم و من دانم و دل
دل جانتا ہے اور میں، میں جانتا ہوں، اور دل

از یارِ تو وفا کہ دید تا من بینم
یار سے کس نے وفا دیکھی ہے کہ میں دیکھوں!
راحت ز جفا کہ دید تا من بینم
ظلم سے آرام کس نے دیکھا ہے کہ میں دیکھوں!

تو عمرِ منی و بیوفائی چہ کنم
تو میری عمر ہے اور بے وفا ہے، کیا کروں!
از عمر وفا کہ دید تا من بینم
عمر سے کس نے وفا دیکھی ہے کہ میں دیکھوں!

آوازِ پرِ مُرغِ طرب می شنوم
میں مستی کے پرند کے پروں کی آواز سنتا ہوں
یا نفحۂ گلزارِ ادب می شنوم
یا ادب کے گلزار کی خوشبو سونگھتا ہوں

یا باد حدیثے ز لبش میگوید
یا ہوا اس کے ہونٹ کی بات کہہ رہی ہے
اَلقصہ حکایتے عجب می شنوم
القصہ، میں عجب حکایت سنتا ہوں

جاناں چو شبے با تو بروز آوردم
اے جاناں! جبکہ میں نے تیرے ساتھ تمام رات گزار دی
گر بے تو دمے بر آورم نامردم
اگر تیرے بغیر ایک سانس بھی لوں تو میں نامرد ہوں

از مرگ نہ ترسم پس ازیں کآبِ حیات
اس کے بعد میں مرنے سے نہ ڈروں گا، اس لیے کہ آبِ حیات
از چشمۂ نوشِ آبدارت خوردم
میں نے تیرے آبدار، شہد کے چشمے سے پی لیا ہے

در آرزوئے بوس و کنارت مردم
میں تیرے بوس و کنار کی آرزو میں مر گیا
در حسرتِ لعلِ آبدارت مردم
میں تیرے آبدار لعل کی حسرت میں مر گیا

قصہ چہ کنم دراز کوتاہ کنم
قصہ کو دراز کیا کروں، مختصر کرتا ہوں
باز آ باز آ کز انتظارت مردم
آجا، آجا اس لیے کہ میں تیرے انتظار میں مر گیا

من ترکِ تو اے نگار آساں ندہم
اے معشوق! میں تجھے آسانی سے نہیں چھوڑوں گا
تا پیشِ زمردِ خطت جاں ندہم
جب تک تیرے زمرد جیسے خط کے سامنے جان نہ دیدوں گا

یاقوتِ لبت کہ قوتِ جانست مرا
تیرا یاقوت جیسا ہونٹ جو میری جان کی روزی ہے
آنرا بدو صد ہزار مرجاں ندہم
اس کو لاکھوں مرجان کے بدلے میں بھی نہیں دوں گا

اے باد بگو زراہِ دلداریِ من
اے ہوا! میری دلداری کی راہ سے اس سے کہہ دے
آنرا کہ نباشد غمے از زاریِ من
اس سے جس کو میرے نالہ و زاری سے کوئی غم نہیں ہے

تو خفتہ بمہدِ عیش شبہائے دراز
تو لمبی راتوں میں عیش کے گہوارے میں سویا پڑا ہے
آیا داری خبر ز بیداریِ من
آیا تجھے میری بیداری کی بھی خبر ہے!

تا کے بود ایں جور و جفا کردنِ تو
کب تک ہوگا تیرا یہ ظلم و ستم کرنا!
بیہودہ ہمہ خلائق آزردنِ تو
تمام مخلوق کو بیکار ستانا

تیغ ست بدستِ اہلِ دل خون آلود
اہلِ دل کے ہاتھ میں، خون آلود تلوار ہے
گر بر تو رسد خونِ تو بر گردنِ تو
اگر تیرے لگ جائیگی تو تیرا خون تیری ہی گردن پر ہوگا

۱؎ معشوق، زندگی ہے اور زندگی نے کسی سے وفا نہیں کی لہٰذا معشوق سے وفا کی امید فضول ہے۔

۲؎ جب تیرے ہونٹ سے مجھے آبِ زندگی مل گیا ہے تو اب موت کا ڈر نہیں ہے۔

۳؎ زمرد سبز پتھر ہے جس سے سبزۂ خط کو تشبیہ دی جاتی ہے، یاقوت سُرخ پتھر ہے جس سے ہونٹوں کو تشبیہ دیجاتی ہے، مرجان، مونگا۔

۴؎ اہلِ دل کو ستانا اچھا نہیں ہے اُن کی بد دعا خون آلود تلوار ہے اگر تو اس سے ہلاک ہوگیا تو تو خود ذمہ دار ہے۔

گویند کہ فردوس[1] بریں خواہد بود
لوگ کہتے ہیں کہ فردوس بریں ہوگا

فردا مئے ناب و حورِ عیں خواہد بود
کل، خالص شراب اور خوش چشم حوریں ہوں گی

گر ما مے و معشوق گزیدیم چہ باک
اگر ہم نے، شراب اور معشوق پسند کیا تو کیا ہوا!

چوں عاقبتِ کار چنیں خواہد بود
جب انجام کار یہی ہوگا

اے شرم زدہ غنچۂ مستور از تو
اے وہ کہ چھپا ہوا غنچہ تجھ سے شرمندہ ہے

حیران و خجل نرگسِ مخمور از تو
نشیلی نرگس تیری وجہ سے حیران اور شرمندہ ہے

گل با تو برابری کجا آرد کرد
گل، تیری کب برابری کر سکتا ہے؟

کو نور ز مہ دارد و مہ نور از تو
کیونکہ اس کو چاند سے نور حاصل ہوتا ہے اور چاند کو تجھ سے

آں بازِ طرب[2] شکار در دستم نہ
وہ مستی کا شکار کرنے والا باز میرے ہاتھ میں دیدے

آں ساغر چوں نگار در دستم نہ
وہ معشوق جیسا ساغر میرے ہاتھ میں دیدے

آں زلف چو زنجیر بہ پیچد بر خود
وہ زلف جو زنجیر کی طرح خود بخود بل کھاتی ہے

دیوانہ شدم بیار و بر دستم نہ
میں دیوانہ ہو گیا، لا، اور میرے ہاتھ میں ڈال دے

اے کاش کہ بخت سازگاری کردے
اے کاش نصیبہ موافقت کرتا

یا چرخِ زمانہ باز یاری کردے
یا زمانہ کا آسمان دوبارہ مدد کرتا

از دست جوانیم چو بر بود عناں
جب جوانی میرے ہاتھ سے باگ چھڑا لیگی

پیری چو رکاب[3] پایداری کردے
کاش بڑھاپا رکاب کی طرح پائداری کرتا

با شاہدِ شوخ و شنگ و با بربط و نے
شوخ اور چنچل معشوق اور بربط اور نے کے ساتھ

کنجے و کبابے و یکے شیشۂ مے
ایک گوشہ ہو اور کباب اور ایک بوتل شراب ہو

چوں گرم شود ز بادہ مارا رگ و پے
جب جاری رگیں اور پٹھے، شراب سے گرم ہو جائیں

منت نبرم بیک جو از حاتم طے[4]
تو میں حاتم طائی کا ایک جو برابر احسان نہ اٹھاؤں

گر ہمچو من افتادۂ ایں دام شوی
اگر تو میری طرح اس جال میں پھنس جائے گا

اے بس کہ خرابِ بادہ و جام شوی
یقیناً شراب اور جام سے خراب ہو جائے گا

ما عاشق و رند و مستِ عالم سوزیم
ہم عاشق اور رند اور عالم سوز مست ہیں

با ما منشیں وگرنہ بد نام شوی
ہمارے ساتھ نہ بیٹھ، ورنہ تو بدنام ہو جائے گا

ماہے کہ قدش بسرو میماند راست
وہ چاند جس کا قد سرو کی طرح سیدھا ہے

آئینہ بدست و روئے خود می آراست
ہاتھ میں آئینہ تھا اور چہرے کو سنوار رہا تھا

دستار چہ پیشکش کردم گفت
میں نے عمامہ اس کو پیش کیا، تو بولا

وصلم طلبی زہے خیالے کہ تراست[5]
تو میرا وصل چاہتا ہے، تیرا خیال بھی کیا عجیب ہے

ہر روز دلم بزیر بارے دگر است
میرا دل ہر روز ایک نئے بوجھ کے نیچے ہے

در دیدۂ من ز ہجر خارے دگر است
میری آنکھ میں ہجر کا ایک نیا کانٹا ہے

من جہد ہمی کنم قضا میگوید[6]
میں کوشش کرتا ہوں، تو تقدیر کہتی ہے

بیروں ز کفایتِ تو کارے دگر است
تیرے بس سے باہر کا ایک اور کام ہے

---

[1] جب کل جنت میں معشوق اور شراب ملے گی تو اگر ہم نے آج دنیا میں یہ چیزیں حاصل کر لیں تو کیا ہو گیا۔

[2] بازِ طرب شکار سے مراد شراب ہے، دیوانہ کو زنجیروں سے جکڑا جاتا ہے میں دیوانہ ہوں، مجھے زلف کی زنجیر سے جکڑ دے۔

[3] رکاب کا لفظ عنان کی مناسبت اور پائداری کی بنا پر استعمال کر دیا ہے یعنی جوانی تو چلی گئی اب کچھ بڑھاپا ہی ٹھہرے۔

[4] یعنی جب عیش کے تمام اسباب مہیا ہو جائیں تو پھر مجھے کسی کا احسان برداشت کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

[5] یعنی مجنونانہ خیال ہے کہ تجھے میرا وصل میسر آسکے۔

[6] میں وصل کی کوشش کرتا ہوں لیکن تقدیر کہتی ہے ابھی ایک اور مشکل در پیش ہے جو تیرے بس سے باہر ہے۔

حافظ

آں لعل در آبگینۂ سادہ بیار
وہ لعل، سادے شیشہ میں لا
واں محرم و مونس ہر آزادہ بیار
اُس ہر آزاد کے محرم اور مونس کو لا

چوں میدانی کہ مدت عالم خاک
جب تو جانتا ہے کہ خاکی عالم کی مدت
بادست ازو درگذر و بادہ بیار
ہوا ہے، اس سے قطع نظر کر، اور شراب لا

شب رفت بپایان و حکایت باقیست
رات بیت چلی، اور قصہ باقی ہے
شکر تو بگفتیم و شکایت باقیست
ہم نے تیرا شکریہ تو ادا کر دیا، شکایت باقی ہے

گستاخی ما ز حد بروں رفت ولے
ہماری گستاخی حد سے بڑھ گئی، لیکن
الْمِنَّۃُ لِلّٰہ کہ عنایت باقیست
خدا کا شکر ہے، کہ عنایت باقی ہے

پیوستہ خیال دوست در پیش من ست
دوست کا خیال ہمیشہ میرے سامنے ہے
گوئی غم و درد عشق او خویش من ست
گویا اس کے عشق کا درد و غم میرا رشتہ دار ہے

گر تیر جفا زند کہ ترکش نہ کنم
اگر وہ ظلم کا تیر چلائے تو بھی میں اس کو نہ چھوڑوں گا
قرباں شدنم بہ پیش او کیش من ست
اس کے سامنے قربان ہو جانا ہی میرا مذہب ہے

وقت ست کہ بلبل بہ گل آواز کند
وقت ہے کہ بلبل، پھول کو پکارے
ایں نالہ در افزاید و آں ناز کند
یہ نالہ کرے اور وہ ناز کرے

بلبل سخن فصاحت آغاز کند
بلبل فصاحت کی باتیں شروع کرے
تا گل بہ شکر خندہ دہن باز کند
تاکہ پھول مسکرا کر منہ کھول دے

بلبل بہزار خوں گلے حاصل کرد
بلبل نے ہزار مصیبت سے ایک پھول حاصل کیا
باد از سر غیرتش پریشاں دل کرد
ہوا نے غیرت سے اس کا دل پریشان کر دیا

طوطی بہوائے شکرے دل خوش بود
طوطی شکر کی خواہش میں خوش دل تھی
مرگ آمد و نقش املش باطل کرد
موت آئی اور اس نے اس کی امید کا نقش مٹا دیا[1]

از باد اجل چو من سر افگندہ شوم
جب موت کی ہوا سے میں سر ڈال دوں
وز بیخ درخت عمر برکندہ شوم
اور عمر کے درخت کی جڑ سے میں اکھیڑ دیا جاؤں

زنہار گلم بجز صراحی مکنید
ہرگز میری مٹی سے صراحی کے علاوہ کچھ نہ بنانا
تا بو کہ ز بادہ پر شود زندہ شوم
ہو سکتا ہے کہ جب وہ شراب سے بھر جائے تو میں زندہ ہو جاؤں[2]

عشق رخ یار بر من زار مگیر
مجھ عاجز پر یار کے رخ کے عشق کی گرفت نہ کر
بر خستہ دلاں خردہ بیکبار مگیر
خستہ دلوں کی یکبار گی خطا نہ پکڑ

صوفی چو تو رسم رہرواں میدانی
اے صوفی! اگر تو راہبروں کی رسم جانتا ہے
بر مردم رند نکتۂ بسیار مگیر
تو رند انسانوں پہ زیادہ نکتہ چینی نہ کر

کم گوی و بجز مصلحت خویش مگوی
کم بول، اور اپنی مصلحت کے علاوہ کچھ نہ کہہ
چیزے کہ نپرسند تو از پیش مگوی
جو بات کچھ سے نہ پوچھیں پہلے مت کہہ

گوش تو دو داند و زبان تو یکے
تجھے دو کان دیئے ہیں۔ اور ایک زبان
یعنی کہ دو بشنو و یکے بیش مگوی
یعنی کہ دو سن، اور ایک سے زیادہ نہ کہہ

ردیف ت

[1] ہر شخص اپنی تمنا پوری کرنے کی فکر میں ہے لیکن موت سب امیدوں کو ختم کر دیتی ہے۔
[2] جب میں مر جاؤں تو میری مٹی سے صرف صراحی بنانا ممکن ہے کہ جب وہ شراب سے بھری جائے تو میں زندہ ہو جاؤں۔
[3] خدا نے ایک زبان اور دو کان اسی لئے دیئے ہیں کہ جب دو باتیں سنے تو ایک بات کہے۔

آنم کہ پدید گشتم از قدرتِ تو — پروردہ شدم بناز در نعمتِ تو
میں وہ ہوں جو تیری قدرت سے پیدا ہوا ہوں — تیری نعمت میں ناز سے پلا ہوں

صد[۱] سال بہ امتحان گنہ خواہم کرد — تا جرمِ منست بیش یا رحمتِ تو
آزمائش کے طور پر سو سال گناہ کروں گا — تاکہ معلوم ہو کہ میرے گناہ زیادہ ہیں یا تیری رحمت

اے باد حدیثِ من نہانش میگو — سوزِ دلِ من بصد زبانش میگو
اے صبا! میری بات اس سے چپکے چپکے کہنا — اس سے میرے دل کا سوز، سو زبانوں سے کہنا

اما نہ بد[۲] آنساں کہ ملالش گیرد — میگو سخنے و در میانش میگو
لیکن نہ اس طور پر کہ اس کو رنج پہنچے — اس سے بات کہنا اور درمیانہ طرز پر کہنا

لب باز مگیر یک زماں از لبِ جام — تا برداری کامِ جہاں از لبِ جام
تھوڑی دیر کے لیے بھی، جام کے ہونٹ سے ہونٹ ہٹا — تاکہ تو دنیا کا مقصد جام کے ہونٹ سے حاصل کرے

در[۳] جامِ جہاں چو تلخ و شیریں بہم ست — ایں از لبِ یار خواہ و آں از لبِ جام
دنیا کے جام میں چونکہ کڑوا اور شیریں ملا ہوا ہے — یہ معشوق کے ہونٹ سے حاصل کر اور وہ جام کے ہونٹ سے

عشقِ تو منِ غمزدہ را دل خوں کرد — واں خوں زرہِ دو دیدہ ام بیروں کرد
تیرے عشق نے مجھ غم زدہ کے دل کا خون کر دیا — اور وہ خون میری دونوں آنکھوں کے ذریعہ باہر نکال دیا

تن کاست[۴] مرا ز عشق لیکن عشقت — چوں حسنِ تو ہر روز غمم افزوں کرد
عشق سے میرا جسم گھٹ گیا، لیکن تیرے عشق نے — تیرے حسن کی طرح روزنہ بروزنہ میرے غم کو بڑھایا

دلدار[۵] بمن گفت مدار اندیشہ — دل خوش کن و بر صبر گمار اندیشہ
معشوق نے مجھ سے کہا، فکر نہ کر — دل خوش رکھ، اور اپنی فکر کو صبر پر لگا

کو صبر و چہ دل کانچہ دلش میدانی — یک قطرۂ خونست و ہزار اندیشہ
صبر کہاں، اور دل کیا اس لئے کہ جس کو تو دل سمجھتا ہے — خون کا ایک قطرہ ہے اور ہزاروں فکر ہیں

چشمان و خطت بیکدگر پیوستند — بر خونِ منِ دل شدہ محضر بستند
تیری آنکھوں اور خط نے باہمی اتفاق کر لیے — مجھ گم شدہ دل کے خون پر انھوں نے محضر نامہ تیار کیا

قاضی[۶] تو دریں مسئلہ فتویٰ چہ دہی — خطیست پریشاں و گواہاں مستند
اے قاضی تو اس مسئلہ میں کیا فتویٰ دیتا ہے؟ — خط تو پریشان ہے اور گواہ مست ہیں

درصحبت[۷] آں کسے کہ صاحب ہنرست — گر زہر خوری بداں کہ شہد و شکرست
اس شخص کی صحبت میں جو ہنر مند ہے — اگر تو زہر بھی کھائے، سمجھ لے کہ شہد اور شکر ہے

اما نفسے بصحبتِ نااہلاں — گر خلدِ بریں بود کہ نارِ سقرست
لیکن تھوڑی دیر کے لیے بھی نااہلوں کی صحبت میں — اگر خلد بریں ہو تو جہنم کی آگ ہے

اے دوست ترا دوست کہ دارد جز من — با خوئے بدت پائے کہ دارد جز من
اے دوست! تجھے میرے سوا کون دوست بنا سکتا ہے؟ — تیری بدخوئی کے مقابلہ میں میرے سوا کون ٹھہر سکتا ہے؟

ہر جا کہ روم خوئے بدت خواہم گفت — تا ہیچ کست دوست ندارد جز من
میں جہاں بھی جاؤں گا تیری بداخلاقی بیان کروں گا — تاکہ تجھے میرے سوا کوئی دوست نہ بنائے

---

۲ شکوہ ایسی زبان سے کرنا چاہیے جو محبوب کو ناگوار نہ ہو۔

۳ دنیا میں تلخ و شیریں ملا جلا ہے۔ لبِ محبوب سے شیریں حاصل کر اور لبِ جام سے تلخ۔

۴ میرا جسم تو روز بروز گھٹ رہا ہے لیکن عشق تیرے حسن کی طرح روز افزوں ہے۔

۵ محبوب کہتا ہے دل میں صبر کہاں پیدا کر، جس کو وہ دل سمجھا ہے وہ تو ایک قطرۂ خون ہے اور اس میں سو فکر ہیں۔

۶ گواہ عقلمند ہونے چاہئیں لیکن اس کی آنکھیں نشہ میں ہیں اور خط پریشان ہے، ظاہر ہے کہ قاضی یہی فتویٰ دیگا کہ خط پریشان اور گواہ مست ہونے کی وجہ سے مقدمہ ناقابل سماعت اور جرم غیر ثابت ہے۔

۷ ہنرمند کی صحبت میں اگر زہر بھی ملے تو اس کو شہد و شکر سمجھنا چاہیے، نااہل کی صحبت میں اگر جنت بھی ملے تو نہ اختیار کرنی چاہئے۔

۸ ہر شہر میں تمام دنیا میں تیری بدمزاجی کا چرچا کروں گا تاکہ تجھ سے کوئی دوستی کرنے پر آمادہ نہ ہو۔

رباعیات

صوفی بسماع دست ازاں افشاند
قوالی میں صوفی اس لیے رقص کرتا ہے
تا آتشِ دل بحیلۂ بنشاند
کہ کسی تدبیر سے دل کی آگ بجھائے

عاقل داند کہ دایہ گہوارۂ طفل
عقلمند جانتا ہے، کہ دایہ بچے کے پالنے کو
از بہرِ سکونِ طفل می جنباند
بچے کو آرام دینے کے لیے ہلاتی ہے

اے چشمِ تو بادام و دہانت پستہ
اے وہ، کہ تیری آنکھیں بادام ہیں، اور تیرا منہ پستہ ہے
از پستہ و بادامِ تو جانم خستہ
تیرے پستہ اور بادام سے میری جان خستہ ہے

آیا بود آنکہ ما و تو بنشینیم
آیا یہ ہو سکتا ہے کہ تو اور ہم بیٹھیں؟
تو ساقی و من حریف و در ہا بستہ
تو ساقی ہو اور میں دوست! اور دروازے بند ہوں

گفتی کہ بمہ نظر کن وانگار منم
تو نے کہا چاند کو دیکھ لے اور سمجھ لے کہ میں ہوں
روئے تو ام آرزوست مہ را چکنم
مجھے تو تیرے چہرے کی تمنا ہے، چاند کا کیا کروں؟

مہ چون تو کجا بود کہ اندر ماہے
چاند تجھ جیسا کہاں ہو سکتا ہے، اس لیے کہ چاند ایک مہینہ میں؟
یک شب چو رخت باشد و باقی چو تنم
ایک رات تیرے رخ کی طرح ہوتا ہے اور باقی راتوں میں میرے جسم کی طرح

من بودم و خورشید و مہے چوں ناہید
میں تھا اور آفتاب اور زہرہ جیسا چاند
بودیم بہم نشستہ چوں صبحِ امید
ہم لے بیٹھے تھے، امید کی صبح کی طرح

روز آمد و خورشیدِ من از من برمید
دن نکلا اور میرا سورج مجھ سے بھاگ گیا
روز آمدن و رفتنِ خورشید کہ دید
دن نکلنا اور سورج کا چلا جانا کس نے دیکھا ہے؟

از بیکسی و عاجزی و مسکینی
بے کسی اور عاجزی اور مسکینی کی وجہ سے
وز سرکشی و تکبر و خود بینی
اور سرکشی اور تکبر اور خود بینی کی وجہ سے

بر آتش اگر نشانیم بنشینم
اگر تو مجھے آگ پر بٹھائے گا تو میں بیٹھ جاؤں گا
بر دیدہ اگر نشانمت ننشینی
اگر میں تجھے آنکھ میں بٹھاؤں گا تو نہ بیٹھے گا

نوبادۂ گلبنِ جوانی عشق ست
جوانی کی شاخ کا تازہ پھل عشق ہے
سرمایۂ عمرِ جاودانی عشق ست
عمر جاودانی کا سرمایہ عشق ہے

چوں خضر گر آبِ زندگانی طلبی
اگر تو خضر کی طرح، آبِ حیات چاہتا ہے
سرچشمۂ آبِ زندگانی عشق ست
تو آبِ حیات کا سرچشمہ، عشق ہے

عشقِ تو ز ہیچ بیخبرے خالی نیست
تیرا عشق کسی بے خبر سے بھی جدا نہیں ہے
دردِ تو ز ہیچ بے بصرے خالی نیست
تیرا درد کسی بے بصر سے بھی جدا نہیں ہے

ہر چند کہ در خلقِ جہاں می نگرم
میں جس قدر بھی دنیا کی مخلوق کو دیکھتا ہوں
سودائے تو در ہیچ سرے خالی نیست
تیرا جنون کسی سر سے جدا نہیں ہے

جانِ تو باسرارِ الٰہی پرداخت
تیری جان خدائی رازوں میں مشغول ہو گئی ہے
نے در طلبِ نامتناہی پرداخت
نہیں، لا محدود کی طلب میں لگ گئی ہے

دردا کہ چناں بہ نقش مشغول شدی
ہائے افسوس! تو نقش میں ایسا لگا ہے
کز نقش بہ نقاش نخواہی پرداخت
کہ نقش سے نقاش کی طرف متوجہ نہ ہو سکے گا

---

۱ اس نے کہا چاند کو میرا رخ سمجھ لے اور دیکھ لے میں نے کہا چاند تیرے چہرے جیسا کب ہو سکتا ہے وہ تو صرف چودھویں رات میں تیرے چہرے کی طرح ہوتا ہے باقی دنوں میں ایسا لاغر ہوتا ہے جیسا کہ میرا جسم۔

۲ دن کے ساتھ تو سورج نکلتا ہے لیکن میرا سورج دن نکلتے ہی مجھ سے جدا ہو گیا۔

۳ میں تو اس قدر بے کس ہوں کہ اگر وہ مجھے آگ پر بھی بٹھانا چاہے تو بیٹھ جاؤں گا وہ اس قدر سرکش ہے کہ اگر اس کو آنکھوں پہ بھی بٹھلانا چاہوں تو کبھی نہ بیٹھے گا۔

۴ شعر
ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت ست بر جریدۂ عالم دوامِ ما

۵ یہ رباعی بظاہر خواجہ حافظ کی نہیں ہے جو صحیح ترجمہ ہو سکتا تھا وہ تحریر کر دیا گیا ہے اگرچہ عبارت اس کی زیادہ متحمل نہیں ہے۔

مخمس[۵]

۵ مخمس وہ نظم کہلاتی ہے جس کے پہلے بند میں پانچوں مصرعے ہم قافیہ ہوتے ہیں، اس کے بعد جس قدر بند کہے جائیں ان کے چار مصرعے ہم قافیہ، اور پانچواں مصرع پہلے بند کا ہم قافیہ ہوگا۔

در عشق تو اے صنم چنانم[۱] — کز ہستی خویش در گمانم
اے صنم! میں تیرے عشق میں ایسا ہوں — کہ اپنے وجود کے بارے میں وہم میں ہوں

ہر چند کہ زار و ناتوانم — گر دست دہد ہزار جانم
اگرچہ میں لاغر اور کمزور ہوں — اگر ہزاروں جانیں میرے ہاتھ آجائیں

در پائے مبارکت فشانم
ترے بابرکت قدم پر نثار کردوں

کو بخت[۲] کہ از سر نیازے — در حضرت چو تو دلنوازے
وہ نصیب کہاں ہے کہ نیاز مندی سے — تجھ جیسے دلنواز کی خدمت میں

معروض کنم نہفتہ رازے — ہیہات کہ چوں تو شاہبازے
ایک چھپا ہوا راز پیش کروں — کاش، کہ تجھ جیسا شہباز

تشریف دہد در آشیانم
مجھے آشیانہ میں شرف ملاقات بخشے

اے بستہ کمر ز دور و نزدیک — بر خون تمام ترک و تاجیک[۳]
اے وہ کہ جس نے دور اور نزدیک کے متعلق کمر باندھی ہے — تمام ترک اور تاجیک کی خونریزی پر

در مسکن اخلص الممالیک — گر خانہ محقر ست و تاریک
مخلص ترین غلام کے گھر میں — اگرچہ گھر حقیر اور تاریک ہے

در دیدۂ روشنت نشانم
میں تجھے روشن آنکھ میں بٹھا لوں

ہر چند ستمگری ترا خوست — کم کن تو جفا کہ ایں نہ نیکوست
اگرچہ تیری عادت ستمگری ہے — تو ظلم نہ کر اس لیے کہ یہ اچھی بات نہیں ہے

گیرم کہ دلت ز آہن و روست[۴] — آخر بسرم گذر کن اے دوست
میں نے مانا کہ تیرا دل لوہے اور کانسی کا ہے — بالآخر اے دوست! میرے پاس سے گذر

انگار کہ خاک آستانم
سمجھ لے کہ میں چوکھٹ کی خاک ہوں

---

۱ میں تیرے عشق میں ایسا کھو گیا ہوں کہ مجھے اپنی ہستی میں شک ہے۔

۲ ہمارا ایسا مقدر کہاں ہے کہ ہم محبوب کی بارگاہ میں اپنا ایک چھپا راز یعنی عشق کہہ سکیں اور وہ ہمیں اپنے دربار میں پہنچنے کا موقع دیدے۔

۳ تاجیک اور تابک وہ عربی النسل لوگ کہلاتے ہیں جو عجم میں آباد ہوگئے ہیں ان کا پیشہ عموماً تجارت تھا لہذا اب ہر تاجر کو تاجیک کہدیا جاتا ہے مخلص ترین غلام سے خود شاعر کی ذات مراد ہے۔

۴ روی ایک مرکب دھات ہے جس کو کانسی اور پھرت بھی کہا جاتا ہے۔
یعنی مجھے اپنی چوکھٹ کی خاک ہی سمجھ کر میرے پاس سے گذر۔

گفتم کہ چو کشتیم بزاری زآں پس رہِ مرحمت سپاری
میں نے کہا، جبکہ تو نے مجھے، بری طرح مار ڈالا اس کے بعد تو رحم کا راستہ اختیار کرے گا

بر دل رقمِ وفا نگاری تو خود سرِ وصلِ ما نداری
دل پر وفا کا نشان قائم کردے گا تجھے خود ہی ہمارے وصل کا خیال نہیں ہے

من عادتِ بختِ خویش دانم
میں اپنے نصیب کی عادت جانتا ہوں

من از تو بجز وفا نجویم بیروں زگلِ وفا نبویم
میں تجھ سے وفا کے سوا کچھ نہیں چاہتا ہوں میں وفا کے پھول کے سوا نہیں سونگھتا ہوں

اِلّا رہِ بندگی نپویم اسرارِ تو پیشِ کس نگویم
میں غلامی کے راستہ کے سوا نہیں چلتا ہوں میں تیرے راز کسی کے سامنے نہیں بیان کرتا ہوں

اوصافِ تو پیشِ کس نخوانم
تیری خوبیاں میں کسی کے سامنے نہیں بیان کرتا ہوں

گر غمزۂ تو زند بہ تیرم گر ترکِ فلک کند اسیرم
اگر تیری ادا میرے اوپر تیر چلائے اگر آسمان کا ترک مجھے قید بنالے

یک دم نبود ز تو گزیرم من ترکِ وصالِ تو نگیرم
تھوڑی دیر کے لیے بھی مجھے تجھ سے چارہ نہیں ہو میں تیرے وصل کا خیال نہ چھوڑوں گا

الّا بہ فراقِ جسم و جانم
مگر یہ کہ جسم اور جان میں فراق ہو جائے

گیرم نہ رہِ وفا کشودیم نے مہر بہ مہر بر فزودیم
میں مانتا ہوں کہ ہم نے وفا کا راستہ نہیں کھولا نہ ہم نے محبت پر محبت کا اضافہ کیا

نہ بود ہر آنچہ می نمودیم آخر نہ من و تو دوست بودیم
جو ہم نے دکھایا وہ نہیں تھا آخر میں اور تو دوست نہ تھے

عہدِ تو شکست و من ہمانم
تیرا عہد ٹوٹ گیا اور میں وہی ہوں

گر سر ببری بہ تیغِ تیزم از کوئے وفات برنخیزم
اگر تیز تلوار سے تو میرا سر بھی کاٹ دے گا میں تیری وفا کے کوچہ سے نہ اٹھوں گا

ور ز آنکہ کنند ریز ریزم من مہرۂ مہرِ تو نریزم
اور اگر مجھے ریزہ ریزہ کر دیں گے میں تیری محبت کا مُہرہ نہ پھینکوں گا

اِلّا کہ بریزد استخوانم
مگر یہ کہ میری ہڈیاں ریزہ ریزہ ہو جائیں

---

۱ جبکہ تو نے ظلم کرکے مار ڈالا ہے اب تو کیا رحم کریگا، تجھے میرے وصل کا خیال نہیں ہے یہ سب میرے نصیب کی بات ہے۔

۲ میں صرف وفا کا طالب ہوں ہر حال میں تیرا غلام اور رازدار ہوں رقابت کے خوف سے تیری خوبیاں بھی کسی سے نہیں کہتا ہوں۔

۳ اگر تو ہلاک بھی کردیگا اور آسمان مجھے قید کرڈالیگا تب بھی جیتے جی وصل کا خیال نہ چھوڑوں گا۔

۴ یہ بھی مانا کہ مجھ سے زیادہ وفاداری نہیں ہوئی اور محبت میں بھی اضافہ نہ ہوا لیکن بہرحال تو اور میں دوست تھے تو نے عہد توڑ ڈالا میں عہد پر قائم ہوں۔

۵ میں جب تک زندہ ہوں ترکِ محبت نہ کروں گا۔

آنانکہ نشانِ عہد جویند — جز راہِ مزارِ من نپویند

وہ لوگ جو وفاداری کا نشان تلاش کریں گے — میرے مزار کے راستہ کے سوا نہ دوڑیں گے

خاکِ منِ زار چوں بویند — گر نامِ تو بر سرم بگویند

جب مجھ عاجز کی خاک سونگھیں گے — اگر میرے سرہانے تیرا نام لیں گے

فریاد بر آید از رُوانم

میری روح سے فریاد بلند ہوگی

گر بگذر دم بہ پیش خیلے — ہر یک بہ صفا بہ از سہیلے

اگر میرے سامنے سے ایک جماعت گذرے — جس میں ہر ایک رونق میں سہیل سے بہتر ہو

جز تو نہ کنم بغیر میلے — مجنوں نیم ار بہائے لیلےٰ

تیرے سوا کسی دوسرے کی طرف میں میلان نہ کروں گا — میں مجنوں نہیں ہوں، اگر لیلیٰ کی قیمت میں

مُلکِ عرب و عجم ستانم

عرب اور عجم کا ملک لے لوں

گشتم صنما در آرزویت — آشفتہ و تیرہ دل چو مویت

اے صنم میں تیری آرزو میں ہو گیا ہوں — تیرے بال کی طرح پریشان، اور سیاہ دل

ہر چند نمی رسم بکُویت — شب نیست کہ از فراقِ رویت

ہر چند کہ میں تیرے کوچہ تک نہیں پہونچتا ہوں — کوئی رات نہیں گذرتی ہے کہ تیرے چہرے کے فراق سے

زاری بفلک نمی رسانم

آہ وزاری آسمان تک نہیں پہونچاتا ہوں

اے وصلِ تو اصلِ شادمانی — دائم بمرادِ دل بمانی

اے معشوق کہ تیرا وصل اصل خوشی ہے — خدا کرے تو ہمیشہ دلی مراد کے مطابق رہے

با حافظِ خود بگو عیانی — ہر حکم کہ بر سرم برانی

اپنے حافظ سے کھُلم کھُلا کہہ — جو حکم بھی تو مجھ پر جاری کرے

سہل ست ز خویشتن مرانم

وہ آسان ہے، مجھے اپنے سے دور نہ کر

ملا وفائے عہد کا نشان صرف میری قبر ہوگی لوگ وفا کے نشان کی تلاش میں میری قبر کی طرف دوڑیں گے اور اگر قبر کے سرہانے تیرا نام لیں گے تو میں فریاد کرنے لگوں گا۔ ۲ اگر میرے سامنے حسینوں کی ایسی جماعت آئے جو ہر ایک سہیل ستارے سے بہتر ہو تو بھی میں کسی کی طرف مائل نہ ہونگا۔ اگر میں اپنی لیلیٰ کے بدلے ملک عرب و عجم کو لینا پسند کر لوں تو پھر میں مجنوں کب ہوا۔ ۳ تیرا ہر حکم ماننا میرے لیے آسان ہے ہاں فراق کا حکم نہ دینا۔

مسدس [1]

اے حریم بارگاہت کعبۂ عزّو علا
اے کہ تیری بارگاہ کا حرم، عزت اور بلندی کا کعبہ ہے

نورِ چشمِ مصطفےٰ یعنی علی موسیٰ رضا
مصطفےٰ کی آنکھوں کا نور یعنی علی موسیٰ رضا

ماہِ گردونِ ولایت شمعِ جمعِ اصطفا
ولایت کے آسمان کا چاند، برگزیدہ جماعت کی شمع

میوۂ بستانِ جنت بلبلِ نیکو سرا
جنت کے باغ کا میوہ، عمدہ گانیوالی بلبل

دائماً از غیب می آید بگوشم این ندا
ہمیشہ غیب سے میرے کان میں یہ آواز آتی ہے

کالسلام اے حضرتِ شاہِ خراساں السلام
کہ السلام، اے حضرت شاہ خراساں، السلام

جدِّ تو سلطانِ کونین ست یعنی مصطفےٰ [2]
تیرے نانا دونوں جہان کے بادشاہ ہیں یعنی مصطفےٰ

جدّۂ تو فاطمہ اُمِّ امامِ مجتبےٰ
تیری نانی فاطمہ ہیں، برگزیدہ امام کی ماں

جدِّ دیگر حیدرِ صفدر علیِ مرتضیٰ
دوسرے دادا صف شکن حیدر علی مرتضیٰ ہیں

ہم غریب و ہم شہیدی چوں حسینِ کربلا
تو کربلا کے حسین کی طرح پردیسی بھی ہے اور شہید بھی ہے

در محبت ہر زماں گوئیم و باشد وردِ ما
ہم ہر وقت محبت سے کہتے ہیں اور یہی ہمارا وظیفہ ہے

کالسلام اے حضرتِ شاہِ خراساں السلام
کہ السلام، اے حضرت شاہ خراساں، السلام

نورِ چشمی بہرِ زین العابدین باقر امام [3]
اے امام! تو زین العابدین اور باقر کا نور چشم ہے

جعفرِ صادقؓ کہ دادہ دین و دنیا را نظام
اور جعفر صادقؓ کا نور چشم ہے جس نے دین اور دنیا کا نظم کیا ہے

بابِ تو موسیٰ کاظم آں شفیعِ خاص و عام
تیرے باپ ہر خاص و عام کے شفیع موسیٰ کاظم ہیں

گشتہ خورشیدِ فلک در گہت یا شہ غلام
اے شاہ آسمان کا سورج، تیری درگاہ کا غلام ہے

بعدِ ذکرِ حق ہمی گوئیم ما در صبح و شام
ہم اللہ کے ذکر کے بعد صبح اور شام کہتے ہیں

کالسلام اے حضرتِ شاہِ خراساں السلام
کہ السلام، اے حضرت شاہ خراساں، السلام

چوں تقی از حالِ بابِ خویشتن آگاہ شد
جبکہ تقی اپنے باپ کے حال سے آگاہ ہوئے

نزدِ بابِ خویشتن آمد زچندیں راہ شد
اتنے دور کے راستہ سے اپنے باپ کے پاس آئے

دید چوں حالِ پدر با نالہ و با آہ شد
جب باپ کا حال دیکھا آہ اور نالہ کیا

پیش خود خواندش پدر تا واصل باللہ شد
باپ نے اسکو اپنے پاس بلایا یہاں تک کہ اللہ سے واصل ہوئے

[1] مسدس وہ نظم ہوتی ہے جس کے ہر بند میں چھ مصرعے ہوتے ہیں ... چار مصرعے ہم قافیہ ہوتے ہیں ... مسدس حضرت علی الرضا کی منقبت میں ہے جو امام ہشتم اور حضرت موسیٰ کاظم امام ہفتم کے صاحبزادے ہیں آپ کا مزار خراسان میں مشہد کے مقام پر ہے

[2] ... حضرت حسین ... علی ہیں۔

[3] زین العابدین سے حضرت امام زین العابدین ... حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے ... حضرت محمد باقر امام پنجم اور حضرت زین العابدین کے صاحبزادے ہیں حضرت جعفر صادق امام ششم اور حضرت محمد باقر کے صاحبزادے ہیں حضرت موسیٰ کاظم امام ہفتم ہیں حضرت جعفر صادق کے صاحبزادے ہیں

مسدس میں جہاں ... تقی سے مراد ... محمد تقی امام نہم اور علی الرضا امام ہشتم کے صاحبزادے ہیں اس بند میں ایک واقعہ کی طرف اشارہ ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ خلیفہ ہارون رشید نے انگوروں ...

برزبانِ او ز بعدِ ذکرِ اِلّا اللہ شد
ان کی زبان پر الا اللہ کے ذکر کے بعد جاری ہو گیا

کالسلام اے حضرتِ شاہِ خراساں السلام
کہ السلام، اے حضرت شاہِ خراساں السلام

چوں نقی و عسکری با آرزو یت در خیال
جب نقی اور عسکری تیری آرزو کے خیال میں

در خیالِ روئے تو گویند اے مقصودِ حال
تیرے چہرے کے خیال میں اے حال کے مقصود کہتے ہیں

شاہِ سلطانِ خراساں اخترِ برجِ کمال
خراسان کے سلطان کے شاہ کمال کے برج کے تارے

دُرِّ دریائے ولایت بحرِ علمِ ذوالجلال
ولایت کے دریا کے موتی اللہ کے علم کے سمندر

دائما گفتیم و میگوئیم ما از روئے حال
از روئے حال، ہم نے ہمیشہ کہا ہے اور کہیں گے

کالسلام اے حضرتِ شاہِ خراساں السلام
کہ السلام اے حضرتِ شاہِ خراساں السلام

مہدیِ ہادی کہ نورِ کلِ عالم روئے اوست
مہدی ہادی کہ کل عالم کا نور اس کا چہرہ ہے

آبِ حیواں شبنمے زاں آب کاندر جوئے اوست
آبِ حیات اس پانی کی شبنم ہے جو پانی اس کی نہر میں ہے

روضہ اش بستانِ جنت خاطرِ ما سوئے اوست
اس کا مزار جنت کا باغیچہ ہے، ہمارا دل اسی کی طرف ہے

در خراساں روز و شب اندر دلم با جستجوئے اوست
دن رات خراسان میں میرے دل میں اس کی جستجو ہے

بر دلِ ما دائما اینست گفت و گوئے اوست
ہمارے دل پر ہمیشہ اسی کی یہ گفتگو ہے

کالسلام اے حضرتِ شاہِ خراساں السلام
کہ السلام اے حضرت شاہِ خراساں السلام

ہست اینجا کوہِ طوس از مقدمش چوں کوہِ طور
اب طوس کا پہاڑ اس کی تشریف آوری سے کوہِ طور ہے

چوں تو موسیٰ نسبتی کردی دراں منزل ظہور
تجھ جیسے موسیٰ نسبت والے نے اس منزل میں ظہور کیا ہے

دارد از فیضِ جمالت روئے مہر و ماہ نور
تیرے حسن کے فیض سے سورج اور چاند کے چہرہ کو نور حاصل ہے

روضہ ات بستانِ جنت آستانت جائے حور
تیرا مزار جنت کا باغیچہ ہے، تیری چوکھٹ حور کا مقام ہے

آمدہ خلقے بامیدِ شما از راہِ دور
تمہاری امید میں لوگ دور دراز راستے سے آتے ہیں

کالسلام اے حضرتِ شاہِ خراساں السلام
کہ السلام اے حضرتِ شاہِ خراساں السلام

خردہ بینانے کہ ایشاں سکہ بر زر میزنند
وہ باریک بیں جو سونے کا سکہ بناتے ہیں

سکۂ دولت بنامِ آلِ حیدر میزنند
حکومت کا سکہ آلِ حیدر کے نام پر بناتے ہیں

شہ نشیناں جملہ آنجا حلقہ میزنند
شہ نشین لوگ سب اس جگہ در کی زنجیر ہلاتے ہیں

مؤذناں ہر صبح و شام اللہ اکبر میزنند
مؤذن ہر صبح و شام اللہ اکبر کہتے ہیں

۱؎ علی النقی امام دہم اور محمد تقی کے صاحبزادے ہیں۔ حسن عسکری امام یازدہم امام علی النقی کے صاحبزادے ہیں۔
۲؎ محمد مہدی امام دوازدہم اور حسن عسکری کے صاحبزادے ہیں فرقۂ امامیہ کے عقیدہ کے مطابق اگرچہ امام پیدا ہو چکے ہیں لیکن اس کے ظہور کا وقت ابھی نہیں آیا جب اس کے ظہور کا وقت ہوگا تو ظاہر ہوگا۔
۳؎ کوہِ طور پر حضرت موسیٰ کو تجلی حاصل ہوئی تھی اسی لیے کوہِ طور مقدس مقام ہے اسی طرح کوہِ طوس کو امام علی رضا کی وجہ سے تقدس حاصل ہو گیا ہے۔
۴؎ خردہ بیناں باریک بیں جنھوں نے سکہ آلِ حیدر کے نام کا بنایا ہے

مُقریاں بر چرخ ہر دم ایں ندا بر میزنند
پڑھنے والے آسمان پر ہر وقت یہ پکارتے ہیں

کالسلام اے حضرتِ شاہِ خراساں السّلام
کہ السّلام اے حضرت شاہِ خراساں السّلام

سینہ ام پُر درد و دل در سینہ از غم می طپید — از فراقِ آں شہنشاہِ عرب میرِ شہید
پُر سینہ درد سے پُر اور دل سینے میں غم سے تڑپ رہا تھا — عرب کے اس شہنشاہ کے فراق کی وجہ سے جو شہیدوں کا سردار ہے

در عنب چوں ہر خورد از دستِ ہارون الرشید — رازِ خود با کس نگفت و سِرِّ او را کس ندید
جبکہ اس نے ہارون الرشید کے ہاتھ سے انگور میں زہر کھایا — اپنا راز کسی کو نہ بتایا اور اس کے راز کو کسی نے نہ دیکھا

چونکہ شد در خانہ ایں آوازہ از رضواں شنید
جب گھر میں اس کی شہرت ہو گئی تو رضوان سے اس نے سنا

کالسلام اے حضرتِ شاہِ خراساں السّلام
کہ السّلام اے حضرتِ شاہِ خراساں السّلام

دائما خورشید و مہ بر درگہت جا کردہ اند — زاں سبب ہر لحظہ ایشاں قصدِ بالا کردہ اند
سورج اور چاند نے تیری درگاہ پہ مستقل ٹھکانا بنایا ہے — اسی سبب سے انھوں نے ہر وقت بلندی کا ارادہ کیا ہے

شمع را از ایں سبب ہر روز بر پا کردہ اند — زیرکانِ روزگار ایں نکتہ انشا کردہ اند
شمع کو اسی سبب سے ہر روز کھڑا کیا ہے — زمانہ کے سمجھداروں نے یہ نکتہ پیدا کیا ہے

باد را فراشِ آں درگاہِ اعلیٰ کردہ اند
ہوا کو اس بلند درگاہ کا فراش بنایا ہے

کالسلام اے حضرتِ شاہِ خراساں السّلام
کہ السلام اے حضرتِ شاہِ خراساں السّلام

صبح و شام اندر غمِ او شمع با سوز و گداز — گریہ و استادہ اندر درگہش تا روز باز
شمع سوز و گداز کے ساتھ اس کے غم میں، صبح و شام — روتی ہے اور دن نکلنے تک اس کی درگاہ میں کھڑی ہے

حافظانِ بارگاہِ او بشبہائے دراز — تا بروز اندر تلاوت با خدا گویند راز
اس کی بارگاہ کے محافظ، لمبی راتوں میں — دن نکلنے تک قرآن خوانی میں خدا سے راز کہتے ہیں

بُلبلاں اندر گلستاں کردہ اند ایں نغمہ ساز
باغوں میں بلبلوں نے یہ نغمہ گایا ہے

کالسلام اے حضرتِ شاہِ خراساں السّلام
کہ السّلام اے حضرتِ شاہِ خراساں، السّلام

دوش بودم در طوافِ روضۂ خیر الانام — شاہِ سلطانِ خراساں آں امام ابنِ امام
میں کل خیر الانام کے مزار کے طواف میں تھا — کہ جو سلطان خراسان کا شاہ، اور امام ابن امام ہے

آں امامے کز شرف ذاتش بود در دیں مدام — قبلۂ اہلِ خراساں کعبۂ ہر خاص و عام
وہ امام جس کی ذات شرافت کی وجہ سے دین میں ہمیشہ — اہل خراسان کا قبلہ اور ہر خاص عام کا کعبہ ہے

مشہور ہے کہ امام علی الرضا کو خلیفہ ہارون رشید نے انگوروں میں زہر دلوادیا تھا۔

بودم اندر روضہ اش کآمد بگوشم ایں کلام
میں اس کے مزار پر تھا کہ میرے کان میں یہ کلام آیا

کالسلام اے حضرتِ شاہِ خراساں السلام
کہ السلام اے حضرتِ شاہِ خراساں السلام

ایں بہ معجز کرد چوب خشک را اصلِ شجر
اس نے معجزے سے خشک لکڑی کو درخت کی جڑ بنا دیا

ہم بمعنی نقش پایت گشتہ پیدا در حجر
نیز حقیقتاً تیرے پیر کا نقش پتھر پر آگیا

اہلِ معنی را توئی چوں شاہِ سلطاں رہبر
چونکہ اے شاہِ سلطاں! اہلِ باطن کا تو ہی رہبر ہے

گشتہ شیرِ پردہ براعداز امرت پردہ در
پردے پر کا شیر تیرے حکم سے دشمنوں کا پردہ چاک کرنے والا ہو گیا

داد جبریلِ امیں در کلِ عالم ایں خبر
جبریل امین نے تمام عالم میں یہ خبر پہنچا دی

کالسلام اے حضرتِ شاہِ خراساں السلام
کہ السلام اے حضرتِ شاہِ خراساں السلام

ایکہ دارد روضہ ات بر جنت الماوا شرف
اے وہ کہ تیرا مزار جنت الماوی پر شرف رکھتا ہے

در خراساں مشہدت باشد بمعنی چوں نجف
خراساں میں تیرا مشہد حقیقتاً نجف کی طرح ہے

دوست باشد مر ترا در دنیا و عقبیٰ خلف
خاص تیرا دوست ہوگا دنیا اور آخرت میں جانشین

گشتہ جانِ دشمنت تیرِ ملامت را ہدف
تیرے دشمن کی جان ملامت کے تیر کا نشانہ بن گئی ہے

ہر زماں آید بگوشِ جانِ من از ہر طرف
ہر جانب سے ہر وقت میری جان کے کان میں یہ آواز آتی ہے

کالسلام اے حضرتِ شاہِ خراساں السلام
کہ السلام اے حضرتِ شاہِ خراساں السلام

مرغ روحم در ہوائے تست یا سلطانِ دیں
اے دین کے بادشاہ میری روح کا پرندہ تیری محبت میں ہے

یک زماں اے شاہِ من بر حالِ مسکیناں ببیں
تھوڑی دیر کے لئے اے میرے بادشاہ مسکینوں کے حال کو دیکھ

ہمچو مرغِ نیم بسمل اوفتادہ در زمیں
نیم بسمل پرندہ کی طرح زمین پر پڑا ہوا ہے

خاصہ حافظ را کہ دارد داغِ مہرت بر جبیں
خاص طور پر حافظ کو جو کہ پیشانی پر تیری محبت کا داغ رکھتا ہے

گوید از صدق و صفا ہر دم بآوازِ حزیں
سچائی اور خلوص سے غمگین آواز کے ساتھ ہر وقت کہتا ہے

کالسلام اے حضرتِ شاہِ خراساں السلام
کہ السلام اے حضرتِ شاہِ خراساں السلام

۱؎ مشہور ہے کہ امام علی الرضا کی کرامت سے سوکھی لکڑی تازہ درخت بن گئی تھی۔ نیز ان کی کرامت تھی کہ ان کے پیر کا نقش پتھر پر آجاتا تھا۔

۲؎ مشہور ہے کہ حضرت علی الرضا کو دعوت طعام پر بلایا گیا جب کھانا دستر خوان پر چن دیا گیا اور حضرت نے کھانے کے لئے ہاتھ بڑھایا تو جادوگروں نے جادو کے زور سے کھانا غائب کر دیا۔ حضرت کو اس پر ناگواری ہوئی اور آپ نے پردے پر شیر کی جو تصویر بنی ہوئی تھی اس پر توجہ ڈالی آپ کی توجہ سے وہ واقعی شیر بنکر جادوگروں پر حملہ آور ہوا اور ان کا تمام جادو کا کھیل ختم ہو گیا۔

قطعات [1]

گر کساں قدرِ مے بدانندے [2]
اگر لوگ شراب کی قدر جان لیتے

شب نخفتند و رز نشانندے
رات کو نہ سوتے اور انگور کی بیل لگاتے

تا کہارا از چوب عود کنند
انگور کی بیل کے لیے عود کی لکڑیاں لگاتے

جوئبار اگلاب رانندے
نہروں میں عرق گلاب بہاتے

صد و سی گز کنند دیوارش
ایک سو تیس گز کی اسکی چہار دیواری بناتے

پاسباناں باو نشانندے
وہاں چوکیدار بٹھاتے

پائے ہر خوشہ کنیزکِ ترک
ہر خوشہ کے نیچے ترک باندی کو

بنشانندے مگس برانندے
بٹھاتے جو مکھیاں اڑاتی

خسروا دادگرا شیر دلا بحر کفا
اے بادشاہ! اے منصف، اے شیر دل، اے سمندر جیسی ہتھیلی والے

اے کمالِ تو بانواعِ ہنر ارزانی
اے وہ کہ تیرا کمال مختلف ہنروں میں مسلم ہے

ہمہ آفاق گرفت و ہمہ اطراف کشاد
تمام اطراف کو لے لیا اور تمام آفاق کو فتح کر لیا

صیتِ مسعودی و آوازِ شہِ سلطانی
تیری سعادتمندی کی شہرت نے اور شہنشاہیت کے آوازے نے

گفتہ باشد مگرت ملہمِ غیب احوالم [3]
شاید میرے احوال تجھے غیب کے الہام کرنے والے نے کہہ دیے ہونگے

اینکہ شد روزِ منیرم چو شبِ ظلمانی
یہ کہ میرا روشن دن، تاریک رات کی طرح ہو گیا ہے

در دو سال آنچہ بیندوختم از شاہ و وزیر
میں نے دو سال میں بادشاہ اور وزیر سے جو کچھ جمع کیا تھا

ہمہ بربود بیکدم فلکِ چوگانی
چوگان کھیلنے والا آسمان سب کو ایک دم لے گیا

دوش در خواب چناں دید خیالم کہ سحر
کل رات میرے خیال نے خواب میں یہ دیکھا کہ صبح کے وقت

گذر افتاد بر اصطبلِ شہم پنہانی
خفیہ طور پر شاہی اصطبل سے میرا گزر ہوا

بستہ بر آخورِ او استرِ من جو میخورد
میرا خچر اس کی چرنی پر بندھا ہوا جو کھا رہا تھا

توبرہ افشاند و بمن گفت مرا میدانی
اس نے توبرا جھاڑ دیا اور مجھ سے بولا کہ تو مجھے جانتا ہے؟

ہیچ تعبیر نمیدانمش ایں خواب کہ چیست [4]
میں اس خواب کی کوئی تعبیر نہ جان سکا کہ کیا ہے؟

تو بفرمائے کہ در فہم نداری ثانی
تو بتا، کیونکہ سمجھ میں تیرا کوئی ثانی نہیں ہے

پادشاہا لشکرِ توفیق ہمراہِ تواند
اے بادشاہ! توفیق کے لشکر تیرے ساتھ ہیں

خیز اگر بر عزمِ تسخیرے کماں زہ میکنی
اٹھ اگر کسی فتح کے ارادے سے تو کمان کا چلہ چڑھاتا ہے

با چنیں جاہ و جلال از پیشگاہِ سلطنت
سلطنت کی طرف سے اس قدر مرتبہ اور جلال ہوتے ہوئے

آگہی و خدمتِ دلہائے آگہ میکنی
تو باخبر دل ہے اور باخبر دلوں کی خدمت کرتا ہے

با فریبِ ایں خمِ زنگار گونِ نیلفام [5]
اس زنگاری، نیلگوں مٹکے کے فریب کے باوجود

کار بر وفقِ مرادِ صبغۃ اللہ میکنی
تو شریعت کے مقصد کے مطابق کام کرتا ہے

[1] قطعہ اشعار کے اس مجموعہ کو کہا جاتا ہے جس میں ایک شعر کا مطلب دوسرے سے متعلق ہو اس میں قصیدے کی طرح مطلع کے دونوں مصرعے ہم قافیہ ہونے ضروری نہیں ہیں ہاں قطعہ کے ہر شعر کا مصرعۂ ثانی ہم قافیہ ہوگا۔ اس کے اشعار کی تعداد دو سے ایک سو تک ہو سکتی ہے۔

[2] اگر لوگ شراب کی صحیح قدر جان جائیں تو انگور کی بیلوں کی انتہائی قدر و منزلت کریں اور طرح طرح سے اس کی حفاظت اور دیکھ بھال رکھیں۔

[3] وہ خدا جو غیب کی باتیں دل میں ڈالتا ہے اس نے شاید بتایا ہوگا کہ میں انتہائی پریشانی میں ہوں۔

[4] ظاہر ہے کہ اس خواب کی یہی تعبیر ہے کہ حافظ کو ممدوح سے کچھ حاصل ہوگا۔

[5] خم زنگاری سے آسمان مراد ہے صبغۃ اللہ خدائی رنگ اس سے دین محمدی مراد ہے۔

آنکه ده با هفت و نیم آورد بس سودی نکرد
جس نے دس کو ساڑھے سات بنایا کوئی فائدہ نہ کیا
فرصتت باد اکہ هفت و نیم را ده میکنی
تیری عمر دراز ہو تو ساڑھے سات کو دس بناتا ہے

سال و فال و مال و حال و اصل و نسل و بخت و تخت
سال اور فال، مال اور حال، اصل اور نسل، نصیبا اور تخت
بادت اندر هر دو گیتی برقرار و بر دوام
تیرے لیے دونوں جہان میں ہمیشہ برقرار ہیں

سالِ خرم فالِ نیکو مالِ وافر حالِ خوش
مبارک سال، نیک فال، گھنا مال، خوش حال
اصلِ ثابت نسلِ باقی تختِ عالی بخت رام
پائیدار اصل، باقی رہنے والی نسل، بلند تخت، فرمانبردار نصیبہ

شاہا بشیرے ز بہشتم رسیدہ است
اے بادشاہ! ایک خوشخبری دینے والا جنت سے میرے پاس پہونچا ہے
رضواں سرشت و حور وش و سلسبیل موی
جو رضوان طبیعت، حور صفت، سلسبیل جیسے بالوں والا ہے

خوش لفظ و پاک معنی و موزون و دلفریب
خوش لفظ، پاک معنی، اور موزوں، اور دلفریب ہے
صاحب جمال و نازک و خوب و لطیفہ گوی
حسین، نازک، خوبصورت اور لطیفہ گو ہے

گفتم دریں سرا چہ ز بہرِ چہ آمدی
میں نے کہا اس گھر میں تو کس لیے آیا ہے
گفتا ز بہرِ مجلسِ شاہِ غریب جوی
اس نے کہا مسافر نواز، بادشاہ کی مجلس کے لیے

اکنوں ز صحبتِ منِ مفلس بجاں رسید
اب وہ مجھ مفلس کی صحبت سے تنگ ہو گیا ہے
نزدیکِ خویش خوانش و کامِ دلش بجوی
اپنے پاس اسے بلا لے اور اس کے دل کا مقصد معلوم کر لے

آں کیست تا بحضرتِ سلطاں ادا کند
وہ کون ہے جو بادشاہ کے دربار تک پہونچا دے؟
کز جورِ چرخ گم شتر و گربہ پدید
کہ آسمان کے ستم سے اونٹ گم ہو گئے اور بلیاں نکل پڑیں

رندے نشستہ بر سرِ سجادۂ قضا
قضا کے مصلے پر ایک رند بیٹھا ہوا ہے
حیزے دگر بمرتبہ سروری رسید
ایک اور ہیجڑا، سرداری کے رتبے کو پہونچ گیا ہے

آں رند گفت چشم و چراغِ جہاں منم
وہ رند بولا، میں دنیا کا چشم و چراغ ہوں
آں حیز گفت ہمچو منی در جہاں کہ دید
وہ ہیجڑا بولا، مجھ جیسا دنیا میں کس نے دیکھا ہے؟

اے آصفِ زمانہ ز بہرِ خدا بگوی
اے آصف دوراں خدا کے لئے کہدے
با آں شہے کہ دولتِ او باد بر مزید
اس بادشاہ سے جس کی حکومت خدا کرے ترقی پر رہے

شاہا روا مدار کہ مفعول من یزاد
اے بادشاہ اس کو جائز نہ رکھ کہ ہر شخص کا مفعول جو اس سے چاہے
گردد بروزگارِ تو فعالِ ما یرید
تیرے زمانہ میں من مانی کرنے والا ہو

دل منبد ایجانِ من بر وعدۂ شاہ و وزیر
اے میری جان! بادشاہ اور وزیر کے وعدے سے دل نہ لگا
کس نمیداند کہ کارش از کجا خواہد کشاد
کوئی نہیں جانتا کہ اس کا کام کہاں سے بنے گا

رو توکل کن نمیدانی کہ نوکِ کلکِ من
جا، توکل کر تو نہیں جانتا کہ میرے قلم کی نوک نے
نقش ہر صورت کہ زد رنگے دگر بیروں فتاد
جس صورت کا نقش بنایا دوسرا ہی رنگ نکلا

شاہِ ہرموزم ندید و بے سخن صد لطف کرد
شاہ ہرموز نے مجھے نہیں دیکھا اور بغیر بات کے سو مہربانیاں کیں
شاہ یزدم دید و مدحش گفتم و ہیچم نداد
شاہ یزد نے مجھے دیکھا اور میں نے اس کی تعریف کی پھر اس نے کچھ نہ دیا

کارِ شاہاں اینچنیں باشد تو اے حافظ مرنج
اے حافظ! تو رنج نہ کر، بادشاہوں کے کام ایسے ہی ہوتے ہیں
داورِ روزی رساں توفیق نصرتشاں دہاد
روزی پہونچانے والا خدا ان کو مدد کرنے کی توفیق دے

قطعات

۱؎ یعنی اے ممدوح تجھے دنیا اور آخرت میں عمدہ سال اور خوشی وغیرہ نصیب ہو۔
۲؎ یہ قطعہ ایک قاضی اور ایک حاکم کی شکایت میں ہے اور حاکم ہیجڑا ہے۔ آصف سے عماد بن محمود، قطب الدین کا وزیر مراد ہے۔
مفعول من یزاد یعنی بدفعلی کرانے کا عادی ہے
فعال ما یرید یعنی اتنا اقتدار حاصل ہو کر جو چاہے کر گذرے
۳؎ یہ قطعہ شاہ یزد کی شکایت میں ہے۔ یزد شیراز کے قریب ایک شہر کا نام ہے اسی کے قریب ہرموز شہر ہے۔

گفتند شعرِ من ز بنفشہ شکر رُباست
لوگ کہتے ہیں میرے اشعار نے بنفشہ کی شیرینی ختم کر دی
زاں غیرتِ طبرزد[1] و کعب الغزال شد
اسی وجہ سے وہ مصری اور بتاشے کے لیے باعثِ شکست ہو گئے

بادا دہانش تلخ کہ عیبِ نبات گفت
اُس کا منہ کڑوا ہو، جو مصری میں عیب نکالے
خاکش بسر کہ مُنکرِ آبِ زلال شد
اُس کے سر پر خاک، جو صاف پانی کا منکر ہو

آنکس کہ کور زاد ز مادر بعمرِ خویش
جو شخص ماں کے پیٹ سے اندھا پیدا ہوا ہو وہ اپنی عمر میں
کے مُشتری دلبرِ صاحب جمال شد
کب حسین، دلبر کا خریدار بنا ہے!

بسمعِ خواجہ رساں اے رفیقِ وقت شناس
اے وقت شناس دوست، خواجہ[2] کے کان تک پہنچا دے
بخلوتے کہ درآں اجنبی صبا باشد
اس خلوت میں جہاں صبا بھی اجنبی ہو

لطیفۂ بمیان آر و خوش بخندانش
کوئی لطیفہ سنا، اور اس کو خوب ہنسا دے
بہ نکتۂ کہ دلش را درآں رضا باشد
اس نکتہ سے جس سے اس کا دل راضی ہو جائے

پس آنگہے ز کرم آنقدر بہ پرس ز لطف
پھر اس وقت کرم کر کے نرمی سے اس قدر پوچھ لے
کہ گر وظیفہ تقاضا کنم رَوا باشد
کہ اگر میں وظیفہ کا تقاضا کروں تو مناسب ہوگا؟

زدانش مطلقاً بے بہرہ باشد
وہ عقل سے بالکل بے بہرہ ہوگا
کہ از دنیا بشادی بہرہ جوید
جو دنیا سے خوشی کا حصہ طلب کرے گا

بوَد از شربتِ شادی صائم الدہر[3]
وہ خوشی کے شربت سے ہمیشہ کا روزہ دار ہوگا
کہ جُلّابِ طرب از دہر جوید
جو خوشی کا عرقِ گلاب، زمانہ سے چاہے گا

کسے چوں نوشدارو جوید از دہر
جب کوئی شخص زمانہ سے نوشدارو مانگتا ہے
کدامی نوشدارو زہر جوید
نوشدارو کیا، وہ تو زہر مانگتا ہے

بُلبل اندر نالہ و گُل خندۂ خوش میزند
بُلبل نالہ کر رہی ہے اور گلاب خوب قہقہہ لگا رہا ہے
چوں نسوزد دل کہ دلبر در وے آتش میزند
دل کیوں نہ جلے کہ معشوق اس میں آگ لگا رہا ہے

ناخوشیہا دیدہ ام زاں زاہدِ پشمینہ پوش
اس کمبل پوش، زاہد سے میں نے غم اٹھائے ہیں
من غلامِ مُطربم کابریشم خوش میزند
میں اس مطرب کا غلام ہوں، جو ریشم کے تار خوب بجا رہا ہے

زاہدا از تیرِ مژگانش حذر کردن چہ سود
اے زاہد! اس کی پلکوں کے تیر سے بچنے سے کیا فائدہ؟
زخمِ پنہاں چوں با بروئے کمانش میزند
جبکہ وہ پوشیدہ زخم، کمان جیسے ابروؤں سے لگاتا ہے

رُوح القدس[4] آں سروشِ فرّخ
وہ مبارک غیبی فرشتہ، جبرئیل
از قبّۂ طارمِ زبرجد
زبرجدی بالا خانہ کے قبّے سے

میگفت سحر گہاں کہ یارب
صبح کے وقت کہہ رہا تھا کہ یارب
در دولت و حشمتِ مُخلّد
دولت اور مستقل حشمت میں

بر مسندِ خسروی بماناد
شاہی مسند پر رہے
منصور مظفر[5] محمّد
محمد منصور کا بیٹا

تو نیک و بدِ خود ہم از خود بپرس
تو اپنی نیکی اور بدی، خود اپنے آپ سے معلوم کر
چرا دیگرے بایدت مُحتسب
دوسرا محتسب تجھے کیوں چاہیے؟

قطعات

[1] طبرزد ایک سخت قسم کی مصری کو کہتے ہیں، کعب الغزال ہرن کا ٹخنہ، بتاشے کو کہتے ہیں۔
[2] خواجہ کا مقررہ وظیفہ رُک گیا تھا اس پر یہ قطعہ کہا ہے، صبا کے اجنبی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ایسی خاص تنہائی ہو کہ وہاں صبا بھی موجود نہ ہو۔
[3] صائم الدہر، وہ شخص جو بارہ مہینے روزے رکھتا ہو جلاب گُل اور آب سے بنا ہے وہ شربت جو عرقِ گلاب سے تیار کیا گیا ہو۔
[4] روح القدس، جبرئیل، یعنی جبرئیل نے وہ دعا دی جو اگلے اشعار میں مذکور ہے، قبّہ سے آسمان مراد ہے۔
[5] یہ شاہ شجاع کا بھتیجا ہے جس نے اس کے بیٹے سلطان زین العابدین کو شکست دیکر شیراز پر قبضہ کیا تھا۔

زبد دور باش و بہ نیکی بکوش ۔ مکن عمر ضائع بلہو و لعب
بڑے کام سے دور رہ اور نیکی کی کوشش کر ۔ کھیل کود میں اپنی عمر ضائع نہ کر

چو دانی کہ روزی دہندت خداست ۔ مدار از طمع قلب را منقلب
جب تجھے معلوم ہے کہ تجھے روزی دینے والا خدا ہے ۔ لالچ کی وجہ سے دل کو الٹنے پلٹنے والا نہ بنا

چو دوناں دریں خاکدانِ دنی ۔ ز بہر دو نان از چہ مضطرب
کمینوں کی طرح اس کمینی دنیا میں ۔ دو روٹی کے لیے تو کیوں پریشان ہے؛

وَمَن يَتَّقِ اللهَ يَجعَل لَهُ ۔ وَيَرزُقهُ مِن حَيثُ لَا يَحتَسِب
جو خدا سے ڈرتا ہے خدا اس کے لیے رہائی کی صورت پیدا فرما دیتا ہے ۔ اور اس کو ایسی جگہ سے رزق دیتا ہے کہ اسکو گمان نہیں ہوتا ہے

بگوشِ ہوش تبے منہیے ندا در داد ۔ ز حضرتِ احدی لا الٰہ الا اللہ
ایک دات گوش ہوش میں ایک خبر دینے والے نے کہا ۔ اس اللہ کے دربار سے جس کے سوا کوئی معبود نہیں

کہ اے عزیز کسے را کہ خواریست نصیب ۔ یقیں بداں کہ نیابد بزور منصب و جاہ
کہ اے عزیز جس شخص کے نصیب میں ذلت ہے ۔ یقین کر لے طاقت سے منصب اور مرتبہ نہیں پا سکتا

بآبِ زمزم و کوثر سفید نتواں کرد ۔ گلیمِ بخت کسے را کہ بافتند سیاہ
زمزم اور کوثر کے پانی سے سفید نہیں کیا جا سکتا ہے ۔ اس شخص کے نصیب کی کملی کو جس کو کارکنان قضا و قدر نے سیاہ بنا دیا ہے

آں حبۂ خضرا خور کز روئے سبکروحی ۔ ہر کو بخورد یک جو برسیخ زند سیمرغ
وہ سبز دانہ کھا کہ مزاج کی شگفتگی کی وجہ سے ۔ جو کوئی ایک جو کے برابر کھاتا ہے سیمرغ کے کباب بناتا ہے

آں ذرہ کہ اعضا را در ولولہ اندازد ۔ یک ذرہ و صد مستی یک حبہ و صد سیمرغ
وہ ذرہ جو اعضاء کو ولولہ میں ڈال دے ۔ ایک ذرہ ہے اور سو مستیاں، ایک دانہ ہے اور سو سیمرغ

سگ برآں آدمی شرف دارد ۵ ۔ کہ دلِ مردماں بیازارد
اس آدمی پر کتا فضیلت رکھتا ہے ۔ جو لوگوں کے دلوں کو آزردہ کرے

ایں سخن را حقیقتے باید ۔ تا معانی بدل فرود آید
اس کلام میں کوئی حقیقت ہونی چاہیے ۔ تاکہ معنیٰ دل میں اتر جائیں

آدمی با تو دست در مطعوم ۔ سگ ز بیرونِ آستاں محروم
آدمی کا ہاتھ تیرے ساتھ کھانے میں ہے ۔ کتا چوکھٹ کے باہر محروم ہے

حیف باشد کہ سگ وفا دارد ۔ و آدمی دشمنی روا دارد
افسوس ہے کہ کتا وفاداری کرے ۔ اور آدمی دشمنی کو روا رکھے

صاحبم دوش بادہ نفرستاد ۔ آں خطا ایں خطاب می ارزد
میرے دوست نے کل شراب نہ بھیجی ۔ وہ غلطی اس خطاب کے لائق ہے

لعل و یاقوتِ جامِ او گوئی ۔ ملکِ مالکِ رقاب می ارزد
اس کے جام کا لعل اور یاقوت گویا ۔ گردنوں کے مالک کے ملک کی قیمت رکھتا ہے

قطعۂ پیشِ او فرستادم ۔ کہ بصد خم شراب می ارزد
میں نے اس کے پاس ایسا قطعہ بھیجا ۔ جو شراب کے سو مٹکوں کی قیمت کا ہے

۱؎ یہ کلام اللہ کی ایک آیت کا اقتباس ہے جس میں فرمایا گیا ہے کہ جو شخص خدا پر بھروسہ کرتا ہے خدا اس کو بلا سان و گمان رزق دیتا ہے۔

۲؎ جس کے مقدر میں ذلت ہے اس کو عزت نصیب نہیں ہو سکتی ہے۔ کالی گدڑی دھونے سے سفید نہیں ہو سکتی ہے۔

۳؎ سبز دانہ سے انگور کا دانہ مراد ہے یعنی شراب وہ نشاط پیدا کرتی ہے کہ انسان سیمرغ کے کباب بنانے کا ارادہ کرتا ہے۔

۴؎ مردم آزار انسان غداری کرے اور کتا وفاداری تو یہ انسان کتے سے بھی زیادہ ذلیل ہے۔

۵؎ اس کے شراب نہ بھیجنے کی غلطی پر یہ اس بات کا مستحق ہے جو اگلے شعر میں کہی گئی ہے۔

۵؎ یہ دو شعر مثنوی کے ہیں۔ نہ معلوم قطعات کے ذیل میں کیوں لکھے گئے ہیں۔

قطعات

قطعات

اے بادِ صبا اگر توانی
اے صبا! اگر تجھ سے ہو سکے
از راهِ وفا و مهربانی
تو وفا اور مہربانی کی راہ سے

از من خبرے بر بیارم
میری خبر میرے یار کے پاس لے جا
کو سوختہ تو در نہانی
کہ وہ جو تیرا پوشیدہ طور پر جلا ہوا ہے

می مُرد ز اشتیاق و میگفت
اشتیاق سے مرا جاتا تھا اور کہتا تھا
اے بے تو حرام زندگانی
اے دوست! تیرے بغیر زندگی حرام ہے

شرابِ[1] لعلِ مُروّق بجام گفت کہ من
صاف سرخ شراب نے جام میں کہا کہ میں
چہار گوہرم اندر چہار جائے مدام
ہمیشہ چار جگہوں میں چار گوہر ہوں

زمردم بر تاک و عقیق در شیشہ
میں انگور کی بیل پر زمرد ہوں، شیشہ میں عقیق ہوں
سُہیل در خُم و آفتاب اندر جام
میں مٹکے میں سہیل ہوں، اور جام میں آفتاب ہوں

مرا حرام کہ گوید کہ وقتِ خوردنِ من
مجھے حرام کون کہتا ہے اس لئے کہ مجھے پینے کے وقت!
حلال زادہ بروں آید از نتاجِ حرام
حرامی نطفہ سے حلال زادہ پیدا ہوتا ہے

اے معزّ[2] اصلِ عالی جوہرت از حقد و حرص
اے وہ کہ تیرے جوہر کی بلند اصل، کینے اور حرص سے پاک ہے
وے مبرّا ذاتِ میمون اخترت از زرق و ریو
اور اے وہ! کہ تیرے مبارک ستارے والی ذات مکاری اور دھوکے سے بری
از بزرگی کے روا باشد کہ تشریفاتِ را
بزرگی کی وجہ سے کب جائز ہوگا کہ تو انعامات کو؟
از فرشتہ باز گیری و آنگہے بخشی بدیو
فرشتہ سے لوٹا لے اور پھر شیطان کو دیدے

سرائے مدرسہ و بحثِ علم و طاق و رواق
مدرسہ کی سرائے، اور علم کی بحث، اور محراب اور پردہ
چہ سود چوں دلِ دانا و چشمِ بینا نیست
کیا فائدہ جبکہ دانا دل اور بینا آنکھ نہیں ہے؟

سرائے قاضیِ یزد ارچہ منبعِ فضل ست
یزد کے قاضی کا مکان اگرچہ علم کا سرچشمہ ہے
خلاف نیست کہ علمِ نظر[3] در آنجا نیست
اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ نظر بازی کا علم وہاں نہیں ہے؟

ایکہ از روزگار می طلبی
اے وہ! کہ تو زمانہ سے طلب کرتا ہے
فرح و عیش و خرمی و طرب
فرحت، اور عیش، اور خوشی اور مستی

فکرِ مال و منال و حشمت و جاہ
مال و منال اور حشمت اور جاہ کا فکر
ہمہ بگذار و ساغرے بطلب
سب چھوڑ اور ایک ساغر مانگ

دلا[4] دیدی کہ آں فرزانہ فرزند
اے دل! تو نے دیکھا کہ اس عقلمند بچے نے
چہ دید اندر خمِ ایں طاقِ نیلیں
اس نیلگوں محراب کے خم میں کیا دیکھا

بجائے لوحِ سیمیں در کنارش
اُس کی بغل میں چاندی کی تختی کی بجائے
فلک بر سر نہادش لوحِ سنگیں
آسمان نے اس کے سر پر پتھر رکھ دیا

بمدّتے در طلبِ مالِ جہاں کردم سعی
میں نے ایک مدت تک دنیا کا مال طلب کرنے میں کوشش کی
تا بآخر خبرم شد کہ ز نفعش ضررست[5]
یہاں تک کہ آخر میں مجھے پتہ چل گیا کہ اس کے فائدہ میں نقصان ہے

عوضِ ہر چہ فلک داد بمن باز ستد
جو چیزیں آسمان نے مجھے دیں ان کا بدلہ واپس لے لیا
نکند فائدہ فریادِ جوانی چہ سرست
جوانی کی فریاد کوئی فائدہ نہیں دیتی ہے کیا خیال ہے؟

---

[1] شراب نے کہا میں چار جگہ پر چار گوہروں کی طرح ہوں انگور کی بیل پر جب تک ہوں زمرد ہوں، شیشہ میں آ کر سرخ عقیق ہوں مٹکے میں سہیل ستارہ اور جام میں آفتاب ہوں مجھے پیکر حلال زادہ حرام زادے سے ممتاز ہو جاتا ہے۔ شراب پینے کے بعد انسان کی اصل حقیقت اور اس کے اخلاق ظاہر ہو جاتے ہیں۔

[2] یہ قطعہ بھی شکایتی ہے یعنی تیری ذات حرص سے پاک ہے تیری بزرگی کے یہ شایانِ شان نہیں ہے کہ دوسرے تیرے عطیات سے فائدہ اٹھائیں اور میں محروم رہوں۔

[3] علم نظر، علم بحث و مناظرہ کو کہا جاتا ہے لیکن یہاں اگر نظر بازی اور شاہد بازی کے معنی لئے جائیں، تو زیادہ اچھا ہے۔

[4] یہ قطعہ کسی بچے کے مرثیہ میں کہا ہے۔ لوحِ سیمیں چاندی کی تختی لوحِ سنگیں سے قبر کا پتھر مراد ہے۔

[5] یعنی دنیا کمانے میں آخرت کا نقصان ہے۔

عمر ضائع شد و از مال زیانے دارد
عمر ضائع ہو گئی، اور مال میں بھی نقصان ہے

اندہِ عمر کنوں از ہمہ غمہا بتر ست
اب عمر کا غم سب غموں سے بدتر ہے

بعد ازیں یک نفس از عمر بملک دو جہاں
اس کے بعد عمر کا ایک سانس دونوں جہان کے ملک کے بدلے

نفروشم کہ بچشم دو جہاں مختصر ست
میں نہ بیچوں گا اس لیے کہ میری آنکھوں میں دونوں جہان مختصر ہیں

مالکِ ملکِ قناعت چو شدم گفتم فاش
میں جب قناعت کے ملک کا مالک ہو گیا تو کھلم کھلا میں نے کہا

کہ ز سر ہر چہ زیادست مرا دردِ سرست
کہ سر کے علاوہ جو کچھ زیادہ ہے میرے لیے دردِ سر ہے

گنجہا یافتہ ام در دلِ ویراں ز ہنر
میں نے اپنے ویران دل میں ہنر کے خزانے پائے ہیں

گرچہ بحریست ضمیرم کہ سراسر ہنر ست
اگرچہ میرا دل ایسا سمندر ہے جو سراسر ہنر ہے

بعد ازیں ہر چہ رسد از بد و نیک اے حافظ
اے حافظ! اس کے بعد جو کچھ نیک اور بد حاصل ہو

غم مخور شاد بزی زانکہ جہاں در گذر ست
غم نہ کر، خوش رہ اس لیے کہ دنیا فانی ہے

ہر کہ آمد در جہانِ پُر ز شور
پُر فساد دنیا میں جو آیا

عاقبت ببایدش رفتن بگور
انجام کار اس کو قبر میں جانا پڑے گا

در رہِ عقبیٰ ست دنیا چوں پلے
آخرت کے راستہ میں دنیا ایک پُل کی طرح ہے

بے بقا جائے و ویراں منزلے
نہ باقی رہنے والی جگہ اور ایک ویران منزل ہے

دل منہ بر ایں پلِ پُر ترس و بیم
اس پُر خوف و خطر پُل سے دل نہ لگا

برگِ رہ سازو مشو اینجا مقیم
راستہ کا سامان تیار کر، اور اس جگہ نہ ٹھہر

نزدِ اہلِ معنی ایں کاخِ سپنج
یہ اسپنجی محل، اہلِ باطن کے نزدیک

ہست چوں ویرانۂ خالی ز گنج
اس ویرانے کی طرح ہے جو خزانے سے خالی ہے

دور باش از دوستیِ مال و جاہ
مال اور مرتبہ کی دوستی سے دور رہ

زانکہ مالت مار و جاہت ہست چاہ
اس لیے کہ تیرا مال سانپ اور مرتبہ کنواں ہے

من گرفتم خود توئی بہرامِ گور
میں نے مانا کہ تو خود بہرام گور ہے

خواہی افتاد آخر اندر دامِ گور
بالآخر تو قبر کے جال میں پھنسے گا

گر نہ کوری گور می بیں گفتمت
میں تجھ سے کہتا ہوں اگر تو اندھا نہیں ہے تجھے قبر کو دیکھنا چاہیے

یک زماں بیکار منشیں گفتمت
میں نے تجھ سے کہہ دیا، تھوڑی دیر کیلئے بھی بیکار نہ بیٹھ

ہیچکس را نیست زیں منزل گزیر
اس منزل سے کسی کو چارہ نہیں ہے

از گدا و شاہ و از برنا و پیر
خواہ فقیر ہو یا بادشاہ، خواہ جوان ہو یا بوڑھا

اے کہ بر ما بگذری دامن کشاں
اے وہ کہ جو ہمارے پاس سے دامن کھینچتا ہوا گزر رہا ہے

از سرِ اخلاص الحمدے بخواں
خلوص کے طور پر سورۂ فاتحہ پڑھ

فسادِ چرخ نہ بینیم و نشنویم ہنوز
ہم ابھی تک آسمان کا فساد نہ دیکھتے ہیں نہ سنتے ہیں

کہ چشمہا ہمہ کور ست و گوشہا ہمہ کر
اس لیے کہ سب آنکھیں اندھی ہیں اور سب کان بہرے ہیں

بسا کساں کہ مہ و مہر باشدش بالیں
بہت سے وہ لوگ جن کے سرہانے سورج اور چاند ہوتے ہیں

بعاقبت ز گل و خاک باشدش بستر
انجام کار ان کا بستر مٹی اور خاک سے ہوتا ہے

غزلیات

۱؎ مال بھی ضائع ہوا اور عمر بھی برباد ہو گئی عمر کی بربادی کا زیادہ افسوس ہے۔
۲؎ قناعت حاصل ہو جانے کے بعد میں نے کہہ دیا کہ بس انسان کو اپنے سر کا مالک ہونا چاہئے اس سے علاوہ اگر کچھ ہے تو وہ دردِ سری کا باعث ہے۔
۳؎ دنیا میں آنے کے بعد لامحالہ ہر شخص کو قبر میں جانا ہے۔
۴؎ دنیا آخرت کا پل ہے پل پر کوئی شخص قیام نہیں کرتا ہے بلکہ وہ محض گذر جانے کے لئے ہوتا ہے۔
۵؎ بہرام بادشاہ کو گورخر کے شکار کا بہت زیادہ شوق تھا اس نے بہرام گور کہلانے لگا دامِ گور یعنی مر کر قبر میں جائے گا۔
۶؎ جو شخص تکبر کے ساتھ ہماری قبر پر سے گذرے اس کو سورۂ فاتحہ پڑھ کر ہمیں ایصالِ ثواب کرنا چاہیے۔
۷؎ چونکہ ہم اندھے اور بہرے ہیں اس لیے زمانے کے فساد کو نہ دیکھتے ہیں نہ سنتے ہیں۔

چہ فائدہ ز زرہ باکشادِ تیرِ قضا
قضا کا تیر چھوٹنے پر زرہ سے کیا فائدہ؟

چہ منفعت ز سپر با نفاذِ تیغِ قدر
تقدیر کی تلوار چلنے پر ڈھال سے کیا فائدہ؟

اگر ز آہنِ[1] و فولادِ سودہ حصن کنی
اگر تو پسے ہوئے لوہے اور فولاد سے قلعہ بنا دے

حوالہ چوں برسد زود اجل بکوبد در
جب وقت آجاتا ہے تو موت جلد دروازہ کھٹکھٹا دیتی ہے

بروشنیِ خوش و عیش و نوش غرہ مشو
اچھی روشنی اور عیش اور پینے پلانے سے دھوکا نہ کھا

کہ ظلمت از پئے نور ست و زہر زیر شکر
اس لیے کہ تاریکی نور کے بعد ہے اور شکر کے نیچے زہر ہے

درے کہ بر تو کشایند از ہوا مکشائے
خواہش نفسانی کا جو دروازہ تجھ پر کھولیں اسے نہ کھول

رہے کہ بر تو نمایند از ہوس مسپر
ہوس کی جو راہ تجھے دکھائیں اس پر نہ چل

براہِ[2] تو ہمہ چاہ است سر نہادہ مرو
تیرے راستے میں کنویں ہی کنویں ہیں، سر نیچا کئے ہوئے نہ چل

بجامِ تو ہمہ زہر ست ناچشیدہ مخور
تیرے جام میں سب زہر ہے بغیر چکھے نہ پی

عیارِ چرخ بگیر و نہادِ دور نگر
آسمان کی آزمائش کر اور زمانہ کی فطرت دیکھ

بساطِ حرص بچین و لباسِ آز بدر
حرص کی بساط لپیٹ دے اور لالچ کا لباس پھاڑ دے

دل منہ[3] بر دنیا و اسبابِ او
دنیا اور اس کے سامان سے دل نہ لگا

زانکہ از وے کس وفاداری ندید
اس لیے کہ اس سے کسی نے وفاداری نہیں دیکھی ہے

کس عسل[4] بے نیش ازیں دکاں نخورد
اس دکان سے کسی نے بغیر ڈنک کے شہد نہیں کھایا

کس رطب بے خار ازیں بستاں نچید
کسی نے بدون کانٹے کے اس باغ سے کھجوریں نہیں چنیں

ہر کہ ایامے چراغے بر فروخت
جس نے چند دن چراغ جلایا

چوں تمام افروخت بادش در دمید
جب پورا روشن ہو گیا، ہوا نے اسکو بجھا دیا

بے تکلف ہر کہ دل بر وے نہاد
جس نے اس سے بے تکلف دل لگایا

چوں بدیدم خصمِ خود می پرورید
جب میں نے دیکھا تو وہ اپنا دشمن پال رہا تھا

شاہِ[5] غازی خسروِ گیتی ستاں
غازی بادشاہ، دنیا کا فاتح خسرو

آنکہ از شمشیرِ او خوں می چکید
وہ کہ جس کی تلوار سے خون ٹپکتا تھا

گہ بیک حملہ سپاہے می شکست
کبھی ایک حملہ سے لشکروں کو شکست دیتا تھا

گہ بہوئے قلبِ کوہے می درید
کبھی ایک ہُوسے پہاڑ کا دل پھاڑتا تھا

سروراں را بے گنہ میکرد حبس
سرداروں کو بے خطا قید کر دیتا تھا

گردناں را بے سخن سر می برید
بے بات لوگوں کے سر کاٹتا تھا

از نہیبش پنجہ می افگند شیر
اس کے خوف سے شیر پنجے ڈھیلے کر دیتا تھا

در بیاباں نامِ او چوں می شنید
جنگل میں جب اس کا نام سن لیتا تھا

عاقبت شیراز و تبریز و عراق
انجام کار جب اس نے شیراز اور تبریز اور عراق کو

چوں مسخر کرد وقتش در رسید
فتح کر لیا تو اس کا وقت آگیا

آنکہ روشن بد جہاں بینش باو
جس کی وجہ سے اس کی آنکھ روشن تھی

میل در چشمِ جہاں بینش کشید
اس نے اس کی جہاں بیں آنکھ میں سلائی پھیر دی

قطعات

[1] اگر انسان آہنی قلعوں میں بھی رہے تو موت کا وقت آنے پر لامحالہ مر جائے گا۔

[2] انسان کے راستے میں بہت سے کنویں ہیں اور اس کے جام میں زہر ہے ہوش سے کام کرنا چاہئے۔

[3] یہ قطعہ امیر مبارز الدین کی گرفتاری پر لکھا ہے یعنی دنیا ناپائدار ہے اس پر بھروسہ مناسب نہیں ہے۔

[4] دنیا کی ہر راحت تکلیف سے ملی ہوئی ہے۔ دکان سے دنیا مراد ہے

[5] شاہ غازی سے امیر مبارز الدین محمد مراد ہے جس کو اس کے بیٹے شاہ شجاع نے گرفتار کر کے اور آنکھوں میں گرم سلائی پھروا کر معزول کر دیا تھا اور پھر خود شیراز کا بادشاہ بن گیا تھا۔

بعہدِ سلطنتِ شاہِ شیخ ابو اسحاق
شیخ ابو اسحاق بادشاہ کی سلطنت کے زمانے میں

بہ پنج شخصِ عجب مُلکِ فارس بود آباد
ملک فارس پانچ عجیب شخصیتوں کی وجہ سے آباد تھا

نخست پادشہے ہمچو او ولایت بخش
اوّلاً، اس جیسا ملک بخشنے والا بادشاہ

کہ جانِ خویش بپرورد و دادِ عیش بداد
جس نے اپنی جان کی تپرورش کی اور عیش کی داد دی

دِگر مربیِ اسلام شیخ مجد الدین
دوسرے اسلام کے مربی شیخ مجد الدین

کہ قاضیے بہ از آں آسماں ندارد یاد
کہ ان سے بہتر کوئی قاضی آسمان کو یاد نہیں ہے

دِگر شہنشہِ دانش عضد کہ در تصنیف
تیسرے، عقل کا بادشاہ عضد الدین کہ تصنیف میں

زُمینِ ہمتِ او کارہائے بستہ کشاد
اس کی توجہ کی برکت سے بندھے ہوئے کام کھلے

دِگر بقیۂ ابدال شیخ امین الدین
چوتھے، ابدال کے بقیہ شیخ امین الدین

بنائے کارِ موافق بنامِ شاہ بنہاد
جنہوں نے موافق کام کی بنیاد بادشاہ کے نام پر رکھی

دِگر کریم چو حاجی قوامِ دریا دل
پانچویں، حاجی قوام جیسا سخی دریا دل

کہ نامِ نیک ببرد از جہاں ز بخشش و داد
جو بخشش اور عطا کی وجہ سے دنیا میں نیک نام پیدا کر گیا

نظیرِ خویش نہ بگذاشتند و بگذشتند
انہوں نے اپنی مثال نہ چھوڑی اور چلے گئے

خدائے عزّ و جل جملہ را بیامرزاد
اللہ تعالیٰ سب کی بخشش کرے

مثنوی[2]

اَلا اے آہوئے وحشی کجائی
اے وحشی ہرن تو کہاں ہے؟

مرا باتست بسیار آشنائی
مجھے تجھ سے بہت محبت ہے

دو تنہا و دو سرگردانِ بیکس[3]
دو تنہا، اور دو حیران، بیکس ہیں

دو راہ اندر کمیں از پیش و از پس
آگے اور پیچھے سے دو راستے گھات میں ہیں

بیا تا حالِ یک دیگر ببینیم
آجا، تاکہ ہم ایک دوسرے کا حال جان لیں

زمانے پیشِ یکدیگر نشینیم
تھوڑی دیر مل کر بیٹھیں

حدیثِ[4] دردِ دوری را نخوانیم
فراق کے درد کا قصہ ہم نہ پڑھیں

مرادے ہم بجوئیم ار توانیم
اگر ہو سکے تو ایک دوسرے کی مراد ڈھونڈیں

کہ[5] می بینم دریں دشتِ مشوّش
اس لیے کہ میں اس تشویشناک جنگل میں دیکھتا ہوں

چراگاہے ندارم خرّم و خوش
کہ میرے پاس کوئی سرسبز اور اچھی چراگاہ نہیں ہے

کہ خواہد شد بگوئید اے حبیباں
اے دوستو! بتاؤ کون ہوگا؟

رفیقِ بیکساں یارِ غریباں
بیکسوں کا دوست، غریبوں کا یار

مگر خضرِ مبارک پے درآید
شاید بابرکت خضر آجائے

زُیمنِ ہمتش ایں رہ سرآید
اس کی توجہ کی برکت سے یہ راستہ طے ہو جائے

---

[1] شاہ ابو اسحاق ابھی شیراز کا والی ہے جس کو امیر مبارز الدین نے شکست دی تھی اس قطعہ میں ابو اسحاق کے دور کی پانچ (۵) شخصیتوں کا ذکر ہے۔

[2] مثنوی کے معنی دو دو والا ہیں چونکہ مثنوی کے ہر شعر میں دونوں مصرعے ایک قافیہ کے ہوتے ہیں گویا ہر شعر دو قافیوں والا ہے۔ قافیہ کے اعتبار سے مثنوی کا ہر شعر جداگانہ ہوتا ہے، لیکن مضمون مسلسل ہوتا ہے۔

[3] دو سے ہرن اور خود شاعر مراد ہے۔

[4] درد اور غم سے قطع نظر کرکے ایک دوسرے کی مدد کریں۔

[5] دشت مشوش سے میدانِ عشق مراد ہے۔

مگر وقتِ عطا پروردن آمد
شاید عطا پروری کا وقت آگیا ہے
کہ فالم لاتذرنی فرداً آمد
اس لیے کہ "مجھے اکیلا نہ چھوڑ" میری فال نکلی ہے

کہ روزے رہروے در سرزمینے
اس لیے کہ ایک دن ایک راہ چلنے والا ایک جگہ
ہمی گفت ایں معمّا با قرینے
ایک ساتھی سے یہ معمّا کہہ رہا تھا

کہ اے سالک چہ در انبانہ داری
کہ اے سالک! تو تھیلے میں کیا رکھتا ہے!
بیا دامے بنہ گر دانہ داری
آ، جال بچھا، اگر دانہ رکھتا ہے

جوابش داد و گفتا دانہ دارم
اس نے اس کو جواب دیا، "میرے پاس دانہ تو ہے
ولے سیمرغ می باید شکارم
لیکن میں سیمرغ کا شکار کرنا چاہتا ہوں"

بگفتا چوں بدست آری نشانش
اس نے کہا، تو اس کا پتہ کیسے لگائے گا!
کہ از ما بے نشانست آشیانش
کیونکہ ہمیں اس کے آشیانہ کا کوئی پتہ نہیں ہے

بگفتا گرچہ ایں امرِ محال ست
اس نے کہا، اگرچہ یہ محال بات ہے
ولیکن ناامیدی ہم وبال ست
لیکن مایوسی بھی وبال ہے

ہمی تا جاں بود در تن بکوشم
جب تک بدن میں جان ہے، میں کوشش کروں گا
بود کز جامِ او یک جرعہ نوشم
ہو سکتا ہے کہ میں اس کے جام سے ایک گھونٹ پی لوں

مرا بگذشت آبِ فرقت از سر
ہجر کا پانی میرے سر سے گزر گیا ہے
دریں حالم مدارا نیست درخور
اس حالت میں تو مجھ کو مت رکو، یہ مناسب ہے

ہم اکنوں راہِ ملکِ خویش گیرم
میں اب اپنے ملک کا راستہ اختیار کرتا ہوں
وگر میرم ہم اندر راہ میرم
اگر مروں گا بھی تو راستہ میں مروں گا

غریبانے کہ حالم را ببینند
جو مسافر میرا حال دیکھیں گے
بمرگم بر سرِ بالیں نشینند
مرنے پر میرے سرہانے بیٹھ جائیں گے

غریباں را غریباں یاد آرند
پردیسیوں کو پردیسی یاد رکھتے ہیں
کہ ایشاں یکدگر را یادگارند
اس لیے کہ وہ ایک دوسرے کی یادگار ہیں

خدایا چارۂ بیچارگانی
اے خدا تو ہی بے چاروں کا چارہ ہے
مرادِ بندہ را چارہ تو دانی
بندے کے مقصد کی تو تدبیر جانتا ہے

چناں کز شب برآری روزِ روشن
جس طرح تو رات سے روشن دن برآمد کردیتا ہے
ازیں اندہ برآور شادیِ من
اس غم میں سے میری خوشی برآمد کردے

ز ہجرانت ہمی دارم شکایت
تیرے فراق سے مجھے شکوہ ہے
نمی گنجد در اینجا ایں حکایت
اس جگہ اس قصہ کی گنجائش نہیں ہے

رفیقاں قدرِ یکدیگر بدانید
اے ساتھیو! ایک دوسرے کی قدر پہچانو
مرادے ہم بجوئید ار توانید
اگر کر سکتے ہو تو کسی مراد کی جستجو کرو

چو آں سروِ رواں شد کاروانی
جبکہ وہ سرو رواں قافلہ والا بن گیا
بگفتا صبر کن تا می توانی
بولا، جب تک تجھ سے ہو سکے صبر کر

---

۱ قرآن پاک میں ہے "رب لا تذرنی فرداً و انت خیر الوارثین" اے خدا مجھے اکیلا نہ چھوڑ اور تو سب وارثوں سے بہتر ہے اس شعر میں اسی آیت کی طرف اشارہ ہے۔

۲ سالک نے جواب میں کہا کہ دانہ تو ہے لیکن میں اس سے سیمرغ کا شکار کرنا چاہتا ہوں۔

۳ میں اس دنیا میں پردیسی ہوں اپنے وطن کا راستہ اختیار کروں گا۔ اگر موت بھی آئے تو وطن کے راستے میں آئے جو اور مسافر ہوں گے وہ تو میری تربت پر بیٹھیں گے اس لیے کہ مسافر مسافر کا ہمدرد ہوتا ہے۔

۴ جس طرح خدا رات کی تاریکی میں سے دن کی روشنی نمودار فرماتا ہے اسی طرح میرے غم میں سے خوشی نمودار فرما سکتا ہے۔

۵ یعنی جب محبوب قافلہ کے ساتھ چلا، اور مجھے صبر کی تلقین کرنے لگا۔

(۵۸

مده[۱] جام مے و پائے گُل از دست — وے غافل مشو از چرخ بدمست
شراب کا جام اور گلزار، ہاتھ سے نہ چھوڑ — لیکن بدمست آسمان سے غافل نہ ہو

لب سرچشمہ و بر طرف جوئے — نمِ اشکے و با خود گفتگوئے
چشمہ کے کنارے، اور نہر پر — آنسوؤں کی نمی ہو اور اپنے آپ سے باتیں

بیاد[۲] رفتگان و دوستداراں — توافق کن تو با ابرِ بہاراں
دوستوں اور گذرے ہوؤں کی یاد پر — تو موسم بہار کے ابر سے موافقت کر

چو نالاں آیدت ابرِ رواں پیش — مدد بخشش ز آبِ دیدۂ خویش
جب ابر رواں، تیرے سامنے روتا ہوا آئے — اپنی آنکھ کے آنسوؤں سے اس کی مدد کر

نکرد آں ہمدم دیرین مدارا — مسلماناں مسلماناں خدارا
اس قدیم ساتھی نے مروت نہ برتی — اے مسلمانو! دہائی ہے

چناں بیرحم زد تیغ جدائی — کہ گوئی خود نبودہ است آشنائی
جدائی کی تلوار اس قدر بے رحمی سے چلائی — کہ گویا دوستی تھی ہی نہیں

برفت و طبعِ خوش باشم حزیں کرد — برادر با برادر کے چنیں کرد
وہ چلا گیا، اور میری خوش رہنے والی طبیعت کو غمگین کر گیا — بھائی نے بھائی کے ساتھ ایسا کب کیا ہے؟

مگر خضر[۳] مبارک پے تواند — کہ ایں تنہا بآں تنہا رساند
شاید مبارک قدم، خضر قادر ہے — کہ اس اکیلے کو اس اکیلے کے پاس پہونچا دے

نیازِ من چہ وزن آرد بدیں ساز — کہ خورشیدِ غنی شد کیسہ پرداز
اس ٹھاٹ میں میری نیاز مندی کا کیا وزن ہے — اس لیے کہ مالدار سورج خالی تھیلی والا ہو گیا

تو گوہر بیں و از خر مہرہ بگذر — ز طرزے کاں نگردد شہرہ بگذر
تو موتی کو دیکھ اور کوڑی کو چھوڑ دے — اس طرز سے گذر جس سے شہرت نہ ہو

چو من[۴] ماہیِ کلک آرم بتحریک — تو از نون والقلم می پرس تفسیر
جب میں قلم کی مچھلی کو حرکت میں لاؤں — تو نون اور قلم کی تفسیر پوچھ لے

رواں را با خرد در ہم سرشتند — وزاں تخمے کہ حاصل بود کشتند
روح کو عقل کے ساتھ گوندھا — اس سے، جو بیج پیدا ہوا اس کو بویا

بیاور نکہتے زاں طیبِ امید — مشامِ جان معطر ساز جاوید
اس امید کی خوشبو سے مہک لا — جان کے دماغ کو ہمیشہ معطر بنا

کہ ایں نافہ ز چینِ زلفِ حور ست — نہ زاں آہو کہ از مردم نفور ست
اس لیے کہ یہ نافہ، حور کی زلف کی شکن کا ہے — اس ہرن کا نہیں ہے جو انسانوں سے متنفر ہے

چرا با بختِ خود چندیں ستیزم — چرا از طالعِ خود می گریزم
میں اپنے نصیبے سے اس قدر کیوں لڑوں؟ — میں اپنے مقدر سے کیوں بھاگوں؟

دریں[۵] وادی زبانگِ چنگ بشنو — کہ صد من خونِ مظلوماں بیک جو
اس میدان میں چنگ کی آواز سے سن — کہ مظلوموں کا سو من خون ایک جو کی قیمت کا ہے

۱ جام اور گلستان کو ترک نہ کرنا چاہئے لیکن آسمان کی بدمستی سے غفلت بھی نہ اختیار کرنی چاہئے۔

۲ جس طرح ابر بہاری آنسو بہاتا ہے تو بھی گذرے ہوؤں کی یاد میں رو۔

۳ مجھ تنہا کو اس محبوب تک خضر مبارک قدم ہی پہونچا سکتا ہے۔

۴ ن والقلم و ما یسطرون قرآن پاک کی آیت ہے جس کی طرف اس شعر میں اشارہ ہے یعنی قلم اسرار ظاہر کرتا ہے۔

۵ میدان عشق میں عاشقوں کے خون کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے۔

پرِ جبریل را اینجا بسوزند
اس جگہ جبریلؑ کے پر جلا دیتے ہیں

بدامن کودکاں آتش فروزند
بچّے دامن سے آگ روشن کردیتے ہیں

سخن گفتن کرا یارا است اینجا
اس مقام پر کس کو بات کرنے کی طاقت ہے؟

تعالی اللہ چہ استغناست اینجا
خدا بلند ہے! اس جگہ کیا بے نیازی ہے!

برو حافظ دریں معرض مزن دم
اے حافظ جا! اس میدان میں سانس نہ لے

سخن کوتاہ کن واللہ اعلم
بات مختصر کر اور خدا زیادہ جاننے والا ہے

قصائد

جوزا سحر نہاد حمائل برابرم
صبح کو، جوزا نے پرتلا میرے سامنے رکھدیا

یعنی غلامِ شاہم و سوگند میخورم
یعنی میں شاہ کا غلام ہوں، اور میں قسم کھاتا ہوں

ساقی بیا کہ از مددِ بختِ سازگار
اے ساقی! آجا اس لیے کہ موافق نصیبے کی مدد سے

کامے کہ خواستم ز خدا شد میسّرم
جو مقصد میں نے خدا سے مانگا، وہ مجھے مل گیا

جامے بدہ کہ باز بشادیِ روئے شاہ
ایک جام دے، اس لیے کہ پھر شاہ کے دیدار کی خوشی میں

پیرانہ سر ہوائے جوانی ست بر سرم
بڑھاپے میں، جوانی کی خواہش میرے سر پر سوار ہے

راہم مزن بوصفِ زلالِ خضر کہ من
خضر کے نیر پانی کی تعریف کرکے مجھے نہ بھٹکا، اس لیے کہ میں

از جامِ شاہ جرعہ کشِ حوضِ کوثرم
شاہ کے جام سے حوضِ کوثر کے گھونٹ پی رہا ہوں

شاہا من ار بعرش رسانم سریرِ فضل
اے بادشاہ اگر میں بزرگی کا تخت عرش پر بھی پہونچا دوں

مملوکِ ایں جنابم و مسکینِ ایں درم
تو میں اس دربار کا غلام اور اس در کا فقیر ہوں

من جرعہ نوشِ بزمِ تو بودم ہزار سال
میں ہزاروں سال تیری محفل کا جرعہ نوش رہا ہوں

کے ترکِ آبخور کند ایں طبعِ خوگرم
میری عادی طبیعت اس آبخور کو کب چھوڑ سکتی ہے!

گر باورت نمی شود از بندہ ایں حدیث
اگر تجھے غلام کی اس بات پر یقین نہیں ہے

از گفتۂ کمال دلیلے بیاورم
کمال کی بات سے ایک دلیل لاؤں گا

گر بر کنم دل از تو و بردارم از تو مہر
اگر تجھ سے دل ہٹاؤں، اور تجھ سے محبت ہٹالوں

آں مہر بر کہ افگنم آں دل کجا برم
وہ محبت کس سے کروں، اس دل کو کہاں لیجاؤں!

منصور بن محمدِ غازیست حرزِ من
منصور، محمد غازی کا بیٹا، میری حفاظت کا ذریعہ ہے

وزایں خجستہ نام بر اعدا مظفرم
اس بابرکت نام کی وجہ سے میں دشمنوں پر فتحیاب ہوں

عہدِ الستِ من ہمہ با مہرِ شاہ بود
میرا پورا عہد الست شاہ کی محبت پر تھا

در شاہراہِ عمر ازیں عہد نگذرم
زندگی کی شاہراہ میں، میں اس سے نہ ہٹوں گا

گردوں چو کرد نظمِ ثریا بنامِ شاہ
جب آسمان نے ثریا کو شاہ کے نام پر پرو دیا ہے

من خود چرا چنیں نہ کنم از کہ کمترم
میں خود ایسا کیوں نہ کروں، میں کس سے کم ہوں!

ـــہ یہ دربار اس قدر بے نیاز ہے کہ وہاں بات کرنے کی بھی مجال نہیں ہے۔
ـــہ قصیدہ اشعار کا وہ مجموعہ کہلاتا ہے جس میں کسی کی تعریف یا مذمت ہو اس کا مضمون مسلسل ہوتا ہے، اس کے مطلع کے دونوں مصرعوں کا قافیہ ایک ہوتا ہے، باقی اشعار میں ہر شعر کے دوسرے مصرع کا قافیہ مطلع کے قافیے کے مطابق ہوگا۔ یہ قصیدہ شاہ منصور کی تعریف میں ہے جس نے شاہ شجاع کے بیٹے زین العابدین کو شکست دیکر شیراز پر قبضہ کیا تھا۔
ـــہ جوزا سے برج جوزا مراد نہیں ہے بلکہ وہ آسمانی شکل مراد ہے جس میں ایک مرد دو کرسیوں پر کھڑا ہے اور ایک تلوار کمر میں لٹکائے ہوئے ہے۔
ـــہ بادشاہ کو دیکھنے کی خوشی سے بڑھاپے میں جوانی کے جذبات پیدا ہوگئے ہیں۔
ـــہ ہزار سال سے مراد ازل سے یا طویل مدت۔
ـــہ عہدِ الست وہ عہد ہے جو ازل میں خدا نے اپنے بندوں سے اپنے رب ہونے کا لیا تھا یعنی میرا عہدِ الست شاہ کی محبت پر ہوا تھا۔

شاہیں صفت چو طعمہ چشیدم بدستِ شاہ
جب میں نے باز کی طرح شاہ کے ہاتھ کا لقمہ کھایا ہے
کے باشد التفات بصیدِ کبوترم
کبوتر کے شکار کی طرف میری توجہ کب ہو سکتی ہے!

اے شاہِ شیر گیر چہ کم گردد ار شود
اے شیر کو پکڑنے والے بادشاہ! کیا کم ہو جائے گا اگر ہو جائے
در سایۂ تو مُلکِ فراغت میسّرم
تیرے سایہ میں مجھ کو فراغت کا ملک حاصل؟

بال و پرے ندارم و ایں طرفہ ترکہ نیست
میں بال اور پر نہیں رکھتا ہوں، اور یہ عجیب بات ہے
غیر از ہوائے منزلِ سیمرغ در سرم
کہ میرے سر میں کوئی خواہش سیمرغ کی قیامگاہ کے سوا نہیں ہے

بر گلشنے اگر بگذشتم چو بادِ صبح
اگر میں کسی چمن پر صبح کی ہوا کی طرح گذرا
نے عشقِ سرو بود و نہ شوقِ صنوبرم
تو نہ مجھے کسی سرو کا عشق تھا نہ کسی صنوبر کا شوق

بوئے تو می شنیدم و بر یادِ روئے تو
میں نے تیری خوشبو سونگھی اور تیرے رخ کی یاد پر
دادند ساقیانِ طرب یک دو ساغرم
مستی کے ساقیوں نے مجھے ایک دو ساغر دیئے

مستی بآب یک دو قدح وضعِ بندہ نیست
ایک دو پیالوں کے پانی سے مست ہو جانا بندہ کی وضع نہیں ہے
من سالخوردہ پیرِ خراباتِ پرورم
میں شراب خانہ میں پلا ہوا، پرانا بوڑھا ہوں

با سیرِ اختر و فلکم داوری بسے ست
ستارے اور آسمان کی رفتار سے میرا بہت جھگڑا ہے
انصافِ شاہ باد دریں قصہ داورم
اس قصہ میں بادشاہ کا انصاف میرا منصف ہو

شکرِ خدا کہ باز دریں اوجِ بارگاہ
خدا کا شکر ہے کہ پھر اس دربار کی بلندی میں
طاؤسِ عرش می شنود صیتِ شہپرم
تخت کا مور میرے شہپر کی آواز سن رہا ہے

نامم زِ کارخانۂ عُشّاق محو باد
خدا کرے عاشقوں کے کارخانہ سے میرا نام مٹ جائے
گر جز محبتِ تو بود شغلِ دیگرم
اگر تیری محبت کے سوا میرا کوئی دوسرا شغل ہو

شبل الاسد بصیدِ دلم حملہ کرد و من
شیر کے بچے نے میرے دل کو شکار کرنے کیلئے حملہ کیا اور میں
گر لاغرم و لیک شکارِ غضنفرم
اگرچہ لاغر ہوں لیکن شیر ببر کا شکار ہوں

اے عاشقانِ روئے تو از ذرہ بیشتر
اے وہ کہ تیرے عاشق موتی سے بھی بڑھ گئے ہیں
من کے رسم بوصلِ تو کز ذرہ کمترم
میں تیرے وصل تک کب پہنچ سکتا ہوں کیونکہ ایک ذرے سے بھی کم ہوں؟

بنما بمن کہ منکرِ حسنِ رخِ تو کیست
مجھے دکھا کہ تیرے رخ کے حسن کا منکر کون ہے؟
تا دیدہ اش بگزلکِ غیرت بر آورم
کہ میں اپنی غیرت کی چھری سے اس کی آنکھیں نکال لوں

مقصود ازیں معاملہ بازارِ تیز تست
اس معاملہ سے مقصود تیرا تیز بازار ہے
نہ جلوہ می فروشم و نہ عشوہ می خرم
نہ میں جلوہ فروشی کرتا ہوں نہ ناز خریدتا ہوں

بر من فتادہ سایۂ خورشیدِ سلطنت
میرے اوپر سلطنت کے آفتاب کا سایہ پڑ گیا ہے
اکنوں فراغتست ز خورشیدِ خاورم
مجھے اب مشرق کے سورج سے فراغت ہے

شعرم بیمنِ مدحِ تو صد ملکِ دل کشاد
میرے اشعار نے تیری تعریف کی برکت سے دل کے سو ملک فتح کئے
گوئی کہ تیغِ تست زبانِ سخنورم
گویا کہ میری سخنور زبان، تیری تلوار ہے

حافظ ز جاں محبِّ رسول ست و آلِ او
حافظ جان سے رسول اور ان کی اولاد کا محب ہے
بر ایں سخن گواست خداوندِ اکبرم
اس بات پر میرا رب اکبر گواہ ہے

ل یعنی اگرچہ کمزور اور بے طاقت ہوں لیکن محبوبِ کامل کی جستجو میں ہوں۔

ل یعنی پرانا شراب نوش ہوں ایک دو پیالوں سے بدمست نہیں ہوتا ہوں۔

ل شاہی تخت کو مور کی شکل میں بنایا جاتا تھا شاہجہاں کا مشہور تخت طاؤسی بھی بشکلِ طاؤس ہی تھا۔

ل یعنی معمولی درجہ کا مدح مجھے اپنا قصیدہ خواں نہیں بنا سکتا ہے۔

ل تیرے چہرے کے وہ بھی مشتاق ہیں جو بمنزلہ مروارید کے ہیں۔

ل میں ایک بے مقدار ذرہ ہوں مجھے تیرا وصل کیسے میسّر آسکتا ہے۔

ل جس طرح تیری تلوار ملک فتح کرتی ہے، میرے اشعار بھی دلوں کے فاتح ہیں۔

قصائد

قصیدہ نمبر ۲

شد عرصۂ زمین چو بساطِ ارم جواں
زمین کا میدان جنت کے فرش کی طرح جوان ہو گیا ہے

از پرتوِ سعادتِ شاہِ جہانیاں
دنیا والوں کے بادشاہ کی نیک بختی کے سایہ سے

خاقانِ[۱] شرق و غرب کہ در غرب و شرق او
مشرق اور مغرب کا خاقان جو کہ مغرب اور مشرق میں

صاحبقرانِ خسرو و شاہِ خدایگاں
صاحبِ قران بادشاہ اور شہنشاہ ہے

خورشیدِ ملک پرور و سلطانِ دادگر
ملک پرور آفتاب ہے، اور منصف بادشاہ ہے

دارائے عدل گستر و کسرائے کے نشاں
عدل کرنے والا دارا ہے اور کیخسرو جیسا کسریٰ ہے

سلطاں نشانِ عرصۂ اقلیمِ سلطنت
سلطنت کی اقلیم کے میدان کا سلطان منکت ہے

بالانشینِ مسندِ ایوانِ لامکاں
لامکاں کے محل کی مسند کا بالانشیں ہے

اعظم جلالِ دولت و دیں آنکہ رفعتش
سلطنت اور دین کے بڑے جلال والا ہے جس کی بلندی

دارد ہمیشہ توسنِ ایام زیرِ راں[۲]
زمانہ کے گھوڑے کو ہمیشہ ران کے نیچے رکھتی ہے

دارائے دہر شاہ شجاع آفتابِ ملک
وقت کا دارا شاہ شجاع جو سلطنت کا آفتاب ہے

خاقانِ کامگار و شہنشاہِ نوجواں
کامیاب خاقان اور نوجوان شہنشاہ ہے

ماہے کہ شد ز طلعتش افروختہ زمیں
ایسا چاند جس کی چمک سے زمین روشن ہو گئی ہے

شاہے کہ شد ز ہمتش افراختہ زماں
ایسا بادشاہ جس کی ہمت کا باز آشیانہ بناتا ہے

سیمرغِ وہم را نبود قوتِ عروج
وہم کے سیمرغ کو بھی چڑھنے کی طاقت نہیں ہے

آنجا کہ بازِ ہمتِ او سازد آشیاں
جس جگہ اس کی ہمت کا باز آشیانہ بناتا ہے

گر در خیالِ چرخ فتد عکسِ تیغِ او[۳]
اگر اس کی تلوار کا عکس آسمان کے خیال میں آجائے

از یکدگر جدا شود اجزائے آسماں
آسمان کے اجزا ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں

حکمش رواں چو باد براطرافِ بحر و بر
اس کا حکم بحر و بر کے اطراف پر ہوا کی طرح جاری ہے

مہرش رواں چو روح بر اعضائے انس و جاں
اس کی محبت انسانوں اور جنوں کے اعضا پر روح کی طرح جاری ہے

اے صورتِ تو ملکِ جمال و جمالِ ملک
اے وہ کہ تیری صورت حسن کی سلطنت اور سلطنت کا حسن ہے

وے طلعتِ تو جانِ جہان و جہانِ جاں
اور اے وہ کہ تیرا چہرہ دنیا کی جان اور جان کی ایک دنیا ہے

تختِ تو رشکِ مسندِ جمشید و کیقباد
تیرا تخت جمشید اور کیقباد کی مسند کا رشک ہے

تاجِ تو عینِ افسرِ دارا و داوراں
تیرا تاج دارا اور بادشاہوں کے تاج کا سردار ہے

تو آفتابِ ملکی و ہر جا کہ میروی
تو سلطنت کا سورج ہے اور جہاں کہیں تو جاتا ہے

چوں سایہ از قفائے تو دولت بود رواں
سایہ کی طرح تیرے پیچھے سلطنت چلتی ہے

ارکاں نپرورد چو تو گوہر بہیچ قرن
کسی زمانہ میں بھی عناصرِ اربعہ تجھ جیسا موتی پیدا نہیں کر سکتے

گردوں نیاورد چو تو اختر بصد قراں
سو قرانوں سے بھی آسمان تجھ جیسا ستارہ نہیں لا سکتا ہے

بے[۴] طلعتِ تو جاں نگراید بکالبد
تیرے چہرے کے بغیر، جان، جسم پر مائل نہیں ہوتی ہے

بے نعمتِ تو مغز نبندد در استخواں
تیری نعمت کے بغیر ہڈیوں میں گودا پیدا نہیں ہوتا ہے

---

[۱] خاقان ایرانی بادشاہوں کا لقب تھا۔ صاحبِ قران وہ بچہ کہلاتا ہے جس کی ولادت کے وقت زہرہ اور مشتری ستارے مل گئے ہوں، ایسا بچہ بہت بڑا بادشاہ بنتا ہے۔

[۲] یعنی زمانہ کی رفتار اس کے قابو میں ہے۔ ہو سکتا ہے کہ جلال سے جلال الدین توران شاہ مراد ہو جو شاہ شجاع کا وزیر تھا۔ شاہ شجاع نے اپنے باپ مبارز الدین کو شکست دے کر شیراز پر قبضہ کیا تھا۔

[۳] اس کی تلوار کا تصور بھی آسمان کو پارہ پارہ کر دے گا۔

[۴] روح کا جسم سے تعلق تیرے چہرے کی وجہ سے ہے، ہڈیوں کا گودا تیری نعمتوں کی پیداوار ہے۔

ہر دانشے کہ در دلِ دفتر نیامدہ است
عقل کی ہر وہ بات جو کتابوں میں نہیں سما سکی ہے

دارد جواب خامۂ تو بر سرِ زباں
تیرے قلم کا جواب اس کو نوکِ زبان پر رکھتا ہے

دستِ ترا بابر کہ آرد شبیہ کرد
تیرے ہاتھ کو ابر کے ساتھ کون تشبیہ دے سکتا ہے،

چوں بدرہ بدرہ ایں نہد و قطرہ قطرہ آں
جبکہ یہ تھیلی تھیلی دیتا ہے اور وہ قطرہ قطرہ

باپایۂ جلالِ تو افلاک پایمال
تیرے جلال کے رتبہ کے سامنے آسمان پامال ہیں

وز بہرِ جودِ دستِ تو در دہر داستاں
زمانہ میں تیرے ہاتھ کی سخاوت کی داستان پھیلی ہوئی ہے

علم از تو باکرامت و عقل از تو بافروغ
علم تیری وجہ سے باعزت ہے، اور عقل تجھ سے پُر رونق ہے

شرع از تو در حمایت و دیں از تو در اماں
شریعت تیری وجہ سے پناہ میں ہے اور دین تیری وجہ سے امن میں ہے

بر چرخِ علم ماہی و بر فرقِ مہر تاج
تو علم کے آسمان کا چاند، اور سورج کے سر پہ تاج ہے

در چشمِ فضل نوری و در جسمِ مُلک جاں
تو بندگی کی آنکھ کا نور ہے اور سلطنت کے جسم کی جان ہے

اے خسروِ رفیع جناب و منیع قدر
اے بلند بارگاہ والے اور محفوظ رتبے والے بادشاہ

اے داورِ عدیم مثال و عظیم شاں
اے عدیم المثال اور عظیم الشان بادشاہ!

اے آفتابِ مُلک کہ در جنبِ ہمتت
اے سلطنت کے آفتاب، تیری ہمت کے پہلو میں

چوں ذرّہ حقیر بود گنجِ شائگاں
گنج شائگاں، حقیر ذرے کی طرح ہے

در جنبِ بحرِ جودِ تو از ذرہ کمتر ست
تیری سخاوت کے سمندر کے پہلو میں ذرے سے بھی کم ہیں

صد گنجِ شائگان کہ بہ بخشی برائگاں
سو گنج شائگاں، جو تو بلا وجہ بخش دیتا ہے

عصمت نہفتہ رُخ بہ سراپردۂ مخیم
خیمہ کے سراپردے میں عصمت منہ ڈھکے ہوئے ہے

دولت کشادہ رو بصفارِ گنبد لاں
رونق پھیلانے والے خیمہ میں دولت منہ کھولے ہوئے ہے

گردوں برائے خیمۂ خورشید فلکرات
آسمان نے تیرے آفتاب جیسے خیمہ کے فلک کے لئے

از کوہ ابر ساختہ تا زیرِ سائباں
پہاڑوں سے سائبان کے نیچے تک ابر تیار کر دیا ہے

ایں اطلسِ منقش نہ توئی زر نگار
اس نوبت والے زرنگار، منقش، اطلس کو

چترِ بلند بر سرِ خرگاہِ خویش داں
اپنے خیمہ پہ بلند چھتر، سمجھ

بودی درونِ گلشن و از پُر دلانِ تو
تو چمن میں تھا، اور تیرے بہادروں کی وجہ سے

در ہند بود غلغل و در زنگ بُد فغاں
ہندوستان میں شور تھا، اور زنگ میں فریاد

در دشتِ روم خیمہ زدی تا غریو کوس
تو نے روم کے جنگل میں خیمہ لگایا یہاں تک کہ نقارہ کی گونج

در دشتِ سندر رفت و بیابانِ سیستاں
سندھ کے جنگل اور سیستان کے بیابان میں پہنچی

آں کیست کو بمُلک کند با تو ہمسری
وہ کون ہے جو سلطنت میں تیری برابری کرے؟

از مصر تا بروم و ز چیں تا بقیرواں
مصر سے روم تک، اور چین سے قیروان تک

تو شاکری ز خالق و خلق از تو شاکرند
تو اللہ کا شکر گزار ہے اور مخلوق تیری شکر گزار ہے

تو شادماں بدولت و مُلک از تو شادماں
تو سلطنت سے خوش ہے اور سلطنت تجھ سے خوش ہے

اے مُلہمے کہ در صفِ کروبیانِ قدس
اے وہ مُلہم جو عالم قدس کے فرشتوں کی صف میں ہے

فیضے رسد بخاطرِ پاکت زماں زماں
تیری پاک طبیعت کو ہر وقت فیض پہونچتا ہے

---

۱ سخاوت میں تیرا ہاتھ ابر سے بڑھا ہوا ہے، ابر سے قطرات برستے ہیں تیرے ہاتھ سے روپیوں کی تھیلیاں۔
۲ گنج شائگاں خسرو کے ایک خزانے کا نام ہے۔
۳ سمندر سخاوت میں مشہور ہے لیکن تو اس سے بھی بڑھا ہوا ہے۔
۴ تیرا خیمہ عصمت اور دولت کی پناہ گاہ ہے۔
۵ تیرے لشکر کی دھاک ہندوستان اور حبش تک ہے۔
۶ کروبیان قدس وہ فرشتے جو جناب باری میں مقرب ہیں۔ مُلہم وہ شخص جس کو خدا کی جانب سے الہام ہوتا ہو۔

داد افلاک عنانِ ارادت بدستِ تو
آسمان نے ارادہ کی باگ تیرے ہاتھ میں دیدی ہے
یعنی کہ من کیم بمرادِ خودم رساں
یعنی میں کیا چیز ہوں تو مجھے میری مراد تک پہنچا دے

خصمت کجاست در تہِ پائے خودت فگن
تیرا دشمن کہاں ہے، اس کو اپنے پیر کے نیچے ڈال دے؛
یارِ تو کیست بر سرو چشمِ منش نشاں
تیرا دوست کون ہے، اس کو میرے سر و چشم پر بٹھا دے؛

ہم کامِ من بخدمتِ تو گشتہ منتظم
میرے مقصد کا بھی تیری خدمت کی وجہ سے بندوبست ہو گیا
ہم نامِ من بمدحتِ تو گشتہ جاوداں
میرا نام بھی تیری تعریف کی وجہ سے ہمیشگی اختیار کر گیا

قصیدہ نمبر ۳

سپیدہ دم[1] کہ صبا بوئے بوستاں گیرد
صبح کے وقت جب صبا چمن کی خوشبو حاصل کر لیتی ہے
چمن ز لطفِ ہوا نکتہ بر جناں گیرد
چمن ہوا کی پاکیزگی کی وجہ سے جنتوں پر نکتہ چینی کرتا ہے

ہوا ز نکہتِ گل در چمن تتق[2] بندد
ہوا پھول کی خوشبو کی وجہ سے چمن میں پردے تان دیتی ہے
افق ز رنگِ شفق رنگِ گلستاں گیرد
شفق کے رنگ کی وجہ سے افق، گلستاں کا رنگ اختیار کرتا ہے

نوائے چنگ بدانساں زند صلائے صبوح
چنگ کی آواز اس طور پر صبح کی شراب کی دعوت دیتی ہے
کہ پیرِ صومعہ راہِ درِ مُغاں گیرد
کہ عبادت خانہ کا پیر مغوں کے دروازے کا راستہ لے لیتا ہے

شہِ سپہر[3] چو زریں سپر کشد بر سر
آسمان کا بادشاہ جب سر پر زریں سپر لگا لیتا ہے
بہ تیغ صبح و عمودِ افق جہاں گیرد
صبح کی تلوار اور افق کے گرز کے ذریعہ دنیا پر قبضہ کر لیتا ہے

برغمِ زاغ[4] سیہ شاہبازِ زریں بال
سیاہ کوے کی ذلت کے لئے زریں پر والا شہباز
دریں مقرنسِ زنگاری آشیاں گیرد
اس زنگاری قلعہ میں گھونسلا بنا لیتا ہے

بہ بزمگاہِ چمن رو کہ خوش تماشائیست
چمن کی محفل میں جا کہ بہترین منظر ہے
چو لالہ کاسۂ زریں ارغواں گیرد
جبکہ لالہ، ارغواں کا زریں پیالہ تھامتا ہے

چو شہسوارِ فلک بنگرد بجامِ صبوح
جب آسمان کا شہسوار صبح کے جام کے ذریعہ دیکھتا ہے
کہ خور بشعشعہ خود مہرِ خاوراں گیرد
یعنی آفتاب اپنی شعاعوں سے مشرق کو فتح کرتا ہے

صبا[5] نگر کہ دمادم چو رندِ شاہد باز
صبا کو دیکھ کہ معشوق باز رند کی طرح پے در پے
گہے لبِ گل و گہ زلفِ ضیمراں گیرد
کبھی گلاب کے ہونٹ اور کبھی ضیمران کی زلف پکڑتی ہے

ز اتحادِ ہیولیٰ و اختیارِ صُوَر
ہیولیٰ کے اتحاد، اور صورتوں کو اختیار کر کے
خرد ز ہر گل و نقشے رُخِ بتاں گیرد
عقل ہر پھول اور نقش سے معشوقوں کا رُخ بنا لیتی ہے

من[6] اندر آں کہ دمِ کیست آں مبارک دم
میں اس فکر میں ہوں کہ وہ مبارک سانس کس کا سانس ہے؟
کہ وقتِ صبح دریں تیرہ خاکداں گیرد
جو کہ صبح کے وقت اس تاریک زمین میں پھیلتا ہے

چہ حالت است کہ گل در چمن نماید روی
وہ کیا حالت ہے کہ پھول چمن میں رخ نمائی کرتا ہے
چہ آتش ست کہ در مرغِ صبح خواں گیرد
وہ کیا آگ ہے جو صبح کو چہکنے والے پرندے میں لگتی ہے؛

چہ پرتو است کہ نورِ چراغِ صبح دہد
وہ کیا روشنی ہے جو صبح کے چراغ کا نور دیتا ہے؛
چہ شعلہ است کہ در ماہِ آسماں گیرد
وہ کیا شعلہ ہے جو آسمان کے چاند میں لگتا ہے؟

---

[1] یعنی چمن ہوا کی لطافت کی وجہ سے رشکِ جناں بنا ہوا ہے۔ یہ قصیدہ شاہ ابواسحاق کی تعریف میں ہے۔ جس نے سلطان ابو سعید بہادر کو شکست دیکر شیراز پر قبضہ کیا تھا۔

[2] تتق، سراپردہ یعنی ہوا نے گلاب کی خوشبو کے پردے تان دیے ہیں اور افق پر شفق گلستاں بنائے ہوئے ہے۔

[3] شہِ سپہر سے مراد سورج ہے۔ عمودِ افق سے مراد صبحِ صادق ہے جو عمودی شکل میں نمودار ہوتی ہے۔

[4] زاغ سے رات کی سیاہی اور شاہباز سے سورج، مقرنسِ زنگاری سے آسمان مراد ہے۔

[5] ضیمران ناز بو یعنی صبا گلاب اور ناز بو کے بوسے لے رہی ہے۔

[6] صبح کی نسیم معلوم کس مبارک سانس والے کا سانس ہے۔

قصائد

ضمیرِ دل بکشایم بکس مرا آں بہ
میں دل کا راز کسی کے سامنے نہ کھولوں میرے لیے بہتر ہے

کہ روزگار غیور است و ناگہاں گیرد
اس لیے کہ زمانہ غیرت مند ہے اور اچانک پکڑ لیتا ہے

چو شمع ہر کہ بافشائے راز شد مشغول
جو شمع کی طرح راز پھیلانے میں مشغول ہوا

لبش زمانہ چو مقراض در میاں گیرد
زمانہ اس کے ہونٹ کو قینچی کی طرح پکڑ لیتا ہے

کجاست ساقیِ مہ روئے من کہ از سرِ مہر
میرا چاند جیسے رُخ والا ساقی کہاں ہے جو محبت سے؟

چو چشمِ مستِ خودش ساغرِ گراں گیرد
اپنی مست آنکھوں کی طرح بھاری ساغر اٹھائے

پیامے آورد از یار و از پئش جامے
دوست کا پیام لائے اور اس کے بعد ایک جام

بشادیِ رُخ آں ماہِ مہرباں گیرد
اس مہربان چاند کے رخ کی خوشی میں اٹھائے

نوائے نغمۂ نے را چو برکشد مُطرب
جب مُطرب بانسری کے نغمہ کا سُر پیدا کرتا ہے

گہے عراق زند گاہ اصفہاں گیرد
کبھی عراقی اور کبھی اصفہانی نغمہ شروع کرتا ہے

چرا بصد غم و حسرت سپہرِ دائرہ شکل
دائرے کی شکل والا آسمان، کس لیے سو غم اور حسرت میں

مرا چو نقطۂ پرکار در میاں گیرد
مجھے پرکار کے نقطہ کی طرح اور میان میں رکھتا ہے

فرشتۂ بحقیقت سروشِ عالمِ غیب
وہ حقیقتاً ایک فرشتہ، عالمِ غیب کی آواز ہے

کہ روضۂ کرمش نکتہ بر جناں گیرد
کہ اس کے کرم کا باغیچہ، جنتوں پر نکتہ چینی کرتا ہے

سکندرے کہ مقیمِ حریمِ او چوں خضر
وہ ایسا سکندر ہے کہ اس کے حریم میں رہنے والا خضر کی طرح

ز فیضِ خاکِ درش عمرِ جاوداں گیرد
اس کے در کی خاک کے فیض سے عمرِ جاوداں حاصل کرتا ہے

جمالِ چہرۂ اسلام شیخ ابو اسحٰق
اسلام کے چہرے کا حسن، شیخ ابو اسحاق

کہ ملک بند فرش زیبِ بوستاں گیرد
کہ ملک ان کے قدموں میں باغ کی زینت حاصل کرتا ہے

کسیکہ بر فلکِ سروری عروج کند
وہ شخص کہ جب سرداری کے آسمان پر چڑھتا ہے

نخست پایۂ خود فرقِ فرقداں گیرد
تو اپنی پہلی سیڑھی فرقدان کے سر کو بناتا ہے

چراغِ دیدۂ محمود آنکہ دشمن را
محمود کی آنکھوں کا چراغ، وہ کہ دشمن کے

ز برقِ تیغِ وے آتش بدودماں گیرد
خاندان میں اس کی تلوار کی بجلی سے آگ لگ جاتی ہے

باوجِ ماہ رسد موجِ خوں چو تیغ کشد
جب وہ تلوار سونتتا ہے تو خون کی موج چاند کی بلندی تک پہنچتی ہے

بہ شیرِ چرخ کند حملہ چوں کماں گیرد
جب کمان اٹھاتا ہے تو آسمان کے شیر پر حملہ کرتا ہے

عروسِ خاوری از شرعِ رائے انورِ شاہ
مشرقی دولہا، شاہ کی روشن رائے کے طریقہ کی وجہ سے

بجائے خود بود ار راہِ قیرواں گیرد
اگر قیروان کا راستہ اختیار کرے تو مناسب ہوگا

ایا عظیم وقارے کہ ہر کہ بندۂ تست
اے ایسے بڑے وقار والے کہ جو شخص تیرا غلام ہے

ز رفعِ قدر کمر بندِ تو آماں گیرد
مرتبہ کی بلندی کی وجہ سے جوزاء کی پیٹی پکڑ لیتا ہے

رسد ز چرخِ عطارد ہزار تہنیت
عطارد کے آسمان سے ہزاروں مبارکبادیاں پہونچتی ہیں

چو فکرت صفتِ امرِ کن فکاں گیرد
جبکہ تیری تدبیر کن فکاں کے امر کی صفت اختیار کرتی ہے

مدام در پئے طفل است در وجودِ عدو
تیرا دشمن ہمیشہ اپنے وجود میں طفلِ شب کے پیچھے ہے

سماکِ رامح از آں روز و شب عناں گیرد
اسی وجہ سے نیزہ والا سماک رات دن اس کی لگام تھامتا ہے

قصائد

۱۔ شمع کو زبان سمجھ کر اور شعلہ کو اظہار کر دینے والی تصور کیا گیا ہے۔ قینچی سے شمع کے گل کو کاٹا جاتا ہے۔
۲۔ عراق اور اصفہان دو مشہور شہر بھی ہیں اور موسیقی کے دو پردوں کے نام بھی ہیں۔
۳۔ سکندر آبِ حیات کی تلاش میں نکلا تھا۔ مشہور ہے کہ خضر کی بہت لمبی عمر ہے۔
۴۔ فرقدان ایک ستارا ہے جو قطبِ شمالی کے پاس ہے یعنی ممدوح کے عروج کا ابتدائی قدم بھی فرقدان سے اونچا ہے۔
۵۔ جب دشمنوں پر حملہ کرتا ہے تو خون سے [illegible] بہا دیتا ہے [illegible] کی موجیں چاند تک پہنچتی ہیں اور [illegible] برجِ اسد پر حملہ کرتا ہے۔
۶۔ [illegible] کی رائے [illegible] سے بھی زیادہ [illegible] ہے اگر اس کو دیکھ کر سورج حبش [illegible] ہو تو مناسب ہوگا۔
۷۔ [illegible] کا غلام بھی [illegible] مرتبہ ہے کہ [illegible] پکڑ کر [illegible] تو [illegible] جوزا [illegible]

موجوں کی شکل میں ہے شہ فلک کی صفت ہے کہ جس چیز کو پیدا کرنا چاہتا ہے اس کو کہہ دیتا ہے [illegible]

فلک چو جلوہ کناں بنگرد سمندِ ترا
آسمان جب تیرے گھوڑے کو جلوہ فگن دیکھتا ہے

کمینہ پایگہش اوجِ کہکشاں گیرد
اس کا ادنیٰ اصطبل کہکشاں کی بلندی اختیار کرتا ہے

ملامتے چو کشیدی سعادتے دہدت
جبکہ تو کوئی نامناسب بات برداشت کرتا ہے وہ بھی تجھے نیک بختی بخشتی ہے

کہ مشتری نسقِ کارِ خود از آں گیرد
اس لیے کہ مشتری اپنے کام کا انتظام اسی سے حاصل کرتا ہے

ز امتحانِ تو ایام را غرض آنست[1]
تیرا امتحان لینے سے زمانہ کی یہ غرض ہے

کہ از صفائے ریاضت دلت نشاں گیرد
کہ ریاضت کی صفائی کی وجہ سے تیرے دل کا پتہ معلوم کرے

وگرنہ پایہ مصحف از آں بلندتر است
ورنہ قرآن کا مرتبہ اس سے زیادہ بلند ہے

کہ روزگار بر آں حرفِ امتحاں گیرد
کہ زمانہ اس پر امتحان کی حرف گیری کرے

ز عمر بر خورد آنکس کہ در ہمہ صفتے
اپنی زندگی سے وہ شخص فائدہ اٹھاتا ہے جو کہ تمام معاملوں میں

نخست بنگرد آنگہ طریق آں گیرد
پہلے غور کرے اس کے بعد اس کا راستہ اختیار کرے

مذاقِ جانش ز تلخیِ غم شود ایمن
اس کی جان کا ذائقہ غم کی کڑواہٹ سے محفوظ ہو جاتا ہے

کسیکہ شکرِ شکرِ تو در دہاں گیرد[2]
جو شخص تیرے شکریہ کی شکر منہ میں رکھ لے

چو جائے جنگ نہ بیند بجام آرد چنگ
جب کہ وہ جنگ کا موقع نہیں دیکھتا ہے جام کا ہاتھ میں لے لیتا ہے

چو وقتِ کار بود تیغِ جانستاں گیرد
جب کام کا وقت آتا ہے جان لینے والی تلوار تھام لیتا ہے

ز لطفِ غیب بسختی رخِ امید متاب[3]
سختی میں، غیبی مہربانی سے امید کا رخ نہ پھیر

کہ مغزِ نغز مقام اندر استخواں گیرد
اس لیے کہ عمدہ مغز ہڈیوں میں مقام بناتا ہے

شکر کمالِ حلاوت پس از ریاضت یافت[4]
شکر کو مکمل شیرینی محنت کے بعد ملی

نخست در شکنِ تنگ آں مکاں گیرد
پہلے بوری کی شکنوں میں وہ مقام بناتی ہے

در آں مقام کہ سیلِ حوادث از چپ و راست
اس جگہ، جہاں کہ حوادث کا بہاؤ، بائیں اور دائیں سے

چناں رسد کہ اماں از میاں کراں گیرد
اس طرح پہنچتا ہے کہ امن درمیان سے کنارہ اختیار کر لیتا ہے

چہ غم بود بہمہ حال کوہِ ثابت را
جمے ہوئے پہاڑ کو، بہر حال، کیا غم ہے!

کہ حملہ ہائے چناں قلزمے جہاں گیرد
اس لیے کہ ایسے سمندر کے حملے دنیا کو فتح کر لیتے ہیں

اگرچہ خصمِ تو گستاخ میرود حالی
اگرچہ تیرا دشمن فی الحال گستاخانہ روش رکھتا ہے

تو شاد باش کہ گستاخیش عناں گیرد
تو خوش رہ اس لیے کہ اس کی گستاخی اس کی لگام پکڑ لے گی

کہ ہر چہ در حقِ ایں خاندانِ دولت کرد
اس لیے کہ اس نے جو کچھ بھی اس سلطنت کے خاندان کے حق میں کیا ہے

جزاش بر زن و فرزند و خانماں گیرد
اس کی سزا وہ بیوی اور اولاد، اور خاندان پر بھگتے گا

خیالِ شاہی اگر نیست در سرِ حافظ
اگر حافظ کے سر میں بادشاہی کا خیال نہیں ہے

چرا بہ تیغِ زباں عرصۂ زماں گیرد
کیوں وہ زمانہ کا میدان زبان کی تلوار سے فتح کرتا ہے!

زمانِ عمرِ تو پاینده باد کایں دولت
تیری زندگی کا زمانہ دراز ہو اس لیے کہ یہ دولت

عطیہ ایست کہ در کارِ انس و جاں گیرد
ایک ایسا عطیہ ہے جو انسانوں اور جنوں کے کام آئے گا

[1] زمانہ ممدوح کی اس لیے آزمائش کرتا ہے کہ اس کے دل کی صفائی سے رہبری حاصل کرے ورنہ اس کی ذات قرآن کی طرح حرف گیری سے بالاتر ہے۔

[2] جو ممدوح کے شکریہ کی شکر منہ میں رکھے زمانہ اس کا منہ تلخ نہیں کر سکتا ہے۔

[3] وہ میرِ رزم بھی ہے اور میرِ بزم بھی۔

[4] سختیاں جھیلنے کے بعد راحتیں پیدا ہوتی ہیں شکر کو بوریوں میں بھر کر دبایا جاتا ہے۔ جب شکر بنتی ہے۔

قصیدہ نمبر ۴

خیر مقدم مرحبا اے طائرِ میموں قدم
اے مبارک قدم پرندہ! تیرا خیر مقدم ہے مرحبا

شادماں کردی مرا نازم ترا سرتا قدم
تو نے مجھے خوش کر دیا مجھے سر سے لیکر قدم تک تجھ پر ناز ہے

میکنم در ہجر تو انجامِ آغازِ نیاز
میں تیرے ہجر میں نیاز مندی کے آغاز کا انجام کرتا ہوں

زانکہ شرحِ آرزومندی نیاید در قلم
اس لیے کہ آرزومندی کی شرح قلم سے بیان نہیں ہو سکتی ہے

تا بدانی تو کہ ہجراں خونِ عاشق میخورد
تاکہ تجھے معلوم ہو جائے کہ ہجر عاشق کا خون پی لیتا ہے

نالہ شبگیر در کارست و آہِ صبحدم
شبگیر نالہ اور صبح کی آہ اپنے کام میں لگے ہوئے ہیں

صحبتِ عشاق بدنامت کند زاہد برو
اے زاہد تو چلا جا عاشقوں کی صحبت تجھے بدنام کر دیگی

خوش نگہ کن بادہ در جام ست و مجلس متہم
تو خوب دیکھ لے پیالہ میں شراب ہے اور مجلس تہمت زدہ ہے

گر چنیں در حلقہ سجد زلفِ افعی بند یار
اگر اس طرح حلقہ بناتی رہیگی یار کی افعی بند زلف

چہرہ نتواں برد آساں اے دل افسونے بدم
تو اے دل کوئی بھی جادو جھاڑ پھونک سے بازی نہیں جیت سکتا ہے

گر حریم کعبہ خواہی ور جمالِ بے نقاب
اگر تو کعبہ کے اطراف اور اس کے بے نقاب حسن کو چاہتا ہے

لالہ و گل داں ہمہ خارِ بیابانِ حرم
تو حرم کے جنگل کے تمام کانٹوں کو لالہ اور گل سمجھ

آں گذشت اے دل کہ خواری دیدی از دستِ رقیب
اے دل وہ زمانہ گزر گیا جبکہ تو نے رقیب کے ہاتھوں ذلت دیکھی

یار باز آمد بحمد اللہ عزیز و محترم
یار عزیز اور محترم بحمد اللہ واپس آگیا ہے

ساقیا مے دہ کہ رندیہائے حافظ سہو کرد
اے ساقی شراب دے کیونکہ حافظ کی رندیاں فراموش کر دیں

نوکِ کلکِ خواجہ بر منشورِ حافظ زد رقم
حافظ کے حکمنامہ پر خواجہ کے قلم کی نوک نے لکیر کھینچ دی ہے

خواجہ توراں شاہِ عادل دل جلالِ ملک و دیں
خواجہ توران شاہ، منصف مزاج، ملک اور دین کا جلال

بدرِ آفاقِ علی عونُ الوریٰ غوثُ الامم
بلندی کے آسمانوں کا چاند، مخلوق کی مدد، امتوں کی فریاد

صورتِ جاہ و جلال و مقصدِ فضل و کمال
جاہ اور جلال کی صورت، فضل اور کمال کا مقصود

منظرِ انوارِ رحمت مُبصرِ حسنِ شیم
رحمت کے نوروں کا منظر، حسنِ اخلاق کے دیکھنے کی جگہ

کانِ مردی و مروت معدنِ صدق و صفا
انسانیت اور مروت کی کان، سچائی اور خلوص کا معدن

جوہرِ عدل و سیاست عنصرِ لطف و کرم
انصاف اور سیاست کا جوہر، مہربانی اور کرم کا عنصر

رافعِ اوضاعِ بدعت ناصرِ اعلامِ دیں
بدعت کی رسموں کو ہٹانیوالا، دین کے جھنڈوں کا مددگار

ماحیِ آثارِ طغیاں قاطعِ ظلم و ستم
سرکشی کے آثار کو مٹانیوالا ظلم اور ستم کو قطع کرنے والا

آستانت موضعِ دولت نہ اکنونست و بس
تیری چوکھٹ صرف ابھی دولت کا مقام نہیں ہے

دار دایں قصرِ معلیٰ نقشِ تاریخِ قدم
یہ بلند محل، قدیم تاریخ کا نقش رکھتا ہے

بختِ بیدارت چو می آمد بصحرائے وجود
تیرا بیدار نصیبہ جب وجود کے جنگل میں آرہا تھا

خفتہ بد گردوں ہنوز اندر شبستانِ عدم
تو آسمان ابھی تک عدم کے شبستان میں سویا ہوا تھا

قلبِ بدخواہاں شکست احوالِ پابر جائے تو
تیرے مستقل احوال نے بدخواہوں کا دل توڑ دیا

ہر کرا دل نشکند فیروز گردد لاجرم
جس کا دل نہیں ٹوٹتا ہے، وہ لامحالہ کامیاب ہو جاتا ہے

؎ پرندے سے نیک فال لی جاتی ہے اسی لیے اس کو مجوبہ کا پیغام ملا جاتا ہے۔ یہ قصیدہ جلال الدین توران شاہ کی تعریف میں ہے۔ جو شاہ شجاع کا وزیر تھا۔

؎ عاشقوں کی مجلس میں مے جام چلتا ہے اور وہ تہمت زدہ ہوتی ہے زاہد کو بدنام کر دیگی۔

؎ زلفیں مد "ہ" جیسا جو کانوں کی لو کے پاس ہوتے ہیں افعی کا لا ناگ اس سے مراد لفیہ بال ہے۔

؎ توران شاہ کے چہرے پر انوارِ رحمت نظر آتے ہیں اور حسنِ اخلاق عیاں ہیں۔

؎ توران شاہ کی سلطنت قدیم ہے نو دولتا بادشاہ نہیں ہے

ہاں ؎ نہ پنداری کہ تنہا میزنی بر قلبِ خصم
ہاں تو یہ خیال نہ کر کہ دشمن کے قلب پر تو تنہا چوٹ لگاتا ہے

ہمتِ اربابِ دل با تست و اربابِ کرم
اصحابِ دل اور اربابِ کرم کی توجہ تیرے ساتھ ہے

شرحِ احوالِ تو الحق بو العجائب دفتریست
تیرے احوال کی شرح یقیناً عجب دفتر ہے

بندہ یارب کے تواند کرد شکرِ ایں نعم
اے خدا! بندہ ان نعمتوں کا شکر کب ادا کر سکتا ہے

تا لبم مہجور بود از خاک بوسِ درگہت
تیری درگاہ کی خاک بوسی سے جب میرا ہونٹ محروم تھا

دُردنوشِ دردِ بودم باندیمانِ ندم
شرمندہ دوستوں کے ساتھ درد کا تلچھٹ نوش تھا

با شما اخلاصِ ہر یک حاجتِ تقریر نیست
تیرے ساتھ ہر شخص کے اخلاص کو بتانے کی ضرورت نہیں ہے

علمِ آصف دیدہ باشد سالہا در جامِ جم
جامِ جم میں سالوں آصف کا علم دیکھا ہوا ہوگا

تا جہاں باشد بہ نیکی در جہانت باد نام
جب تک دنیا ہے، نیکی کے ساتھ دنیا میں تیرا نام ہے

ایں دعا بر انس و جاں گشت از دل و جاں فرضِ ہم
یہ دعا انسانوں اور جنوں پر دل اور جان سے فرض ہے

قصیدہ نمبر ۵

مقدرے ؎ کہ ز آثارِ صنع کرد اظہار
اللہ ایسا اندازہ لگانے والا ہے جس نے صنعت کے آثار سے ظاہر کیا

سپہر و مہر و مہ و سال و ماہ و لیل و نہار
آسمان اور سورج اور چاند اور سال اور مہینے اور رات دن

مدارِ سیرِ کواکب بامرِ کن فیکون
کن فیکون کے حکم سے ستاروں کی رفتار کا مدار

قرار داد بریں طاقِ گنبدِ دوّار
اس گھومنے والی گنبد کی محراب پر بنایا

ز ہفت کوکبِ سیارہ و دوازدہ برج
سات پھرنے والے ستارے اور بارہ برج سے

کنند سیر مخالف کواکبِ سیّار
جو چلنے والے ستاروں کے مخالف رفتار چلتے ہیں

نُہ آسماں ز ملائک بامرِ حق مشغول
فرشتوں کے نو آسمان خدائی حکم بجا لانے میں مشغول ہیں

بہ سجدہ در گہِ تسبیح و ذکر و استغفار
بوقت تسبیح اور ذکر اور استغفار سجدہ میں مشغول ہیں

چہار ؎ عنصر از و مختلف پدید آورد
چار عنصروں سے مختلف چیزیں بنائیں

مدارِ آتش و آب و غبارِ خاکِ بہار
وہی آگ، پانی، مٹی وغیرہ کا مدار ہے

قرار داد ببالائے خاک و باد آتش
خاک اور ہوا کے اوپر آگ کو ٹھہرایا

گرفتہ کوہ و زمیں در میانِ آب قرار
پہاڑ اور زمین، پانی کے درمیان ٹھہرے ہوئے ہیں

بدوستیِ ؎ نبی و ولی اساس نہاد
نبی اور ولی کی دوستی پر، بنیاد دھری

جہان و ہر چہ در و ہست خالقِ جبّار
دنیا کی اور جو کچھ اس میں ہے، خالقِ جبار نے

اگر نہ ذاتِ نبی و ولی بُدے مقصود
اگر نبی اور ولی کی ذات مقصود نہ ہوتی

جہاں بکتمِ عدم رفتے ہمچو اوّل بار
پہلے کی طرح دنیا عدم کے پردے میں چلی جاتی

نوشتہ ؎ بر درِ فردوس کاتبانِ قضا
تقدیر کے کاتبوں نے جنت کے دروازے پر لکھا ہے

نبی رسول و ولیعہد حیدرِ کرّار
نبی رسول ہے اور حیدرِ کرار ولی عہد ہے

امامِ ؎ جنّی و انسی علیؓ بود کہ علیؓ
جنوں اور انسانوں کے امام علی ہیں اس لیے کہ علی

ز کُلِ خلق فزونست از صغار و کبار
تمام مخلوق سے بڑھے ہوئے ہیں، چھوٹوں اور بڑوں سے

؎ دشمنوں پر تنہا تو ہی حملہ آور نہیں ہوتا ہے بلکہ بزرگوں کی دعائیں بھی تیرے ساتھ ہوتی ہیں۔

؎ یہ قصیدہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی منقبت میں ہے مقدر سے مراد خدا ہے۔ یہ قصیدہ لفظی اور معنوی نقائص کی وجہ سے الحاقی معلوم ہوتا ہے۔

؎ چہار عنصر سے آگ، خاک، پانی ہوا مراد ہیں۔

؎ اللہ نے تمام کائنات نبی اور ولی کی دوستی کی وجہ سے پیدا فرمائی ہے۔

؎ ازل ہی میں حضرت علی کو نبی کا جانشین اور ولی عہد بنا دیا گیا تھا۔

؎ حضرت علی جن و انس کے امام ہیں اس لیے کہ سب سے افضل ہیں۔

زنامِ اوست معلّق سماؤ کرسی و عرش
انہی کے نام سے آسمان، اور کرسی و عرش معلق ہیں

زذاتِ اوست مطبّق زمیں بدیں ہنجار
انہی کی ذات سے زمین اس طور پر طبقہ وار ہے

علی امام و علی آمین و علی ایماں
علی امام ہیں اور علی بابرکت ہیں اور علی ایمان ہیں

علی امین و علی سرور و علی سردار
علی امین ہیں، اور علی سرور ہیں اور علی سردار ہیں

علی علیم و علی عالم و علی اعلم
علی علیم ہیں اور علی عالم ہیں اور علی اعلم ہیں

علی حکیم و علی حاکم و علی گفتار
علی حکیم ہیں، اور علی حاکم ہیں اور علی گفتار ہیں

علی نصیر و علی ناصر و علی منصور
علی نصیر ہیں، اور علی ناصر ہیں اور علی منصور ہیں

علی مظفّر و غالب علی سر و سردار
علی مظفّر ہیں اور غالب ہیں علی سر اور سردار ہیں

علی عزیز و علی عزّت و علی افضل
علی عزیز ہیں اور علی عزت ہیں اور علی افضل ہیں

علی لطیف و علی انور و علی انوار
علی لطیف ہیں، اور علی انور ہیں اور علی انوار ہیں

علی ست فتوح و علی ست راحتِ روح
علی فتحوں کی فتح ہیں، علی روح کی راحت ہیں

علی ست فاضل و افضل علی سر و سردار
علی فاضل اور افضل ہیں علی سر اور سردار ہیں

علی سلیم و علی سالم و علی مسلم
علی سلیم ہیں، علی سالم ہیں اور علی مسلم ہیں

علی قسیمِ قصور و علی ست قاسمِ نار[1]
علی جنتیں بانٹنے والے ہیں اور علی جہنم تقسیم کرنے والے ہیں۔

علی صفی و علی صافی و علی صوفی
علی صفی ہیں اور علی صافی ہیں اور علی صوفی ہیں

علی وفی و علی صفدر و علی سردار
علی وفادار ہیں اور علی صف شکن ہیں اور علی سردار ہیں

علی نعیم و علی ناعم و علی مُنعم
علی نعیم ہیں اور علی نعمتوں والے اور علی نعمتیں دینے والے ہیں

علی بوَد اسد اللہ قاتلِ کفار
علی اللہ کے شیر، کافروں کو قتل کرنے والے ہیں

علی ز بعدِ محمدؐ ز ہر چہ ہست بہ است[2]
علی، محمدؐ کے بعد ہر موجود سے بہتر ہیں

اگر تو مومنِ پاکی نظر دریغ مدار
اگر تو پاک مومن ہے نگاہ نہ ہٹا

بحقِ نورِ محمدؐ بآدمؑ و بہ خلیلؑ
محمدؐ کے نور کی قسم، آدم اور خلیل اللہ کی قسم

بحقِ شیثؑ و شعیبؑ بہ ہودِ کم آزار
شیثؑ اور شعیبؑ اور نہ ستانے والے ہودؑ کی قسم

بحقِ یوسف و یعقوبؑ، یحییٰ و لقمان
یوسف اور یعقوب اور یحییٰ اور لقمان کی قسم

بحقِ نوحِ نجی درمیان دریا بار
زبردست دریا میں نجات حاصل کرنے والے نوحؑ کی قسم

بحقِ عزتِ توریت و حرمتِ انجیل
توریت کی عزت اور انجیل کی حرمت کی قسم

بحقِ جمعِ زبور و بحقِ روزِ شمار
زبور کے مجموعہ، اور قیامت کی قسم

بحقِ دانشِ اسحٰق و شوقِ اسمٰعیل[3]
اسحاق کی دانش اور اسماعیل کے شوق کی قسم

کہ در رضائے خدا کرد جانِ خویش نثار
جس نے خدا کی رضامندی میں اپنی جان قربان کردی

بحقِ یوشع و الیاس و لوط و اسکندر
یوشع، اور الیاس، اور لوط اور سکندر کی قسم

بحقِ نغمۂ داؤد و صوتِ خوش گفتار
داؤد کے نغمہ اور خوش گفتار آواز کی قسم

بحقِ مہرِ سلیمان و زہدِ ابراہیم
سلیمان کی انگوٹھی، اور ابراہیم کے زہد کی قسم

بحقِ عیسیٰ و موسیٰ و یونسِ غمخوار
عیسیٰ اور موسیٰ اور غمخوار یونس کی قسم

---

[1] شیعانِ علی حضرت علی کو جنت اور جہنم کا تقسیم کنندہ مانتے ہیں۔

[2] تمام انبیاء کے حق کی قسمیں کھا کر کہا ہے کہ زیست دین پوری را یعنی حضرت علی ہی آنحضور کے بعد امام ہیں۔

[3] کیونکہ حضرت اسماعیل اپنی قربانی دینے پر راضی ہو گئے تھے اسی لیے ان کو ذبیح اللہ کہا جاتا ہے۔

بحقِ قوّتِ جبریل و صورِ اسرافیل
جبریل کی قوّت، اور اسرافیل کے صور کی قسم
بحقِ قابضِ ارواح در یمین و یسار
دائیں اور بائیں طرف میں روحوں کو قبض کرنیوالے کی قسم

بحقِ حاملِ عرش و بقربِ میکائیل
عرش کو اٹھانے والے اور میکائیل کے قرب کی قسم
بحقِ چار کتابِ ستودۂ جبّار
خدا کی تعریف کی ہوئی چاروں کتابوں کی قسم

بحقِ جملۂ قرآں بہ صُحفِ ابراہیم
پورے قرآن اور ابراہیم کے صحیفوں کی قسم
بحقِ جملۂ مردانِ واقفِ اسرار
رازوں کے جانکار تمام مردوں کی قسم

بحقِ سوزِ فقیرانِ بیگنہ در بند
بے خطا قیدی فقیروں کے سوز کی قسم
بحقِ زاریِ رنجورِ بیکس و بے یار
بے یار و بے کس، رنجیدہ کی آہ و زاری کی قسم

بحقِ چہرۂ زردِ فقیرِ سرگرداں
پریشان فقیروں کے زرد چہرے کی قسم
بحقِ دردِ اسیرانِ خانماں بیزار
گھروں کے بیزار، قیدیوں کے درد کی قسم

بحقِ ضربِ جوانانِ راہِ دیں با کفر
دین کے راستے کے جوانوں کی کفر کے ساتھ تلوار بازی کی قسم
بحقِ زاریِ پیرانِ خوار و زار و نزار
ذلیل، اور کمزور، اور عاجز بوڑھوں کی عاجزی کی قسم

بحقِ دینِ محمدؐ بخونِ پاکِ حسینؑ
محمدؐ کے دین اور حسینؑ کے پاک خون کی قسم
بحقِ مردمِ نیکِ مہاجر و انصار
مہاجر اور انصار، نیک مردوں کی قسم

کہ نیست[۱] دینِ ہدیٰ را بقولِ پاکِ رسولؐ[۲]
کہ نہیں ہے پاک رسول کے قول کے مطابق دینِ ہدیٰ کا
امام غیرِ علیؑ بعدِ احمدِ مختار
امام علیؑ کے سوا احمد مختار کے بعد

ز بعدِ او حسنؑ ست و حسینؑ بعدِ او
ان کے بعد حسنؑ ہیں اور ان کے بعد حسینؑ
مجوئے جہل بریں کار مومنِ دیندار
اے دیندار مومن! اس کام میں نادانی مت برت

بجہل غافلِ مستغرقی بغفلہ ہمی
تو جہل میں غافل اور ڈوبا ہوا ہے، غفلت کی وجہ سے
ز زنگ می نشناسی سفیدی از زنگار
زنگ کی وجہ سے تو سفیدی کو زنگار سے شناخت نہیں کرتا ہے

بجہد و سعیِ منِ خستہ دل چہ سود ترا
مجھ دل خستہ کی کوشش اور سعی سے تجھے کیا فائدہ!
مگر ز خوابِ جہالت ہمی شوی بیدار
شاید نادانی کی نیند سے تو بیدار ہو جائے

بجہل بیشتر و بیش آنچناں ہستم
میں جہالت میں اس قدر زیادہ ہوں
کہ کس مباد چناں کآمدم در اوّل بار
کہ خدا کرے کوئی ایسا نہ ہو جیسا کہ میں پہلے ہوا

سپاس و منّت و عزّت خدائے را کہ نمود
اس خدا کا احسان اور شکر ہے، جس نے دکھایا
رہِ نجات و شدم از حیات برخوردار
نجات کا راستہ اور میں زندگی سے نفع اندوز ہوا

بگاہِ[۲] ہفصد و ہفتاد بُد کہ در شیراز
سات سو ستر کا وقت تھا، کہ شیراز میں
تمام گشت بیکروز جملہ ایں اشعار
ایک دن میں یہ تمام اشعار پورے ہوئے

بدشمناں منشیں حافظا تولاّ[۳] کن
دشمنوں کے ساتھ نہ بیٹھو، اے حافظ تولا کر
نجاتِ خویش طلب کن بجانِ ہشت و چہار
آٹھ اور چار کے طفیل سے اپنی نجات کا طالب بن

حرامزادہ[۴] و بدفعل و شوم و بے بنیاد
حرام زادہ، اور بدمعاش منحوس، اور بے اصل
بمدحِ شاہِ جہاں کے کجا کند اقرار
دنیا کے بادشاہ کی تعریف کا کب اقرار کرتا ہے؟

۱۔ یہ شعر تمام قسموں کا جواب ہے۔
۲۔ میں نے یہ قصیدہ ایک دن میں شیراز میں سنہ ھ میں لکھا ہے۔
۳۔ تولا سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی دوستی مراد ہے، ہشت اور چہار سے بارہ امام مراد ہیں۔
۴۔ جو حضرت علی کے مذکورہ اوصاف کا قائل نہیں ہے وہ ان اوصاف کا آدمی ہے۔

متابعت بمنافق چو میکنی بگذر — زیادہ گفتن نامش ہزار استغفار
منافق کی پیروی تو کیوں کرتا ہے! چھوڑ! — اس کا بیہودہ نام لینے سے ہزار استغفار پڑھ

ترکیب[1] بند

شاہے کہ پناہِ ملک و دین ست — در خورد ہزار آفرین ست
وہ بادشاہ جو کہ دین اور ملک کی پناہ ہے — ہزار آفرین کے لائق ہے

نوبادۂ[2] خاندانِ ملک ست — گلدستۂ بوستانِ دین ست
ملک کے خاندان کا تازہ پھل ہے — دین کے باغ کا گلدستہ ہے

ہم نسلِ شہنشہِ زمان ست — ہم نقدِ خلیفۂ زمین ست
زمانہ کے شہنشاہ کا ہم نسل ہے — موجودہ وقت میں خلیفۂ زمین ہے

آثار و دلائلِ سعادت — تابندہ چو نورش از جبین ست
خوش نصیبی کی نشانیاں اور دلیلیں — اس کی پیشانی سے نور کی طرح چمکنے والی ہیں

در ملکِ جہاں بفرِّ شاہی — انصاف او کوکبِ یقین ست
ملکِ دنیا میں شاہی دبدبہ کے ساتھ — اس کا انصاف یقین کا ستارہ ہے

در خاتمِ قدرِ او نہفتہ — فیروزۂ[3] چرخ چوں نگین ست
اس کے مرتبہ کی انگوٹھی میں پوشیدہ — آسمان کا فیروزہ نگ کی طرح جڑا ہوا ہے

تیغش بمیانِ کفر و اسلام — سدّ[4] ست ولیک آہنین ست
اس کی تلوار کفر اور اسلام کے درمیان میں — دیوار ہے لیکن لوہے کی ہے

کلکش[5] از کفِ دستِ او ست دُر بار
قلم اس کے ہاتھ سے موتی برسانے والا ہے

شمشیر بہ بازوش سزاوار
تلوار اس کے بازو کے لائق ہے

اے سایۂ رحمتِ الٰہی — وے غنچۂ باغِ پادشاہی
اے اللہ کی رحمت کے سائے! — اے بادشاہی باغ کے غنچے!

ہرگز بشمائلِ[6] تو سروے — نارستہ ز بوستانِ شاہی
تیری خوبیوں والا کوئی سرو کبھی — نہیں اگا شاہی باغ میں

ہم چرخِ جمال را تو مہری — ہم برجِ جلال را تو ماہی
تو جمال کے آسمان کا بھی سورج ہے — تو جلال کے برج کا بھی چاند ہے

درخواستہ از خدائے بیچوں — بخت تو بدعائے صبحگاہی
بے مانند، خدا سے مانگا ہوا ہے — تیرا نصیبہ، صبح کی دعا کے ذریعے

---

[1] ترکیب بند، اس نظم کو کہا جاتا ہے جس میں ایک غزل مع مطلع کے کہی جائے اس کے بعد ایک مقفیٰ بیت جس کا قافیہ غزل کے قافیے بدلا ہوا ہو بطور گرہ لایا جائے وہ غزل مع اس گرہ کے ایک بند ہوگا اسی طرح چند بند کہے جائیں۔ ترکیب بند اور ترجیع بند میں صرف اتنا فرق ہے کہ ترکیب بند میں ہر گرہ بار بار لوٹائی نہیں جاتی ہے۔

[2] نوبادہ، تازہ پھل

[3] فیروزہ، نگاری رنگ کا ایک پتھر ہے یعنی آسمان اس کی انگوٹھی کا نگینہ ہے۔

[4] سد، روک یعنی اس کی تلوار کفر کے حملوں کی روک ہے۔

[5] یعنی وہ قلم اور تلوار دونوں کا دھنی ہے۔

[6] شمائل عربی میں اخلاق کو کہا جاتا ہے فارسی والے وضع اور صورت کے معنی میں بھی استعمال کرتے ہیں۔

برنامِ تو مُہر کردہ گردوں
آسمان نے تیرے نام پر مہر لگادی ہے

منشورِ اوامر و نواہی
کرنے اور نہ کرنے کے احکام کے فرمان پر

بر سلطنتِ تو بے تکلّف
تیری سلطنت پر بے تکلف

تمکینِ تو مید ہد گواہی
تیرا وقار گواہی دیتا ہے

نامِ تو یقیں کہ می برآرد
یقیناً تیرا نام

آوازہ زماہ تا بماہی
شہرت حاصل کرے گا، چاند سے مچھلی تک

گردوں کہ لطیفہ ہا برآرد
آسمان جو کہ عجائبات ظاہر کرتا ہے

دُرّے چو تو در صدف ندارد
سیپ میں تجھ جیسا کوئی موتی نہیں رکھتا ہے

اے خلعتِ مُلک بر تو زیبا
اے کہ شاہی پوشاک تجھ کو زیب دیتی ہے!

وے غرّۂ دولتِ تو غرّا
اے کہ تیری حکومت کی پیشانی روشن ہے!

اے آمدہ نو عروسِ دولت
اے کہ دولت کی نئی دلہن!

بر شکل و شمائلِ تو شیدا
تیری شکل اور عادتوں پر عاشق ہوئی ہے

انوارِ شکوہ و شہریاری
دبدبہ اور شاہی کے نور

از روئے مبارکت ہویدا
تیرے مبارک چہرے سے ظاہر ہیں

بر قامتِ حشمتِ تو کوتاہ
تیری حشمت کے قد پر کوتاہ ہے

ایں اطلسِ نیلگونِ والا
یہ نیلا، بلند اطلس

بگذشت صدائے صیتِ عدلت
تیرے انصاف کی شہرت کا چرچا گذر گیا

از سقفِ نُہم رواقِ خضرا
سبز آسمان کی نویں چھت سے

بر شادیِ مجلسِ تو خورشید
تیری محفل کی خوشی میں سورج

ہر لحظہ کشیدہ جامِ صہبا
ہر لحظہ شراب کا جام چڑھا رہا ہے

تا روئے مبارکِ تو بیند
تاکہ تیرا مبارک چہرہ دیکھے

نرگس ہمہ دیدہ گشت عمداً
قصداً نرگس مجسم آنکھ بن گئی ہے

از بہرِ قبولیت دریں گوش
اس کان میں پسندیدگی کے لئے

لُولُوئے خوشاب گشتہ لالا
آبدار موتی چمکدار بن گیا ہے

در قصرِ تو چرخ آستانے
آسمان، تیرے محل کی ایک چوکھٹ ہے

کیواں بدرِ تو پاسبانے
زحل تیرے در کا محافظ ہے

تا یارِ خدائے باد یارت
جب تک باری تعالیٰ تیرا مددگار رہے

جز عیش مباد ہیچ کارت
عیش کے سوا تیرا کوئی کام نہ ہو

۱؎ منشور، فرمان؛ اوامر، احکام؛ نواہی، ممانعتیں۔
۲؎ یعنی آسمان رنگ برنگ کی چیزیں نمودار کرتا ہے لیکن تجھ جیسا کوئی نہ پیدا کر سکا۔
۳؎ غرّہ پیشانی کی سفیدی، غرّا، روشن۔
۴؎ شیدا، عاشق، دیوانہ۔
۵؎ ہویدا، ظاہر یعنی تیری پیشانی سے شاہی نور چمکتے ہیں۔
۶؎ اطلس نیلگوں سے مراد آسمان ہے یعنی تیری وسعتیں آسمان سے زیادہ ہیں۔
۷؎ رواقِ خضرا سے مراد آسمان ہے۔
۸؎ کیوان، زحل ستارے کو کہا جاتا ہے جو ساتویں آسمان پر مانا گیا ہے یعنی آسمان تیری چوکھٹ ہے اور زحل تیرا دربان ہے۔

ہر آرزوئے کہ در دل آید — ایام نہادہ در کنارت
جو تمنا تیرے دل میں آئے — زمانہ تیری آغوش میں ڈال دے

توفیق رفیق در یمینت — تائید ندیم در یسارت
توفیق تیرے داہنے ہاتھ کا دوست رہے — تائید تیرے بائیں ہاتھ کا دوست رہے

نصرت[1] کہ مباد از تو خالی — در رزم کمینہ دستیارت
نصرت جو تجھ سے جدا نہ رہے — میدانِ جنگ میں تیرا ادنیٰ ہتھیار ہے

آراستہ چوں بہشت گیتی — از کوشش تیغ آبدارت
دنیا، بہشت کی طرح حسین ہے — تیری آبدار تلوار کی کوشش سے

تا چرخ بپاست دور دورت — تا دہر بجاست کار کارت
جب تک آسمان قایم ہے تیرا دور دورہ رہے — جب تک زمانہ موجود ہے تیرا ہی کام، کام ہو

جاوید بعونِ جاہ و عزت — بادا ہمہ چیز بر قرارت
مرتبہ اور عزت کی مدد سے، ہمیشہ — تیری ہر چیز برقرار رہے

آسودہ چو حافظ اند خلقاں — در سایۂ بخت کامگارت
تمام دنیا، حافظ کی طرح چین و آرام سے ہے — تیرے کامیاب نصیبہ کے سایہ میں

کارت ہمہ حفظِ ملک و دیں باد
تیرا تمام کام دین، اور ملک کی حفاظت ہو

تا باد ہمیشہ ایں چنیں باد
جب تک ہو، ہمیشہ اسی طرح ہو

ماہے چو تو آسماں ندارد — سروے چو تو بوستاں ندارد
تجھ جیسا چاند، آسمان نہیں رکھتا ہے — تجھ جیسا، سرو، باغ نہیں رکھتا ہے

با روئے[2] تو آفتاب دیدم — نیک ست ولیکن آں ندارد
تیرے چہرے کے سامنے میں نے سورج کو دیکھا — اچھا ہے لیکن کوئی ادا نہیں رکھتا ہے

از حسن تو چوں کنم عبارت — کز ہیچ صفت نشاں ندارد
تیرے حسن کو کیسے بیان کروں! — اسلئے کہ کسی خوبی میں، کوئی مثال نہیں رکھتا ہے

حیراں[3] شدہ ام کہ ہیچ وصفے — در خورِ رُخت بیاں ندارد
میں حیران ہو گیا ہوں، اس لئے کہ کوئی تعریف — تیرے رُخ کے مناسب، بیان نہیں رکھتی ہے

مُرغے کہ سوئے تو کرد پرواز — دیگر سرِ آشیاں ندارد
جس پرندنے تیری جانب پرواز کر لی — پھر گھونسلے کا خیال نہیں کرتا ہے

ہر دل کہ زجاں ندارد ت دوست — میداں بہ یقیں کہ جاں ندارد
جو دل کہ جان سے تجھے دوست نہ رکھے — سمجھ لے کہ یقیناً اس میں جان نہیں ہے

از بہرِ دلم کدام تیر ست — کابروئے تو در کماں ندارد
میرے دل کے لیے کونسا تیر ہے — جسے تیری ابرو، کمان میں نہیں رکھتی ہے

[1] دستیار، ہتھیار یعنی کامیابی تیرا ادنیٰ ترین غلام ہے۔
[2] یعنی سورج اپنی جگہ خوبصورت چیز ہے لیکن تیرے چہرے کے بالمقابل ہیچ ہے۔
[3] تیری تعریف کے لئے بیان اور الفاظ ناکافی ہیں۔

چشمت نظرے بما نینداخت
تیری آنکھ نے ہم پر ذرا نظر نہ ڈالی
مست ست و سرِ جہاں ندارد
مست ہے اور اس کو دنیا کا خیال نہیں ہے

منظورِ شہنشہ است واز ناز
بادشاہ کا منظورِ نظر ہے اور ناز کی وجہ سے
پروائے شکستگاں ندارد
عاجزوں کی پرواہ نہیں کرتا ہے

سُلطانِ زمانہ ناصر الدیں
شاہِ دوراں ناصر الدین
شد معتصم[1] بعز و تمکیں
عزت اور وقار کی وجہ سے تیری جائے پناہ ہے

ساقی اگرت ہوائے ما ہے[2]
ساقی، اگر تجھے ہم سے محبت ہے
جز بادہ میار پیشِ ما شے
شراب کے علاوہ ہمارے سامنے کچھ نہ لا

سجادہ و خرقہ در خرابات
مصلّے اور گدڑی کو شراب خانہ میں
بفروش و بیار جرعۂ مے
دے اور شراب کا گھونٹ لا

گر زندہ دلی شنو ز مستاں
اگر تو زندہ دل ہے تو مستوں سے سن
در گلشنِ جاں صدائے یا حے
جان کے چمن میں یا حیّ کی آواز

با درد درآ بوئے درماں
علاج کی امید پر درد لے کر آ
کونین نگر ز عشق لاشے
عشق کی وجہ سے دونوں جہان کو ہیچ سمجھ

اسرارِ دلست در رہِ عشق
عشق کے راستہ میں دل کے راز
بہتر ز ہزار حاتمِ طے
بنو طے کے ہزار حاتموں سے بہتر ہیں

سلطاں صفت آں بُتِ پریوش
وہ پری جیسا بُت، شاہانہ انداز سے
می آمد و خلقِ شہر از پے
آرہا تھا اور شہر کی مخلوق پیچھے تھی

مردم نگراں بروئے خوبش
لوگ اس کے حسین رخ کو دیکھ رہے تھے
وز شرم رواں ز عارضش خوے[3]
اور شرم سے اس کے رخسار پر پسینہ بہہ رہا تھا

حافظ ز غمِ تو چند نالد
حافظ تیرے غم سے کب تک نالاں رہے
آخر دلِ من شکستہ تا کے
آخر میرا دل کب تک ٹوٹا رہے

با درد و غمِ تو یار باشم
تیرے درد و غم کا یار رہوں
وز عیشِ جہاں کنار باشم
اور دنیا کے عیش سے کنارے پر رہوں

ترجیع بند[4]

اے[5] دادہ بباد دوستداری
اے کہ جس نے دوستی کو برباد کر دیا!
ایں بود وفا و عہدِ یاری
وفا اور دوستی کا یہی عہد تھا؟

[1] معتصم: جائے پناہ اور معتصم، مشہور عباسی خلیفہ کا نام بھی ہے۔
[2] ہے پوری زبان کا لفظ ہے اور اسی معنی میں مستعمل ہے جس معنی میں اردو میں استعمال کیا جاتا ہے۔
[3] خوے: بروزن نے بمعدولہ واؤ کے ساتھ، پسینہ
[4] ترجیع بند کا مطلب ہم ترکیب بند کی تشریح میں لکھ چکے ہیں۔ یعنی اسکے ہر بند میں وہی گرہ لگائی جائے گی جو پہلے بند میں ہوتی ہے
[5] یعنی تونے دوستی کو برباد کر دیا وفا کا تقاضا کیا یہی تھا؟

آخر دلِ ریش دردمندم
آخر میرے، زخمی، دردمند دل کو
تا چند بدستِ غم سپاری
تو کب تک غم کے سپرد رکھے گا!

از زلفِ تو حاصلے ندیدم
تیری زلف سے میں نے کوئی فائدہ نہ دیکھا
جز شیفتگی بیقراری
سوائے دیوانگی بے قراری کے

ایجانِ عزیز بر ضعیفاں
اے پیاری جان! کمزوروں پر
تا چند کنی جفا و خواری
جفا اور ذلت کب تک کریگا!

ہرچند کہ سوختی بجورم
ہرچند کہ تو نے مجھے ظلم سے جلایا
کردم منِ خستہ سازگاری
مجھ خستہ نے موافقت کی

گفتم مگر از سرِ ترحم
میں نے کہا شاید رحم کھاکر
دست از ستم و جفا بداری
ظلم وستم سے تو ہاتھ اٹھائے

چوں نیست امید آں کہ روزے
چونکہ یہ امید نہیں ہے کہ کسی دن
بر عاشقِ خستہ رحمت آری
خستہ عاشق پر تو رحم کرے

آں بہ کہ ز صبر رُخ نتابم
یہی بہتر ہے کہ صبر سے منہ نہ موڑوں
باشد کہ مرادِ دل بیابم
ہوسکتا ہے کہ دل کی مراد پالوں

اے ساقی از آں مے شبانہ
اے ساقی! اس رات کی بچی ہوئی شراب سے
در دہ دو سہ جامِ عاشقانہ
دو، تین عاشقانہ جام دے

تا در سرِ من ز عقل باقیست
جب تک میرے سر میں عقل باقی ہے
از دست منہ مے مُغانہ
مُغوں والی شراب ہاتھ سے نہ چھوڑ

برداشتہ اند صوتِ داؤد
داؤدی نغمہ بلند کیا ہے
مُرغانِ چمن ز آشیانہ
چمن کے پرندوں نے آشیانہ سے

اے مُطربِ ما تو نیز یکدم
اے ہمارے مُطرب! تو تھوڑی کے لئے بھی
مگذار ز کف دف و چغانہ
ہاتھ سے دف اور چغانہ نہ چھوڑ

برگوی بیادِ وصلِ جاناں
محبوب کے وصل کی یاد میں گا
چوں عُود بسوزِ دل ترانہ
عود کی طرح، دل کے سوز کے ساتھ، ترانہ

مے نوش تو حافظا بشادی
اے حافظ! خوشی سے شراب پی
تا چند خوری غمِ زمانہ
زمانہ کا غم کب تک کھائے گا!

دیریست کہ آتشِ غمِ دل
عرصہ ہوگیا ہے کہ دل کے غم کی آگ
در سینہ ہمی کشد زبانہ
سینہ میں لپٹیں مار رہی ہے

چوں نیست بہیچگونہ پیدا
جب کہ کسی طرح بھی پیدا نہیں ہے
دریائے فراق را کرانہ
فراق کے دریا کا کنارہ

ے۱ میں تیرے جلانے پر اسی وجہ سے راضی رہا کہ شاید کسی وقت رحم کردے۔
ے۲ یعنی جب تک سر میں کچھ بھی عقل باقی ہے برابر شراب پلائے جا تاکہ مدہوش ہوجاؤں۔
ے۳ چغانہ ایک ساز کا نام ہے اور موسیقی کا ایک پردہ بھی ہے۔
ے۴ زبانہ آگ کا شعلہ یعنی میں ایک عرصہ سے فراق کی آگ میں جل رہا ہوں۔

آں بہ کہ ز صبر رُخ نتابم
یہی بہتر ہے کہ صبر سے منہ نہ موڑوں

باشد کہ مرادِ دل بیابم
ہو سکتا ہے کہ دل کی مراد پاؤں

در سختیٔ عشق اگر بمیرم — من دل ز غمِ تو بر نگیرم
اگر میں عشق کی سختی سے مر بھی جاؤں — تیرے غم سے دل نہ ہٹاؤں گا

بیشک[1] دلِ ماہ و خور بگیرد — گر سوئے فلک رسد نفیرم
یقیناً چاند اور سورج دلگیر ہو جائے — اگر میری فریاد آسمان پر پہونچے

پیوستہ کمانِ ابروانش — از غمزہ ہمی زند بہ تیرم
اس کی ابروؤں کی کمان، مسلسل — ادا سے میرے تیر مار رہی ہے

نتواں بہ قلم نوشت شوقش — گرچہ پیرِ فلک شود دبیرم
اس کا عشق قلم سے نہیں لکھا جا سکتا ہے — اگرچہ بوڑھا آسمان میرا منشی بنجائے

پیرِ[2] غمِ عشقم ارچہ طفلم — طفلِ غمِ عشقم ارچہ پیرم
میں غمِ عشق سے بوڑھا ہوں اگرچہ لڑکا ہوں — میں غمِ عشق کا لڑکا ہوں، اگرچہ بوڑھا ہوں

دارم سرِ آں کہ ہمچو سعدی — بنشینم و صبر پیش گیرم
میرا یہ خیال ہے کہ سعدی کی طرح — بیٹھ جاؤں اور صبر اختیار کرلوں

چوں کرد زمانۂ ستمگار — دور از تو بہ بندِ غم اسیرم
جب ظالم زمانہ نے تجھ سے دوری کی وجہ سے — غم کی قید میں مجھے قیدی بنا دیا

آں بہ کہ ز صبر رُخ نتابم
یہ بہتر ہے کہ صبر سے منہ نہ موڑوں

باشد کہ مرادِ دل بیابم
ہو سکتا ہے کہ دل کی مراد پالوں

اے[3] غیرتِ لعبتانِ طنّاز — برقع ز رخ چو مہ برانداز
اے نازنین گڑیوں کے لئے باعث غیرت! — چاند جیسے رخ سے برقع الٹ دے

تا من ز سرِ جہاں بہ کلی — برخیزم و توبہ بشکنم باز
تاکہ میں بالکل دنیا کے خیال سے — ہٹ جاؤں اور پھر توبہ توڑ دوں

اے دوست ز رہگذارِ دیدہ — شد فاش میانِ مردماں راز
اے دوست! آنکھوں کے راستے سے — لوگوں میں راز کھل گیا

تا خود[4] چہ بود مرا سرانجام — در عشق چو ہجر کرد آغاز
دیکھیے، خود میرا کیا انجام ہوتا ہے! — جب عشق میں، ہجر نے آغاز کیا ہے

سرمایۂ عمر داد برباد — ہر کو بغمِ تو گشت انباز
اپنی عمر کا سرمایہ برباد کر دیا — جو تیرے غم کا شریک بنا

ترجیع بند

[1] نفیر: آواز، نوحہ یعنی اگر میرے نالے آسمان کی طرف پہنچیں تو ان کو سن کر ماہ اور خورشید دلگرفتہ ہو جائیں گے۔

[2] یعنی جوانی میں ہجر کی وجہ سے بوڑھا ہو گیا ہوں۔

[3] طنّاز: بہت زیادہ ناز و انداز دکھانیوالا۔

[4] یعنی جبکہ عشق کے آغاز میں ہجر ہے تو نہ معلوم انجام کیا ہوگا۔

در آتشِ عشق و مجمرِ غم — بسوز دلا چو عود و می ساز
عشق کی آگ، اور غم کی انگیٹھی میں — اے دل! اگر کی طرح جل اور غم سے موافقت کر

حالی چو نمیدہد مرادست — بوسیدنِ پائے آں سرافراز
اب چونکہ مجھ کو میسر نہیں ہے — اس سربلند کی قدم بوسی

آں بہ کہ ز صبر رخ نتابم
یہی بہتر ہے کہ صبر سے منہ نہ موڑوں
باشد کہ مرادِ دل بیابم
ہو سکتا ہے کہ دل کی مراد پا لوں

اے سروِ سمن برِ گل اندام — از عارضِ تو خجل مہِ شام
اے سمن جیسے جسم والے، پھول جیسے بدن والے سرو! — تیرے رخسار سے شام کا چاند شرمندہ ہے

باز آئے کہ ہجرِ جانگدازت — بر داز دلِ من قرار و آرام
لوٹ آ، اس لیے کہ تیرا جانگداز فراق — میرے دل سے سکون اور آرام لے گیا

از دانۂ خال و دامِ زلفت — مرغِ دلِ من فتادہ در دام
تیرے تل کے دانہ اور زلف کے جال کی وجہ سے — میرے دل کا پرندہ جال میں پھنس گیا ہے

چوں کام نشد بہ سعی حاصل — قانع شدہ ام بہ ہجرِ ناکام
جب کہ کوشش سے مقصد حاصل نہ ہوا — ناکام ہجر پر صابر بن گیا ہوں

مائیم و غمِ فراق حالی — تا خود بہ کجا رسد سرانجام
اب تو ہم ہیں اور فراق کا غم — دیکھئے انجام کہاں تک پہونچے؟

جز محنت و درد گوئیا نیست — دور از تو نصیبِ من با ایام
گویا درد اور تکلیف کے سوا نہیں ہے — زمانہ سے میرا حصہ (تجھ سے دور)

مقصودِ وجود حافظا چیست — جز صحبتِ یار و بادہ و جام
اے حافظ! وجود سے مقصود کیا ہے — دوست کی صحبت اور شراب اور جام کے سوا

حالی چو نمی شود مہیا — کامِ دلم از تو اے دلآرام
اب چونکہ حاصل نہیں ہوتا ہے — میرے دل کا مقصد اے دل آرام! تجھ سے

آں بہ کہ ز صبر رخ نتابم
یہی بہتر ہے کہ صبر سے منہ نہ موڑوں
باشد کہ مرادِ دل بیابم
ہو سکتا ہے کہ دل کی مراد پا لوں

اے راحتِ جانِ بیقرارم — امیدِ دلِ امیدوارم
اے میری بے قرار جان کی راحت! — اے میرے امید وار دل کی امید!

شادم بغمت کہ در ہمہ حال — سوزِ غمِ تست سازگارم
میں تیرے غم پر خوش ہوں اس لیے کہ ہر حال میں — تیرے غم کی سوزش میرے موافق ہے

ے مجمر، انگیٹھی یعنی عشق کی آگ میں اگر کی طرح جل اور صبر کر۔
ے میرا مرغِ دل تیرے تل کے دانہ کی وجہ سے زلف کے جال میں پھنس گیا ہے۔
ے گویا زمانہ میں میرے لیے درد اور غم کے سوا کچھ نہیں ہے خدا تجھ سے اس درد کو دور رکھے۔
ے شعر

تا رفتۂ از کنارم ایدوست — یکبار ز عیش برکنارم
اے دوست جب سے تو میری بغل سے گیا ہے — میں ایک دم عیش سے جدا ہو گیا ہوں

در آرزوئے وصالِ جانے — عمرے بفراق میگذارم
ایک معشوق کے وصال کی آرزو میں — زندگی فراق میں گزار رہا ہوں

امشب بگذشت خواہد از دوش — طوفانِ سرشکِ اشکبارم
آج کی رات کاندھے سے گزر جائے گا — میرے اشکبار آنسوؤں کا طوفان

تا مرگ نہ گیردم گریباں — من دست ز دامنت ندارم
جب تک موت میرا گریبان نہ پکڑ لے گی — میں تیرے دامن سے دست بردار نہ ہوں گا

چوں ہیچ نشد بسعی حاصل — کامِ دلِ خستہ فگارم
جب کہ کوشش سے کچھ حاصل نہ ہوا — میرے زخمی خستہ دل کا مقصد

آں بہ کہ ز صبر رخ نتابم
یہی بہتر ہے کہ صبر سے منہ نہ موڑوں

باشد کہ مرادِ دل بیابم
ہو سکتا ہے کہ میں دل کی مراد پاؤں

اے زخمِ غمِ تو مرہمِ دل — عشقِ تو انیس و محرمِ دل
اے وہ کہ تیرے غم کا زخم دل کا مرہم ہے — تیرا عشق دل کا محبوب اور محرم ہے

زلفِ تو کمندِ گردنِ جاں — لعلِ تو نگینِ خاتمِ دل
تیری زلف، جان کی گردن کی کمند ہے — تیرا لعل دل کی انگوٹھی کا نگ ہے

ابروئے تو بود شحنۂ جاں — چوں چشمِ تو گشت حاکمِ دل
تیری ابرو جان کی کوتوال ہے — جبکہ تیری آنکھ دل کی حاکم بن گئی ہے

او در دلِ ما و ما در آتش — ما را غمِ اوست نے غمِ دل
وہ ہمارے دل میں ہے اور ہم آگ میں ہیں — ہمیں اس کا غم ہے نہ کہ دل کا

نزدیک شد آنکہ من بدوری — گیرم گمِ خویش یا گمِ دل
بالکل قریب ہے کہ میں ہجر کی وجہ سے — اپنے آپ کو گم کر دوں گا یا دل کو

حافظ چہ شود اگر بیابی — نورے ز حضورِ عالمِ دل
اے حافظ! کیا ہو جائے گا اگر تو حاصل کرے گا؟ — دل کی دنیا کے حضور سے، کوئی نور

چوں ملکِ وصالِ او نگردد — آساں آسان مسلمِ دل
جب کہ اس کے وصل کا ملک — آسانی سے دل کے زیرِ فرمان نہیں ہوتا ہے

آں بہ کہ ز صبر رخ نتابم
یہی بہتر ہے کہ میں صبر سے منہ نہ موڑوں

باشد کہ مرادِ دل بیابم
ہو سکتا ہے کہ میں دل کی مراد پاؤں

ا جب سے تو مجھ سے جدا ہوا ہے میں رنج اور غم کی وجہ سے بے قرار ہوں۔
۲ میں جیتے جی تجھ سے دست بردار نہیں ہو سکتا ہوں۔
۳ معشوق ہمارے دل میں ہے، اور دل ہجر کی آگ میں جل رہا ہے۔ مجھے دل کی تو نہیں، اس کی فکر ہے۔
۴ وصل کی سلطنت جبکہ آسانی سے قابو میں نہیں آ رہی ہے تو صبر اختیار کرنا چاہیے۔

ساقی نامہ

سرِ فتنہ دارد دگر روزگار
زمانہ، پھر فتنہ کا خیال رکھتا ہے
من و مستی و فتنۂ چشمِ یار
میں ہوں اور مستی، اور یار کی آنکھ کا فتنہ

ہمی مانم از دورِ گردوں شگفت
میں زمانہ کی گردش سے تعجب میں ہوں
ولے نیست در وے مجالِ گرفت
لیکن اس میں گرفت کی گنجائش نہیں ہے

یکے را قلم زن کند روزگار
کسی پر زمانہ قلم پھیر دیتا ہے
یکے را دہد تیغ در کارزار
کسی کو لڑائی کے میدان میں تلوار دیدیتا ہے

دگر ہمچو زند آتشے میزند
اور اگر وہ چقماق کی طرح آگ جلاتا ہے
ندانم چراغے کہ بر میکند
معلوم نہیں کس کا چراغ بجھاتا ہے؛

فریبِ جہاں قصۂ روشن است
زمانہ کا مکر، ایک کھلا ہوا معاملہ ہے
ببیں تا چہ زاید شب آبستن است
دیکھو کیا جنتی ہے، رات حاملہ ہے؛

دلا بر جہاں دل منہ زینہار
اے دل! دنیا سے ہرگز دل نہ لگا
کہ کس بر سرِ پل نگیرد قرار
اس لئے کہ کوئی شخص پل پر نہیں ٹھہرتا ہے

ہماں مرحلہ است ایں بیابانِ دور
یہ طویل جنگل وہی مقام ہے
کہ گم شد درو لشکرِ سلم و تور
جہاں سلم اور تور کے لشکر گم ہو گئے ہیں

ہماں منزل است ایں جہانِ خراب
یہ جہانِ خراب وہی مقام ہے
کہ دیدست ایوانِ افراسیاب
جس نے افراسیاب کا محل دیکھا ہے

کجا رائے پیرانِ لشکر کشش
اس کے لشکر کش پیران کی رائے کہاں ہے؛
کجا شیدۂ ترکِ خنجر کشش
اس کا خنجر کش شیدہ ترک کہاں ہے؛

نہ تنہا شد ایوان و کاخش بباد
اس کا محل اور قلعہ ہی صرف برباد نہیں ہوا ہے
کہ خاکش ندارد کسے ہم بیاد
بلکہ اس کی قبر بھی کسی کو یاد نہیں ہے

چہ خوش گفت جمشید با تاج و گنج
باوجود تاج اور خزانہ حاصل ہونیکے جمشید نے کیا خوب کہا ہے
کہ یک جو نیرزد سرائے سپنج
کہ اسپنجی سرائے ایک جو کے لائق بھی نہیں ہے

بیا ساقیا جامِ جم دہ مرا
اے ساقی! آ مجھے جامِ جمشید دے
تعلل مکن دمبدم دہ مرا
بہانے نہ کر مجھے پے در پے دے

مغنی کجائی بگلبانگِ رود
اے مطرب! تو کہاں ہے ہمدرد کی آواز سے
بیاد آور آں خسروانی سرود
وہ خسروانی گانا یاد دلا

بہ مستاں نوید سرودے فرست
مستوں کو کسی گانے کی دعوت بھیج
بیارانِ رفتہ درودے فرست
گذرے ہوئے دوستوں پر درود بھیج

۱ چونکہ زمانہ مجھے کسی فتنے میں مبتلا کرنے کی فکر میں ہے لہٰذا میں محبوب کی آنکھوں کے فتنے میں مبتلا ہو کر اس سے بچنے کی تدبیر کرتا ہوں۔
۲ پھر رات اپنے اندر تو فتنوں کو لے آتی ہے۔
۳ دنیا ایک پل ہے جس سے گذر کر عالمِ آخرت میں پہونچتا ہے۔
۴ سلم اور تور فریدوں کے دو لڑکوں کے نام ہیں
۵ پیران، افراسیاب کے وزیر کا نام ہے جو دانائی میں مشہور
۶ شیدہ افراسیاب کے لڑکے کا نام ہے۔
۷ جمشید مشہور بادشاہ گزرا ہے جس نے خدائی کا دعویٰ بھی کیا تھا۔ اور ضحاک کے ہاتھوں مارا گیا تھا۔

مُغنّی بزن چنگ برارغنوں
اے مُطرب! ارغنون پر چنگل مار
براز دلم فکرِ دنیائے دوں
کمینی دنیا کا فکر میرے دل سے نکال

مگر خاطرم یابد آسائشے
شاید میری طبیعت ایسا آرام حاصل کرے
کہ نبود ز غم باوے آلائشے
کہ اُس کے ہوتے ہوئے غم سے آلودگی نہ ہو

مُغنّی بزن خسروانی سرود
اے مطرب! شاہی گانا گا
بگو با حریفاں بآوازِ رود
رود کی آواز سے دوستوں سے کہہ

کہ از آسماں مژدۂ فرصت است
کیونکہ آسمان سے فرصت کی خوشخبری آرہی ہے
مرا بر عدو عاقبت نصرت ست
انجام کار، دشمن پر میری فتح ہے

مُغنّی نوائے طرب ساز کن
اے مطرب! مستی کا نغمہ گا
بقولِ غزل قصہ آغاز کن
غزل کہہ کر قصہ شروع کر

کہ بارِ غمم بر زمیں دوخت پای
اس لیے کہ غم کے بوجھ نے میرے پیر زمین میں دھنسا دیے ہیں
بضربِ اصولم بر آور ز جائے
میری جڑوں پر مار کر مجھے جگہ سے اکھاڑ دے

مُغنّی ازیں پردہ نقشے برآر
اے مطرب! اس پردے سے کوئی نقش باہر لا
ببیں تا چہ گفت از حرم پردہ دار
دیکھ، حرم سے پردہ دار نے کیا کہا ہے؟

چناں بر کش آہنگِ ایں داوری
اس داوری کی تان کو ایسا بلند کر
کہ ناہیدِ چنگی بر قص آوری
کہ چنگ والے ناہید کو جھوما دے

مُغنّی دف و چنگ را ساز دہ
اے مطرب! دف اور چنگ کو بجا
بیارانِ خوش نغمہ آوازدہ
اچھے گانے والے دوستوں کو پکار

رہے زن کہ صوفی بحالت رود
ایک سُر گا کہ صوفی کو حال آجائے
بہ مستی وصلش حوالت رود
وہ اس کے وصل کی مستی کے حوالہ ہو جائے

مُغنّی بیا با منت جنگ نیست
اے مطرب! آجا تیری مجھ سے لڑائی نہیں ہے
کفے بر دفے زن گرت چنگ نیست
اگر تیرے پاس چنگ نہیں ہے تو دف پر ہاتھ مار

شنیدم کہ چوں غم رساند گزند
میں نے سنا ہے کہ جب غم تکلیف پہونچائے
خروشیدنِ دف بود سودمند
دف کا شور مچانا مفید ہوتا ہے

مُغنّی کجائی کہ وقتِ گل ست
اے مطرب! تو کہاں ہے، بہار کا موسم ہے
ز بلبل چمنہا پر از غلغل ست
چمن، بلبلوں سے گونج رہے ہیں

ہماں بہ کہ خونم بجوش آوری
یہی بہتر ہے کہ تو میرے خون کو جوش دیدے
دمِ چنگ را در خروش آوری
چنگ کے سانس کو شور میں لائے

مُغنّی بیا عود را ساز کن
اے مطرب! آ، سارنگی بجا
نوآئیں نوائے نو آغاز کن
نیا طرز کا، نیا نغمہ شروع کر

بیک نغمہ دردِ مرا چارہ ساز
ایک نغمے سے میرے درد کا علاج کر دے
دلم نیز چوں خرقہ صد پارہ ساز
میرے دل کو گدڑی کی طرح سو ٹکڑے بنادے

---

۱ ارغنوں ایک مشہور باجا ہے یعنی دنیا کا فکر ارغنوں کے ذریعہ دور کر دے۔
۲ اے مطرب کوئی غزل سنا، غموں کے بوجھ سے قدم اٹھانے کی طاقت نہیں ہے کوئی ایسا نغمہ سنا جس سے وجد میں آجاؤں۔
۳ داوری ایک باجا ہے ناہید زہرہ ستارہ جس کو رقاصۂ فلک مانا گیا ہے۔
۴ حالت یعنی کیفیتِ وجد در حقیقت مستی، کیفیتِ وصل ہے۔
۵ اگر چنگ موجود نہیں ہے تو دف بجا اس کی آواز بھی غموں کو دور کر دیگی۔
۶ اے مطرب کوئی نیا نغمہ سنا، صوفی وجد کی حالت میں کپڑے پھاڑ ڈالتے ہیں یعنی گدڑوں کی طرح میرے دل کے بھی ٹکڑے کر دے۔

مُغنّی کجائی کہ لطفے کنی
اے مطرب! تو کہاں ہے کہ مہربانی کرے

بروں آری از فکرِ خود یکدمم
مجھے اپنی فکر سے ایک دم نکال دے

مُغنّی کجائی نوائے بزن
اے مطرب! تو کہاں ہے کوئی گانا گا

چو خواہد شدن عالم از ما تہی
جب دنیا ہم سے خالی ہی ہوگی

مُغنّی بگو قول بر دار ساز
اے مطرب! قوالی کہہ ساز اٹھا

رَوانِ بزرگانِ خود شاد دار
اپنے بزرگوں کی رُوح کو خوش رکھ

مُغنّی از آں پردہ نقشے بباز
اے مطرب اس پردے سے کوئی نقش بنا

تو بنمائی راہِ عراقم بزود
تو مجھے راہ عراق جلد دکھا

مُغنّی بیا بشنو و کار بند
اے مطرب! آ، سن اور عمل کر

چو غم لشکر آرد بیارا صفے
جب غم لشکر کشی کرے تو صف آراستہ کر

مُغنّی تو سرّ مرا محرمی
اے مطرب! تو میرا محرمِ راز ہے

بمے دور کن در دلت گر غمے ست
اگر تیرے دل میں کوئی رنج ہے، شراب سے دور کر

مُغنّی کجائی بزن بر بطے
اے مطرب! تو کہاں ہے؟ کوئی بربط بجا

کہ باہم نشینیم و عیشے کنیم
تاکہ ہم مل کر بیٹھیں اور کچھ عیش کریں

مُغنّی ز اشعارِ من یک غزل
اے مطرب! میرے اشعار میں سے ایک غزل

کہ تا وجد را کار سازی کنم
تاکہ میں بے خودی پیدا کروں

زمے آتشے در دلم افگنی
میرے دل میں شراب سے آگ لگا دے

بہم بر زنی کار و بارِ غمم
میرے غم کے کاروبار کو برباد کر دے

بیکتائی او دو تائے بزن
اس کی یکتائی کی قسم دوتارا بجا

گدائی بسے بہ ز شاہنشہی
تو شہنشاہی سے گدائی بہت بہتر ہے

کہ بیچارگاں را توئی چارہ ساز
اس لئے کہ بے چاروں کا تو ہی چارہ ساز ہے

ز روزِ فرو ماندگی یاد دار
عاجزی کے دن کو یاد رکھ

ببیں تا چہ گفتم از آں پردہ ساز
دیکھ میں نے اس پردہ ساز سے کیا کہا؟

کہ بکشائیم از دیدہ صد زندہ رود
تاکہ میں آنکھوں سے سو زندہ رود جاری کر دوں

ز قولِ من ایں پندِ دانا پسند
میرے قول سے عقلمند کی یہ نصیحت پسند کر

ز چنگ و رباب و زنائی و دفے
چنگ اور رباب، اور نے، اور دف کی

زمانے بہ نے زن دمِ ہمدمی
تھوڑی دیر کے لئے نے کے ذریعہ ہمدمی کا دم بھر

دمے پیشِ دانا بہ از عالمیست
عقلمند کی صحبت کا تھوڑا سا وقت دنیا بھر سے بہتر ہے

بیا ساقیا پُر کن از مے بطے
اے ساقی! آ، شراب سے ایک بطخ بھر

دمے خوش بر آریم و جشنے کنیم
ذرا سا خوشی کا سانس لیں اور ایک لشکر تیار کریں

بآہنگِ چنگ آر اندر عمل
چنگ کی دھن پر کام میں لا

برقص آیم و خرقہ بازی کنم
میں ناچنے لگوں اور گدڑی کا کھیل بناؤں

۱؎ یعنی مجھے بیخود بنا دے تاکہ غم سے نجات پا جاؤں۔
۲؎ بے چاروں کا چارہ ساز مُطرب ہی ہے۔
۳؎ عراق ساز کے پردے کا نام بھی ہے اور ایک ملک بھی ہے۔ زندہ رود اصفہان کی مشہور نہر ہے۔
۴؎ جب غموں کا لشکر حملہ آور ہو تو اس کے مقابلے کے لئے چنگ و رباب وغیرہ سے صف آرائی کرنی چاہیئے۔
۵؎ بربط ایک ساز کا نام ہے، بط شراب کی صراحی جو بطخ کی صورت کی بنائی جاتی ہے۔
۶؎ میری ایک غزل چنگ پر سُنا۔
۷؎ وجد میں سماع لذت دیتا ہے۔ رقص میں صوفی کی گدڑی کھلونے کی طرح معلوم ہوتی ہے۔

باقبالِ دارائے دیہیم و تخت
اقبال مندی سے تخت و تاج کا مالک

بہیں میوۂ خسروانی درخت
شاہی درخت کا قیمتی میوہ

پناہِ زمیں پادشاہِ زماں
زمین کی پناہ، زمانہ کا بادشاہ

مہِ برجِ دولت شہِ کامراں
دولت کے برج کا چاند، کامیاب بادشاہ

کہ تمکینِ اورنگِ شاہی ازوست
کیونکہ شاہی تخت کا وقار اس سے ہے

تن آسانیٔ مُرغ و ماہی ازوست
مرغ و ماہی کا آرام اس سے ہے

فروغِ دل و دیدۂ مقبلاں
وہ بااقبال لوگوں کے دل اور آنکھ کا نور ہے

ولی نعمتِ جملہ صاحبدلاں
تمام صاحبانِ دل کا ولیِ نعمت ہے

الا اے ہُمائے ہمایوں اثر
سُن، اے برکتوں والے ہُما

خجستہ سروشِ مبارک خبر
مبارک آواز مبارک خبر والے

جہاں دار و دیں پرور و تاجور
وہ جہاندار ہے، اور دین پرور تاجدار ہے

کز و تختِ جم گشت بازیب و فر
جس کی وجہ سے جمشید کا تخت شان و شوکت والا ہو گیا ہے

چگونہ دہم شرحِ آثارِ او
میں اس کی خوبیوں کی کس طرح شرح کروں

کہ عقل ست حیراں در اطوارِ او
اس کے طور طریقوں میں عقل حیران ہے

چو قدرِ وے از حدِّ مدح ست بیش
چونکہ اس کا مرتبہ تعریف کی حد سے باہر ہے[1]

سر اندازم از عجز و تشویر پیش
عاجزی اور شرمندگی سے میں سر نیچا کر لیتا ہوں

بر آرم باخلاص دستِ دعا
میں اخلاص سے دعا کا ہاتھ اٹھاتا ہوں

کنم روئے در حضرتِ کبریا
اللہ کے دربار کی طرف متوجہ ہوتا ہوں

کہ یا ربّ بآلائے و نعمائے تو
کہ اے خدا اپنی نعمتوں اور بخششوں کے طفیل

باسرارِ اسمائے حُسنائے تو[2]
اپنے اسمائے حُسنیٰ کے اسرار کے طفیل

بحقِ کلامت کہ آمد قدیم[3]
اپنے قدیم کلام کے طفیل

بحقِ رسولؐ و بخلقِ عظیم
رسول کے حق اور بلند اخلاق کے طفیل

کہ شاہِ جہاں باد فیروز بخت
کہ دنیا کا بادشاہ کامیاب نصیبہ والا رہے

باقبال ہموارہ با تاج و تخت
اقبال کے ساتھ ہمیشہ تاج و تخت والا رہے

زمیں تا بود مظہرِ عدل و جور
زمین جب تک انصاف اور ظلم کا مظہر رہے

فلک تا بود مَرتعِ جدی و ثور[4]
فلک جب تک جدی اور ثور کی چراگاہ رہے

خدیوِ جہاں شاہ منصور باد
شاہ منصورؔ عالم کا بادشاہ رہے

غبارِ غم از خاطرش دور باد
غم کا غبار اس کی طبیعت سے دور رہے

بحمد اللہ اے خسروِ جم نگیں
بحمد اللہ، اے جمشید کی انگوٹھی والے بادشاہ!

شجاعے بمیدانِ دنیا و دیں
دنیا اور دین کے میدان کے بہادر

بمنصوریت در جہاں رفت نام
تیرا نام دنیا میں منصورؔ مشہور ہوا ہے

کہ منصور باشی بر اعدا مُدام
تاکہ تو دشمنوں پر ہمیشہ کامیاب رہے

---

[1] اس بادشاہ کی تعریف کرنا ناممکن ہے اس کی خوبیاں بیان سے باہر ہیں۔
[2] خدا کے ننانوے ناموں کو اسماءِ حُسنیٰ کہا جاتا ہے۔
[3] کلام اللہ، اللہ کی صفت ہے اور قدیم ہے۔
[4] جدی اور ثور آسمان کے دو برجوں کے نام ہیں اور جدی بکری کا بچہ اور ثور بیل کے معنیٰ میں بھی آتا ہے۔

فریدوں شکوہی در ایوانِ بزم
تو محفل میں فریدوں جیسے دبدبہ والا ہے

تہمتن[1] نبردی بمیدانِ رزم
جنگ کے میدان میں رستم جیسا جنگجو ہے

فلک را گہر در صدف چوں تو نیست
آسمان کی سیپ میں تجھ جیسا موتی نہیں ہے

فریدون و جم را خلف چوں تو نیست
فریدوں اور جمشید کا جانشیں، تجھ جیسا کوئی نہیں ہے

نہ تنہا خراجت دہند از فرنگ
تجھے صرف فرنگی ہی خراج نہیں دیتے ہیں

کہ مہراج[2] باجت فرستد ز زنگ
بلکہ زنگ سے مہاراجہ تجھے خراج بھیجتے ہیں

اگر ترک و ہند ست و گر روم و چین
خواہ ترک اور ہند ہو، خواہ روم اور چین

چو جمشید جملہ داری بزیرِ نگیں
تو سب کو جمشید کی طرح حکم کے ماتحت رکھتا ہے

ہمائیست[3] چترت ہمایوں نظر
تیرا چتر مبارک نظر ایسا ہما ہے

کہ دارد بسیطِ زمیں زیرِ پر
جو کہ روئے زمین کو پر کے نیچے رکھتا ہے

زحل کمتریں ہندویت در وثاق
زحل بیڑی میں تیرا ادنے غلام ہے

سپہرت غلامے مرصع نطاق
آسمان، تیرا جڑاؤ پر تلے والا غلام ہے

سکندر صفت روم تا چیں تراست
سکندر کی طرح روم سے چین تک تیرا ہے

گر او داشت آئینہ آئیں تراست
اگر اس کے پاس آئینہ تھا تو تیرا حکم ہے

بجائے سکندر بماں سالہا
سکندر کی جگہ تو سالہا سال رہ

بدانا دلی کشف کن حالہا
عقلمند دل سے حالات معلوم کر

چو دریائے وصفت ندارد کنار
جبکہ تیرے وصف کے دریا کا کنارہ نہیں ہے

ثنار اکنم بر دعا اختصار
اس لئے تعریف کو دعا پر ختم کرتا ہوں

ز نظمِ[4] نظامی کہ چرخِ کہن
اس نظامی کی نظم میں سے کہ پرانا آسمان

ندارد چو او ہیچ زیبا سخن
اس جیسا کوئی حسین کلام نہیں رکھتا ہے

بیارم بہ تضمیں سہ بیتِ متیں
تضمین میں تین عمدہ شعر لاتا ہوں

کہ نزدِ خرد بہ ز دُرِّ ثمیں
جو عقل کے نزدیک قیمتی موتی سے بہتر ہیں

ازآں[5] بیشتر کآوری در ضمیر
اس سے بھی زیادہ جتنا تو دل میں خیال کرے

ولایت ستاں باش و آفاق گیر
ملک لینے والا اور دنیا کو فتح کرنے والا ہو

زماں تا زماں از سپہرِ بلند
ابد الآباد تک، بلند آسمان کی طرف سے

بفتحِ دگر باش فیروزمند
تو نئی فتح کے ساتھ کامیاب رہے

ازآں مے کہ جاں را بدو ہوش باد
وہ شراب جس سے جان کو ہوش رہے

مرا شربت و شاہ را نوش باد
میرے لیے شربت اور بادشاہ کے لیے شہد بنے

بیا ساقی آں مے کہ یکبارگی
اے ساقی! آ، وہ شراب جو ایک دم

بچارہ رساند ز بیچارگی
بے چارگی سے چارہ تک پہونچا دے

بمن دہ کہ سلطانِ دل بودہ ام
مجھے دے، اس لیے کہ میں دل کا بادشاہ ہوں

کنوں دور م از وے کہ آلودہ ام
اب اس سے دور ہوں، کیونکہ ناپاک ہوں

---

[1] تہم تن یعنی قوی اور بزرگ تن، یعنی جسم یعنی قوی جسم والا یہ رستم کا لقب تھا۔

[2] مہراج، بڑا بادشاہ یہ ہندوستان اور حبش کے بادشاہوں کا لقب تھا۔

[3] تیرا چتر شاہی بزرگ ہما کے ہے اور اپنے پروں میں روئے زمین کو لئے ہوئے ہے۔

[4] چونکہ نظامی سے بہتر کوئی شاعر نہیں ہے لہٰذا اس کے کلام کے تین دعائیہ اشعار پر تعریف ختم کرتا ہوں۔

[5] یہ شعر اور اگلے شعر نظامی کے ہیں۔

فریدوں صفت کاویانی علم
فریدوں کی طرح کاویانی جھنڈا

برافرازم از پشتی جامِ جم
جام جمشید کی مدد سے میں بلند کروں

بیا ساقی ایں نکتہ بشنو ز نے
اے ساقی! بانسری سے یہ نکتہ سن

کہ یک جرعہ مے بہ ز دیہیم کے
کہ شراب کا ایک گھونٹ کیخسرو کے تاج سے بہتر ہے

بمن دہ کہ در کیشِ مردانِ راہ
مجھے دے اس لیے کہ راستے کے مردوں کے مذہب میں

چہ طاعت در آنجا چہ آنجا گناہ
اس جگہ کیا عبادت اور کیا گناہ

دم از سیرِ ایں دیرِ دیرینہ زن
اس پرانے آتشکدہ کی سیر کا دم بھر

صلائے بشاہانِ پیشینہ زن
گزشتہ بادشاہوں کو پکار

بیا ساقی آں کیمیائے فتوح
اے ساقی! آ، کامیابی کی وہ کیمیا

کہ با گنجِ قاروں دہد عمرِ نوح
جو قارون کے خزانے کے ساتھ نوح کی عمر دیتی ہے

بدہ تا بروئیت کشایند باز
دے تاکہ تیرے سامنے کھول دیں

درِ کامرانی و عمرِ دراز
کامیابی اور دراز عمر کا دروازہ

بیا ساقی آں ارغوانی قدح
اے ساقی! لا وہ ارغوانی پیالہ

کہ یابد ز فیضش دل و جاں فرح
جس کے فیض سے دل اور جان فرحت حاصل کرے

بمن دہ کہ از غم خلاصم دہد
مجھے دے تاکہ غم سے وہ مجھے نجات دے

نشانِ رہِ بزمِ خاصم دہد
خاص لوگوں کی محفل کا مجھے پتہ بتا دے

بیا ساقی آں مے کہ جاں پرور است
اے ساقی! لا وہ شراب جو جان پرور ہے

دلِ خستہ را ہمچو جاں در خور است
جو زخمی دل کے لیے جان کی طرح ضروری ہے

بدہ کز جہاں خیمہ بیروں زنم
دے تاکہ دنیا سے باہر خیمہ گاڑوں

سراپردہ بالائے گردوں زنم
آسمان پر خیمہ لگاؤں

بیا ساقی آں مے کہ حال آورد
اے ساقی! لا وہ شراب جو حال لائے

کرامت فزاید کمال آورد
کرامت بڑھائے اور کمال پیدا کرے

بمن دہ کہ بس بیدل افتادہ ام
مجھے دے اس لیے کہ میں بہت بے دل ہوا پڑا ہوں

وزیں ہر دو بے حاصل افتادہ ام
اور ان دونوں سے خالی پڑا ہوں

بیا ساقی آں آبِ اندیشہ سوز
اے ساقی! لا وہ پانی جو فکر کو جلانے والا ہے

کہ گر شیر نوشد شود بیشہ سوز
اگر شیر پی لے تو کچھار جلا دے

بدہ تا روم بر فلک شیر گیر
دے تاکہ میں آسمان پر شیر پکڑنے والا بن کر جاؤں

بہم بر زنم دامِ ایں گرگِ پیر
اس پرانے بھیڑیے کا جال پھاڑ ڈالوں

بیا ساقی آں بکرِ مستورِ مست
اے ساقی! لا وہ پردہ نشین، مست، باکرہ

کہ اندر خرابات دارد نشست
جو شراب خانوں میں بیٹھی ہے

بمن دہ کہ بدنام خواہم شدن
مجھے دے کیونکہ میں بدنام ہونا چاہتا ہوں

خریدِ مے و جام خواہم شدن
شراب اور جام کا مرید ہونا چاہتا ہوں

۱۔ کاوہ ایک لوہار کا نام ہے، کاویانی علم وہ جھنڈا کہلاتا تھا جو فریدوں بادشاہ کے پاس تھا۔

۲۔ دیرِ دیرینہ سے مراد دنیا ہے، صلا کھانے کی دعوت یا پھر پکار کر کہا جاتا ہے۔

۳۔ حضرت نوح کی عمر اور قارون کا خزانہ کثرت میں ضرب المثل ہے۔

۴۔ شراب کے بعد عالمِ بالا کی طرف پرواز اور دنیا سے لاپرواہی ہوتی ہے۔

۵۔ شراب پینے سے وجد کی کیفیت پیدا ہوتی ہے اور کرامت اور کمال کے مراتب بلند ہوتے ہیں۔

۶۔ گرگِ پیر سے مراد آسمان ہے یعنی آسمان کے تمام مکر و فریب کا جال پھاڑ ڈالوں۔

۷۔ بکرِ مستور، پردہ نشین کنواری یعنی شراب۔

ساقی نامہ (۲)

بیا ساقی آں مے کہ حورِ بہشت
اے ساقی! آ وہ شراب کہ بہشتی حور نے

عبیرِ ملائک دراں مے سرشت
فرشتوں کی خوشبو اس شراب میں گوندھی ہے

بدہ تا بخورے بر آتش کنم
دے، تاکہ آگ پر کچھ دھونی دوں

دماغِ خرد را دمے خوش کنم
تھوڑی دیر کے لئے عقل کا دماغ خوش کروں

بیا ساقی آں مے کہ تیزی کند
اے ساقی! آ وہ شراب جو تیزی دکھائے

بباغِ دلم مشک بیزی کند
میرے دل کے باغ میں مشک بکھیرے

بدہ تا بنوشم بیادِ کسے
دے، تاکہ اس شخص کی یاد میں پیوں

کہ ہست از غمش در دلم خوں بسے
جس کے غم سے میرے دل میں بہت خون بھر گیا ہے

بیا ساقی از مے ندارم گزیر
اے ساقی! آ میرے لیے شراب سے چارہ نہیں ہے

بیک جامِ باقی مرا دستگیر
ایک باقی جام سے میری دستگیری کر

کہ از دورِ گردوں بجاں آمدم
اس لیے کہ آسمان کی گردش سے میں جان سے عاجز آگیا ہوں

رواں سوئے دیرِ مغاں آمدم
مغوں کے آتشکدے کی طرف بھاگتا ہوا آیا ہوں

بیا ساقی از کنجِ دیرِ مغاں
اے ساقی! مغوں کے آتشکدہ کے گوشہ سے نکل آ

مشو دور کاں جاست گنجِ رواں
دور نہ جا کیونکہ گنجِ رواں اسی جگہ ہے

ورت شیخ گوید مرو سوئے دیر
اور اگر تجھ سے شیخ کہے کہ آتشکدہ کی طرف نہ جا

جوابش چہ گوئی بگو شب بخیر
تو اس کو کیا جواب دے گا! شب بخیر کہہ دے

بیا ساقی آں جامِ صافی صفت
اے ساقی! آ، وہ شفاف جام

کہ بر دل کشاید درِ معرفت
جو دل پہ معرفت کا دروازہ کھول دے

بدہ تا صفائے دروں آرَدم
دے تاکہ مجھ میں اندرونی صفائی پیدا کردے

دمے از کدورت بروں آرَدم
تھوڑی دیر کے لیے مجھے کدورت سے باہر نکال دے

بیا ساقی آں آتشِ تابناک
اے ساقی! آ وہ چمکتی ہوئی آگ

کہ زردشت میجویدش زیرِ خاک
جس کو زردشت خاک کے نیچے ڈھونڈتا ہے

بمن دہ کہ در کیشِ رندانِ مست
مجھے دے، اس لیے کہ مست رندوں کے مذہب میں

چہ دنیا پرست و چہ آتش پرست
کیا دنیا پرست اور کیا آتش پرست!

بیا ساقی اکنوں کہ شد چوں بہشت
اے ساقی! آ اب جبکہ بہشت کی طرح ہو گئی ہے

ز روئے تو ایں بزمِ عنبر سرشت
یہ عنبر مزاج مجلس تیرے رخ کی وجہ سے

خُذِ الجَامَ لَا تَخْشَ فِیْہِ الجُنَاح
جام لے، اس بارے میں گناہ سے نہ ڈر

کہ در باغِ جنت بود مے مباح
اس لیے کہ جنت کے باغ میں شراب حلال ہوتی ہے

۱؎ عبیر ایک خوشبو ہے جو صندل، گلاب اور مشک سے بنائی جاتی تھی۔
۲؎ بخور، خوشبودار دھونی جو اگر، لوبان وغیرہ سے دی جاتی ہے
۳؎ گنج رواں کیخسرو کے خزانہ کا نام ہے۔ مراد شراب ہے۔
۴؎ دیر سے مراد آتش کدہ ہے یعنی شیخ کو شب بخیر کہہ کر رخصت کر دے۔
۵؎ زردشت آتش پرستی کے مذہب کا بانی ہے جو منوچہر کی نسل سے تھا اور حکیم فیثا غورث کا شاگرد تھا۔ ژند، اسی کی کتاب ہے، آتشِ تابناک سے مراد شراب ہے، زیرِ خاک سے مراد قبر ہے۔
۶؎ ساقی کے رخ سے دنیا جنت بن گئی ہے اور جنت میں شراب پینا جائز ہے۔

بیا ساقی آں جامِ یاقوت وش ۔ کہ بر دل کشاید درِ وقت خوش
اے ساقی! آ وہ یاقوت جیسا جام ۔ جو کہ دل پر اچھے وقت کا دروازہ کھولتا ہے

بدہ ویں نصیحت ز من گوش کن ۔ جہاں جملہ ہیچست مے نوش کن
دے، اور یہ نصیحت مجھ سے سُن لے ۔ دنیا سب ہیچ ہے، شراب پی

ساقی نامہ (۳)

بیا ساقی از بیوفائی عمر ۔ ببین وز مے کن گدائی عمر
اے ساقی! آ، عمر کی بے وفائی کو ۔ دیکھ، اور شراب سے عمر کی بھیک مانگ

کہ مے عمر باقی بیفزایدت ۔ درے ہر دم از غیب بکشایدت
اس لیے کہ شراب تیری باقی عمر کو بڑھا دے گی ۔ ہر وقت تیرے لیے غیب کا ایک دروازہ کھول دیگی

بیا ساقی از مے بنہ مجلسے ۔ کہ دنیا ندارد وفا با کسے
اے ساقی آ، شراب کی ایک مجلس جما ۔ اس لیے کہ دنیا کسی کے ساتھ وفا نہیں کرتی

کہ چوں بگذرد عمر و تو بگذری ۔ از و باز مانی و حسرت خوری
اس لیے کہ جب عمر اور تو گذر رے گا ۔ اس سے رُکے گا اور حسرت کرے گا

بیا ساقی از مے طلب کامِ دل ۔ کہ بے مے ندارم من آرامِ دل
اے ساقی! آ، شراب سے دل کا مقصد طلب کر ۔ اس لیے کہ شراب کے بغیر مجھے دل کا آرام نہیں ملتا

گر از ہجرِ جاں تن صبوری کند ۔ دل از مے تواند کہ دوری کند
اگر جان کے ہجر پر، جسم صبر کرے ۔ تو ہو سکتا ہے کہ دل شراب سے دوری اختیار کرے

بیا ساقی ایمن چہ باشی کہ دہر ۔ بر آنست کت خوں بریزد بقہر
اے ساقی! آ، مطمئن کیا ہوتا ہے، اس لیے کہ زمانہ ۔ اس پہ آمادہ ہے کہ ظلم سے تیرا خون بہا دے

دریں خوں فشاں عرصۂ رستخیز ۔ تو خونِ صراحی و ساغر بریز
جنگ کے اس خونریز میدان میں ۔ تو صراحی اور ساغر کا خون بہا

بیا ساقی از من مکن سرکشی ۔ کہ از خاکی آخر نہ از آتشی
اے ساقی! آ، مجھ سے سرکشی نہ کر ۔ اس لیے کہ آخر تو خاکی ہے، نہ کہ آتشی

قدح پر کن از مے کہ مے خوش بود ۔ خصوصاً کہ صافی و بیغش بود
شراب سے پیالہ بھر، اس لیے کہ شراب اچھی چیز ہے ۔ خصوصاً جو صاف اور خالص ہو

بیا ساقی آں راحِ ریحاں نسیم ۔ بمن دہ کہ نہ زر بماند نہ سیم
اے ساقی! آ، وہ ریحان کی خوشبو والی شراب ۔ مجھے دے، اس لیے کہ نہ سونا رہے گا نہ چاندی

زرے را کہ بیشک تلف در پے ست ۔ بمے دہ کہ درمانِ دلہا مے ست
جس سونے کے، بلا شبہ، بربادی در پے ہے ۔ شراب میں خرچ کر دے اس لیے کہ دلوں کا علاج شراب ہے

ساقی نامہ

ملہ مجھے بھی پلا اور نصیحت سن لے دنیا ہیچ ہے تو بھی پی لے۔
ملہ زندگی کا لطف شراب ہی سے حاصل ہوتا ہے۔
ملہ شراب پینے سے عمر دراز ہوگی اور غیب کے راز کھلیں گے۔
ملہ شراب سے جدائی ایسی ہی ہے جیسا کہ جسم کی روح سے جدائی۔
ملہ دنیا خوں ریز میدان جنگ ہے تو ساغر اور صراحی سے خون جیسی شراب لنڈھا۔
ملہ آگ میں سرکشی اور خاک میں فروتنی ہوتی ہے آگ کی لپٹ اوپر کو جاتی ہے خاک زمین پر گرتی ہے۔

بیا ساقی آں بادۂ لعلِ صاف
اے ساقی! آ وہ صاف لعل جیسی شراب

بدہ تا کے ایں شید و تزویر و لاف
دے، یہ مکر اور جھوٹ اور لاف زنی کب تک؟

ز تسبیح و خرقہ ملولم تمام
میں تسبیح اور گدڑی سے بالکل ملول ہوں

بمے رہن کن ہر دو را والسّلام
دونوں کو شراب میں گروی کردے والسّلام

بیا ساقی آں بادۂ رُوح بخش
اے ساقی! آ وہ رُوح بخش شراب

بدہ تا نشینیم بر پشتِ رخش
دے، تاکہ ہم ابلق گھوڑے کی پشت پر بیٹھیں

تہمتن صفت رو بمیداں کنم
رستم کی طرح میدان کا رخ کروں

بکامِ دل آہنگِ جولاں کنم
دل کی تمنا کے مطابق گھومنے کا قصد کروں

بیا ساقی از من برو پیشِ شاہ
اے ساقی! آ میری طرف سے شاہ کے پاس جا

بگویش ز من کاے شہِ جم کلاہ
میری جانب سے اس سے کہہ، کہ اے جمشید کے تاج والے بادشاہ

دلِ بینوایانِ مسکیں بجوی
بے سرو سامان مسکینوں کی دل جوئی کر

پس آنگاہ جامِ جہاں بیں بجوی
پھر جام جہاں نما تلاش کر

بیا ساقی آں مے کز آں جامِ جم
اے ساقی! آ وہ شراب جس سے جمشید کا جام

زند لافِ بینائی اندر عدم
عدم میں بینائی کی ڈینگیں مارے

بمن دہ کہ باشم بتائیدِ جام
مجھے دے، تاکہ میں جام کی تائید سے ہو جاؤں

چو جم آگہ از سرِّ عالم تمام
آگاہ! جمشید کی طرح تمام دنیا کے رازسے

بیا ساقی آں جام پر کن زمے
اے ساقی! آ، وہ جام، شراب سے بھر

کہ گویم ترا حالِ کسریٰ و کے
کہ میں تجھ کو کسریٰ اور کیخسرو کے راز بتاؤں

بمستی تواں دُرِّ اسرار سفت
مستی میں رازوں کے موتی بیندھے جا سکتے ہیں

کہ در بیخودی راز نتواں نہفت
اس لیے کہ بیخودی میں راز نہیں چھپایا جا سکتا ہے

بیا ساقی آں مے کہ عکسش ز جام
اے ساقی! آ وہ شراب کہ جس کا عکس جام سے

بکیخسرو و جم فرستد پیام
کیخسرو اور جمشید کو پیام بھیجتا ہے

بدہ تا بگویم بآوازِ نے
دے، تاکہ میں بانسری کی آواز کے ذریعہ کہوں

کہ جمشید کے بود و کاؤس کے
کہ جمشید کب تھا اور کاؤس کب تھا؟

بیا ساقی آں مے کہ شاہی دہد
اے ساقی! آ وہ شراب جو شاہی عطا کرے

بپاکی او دل گواہی دہد
دل اس کی پاکی پر گواہی دے

بمن دہ کہ تا گردم از عیب پاک
مجھے دے، تاکہ میں عیب سے پاک ہو جاؤں

خرامم بعشرت بہ تیرہ مُغاک
اندھیرے گڑھے میں عیش سے ٹہلوں

بیا ساقی آں جام چوں مہر و ماہ
اے ساقی! آ وہ جام جو چاند اور سورج کی طرح ہے

بدہ تا زنم بر فلک بارگاہ
دے، تاکہ میں آسمان پر مجلس جماؤں

چو شد باغِ رُوحانیاں مسکنم
جبکہ روحانیت والوں کا باغ، میرا ٹھکانا بن گیا

دریں جا چرا تختہ بندِ تنم
تو اس جگہ میں اپنے جسم کا قیدی کیوں بنوں؟

---

۱ تسبیح اور خرقہ سے رنجیدہ ہو چکا ہوں دونوں کو خیر باد کہہ دے اور شراب میں گروی کردے۔

۲ رخش، سُرخ اور سفید رنگ، چونکہ رستم کے گھوڑے کا یہی رنگ تھا لہٰذا اس کے گھوڑے کو کہتے تھے پھر مطلقاً گھوڑے کے معنی میں آنے لگا۔

۳ جامِ جم اگرچہ گم ہو چکا ہے لیکن وہ شراب اگر اس کو میسر ہو جائے تو وہ دوبارہ موجود ہو جائے۔

۴ وہ شراب دے جس کے پینے کے بعد شاہانہ مزاج بن جائے۔

۵ روحانیوں کا ٹھکانہ عالم بالا ہے۔ لہٰذا مجھے بھی عالم بالا میں پہونچنا چاہیے اور جسم کی قید سے آزاد ہو جانا چاہیے۔

بیا ساقی آں جام چوں سلسبیل
اے ساقی! آ وہ جام جو سلسبیل کی طرح ہے
کہ دل را بفردوس باشد دلیل
جو دل کی جنت کی طرف رہنمائی کرتا ہے

بدستم دہ و روئے دولت ببیں
میرے ہاتھ میں دے، اور دولت کا چہرہ دیکھ
خرابم کن و گنج حکمت ببیں
مجھے مست کر دے اور حکمت کا خزانہ دیکھ

بیا ساقی از بادہ ہائے کہن
اے ساقی! آ، پرانی شرابوں کے
زجام پیاپے مرا مست کن
پے در پے جاموں سے مجھے مست کر دے

چو مستم کنی از مے بے غشت
جبکہ تو مجھے اپنی خاص شراب سے مست کر دیگا
بمستی بگویم سرود خوشت
میں تیرے لئے اچھا گانا مستی میں گاؤں گا

اگر ہمچو جم جام گیری بدست
اگر تو جمشید کی طرح، ہاتھ میں جام لے گا
بہ بینی دراں آئنہ ہر چہ ہست
اس آئینہ میں، ہر موجود کو دیکھ لے گا

بمستی در پارسائی زنی
تو مستی میں، نیکی کا دروازہ کھٹکھٹائے گا
در خسروی در گدائی زنی ۱
فقیری میں، بادشاہت کا دروازہ کھٹکھٹائے گا

کہ حافظ چو مستانہ سازد سرود
اس لیے کہ حافظ جب مستانہ گانا گاتا ہے
ز چرخش دہد زہرہ آواز رود
تو زہرہ فلک سے اسکو رود کی آواز سناتی ہے

بتاثیر صبح از طبقہائے نور
نور کے طبقوں سے صبح کی تاثیر کی وجہ سے
بگوشم آید ہر دم از لفظ حور
ق ہر وقت میرے کان میں حور کے الفاظ آتے ہیں

کہ اے خوشنوا مرغ شیریں نفس
کہ اے شیریں نفس، خوش الحان پرندے!
بیفشاں پر و بال و بشکن قفس
پر اور بال جھاڑ، اور پنجرا توڑ ڈال

بیا تا خرد را قلم در کشیم
آ، تاکہ ہم عقل پر قلم پھیر دیں
زمستی بعالم علم در کشیم
عالم پر، مستی کا جھنڈا! گاڑ دیں

ز جام دمادم دمے دم زنیم
پے در پے جام کا تھوڑی دیر کے لیے دم بھر لیں
زمے آب بر آتش غم زنیم
شراب کا پانی، غم کی آگ پر چھڑک دیں

یک امروز باید کہ مے خوریم
آج تھوڑی دیر کے لیے مل کر شراب پی لیں
چو فرصت نباشد دگر کے خوریم
جب فرصت نہ ہوگی پھر کب پییں گے؟

کہ آنہا کہ بزم طرب ساختند
اس لئے کہ جن لوگوں نے محفل طرب بنائی
بہ بزم طرب ہم نپرداختند
وہ خود محفل طرب میں نہ لگ سکے

بایں تخت فیروزہ فیروز کیست
اس فیروزی تخت پر کون کامیاب ہے؟
ز ایام عمر آنکہ بہروز کیست
جو زندگی کے ایام سے راحت میں ہو کون ہے؟

دریغا جوانی کہ برباد شد
اس جوانی پر افسوس ہے جو برباد ہوگئی
خنک آنکہ از عالم آزاد شد
وہ آرام سے ہے جو دنیا سے آزاد ہوگیا

---

۱ مجھے شراب پلاؤ تاکہ تجھے حکیمانہ باتیں سناؤں۔
۲ میں مستی میں تیرے لیے بہترین گانا گاؤں گا۔
۳ مستی میں، ریاکاری ختم ہوجاتی ہے اور انسان گدائی میں بادشاہی کرتا ہے۔
۴ صبح کے وقت نور کے طبقات سے حور کا وہ گانا کان میں آتا ہے جس کا بیان اگلے شعروں میں ہے
۵ آگ پر پانی ڈالنا یعنی اس کو بجھانا۔

ساقی نامہ (۴)

بدہ[1] ساقیا مے کہ تا دم زنیم
اے ساقی! شراب دے تاکہ ہم سانس لیں

قلم بر سر ہر دو عالم زنیم
دونوں جہان کے سر پر قلم پھیر دیں

سبک باش و رطل گرانم بدہ
چست ہو، اور مجھے بھاری پیمانہ دے

وگر فاش نتواں نہانم بدہ
اگر کھلم کھلا نہ ہو سکے، تو چھپا کر دے

کہ ایں[2] چرخ و ایں انجم آبنوس
اس لیے کہ یہ آسمان اور یہ آبنوس کے ستارے

بسے یاد دارد چو بہرام و طوس
بہرام اور طوس جیسے کو بہت یاد رکھتے ہیں

کے کو زدے کوس بر پشت پیل
وہ شخص جو ہاتھی کی پشت پر نقارہ بجاتا تھا

زدندش بناکام طبل رحیل
ناکامی کے ساتھ اس کے کوچ کا انہوں نے نقارہ بجا دیا

جز[3] ایں مرکز ہفت پرکار نیست
سات پرکاروں کے اس مرکز کے علاوہ کچھ نہیں ہے

جز ایں ہفت پرکار پرکار نیست
ان ساتوں پرکار کے سوا کوئی چالاک نہیں ہے

تو در[4] خانۂ ششدری ششدری
تو اس چھ دروازے والے گھر میں پریشان ہے

کہ او ماندہ تا بنگری بگذری
کہ وہ رہے گا، جب تک تو دیکھے گا اور چل دیگا

بر[5] ایوان شش طاق خضرا نشیں
چھ سبز محرابوں والے قلعہ پر بیٹھ

بمنزل گہ جاں نشیمن گزیں
جان کی منزل میں گھونسلا بنا

بدہ ساقی آں آب آتش فشاں
اے ساقی! وہ آگ برسانے والا پانی دے

ازاں پیش کز ما نیابی نشاں
اس سے قبل کہ تو ہمارا نشان کبھی نہ پائے

کہ در آتش ست ایں دل روشنم
کیونکہ میرا یہ روشن دل آگ میں ہے

ہمانا کہ آبے بر آتش زنم
شاید کہ میں آگ پر کچھ پانی چھڑکوں

کہ فیروز[6] فرخ منوچہر چہر
اس لیے کہ منوچہر کامیاب، مبارک چہرے والے نے

شنیدم کہ در عہد بوزرجمہر
میں نے سنا ہے کہ بوزرجمہر کے زمانہ میں

نوشتہ است بر جام نوشیرواں
نوشیرواں کے جام پر لکھا ہوا ہے

کہ بفزائے از جام نوشیں رواں
کہ [illegible] جام سے روح کو بڑھا

اگر پور[7] زالی و گر پیر زال
خواہ تو زال کا بیٹا ہے خواہ بوڑھی عورت

بدستاں نمانی شوی پایمال
مکر سے تو نہ بچے گا، پامال ہو جائے گا

ز من بشنو اے پیر آموزگار
اے سکھانے والے بوڑھے مجھ سے سن لے

مکن تکیہ بر گردش روزگار
زمانہ کی گردش پر بھروسہ نہ کر

کہ ایں منزل درد و جائے غمست
کہ یہ درد کی منزل اور غم کی جگہ ہے

دریں دامگہ شادمانی کم ست
اس جال کی جگہ میں خوشی کم ہے

۱۔ ہم سب شراب پی کر دنیا اور آخرت کے غم سے آزاد ہو جائیں۔
۲۔ انجم آبنوس اس لیے کہا ہے کہ آسمان سیاہ آبنوس کی طرح ہے جس میں ستارے نظر آتے ہیں، طوس بہرام گور بادشاہ کا پوتا تھا۔
۳۔ ہفت پرکار سے ساتوں آسمان مراد ہیں تمام انقلابات اور تغیرات انہیں کی بدولت ہیں اسی لیے آسمان کی مکاری ضرب المثل ہے
۴۔ خانۂ ششدر سے مراد دنیا ہے اس لیے کہ اس کی چھ سمتیں ہیں
۵۔ شش طاق خضرا سے مراد چھ آسمان ہیں۔
۶۔ منوچہر، بہشت جیسے چہرے والا مشہور بادشاہ گذرا ہے۔ بوذرجمہر نوشیرواں شاہ ایران کا مشہور وزیر ہے۔
۷۔ پور زال یعنی زال کا بیٹا مراد رستم ہے اور زال بڑھیا۔

بدیں[1] شاد مانیم کز درد و غم ۔ نداریم غم گر نداریم کم
ہم اس پر خوش ہیں کہ درد اور غم کی وجہ سے ۔ ہمیں غم نہیں اگر ہمارے پاس کچھ بھی نہیں ہے

بدہ ساقی آں لعل یاقوت رنگ ۔ کہ بُرد از رُخ لعل و یاقوت رنگ
اے ساقی! وہ یاقوت جیسے رنگ والا لعل دے ۔ جس نے لعل اور یاقوت کے رخ سے رنگ اڑا دیا ہے

رواں[2] در دہ آں مے چو آبِ رواں ۔ نہ آبِ رواں کآفتابِ عیاں
فوراً وہ شراب دے جو بہتے پانی کی طرح ہے ۔ نہ صرف بہتے پانی کی طرح ہے بلکہ روشن آفتاب کی طرح ہے

شہانیکہ[3] اینجا نشستند شاد ۔ برفتند و از کس نہ کردند یاد
وہ بادشاہ جو اس جگہ خوش بیٹھے ۔ وہ چلے گئے اور انھوں نے کسی کو یاد نہ کیا

کدام ست جامِ جم و جم کجاست ۔ سُلیماں کجا رفت و حاتم کجاست
جامِ جم کون سا ہے، اور جمشید کہاں ہے؟ ۔ سلیمان کہاں گیا، اور حاتم کہاں ہے؟

کہ میداند از فیلسوفانِ حے
قبیلہ کے فلسفیوں میں سے کون جانتا ہے؟

کہ جمشید کے بود و کاؤس کے
کہ جمشید کب تھا اور کاؤس کب تھا؟

ختم شد

[1] ہمیں یہ خوشی ہے کہ درد سے ہم ایسے مدہوش ہیں کہ مفلسی کا غم نہیں ہے۔

[2] ہمیں فوراً وہ شراب دے جس کو جاری پانی بلکہ چشمۂ آفتاب کہا جائے۔

[3] جن بادشاہوں نے خوشی سے زمانہ بسر کیا وہ بھی دنیا سے چلے گئے نہ جمشید ہے نہ اس کا جام نہ سلیمان ہے نہ حاتم۔

کتابت: منشی نذیر الدین شیر کوٹی
۔۔۔ چوڑیوالان دہلی

تذکرہ اولیاء پاک و ہند
ڈاکٹر ظہور الحسن شارب

تاریخ الخلفاء
ترجمہ: حضرت شمس بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

شمائل ترمذی
ترجمہ: مولانا محمد صدیق ہزاروی

نفحات الانس
حضرت عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ

تذکرہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ
میاں جلیل احمد شرقپوری

عوارف المعارف
حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ

قرآنی علوم
عبدالواجد قادری

غنیۃ الطالبین
ترجمہ: حضرت شمس بریلوی رحمۃ اللہ علیہ